تذکرۂ کاملان پٹنہ

یادگار روزگار

سیّد بدرالحسن

خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری۔ پٹنہ

بازآیا ہے رونق گل رضائع مکن

یادگار روزگار

تذکرۂ کاملان پٹنہ

سید بدر الحسن

(م ۱۹۳۴ء)

خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ

تقسیم کار:

صدر دفتر:

- مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی ــــ ۱۱۰۰۲۵

شاخیں:

- مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، اردو بازار، نئی دہلی ــــ ۱۱۰۰۰۶
- مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، پرنسس بلڈنگ، بمبئی ــــ ۴۰۰۰۰۳
- مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، یونیورسٹی مارکیٹ، علی گڑھ ــــ ۲۰۲۰۰۲

پہلی بار : ۱۹۳۱ء یا قبل

دوسری بار : ۱۹۹۱ء

قیمت : ایک سو پچیس روپے

لبرٹی آرٹ پریس دریا گنج، پرائٹرز مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دہلی میں طبع ہوا

حرفِ چند

سید بدر الحسن، اس کتاب کے مصنف، مولوی ظہور الحسن صاحب کے صاحبزادے اور شاہ امیر الحق عمادی (سجادہ نشیں، منگل تالاب، پٹنہ سٹی) کے نواسے تھے۔ تعلیم اپنے نانا شاہ امیر الحق صاحب اور پھر اپنے ماموں شاہ رشید الحق صاحب سے حاصل کی۔ بعد میں انگریزی تعلیم سے بھی بہرہ ور ہوئے اور آنریری مجسٹریٹ کے عہدے پر فائز ہوئے۔

آپ کی شادی سید آباد پرسائیں میں میر تفضل حسین صاحب کی صاحبزادی سے ہوئی جن سے دو صاحبزادے ہوئے۔ نجم الحسن اور نذر الحسن۔ نجم الحسن کے تین صاحبزادے (۱) سراج الحسن۔ کراچی کے کسی بینک میں ملازم ہیں (۲) انوار الحسن۔ کراچی میں وکالت کر رہے ہیں (۳) فخر الحسن۔ لیاقت کالج، کراچی کے پرنسپل ہیں۔ نذر الحسن کے دو بیٹے۔ (۱) ثمر الحسن شعبۂ کسٹم، کراچی میں ملازم ہیں (۲) جمال الحسن۔ سعودی عرب میں ملازم ہیں۔

مولوی بدر الحسن صاحب کی تمام اولاد پاکستان منتقل ہو چکی ہیں ان کی صرف ایک پوتی جمال آرا (بنت نذر الحسن) زوجہ ولی احمد عرف چُنُّو بابو پٹنہ میں موجود ہیں۔

مولوی بدر الحسن صاحب کے والد مولوی ظہور الحسن صاحب نے پٹنہ جنکشن پر مسلمانوں کے لیے مسجد بنوائی اور مولوی بدر الحسن صاحب نے ہندوؤں کے لیے محلہ خواجہ پورہ میں بدری ناتھ کا مندر تعمیر کرایا اور اس میں زمینیں بھی وقف کیں جس کی متولی آج بھی ان کی پوتی جمال آرا ہیں۔

مولوی بدر الحسن صاحب کا انتقال ۱۹۴۴ء میں پٹنہ ہی میں ہوا۔

پٹنہ کے مشاہیر کا یہ تذکرہ جو ستمبر ۱۹۳۱ء تک لکھا جاتا رہا، کچھ چھپا کچھ بغیر چھپے رہ گیا۔ مگر جو کچھ ہم تک پہنچا آج اس کی دستاویزی حیثیت ہے۔ پچھلے پانچ سات سال میں بدر الدین احمد صاحب مرحوم (م ۱۹۹۳ء) اور اقبال حسین صاحب مرحوم (م ۱۹۹۱ء) نے اپنے اپنے طور سے پٹنہ کی کہانی پیش کرنے کی کوشش کی۔ بڑی کا آید ہیں ان کی آپ بیتیاں۔ خود بدر الحسن صاحب کے عہد میں ان کے سینئر شاد عظیم آبادی (م ۱۹۲۷ء) کبھی اس سرے کبھی اس سرے ادھر ادھر سے یہ کہانی سناتے رہے۔ لیکن یادگارِ روزگار کی شکل میں بہت بڑا حصہ سمٹ کے آجاتا ہے۔ بدر الحسن

صاحب کا اپنا انداز فکر، اپنا طریق انتخاب تھا۔ کیا لیں، کیا چھوڑیں —— اس لیے بہت کچھ جو آنا چاہیے تھا رہ گیا
بہت کچھ جو نہ آنا چاہیے تھا آگیا۔ لیکن اہمیت اس کی یہ ہے کہ جو کچھ اس دستاویز میں محفوظ ہوگیا ہے وہ کسی
دوسری جگہ نہیں ملے گا۔ اس لیے اپنی ساری کمیوں یا زیادتی کے باوجود یہ اپنے موضوع پر آخری کتاب ہے! اور
کمی زیادتی کہاں نہیں ہوتی!

یہ ۱۹۳۱ء تک لکھی جاتی رہی اور پورے ساٹھ برس بعد ——————
یہ پھر اس مبارک موقع سے منظر عام پر آرہی ہے جب خدا بخش لائبریری اپنی صدی منا رہی ہے۔ بڑے کاموں میں کتنی صلاحیت
کتنی جان ہوتی ہے کہ زمانہ کی کتنی ہی مار پڑے وہ ایسے میں سینہ تان کے، سر اٹھا کے پورے اعتماد کے ساتھ یکایک
آپ کے سامنے آ کھڑے ہوتے ہیں۔ یہ ہم ہیں، ہمیں پہچانو!

یادگارِ روزگار آپ کے سامنے ہے اس کا دوسرا حصہ جو ۱۹۳۱ء سے ۱۹۹۱ء تک کے مشاہیر پر مشتمل
ہے، خدا بخش اشاعتی منصوبوں میں یہ زیر ترتیب ہے

—— • ادارہ

یادگار روزگار

تذکرۂ کاملانِ پٹنہ

فہرست

عنوان			صفحہ	
مصنف کی آپ بیتی			۱	(۱= - ۶۸)
یادگارِ روزگار	...	(ح-۱)	۶۹	(۱= - ۱۷۷)
ایضاً	...	(ح-۲)	۲۴۹	(۱= - ۱۶) (۱= - ۳۰۴) (۱= - ۴)
ایضاً	...	(ح-۳)	۵۷۳	(۱= - ۴) (۱= - ۴۰۰)
ایضاً	...	(ح-۴)	۹۷۹	(۱= - ۲) (۱= - ۵۸)
ایضاً	...	(ح-۵)	۱۰۳۹	(۱= - ۸) (۱= - ۱۲۰) (۱= - ۱۹)
ضمیمہ ۱			۱۱۸۹	(۱= - ۱۲)
ایضاً ۳			۱۲۰۱	(۱= - ۱۶)
ایضاً ۴			۱۲۱۷	(۱= - ۲۸)
ایضاً ۵			۱۲۴۵	(۱= - ۱۱)
ایضاً ۶			۱۲۵۷	(۱= - ۴۰)
پس گفتار			۱۲۹۷	(۱= - ۴)

کل من علیہا فان ویبقیٰ وجہ ربک

ذو الجلال والاکرام

سوانح عمری

مولوی سید بدر الحسن صاحب

آنریری مجسٹریٹ ساکن

لودی کٹرہ پٹنہ

حسب فرمائش مصنف

باہتمام مرزا شاہد علی پرنٹر و پبلشر مطبع

[illegible] باڑ پٹنہ

میں چھپی

تمہید

راقم اوراق نے انگریزی عربی اردو فارسی کی بہتری سوانح عمریاں پڑھیں مگر ہر میں واقعات صحیحہ کا پہلو دبا ہوا ملا اور افراط وتفریط سے خالی نہیں پایا کہیں تو ایسی خلاف عقل وقیاس باتیں ہیں جو مذہب پر دھبہ لگاتی ہیں کہیں نبوت سے مقابلہ ہوجاتا ہے کہیں خدائیت ہی غائب ہوجاتی ہے بہترین اور شبہ سے پاک اور قابل وثوق اور اعتبار وہی سوانح ہوا کرتی ہے جسے کوئی لکھنے والا واقعات صحیحہ کے مطابق خود لکھ جائے اسی عقیدے کے موافق راقم اپنی بیتی خود لکھتا ہے تاکہ قارئین کو میری پراگندہ زندگی کا اندازہ ملے اور اس منتشر زندگی سے جو فائدہ پہونچ سکتا ہو وہ پہونچا سکوں راقم بے ضرورت اور غیر مفید چیز لکھنے کو گناہ جانتا ہے بغور پڑھنے سے پورا نتیجہ خیز تجربہ حاصل ہوسکتا ہے راقم کی سوانح لکھنے والا راقم کے خاندان میں کوئی نہیں ہے اور پبلک دھوکے میں رہے گی اگر کسی نے میرے بعد کسی مصلحت سے لکھا بھی تو صحیح واقعات پر پردہ ڈالا جائے گا اور پبلک دھوکے میں رہے گی

حلفی بیان

راقم ایک مسلمان کی حیثیت سے خدا اور رسول اور قرآن پاک کے اور دین و ایمان اور ہر قسم کی مذہبی قسم کے ساتھ اپنا صحیح واقعہ قارئین کے سامنے پیش کر دیتا ہے اس اظہار حلفی کے مقابلے میں ہر ایک مخالف بیان غلط اور افترا ہوگا ان بیانوں کی تصدیق میرے ہمنشیں ملازمین قریب تر اہل قرابت میری بی بی اور علی الخصوص جناب شاہ حبیب الحق صاحب اور کاغذات و وثائق مولوی سید ظہور الحسن پدر راقم و نوشتہ مادر راقم و اولادان راقم و نوشتہ خود راقم سے واضح طور پر ہو سکتی ہے جس سے کسی کو انکار غیر ممکن ہے اور رجسٹری آفس میں سب کا وجود موجود ہے سنہ ۱۹۰۴ء سے سنہ ۱۹۳۱ء تک کا انڈکس نکالنے سے کل کاغذات مل سکتے ہیں۔

خاندانی تعلقات

راقم ایک متمول خاندان میں پیدا ہوا مولوی سید ظہیر علی شررشتہ دار افیون ساکن فریدپور پرگنہ اکل ضلع گیا علاقہ جہان آباد کا پوتا اور مولوی سید ظہور الحسن کا بیٹا اور مولانا امیر الحق سجادہ نشین منگل تالاب کا ناتی اور

شاہ حبیب الحق صاحب کے حقیقی پھوپھو کا لڑکا ہے دادہال
نانہال دونوں خاندان شہر میں ممتاز معزز و مشہور ہے
کون ہے جو واقف نہیں مگر ہڈی فروشی میرا شیوہ نہیں نہ
اس کا فخر کیا آدمی وہ جو خود اپنے میں جوہر ذاتی پیدا کرے
اور آبا و اجداد کے نام کو روشن کرے بلکہ آبا و اجداد
کے غلط کاریوں کا میلا پن چھوڑا ئے جب جا کر اولاد صالح
کہلائے اگر ہڈیاں بیچیں اور پرانے جایدادیں برباد
کریں تو وہ کپوت اولاد کہلائیں گے راقم دادا کے برابر
متمول تو نہوا مگر والد ماجد سے ہر امر میں زیادہ کر کے دیکھلا
والد ماجد نے پرانے خیال کے موافق اپنی زندگی گذران
کر لیا اور بہترین کام اون کا بانکی پور اسٹیشن کی مسجد ہے
جو اون کی یادگار ہے راقم اوس کا متولی تو ضرور ہے مگر
مسلمانوں کے بے جا الزام دہی کی وجہ کر راقم نے عام مسلمانوں
کے حوالے انتظام کر دیا جو بفضلہ خوب آباد ہے بنانے کے وقت
کے دقتوں میں کوئی مسلمان شریک نہ تھا جب وجود ایک
شئے کا ہو گیا تو بانی اور اوس کے ورثا کو مورد الزام
قرار دینا آغاز کیا راقم کا مزاج فطرتاً جنگ جو نہیں تھا
خود جدا ہو گیا اور مذہبی زندگی سے بظاہر جدا رہا گیا مگر
عقیدتاً پکا مسلمان رہا جھگڑوں سے بہت دور بھاگتا رہا

مسجدوں اور پبلک مذہبی موقعوں سے اپنے کو دور رکھا کیا
نمائشی مسلمان نمائشی لوگوں سے پناہ مانگتا رہا۔

تعلیمی حالت

سات آٹھ برس کے سن تک تو بے شعوری کی زندگی
گذری نہ تو دنیا کی لذت کا وہم و خیال نہ جال فریب
کا جنجال حلال و حرام کی بھی تمیز ندارد ہر بات سے
بے خوف کھانا اور کھیلنا اور دوسروں کی حفاظت اور
نگرانی میں خوش اور بے فکر معصومیت کی زندگی گذارا
کیا خود آرام کیا والدین کو تکلیف دیتا رہا جن جن لفظوں
کو اور حرکتوں کو سیکھایا گیا بنا سمجھے بوجھے اور تقلید کرتے
رہے بولنے لگے تو گڑ کی تقسیم پر خانقاہ منگل تراب کے
خلوت میں بسم اللہ خوانی کرائی گئی دو چار سیر گڑ تقسیم
کیا گیا نہ تھا یہ آبائی رسم تھا باوجود دولت مٹی کی تھی یہ بھی
بھی کوئی مٹھائی اب میرے دراولاد تک کے بسم اللہ خوانی
میں شیشے کی تشتری اور طوالت لازمی ہے اس خوصے
بازی میں دولت کی ترقی کہاں سے ممکن ہے بات پیچ
ہوصلہ اور رسم پرستی جو دنیا میں جاری ہے لیاقت اور
سائی ہو بلو حوصلہ پورا کرنا مذہبی فرائض سے زیادہ ہے

پھر مسلمان غریب نہ ہوں گے تو کون ہوگا ایک کی کمائی پر سارا خاندان فرسٹ کلاس لائف گذارنا چاہتا ہے اسلئے ان سے بدتر زندگی کون بسر کرسکتا ہے۔ الغرض میاں جی کے سپرد کئے گئے مولوی ریاض الدین صاحب ساکن اگاوان نوکر رہے کچھ شُد بُد ہوا تو مولانا امیر الحق قدس سرہ نے خود خلوت میں پڑھانا آغاز کیا گویا علم گھول گھول کر پلانا آغاز کیا اردو فارسی عربی جو کچھ پڑھا اُن کا صدقہ تھا۔ درسیات پوری ختم کیا۔ مولانا کی روشنی جاتی رہی تو مولانا رشید الحق قدس سرہٗ ماموں سے اپنے تفسیرات پڑھا اور حدیث کی کتابیں پڑھیں معقولات، منقولات، منطق، وصول فقہ، اسماء الرجال، فرائض فلسفہ اور دیگر علوم ضروریہ پڑھا۔ پھر مولوی امیر علی ہڈ مولوی نارمل اسکول سے علم حساب و مساحت و سائنس و علم مناسخہ وغیرہ پڑھا پھر ڈاکٹر صفدر حسین سے ہومیاپیتھک حاصل کیا پھر متفرق لوگوں سے اندرجال کا تماشا سیکھا مولوی احسن بلگرامی سے اتمام فارسی کیا پھر قاضی رضا حسین خان بہادر سے علم رمل سیکھا پھر مولوی وحید روحانی سے علم جفر سیکھا پھر بعض پنڈتوں سے علم سمندری سیکھا پھر مولوی قسیم انڈین ساکن کاکو سے انگریزی آغاز کیا

رام لعل ماسٹر ساکن نودی کٹرہ سے مائنر تک لوبیگڑہ
اسکول میں مائینر پاس کیا پھر سٹی اسکول میں جب گلزار باغ
میں تھا فرسٹ کلاس میں انگریزی پڑھتا رہا وہاں مولوی
کاظم حسین ادیب سے پوری الف لیلیٰ عربی میں پڑھا اب
میں علیگڈہ کی ہوا کھانے گیا اوس وقت حافظ محب الحق
شمس العلماء اور فضل الحق آزاد اور پٹنہ کے بہتیرے لڑکے
وہاں تھے مگر آب وہوا نے مخالفت کی میں واپس آیا
سر علی امام مسٹر سلیمان اور میں ولایت ایک روز چلا مگر مقدر
نے جواب دیا اب میرا پڑھنا چھوٹ گیا۔ میں آٹھ بھائی بہن میں
اکیلا زندہ رہ گیا تھا والدین کی محبت نے میرے فراق کو
گوارا نہ کیا اور بمبئی سے واپس لایا گیا میر حبیب الدین سید ڈمرا
کے والد شہاب کے دادا میر رفیع الدین خواجہ پورہ والی پھوپھی
لاولد مختار عام تھے اون سے راقم کی پھوپھو سے کچھ رنجش پیدا
ہوئی اونہوں نے کل جائداد اون کی نام راقم مقرری
دوامی کردیا امداد حسین مختار ساکن براہ ان نے جو اونکے
ڈیوڑھی پر ملازم تھے راقم کے خلاف بامداد خاندان
شیخ خیر علی مرحوم یعنی شیخ صاحبان ساکنان خواجہ پورہ نے
ایک مقدمہ جال کا بنام راقم چلوا دیا اس خاندان کو
والد مرحوم سے سخت عداوت تھی یہ لوگ شیخ تفضل حسین

راقم کے پھوپھا لاولد کے عصبہ تھے اور والد کو پھوپھو مذکورہ کا
وارث شرعی جان کر ان کی مخالفت پر برابر طیار رہے الغرض
برادرم حامد رسول اور ان کے بھائی قاضی نعمت مرحوم اور تمام
خواجہ پورہ راقم کا دشمن جانی ہو گیا کیا کیا مصیبتیں اور ذلتیں
اور دقتیں پیش آئیں وہ بیان سے باہر ہے مقدمہ لڑنے والے
اس وقت کو سمجھ سکتے ہیں تقریباً ۱۶ ہزار روپیہ خرچ ہوا پھر بھی
آبرو بچانا دشوار ہو اکر نادراس بوس صدر اعلیٰ کے
اجلاس سے جن کے ایک بھائی میرے مخالف وکیل تھے مقدمہ
راقم کے خلاف ہوا اور فیصلے میں فوجداری چلانے کا حکم
صادر ہو گیا جس میں راقم ۱۴ برس کے لئے جیل میں ہوتا مقدمہ
مذکور میں کس کس کی کیا کیا خوشامد کرنی پڑی جو برداشت
سے باہر تھی یہ پہلی بھاری ٹھوکر زمانے نے دیا جس کا وہم
بھی دماغ میں نہ تھا حالانکہ راقم عند اللہ بالکل بے قصور تھا
صرف خاندان شیو نرائن مہتول نے اوس بے بسی کے وقت
میں پورا ساتھ دیا اور آج تک میری جانی مالی آبرو کی
حفاظت کیا۔ اوس کا صلا ہے کہ شیو نرائن کے خاندان کا
احسان مانتا ہوں اگر شرافت ہے تو ماننا اپنی جگہ پر ٹھیک
ہے اس مقدمہ کے چلنے تک میں کچہری میں جانا ذلت جانتا تھا
اور نوجوانوں کے طرح غرور اور اینٹھ میں رہتا تھا نہ لانے

ایسی گہری چپت لگائی کے جن جن باتوں کا غرور تھا سب
ایک ایک کر کے بچے ٹوٹ پڑ ٹوٹا پھر تو زندگی کا خاکہ
بدلا دنیا دار ہوگیا ہائی کورٹ میں مقدمہ اپیل ہمارے گیا
خاص دوران مقدمہ شاہ حبیب صاحب کی شادی اول
پیسا پھوپھو مذکور تشریف لائیں اور میاں سرطان کا عارضہ
ہوا واپسی بارات کے دن اون کا حال خراب ہوا اوسکو
لوگ پالکی پر خواجہ پورہ لے گئے راہ میں بلقی میاں کے
ڈیرہ پر بانکی پور دریا پورہ میں انتقال ہوگیا اب چلن
دوران اپیل جسٹس امیر علی اور جسٹس ٹریلولین نے
فیصلہ ماتحت کا توڑ دیا اور دو ثلث ایک ثلث پر جائداد
کو شرعی حقوق کے مطابق تقسیم کردیا اور جو ریمارک
راقم کے مخالفت میں تھا اوس کو کالعدم کرکے فیصلے میں
تعریف لکھدیا ہے فیصلہ مع ریف کے ساتھ ہر فریق کے پاس
موجود ہے مگر مخالفین اب تک بلا تحقیق راقم کو برا کہتے
ہیں چونکہ آپس ہی کے لوگ غلط بیانی سے راقم کو بدنام
کرنا چاہتے ہیں حالانکہ میں بلا جرم ہوں اور لوگ بے وجہ
مسلمان کا خون چاٹتے ہیں اور غیبت میں مبتلا ہیں بے
تحقیق کے کسی پر بہتان باندھنا شعار اسلام کے خلاف ہے
الغرض اب راقم کی زندگی دنیاداری میں بسر ہونے لگی

اور تمام دوست و دشمن سے ملتا جلتا رہا آمد و رفت رہی مگر جو واقعات گذرے ہیں وہ کیونکر بھول سکتا ہوں بس دنیا چلی چلائی گئی موافقات بدلتے گئے بھائی محمد سلیم اور بھائی نعمت کے خاندان سے آمد و شد رہی میل جول رہا کھانا پینا رہا شادی بیاہ کی نوبت آئی شیخ صاحبان کو اقبال ہوا اب راقم کو خود ان لوگوں سے ملنا پڑتا ہے راقم بھی دنیا میں پولیٹکس میں اور احکام رسی میں پڑا کچھ نامور ہو گیا پبلک میں ممدوح زندگی بسر کرنے لگا۔ گھوسلا برادر کے تاریخ اور دوارکی تاریخ میں کچھ لائف چھپ گئی تصویر بھی چھپ گئی یادگار کے لیے کافی ہے کچھ کتابیں بھی لکھا۔ مگر میری تعلیمی حالات سے پبلک کو واقفیت کم رہی بلکہ بعض مورخین نے اپنے کتاب میں یہ نہیں لکھا کہ میں مولانا امیر الحق کا شاگرد ہوں اس فخر سے بھی محروم کیا گیا۔ یہ تعصب ہے حالانکہ ہنوز مولوی لیاقت حسین حیدر آبادی اور منشی لطیف حسینی پوری دارونغہ توشہ خانہ بن صاحب چشم دید گواہ زندہ ہیں مگر اکثر ایسا ہوتا ہے کہ واقعہ اصلی پر پردہ ڈالدیا جاتا ہے

چنانچہ منشی محمد اعظم مرحوم جو ایلنغ کے موجد تھے اور شادخاں بہادر کے ہم عصر تھے اون کا تذکرہ

نقش پائدار میں نہیں ہے اور بہتر ہے صاحب کمال کا نام اس میں بوجہ اختصار غالباً نہیں لکھا گیا ہے یہ کوئی شکایت کی بات نہیں ہے لکھنے والے کو طول اور اختصار کا پورہ حق ہے۔

شادی اور اہل و عیال

راقم کی شادی مولوی شبیر علی مرحوم مذکور کے حقیقی بہن کے پوتی سے موضع سید آباد ڈ. پر سائن میں ہوئی میرے خسر کا نام میر تفضل حسین تھا یہ لوگ بڑے ذات والے کہلاتے ہیں دیہاتی لوگ سوکھی ہڈی پر جان دیتے ہیں جہاں گوشت و چمڑہ بھی نہیں رہتا اور ہڈیوں میں کسی قسم کا رس بھی نہیں رہتا غربت کے ساتھ باتیں اور لابنی چوڑی رہتی ہیں جو انسان کے برداشت سے باہر ہو علم دینی اور دنیاوی سے اکثر خاندان خالی رہتا ہے علم کی روشنی نہیں رہتی اسلئے جاہلانہ وحشیانہ زندگی گذرتی ہے وہ لوگ غربت کے حالت میں سکھے اور چالیس ہزار دین مہر پر زبردستی راقم کی شادی کرائی گئی راقم کی حیثیت ادا کاری کی نہ تھی نہ اسوقت تک کوئی ایسی امید تھی کہ دین مذکور

ادا کرنے کی صلاحیت ہو گی راقم شادی کرنے سے برابر
انکار کرتا رہا اور یہ چاہتا تھا کہ جو شخص سلف سپورٹ
نہیں ہوتا اسکو شادی کے بعد کیا کیا مصیبت جھیلنا پڑتی
راقم نے بہت سے احباب کو روتے دیکھا بعض کو ترک وطن
کرتے دیکھا مگر والدین کی اطاعت اور اولاد کے بیجا توسل
نے مذہبی طور پر دباؤ ڈالا اور یہ دین کا ایجاب کرایا گیا
حالانکہ قانوناً ایسے معاہدہ کا راقم پابند نہیں تھا جو میرے
دل سے نہ ہو اور آزادی کے ساتھ ایجاب نکیا گیا ہے
اور کس حد شرعی حکم ایسا ایجاب صورت جواز رکھسکتا
ہے مگر بخوف زوال مال و ناداری والدین کا حکم بجالانا
پڑا تمرد درویش بجائے درویش پھر بعد شادی کے جو
جو روحی تکلیف بوجہ ناداری اپنے اوٹھانا پڑا آپس کا
موازنہ وہی کرے گا جو بلا سلف سپورٹ کے کسی کی ماتحتی
کے وقت میں شادی کر لیتا ہے ۲۵ برس کی عمر تک دس روپے
تنخواہ پاتا رہا اسی میں اسی کے اندر جوانی کے سارے
جوصلے پورا کرتا رہا اور کھانا کپڑہ بذمہ والدین رہا بی بی
بچوں پر کوئی اختیار نہ چلا اور آزادی سے بی بی
بچوں سے نہ ملا آزادی کے ساتھ حکومت حاصل نہ کرسکا
اور وہ میری بی بی در اولاد اور اولاد سب کہ میں مورث

اعلیٰ موجود ہوں اور ہر ایک چھوکرہ اپنے بی بی اور
بچوں پر پورا قابو اور اختیار رکھتا ہوا جو چاہتا ہے
کرتا ہے اور میں ایک کندہ ناتراش کی طرح کنارے
نا پرسانی کی حالت میں پڑا ہوں اپنا وقت یاد کرتا
ہوں اور موجودہ فضا دیکھتا ہوں خدا کی یاد آتی
ہے نتیجہ یہ نکلا کہ تمام اہل خاندان میں لفافہ رہ گیا
مضمون سب سادہ ہے اور میں درستگی خاندان نہ
کر سکا یہ فقط ناداری کے ساتھ کی شادی کا نتیجہ ملا
اولاد جوان ہوئی اور خلاف مرضی ہمارے شادیاں
انجام دی گئی جسمیں میری شرکت نہیں ہو سکی وہ والدین
جن کا اکیلا لڑکا راقم پس ماندہ تھا وہ بد ترین مخالف
بنا دئے گئے اور جسقدر ذلت رسانی امکان میں تھی
اولاد کے ہاتھ سے پہونچائی گئی اور جو کچھ اسباب
آسایشی مہیا کیا گیا تھا امام حسین کے خیمے کی طرح لوٹا گیا
جو کچھ تکلیف امکان میں تھی پہونچائی گئی مگر راقم نے اف
نہ کیا اور صبر و استقلال کے ساتھ پوزیشن سنبھالتا ہوا
بلا افشائے راز زندگی گذارتا گیا اجمیر میں مدتوں
پڑا جو جو مصیبت ہوئی اوس سے فدوی شاہ مصعب پور
واقف ہیں یا پیار محمد صاحب خادم اجمیر واقف ہیں

میں اپنے مصیبت میں اور میرے والد پر یہ فقرہ کسا گیا کہ میں اونکی موت کے لئے چلہ کش ہوں یہ کوئی غیر نہ تھا بلکہ میری بعض اولاد تھی جس نے بغرض نفع ذاتی عمر بھر ایذا رسانی پر کمر بستہ رہکر نفع اوٹھایا۔

مظالم

میری بعض اولاد جس کا نام لکھنا ہم مناسب نہیں جانتے یہ اوپن سکرٹ ہے جس کا دانہ ہوگا خون لے گا جسکی حرکت ہوگی وہ خود بھگتے گا میرا فیصلہ منتقم حقیقی کے ہاتھ میں ہوگا میں چند روزہ بدلے کو بدلا مناسب نہیں جانتا بلکہ ابدی فیصلا بہترین فیصلا ہے جو حاکم حقیقی کے ہاتھ ہو وہ نیت کے عمل کے مطابق ہوگا ہر ایک کے دل پر نظر ڈالتا ہے جو صحیح مجرم ہوگا اوسی کا انصاف کریگا کاش میرا ہی قصور ہو تو میں خود داجب السزا ہونگا میرے معاملات کا انصاف اوسی کے ہاتھ بہتر ہے اور اوسی کے حوالے کرتا ہوں مظالم کی فہرست لکھنا دشوار ہے۔ چند باتیں مشتے نمونہ از خروارہ لکھتا ہوں۔

۱۔ اولاد کی شادی ہو دنیا بھر شریک ہو اور ایک ہی مکان میں رہکر باپ پر کھانا پانی حرام ہو اور کوئی پرسان نہ ہو ہر صاحب اولاد اس سینا کو غور کریں

اپنے کلیجہ پر ہاتھ رکھکر انصاف کریں گواہ سارا شہر جسٹس شرف الدین اور سرفراز حسین خانصاحب اور شرکاے شادی ہیں نتیجہ جو ہوا وہ علیحدگی ہے اسے خدائی انصاف کہتے ہیں۔

۲۔ بیس برس ہو گیا آج تک بہو پردے میں ہے بدکاروں سے آمد و رفت محرم سے پردہ یہ قدرت کا کھیل ہے محرم نامحرم قرار دیا جاتا ہے۔

۳۔ کونسا ثقیل لفظ ہے جو راقم پر چسپاں نکیا گیا کونسا الزام نامناسب و ناگفتہ بہ ہے جو مجھ پر لگایا نہ گیا میں اور میری بی بی پر ہر بری باتوں کا دھس یا چاندماری کا نشانہ ملامت بنایا گیا روزمرہ عشا کے بعد سے تبرہ بازیاں ہوا کیں اور برداشت کرنا پڑا نشست بدلنا پڑی اسکی تصدیق ان نہیں لوگوں کے ہمنشیں ہم نوالہ ہم پیالہ خوب کر سکتے ہیں جو روزمرہ کے معمولات میں داخل ہے اور جب دماغ آسمان پر جاتا ہے تو پدر مقطوع النسبت نشانہ ملامت کے لئے مخصوص رہتا ہے۔

۴۔ خاندان بھر کے مردہ اور زندہ بزرگوں کے ارواح پر عورتوں سے گالیاں دلوائی گئیں

اور راقم کو برداشت کرنا پڑا گالیاں اور سخت کلامی کے لئے شوہری کنبہ مخصوص ہیں۔

بلکہ کوئی تدبیر فقیر بنا دینے کی اوٹھا نہ رکھی گئی والدہ کے نام کی کل جائداد منتقل کرا لی گئی دین مہر کی معافی کا وثیقہ لکھایا گیا مابقی جائداد کا وثیقہ بھی طیار تھا مگر تقدیر پر کسی کا قبضہ نہ ہو سکا۔ آٹھ بھائی بہنوں میں سے اکیلا رہ گیا تھا میری بعض اولادین جنکو بہا یداد لکھی گئی تھی اون کا انتقال ہوا ترکہ راقم کو پہونچ گیا اون غریب نوجوانوں کی جان مفت گئی دو جوان لڑکیاں مریں اون کا ترکہ ششم راقم کو پہونچ گیا والد ماجد کو یکم شوال ۱۹۰۸ء میں فالج آیا اور ۲۳ کو انتقال ہو گیا لوگوں کا ارادہ پورا نہو سکا والدہ ماجدہ سے مقدمہ لڑانے کی کوشش کی گئی مگر بدر میاں کی مولانا رشید الحق ماموں کا غذات دیکھائے گئے والدہ کی حقیت زایل شدہ تھی معذور ہو کر راقم کے ساتھ رہیں سب اولادنے راقم کے ماتحتی میں رہنا پسند نہ کیا مع اثاث البیت جدا ہو گئے راقم ماں کے ساتھ رہنے لگا اون کے مرنے پر بھی جو کچھ چوریاں ممکن تھیں کی گئی ۱۹۱۰ء میں اونکا انتقال

ہوگیا پھر بھی راقم کی جان نہ بچ سکی آجتک ایذا رسی اور ذلت دہی سے کوئی باز نہیں آتا۔ بجز صبر و شکر چارہ کیا ہے۔ استقلال کے ساتھ صبر و تحمل سے زندگی بسر کیا یہ وہ تخم عداوت بویا ہوا تھا جو خشک نہ ہوسکا۔ راقم نے کوئی دقیقہ اصلاح کا اُٹھا نہ رکھا مگر مشیت سے چارہ نہیں تھا۔ والدہ سے تصفیہ کرانیکے عوض میں فقیرآوالی زمین ماموں کو نذر دینی پڑی۔

راقم کا سلوک

لڑکیاں مریں ترکہ ششم ملا راقم نے اون لوگوں کی اولاد کو بذریعہ وثیقہ مصدقہ رجسٹری لکھدیا جو اون لوگوں کے قبضہ میں ہے۔ لڑکوں نے اپنے باپوں پر نالش دین مہر مادر کی دائر اور جاری کیا۔ راقم کے اظہار کی نوبت آئی اور برسر اجلاس اون لوگوں کے باپوں نے گالیاں دیں جسکو برداشت کیا۔ لڑکے سب آج تک میرے مکان میں آرام اوٹھاتے ہیں اور ہم سے بائی کاٹ ہے اور میری اولاد کے قبضہ میں ہیں اور ہم سے عداوت ہے۔ ہمیں ذلت دینے میں باز نہیں آتے ہم سے بالکل بے سروکار ہیں۔ ایک ناتی میری کوٹھی میں بیمار آکر مرے۔ میری بی بی نے ہاتھ کا کڑہ علاج میں بیچ گیا تجہیز و تکفین سب میری بی بی کے ذمہ رہی۔

نور اللہ کی نسبت راقم نے شاہد میاں کی لڑکی سے کیا۔ شادی
میں سینکڑوں روپیہ صرف کیا اور راقم ہی سے بائی کاٹ ہے
نور اللہ کے طحال کی بیماری میں پانچ سو روپیہ سے زیادہ کا
چٹھہ نجم الحسن کے ہاتھ کا موجود ہے ان سلوکوں پر نور اللہ کے
برتاؤ سے خاندان بھر واقف ہے۔ نصر اللہ کی دو نسبتیں کیں دونوں
شادیوں میں سینکڑوں روپیہ صرف کیا۔ پہلی بی بی مری علاج کیا
تجہیز و تکفین کیا۔ بیس روپیہ ماہوار خرچ کرکے بچہ پالا وہ بھی مرگیا
پھر دوسری شادی نگر نہسہ میں لگایا صرف کیا حیدرآباد سے خرچہ
دیکر لایا خواجہ پورہ میں رکھا اور پرورش کیا اور ہم ہی سے
بائی کاٹ ہے اپنے ماموں کے پارٹی کے ممبر ہیں نفع ہم ہی پہونچا ئیں
اور ضرر ہم ہی اوٹھائیں۔ پڑھنے والے غور فرمائیں۔ تصدیق
اونہیں لوگوں کا ایمان کر سکتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ قرآن کی
درمیان گی سے میرا جرم بتا جائے تو اللہ سے توبہ کروں۔ بجز
بھلائی کے جرم کے دوسرا کوئی جرم میرے ذہن میں نہیں آتا حالانکہ
یہ لوگ محجوب ہیں
نذیر سلمہ کی شادی جس حوصلے اور خرچ سے کیا اوس کی
تصدیق اہل قرابت اور خود اون کا ایمان اور اون کے خسر شاہ
عیدن صاحب کر سکتے ہیں۔
ماں کے مرنے کے بعد کوئی چیز راقم نے نہیں دیکھا اون کی بی بی کو

لاکر سارا گھر سپرد کر دیا اسکی تصدیق خود اون کا ایمان اور نذرن سلمہ
کا ایمان اور قرابت کی عورتیں کر سکتی ہیں۔ اب ہم اسی بہو کے
ہاتھوں ذلیل کئے جاتے ہیں۔ اور میری بی بی اور ہم بائی کاٹ ہیں
اور ہر ہر جگہ ہیں نیچا دیکھنا پڑا وہ مورث ہیں اور ہم لاوارث
ہیں۔ ساس کو نے اور بہو چبوترے جو مثل تھی وہ درپیش ہے۔
نذرن سلمہ کی دختر اول کو میری بی بی مذکور نے کس محبت سے پرورش
کیا۔ وہ کس طرح ہم لوگوں سے جدا کی گئی۔ پھر بھی نسبت کیا عقد میں
خرچ کیا شادی میں بھی جو ہو سکا صرف کیا پھر بھی ہم لوگ بائی کاٹ
ہیں۔ تصدیق جناب شاہ حبیب الحق صاحب کر سکتے ہیں اور نذرن کا ایمان
شادی کر سکتے ہیں اور خود نذرن سلمہ کا ایمان۔
مولوی نجم الحسن سلمہ کی نسبت کیا خرچ کیا لاولدی سے
بچایا۔ خدا نے صاحب اولاد کیا مدرسے سے بلا کر گھر میں جگہ دیا۔ لڑکوں
کی تقریب میں صرف کیا جب جب موقع آیا سلوک کرتا آیا ایک
باپ کو جو کرنا تھا وہ برابر کرتا آیا۔ اون کی فطرت جو بتاتی ہے
وہ بھی کرتے آتے ہیں۔ جو واقعات مجھ پر گذرے ہیں دوسرا باپ
شائد ایسی اولاد کو عاق کر دیتا اور جائداد کو بالائے طاق۔ مگر
راقم نے ہر بات کو صبر و تحمل سے برداشت کیا اور استقلال سے زندگی
گذارا گو روحی تکلیف بیحد پہونچی مگر وہ راقم کے نفس کشی کے لئے بڑا
سہارا رہا اور کبھی خوش زندگی بسر نہیں کر سکا۔ ازیں سوز اندہ

و ازاں سود رمانده - دو چکیوں میں پستا رہا اودھر بی بی کی نیچر پرستی اودھر ان لوگوں کی زبردستی۔ بے مرے زندگی وبال میں ڈالدیا۔ اسپر بھی تھوڑی آمدنی میں کیا کچھ نہ کیا والد کے وقت سے ہر بات میں ترقی نمایاں کرکے دیکھایا مگر اکیلا میں بنانے والا اور گھر بھر بگاڑنے پر موجود جی چھوٹ گیا۔ تکلیف اوٹھانے لگا۔ میاں اس پار اور بی بی اوس پار کھانے کھانے کو ترس گیا۔ ہوٹلوں میں کھانا پڑا۔ گرہستی لگائی اور لٹی بیل کا مارا ہیوں اور ہیوں کا مارا بیل تلے رہنا پڑا۔ کبھی بڑی بہو کے یہاں پکوایا کھایا کبھی چھوٹی کے یہاں جہاں دیا وہاں کھایا کبھی بی بی آئیں تو بانگی پور رہا غرض جان مصیبت میں رہی کبھی لودیکٹرہ کبھی بانکی پور کبھی خواجہ پورہ مارا پھرا کبھی باورچی کی خوشامد کبھی ملازموں کی دلجوئی ایک ایک کا چار چار خرچ ہرطرح پر مالی خرابی اور زوجی صدمات اوٹھاتے اوٹھاتے قوت برداشت نہ رہی کبھی شیو نرائن کے گھر سے کھانا آیا کبھی گوپال کی جورو نے پکایا جہاں خرچہ دیا پکوایا اور کھایا۔ دو چار مہینہ کی بیاہی چھوکریاں گرہستی کی زندگی گذارنے لگیں اور تیس برس سے راقم کی زندگی ڈاماڈول ہوگئی۔ راقم کی بی بی لاولد تھیں اونہوں نے بہت قصد کیا کہ میری اولاد میں سے کوئی اونکا ہوکر رہے مگر تقدیری بات تھی دونوں جوان لڑکے جو راقم کے ہمدرد تھے اور اس ماں کو بہت مانتے تھے دونوں مرگئے

تب نظرن سلمہ کی پرورش جو بہت کم سن تھے اونہوں نے مثل
اولاد کے کیا جب نظرن سلمہ کو شعور آیا یہ بھی اوسی پختہ مات میں
جا ڈیے جہاں تیل کا ماٹ تھا اور اوسی ڈھرے پر چلے جو اس
گھر کی پرانی چال تھی آخر کار بڑے حوصلے کی شادی کی گئی اب
اور رنگ چوکھا ہو گیا پھر نذرن کے ایک اولاد اول کے ساتھ
توجہ کی گئی وہ بھی چھین لی گئی۔ اب اس عورت کی بھی آنکھ کھلی
نیہر پرستی تو ابتدا سے تھی اونہوں نے ایکدم اپنے گھر کی طرف توجہ
کر لیا اور یہاں سے بے تعلق ہوئیں آخر کار ایک خوندہ شخص ان کے
بھائی کے لڑکی کی شادی کر دی جسے نواں برس ہے ان لوگوں کا ایک
لایق وارث ہو گیا اور بعض برتاؤ ایسا تکلیف دہ ہوا کہ چوتھی
کے دن سے راقم پھر تیا نہیں گیا اور یہ بھی زیادہ وہیں رہیں اب تو
ان کی والدہ مر گئیں اب رہنا مشکل اور وہ لڑکیاں اختیاری
اپنا خون ان کے پاس خدا نے دیدیا۔ اب ان کو بھی راقم کی پروا
نہیں ہے بحمد اللہ بجز خدا کے اب راقم کا کوئی ہمدرد نہیں ہر جسے
پیسہ دیا اوس نے تو شامدانہ ہاں میں ہاں ملا دیا افسوس ہے
صاحب اولاد کہلایا اور حق العباد سے ڈرتا ورنہ ساری جائداد
برباد کر دئے ہوتا۔ [illegible] اوٹھاتا رہا [illegible]
رہا۔ مابعد لوگوں کے لئے بھی معقول انتظام کر دیا ہے جو آگے درج ہے
افسوس یہ ہے کہ جائداد کم اور بہت زیادہ اوسی میں سب کرنا پڑا۔ خدا کا

کام حسب حوصلہ نہ کر سکا۔ ایسی منتشر زندگی گذری کہ حکام رسی کم کردینا ہوا۔ ورنہ پبلک کام تو اسقدر کیا جو قہرمت سے ظاہر ہوگا کیسا خطاب وغیرہ پا لیتا کتنے جونیر خطاب یافتہ ہوگئے ہم جیسے کے تیسے رہ گئے وہ راہ ہی چھوٹ گئی حکاموں کی خوشامد کا موقع ہی جاتا رہا گھر کے ادھیڑبن سے فرصت نہ ملی۔ اسپر بھی ہر سال تقریبات کرتا رہا مکانات بنوائے جائداد بچاتے رہے معاملات مقدمات سمارا عزت آبرو سے بلا قرض داری اور بار دین کے زندگی گذارا ماہ بماہ ملازموں کی تنخواہ ادا کرتے رہے شاید ہی کہ میرے بعد چار پانچ سو روپیہ سے زاید میرے ورثا کو ادا کرنا ہوگا یہ بھی وہ دیں ہاتھ پھیر ہوگا جو روزمرہ کی گرہستی میں ہوا کرتا ہے کوئی ڈگری نہیں کوئی تمسک نہیں کوئی اجارہ نہیں کوئی جائداد باردین میں مکفول و محبوس نہیں بلکہ ۱۹۳۰ء مولوی نظر الحسن اور نجم الحسن سلمہٗ کی جائداد جو زیر مواخذہ دیون تھی تقریباً ۱۴ ہزار روپیہ دیکر دیون سے بری کرا دیا ہے۔ یہ روپیہ دراصل مسماۃ بی بی سلطان خاتون زوجہ کا تھا۔ موضع بیلا ترہٹ بذریعہ ول اون کے نام میں تھا جسکو بیچکر اولاد کی جائداد بچایا اور موٹر خریدا اور حقیقت یہ سب روپیہ عنداللہ اوسی عورت کا تھا اور خواجہ پورہ کا بنگلہ مرمت کیا اور بی بی مذکورہ کا گرفا اور چھپر ایسر کا بنوا دیا ہے مگر اس کا بدلہ ملنا زوجہ مذکور کو عنداللہ ضروری ہے جو آیندہ انتظام سے

ظاہر ہو گا عند اللہ راقم اپنے کو سب کے حق سے سبکدوش کرنا چاہتا ہے
جتن دھن رہتے ہوئے منتشر زندگی گذری اولاد رہتے ہوئے لاولدی کا
مزہ آیا بی بی رہتے ہوئے رنڈوا رہا - کوئی سراہنے کے لائق نہیں
ہیں اور خوش نہیں جاتا ان لوگوں نے حسن کیا ہے بھگتیں گے حوالہ خدا
کیا۔

بیماری کا تجربہ

راقم جنوری سنہ ۱۹۳۱ء میں اچانک خواجہ پورہ میں سخت
اری سیپلس کے عارضہ لاعلاج اور مہلک میں بیمار ہوا اور علالت
طول ہوئی میری اولادیں سب کی سب خدمت گذاری میں حاضر تھیں
اور ہندو ملازمین میں علی الخصوص خاندان شیونرائن سبھوں نے بڑی
خدمت کیا اور بڑی ہمدردی ظاہر کی دوران بیماری میں ملازموں نے
جو پرانے تھے اسقدر شرارتیں کیں کہ اوسی عالم میں پورے اسٹاف کو
مشاہرہ دیکر جواب دینا پڑا حالانکہ کسی کی تنخواہ ایک مہینہ سے
زاید کی باقی نہ تھی علالت نے طول پکڑا راقم لودی کٹرہ لایا گیا
جب علالت چندماہ کی ہوئی آہستہ آہستہ اولاد در اولاد ملازمین
سبھوں نے کنارہ کشی کرلی اور راقم بے بس بے کس ہو گیا جانی اور مالی
سب طرح کی معذوریاں پیش آئیں اور کوئی پرسان نہ رہا محض
منافقانہ لوگ ملتے رہے احباب و اغیار کا احسان ہے جو ہمدرد

ہو گئے حکیم نخو صاحب کا احسان ہے جنہوں نے بلا فیس دو وقتہ
دیکھ بھال اور استقلال سے علاج کیا ایسا مستقل تو مریض ہی ہو گا
ملا ہو گا نہ کوئی طبابت پیشہ بلا وجہ اسقدر محنت اور محبت سے
علاج کر سکتا ہے۔ تجربہ یہ ہوا کہ دو چار روز خدمت مریض سب
کر سکتے ہیں طول علالت میں بجز خدا کے کوئی کسی کا نہیں ہوتا۔
اور اگر کچھ کام نکلتا ہے تو اپنے پیسے سے چلتا ہے اور اگر کچھ خدمتگذاری
ہو سکتی ہے تو لائق بی بی سے ممکن ہے چنانچہ یہی تین چیزیں راقم کے
کام آئیں۔ خدا کا فضل میرا ہمدرد اور پیسہ رفع ضرورت کرنیوالا اور
بی بی مذکور خدمت کرنیوالی ہوئی ورنہ اللہ اللہ سب خیر صلاح آدمی
اپنی اپنی ضرورتوں میں پھنسا رہا اپنے اولاد کی جو ہمدردی ہوا کرتی
ہے وہ والدین کے غیر ممکن ہے والدین فطرت سے معذور ہیں اور
اولاد اپنی فطرت سے مجبور ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔
بجز خدا کوئی بھی کسی کا نہیں ہے۔ جتنے خوشامدی ملازم تھے سب
جدا ہو گئے۔ مگر پیسہ خرچ کئے کام کوئی بند نہ ہو سکا ہاں اخلاق اور
میٹھی بول نے اغیار کو ضرور ہمدرد بنا دیا اخلاق سے رکھا تسخیر
ہے تو یہ ہے۔ خاک آپ کو سمجھا اکسیر ہے تو یہ ہے۔
راقم کی جو زندگی غمشتر گذری اوس کا سبب فقط یہی
عقل ہوا کاش میں اولاد کی خاطر سے دوسری مستقل عورت نہ کرتا
اور تنہا ہی کی زندگی گذارتا تو شاید اس مصیبت میں مبتلا نہ ہوتا

عشق نے غالب نکما کر دیا ۔ ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

مگر اس کا کیا جواب ہے کہ نیش عقرب نہ از پے کیں است مقتضائے
طبیعتش این است ہے جن لوگوں کو موقع ملا ہے سب نے ایسا جرم کیا
ہے اور انشاءاللہ جن کو موقع آئیگا ایسا ہی کرنا پڑیگا اور اس سے بدتر دیکھنا ہوگا
البتہ بدنصیبی سے راقم نے زیادہ سن پایا ہے اس کا موقع ملنا بھی دشوار ہے
جب زیادہ سن آئیگا اس طرح کے سیکڑوں عذاب کا مقابلہ ہی کرنا ہوگا
جو ابھی کسی کی سمجھ میں نہیں آسکتا موقع وقت پر پچھتانا ہی ہوتا ہے۔

گوپال ہندو ملازم نے بھی حق نمک پورا ادا کیا آخر میں وہ بھی
اپنی ضرورتوں میں پھنسا اور اپنے کاموں میں لگ گیا میں اور میرا ابتداً اور یہ
روتا میں مری بی بی اور ایک چھوکری پر بسر اوقات کیا ۔

معذرت

تمام مسلمانوں اور اہل حقوق اور ملاقاتیوں سے
اُمید کرتا ہوں کہ اگر مجھ سے کسی کو کوئی گزند پہونچا ہو تو للہ
وہ معاف کریں گے اور داخل ثواب ہوں گے اور میرے
لئے دعائے خیر فرمائیں گے کہ خدا ہمیں با ایمان مسلمان اوٹھائے
اس کا میں مشکور رہوں گا ۔

حق العباد

جو کچھ تھوڑی سی جائداد کے اندر ہوسکا اسے عقیدہ کے مطابق وثائق کے اندر سب کا حق ادا کیا ہے جس کے اندر حق العباد کی پوری مدات مندرج ہیں اور بزرگوں اور اپنے نیاز وغیرہ کی تفصیل وارمدات موجود ہیں حق الفقرا والعربا بھی ادا کیا ہے ۔

راقم کا جرم

جب راقم نے گھر کا یہ حال دیکھا تو راقم نے بی بی سلطان خاتون ساکن بیتیا سے عقد کر لیا جو بالاعلان نہ تھا مگر والد ماجد اس عورت سے بہت خوش تھے آمد رفت بھی تھی مگر ان پر یہ بات ثابت کی گئی کہ وہ عورت اور کچھ زہر دیدیگی آخر کار وہ بھی اس عورت کے مخالف ہوگئے ۔ اسی عداوت کے بدلے میں ساری سزائیں کی گئیں اور اس نتیجہ کو میں پہنچایا گیا ۔ بہ قضائے الٰہی پہلی بی بی کا انتقال ہوگیا ۔ اس عورت سے بھی اولاد نہ

مقدمہ بازی کا سامان کرایا۔ راقم کلکتہ میں تھا عقب میں بکس توڑا گیا کاغذات چرائے گئے جتنے ضروری کاغذ تھے وہ سب چوری گئی جن کے مخالف یا موافق ہوگا اونہیں کے تحویل سے وہ چوری شدہ کاغذات برآمد ہوگا۔ بہترے روپیہ تمادی ہوگئے بہترے معاملات خراب ہوگئے۔ جب راقم کلکتہ سے آیا تو بالاعلان اپنا عقد کرلیا جسکے گواہ عبدالحی میاں نواوہ اور قاضی نجم الدین مرحوم تھے اور شاہ حبیب الحق قاضی تھے۔ تعداد دین مہر کافی ایجاب کرلیا جس سے قاضی مذکور خوب واقف ہیں اور حق المقدور عنداللہ ادا بھی کرتا گیا یہ بھی معاہدہ کرلیا کہ حین حیات ہمارے وہ یا اون کے ورثا ہم پر کوئی دعوی دین مہر نہیں کرینگی مگر ورثا کے مقابلے میں اپنا دین مہر وہ وصول کرنیکے مستحق رہیں گر اون کے ورثا کو کوئی حق وصول دین مہر کا راقم کے ورثا سے نہیں ہوگا۔ اب راقم زن و شو کے طرح رہنے لگا۔ درمیان میں راقم سے جدا ہوکر وہ نیہر میں جا بسیں راقم کو سخت تکلیف ہوئی تو راقم نے ایک نومسلم عورت چندر مکھی سے عقد کرلیا اور رجسٹری سے سو روپیہ دین مہر کیا مگر میری صحت کے لئے اوس کا زوجیت میں رہنا مضر تھا اوس عورت سے تمام اہل خاندان۔ آجتک حضور ہوتا ہے۔ حالانکہ بوجوہات اوسے طلاق دینا پڑا اور رجسٹری سے وصول دین مہر کی رسید لی۔ مگر بعض اخص اہل قرابت نے اوس سے تعلق ناجائز کرلیا اور وہ صاحب اولاد ہوگئی۔ بعض اخص احباب نے اوس سے نالش دائر

کرائے کا سامان کیا مگر رسید وصولی دین کی مصدقہ رجسٹری موجود تھی
اس لئے لوگ کچھ کر نہ سکے۔ مگر آج تک اس بی بی سے پھوپھیا والی ہیں
راقم کی بہوان اور منتن بہوان اور جناب شاہ حبیب الحق صاحب
کی والدہ اور بی بی اور بہن پردہ کرتی ہیں حالانکہ ۳۰ برس
ہوگیا اور تمام اہل خواجہ پورہ و قرابتداران پھلواری اور
بانکی پور کی عورتیں و قاضی حامد رسول کے خاندان کی عورتیں
سب حضور ہوتی ہیں اور مسٹر جمال بیرسٹر کی بی بی سے آمد رفت
موجود ہے اور خانقاہ منگل تالاب کی عورتیں اور خود راقم کی
اولاد در اولاد کی عورتیں بی باندی اور بی زہرہ اور بھی وہ
عورتیں جو کسی کے عقد میں آچکی ہیں حضور ہوا کرتی ہیں۔ مگر فقط
راقم کو ذلیل کرنے کے غرض سے اولاد در اولاد نے ان سے پردہ
کیا ہے ورنہ سینکڑوں بدکار عورتوں سے سامنا ہوا کرتا ہے خدا کی
قدرت ہے۔ توبہ کرنے والا ذلیل اور بدکار عورتیں مفتخر ہوں۔
اور علما بھی ان امروں کو جائز رکھتے ہیں جاہل اور دشمنوں سے شکایت کیا ہے
مگر مذہبی لوگوں سے البتہ شکایت کا موقع ہے۔ مخالفین کی ایک پوری
پارٹی ہے۔ جو بلا وجہ میری ذلت پر آمادہ ہے یہ سب عزیز خاص کی
پارٹی ہے۔ بعض لوگ ایسے بھی ہیں جنکی ماں اور لڑکیاں سامنے آتی
ہیں مگر غیرت صرف بی بی میں اٹکی ہے وہ سامنا نہیں کرتی ہیں حالانکہ
ایسا جرم صرف راقم ہی نے نہیں کیا ہے بلکہ اکثر روسا اور بزرگان

ما سلف نے بھی کیا ہے اور ایسے لوگ معزز بھی مانے گئے ہیں بہت
بوڑھے بوڑھے لوگوں نے متعدد شادیاں کی ہیں اور بہتیرے
گھروں میں سوتیلاپن موجود ہے خود راقم کے دادہال ننہال میں
ایسا ہی سوتیلاپن موجود ہے مگر اسقدر کھلم کھلا دشمنا گی نہیں ہے
دلوں میں ہو سکتی ہے مگر واقعہ کربلا بھی سوتیلا پن ہی کا اثر تھا راقم کے
تسکین کے لئے وہ واقعہ کافی ہے گھر کی حقیقت دیکھکر مجھے ضرورت
ادائے حقوق کی ہوئی اور کچھ انتظام کرنا پڑا جو آگے موجود ہے

انتظامات جائداد

۱ — راقم نے گھر کے حالات پر نظر توجہ ڈالکر تجربہ حاصل
کرکے اور جملہ حالات پر غور کرکے اور خانگی جھگڑوں اور عداوت یا خودہا
پر بہت بہت اصلاحی کوشش کرنیکے بعد جب ناممکن الوقوع پایا
اور ۳۰ برس کی کوششوں کے بعد ناکامیاب رہا تو سب کے حقوق کو
حق العباد جانکر ادا کرکے بقیہ جائداد کا انتظام مفصلہ ذیل تجویز کیا ہے
کہ آیندہ اولاد در اولاد و دیگر متعلقین کو میرے کوئی تکلف نہو اور
ہر ایک جداگانہ رہکر اپنی عاقبت کی زندگی گذار سکے آیندہ اول تو نتی
تقدیر اور نیت کا پھل ملیگا جو دوسروں کو پریشان کرنا چاہتا ہے۔

وہ خود بھی چین کی زندگی نہیں گذار سکتا جو صابر و شاکر نہیں رہتا
وہ خود بھی حیران رہتا ہے جو حملہ آور ہی کرتا ہے اوسے حملہ روکنے کی بھی
فکر کرنا پڑتی ہے حاسد سے محسود اچھا ہے جو شیطانی کرتا ہے وہ ملامت
اور لعنت خدا و بندوں کا مستحق ہو جاتا ہے جو مقدمہ پردازی کرتا ہے
اوس کا گھر سنبھل نہیں سکتا جس گھر میں اختلاف باہم رہا ہوا کرتا ہے
وہ نیست و نابود ہو کر رہتا ہے جو حق العباد اور حق الورثا کو مارتا ہے خدا
اوس کا بدلہ دنیا ہی میں کسی نہ کسی طرح پورا کرا دیتا ہے۔ قرآنی احکام میں
اصلاح غیر ممکن ہے۔ راقم کے حقوق کی پامالی کی بہتیری صورتیں تھیں
مگر خدا نے بذریعہ ترکہ لوٹا لوٹا کر میرے پاس پہنچایا مگر راقم نے مرنے والوں کے
ورثا کو لکھ دیا اولاد کا ترکہ لینا پسند نہ کیا بلکہ اسوقت تک یتیموں کے
ساتھ حسن سلوک کرتا رہا ذوی القربا کے حقوق ادا کرتا رہا۔

راقم کے ہاتھ کچھ تولیت کا مال تھا جس کے اخراجات میں یقیناً
کچھ فروگذاشت ہوا ہوگا جس کا بدلہ یہ ہوا کہ راقم کی زندگی منتشر گذری
اور روحی تکلیفات عمر بھر برداشت کرنا پڑا۔ راقم کو محاسبہ نفسی نے
چونکایا اور راقم ایسی باتوں سے احتیاط کرنے لگا الحمد اللہ ہر امور
غیر شرعیہ سے تائب ہو گیا اور حق العباد سے بہت ڈرتا ہے مگر تجربہ یہ
بتا رہا ہے کہ دوسروں کے بھلائی کے بدلے خود محتاج ہو جانا بدعقلی اور
بدنصیبی ہے قانونی الجھن صرف کاغذ ہاتھ میں رہنے دیتی ہیں اصراف
اسٹام و رجسٹری فیس اسقدر ہے کہ غریب آدمی کوئی وثیقہ حسب خواہش

مصدقہ رجسٹری نہیں کر سکتا جی کی جی ہی میں رکھکر مر جاتا ہے اور اپنا اظہار
مطلب نہیں کر سکتا مسلمان اپنے مال کے مالک تا حیات ہیں عیسائی جیسے چاہیں
دل کریں جاہل مسلمان یہ سمجھتے ہیں کہ اولاد ہوئی اور شریکدار پیدا ہوا جیسے
ہنود کے یہاں ہے چنانچہ میری بھی بعض اولاد کا یہی خیال ہے بعض کا یہ خیال
ہے کہ جو کچھ ہو سکے زندگی میں جس طور پر ممکن ہو مال پر قبضہ کر لینا چاہیے اور
راقم بے قابو ہو جائے - میرے بعض متعلقین کا یہ خیال ہے کہ مورث یا والدین
کا مال بلا اجازت و اطلاع لے لینا گناہ نہیں ہے اور عند اللہ جواب ہی نہیں
ہے مگر روحی تکلیف دینا اوس کی ضرورت اور شوق کی چیزوں کا
لے لینا دل تو ضرور بیٹھنا ہے عند اللہ تو جواب دہی ضرور ہے -
جو کچھ آرام ممکن ہے وہ اور اون کی متعلقین کریں اور راقم پر جو
مصیبت گذر جائے اوسکی پروا کسی کو نہیں ہے - چنانچہ راقم کی اوقات
ٹین کے سامان اور ٹین کے لوٹے اور پھٹی دریوں پر ہے اور جس کسی سے
ضرورت کے لئے کوئی چیز طلب کی جاتی ہے تو انکار کیا جاتا ہے کہ نہیں ہے
حالانکہ اس گھر میں کسی کی عورت جہیز لیکر نہیں آئی ہے کل اثاث البیت
سب راقم ہی کی مالیت ہے جس وجہ کر اس دن کو بھگت رہا ہوں اوس کا
باعث میرا عقد کرنا ہے اولاد یہ نہیں چاہتی کہ باپ کے پاس کوئی جائز
ناجائز عورت رہے تو کیا باپ عمر بھر رنڈوا کی زندگی بسر کرے اور
اولاد کا محتاج رہے بہو بیٹی سے آرام کلی پہونچ نہیں سکتا بہتیری
ضرورتیں ہیں جو پوری نہیں ہو سکتیں اس جرم کی اسقدر سزا ہے۔

غیر مناسب ہیں عورت یہ سمجھتی ہے کہ سوتیلی اولاد ہے خدا جانے کیا
ملے نہ ملے وہ اپنا ہی گھر بھرنا چاہتی ہے۔ دو چکیوں میں آدمی پس جاتا
ہے چنانچہ راقم کی بدنصیبی کا یہی باعث ہے۔ راقم کی زندگی بالکل قلندر
کی ہے الحمد اللہ دل بھی ویسا ہی بے حس ہو گیا ہے مگر چونکہ بہت ایثار
کیا گیا ہے۔ بڑا صبر و تحمل کیا ہے سخت ایذا اوٹھایا ہے خوف ہے کہ منتقم
حقیقی نے اگر دنیا میں بدلا لیا تو لوگ پریشان حال ہوں گے اور ظلم تا
اس امر کو دل قبول نہیں کرتا ہے اس لیے جو مناسب انتظام جانتا
ہی بتاتا ہوں اگر لوگ کاربند رہے تو چین کی زندگی گذریگی ورنہ پریشان ہوں گے
مجھے امید پریشانی کی پوری ہے ایسے ظلموں کا بدلہ ہو کر رہتا ہے اور ہو کر رہیگا خدا لوگوں کو
راہ راست پر لائے۔ راقم کو بارہا نوبت فاقہ کشی کی آتی ہے تن تنہا رہتے ہیں ہوٹلوں بازاروں میں
اکثر کھاتا ہے بمشکل مہمان نوازی کا انتظام کرتا ہے کوئی مہمان آتا ہے تو ایک مصیبت کا
سامنا ہو جاتا ہے اغیار یا مہمان بیچاروں کو میرے گھر کی حقیقت
کیا معلوم ہے کہ میں کس طرح پر اپنے گھر میں رہکر سرکی والوں اور
مسافر کی زندگی گذارتا ہوں۔ ہاں بچوں پر مہمان نوازی کا بوجھ ڈال
تو بغیر پیسے دیئے کام انجام ہی نہیں ہوتا ہے اگر کسی مہمان کی
قسمت پھوٹ گئی جو راقم کا مہمان ہوگا ۹ بجے صبح تک تو چولہا بھی
نہیں سلگتا اس گھر میں صبح ہی نہیں ہوتی آٹھ بجے تو مامائیں آتی ہیں
تین بجے چار بجے کھانا ہوتا ہے۔ رات کا کھانا ۹ بجے اسلئے ہوتا ہے
کہ مامائیں اپنے اپنے کرایہ کے مکانوں میں اپنے آسائش و دلبستگی

کے لئے ضرور چلی جایا کرتی ہیں کھانا پکایا اور روانہ راقم پرانے زمانے کا دیکھنے والا بیسیوں ماما ئیں اور ملازم کے ساتھ رہنے والا یہ نئی دنیا کی ترکیب سخت تکلیف دہ ہوا کرتی ہے۔ اور کس کو شامت ہے کہ ۹ بجے ناشتہ کرے تین بجے کھانا کھائے اور کس کے پاس جا کر بیٹھے مکان کا پھاٹک بھڑ کا ہوا اندھیرا گھپ سارا مکان پڑا رہتا ہے۔ مہمان کوئی بھوت تو نہیں ہے جو پڑا رہے۔ راقم کے خود کھانے پینے کا ٹھیکا نہ نہیں ہے لوگ رئیس جانکر رئیسی انداز کی خاطر داشت چاہتے ہیں اور فقیر دن سے بدتر میرا حال ہے۔ قارئین غور کریں کس مشکل سے میری گذرتی ہوگی ٹھاٹھ سنبھالیں ریاست برتیں آرام کی خواہش کریں یا لوگوں کی مہمان نوازی کریں۔ بی بی اگر خوش ہیں تو جو حکم کروں سب موجود ہے اسٹیم اگر بگڑا ہوا ہے تو ہنڈیا کا اسٹیم بھی نہیں چلتا فاقہ ہو تو ہو جائے یا سر راقم بے عزت ہو جائے مگر پروائے نیا شد بازار سے کتابیں یا ہوٹلوں میں جاؤں۔ میرے ساتھ رہیں تو یہ رنگ گھر گئیں تو پیسوں کی جیب گئیں سینکڑوں بار گھر گرہستی جاتی اور برباد ہوئی جس نے جو پایا دبا لیا نوکروں کی خوشامدیں کرنی پڑیں بیمار ہوا تو اکیلا پڑا رہوں اگر ان لوگوں کے متعلقین پڑیں تو رات دن حیران و سرگرداں رہیں تو ایک خود مختار غیر محتاج کی زندگی اتنی بھاری ہوا کرتی ہے اور [illegible] وقت آ گیا ہر ملازمین اور ملاقاتیوں نے خدمت کی [illegible] وقت [illegible] دیکھنے والوں پر ثابت کر دیا گیا کہ [illegible] خدمت [illegible]

اوسکو دوسرا کیا سمجھ سکتا ہے واقعات اصلی سے واقفیت ہو تو صحیح رائے زنی ہوسکے۔ الغرض بی بی بچوں کا یہ رنگ ہے ملازم نوکر چاکر معذور مجبور جانکر چھوڑ جاتے ہیں ؎

خوان جگر بیئے اور لخت دل کھائیکو
یہ غذا ملتی ہے حضرت تیرے دیوانہ کو

کیا کھاؤں اور کیا کھلاؤں دنیا کا بدترین اور تلخ تجربہ راقم کو بی بی بچوں سے ملا ہے اور جسکو بیدار رہتے ہوئے دوسری عورت کرنا پڑے گی موجودہ زمانے میں ایسا ہی بلکہ بدترین موقع ملتا جائیگا تھوڑا مال بھی جسکے پاس ہے یا رہے گا یہ مزہ چکھتا ہی ہوگا۔ بی بی کا حسب خواہ ہونا اور شوہر پرست ہونا نایاب بات ہے موجودہ عورتیں نہر پرست کا سا مناسب کو ہے تو روزمرہ دیکھتے ہیں بی بی کے بھائی دنیا بھر کے کندلاتی مورث اور شوہر کے بھائیوں نے ڈوبی کی مار کھائی انسان کچھ تو کثیر التعداد دین مہر کی وجہ کر جائداد کے بچاؤ کی غرض سے عمر بھر جہنم میں گذارتا ہے اور شرعی طور پر علحدگی نہیں کرسکتا اور اولاد کی محبت سے فطرتاً باز نہیں آسکتا بس گھٹ گھٹ کر زندگی گذارنا پڑتا ہے

ازیں سو رانده و ازاں بسو درمانده بس منتقم حقیقی کے حوالے مت کر سارا سب کے آگے ہے جائی دنیا تو شطرنج کی بساط ہے کون مہرہ کس چال پر چلایا جائیگا شاطر حقیقی کی چال ہے پھر انسان خود بھی چال میں پڑیگا بازی درج ہوگی مات ہو کر رہنا پڑیگا آیندہ

دقتوں کو لوگ نہ بھولیں موجودہ آزادیوں پر نہ بھولیں آج میرے لئے
ہے وہی کل اوروں کے لئے ہے راقم کی اولادوں نے اپنی ماں کا دیئی مہر
واجبی حصے سے کہیں زیادہ وصول کیا ہی اون میں سے دو کی اولادوں نے خود
اپنے اپنے باپوں سے بدلہ لیا سبق کو اگر خدا نے ویسا موقع دیا تو ویسا ہی
ہو کر رہیگا ۔ کہ کرو کہ نہ یافت پھر بھی اندھو ٹہرا ہے - لاولد عورتیں جتنی
مرتی ہیں اوسی کے ہاتھوں ماری جاتی ہیں راقم نے قرابت کی بہتیرے مرد و
عورت کو دیکھا ہے جنکو دولت دی اوسی نے بھیک منگا چھوڑا ہی مقدم
بازیاں کی ہیں نام بنام لکھ سکتا ہوں مگر مناسب نہیں ہی آنکھ کھولیں اور
دنیا دیکھیں باوجود ان سب مظالم اور مصیبتوں کے راقم اون کے
اعمال کے جزا و سزا کو خدا کے حوالے کرتا ہے اور اپنے خیال میں جو بہتر
ارام رسانی ہے اوس کو ظاہر کرتا ہے اور یہی مناسب ہے اگر اسیرا
رضامند نہوں تو خدا اور قانون فیصلہ کرنیکو موجود ہے میں اپنے حق
سے ادا ہوا۔

نمبر ۲ کوٹھی دریاپور کی بذریعہ وثیقہ مصدقہ جسٹری مسماۃ
بی بی سلطان خاتون کو بہ جبر دبیز وراون کے اور بخوف آبرو اپنے بیع
کر دینا پڑا ہے اور حیاتی مقرری اپنے نام سے لکھا لیا ہے بعد تکمیل وثیقہ
مذکورین دونوں کا غذ میری الماری سے چوری چلا گیا جس کے نقع
یا نقصان کا ہوگا اوسی کے تحویل سے برآمد ہوگا اور شائد یہ بیان
کیا جائیگا کہ تقاضی البدلین نہیں ہوا ہے مگر درحقیقت وہ دونوں کاغذ

مصدقہ رجسٹری ہوا ہے۔ بڑی خیریت ہو کہ بیع میں خود مقرری حیاتی کی خبر موجود
ہے ورنہ راقم کو بے دخل ہونا پڑتا اور نکالا جاتا اور بی بی مذکور کو میرے
بعد گھر تک رہنے کا بوجہ عداوت اہل خاندان نہ رہتا اسلئے لکھ دیا گیا۔
اور دین مہر کے بدلے میں کوٹھی مذکور بیع کی گئی ہے اگر مسماۃ مذکورہ کو دعوی
دین مہر ہوگا تو کوٹھی مذکور جبکہ بعوض روپیہ نقد وصول کر لینگی کوئی آدمی
پاگل نہیں ہے کہ اتنی مالیت کی چیز باوجود دین رہنے کے مفت دیدیگا
اور دین اپنے سر عبد اللہ رکھیگا لہذا اونہوں نے بہ مشورہ مولوی عزیز
الحسن مرحوم وکیل مبلغ دین مہر کا لفظ لکھنے نہیں دیا مگر عبد اللہ اون کا
پاؤنا میرے ذمہ اب نہیں رہا بعد تکمیل ہونے وثیقہ مذکور اوسکی جلدی
ہو جانے کا غذات کے جو رنگ بی بی بچوں کا ہے اوسے راقم دل ہی
دل میں مسوس کر رہ جاتا ہے۔ مجھے دشمن بی بی بے غرض اور لاپروا
میرا جو حشر ہوتا ہے خدا ہی خوب دیکھتا ہے اور وہی انصاف کریگا اور
داد دینے والا ہے۔

نمبر ۳ زنانے مکان میں خانہ داری کا کل اسباب مسماۃ مذکورہ کا
ہے۔ پلنگ چوکی زنانا فرش برتن خانہ داری وغیرہ جو کچھ موجود ہے کل
آرام کا ہے سب اون کا ہوگا میری زندگی بھر بحیثیت مقر رہیدار میرے
قبضہ میں رہیگا میرے بعد میرے دیگر ورثا کو اوس سے کوئی سروکار
نہیں رہیگا وہ سب اون کو دیدیا جائیگا اگر بچ سکا ورنہ اسباب بھی
منتشر ہو ہی چکا اور روز ہوتا ہی جاتا ہے۔

غیرمعمولی مردانے مکان میں جسقدر چیزیں مردانے مصرف کی اور سجادث کی ہیں میرے نبعد وہ سب مقبرہ کے متعلق رہیگی۔ متولی مقبرہ کو اوسپر حق قبضہ کا ہوگا وہ مہمانوں کے لئے وقف کیدیا ہے اگر مقبرہ نہ بھی ہو تو بنگلا خواجہ پورہ کے متعلق رہیگا۔ جسکی نگرانی کا حق بی بی مذکور کو تا زندگی رہیگا اور حق استعمال رہیگا۔

مکان خورد خریداری معصوم لال جو نیا بنایا ہے واقع لودی کٹرہ وہ وقف رہیگا اگر بی بی مذکور زندہ بیوہ ہوکر چاہیں تو تا زندگی وہ متولی رہینگی۔ وہ ڈاک بنگلا رہے گا اور تکیہ گاہ اون کا رہیگا جب تک چاہیں گی رہینگی۔ اوس کے بعد متولی نظرالحسن ہیں گے اور جمالو بی بی اور اونکی اولاد کے اوترنے کے لئے مخصوص رہیگا یا نظرالحسن کے اور کوئی داماد آویں گے تو وہ اوترا کریگی وہ دامادوں کا اوترگاہ رہیگا یا کوئی اولاد در اولاد شہر میں بغرض علاج آویگا تو اوس کا اوترگاہ رہیگا اوس مکان میں دو چوکی ۲ پلنگ دو دری۔ سب پلنگ کا بچھونا ایک لوٹا دو گگرد اور مختصر خانہ داری کا اسباب اور ہر کمرے میں پنکھا وغیرہ برابر رہیگا کہ اوترنے والوں کو تکلیف نہ ہو سامان آسائش نظرالحسن کو مہیا کر دینا ہوگا۔ میری آمدنی اور اسباب سے یہ سب چیزیں برابر مہیا رہیں گی۔ جب اگر بی بی آکر رہیں تو آمد و رفت بڑے مکان سے بالکل بند رکھی جائیگی گلیارہ کی راہ بند کر دیجائیگی نظرالحسن کے کمرے سے چھپڑ لگا کر آمد و رفت بند کر دیجائیگی کوئی تعلق اس مکان کو بڑے

مکان سے نہیں ہوگا جس جس جگہ سے آمدرفت کا موقع اسوقت ہو سب
اس طور پر بند کر دیا جائے گا کہ آمدرفت نہ ہو سکے اور ہوا بھی اور روشنی
بھی بند نہ ہو اور پورا فوارہ والا آگن اور دکھن واری اوسارہ اور
سیڑھی کے نیچے کی سب کوٹھریاں اور کنوآں وغیرہ سب چھوٹے مکان کے
متعلق رہے تاکہ مردانہ زنانہ دونوں مکان رہے اور آمدرفت مسجد کے
طرف والے پھاٹک سے ہوگا بالکل بڑے مکان سے بے تعلق کر دیا جائے گا
تا زندگی میرے انتظام میں رہے گا۔ مذکورہ بالا انتظام میرے بعد
فوراً کر دیا جائیگا ٹرسٹیاں مطابق نیت ہمارے اس کام کو کریں گے
تاکہ آپس میں قصہ نہ ہو میری دونوں بہوؤں سے اور تین بہوؤں سے
اس وقت بھی آمدرفت نیوتہ بہانی لین دین بند ہے وہ قائم رہنا ہی
مناسب ہے ورنہ فساد عظیم ہوگا میں ہر ایک کو وصیت کرتا ہوں
کہ اس پر تا ابد عمل کیا جائے اور جو طریقہ ہے ٹھیک ہے ورنہ راقم کی
جان اور بھی زوال میں آتی ہے۔ لڑکوں نے میری اہلیہ کے مزاج کو خوب
جانچ لیا ہے۔ بی بی صاحبہ مذکور میں مادہ نیہر پرستی کے سوا قدر شوہر
پرستی نہیں ہے دور ہی رہنا بہتر ہے۔ اور بہوان اور تین بہوان ماتحتی
کرنا پسند نہیں کرتی ہیں۔

کوٹھا۔ بنگلا یس پر ہم رہتے ہیں میرے مرنے کے بعد فوراً
معہ اسباب آشائش کل بہانوں کے لئے وقف ہو اس کے متولی خاص
نظر الحسن رہیں گے یا وارسان نظر الحسن ہوں گے کسی دوسرے کو

دست اندازی نہوگی۔ بڑے سیڑھی والا پھاٹک اس کے متعلق رہیگا اور چھوٹی سیڑھی بند ہوجائیگی

نمبر ۵۔ بڑا مکان واقع لودی کٹرہ محلہ کا سرا نہ میں رہی سے دکھن پورا بہ ذمہ تولیت نظر الحسن رہے گا اون کو اختیار ہے کہ دیوار کھینچکر کلیتاً جدا کرلیں یا بھائی کے ساتھ رہیں

نمبر ۶۔ اسباب دری و چاندنی جو کچھ فرش و فروش گھر میں ہے وہ تقریبات کے لئے مخصوص وقف رہے گا جو ہر موقع پر نکالا کرے گا اور منگنی نہیں دیا جائیگا۔ نظر الحسن اوس کے متولی رہیں گے یا وارثان اون کے رہیں گے مگر امید قوی ہے کہ وہ منگنی دیکر ضائع کریں گے وہ لاپروا اور غافل آدمی ہیں

نمبر ۷۔ سید نجم الحسن کے پاس وافر چیزیں اسی خاندان کی کسی حیثیت سے ہو موجود ہیں اون کو ضرورت ان چیزوں کی نہیں ہے اس لئے اسباب مذکورہ میں ترکہ تقسیم نہوگا وہ سب وقف شدہ ہیں انہوں نے بہتیری چیزیں اسی گھر سے حاصل کر کے خاص کرلیا ہے انکو داج بڑا ناعتدالله ضرور ہے۔

نمبر ۸۔ سید نجم الحسن سے اگر نظر الحسن سے میل رہے تو دونوں بھائی ملکر جو انتظام مناسب جانیں کریں گے۔ اور تردادی حصہ کے کمرے موری سے اوتر والے تین کمرے اور ایک تینی معہ کوٹھری و خلوت زنانی میں وارثان نجم الحسن رہیں گے چونکہ ان کو مکانیت

زیادہ ہی اسلئے اوپر کی کل مکانیت سب کی تولیت نظر الحسن کو رہیگی کنواں پائخانہ مودی خانہ و خلوت کا یا ورچی خانہ اجمال رہیگا اور دونوں کو تولیت رہیگی۔ بڑے مکان کا کنواں خاص ہمارے متعلق رہیگا پھاٹک اجمال رہیگا زنانی ڈیوڑھی اجمالی رہیگی جو راہ حنیفاً کے کمرے میں ہے وہ توڑدی جائیگی۔ یہ دالان بذمہ تولیت نظر الحسن رہیگا اس راہ سے مکان بے پردہ ہوتا ہے جو مکانات خلوت کے اوپر ہیں وہ نجم الحسن کے ذمہ رہیگا۔ راستے بند کردئے جائینگے۔

بڑے مکان زنانے اور مردانے کے اوپر والے مکانات سب بذمہ نظر الحسن رہیگا۔ اتر واری کمرے کے اوپر جو مکانات ہیں کل نظر الحسن کی تولیت میں رہیگا۔

نمبر ۹ اصطبل کی تولیت خاص نظر الحسن کو رہیگی جو استعمال دونوں بھائی کو رہیگا

نمبر ۱۰ اس کے بدلے میں درابٹولی والی زمین جس میں چھپی دراب رعیت ہیں خاص نجم الحسن کو رہیگی۔

میرے نانیاں محجوب الارث ہیں اور ہم سے جدا ہیں اگر مصیبت کے وقت چاہیں گے تو باجازت متولی وقت کسی حصہ مکان میں پناہ گزیں ہو سکتے ہیں مگر زبردستی رہنے کا حق نہ ہوگا۔ یہ لوگ ہم سے بالکل جدا ہیں دونوں انکے خود غرض ہیں جو اپنے باپ کا نہیں ہوا اور سپرد دوسرا کیا بھروسا کر سکتا ہے۔

نمبر ۱۱ مسماۃ حنیفاً دختر کی وارثان اوسکی لڑکی اور داماد ہیں اگر وہ لوگ آویں تو جس حصے میں مسماۃ حنیفاً رہتی تھی وہ مہمان رہسکتی ہیں متولی اوسکو روک نہیں سکیگا۔ اوس حصے کو کسی طور پر نجم الحسن سے تعلق نہیں ہوگا جو دیوار اوس دالان میں تقریب کی وجہ کر بنائی گئی تھی توڑدیجائیگی

اور نجم الحسن کے خلوت کے آنگن کی طرف سے آمد رفت کی صورت بند کر دیجائیگی چھپڑ لگا دیا جائیگا یا اونچے پر کھڑکی لگا دیجائیگی۔ زنانے آمد رفت کے جتنے راستے ہیں اگر نظرانہ چاہیں نجم الحسن کی طرف سے بالکل بند کر سکتے ہیں توجیہ خانہ کی کوٹھری کا راستہ چھپڑ لگا کر بند کر دیا جائیگا اور وہ کوٹھری تحاصکر تو اُنکے رہنیکو رہیگی باہر کی کوٹھری جس میں لیشیل رہتے ہیں یا نجم الحسن کے ذمہ رہے گی کوٹھری جس میں سنگی رہتا ہے وہ بذمہ نظرالحسن رہیگی خلوت میں باورچی خانہ ہے اوسطرف نجم الحسن اپنا مکان بنا سکتے ہیں نظرانہ میاں اپنا مودی خانہ اوٹھا دیں گے اودھر سے تعلق نہ رکھیں گے۔

نمبر ۱۲ اصطبل والی زمین وقف ہے اس میں تعمیرات ہوا کرینگی محلہ ٹولہ والوں کے کام میں جو خلاف مذہب اور خلاف قانون نہ ہو سکتی ہے متولی وقف کی اجازت کی ضرورت ہوگی موقع دیکھکر اجازت ہو سکے گی صفائی کے لئے خرچ پہلے وصول کر کے اجازت ملے گی ورنہ نہیں۔ صفائی کا خرچ مفت اپنے ذمہ آید ہوتا ہے۔

نمبر ۱۳ فقیر اوالی زمین جو خانقاہ کے موڑ پر ہے وہ وقف ہے۔ پمپال کے مکان بنانے کو بندوبست دوامی کر دیجائیگی اور جو آمدنی اصل وثیقہ میں تین روپیہ سالانہ ہے وہ لیا جائیگا اوس روپیہ کو جمعرات کے دن کوڑی تقسیم کر کے میرے نام میں بخش دیا جائیگا اس بندوبست کو توڑنے کا حق کسی کو کسی وقت نہیں ہوگا اس کے متولی نجم الحسن رہینگے

نمبر ۱۴ شیکارپور والا مکان جو مرزا عبدالواحد سے خرید اہے

وہ پمپاں کو بغرض کھولنے گولا خواہ حصول آمدنی میری یادگار میں دیدیا جائیگا
راقم نے اوسے پرورش کیا ہو اوس کا حق ادا کردیا جائے وہ بھی وقف ہے
اوسکو فروخت نہیں کرسکتا ہو مکان وغیرہ بنا کر رہ سکتا ہو یا کوئی مصرف
آمدنی پیدا کر نیکا کرسکتا ہو تاکہ میری یادگار اوس کے پاس رہنے اور
حق پرورش یاد رہے اوس کا باپ ایک لاجواب چالاک ہو فروخت
کردینے کا مجاز نہوگا۔

نمبر ۱۵ زمین خریدگی از عطر لال کو گورغریباں کے لئے وقف
کیا ہے بشرطیکہ منوسپلٹی اجازت دے ورنہ اوسکو بندوبست کرکے
اوس کی آمدنی سے اندھوں کی آنکھ بنانے میں صرف کی جائے تولیت
اوسکی ہر دو برادر نجم الحسن و نظر الحسن کو رہے گی یہ اراضی فروخت نہیں
ہوسکیگی۔

نمبر ۱۶ مرلی دھر کا باغ اندرونی حصہ جس میں کاشت ہوا کرتی ہے
اس میں باغ لگایا جاسکتا ہے یہ بھی وقف کردیا ہے اسکی آمدنی سے بارہ
روپیہ ماہوار گوپال کو بطور حیاتی مقرری پنشن کے برابر دیا جائے گا
اس پنشن کو کوئی روک نہیں سکتا ہے اس نے راقم کی بڑی خدمت خلاف
منسب اپنے کیا ہے اگر کوئی اوکا تھام کرے تو عدالت سے وہ میری کسی جائداد
کی آمدنی سے وصول کرنیکا مجاز ہے بعد ادائے مشاہرہ جو کچھ بچے گا
ٹیکس وغیرہ دیکر جو بچے اوس روپیہ کو غریباں پر تقسیم کیا جائے اور کوڑھی اندھے
بوڑھے اور معذوروں کو کپڑہ دیا جائیگا متولی اس کے نظر الحسن

رہیں گے۔ گڑبڑ کریں تو ٹرسٹیاں دوسرا آدمی غیر کو تجویز کر دیں گے۔ جو زمین بھوٹی قصاب کے کٹرہ کے پاس واقع برسر سڑک ہے اوس میں اگر کوئی مذہبی ثواب کے کام کا کام کیا جائے تو اوس مصرف کے لئے وقف رہے گی ورنہ میدان ہی رہے جو غربا کے شادی و غمی کے وقت میں کام آویگی اور مولود وغیرہ کا مجمع ہو سکتا ہے یا کوئی مجمع جو مذہبًا و خلاف قانون نہو اوس میں ہو سکتا ہے اس کے متولی بھی نظر الحسن رہیں چونکہ ان کو مذہب کی طرف توجہ ہے اسلئے انکو ایسے کاموں کی تولیت دیتا ہوں۔ بھوٹی والے کرایہ کی آمدنی سے بڑے مکان میں ایک لالٹین باہتمام نجم الحسن جلایا جائیگا۔

نمبر ۱۷ خواجہ پورا والی تولیت رقمہ مساۃ بی بی وجیہن جسکا میں متولی ہوں اوس تولیت کے لئے نظر الحسن کو نامزد کرتا ہوں۔ اون کو اختیار رہے اپنی اولاد میں سے جس کو چاہیں نامزد کر دیں اگر اسکا موقع نہ آوے تو بی بی حما لو متولی رہیں گی پھر اون کو اختیار رہے گا جسکو چاہیں نامزد کریں وحق تولیت متولی ہی کو پورا ملا کریگا اوس میں تقسیم و ترکہ نہیں ہو سکتا ہے۔ میری بی بی میں تجربتًا تولیت مذکور کے چلانیکی صلاحیت نہیں ہے بہتیرے قصے پیدا ہو جائیں گے۔

نمبر ۱۸ موضع قوان پورہ نظر الحسن کو لکھدیا ہے اوسمیں ترکہ نہیں تقسیم ہو سکتا۔ میں تاحیات مقرری دار ہوں۔

نمبر ۱۹ علاقہ وثیقہ جس میں اون کا داخل خارج ہے وہ اون کی ملکیت ہے ترکہ تقسیم نہیں ہو سکتا اون کے ماں کے دین مہر میں دیا گیا ہے اور

ادائے دین کرکے عنداللہ سبکدوش ہوا ہوں۔ سوائے ان کے سب کا دین ادا تھا ان کو میں نے ادا کر دیا ہے۔

نمبر ۲۰ حق ٹولی والی زمین جس میں پہلے باغ و باورچی خانہ تھا زبانی ہبہ کرکے نظر الحسن کو بغرض بنانے مکان اون کے و اولاد اون کے دیدیا ہے وہ ترکہ نہیں تقسیم ہو سکتا ہے۔

نمبر ۲۱ علی پور پورا جو منظور میاں کے یہاں مقرری ہے اگر رہ گیا تو خاص نجم الحسن کو ملے گا اوس میں دوسرے وارث کو حق ترکہ لینے کا نہیں ہوگا۔

نمبر ۲۲ خواجہ پورہ کا پورا باغ و بنگلا از سڑک تا پچھانک دکھن واری باستثنا اوس بادامی کے جو جانونی بی کو مکان بنانے کو دینا چاہتا ہوں۔ میرے مقبرے سے متعلق رہے گا اگر میں وہاں نہیں گڑا تو میری یادگار میں وہ وقف رہے گا جس میں سالانہ فیاد میرا ہوگا اور مع اسباب وقف رہیگا میری بی بی و اولاد در اولاد اوس میں ایک مہینہ تک بلا کرایہ جا کر کسی وقت رہ سکتی ہیں بعد ایک ماہ کے جو کرایہ مناسب وقت ہوگا وصول کیا جائیگا اور اوس کے متولی تا زندگی ہم رہیں گے میرے بعد نظر الحسن ہونگے اون کے بعد وہ نام زد کر دینگے اس کا موقع نہو تو ٹرسٹیاں مقرر کر دینگے اور غیر آدمی مقرر ہوگا نظر الحسن چونکہ غافل بہت ہیں انتظام کی امید کم ہے اوسوقت سید نجم الحسن نگرانی کر سکتے ہیں۔ میری بی بی سے انتظام نہیں ہوگا سینکڑوں قسم کا فساد پیدا ہوگا ورنہ تولیت

لہذا کی مستحق وہی تھیں تاہم اگر میرے بعد وہ رہنا چاہیں تو تا زندگی صرف
رہنے کی مجاز ہیں انتظام میں اون کو دست اندازی نہیں ہوگی صرف
باغ کے پیداوار سے عزیز و اقارب محلہ ٹونہ کو فائدہ پہونچایا جاوے گا
اہلیہ کو بھی بفائدہ پہونچایا جائیگا کوئی اونکی عافیت میں خلل انداز نہیں ہوگا

نمبر ۲۳ جو کچھ حصہ خواجہ پورہ کے علاقہ کا ہے بغرض
آبادی و مرمت بنگلا مذکور وقف رہے گا جو بنگلا کا متولی ہوگا وہی
جائداد کا بھی متولی رہے گا -

نمبر ۲۴ شیخ پورہ اگر بچ گیا تو وہ بھی متعلق بنگلا مذکور
وقف رہے گا

نمبر ۲۵ موضع کیسو پور جسقدر حصہ پرنہ جیسٹر ڈی میں میرا
نام چڑھا ہوا ہے اوسکی آمدنی بعوض بیلا نزہت میری اہلیہ جو اوسوقت
بالغ ہو جائینگی اوسکی پرورش کی غرض سے تا حیات اوس کے اوسکو ملتا رہیگا
یا اگر کسی دیون میں راقم خود ہوگا تو فروخت کر کے دین ادا کرے گا
یا بیماری وغیرہ میں صرف کرے گا اسی طرح پر اگر ضرورت ہوگی تو
شیخ پورہ کو بھی جدا کر سکتا ہے اتنی جائداد بغرض ضرورت رکھنا چاہتا
ہوں اگر چھوڑ گیا تو آمدنی میری بی بی کو تا حیات ملا کریگی اون کے
بعد ترکہ حسب سہام شرعی صرف کیشو پور کا تقسیم ہوگا اور شیخ پورہ
مرمت بنگلے کے لئے مخصوص رہے گا - میں یقین کرتا ہوں کہ اہلیہ میرے
بعد بجز بیٹیا کے ادھر رخ بھی نہیں کرینگی اون کے لئے بھی بہترین طریقہ

یہی ہوگا کہ کوٹھی بیچکر اپنے ملک چلی جائیں اتنے دشمنوں میں نہ رہیں اپنے کو فساد سے دور رکھیں اور لڑکے بھی یہی چاہتے ہیں اور یہی ہو کر رہے گا۔

ایسا ہی ہونا ہی ہے وہ اپنا وطن نہیں چھوڑ سکتی ہیں اور میرا نام روشن نہیں کر سکتی ہیں مرنے کے بعد بھی ہیں اونکی تکلیف گوارہ نہیں کر سکتا اون کو اختیار ہے میری زندگی کو جس طور پر چاہیں برباد کریں میری دنیا جاگی اونکی عاقبت برباد ہوگی اللہ اون کو ہدایت دے۔

نمبر ۲۶ تختہ متروکہ روپ متجری و پوچھا کی آمدنی سے مکان خورد واقع لودی کٹرہ اور مکان نمبر ۱ کا ٹکس ادا ہوگا اور مرمت ہوگا میرے بعد تین جگہ پر آمدنی ایک ایک ثلث کرکے تقسیم ہوگی ایک ثلث نظر الحسن ایک ثلث نجم الحسن ایک ثلث میری اہلیہ کے ہاتھ میں رہے گی جسمیں اپنے اپنے حصہ اور رہنے کے مکانوں کا ٹکس ادا کریں اور مرمت کریں گے کافی نہ ہو تو اپنے پاس سے خرچ کریں گے اور اپنے اپنے تولیت کا انتظام کریں گے۔

نمبر ۲۷ تجربے نے یہ بتایا ہے کہ بی بی نہ یہاں رہیں گی نہ کسی سے میل رہ سکتا ہے نہ اون میں صلاحیت سمبھالنے زمینداری کی ہے اور لڑکوں سے عداوت ہی لڑکوں کو اون سے سخت عداوت ہے اسلئے ہر ہر کا انتظام سمجھکر کیا ہے۔ نظر الحسن غافل بہت ہیں اون سے بھی سمبھلنا دشوار ہے مگر وہ نجم الحسن کے زیر اثر ہیں بمشورہ سمبھال لیں گے نجم الحسن دائما ہمارے خلاف رہے

بظاہر بہت پولیسی سے ملا کئے مگر دل ان کا بالکل جدا رہا وہ ہمکو
باپ نہیں کہتے بچپن سے وہ عناد رکھتے ہیں امید قوی ہے کہ گھر کو وہ ایذا کر
تاس کریں گے اور اندرونی فطرتی عداوت جو ہم سے وہ رکھتے ہیں
موقع پاکر بھگتان کریں گے مگر راقم نے خاندان کے بھلائی کے
لئے جو مناسب جانا ہے مندرجہ بالا انتظام بتا دیا ہے اور یہی
میری وصیت ہے ماننا نہ ماننا اختیار ہے عنداللہ اس وصیت
کی پابندی ضروری ہے جو نہ مانے گا عنداللہ جوابدہی دے گا
میں سب سے زیادہ اپنی بی بی مذکور الصدر کے ہاتھ سے ذبح کیا گیا
ہوں اور ابتدائے عمر سے سید نجم الحسن نے میری ذاتی مخالفت کی ہے
نظر الحسن اپنی اہلیہ کے قبضہ میں ہیں ان لوگوں سے راقم راضی وخوش
نہیں رہا ہے بلکہ ان لوگوں کے برتاؤ نے راقم کی زندگی کو پریشان و منتشر
کردیا ہے میں بجز دعائے خیر اور کیا کر سکتا ہوں شرافت اور حق العباد
مانع ہے میں کسی سے بدلا نہیں سکتا ہوں بہتر ہے کہ خدا ہی بدلا
لے سب صاحب اولاد اور جائداد ہیں صرف اہلیہ لاولد ہیں
مگر ان لوگوں سے بدلا لینے والا موجود ہے انہیں لوگوں کے ہاتھ سے
بدلا ہونا بہترین بدلا ہے نہ بی بی کو چھوڑ سکتا یہ عزت کے خلاف ہے
نہ اولاد سے جدا ہو سکتا یہ فطرت کے خلاف ہے خون جگر پی کر
رہتا ہوں اور گھٹ گھٹ کر مرتا ہوں میری جگہ جو دوسرا ہوتا تو
کب کا سب سے جدا ہو کر جائداد کو خراب کر دیتا اور سب کو پریشان

کر دیتا مگر راقم نے صبر و تحمل سے کام لیا اور سب بات خدا کے حوالے
کیا ہے لڑکوں نے اور بہوؤں نے اور نیز تین بہوں نے اور نواسیوں نے
برابر ہمیں ذلیل و خوار کیا اور نیچا دکھایا ہے منتقم حقیقی اس کا بدلا
لیکر رہے گا ان لوگوں نے میری اہلیہ کو بہت حقیر و ذلیل کیا ہے اور طرح
طرح طرح کی ایذا رسی کی ہے اوسی کا جی جانتا ہوگا اوس نے اپنے مزاج
بدولت یہ دن دیکھا اور میری زندگی منتشر ہو گئی اگر وہ میرے مزاج
کے موافق ہوتیں تو اس دن کو راقم یا وہ خود نہ دیکھتیں وہ الزام سے
بری نہیں ہیں اونہوں نے خود راقم کو اس درجہ ذلیل و خوار کیا ہے اور
ایسی ایسی روحی ایذا دہی ہو جس سے اکثر ملاقاتی اور گھر والے اور میری
ورثا اور اولاد واقف ہے جس کی جوابدہی شرعی وہ اپنے ذمہ لیے
جائنگی نہ میں اون سے بخوف بے عزتی شرعی طور پر جدا ہو سکتا ہوں
نہ دوسرا عقد کر سکتا نہ کوئی سامان اسایش کر سکتا ہوں نہ اوسے
عافیت پہونچتی ہے نہ گرہستی جمتی ہے نہ ایک جگہ قیام پذیر ہو سکتا
ہوں عجب کشمکش کی گذارتا ہوں نہ ہمیں موت آتی ہے گھر کے اولجھاوے
سے نہ باہر نکل سکتا ہوں نہ صحت کی خرابیوں سے سفر کر سکتا ہوں نہ
فقیری کر سکتا ہوں نہ امیری دولت کافی نہیں ہے جو اتنے بڑے
اخراجات کا متحمل ہوں رات دن پریشانی کی زندگی گذارتا ہوں ۔
قرض کی عادت نہیں اونکی اولی ادنی پروردوں کی ذات میں اصراف
غیر ضروری کا پورا کرنا اون کی عافیت رسانی اون کے متعلقین کی

دل جوئی ایک ایک سے دینا اون کے حکم کے موافق غیر مستحق لوگوں کے بیمارداری
شادیات و دیگر اخراجات کا برداشت میرے حد استطاعت سے بالکل باہر ہے
اور پھر نا اتفاقی نا قدری نافرمانی گرم مزاجی سخت زبانی اور طرہ یہ ہے اندازی
نو برس سے ہر طرح کی بے تعلقی گویا شرعی طور پر ہم لوگ اب زن و شوہر
نہیں ہیں ان سب مظالم سہنے پر بھی جو کچھ میری حیثیت ہے اون کا آرام رسان ہوں
البتہ بیماری میں جب اون کا جی چاہتا ہے بعد خدمت گذار اور وفادار اور
فرمانبردار رہا کی ہیں جسکی قدردانی خاکسار کرتا ہے اور اون کی عصمت داری
پر شبہ نہیں ہے انہیں باتوں نے اون کے حقوق کے استعفا کرنے پر راقم کو مجبور کیا ہے
ورنہ زوجی تکلیف دیکھتا ہوں ایک منٹ بھی ساتھ رہنا عذاب ہے تم
میرے ہے مگر کردہ خویش آمد پیش ہے۔ اندازی نو برس گذرے جب راقم نے
اون کے بھائی کے لڑکی کی شادی ایک تہمند بہتر پیدا کر دی نظام الدین
حیدر راکی بلائے سے کر دی ہے کچھ پیسے بیتا دعلیں جو کہ پختی کے دن سے ہو کر راقم
نے بتیا سے ہجرت کیا جسکہ خوشدامن کے انتقال میں بھی نہیں گیا اور انشاء اللہ نہ
اب کبھی جانیکا قصد ہے ان سب امور پر غور کرتے ہوئے بھی اون کے تا فیت کا
لحاظ ابتک کیا اور اپنے بعد کے لئے بھی سامان عافیت کیے جاتا ہوں اور
اپنے حقوق کے داد خدا سے چاہتا ہوں ان کو پوجہا کی آمدنی سے سو روپیہ ماہوار
اوسوقت تک تا حیات ملا کرے گا جب تک یہ میری بیوہ بنکر زندگی گذار دیا
جہاں رہیں تنخواہ بطور مقرری دار حیاتی پایا کرے گی اور موضع مذکور سے
وصول کرینگی مجاز رہیں گی ان کو بیتیا ہی میں رہنا اور وہیں گزر نا مناسب ہے

ان کو وہیں عافیت ہوگی۔ افسوس ہے کہ قلیل زمانہ میں مولوی عزیز الحسن
وکیل نے قضا کیا جن سے میری اہلیہ بوجہ قرابت مخصوصہ ہوتی تھیں اور قاضی
نجم الدین بھی مر گئے جن سے حضور ہوا کرتی تھی۔ میرے قوت بازو اور بہترین دوست
مولوی سید وصی احمد وکیل جو میرے محسن تھے ۲ محرم ۱۳۴۳ھ کو بانڈہ میں
قضا کر گئے انہوں نے لڑکوں کے ہر وقت اور تنگی علالت اور بی بی کے حملوں کو خوب
خوب دیکھا اور وقتاً فوقتاً میرے ساتھ احسان اور امداد کیا تھا مگر اب بھی شاہ
حبیب الحق صاحب عبد الرحمن مختار ساکن بانڈہ حکیم محمد صاحب سوداگر ٹونی۔ شاہد
حسین مختار ساکن بانڈہ۔ امیر جان میاں نو ونکشتر میر خاں صاحب الہ آبادی
عبد الحی میاں کشمیری کو بھی بہت رموز و مظالم دیتا تو بی بی بچیوں سے
خوب شفقت ہیں راقم اپنی زندگی سے سیر ہو گیا ان لوگوں کے حق میں دعائے خیر
کرتا ہے اور روش زندگی بدلنا چاہتا ہوں۔ دیکھئے خدا کیا کرتا ہے ہمیں بیٹھا ہے
یا یونہیں مصیبت میں مرنا پڑتا ہے مرضی مولی ہمہ اولی کیا مقدر میں لکھا ہے۔
یہ ملک تو میری زندگی بہترین زندگی جاتی ہے مگر مجھے حسرت خیز و عبرت انگیز ہے۔

نمبر ۲۸ خواجہ پورہ میں بی بی جان کو میری بچی تھی میاں کی ہے اس کے لئے
چھوٹا بنگلا پورا احاطہ تجویز کر کے مخصوص کر دیا ہے وہ چاہیں اس کو مکان بنانے کو
دے دی جائیگی مگر ان کو باغ و بنگلا کلاں سے کوئی تعلق نہیں رہے گا اور
راہ آمد و رفت اس باغ سے نہیں رہے گی بلکہ بستی کی طرف سے ایکدم آمد و رفت
روک دی جائیگی ورنہ باغ خراب ہو جائیگا۔ تکیہ والی زمین اور
لطف میاں کے مکان کے قریب والی زمین جو نام [illegible] پر ہے اور مسجد والی

زمین جو منا میاں کے پورب ہے اور وہ زمین جو چھٹّر میاں کے والدہ کو
دیا تھا اور منا میاں کے دکھن واقع ہے سب جانو بی بی کو مکان بنانے کو
دیدیجائیگی اسمیں کسی کو روکنے کا حق نہیں ہوگا جب تک جانو بی بی کا
مکان طیار نہیں ہوتا ہے تب تک وہ دکھن واری حصہ بڑے بنگلے
میں تین کمرہ اور تھوڑی سی آنگن میں بطور مہمان رہ سکتی ہیں کوئی مزاحم
نہ ہوگا۔

نمبر ۲۹ خواجہ پورہ کا کل علاقہ بڑے بنگلے کے متعلق وقف نہ ہوگا

نمبر ۳۰ راقم کسی کا قرضدار نہیں ہے نہ ہینڈ نوٹ لکھا ہے نہ تمسک نہ
کوئی جد اﷲاد مکفول ہے نہ کسی کا واجبی دین ہے شاید دو چار سو روز مرہ کے خرچ کا
خریداری کی مد میں دوکانداروں کا ہو تو وہ بھی میرا دستخطی پرزہ ہوگا بلا
پرزہ کوئی دین یا خریداری کسی کا نہیں کرتا ہوں کسی کا دعویٰ اگر ہوگا تو غلط
ہوگا یا ملازموں کا مہینہ ہوگا سب کو ماہ بماہ بے باق کرتا ہوں۔

نمبر ۳۱ شیونرائن مہتو و رگوبند سنگھ کو اون لوگوں کی زندگی تک کوئی
نکالنے کا مجاز نہ ہوگا۔ اختیارات منصب کرسکتے ہیں انتظام بدل
سکتے ہیں لیکن محاسبہ نہیں لے سکتے ہیں سب کا حساب جانچا ہوا ہے
سال سال بوجھ لیا ہے گو پال کے ذمہ کوئی تحویل نہیں ہے کوئی چیز
نہیں ہے سب چیز میری دیکھی بھالی ہے روز مرہ دیکھتا ہوں نہ
ہر شبہ سے پاک ہے اوس سے کوئی محاسبہ و مطالبہ نہیں ہو سکتا ہے
صرف کنجی اوس کے پاس ہے وہ میرے بعد لے سکتے ہیں اور کوئی حق وراثت

چیز سمجھے کام نہیں کر سکتے ہیں۔

نمبر ۳۲ میری جہاں کی مٹی ہوگی گڑوں گا خواہش تو ہے کہ خواجہ پورہ کے باغ میں ٹینس کورٹ والی زمین میں میں گڑوں کہ مقبرہ آباد رہے۔ بڑے بنگلے میں میرا نیاز وغیرہ ہوا کرے لوگ اترا کریں مسافر خانہ یا خانقاہ کے طور پر کوئی عمارت بن جائے آباد رہے فقرا رہیں آئندہ جو خدا کی مرضی اور جیسا موقع وقت ہو ہو گا کسی سے اُمید تو نہیں ہے کہ میرا ارادہ پورا کرے اگر ہوا تو وارین میں ما بعد میں لوگوں کا فائدہ ہے۔ میرا دل ہی چور ہے اصراف بھی بہت ہے ورنہ میں خود انجام کر دیتا۔ مسلمانوں کا مقبرہ غیر آباد رہتا ہے یہ راقم کو مرنے بعد بھی ناپسند ہے۔

نمبر ۳۳۔ حیا لوبی بی کے زمین کو محدود ہونا چاہئے کہ بڑے بنگلے سے تعلق نہ رہے۔ اگر موقع ہوا تو سردست درختوں سے محدود کر دوں گا ورنہ جب موقع ہو جدا کر دیجا ویگی ایکدم آمد رفت اس اراضی سے جدا رہے گی کیونکہ یہ پبلک کی آرام رسانی کو ہے۔

نمبر ۳۴۔ اگر کوئی بویں یا مشاہرہ ملازمین ہمپر ہو تو میری چیز بیچکر اول دین ادا ہوگا

نمبر ۳۵۔ حسب موضع بوجھا وقف الاولادیہ وثیقہ کے مطابق دینا ترکہ کیں گے۔

نمبر ۳۶ وصیت ہذا ثلث مال کے اندر ہے عذر کا موقع کسی کو نہیں ہو سکتا۔

نمبر ۳۷ ۔حکیم اسحٰق صاحب کی زندگی تک اون کا اصطبل بلا منحرفہ رہے گا۔ اون کے آرام کے عوض سے زمین دی گئی ہے اون کے بعد زمین تک نہیں سکتی ہے منحرفہ بندھے گا یا عمدًا و خطاً دیا جائیگا وقف شدہ زمین کو بلا معاوضہ و منافع منتقل کرنے کا حق ہم کو نہیں ہے۔

نمبر ۳۸ ۔کتابیں جو کچھ ہیں وہ ضائع ہوں گی میری بی بی اور لڑکوں میں صلاحیت اوس کے مصرف لینے کی نہیں ہے۔ کچھ کتاب بیتیا گئی ہے موقوفہ چیز کو وقف کے اندر رہنا چاہیئے اون سے لیکر سب کتاب خانقاہ خنگل تالاب پر سپرد کر دینا چاہیئے۔ بہتری کتاب مولوی لیاقت حسین صاحب کے خاص الماری میں بند ہے وہ اون کی امانت ہے اون کی اولاد کو ملنا چاہیئے اولاد نہ آوے تو اون کے پیر کی گدی میں امانت رہے گی اوس سے ہم کو یا ورثا کو سروکار نہیں ہے۔

نمبر ۳۹ مکان خورد بانکی پور کوٹھی کے بغل والا کتب خانہ میں وقف ہے اوس کے متولی نظر الحسن رہیں گے: ور بعد ادائے ٹیکس وغیرہ جو آمدنی بچے وہ کتابوں کے مرمت کے لئے خانقاہ میں دیدیا کریں گے۔

نمبر ۴۰ جو امر اس کتاب سے صاف نہ ہو وثائق کی نقل لیکر ملان کر لیا جائیگا۔ وثائق تو سب چوری ہو گئے ہیں مگر رجسٹر میں نقل موجود ہے انڈکس سنہ ۱۹۱۲ء سے سنہ ۱۹۳۱ء تک کا

لینے سے کل کی نقل مل جائے گی اگر کسی کو مظالم سے انکار ہو تو ۱۸۹۱ء
سے ۱۹۳۱ء تک کا انڈکس دیکھنے سے کل نقل حاصل ہوگی جس سے
کوئی انکار نہیں کر سکتے تمام خاندان کے کاغذات موجود ہیں جو
بتا سکتے ہیں کہ میرے ساتھ کیا کیا ہوا ہے ــــ

نمبر ۴۱ مندل کے قریب مزاگرنا اب مناسب نہیں ہے
مگر کھیت سب میدان رہے جس میں لوگوں کا کام چلتا رہے گا۔
مندر شیونرائن نے بنایا ہے اوسی کا کھیت تھا فقط اجازت
تعمیر لبتہ میں نے دیا ہے۔ جو مسلمان مندر بنوا نیکا الزام ہم پر دیتا ہے
جھوٹھ ہے۔ ہم سے کوئی سرو کار نہیں ہے۔ مجھے زمینداری مجبوریاں
ایسی پیدا ہوئیں کہ اجازت دینا ہی پڑا۔ دراصل اس کے بانی بعض
دیگر مسلمانان ساکنان بستی ہیں راقم اس الزام سے عنداللہ بری ہے
اور عقیدتاً ان خیالوں سے بہت دور ہوں جس کا خون اوس کی گردن
کفر کا قرار دین حیدرآباد۔ استحفاظ مذہب کے شرائط اجازت نامہ میں
مندرج ہیں جو شیونرائن کے پاس ہے ــــ

نمبر ۴۲ خودکاشت خواجہ پورہ متعلق مہمان داری مقبرہ
یا بنگلا کلاں رہے گا۔

نمبر ۴۳۔ چک محی الدین پور کا اجارہ حبانو بی بی کو چھوڑ دیا
جائیگا جو زیر انتظام نظر الحسن رہے گا۔

نمبر ۴۴ اسی سال نظر الحسن اور نجم الحسن کو ملا کر ساڑھے

چودہ ہزار نقد دیدیا ہے اور میلا نرسٹ بیچکر ان لوگوں کی جائداد
بار دین سے پاک کردیا ہے اس جائداد کے بکنے سے میری اہلیہ کا نقصان
شدید ہوا یہ جائداد ان کے لئے مخصوص رکھا تھا اوس کا داج ضما
عند اللہ لازمی ہے مگر داج دیگر جائداد کو غیر خاندان میں پہونچا با ہے
اور ہمیشہ وہ اوس جائداد کو منحوس بتاتی تھیں تاہم کیتھو پور کی
آمدنی ان کی زندگی میں آرام پہونچانیکو کافی ہے۔ سو روپیہ پوچھا سے
آویگا اور اندازی چار سو کیتھو پور سے ملے گا۔ یہ آمدنی اوس
حال میں ملیگی جب وہ میرا نام و نشان قائم رکھ سکیں گی۔ وہ بیتیا کی
سکونت مستقل نہیں رکھیں گی ورنہ اولاد تر سے اور دوسروں پر ہمیں سے
یہ عند اللہ تو ابدی ہوگی اوس کی آمدنی بڑے مکھلے میں صرف ہوگی۔
متولی مہمان نوازی کرے گا اور اگر راقم کو ضرورت دوسری عورت
کی ہوگی تو یہ جائداد اوسی مصرف میں آئیگی ان کو تعلق نہیں رہیگا۔
یہ جائداد رہی زرد سگی ــــ

نمبر ۴۵ ۔ چک محی الدین پور کا انتظام بذمہ نظر الحسن رہیگا
وثیقہ کے مطابق کارروائی ہوگی میری جگہ پر نظر الحسن قائم مقام رہیگے
بوجہ باخود نا و تالق مقدمہ رجسٹری نہیں ہوئی مگر میرے یہاں اجارہ ہے
نمبر ۴۶ کاشتہائے رتی پر جو روپیہ ہے اوس کا منافع
بقدر حصہ خود نجم الحسن لیں گے اور بقدر حصہ خود نظر الحسن لیں گے
وہ نقد روپیہ جو دیا ہے ان لوگوں کا ہوگا اگر کسی کو زیادہ ہے

یا کم ہے تو اوس کا حساب ہو گا۔

تہمت ۱۷۔ بی بی مذکورہ بھی یہاں کی جائداد بیچکر بیتیا میں جائداد خریدی ہے وہ اون کو دیدیا ہے اوس سے لڑکوں کو کوئی تعلق نہیں ہے جس طرح اون کو دیدیا ہے لڑکوں کو بھی دیدیا ہے۔ کسی کا کوئی حق دعوی ہم پر عنداللہ نہیں ہے ان لوگوں کے بدولت راقم بہت تباہ ہو چکا ہے اور سب کو فائدہ پہونچا یا ہے۔ اسی سال نظر الحسن کے بیٹا بیٹی کے تقریب کیا ہے جس میں حیثیت سے زیادہ روپیہ اون کو ملا ہے اندازی چھ ہزار کے قریب ہو گا۔ نجم الحسن کے لڑکے کی تقریب کیا ہے جو اسی سال ہوئی ہے آٹھ سو کے قریب خرچ ہوا ہے۔ نصراللہ کی دو دو شادی میں امداد کیا نوراللہ کی شادی میں امداد کیا۔ نصراللہ کی بی بی بچوں کا علاج پرورش تجہیز و تکفین کیا بی بی کے پاؤں میں سونیکا کڑہ چھڑہ دیا زیورات دے پہلی ہاتھ کا کڑہ اور دیگر زیورات جیسے چاندی کی چیزیں دیں اثاث البیت دیئے۔ اب یہ لوگ کیا چاہتے ہیں کہ میں بالکل فقیر ہو جاؤں۔ لوگ غور کریں اور ان لوگوں کے منظالم پر بھی نظر ڈالیں۔ ایسے بی بی بچوں کے ساتھ اور کیا کر سکتا ہے۔ ان احسانوں کو حوالے بخدا اور مظالم کو بھی حوالے بخدا مگر داد ملے گی اور ضرور ملے گی۔ خدا بڑا انصاف ور ہے لوگ خدا سے ڈریں۔ اتنے روپئے مفت کے نہ تھے میں اور

کاموں میں بھی صرف کر سکتا تھا اور برباد بھی کر سکتا تھا اور تعیش میں بھی صرف
کر سکتا تھا چندوں میں خرچ کر کے خطاب یافتہ بھی ہو سکتا تھا پبلک کاموں میں
صرف کر کے نام و نمود پیدا کر سکتا تھا مگر استحفاظ حقوق خاندان کا مجرم ہوتا اسلئے
میں نے عند اللہ اپنے کو پاک و صاف کیا ظالمو نا قدرو خدا سے ڈرو کسی کا
قرض تو نہ تھا جب سب جدا ہیں اور اپنا اپنا حق لے چکے تو یہ احسان نہیں تھا
تو کیا تھا پھر میرا کیا قصور ہے جو ہر طرف سے جور و جفا سہتا ہوں اور اتنی
ناقدری کی زندگی گذارتا ہوں بارہا میرا کھانا بند کر دیا جاتا ہے فقیر کی طرح
میرا کھانا ملتا ہے میری دولت سے سب مزہ اڑائیں نیز و سسرال والے
کھائیں ماما دائی مزہ کریں اور میری یہ خرابی کی جائیگی بجز جرم شفقت و مروت
میرا کون جرم ہے وہ لوگ انصاف کریں اور مقابلہ سے بتائیں غلط پروپیگنڈا
کر کے لوگوں پر میرا ہی جرم ثابت کیا جائے مجبوراً اظہار رموز بذریعہ کتاب
ہذا کرنا پڑا میں چیلنج دیتا ہوں قرآن کی درمیان گی سے اپنے پیاروں کے
سر پر ہاتھ رکھکر مجمع میں میرا جرم ثابت کیا جائے میں اصلاح نفس کرنیکو
موجود ہوں ورنہ جھوٹ الزامات سے مجھے معاف کریں خوف خدا کریں خدا
اور بندگان خدا کے سامنے اپیل کرتا ہوں میرا رب کیا جرم ہے جو ہم پہ یہ ستم
ہے یہ عداوت ہے یہ نافرمانی ہے کیا یہ لوگ مر کر خدا کو منہ دکھا دینگے
اور میرا انصاف نہ ہوگا تو گو ڈرو خدا کے قہر سے خوف کرو اسکی لاٹھی میں
آواز نہیں ہے کلمہ کیا ہوگا کوئی نہیں جانتا میں خوش ہوں میں نے اپنا فرض
ادا کر دیا میرے متعلقین پر میرا حق جو ابھی باقی رہ گیا ہے وہ آخرت میں پاؤں گا

افسوس ہے لوگ اپنے اپنے سر عاقبت کی جوابدہی لے جائیں گے
اور یہ زخم کاری ایں ساتھ لیکر جاتا ہوں کوشش کرتا ہوں کہ بھول جاؤں
مگر روزمرہ کاری چرکہ لگاتا ہوں زخم بھرنے نہیں پاتا واہ رے عبادت
واہ رے نماز روزہ خوب غور کرو کس سے کمایا ہے کہاں سے لایا ہے
پھر سے بجہ کیا ہوگا ہوش میں آؤ میری تو گذر گئی اپنی اپنی خبر لو خوب زور
رسم پرستی کرو دکھاوے کے نمازیں پڑھو حج ..... کرو روزہ رکھو مگر حق العباد
سے بہت بچو

نمبر ۴۴ — بغرض انجام شادی بی بی رحمت و بی بی عاجو جو بہت
عنقریب انجام کرنا پڑیگا جملا اسباب برف مشین و فاضلات یہاں لیکر بیچ کچھ ہے
سب کو نیلام کر کے یا نصف نصف دونوں بھائی نجم الحسن و نظر الحسن
لیکر و انتظام کر کے ان دونوں کی شادی میں صرف کریں گے اور میری طرف
سے امداد جانیں گے و علی پور کی آمدنی سے نجم الحسن تعلیم اولاد ذکور میں
صرف کریں گے اور میری طرف سے امداد میں تصرف کریں گے

نمبر ۴۵ — چونکہ خان پورہ و علی پور مسماۃ بی بی [قیسمن] کچھو کھولا ولد
کے یہاں سے ترکہ نہیں ملا ہے اسلئے نیاز قاضی رضا حسین شوہر کا اون کے مسماۃ
بی بی قسمن مذکور کا کرنا اخلاقی اور انسانی فرض ہے اس لئے ہر دو برادر
پہ واجب ہے کہ کچھ ثواب رسانی کر دیں لوگوں کے لئے مزدور کر کے
واجبی حق سے سبکدوش رہیں آئندہ اختیار ہے ۔

نمبر ۴۶ — مولوی شیر علی دادا و دادی و والد و والدہ فائلیں

وبلا ورلا دولد شمس الحسن مرحوم وچچا لا دولد نور الحسن مرحوم کا دونوں اولاد
پر ہمیشہ نیاز کرنا لازم ہے ساری کمائی اور دولت اونہیں لوگوں کی ہے
اگر نہ کریں گے تو عنداللہ یہ لوگ جوابدہ ہوں گے میری موقوفہ دستاویز میں مدا
جدا کرکے لکھی ہوئی موجود ہے کیسکو اپنے پاس سے کرنا نہیں ہوگا : اس کا
انتظام راقم نے بذریعہ وثیقہ مصدقہ رجسٹری کردیا ہے میرے فاتحہ کی
فرمائش نہیں ہے میرا اعمال میرے لئے بھگتان کے لئے کافی ہے میں اپنے کو
خدا کے مرضی کے حوالہ کرتا ہوں۔

نمبر ۵۱ راقم اور راقم کے والدین پر خانقاہ منگل تالاب کا
بڑا بڑا احق ہے والدین کی مصیبت کے وقتوں میں مولانا امیر الحق قدس سرہ
نے بہت سنبھالا میری تعلیم و تربیت کے اون کا بدلا یہ ہے کہ اون کے عرس
میں عنہ۲۰ سالانہ اور شاہ رشید الحق قدس سرہ کے عرس میں پندرہ ۱۵
روپیہ سالانہ میرے اوقات کردہ جائداد سے ضرور دیا جائے اور سجادہ نشین
وقت وصول کرکے میری طرف سے ایصال ثواب کریں مولانا امیر الحق راقم
کے پیر اور مولانا رشید الحق مرشد تھے۔

نمبر ۵۲ کوئی پیا ہتا شاہ حبیب الحق صاحب و قاضی حامد
رسول کے خاندان میں نجم الحسن و نظر الحسن ان دو میں سے جسکو موقع ہو ضرور
کرلیں گے ورنہ آئندہ موجودہ لطف میل جول جاتا رہے گا اور خاندان جدا
جدا ہو دور دور ہو جائے گا آئندہ اون لوگوں کو اختیار ہے جو مناسب جانیں
کریں۔ اب اگر کوئی تقریب حیثیت سے زیادہ کوئی اولاد دبلا ولاد کرے گی

تو پچھتا ئینگے۔ موجودہ حیثیت ان لوگوں کی اوسط آمدنی کی ہے اور کثیر الاولادی ہے اوقات چلنا دشوار ہوگا۔ اگر میرے بعد عداوت اور لالچ میں شیطنیت کرینگے اور مقدمہ بازی کی نوبت آئیگی تو گھر کی جمع اور زیورات کبھی روانہ ہوجانے پر کا غذ کے کچھ ہاتھ نہ آئیگا سخت پچتائیں گے افسوس ہے اپنے اعمالوں کی اصلاح نہیں کرتے اور میری نہیں سنتے میری بی بی کی عداوت میں مجھے ایذا ہوتی جاتی ہیں اپنا دین و دنیا برباد کرتے ہیں فطرتاً اس کا صدمہ بھی میرے دل پر آتا ہی کوئی اپنی اولاد کے دارین کی خرابی پسند نہیں کرسکتا خدا ان لوگوں کو راہ ہدایت پر لادے۔

نمبر ۵۳ بی بی مذکور جب ۳۰ برس کے قریب ہوا میرے مزاج کے وافق نہو سکیں۔ تو اون پر کوئی وصیت میری بیکار ہے اونکو خود روا للہ کے سپرد کرتا ہوں۔ خدا ہی اونکی سیدھی سمجھ دیدے اپنی سمجھ کے بدولت اونہوں نے اپنی اور میری زندگی کو خود خراب کیا جو خمیازہ میرے بعد اوٹھائینگی اون کو اسقدر کہدینا کافی ہے کہ میرے یہاں اون کے لئے کوٹھے ہے اپنے کو کوٹھے سے دور رکھیں ورنہ پچتائیں گے۔

نمبر ۵۴ موضع پوچھا تحتہ ۸۰ وقف الاولاد کر دیا ہے۔ بمطابق شرائط مندرجہ وثیقہ مذکور عمل درآمد ہوگا وافر آمدنی ہے سب کی اوقات گذاری وارث کا کام سب چلے گا حق الغربا والفقرا مدبہ مداوس وثیقہ میں درج ہے۔

پبلک خدمات

پوری فہرست انگریزی میں چھپی ہوئی ہے اور بعض فہرست اُردو میں ہے بعض فہرست یادگار روزگار کتاب میں ہے گھوسلا برادری کی تاریخ میں انگریزی میں موجود ہے سدار کی تاریخ نوشتہ گھوسلا برادری میں مع تصویر وحالات مندرج ہیں جو راقم کے یادگار کے لئے کافی ہے تمام دفاتر سرکار میں اور بڑی بڑی ریاستوں اور راجاؤں کے دفتروں میں موجود ہیں۔ مجھے زیادہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے جس کا جی چاہے دیکھ سکتا ہے اسقدر برباد ومنتشر اور پریشان زندگی گذارتے ہوئے بھی پبلک جذبات میں ظاہر رہا اکثر لڑکیوں کی شادی کرادی ہے جو زندہ ہیں اکثروں کی تعلیم دلائی ہر موقع پر بقدر وسعت مالی چندے دے اعزازی اسیسر رہا مدتوں میونسپل کمشنر رہا اسکولوں کا سکریٹری رہا ۱۹۰۸ء سے آجتک بلا معاوضہ وہ قدر دانی گورنمنٹ بلا الزام اعزازی مجسٹریٹ رہا اور اب تک ہوں خیر اندیشی قوم کے بدولت ایک سند اور ایک سارٹیفکٹ تمغہ گورنمنٹ سے عطا کی گئی پبلک نے ضرور قدر دانی کی مجھ کبھی کسی کو بے ایمانی اور بدنامی کا شبہ نہوا انصاف کو ایمان کا سیر رکھا دودھ کا دودھ پانی کا پانی کرتا رہا قوم کی حالات سے آگاہی رکھا ہو اسنراہیں کیں تحفظ میں امداد کیا بیلدب ہیں لوگوں کی حفاظت کیا کتابیں متعدد لکھی ہوئی ہیں اپنے ہستی کے اندر لوگوں کے ساتھ امدادیں کیں اہل حقوق کے حق ادا کیا انسانوں کے ساتھ حسن سلوک ہے

برتاؤ کرتا آیا آجتک کسی کو ضرر نہ پہونچایا بے ضرر زندگی گذارتا رہا کسی کا
مال نہ مارا کسی کی بے ایمانی نکی کسی کا دین ہمیر آبد نہ ہوا کبھی ڈگریوں کا
مدیون نہ ہوا نوکروں کی تنخواہ ماہ بماہ ادا کرتا رہا بہتر دنیا کی آبرو بچایا
ہزاروں کے مصیبت میں کام آیا اکثر زندہ ہیں جو تصدیق کر سکتے ہیں غیبت
سے اپنے کو بچاتا رہا بعض اللہ والوں نے ضرر پہونچایا مگر میں نے بدلا نہ لیا
لینے کا موقع بھی آیا مگر جو الہ تبلا کیا خدمت خلایق کو بہترین ثواب جانا لوکل
بورڈ کا وائس چیرمین رہا ہے امری نور پر امری کا مستحق ہوتا رہا ڈسٹرکٹ بورڈ
کا ممبر رہا پچاسوں کنواں لوکل بورڈ کے علاقوں میں ضرورت کی جانا کر بنوا دیا
اکثر جگہ پر سٹرکیں نکلوا دیں عمر بھر خدمت خلایق کو بہترین ثواب جانا
تمکنت دشمن ایمان جانا امراسے دور رہا غربا سے نزدیک
رہا لوگوں کی خوشامد نہ کی تیغ گذیا کر حق پرستی کو اپنا فرض گردانا لوگوں
سے کم ملتا ابن الزر رہوا کبھی ابن الوقت ہوا ابن الباب ہوا پسند کیا خود غرضی
کے وقت بھی گانٹھنا ملنے اکثر موقع پر گھاتے میں رہا سیدھی سادی زندگی
گذرانہ زیادہ میل جول نہ غرور نہ شرارت سے کام لیا الگ تھلگ رہا
قمار بازی نہ کی نشہ خواری سے خلاف بچایا کسی کو فوجداری مدعاعلیہ نہ بنایا
دنیا میں زیادہ درخور نکیا جو آگیا اخلاق برتا جو نہ آیا شکایت نہیں کیا
نہ کسی کا لینا نہ دینا خود مختار بے یار و مددگار خدا کے بھروسہ پر زندگی
گذارتا رہا جو ہوتا ہے ہو کر رہے گا سخت پریشان در متردد متفکر زندگی
گذارتے ہوئے کبھی خواجہ پورہ کبھی دریا پور کوٹھی کبھی نودی کٹرہ رہا اس

حال ہیں کیونکہ حکاموں کی خوشامد کرتا کہاں کہاں دوڑتا لڑکوں کی
نافرمانی کا غم بی بی کی ناقدری کا غم اون کی نیہر پرستی کا غم
سیکڑوں چیزوں کی چوری کا غم بربادی کا غم اکیلا چھنا کیونکہ یہ ماند پڑ گیا
لڑکی کی فرزندگی گذری ہیں کا مار ابوال کے پیچھے رہنا پڑا ہوٹلوں میں
بارہا کھانا پڑا آخر فاقہ کشی کی نوبت دوسروں پر نہ ظاہر کیا پوزیشن سمالتا ہوا
پبلک خدمات کرتا ہوا بسر کیا اب تو صحت اور زمین دونوں نے دبا دیا اور حاجت
سب وہی رہے برداشت سے باہر ہو گیا معذور اراز وں کو کھونا پڑا
نوکروں کی بیوفائی عین بحالت بیماری اسٹرایک بے وجہ بعض نوکروں
نے تمام ملازمین کو بھکایا آخر سب کو جواب دینا پڑا پھر بھی بی بی بچہ کام کرتے
رہائی بھر خون پہاڑ بھر کی دوستی سے زیادہ کام دیتی ہے روزمرہ کے
آنے والے احباب نے یک قلم آمد و رفت بند کر دی ان سب تجربوں پر
کبھی راقم سب کی خدمت سے باز نہیں آیا اور لوگوں کو باور کراتا
ہوں کہ میرے پاس ایک چاندی کا چھلا اب میرے ملکیت میں نہیں ہے
نہ اب میں صاحب زکوٰۃ رہ گیا۔ لوگ مجھ سے اسباب مانگنے آتے ہیں یہاں
دھرا کیا ہے انکار کروں تو کسی کو یقین کب ہے وہ وقت حزن انگیز
اور عبرت خیز ہوتا ہے ہر ایک کے پاس چیزیں ہیں اور میں خالی
ہو گیا عزت سمالنا دشوار ہو گیا بس خدا کی قدرت یاد آتی ہے میرا اختیار
کبھی نہیں ہے کہ اون لوگوں سے کسی کو دلوا دوں مجھے ذاتی ضرورت
ہوتی ہے تو محلہ کے چیز اور ابراہیم میاں کے یہاں سے دیگچی اور کباب

والوں کے دوکان سے بہیج منگنی منگانا پڑتی ہے لوگوں کے
کے فائدہ پہونچانے کے غرض سے اگر کوئی چیز منگنی دیجاتی ہے
تو لوگ اوسے ضائع کر دیتے ہیں یا بے رحمی کرتے ہیں اوسکی
مرمت اور سرمایہ اپنے پاس سے کرنا پڑتی ہے کیونکہ کوئی آئندہ
خدمت سلامتی کر سکتا ہے بیچارہ بھی واقعہ اپنے اوپر اس بلا کو لیتا ہے اور لنگو
کام پڑتا ہے اگر دکان کسی تقریب میں دیا گیا تو یقینی اوسکی صفائی کا خرچ اپنے
ذمہ دینا پڑتا ہے یہ عیب خدمت خلائق کا واقعہ سے چھوٹ نہیں سکتا برائی ہوتی
نہیں سنتی میری پیدائش ہی کچھ ایسے ستارے کی ہے کہ جس کا اثر یہی ہے کہ
خود نیک بنا کر رہنا پڑے گا اور بدلا لینے کی ہمت نہ ہوگی نوشتہ تقدیر
سے لاچار ہوں راضی برضا مرضی مولا بر ہمہ اولیٰ ہے۔

چند نصیحت آمیز اشعار

چراغ کردہ ام روشن کہ در ہر خانہ می سوزد

انجام بخیر ابتدا بگڑی ہے — گھر گر نہ پڑے کہیں بنا بگڑی ہے

کشتی سے انیس ہم کنارے ہو ہیں — اولٹا دریا بہا ہوا بگڑی ہے

موت آئے گی مرجائیں گے ڈرنا کیا ہے

جو کچھ ہو خوشی خدا کی کرنا کیا ہے

اولجھن تو یہ دل کی دور ہوجائے گی یہ بھید تو کھل جائے گا مرنا کیا ہے

سوز او در کعبہ بت خانہ یکساں دیدہ ام

من نمی دانم که ہندو است یا مسلمان است شیخ

دیدار غنیمت است بنشین بنشین | ای یار غنیمت است بنشین بنشین
این یک دو نفس که ما و تو یکجاییم | بسیار غنیمت است بنشین بنشین

زاہد چہ طالع پروانہ فانوس حیرانیم
کہ در یک پیرہن آں شوخ با بیگانہ می سوزد

طفلی و دامان مادر خوش بہشت بودہ است | چوں بہ پای خود رواں گشتیم سرگرداں شدیم

ہو کم عمر ہم گھر ز مکتب شاد می آید
مرا بے ساختہ ایام طفلی یاد می آید

صد مسجد ویراں اگر آباد کنی | صد بردہ زر خریدہ آزاد کنی
صد سالی بہ روزہ باشی و شب بیدار | چنداں نہ شود کہ خاطر شاد کنی

مے خور و مصحف بسوز و آتش اندر کعبہ زن
ہر چہ خواہی آں بکن لاکن دل آزاری مکن

قلوب المؤمنین عرش اللہ

اگر بر سر نفس خود امیری مردی | ور نکتہ بدیگراں نگیری مردی
مردی نہ بود فتادہ را پای زدن | گر دست فتادہ بگیری مردی

ہر غنچہ بشگفت الّا دل من
اے وا دل من صد وا دل من

یا سنگ طفلاں یارب چہ سازم | نازک دل من مینا دل من

دعا

خداوندا تو ہر بندے کو راہ مستقیم پر چلا سیدھے راہ پر لا
ایمان والا بنا توحید پر مستقل رکھ۔ شرک و بدعات سے بچا
کفر و الحاد سے محفوظ رکھ۔ معاملات درست ہوں۔ نفس مجلا
ہو۔ ایمان مطلا ہو۔ موت باخبر ہو۔ دنیا و دین کی ذلت سے بچا
دینی و دنیاوی ضرورتوں کو پورا کر۔ تو رب العالمین ہے تو رحمٰن
و رحیم ہے۔ تو ستار و کریم ہے۔ تو قادر مطلق اور حکیم ہے۔ تو دارین کا
مالک۔ مالک یوم الدین ہے۔ اپنی جلالت اور ہیبت اور قدرت
کاملہ کا اپنی خالقیت کے صلے میں اپنے ہر بندے پر رحم فرما۔ پردہ
حجاب اکبر اٹھا۔ آنکھوں کا پردہ کھول۔ آنکھیں کھلیں اندھاپن
مٹے۔ مرنے کے بعد کا رستہ سوجھنے لگے۔ لوگ برسر حق ہو جائیں
شیطانی دھوکے میں نہ آئیں ایک دوسرے کو ایذا نہ دیں تو
منتقم حقیقی ہے۔ تیرے بدلے سے ڈریں۔ ہر کے دل کا خیال تو
خوب جانتا ہے۔ سب کو خوب پہچانتا ہے تو حاضر ہے تو ناظر ہے۔
تو قادر ہے قیوم ہے۔ تو دانا ہے تو بینا ہے۔ اپنے ہر مقبول بندوں
کے صدقے میں اپنے ہر برگزیدوں کے طفیل میں معزز اور رخدار سیدوں کے

وسیلہ سے۔ رسولوں اور بزرگان دین کے سفارش کے بدلے تمام
گناہ گاران عالم پر اور سب کے صدقہ میں راقم اوراق پر نظر کرم فرما
اور دارین میں اوسکو ذلیل مت کر شدائد موت و عذاب قبر
و جہنم سے بچا۔ میں تجھ سے تیرے مذکور الصدر لوگوں کا وسیلہ دیتے
ہوئے پناہ کا طالب ہوں۔ اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہوا تیرے رحم و کرم کا
امیدوار ہوں۔ مروں تو مسلمان باایمان مروں۔ عقیدہ راسخ ہو
خدا اور رسول کے سوا میرا امداد کرنے والا کون ہے۔ اے خدا اے
خدا ہم کو نار جہنم سے بچا۔ اے اللہ اے مالک میری عاقبت بخیر کر میرے
گناہوں کو بخش دے۔ میں تیرے خدا ہونیکا بدل مقر ہوں۔ میں
تیری خدائی کا بہ زبان و دل بتصدیق کامل قائل ہوں اور تیرے
رسولوں کو برحق جانتا ہوں کسی رسول میں فرق نہیں کرسکتا بعث و نسر کا مقر
ہوں قرآن پاک کو سچا کلام خداوندی جانتا ہوں خدا کو اوسکی قدرتوں سے
واجب الوجود سمجھتا ہوں رسولوں کو اونکی حرکات عادات سکنات سے پہچانتا
ہوں۔ بندگان دین کی بدولت رازیں سمجھ میں آئیں اونکی بزرگی
میرے دل پر نقش کالحجر ہے۔ میں اقرار اسلام کرتا ہوں ایمان لاتا ہوں دو اسم
اور بدعات سے بچنا چاہتا ہوں فرقہ محمدی میں داخل ہوتا ہوا اپنے
فسق و فجور سے توبہ کرتا ہوا امیدوار معافی ہوتا ہوں اور ایک سچے
مسلمان کی موت مرنیکا متمنی ہوں۔ یہ میرے اختیار سے باہر ہے

اے خدا اے خدا میری تمنا پوری کر میری بنجایئگی تیرا کوئی نقصان نہیں
ہے مجھ سے بہتیرا بہتر تیرے پاس کروروں موجود ہیں بخشدے یارب
بخشدے اپنے ذلیل وخوار بندے کو بخشدے لئے مومنین ومسلمین میرے لیے دعائے
خیر فرمائے اور ایک بندۂ خدا پر احسان فرمایئے میں کسی سے کچھ طالب نہیں
ہوں مگر دعائے خیر کا امیدوار ضرور ہوں شاید کسی کے برکت سے مری بگڑی
بن جائے اور یہ گنہگار با ایمان مسلمان جائے خدا کسی کی توشن ایگا میرے
پاس کیا ہے کیا نئی نہائی کیا چھوڑے گی۔ نہ ایسا تھا نہ ہوں نہ ایسا
ہو نہ گا۔ کھول کھو تھنٹ جب پیا گھر دیکھیں کا لیکے جیسے گو نوال۔
میرے پاس بس ایک ڈھال ہے جو خدائی تلواروں کو روک سکتی ہے
وہ لا الہ الا ھو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ
اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمد عبدہٗ ورسولہ
خدا خدا اور محمد بندہ ہے۔ میں خدا اور رسول کو ساتھ لیکر جانا
چاہتا ہوں اور بزرگان دین کا سہارا درکار ہے اللہ بس باقی
باقی ہوس ہے۔ ہر پتہ گرے گا۔ ہر پھول مرجھائے گا ہر شے
کملائیں گے ہر نفس مرے گا۔ اِنا للہ وانا الیہ راجعون

راقم اوراق احقر زمن
بندہ بدر الحسن لودی کٹرہ پٹنہ سٹی
۴ جولائی سنہ ۱۹۳۱ء

کل من علیہا فان و یبقیٰ وجہ ربک ذوالجلال والاکرام

الله بس باقی ہوس

اس کتاب میں شہر پٹنہ مالسلامی کے ہزاروں امیر و غریب معزز و غیر معزز لوگوں کی سوانح عمری اون کی حالات اون کے تعلقات برادری لکھی گئی ہے اوس کے ساتھ ہی ساتھ مذہبی ہدایتوں کا پہلو بھی موجود ہے۔ اصلاح قومی کی طرف توجہ دلائی گئی ہے تمدن و سیاست پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے بہتیرے معلومات کا ذخیرہ ہے

موسوم بہ

یادگار روزگار

یہ پہلا حصہ مالسلامی وارڈ کا ہے بقیہ مابقی لوگوں کا حال حصہ دوم میں ہے جو زیر طبع ہے یہ کتاب چھ وارڈوں پر لکھی گئی ہے۔ مالسلامی۔ چوک۔ خواجہ کلاں۔ عالم گنج۔ سلطان گنج۔ بانکی پور پیر بہوڑ۔ اس کے ساتھ بہتیرے ضمیمہ ہیں جس میں علما۔ مشائخ۔ ڈاکٹران اطبا۔ جراحان۔ اطراف پٹنہ کے بہتیرے خاندان کا حال اور مذہبی نصیحت آمیز باتیں درج ہیں ہر وارڈ کی قیمت جدا جدا ہے

مرتبہ

سید بدر الحسن سینیر اعزازی مجسٹریٹ سٹی کورٹ و رئیس محلہ لودی کٹرہ شہر پٹنہ ہے

یہ کتاب بغرض نفع نہیں لکھی گئی ہے بلکہ بغرض فائدہ رسانی خلق اصلی لاگت پر بیچی گئی چونکہ اور حصے زیر طبع ہونے والے ہیں اس لئے مفت کسی کو نہیں دیجائیگی قیمت مالسلامی وارڈ حصہ اول معہ ضمیمہ طیار شدہ ہے

جس کتاب پر مولف کا دستخط نہ ہوگا وہ مال مسروقہ متصور ہوگا کوئی صاحب رکھنے کا قصد نہ فرمائیں گے ورنہ نفع کی جگہ نقصان اوٹھائیں گے ۲ —

ملنے کا پتہ۔ مولف کے نام سے ہوگا

صرف ٹائیٹل دلکشا پریس گذری بازار پٹنہ سٹی میں چھپا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حالات مالسلامی وارڈ پٹنہ

عـ۱ حکیم محمد امیر مرحوم بہت بوڑھے خوش مقدور رئیس گذرے ہیں۔ وہ عربی۔ فارسی اچھی جانتے تھے۔ اور بہت کثیر الاولاد تھے۔ اون کو ایک ہی بی بی سے ۱۶ یا ۱۵ اولاد موجود تھی۔ مگر سب اولاد قریب قریب جوان اور صاحب اولاد ہو کر مری حکیم صاحب کے آخری زندگی میں صرف ایک اولاد ذکور نہال میاں مرحوم زندہ رہ گئے تھے۔ اور دوسری بی بی سے بھی اون کو چند اولاد تھی جس میں سے صرف حسینی میاں اور شاہد میاں بہت کمسن زندہ رہ گئے تھے۔ اور اولاد اناث زندہ تھی۔ یہ برابر شملی میں مقیم رہے۔ اور بڑے داب کی زمینداری کی۔ دیہات کے لوگ گو شہر کے اندر آیا کرتے تھے۔ تاہم اون لوگوں پر بہت رعب ان کا پڑا ہوا تھا۔

بدولت لوگ تیار ہوا کرتے تھے۔ بہت خوش زندگی گذرتی
تھی۔ اس احسان کے بدلے طلبار اولاد سے زیادہ
خدمت گذار ہوا کرتے تھے۔ جس کے دروازہ پر جاتے ایک
آبادی معلوم ہوتی تھی۔ ہر تقریب میں پچاسوں آدمی مفت کے
مددگار ہوا کرتے تھے۔ خود طلبار اور ان کے اقربا ہمدردی سے
اور خیر اندیشی سے کام کرنے موجود ہو جاتے تھے۔ بیماریوں
اور مصیبت کے وقت میں سب شل سوانگ کے شریک رہتے
تھے۔ راقم کے یہاں اور تمام رؤسائے شہر کے یہاں اور
ہر خانقاہوں میں ہر معبد گاہوں میں طلبار کا مجمع رہتا تھا۔ ہر جگہ
طلبار کا مفتیہ ہوسٹل تھا۔ لوگ رہتے اور میاں جی اور مولویوں
سے جو رؤسا کے یہاں معزز تھے۔ مفتیہ پڑھتے رہے۔ اسلامی
سررشتہ تعلیم کا کوئی صرفہ نہ تھا۔ اور وافر آدمی پڑھکر ہر سال
نکلا کرتے تھے۔ جب سے یہ طریقہ بند ہوا برکت گئی۔ آبادی
گئی۔ غربا کی تعلیم گئی۔ قرابت داری گئی۔ احسان مندی گئی۔
نفسی نفسی کا معاملہ ہو گیا۔ اپنے اپنے فکر میں لوگ پڑ گئے۔ غربا
کی تعلیم مفتیہ کا طریقہ بند ہو گیا۔ جہالت پھیلی۔ انگریزی تعلیم پر
لوگ لوٹ پڑے اخراجات بڑھے۔ دن بدن روش بدل گئی
رفتہ رفتہ مذہبی تعلیم میں کمی آئی۔ جدید تعلیم کا اثر پھیلا۔ اب دنیا کا
جو رنگ ہے۔ وہ سامنے موجود ہے۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں مگر
جنازے کی نماز پڑھنا نہیں جانتے۔ بڑے بڑے عہدہ دار ہیں

مگر وتر کی نماز میں کیا پڑھا جاتا ہے۔ نہیں کہہ سکتے۔ ہزاروں فلسفہ کے مسئلے یاد ہیں مگر ایک درود بھی یاد نہیں ہے لاکھوں آدمی کہنے کو مسلمان ہیں۔ مگر کلمہ بھی پڑھ نہیں سکتے جنٹلمین ہیں۔ مسلمان کے گھروں میں پیدا ہیں۔ باپ دادا بزرگان دین میں شمار کیے جاتے ہیں۔ مگر وہ پاکی ناپاکی کا حال نہیں جانتے۔ عوام ان کو مسلمان گنتے ہیں۔ نہ روزہ ہے۔ نہ نماز ہے۔ نہ وضو جانتے ہیں۔ نہ غسل کے فرائض سے واقف ہیں۔ نہ نذر و نیاز کے طریقے معلوم ہیں۔ وعظ و نصیحت خوب سنتے ہیں۔ مولانا کی تعریفیں خوب کرتے ہیں۔ خانقاہوں کے مرید ہیں۔ پیر میاں کے بھارے نگلے ہیں۔ عرسوں میں پلاؤ قورمی کے لیے حضرت کے حلقہ میں گئے۔ پیر صاحب کے صدقے ہیں۔ خاطر داشت ہوئی چائے۔ حقے۔ پان ملے۔ پلاؤ قوریاں ہوئیں یہی تو کمال مریدی ہے۔ کسی کو اگر سچا حال آبا و اجداد سے کو کو دیکھا ندیں بے حال کر لیا۔ اصلی حال والے بدحال ہو گئے۔ یہ سب باتیں جہالت مذہبی کے بدولت پھیل گئیں۔ میاں جی کے تعلیم میں پہلے تو تہذیب و تربیت کا بہت خیال تھا لڑکے صبح اٹھ بیٹھے۔ والدین کو سلام کیا گیا۔ منہ ہاتھ دھلائے گئے۔ باسی بھات۔ یا بوٹی کا ناشتہ ہوا۔ مکتب خانے پہونچے۔ میاں جی نے سلام لیا۔ ہر آقا کو سلام کیا گیا۔

پھر مکتب میں چہارڈو پارہ پارہ سے دلایا جاتا تھا۔ لڑکے کام کے عادی بنائے جاتے۔ میاں جی کی ڈبری ڈھوئی گئی۔ حقہ چڑھا میاں جی پیر مغاں ہو کر بیٹھے۔ لڑکے ڈیوٹی پر آگئے سارے لڑکوں نے بسم اللہ الرحمن الرحیم کا غل مچایا اتنے معصوم غریب وامیر کے بچوں نے ملکر خدا کا ڈنکہ بجایا۔ خدا نے بھی اپنے شان رحمانی اور رحیمی کو جوش میں لایا۔ اور ہر ایک کو برکت دیتا تھا۔ یہ تو ایک طرح کی عبادت تھی جو کورس یعنی جمع کر کے خدا کی حمد وثنا کئے گئے اس کے ثواب اور برکت کو کوئی دنیا میں سمجھ سکتی ہے۔ قرآن کا اموختہ ہوا پھر چھوٹی چھوٹی کتابیں جس میں تمام تر مذاہب کی خوبیاں بھری تھیں لڑکے پڑھنے لگے۔ ایک دوسرے کو سنتا ہے بچپن سے کان میں باتیں آرہی ہیں۔ دماغ تیار ہو رہا ہے۔ مذہب کی حرمت اور اس کی اچھائی دل پر نقش ہو رہی ہے۔ رفتہ رفتہ کریما آغاز ہوئی جس کے اندر اخلاقی تعلیم از سرتا پا بھری ہوئی ہے۔ پھر ماقیماں سامنے آئی۔ جس کے اندر تمام تر روحانیات کی تعلیم ہے۔ پھر محمودنامہ آغاز ہوا جس میں رسالت کی بڑائی سامنے آئی۔ اب آمدنامہ اور قواعد کی تعلیم ہوئی۔ اب گلستاں بوستاں کی سیر کرائی گئی جو دنیا میں بہترین کتابیں ہیں۔ کس کس پہلو سے دین دنیا کی تعلیم اوس کے اندر ہے۔ کیا کیا عقلمندی کی باتیں اوس میں ہیں ان سب

باتوں پر پانی پھر گیا۔ اس لئے میری قوم ڈوبتی گئی امراء بیچارے
فیشن کے پابند نام پر مرنے والے جب ہر دنیا گھومی گھوم گئے
رداسم بدل گئے رخ پلٹا۔ مسلمان ان باتوں کا خمیازہ خوب اوٹھا رہے ہیں
روٗسار کی حالت خود بدل گئی۔ اون کے انداز خود بدلے ابتر
حال میں آگئے اجماعی قوت کم ہو گئی۔ خود حکیم صاحب کا خاندان
ادس حال میں نہیں رہا۔ حکیم صاحب نے اولادوں کا صدمہ
بہت اوٹھایا۔ طبیعت ہی بدل گئی۔ راقم نے اون کو بہت بوڑھا
دیکھا۔ جب اون کو طاقت نشست و برخاست کی کم تھی۔ تاہم وضع
داری میں فرق نہ تھا۔ بڑا دربار قائم رہا۔ حکیم صاحب مرتے دم
تک گھوڑا پر سوار ہوا کئے۔ آخر عمر میں وہ لودی کٹرہ کے مکان میں
بہت رہے۔ سلی میں لڑکوں کو چھوڑ دیا تھا۔ ہفتہ میں ایک دن
ران سواری پر جاتے تھے۔ صبح کو مطب کرتے فیس نہیں لیتے
تھے۔ غربا کا علاج مفت کرتے تھے۔ اور اچھا علاج کرتے
تھے۔ مخیر آدمی تھے۔ پرانی وضع کا لباس تھا۔ پرانی روش تھی
ادنہوں نے عمر بھر انگریزی انداز نہ اختیار کیا۔ نہ لڑکوں کا
ہونے دیا۔ بعض لڑکے انگریزی داں بھی تھے۔ اُن کی قرابت
داری قصبہ کسمیر علاقہ سون پور میں ہے۔ اور لودی کٹرہ کے
روٗسا کے یہاں قرابت داریاں ہیں۔ دیہاتوں میں قرابت داریاں
ہیں۔ انھوں نے اپنے لڑکے نہال میاں کے نام ایک
وثیقہ بھی کر دیا تھا۔ اور سارے اسٹیٹ کا مالک بنا کر بقیہ

اولاد کو ان کے سپرد کیا تھا۔ اونھوں نے اپنے وقت تک باپ کے مرضی کے مطابق صحیح یا غیر صحیح طور پر بہت کر دیکھایا ورثاان سے دبتے رہے۔ سب کی جبر گیری مثل مورث کے کرتے رہے۔ گو ورثا راضی نہ رہے۔ مورث اپنے خاندان کے ممبروں کے چلن اور مزاج سے واقف رہتا ہے۔ اسلئے اوس کی قواعد ورثا کو علی العموم پسند نہیں ہوا کرتی کسی خیراندیش مورث سے ورثا ہرگز خوش نہیں ہوتے۔ جو خیر اندیش ہوتا ہے دبا دیتا ہے۔ صحیح راہ چلنے کی ہدایت کرتا ہے۔ کمسن آزادی چاہتے ہیں۔ اور اگر آزادی دی گئی تو برباد ہو جاتے ہیں۔ اس لئے مورث کے دشمن رہتے ہیں۔ اور بد دعا کرتے ہیں جب خود اوسی جہت پر آجاتے ہیں۔ اون کا بھی وہی حشر ہوتا ہے۔ راقم نے بہتر سے نوجوانوں کو اوس زینہ پر آجاتے دیکھا۔ اور اون سے پوچھا میاں وہ گذشتہ ریمارک جو آپ اپنے مورثوں پر کیا کرتے تھے۔ وہ صحیح تھے۔ یا غلط تو اون جوانوں نے اس درجہ ندامت ظاہر کی کہ جس کا علاج کچھ نہ ہو سکا۔ وہ مواقعات جا چکے تھے۔ بے گناہ وہ اپنے سر لیکر اور خود خمیازہ بھگت گئے اوس زمانے کے نوجوان اس قدر آزاد نہ تھے جواب ہیں۔ یہ ترقی یافتہ زمانہ ہے۔ جو باپ کو ایک دوست کے حیثیت سے جانتا ہے۔ ول فادر ہیو یو سیمج کا وقت ہے۔ وہ وقت وہ تھا۔ کہ ایام جہالت فرمائے والدین

کے بغیر اجازت کوئی دروازہ کے باہر باوجود صاحب اولاد ہو نکلنے نہیں جا سکتا تھا۔ راقم نے دیکھا ہے۔ کہ کوئی اولاد جو صاحب اولاد بھی ہو چکی تھی۔ بلکہ در اولاد بھی موجود تھی۔ اپنے والدین کے سامنے عضبہ تک نہین کرتے تھے۔ تمام دنیا کے عیوب بھی کرتے تھے۔ مگر والدین سے پوشیدہ رکھتے تھے۔ والدین جانتے بھی رہے۔ مگر دونوں اس قدر کوشش کرتے کہ اولاد چاہتی رہی۔ کہ والدین کو خبر نہ ہو اور والدین اس قدر بچاتے تھے۔ کہ لڑکوں پر یہ راز نہ کھلے۔ کہ والدین واقف ہو گئے ہیں۔ راقم نے تازندگی اپنے باپ یا میاں کے سامنے حقہ استعمال نہ کیا۔ بلکہ اون کے ہم نشینوں کے سامنے بھی تا لعمر اون لوگوں کے احتیاط برتا گو والدین کو معلوم تھا۔ کہ میں حقہ پیتا ہوں۔ پان کھانا اور منہ لال کرکے بزرگوں کے سامنے جانا یا اون لوگوں کے مجمع میں ضرورت سے زیادہ گفتگو کرنا معیوب تھا آج کے ترقی یافتہ زمانے کو دیکھئے باپ سے بزردہ مانگا جاتا ہے اوس وقت کے جاہلیت کو ملاحظہ فرمائیے مجھے ایسا بھی دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے۔ کہ علما نے اپنے والدین سے قصور کی معافی کے بابت انکار کیا۔ اور معافی نہیں چاہی یہ موجودہ زمانے کا حال ہے۔ اور راقم خود والد کے مرنے

کے کچھ پیشتر دو گھنٹہ ہاتھ جوڑ کر کھڑا رہا۔ اور آنسوؤں سے روتا رہا اور معافی کا امیدوار اور مستدعی رہا اوس وقت راقم کی عمر پچاس سے اوپر تھی۔ اور راقم کے نانی۔ پوتے۔ بی بی بچے ملں۔ اور تمام اہل خاندان دھیں پر موجود تھے۔ راقم اون کی رضامندی کو اپنا وسیلہ نجات جانتا تھا۔ اس جہالت کے تعظیم کو ملاحظہ کیجئے۔ اور اب کے زمانے کی تربیت و تہذیب کو ملاحظہ فرمائے۔ بڑے سے بڑا اور چھوٹے سے چھوٹا آدمی اس کو پسند نہیں کرسکتا۔ اسے ترقی جانئے خواہ اوسے تنزلی جانئے اور جہالت کا وقت فرمائیے اس کا تصفیہ مذہبی کتابوں سے ہوسکتا ہے۔ میں نے اپنے والد ماجد کے زبانی چشم دید ایک نقل سنی ہے۔ وہ یہ ہے کہ راقم کے حقیقی چچا مولوی نورالحسن مرحوم کی شکایت اون کی اہلیہ نے مولوی شیر علی دادا مرحوم سے راقم کے کی۔ جب دادا مرحوم زنانے میں گئے اوس وقت اون کی لڑکیاں اور اون کی اولاد اور مولوی شیر علی مرحوم کی دوسری بی بی سب زنانے مکان میں موجود تھیں اور والد مرحوم اور چچا مرحوم اوس وقت ناشتہ کہا رہے تھے چچا مرحوم کے منھ کے اندر نصف جلیبی اٹکی تھی۔ اور نصف ہاتھ میں تھی۔ اوس وقت چچا مرحوم کی عمر ۲۵ برس سے زیادہ کی ہوچکی تھی۔ دادا مرحوم نے جاتے کے ساتھ ہی دو تابخے رسید کئے منھ سے جلیبی کا ٹکڑہ نکل پڑا اوسوقت تک اون پر اظہار قصور

بھی نہ کیا گیا۔ کہ وہ بد چلن ہو گئے ہیں۔ چچا مرحوم چپ بلا جواب
اٹھ کر باہر آ گئے۔ چند رے ندامت سے عورتوں میں جانا
چھوڑ دیا۔ اس کے سوا کوئی انتقام بے ساختگی کے مارکا
باپ سے نہ لیا۔ اور عمر بھر باپ کے تابعدار اور محبت دار رہے
اوس ایام جاہلیت کو مذہبًا تو بہترین زمانہ کہنا چاہیے ترقی یافتہ
لوگ جس عنوان سے چاہیں فتویٰ دے سکتے ہیں۔ وہ
سب بوسیدہ اور پرانی تعلیم کا اثر تھا۔ میں نے خود حکیم صاحب کے
بیٹے بکو میاں کو دیکھا۔ جن کی عمر چالیس کی ہوگی۔ اور وہ صاحب
اولاد تھے۔ میونسپل کمشنر بھی تھے۔ باپ سے تھر تھر کانپتے
رہے اور حالانکہ وہ جدا خانہ دار رہتے۔ اور اسی لودی کٹرہ کے
مکان میں رہتے تھے۔ یہیں مرے۔ اپنے ہم نشینوں کے
ساتھ انداز زندگی عیش کی گذار گئے اب تک لودی کٹرہ کا
مکان بھی قائم ہے۔ انھیں کے اولاد میں بھاری میاں تھے
جن کی قرابت داری بخاندان منشی سراج الدین مرحوم بخاندان ننھے صاحب
برادر پیارے صاحب کنکھیا ٹولہ میں تھی۔ دوسری اولاد محمد اسحاق
تھے جن کی تعلقات نواده اور بن صاحب کی سسرال دوم
کے خاندان سے ہیں بن صاحب کی دوسری شادی مولوی
وزیر الدین کے خاندان میں ہوئی۔ ان کے تعلقات نواده میں
ہیں۔ ان کے تعلقات بلیچھی درگاہ سے ہیں۔ ان لوگوں کے تعلقات
خاندان دیوان مولا بخش رسول پور والوں سے ہیں۔ محمد اسحاق

کی شادی کلو میاں کی بہن سے ہوئی ہے۔ کلو میاں کی شادی
اسلام پور میں بخاندان چودھری ظہور رضا صاحب ہوئی۔ چودھری ظہور
صاحب چودھری واحد علی کے بیٹے تھے۔ جو ایک دولت مند
مشہور و معروف خاندان سے ہے۔ اسلام پور اسٹیٹ مشہور جگہ
ہے چودھری واحد علی کی لائف قابل الذکر ہے۔ وہ اسلام پور
کے حال میں ملے گا۔ چودھری ظہور صاحب نے اپنی زندگی مذہبی
گذاری بہترین مخیر اور بڑی جابر زمیندار گذرے سیکڑوں بگہ کا
باغ لگایا۔ اس صوبہ بہار میں ان کی باغوں کے آم سے بہتر آم
کہیں نہیں ہے۔ اسی خاندان کے مقبول احمد خاں میں
جن کو پٹنہ سے تعلق تھا۔ ان لوگوں کی قرابت داریاں بہت
زیادہ ہیں۔ چودھری اکرام الدین اور ان کے بھائی سب ک
اسلام پور میں نام لیوا موجود ہیں۔ منشی سراج الدین کی لاش
صدر گلی میں مقتول حالت میں سڑک پر پائی گئی تھی۔ وہ
قاتل کا پتہ نہ لگا۔ وہ خون ہضم ہوگیا۔ حالانکہ وہ خون احباب
وقت کے ذریعہ سے بحالت رندی ہوا تھا۔ لاش کے پوسٹ
مارٹم کے وقت راقم موجود تھا۔ ان کے بیٹے جن کا نام میں
بھولتا ہوں بھگو مشہور تھا۔ مولوی نصیر حسن صاحب ... کے
داماد تھے۔ اور ایک داماد مولوی ابوالعاص بھتیجہ داماد
راقم کے تھے۔ ابوالعاص میاں کے داماد مولوی ...
احمد وکیل ولد مولوی نہال حسن ... محلہ نہال

حسن ولد مولوی علی حسین ساکن دیاوٗ بھی راقم کے پھوپھی زاد بھائی
تھے۔ منشی سراج الدین اور مولوی معیز الدین بازیت پور کے تھے۔
ان لوگوں کو تعلقات خاص خاندان شاہ رستم علی مرحوم سے تھا
شاہ رستم علی مولوی شیر علی دادا مرحوم کی چوتھی شادی سے
سسر تھے۔ رانی پور والی دادی جن کی چھ لڑکیاں تھیں
جن کے ورثا رانی پور والے اولاد مولوی شیر علی کہلاتے ہیں
سب کو تعلق خاندان شاہ رستم علی سے ہے۔ دوسرے لڑکے
نہال میاں حکیم صاحب کے تھے۔ وہی جانشین حکیم صاحب کے
ہے اونھوں نے بڑی آرام وعیش کی زندگی گذاری اچھی
زمینداری کر گئے۔ ان کی پہلی شادی رکابگنج پورہ میر ڈاکٹر
ولایت حسین ساکن دوندی بازار و شاہ صیف الدین عرف جمی
میاں ساکن رکابگنج پورہ کے بہن سے ہوئی تھی۔ اوس سے
ایک لڑکا وزیر مرحوم تھا۔ جو جوان ہوکر مرا اوس کے بعد بی بی
مریں نہال میاں کو لاکف بدلنا ہوا دلبستگی کی ضرورت ہوئی
کچھ تیتر کا شوق کیا۔ پھر دیہات میں شادی کر لی غالباً برالوں
یا نرلوان میں ہوئی۔ پھر اونھوں نے خاندان مولوی فضل الرحمن
ڈومری میں ایک شادی کر لی مولوی فضل الرحمن نے درزی
ٹولہ بانکی پور میں اپنی شادی کر لی تھی اوس شادی سے اولاد ذکور و لنات
تھی۔ دو لڑکیوں میں سے ایک نہال میاں سے بیاہی گئی دوسری
مبر جلال الدین کے بیٹے فرید میاں سے بیاہی گئی۔ نہال میاں

کے داماد سنان میاں ولد شاہ لال مرحوم ہیں۔ اور ایک داماد
قاضی افضل حسین ولد قاضی اجمل حسین خاں بہادر کے بیٹے ننھو
میاں ہیں۔ یہ سب لوگ صاحب جائداد اور رئیس زادے ہیں۔
میر جلال الدین کی لڑکی شاہ حبیب الحق صاحب کی ایک بی بی
تھیں۔ جو انتقال کر گئیں۔ اوس کا لڑکا نفیس تھا جو بعارضہ
کزاز مر گیا۔ حکیم صاحب کی ایک بی بی درزی ٹولہ محلہ بانکی پور
کی تھیں۔ اس محل سے حسینی میاں و شاہد میاں زندہ ہیں
ان لوگوں نے اپنی جوانی خود خراب کیا۔ گوشہ نشیں ہیں۔ آمدنی
سے گذران کرتے ہیں۔ ان لوگوں کی صحت بعض غفلت کی وجہ کر
خراب ہو گئی ہے۔ ان لوگوں کا شباب دیکھنے کے لائق تھا۔ ان
لوگوں نے عیش نہیں کیا۔ جس لتی گذران کر رہے ہیں۔ آمد
ورفت تمام کی بوجہ خرابی صحت و عدیم الفرصتی اپنی چھوڑ دیا۔ ان
لوگوں کی قرابت خاندان شاہ واجد حسین درگاہ شاہ ارزانی کے
یہاں ہیں۔ اور خاندان شاہ محمدن لودی کٹرہ کے یہاں تھی سبر
امیر جان لودی کٹرہ سے بھی تعلقات ہیں۔ بودا میاں برادر
شاہ حامد حسین صاحب سجادہ نشیں درگاہ شاہ ارزاں قدس سرہ
اس خاندان کے داماد ہیں۔ اون کے اولاد ہے۔ حسینی میاں کو
اولاد ہے۔ شاہد میاں کو اولاد ہے۔ شاہ واجد حسین کے بعض
اولاد بخاندان منشی طہارت حسین مفتی گنج بیاہی گئی ہے۔ منشی
طہارت حسین قاضی حامد رسول ساکن فرید پور کے خسر تھے۔ جو

ٹکاری میں رہتے تھے۔ اور حکیم قطب صاحب کے چچا تھے۔ اور حکیم قطب صاحب کے بھائی کی لڑکی سے محمد یحییٰ ولد قاضی حمید و بیاہی گئی ہیں۔ حمید و میاں راقم کے پھوپھی زاد بھائی ہیں۔ اور بشیر میاں ولد قاضی نعمت مرحوم ساکن خواجہ پورہ کے سسر ہیں۔ قاضی نعمت حمید و میاں کے حقیقی بھائی تھے۔ جو جناب میاں خان صاحب تکیہ شاہ کھسینا صاحب کے سجادہ نشین کے داماد تھے۔ بعض اولاد شاہ واجد حسین مذکور کی میاں خان کے لڑکے غفور خان سے بیاہی ہے۔ جو میونسپل کمشنر ہیں۔ میاں خان کا مکان لودی کٹرہ میں ہے اون کا لڑکا محمد نواب داروغہ ہیں۔ عطو ایک لڑکے میونسپلٹی میں انسپکٹر ہیں۔ اور عسکری خاں کے داماد ہیں۔ جو لال گنج کے رہنے والے ہیں یہ خاندان لال گنج کے قریب ایک دیہات میں ہے۔ جو مشہور خاندان ہے اسی خاندان کے رضا حسین دندان ساز تھے۔ اور مہدی خاں تھے۔ اس خاندان کے لوگ مظفرپور میں وکلا تھے۔ اور چند وارا میں رہتے تھے۔ متمول اور مشہور لوگ تھے۔ بعض اولاد شاہ واجد حسین کی بخاندان داروغہ پیر علی شاہ گنج میں بیاہی ہے۔ داروغہ پیر علی کا خاندان متمول مشہور تھا۔ اون کے بیٹے جنت تھے۔ اون کے بھانجے ابتک اس خاندان مین زندہ ہیں۔ اسی خاندان میں حمید میاں نگرنہسہ ولد مولوی وحید الحق کی قرابت داریاں ہیں۔ خود شاہ واجد حسین نے

چند شادیاں کرلیں تھیں۔ اور کثیر الاولاد آدمی ہیں۔ ایک شادی ننھے میاں کی لڑکی سے کیا تھا۔ ننھے میاں امیرجان میاں کے سالے تھے۔ ان لوگوں کا مکان صدر گلی میں تھا ننھے میاں داروغہ پیر علی کے داماد تھے۔ ننھے کے بھائی آغا میاں تھے۔ ان لوگوں کی مالی حالت اچھی تھی۔ مکانات تھے تجارت تھی۔ سب کو ان لوگوں نے اپنے وقت میں ضائع کیا۔ اب مالی حالت ان لوگوں کی خراب ہے۔ امیرجان میاں مغل پورہ کے رہنے والے ہیں۔ ان کی برادری عالم گنج میں ہنوز ہے ان کے حقیقی چچیرے بھائی زندہ ہیں۔ جو زردوزی کرتے ہیں۔ ان کا مکان زنانے ہسپتال کے قریب ہے۔ میر عمر دراز رئیس کے یہاں ملتوں رہے بعد مرنے اون کے اس محلہ میں آکر رہے۔ اور بہونی بیگم اون کی بی بی کے ذریعہ سے جائداد و زمین ہاتھ آئی۔ یہ سب میر عمر دراز کی زمین تھی۔ امیرجان کا اچھا اقبال تھا۔ آخر عمر میں ان کو تکلیف ہوئی بوڑھے ہوگئے گھر میں سوانگ کم ہوگئے۔ لاولد تھے۔ سارے موتے لڑکوں کو پالا غا بد حسین ایک لڑکا کاریزدازی کرنے لگا [illegible] نے اچھا کمایا۔ خود ان کے یہاں کاریگر واقف ہے۔ مگر [illegible] میں نباہ نہیں رہتی اور اس لڑکے نے آخری [illegible] مال تین داموں آیا اونھیں داموں لیا۔ اس طرح [illegible] تلف ہوگیں۔ جو کچھ مال تھا۔ بے برکتی سے ضائع [illegible]

آگیا۔ اور آخری وقت سب کا بر آگذرا ایک لڑکا عابد حسین گاگمسن
جمال پور میں تعلیم پاکر نکلا ہے۔ شائد دن چلئے دراصل نیک
نیتی بہتر سی چیز ہے۔ جو دین و دنیا میں فائدہ دہندہ ہے۔ مجو
ایک لڑکا اس خاندان کا زندہ ہے۔ جو زردوزی کرتے ہیں
اور مولود خوانی کر لیتے ہیں۔ اور مفصل حال لودی کڑھ میں
ملیگا۔ شاہ واجد حسین کے والد کلن شاہ تھے جو گدی پر
بھی بعد واتا نجف شاہ کے بیٹھے تھے۔ اور چند ہی روز میں
استقال ہوا۔ بہت بوڑھے آدمی تھے۔ واتا نجف شاہ بہت
عمدہ آدمی تھے۔ اور نانا قدس سرہٗ سے بہت ربط رہا اس
خاندان سے راقم کے خاندان سے خاندانی ربط قائم رہا ہے
اور کبھی رنجش نہ ہوئی۔ حکیم محمد امیر کے خاندان سے اج تک ہر ہر
لڑکوں سے ربط رہا۔ آج تک کوئی رنجش نہ ہوئی۔ اگر ہمر
لڑکے کو ابتدائی تعلیم کا اثر اب تک ہے اور پرانی باتوں کو جنہوں
نے دیکھا ہے۔ سنائے ہیں۔ منال میاں نے ایک شادی
مظفر پور میں بخاندان نواب محمد تقی خاں صاحب کر لیا تھا۔ نواب
صاحب بہت مشہور آدمی گذرے اور بہت بوڑھے ہو کر مرے
یہ کثیر الاولاد اور کثیر المحل آدمی تھے۔ ان لوگوں کے تعلقات
اس شہر میں خاندان گذری سے بھی ہیں۔ اسی خاندان کے
آدمی جج صاحب کے ماما امیر صاحب تھے۔ اسی خاندان
کے آدمی وزیر صاحب۔ بہاری صاحب گیا کے خالو تھے۔ جو گیا

میں بہت نامور اور حکام رس آدمی گذرے ۔ اسی خاندان کے آدمی قاضی محمود
صاحب تھے ۔ جو مظفر پور میں ممتاز لوگوں میں تھے ۔ انھیں کے خاندان کے محمد
تقی ایک لڑکے تھے ۔ جو گذری پر بہت آیا کرتے تھے ۔ ان صاحبزادہ کو نوجوانوں
نے دیکھا ہوگا ۔ جن صاحب خوب واقف ہیں ۔ قاضی محمود صاحب کے خاندان کے
مرزا خادم حسین تھے ۔ جو مظفر پور میں ممتاز نوجوانوں میں گنے جاتے تھے اس
خاندان کے لڑکے نظیر مرزا صاحب زندہ ہیں ۔ اسی خاندان سے تعلق
مرزا عباس حسین کو تھا ۔ علی نواب صاحب کی اولادیں عباس حسین کے
خاندان میں بیاہی ہیں ۔ خود علی نواب صاحب کی سسرال بھی اسی خاندان میں
تھی ۔ سلطان حسین اسی خاندان کے لڑکے تھے ۔ یہ کسمہ کا خاندان بولا جاتا ہے
پورا محلہ کا محلہ آباد ہے ۔ بڑی دور تک حلقہ ہے پچاسوں کوٹھیاں جداجدا
ہر ہر آدمی کی تھی ۔ مولوی شیر علی دادا مرحوم جب مظفر پور میں سررشتہ دار افیون
تھے عباس حسین کے مکان کے بغل میں اور خاص مظفر پور و اطراف مظفر پور میں بہتر سے
مکانات بنائے ہوئے تھے ۔ اور جائدادیں خریدی تھیں ۔ سید [illegible] کے مسجد کے
قریب مولوی شیر علی کا مکان مردانہ و زنانہ ہنوز ورثا کے قبضہ میں ہے ۔ اسی
جگہ پر علی مرزا مختار کا مکان تھا ۔ یہ شیعہ مذہب کے بہت مشہور مختار گذرے
ہیں ۔ یہیں پر پیاری نواب صاحب ولد آغا حیدر علی ساکن لودی کٹرہ [illegible]
بہن بیاہی ہوئی تھیں ۔ یہیں پر باقر حسین رئیس کا مکان تھا ۔ اسی محلہ میں
بیسا لکھی لال متمول مہاجن کا مکان تھا ۔ اسی محلہ میں مشہور آپ [illegible]
بھاری مہاجن تھے ۔ یہیں پر امام الدین خاں کا مکان تھا ۔ اسی [illegible]
مشاعول صاحب مودی نے بڑا گدام بنایا تھا ۔ اسی جگہ بہت مشہور

ہو گئے تھے۔ یہ لوگ نامی گرامی لوگ مظفرپور میں گذرے دادا مرحوم کے مکان مردانے میں مولوی نظیر احمد وکیل حسینا ہیں۔ زنانہ مکان اب تک راقم کے نام سے ہے۔ جس میں کسی طرح پر خاں بہادر مولوی نور صاحب بہادر کے لڑکے رہتے ہیں۔ اس مکان میں راقم کے بھائی کی بی بی رہتی تھیں۔ مظفرپور بھی ۴۰ برس پیشتر ایک متمول اور بہت آباد شہر تھا ہندو مسلمان دونوں مرفہ حال مالا مال تھے۔ یہاں کی میونسپلٹی تمام میونسپلیٹیوں سے زیادہ صاف و بہتر تھی۔ سڑکیں ٹرانگٹ کی بہت صاف ستھری شہر بھر میں صفائی بہت تھی یہ کچھ عجب دلچسپ جگہ تھی۔ اوس وقت مولوی عبدالحئی ولد قاضی رمضان علی ساکن چھپرہ ایک جابر آدمی میونسپل سکریٹری تھے۔ اور شخصی اختیار تھا۔ جس طرح پر چاہا حکومت کر کے خلق اللہ کو بہتر سی جگہ بنا کر دکھا گئے۔ جب سے الکشن کا قاعدہ ہوا۔ وہ جدا ہو گئے۔ اور اپنے افسران یعنی میونسپل کمشنروں کی حکومت کو برداشت نکر سکے۔ ورجسٹرار ہو کر پٹنہ چلے آئے۔ اون کے بعد چندے مولوی جواد حسین ولد میر ہدایت حسین ساکن حاجی پور مقرر ہوئے۔ یہ چند روز رہکر وکیل ہو گئے۔ اور ملازمت چھوڑ دیا۔ پھر وہ انتظام قائم نہ رہ سکا افسران تو بہت ہو گئے مگر کام تمام کا خراب ہوا کلکٹر چیرمین جب تک ہوا کئے تمام کے انتظامات ٹھیک رہے۔ جب سے ہندوستانی لوگوں کے ہاتھ میں انتظامات آئے خودغرضیاں بھریں کوئی اپنی سڑک بنوا رہا ہے۔ کوئی ٹھیکہ میں شریکدار ہو رہا ہے۔ کوئی اعزا کو نوکر رکھوا رہا ہے۔ کمیٹیوں میں لڑائی دنگا فساد ہو رہا ہے۔ پارٹی

مقرر ہو رہی ہے۔ رفتہ رفتہ ہندو مسلمان کا سوال درپیش ہو گیا۔ سفاکی کی
سلطنت ہو گئی۔ تین برس کی زندگی اوس پر یہ اودھم مچا ہوا ہے۔ جو پیش
نظر ہے۔ اوس پر سوراج کی خواہش ہے۔ اور ملک چلانے کا دعویٰ ہے
ذرہ ۱۸۸۲ء کے لوکل سلف گورنمنٹ قانون کو پڑھا جائے۔ کتنے
اختیارات عطیہ موجود تھے۔ اوس سے زیادہ کا تو مطالبہ بھی نہیں ہے
وہ نمونہ کب درست اوترا اور کون سی صلاحیت ثابت کی گئی۔ کس حاکم کو
اندرونی حالات کی خبر نہیں ہے۔ ڈسٹرکٹ بورڈ اور میونسپلٹی مین کس قدر
فرقہ بندی ہو گئی۔ کس قدر تعصب بڑھتا جاتا ہے۔ کس قدر خود غرضیاں
بھری ہیں کس قدر قوم پرستیاں ہیں ذرا پہلا دفتر دیکھا جائے اور اب کا
حال ملاحظہ ہو کہ ملازم اور ٹھیکہ دار ہندو ہیں۔ اور کتنے مسلمان ہیں
کہاں کہاں کتنے ہندو میونسپل کمشنر ہیں۔ اور کتنے مسلمان اب ہیں اور
پہلے کیا نمبر تھا ما الکشن ہیں تعصب۔ افسریت میں تعصب۔ ملازمت میں
تعصب۔ قومیت میں خود غرضی۔ مذہبیت میں لاپروائی۔ انصاف کا
خون اور پھر آزادیٔ خیال کا دعویٰ اور ملک چلانیکی خواہش کہاں کہاں
کتنے چیرمین ہو۔ وائس چیرمین ہیں۔ اور اب کیا رنگ ہے۔ راقم خود
زندہ ہے۔ جو ہندو بھائیوں کے ووٹ سے برابر برابر الکشن میں کامیاب
ہوتا گیا۔ اور کبھی ناکامیاب نہ ہوا۔ جب کہ راقم نے دیکھا کہ مجھے اپنی ہی
گروہ سے برابر مخالفت پیدا ہوتی ہے۔ اور خود غرضیوں کے وجہ سے مجھے
اپنی قوم سے اختلاف پیدا ہونے کا خوف ہوا میں نے اس راہ ہی کو
ترک کر دیا خود غرضی کا خون ہی کر ڈالا۔ جھگڑوں کی جڑیں کاٹ دی

اور بالکل کنارہ کش ہو گیا۔ حالانکہ خود ووٹر ہر چیز میں ہوں مگر اس میں جانا۔ اور ووٹ دینا بھی نہیں چاہتا۔ ایمان داری کا ووٹ لینا اور دینا دونوں دشوار ہے۔ میری وسعت مالی اور میری طرز معاشرت اور عیال داری اجازت نہیں دیتی۔ کہ ان چیزوں کے حصول کیلئے آبائی جائداد کو خراب کروں روپیہ جدا صرف ہوں خوشامد میں جدا کروں۔ عزت کے اور ایمان کے خلاف جدا کام کروں۔ ہر بات سے علیحدہ رہنا ہی اچھا جانا۔ چنانچہ کسی وضع کی وعظ و کمیٹی میں شرکت کو برا جانتا ہوں۔ اور علیحدہ رہتا ہوں حکاموں کی ملاقات بھی چھوڑ دیا۔ ورنہ اب تک میں نواب کا خطاب حاصل کر لینا جیسے جیسے مواقعات مجھے ملا کئے میں سرکاری طور پر کونسلوں کا ممبر ہوا رہتا۔ مگر انگریزوں سے ملنا بھی چھوڑ دیا۔ اور خیر اندیشوں کی کمی ہو گئی۔ ہم سے حکام ناواقف ہو گئے میں گمناموں میں رہ گیا۔ خطاب کیا میرے کارنامے کتابوں اور کاغذوں میں داخل دفتر ہو گئے۔ میرے سامنے لوگ ابھر آئے۔ اور ناسور ہو گئے۔ اور کتنے ختم بھی ہو گئے کتنے ابھر کر بڑھے اور برباد و بدنام ہو گئے۔ معزز ہوئے اور محقر ہو گئے۔ میں نے ایک سطح پر رہنے کو مرجح جانا۔ الحمد للہ اب تک ایک حال پر ہوں نہ بہت بڑھا نہ گھٹا سنہ ۱۸۸۴ء کے قانونی اختیارات کتاب میں اور ہیں جو خود برتا گیا اور قوم نے اوسے جو مطلب کرایا وہ بھی دیکھتا آیا۔ کتنے قاعدے بدلے رفتہ رفتہ سب بات بدل گئی۔ صرف اختلاف کے درخت اوگے اور اب شاداب ہو گئے۔ اور بڑے بڑے مزے اور تاثیر دکھا رہے ہیں اب جان و عزت کا سامنا ہے۔ خدا اپنے بندوں پر اپنا رحم کرے

الغرض مظفرپور سے بااختیار خودمختار لوگوں نے بھی دنیا کا رخ بدلا ہوا دیکھا
اون لوگوں نے دوسرا دوسرالائن اختیار کرلیا۔ وہ وقت واسلی صاحب
کلکٹر کا تھا۔ وہ کمشنر ہوکر پٹنہ آگئے۔ اپنے ملاقاتیوں کو پٹنہ بلا لئے
وہ یہیں انتقال کرگئے۔ اور گرجہ پر مدفون ہوئے۔ جواد حسین حاجی پور
میں وکالت کرنے لگے منشی حسن رضا رشتہ دار جج کے بہنوی تھے منشی
محمد امیر مرحوم کے بھانجی داماد تھے۔ اور قاسم میاں رجسٹرار کے سار ہو
تھے۔ اون کے لڑکے محمد نور اور مولوی شکور اونریری مجسٹریٹ ہنوز زندہ
ہیں۔ اور حاجی پور میں ہیں۔ اوس وقت اونیل سید محمد خاں بہادر جو ڈھاکہ
کے معزز خاندان کے آدمی تھے۔ اور سید محمد آزاد ڈھاکہ کے بھائی تھے
مظفرپور میں رجسٹرار تھے۔ پھر ترقی کرتے رجسٹری کے انسپکٹر جنرل
ہوگئے۔ نواب کا خطاب ملا۔ یہ ڈپٹی عبداللطیف خاں بہادر کلکٹر کے
داماد تھے۔ ڈپٹی عبداللطیف خاں کے بیٹے مسٹر ابوالفضل چھوٹی عدالت
کلکتہ میں جج تھے۔ مولوی ابوالخیر دوسرے لڑکے پٹنہ میں ڈپٹی تھے
حسین اور خوش وضع آدمی گذرے۔ ایک بیٹے مولوی حفیظ تھے جو
میں رجسٹرار تھے۔ مولوی سید محمد کے لڑکے اشرف الدین رئیس بنگال
میں ہنوز ڈپٹی ہیں۔ اور مہدی حسن دوسرے لڑکے کہاں ہیں
نہیں۔ یہ سارا خاندان ہندوستانی طرز و انداز کا تھا۔ اور کبھی انگریز
وش نہ رہے گو مذہبی پابندی نہ رہی مگر مسلمان کے
اور گھر بھر سربرآوردہ تھا۔ ڈپٹی عبداللطیف کو کلکتہ
جسے چاہا خطاب دلوایا اون کا بڑا اعزاز تھا۔ کلکتہ میں اون

ہستی تھی ایک ان کی اور ایک نواب امیر حسن خاں سی۔ آئی۔ ساکن بھاگلپور
ولد مولوی امداد علی خاں صدر اعلیٰ تھے۔ یہ صوبہ بہار کے لوگوں کیلئے
اور وہ بنگال کیلئے ذخیرہ معلومات تھے۔ ہر ایک سرکاری ضرورت کے
وقت ان دونوں سے ضرور دریافت کیا جاتا تھا۔ نواب امیر حسن خاں کے
بیٹے نواب زادہ ڈپٹی اقبال حسین ہیں۔ جو ہو بہو باپ جیسی طبیعت کے آدمی
ہیں۔ نواب صاحب کی شادی بہار مرداد میں ہوئی تھی۔ اون کے داماد
ڈپٹی علی مظہر ہیں۔ اور ساری قرابت بہار و باڑہ میں ہے اور بھاگلپور میں
ہے۔ اوس وقت مظفر پور میں نواب سلیم اللہ ڈھاکہ گھر سے ناراض ہو کر ڈپٹی
مجسٹریٹ تھے۔ اور مولوی علی حسن بہار مرداد بھی ڈپٹی تھے۔ یہ سب راقم
کے بھائی سید شمس الحسن مرحوم کی سسرال باغ و بنگلے میں بمحلہ چند وارا رہتے تھے
مظفر پور کا وقت عروج کا تھا۔ دولت مند لوگ زندہ تھے۔ جدھر دیکھیے گلزار
ہر کی زندگی باغ و بہار تھی۔ کمل شاہ مجذوب فقیر کا زمانہ تھا۔ کتنے
لوگوں نے اون کی دعا کی برکت سے دینی دنیاوی فائدہ اوٹھایا۔
جو چشم دید تھا۔ یہ بالکل خلاف شرع ہے۔ خدا کا بھید خدا جانے کیا راز
و نیاز ہے۔ بہت باخبر تھے جو منھ سے نکلتا تھا۔ وہ وقوع میں آتا تھا
اون کے دو چیلے تیار ہو گئے تھے۔ ایک منشی فرحت حسین امین تھے
دوسرے اسمتھوا کے شاہ محمد حیات صاحب تھے۔ فرحت حسین تو دھیں
مرے شاہ محمد حیات صاحب نواب سلیم اللہ ڈھاکہ کے پیر تھے۔ انھیں کے وقت
سے اسمتھوا میں خانقاہ و جائداد ہو گئی ہے۔ کمل شاہ کے بعد سے
مظفر پور پر زوال آیا۔ وہ بات نہ رہی ہندو مسلمان کے سب

بڑے بڑے گھر تباہ و برباد ہو گئے۔ مظفر پور میں بدکاریاں بہت ہوئیں
اور رنڈیاں بہت بنی اور بگڑیں۔ کوئی دولت پیدا کر کے مستقل دولتمند
نہیں۔ اوٹ لاہا کوٹ کھایا۔ سب کا گھر تباہ و ویران ہو گیا۔ بی باندی کا گھر
پرانا اور مشہور اور دولت مند تھا۔ اون کی لڑکی حسنی کی مسی لگائی میں
اوس وقت تیس ہزار روپیہ خرچ ہوا تھا۔ یہ گھر تخت و تاراج ہوا قمرن ان کی
نتنی بہت برباد ہوئی۔ لسی پولس سب انسپکٹر کے قبضہ میں رہیں۔ مریں
یا زندہ ہیں خبر نہیں ہے۔ مکان بک گیا کلب بن گیا۔ مولوی احمد حسین وکیل
نے خرید کیا۔ احمد حسین وکیل بھی لاولد مرے۔ اون کے ورثا ہیں مولوی
عبد اللہ کا گھر سیدانی کے مسجد کے پاس تھا۔ مولوی عبد العزیز اون کی
خاندان کے آدمی تھے اونھوں نے آباد رکھا۔ پھر حافظ رحمت اللہ ہوئے
اونھوں نے مدرسہ کھولدیا۔ وہ ہنوز قائم ہے۔ اونھوں نے اپنا نام چھوڑا
ہے۔ اور قومی کام کر گئے۔ اون کے ورثا ہیں۔ اسی خاندان کے مولوی
ولی اللہ مختار گیا تھے۔ جو کاکو او محسن پور سے تعلق رکھتے تھے۔ انھیں
کے بیٹے مسٹر نور اللہ شاہ تھے۔ جو جوان ہی ہو کر مرے۔ سید حسن
محسن پور ان کی قرابت دار ہیں۔ مرزا وزیر حسن ساکن حال محلہ حمام مظفر پور
کے ہیں۔ اچھا گھر تھا۔ بڑا عیش انہوں نے پٹنہ میں کیا ہے۔ مالی حالت
بہت خراب ہو گئی۔ نہو چودہری کا گھر بڑا گھر تھا۔ اس اس طور پر جان و مال
عزت سب پر زوال آیا۔ جو لکھنے کے لائق نہیں۔ رام انوگرہ ان کے لڑکے
کی بیماری میں پچاسوں ہزار روپیہ خیرات کیا گیا تھا۔ اور جو ہٹہ پر جو بڑا
کرہ ہے۔ جس میں مارواری لوگوں کی دوکان ہے۔ اور منشی ماڑواری آدر

جانکی داس کی دوکان ہے۔ سب اُنھیں کا تھا۔ سرنا گنج میں بڑا بھاری مکان تھا۔ اب اوسی مکان میں اسکول ہے۔ سب نیلام ہو گیا۔ یہاں کا مکان دربھنگہ کے کسی مہاجن نے خریدا ہے۔ یہ خاندان تخت وتاراج ہو گیا ورثاہیں۔ مہیشر بابو کا خاندان بڑا ہے۔ بلدیو بابو کا خاندان متمول تھا۔ میلاد وغیرہ ہوتا تھا۔ سب خاندان بدحالی اثر آگرآئے۔ مولوی شفیع داودی کا اقبال بڑا تھا۔ خوب کماتے تھے۔ بڑا بھاری مکان بنا ہوا ہے۔ مولوی اختر حسین وکیل کا بڑا نام تھا۔ منشی نورالحسن مختار نے خوب کمایا۔ مولوی محمد خاں مختار نے خوب کمایا۔ بابو رام سرن لال نے بڑا نام پیدا کیا۔ بکلبڑا کے تھے۔ اور خانقاہ منگل تالاب کے بڑے معتقد تھے۔ اور مددگار تھے ان کے یہاں مولوی علی جان سرپہ خانقاہ مذکور ملازم تھے۔ لڑکوں کو پڑھاتے تھے۔ وہ عجیب نیک آدمی تھے۔ نوجوانوں نے ان کو دیکھا ہوگا یہ سنسکرت بھی جانتے تھے۔ بالکل بلہ آدمی تھے۔ مگر اچھی قابلیت تھی۔ ان کے بھائی محمد جان پولس میں ملازم تھے۔ یہ لوگ بہار عماد پورہ کے آدمی تھے۔ ورثاہیں۔ نواب صاحب کسمرہ والے نواب بولے جاتے تھے۔ کوئی نام نہیں لیتا تھا۔ اس خاندان میں وافر نواب موجود تھے۔ نواب صاحب سفر حج میں راقم کے ہم سفر رہے۔ اور نانا قدس سرہٗ کے بہت معتقد تھے۔ باوجود سخت شیعہ مذہب ہونیکے۔ نانا قدس سرہٗ کے پیچھے پٹنہ میں بھی نماز مغرب اکثر ادا کیا۔ اور اپنے طریقہ پر ارکان ادا کیا۔ سفر حج میں اون کے بیٹے ٹہنو صاحب ساتھ تھے۔ ٹہنو صاحب سے مولوی فضل امام خاں بہادر سے قرابت داریاں تھیں۔ ٹہنو صاحب کے لڑکے بھی تھے

میر نواب جان صاحب شائد تھے۔ ایک اور نواب جان صاحب اس خاندان
کے داماد بھی تھے۔ ایک بیٹا نواب کے عمدو جان صاحب تھے ایک
لڑکے علی نواب صاحب ہنوز زندہ ہیں۔ جو مسجد و امام باڑہ کے متولی
ہیں۔ اور بہت حکام رس اور نامور ہیں۔ اون کے بیٹے احمد نواب
ڈپٹی ہیں۔ وارث نواب بھی انھیں کے بیٹے ہیں۔ جو رجسٹرار ہیں
اور لڑکے بھی جن کے تعلقات سنگی دالان والوں سے ہیں اور کیا
میں بڑے صاحب اور منجھلے صاحب حکیم کے خاندان سے ہیں۔ احمد نواب
صاحب اپنے چچا محمد نواب کے داماد ہیں۔ محمد نواب بہت عمدہ آدمی گذرے
ہیں۔ ان کو کیمیا کا بہت شوق تھا۔ حالانکہ وافر دولت چھوڑ کر مرے
اس شوق میں بہتیرا روپیہ ضائع ہوا مگر کسر باقی رہ گئی۔ ہر کیمیا گر گویا ایک
تاؤ کی کسر رہجاتی ہے۔ سینکڑوں روپیہ اس شوق میں برباد ہوئے
اور سادھوں کے دھوکے میں آگئے۔ مگر کسی کو نہ آنا تھا۔ نہ آیا
اسی خانداں میں حامد حسین صاحب تھے۔ لڈن صاحب تھے بہترین
آدمی تھے۔ اور کتنوں کا نام بھی یاد نہیں رہا۔ راقم اون لوگوں کا نام
لکھ رہا ہے۔ جن سے بنہایت ربط رہا کیا ہے۔ چونکہ راقم کے بھائی
کی شادی مظفر پور میں ہوئی تھی۔ اس لئے راقم جاکر مہینوں رہتا تھا
اور دادا مولوی شیر علی کا نام اب تک روشن ہے۔ اس لئے لوگ
اوسی انداز سے ملا کئے۔ اس لئے اس قدر واقفیت کا موقع حاصل ہوا
مفصل سب کا حال جدا اگر ہوسکا لکھوں گا۔ اوسی خاندان کسمرہ سے
تعلق ڈاکٹر مبارک نیورہ کو بھی سسرالی ہے۔ اور حسن نواب مرحوم

حکیم کاظم حسین کے بھانجے تھے۔ اون کی سسرال بھی اوسی خاندان میں تھی۔ اور نظیر میاں نول گولہ کی سسرال حسن نواب کے یہاں تھی اور امیر مرزا مرحوم کے لڑکے امیر حسن مرحوم کی بھی سسرال حسن نواب ہی کے یہاں تھی۔ ایک گھر سے خدا جانے کتنے نواب تیار ہو گئے۔ کوئی نواب خطاب یافتہ نہیں ہے۔ سب نام کے نواب ہیں۔ لوگ تو تعلیم یافتہ ہوتے گئے۔ پرانے لوگ سب پڑھے لکھے تھے۔ مگر مظفر پور کی صحبت بہت آوارہ منش تھی۔ یہاں کوئی متقی کا پیدا ہونا آسان بات نہیں تھی۔ تمام کرہ بھر چانڈو خانہ اور افیون خانہ ہو گیا۔ مخدرات کا استعمال تو آدمی کو بیکار کر دیتا ہے۔ بلکہ رفتہ رفتہ دولت برباد ہو گئی۔ اقتدار جاتا رہا۔ ورنہ اس خاندان میں اس قدر وافر دولت اور آدمی تھے۔ اگر سب لوگ ذی عمدہ ہوتے آزادی شعوری سے زندگی بسر کرتے تو مسلمانوں کے لئے ایک چھوٹا لکھنو ہو جاتا۔ خاندان بھر برباد ہو گیا۔ ہندو مسلمان بہت کم لوگ نامور اور دولت مند وہاں ہیں۔ علی نواب صاحب کا دم غنیمت ہے۔ عزت و آبرو سے پرانے چال کے ساتھ نباہ رہے ہیں۔ لڑکے سب بھی اچھے ہیں۔ ورنہ اب کے نوجوان والدین ہی کی قدر کب کرتے ہیں۔ جو باپ کے ملنے والوں کی قدر کر سکیں۔ وہ تو ایام جاہلیت کے تربیت کا فیضان تھا۔ اب بجلی کی ترقی کا زمانہ ہے۔ دور دور کی باتیں سوجھتی ہیں۔ مولوی شیر علی دادا کی مزار سرنا گنج میں مخدوم صاحب کے پائتانہ ہے۔ سیکڑوں درشا زندہ ہیں۔ ان کا فاتحہ بھی ہوتے نہ دیکھا۔ اور فاتحہ کا حصہ بھی کبھی

نہیں کمایا۔ والد ماجد ایک روپیہ چار آنہ کی کباب روٹی پر ان کی ازواج
کا نام دیتے رہے۔ راقم نے ان مدوں کیلئے اپنی جائداد کا چہارم
حصہ وقف کر دیا ہے۔ جس کی آمدنی سے میرا اور میرے اقربایان قریب تر
اور خصوصاً اون لوگوں کا نیاز ہوا کرے جن کی کمائی تھی۔ اور جن کی
بدولت میں نے عمر بھر عیش و آرام کیا ہے۔ اوس کا انتظام بھی
صرف اولاد ہی کے ہاتھ میں نہیں دیا۔ بلکہ قوم کو اوس کے جانچ پڑتال
کا حق دیا ہے۔ اور وثیقہ صدقہ رجسٹری کر دیا ہے۔ مولوی شیر علی کا
مزار بے مرمت ہو رہا ہے۔ کسی ورثا کو مرمت کرتے نہ دیکھا مرنے
کے بعد اقربا ایسے بے تعلق ہو جاتے ہیں۔ اور زندہ لوگ اقربا پہ جان
دیتے رہتے ہیں۔ بہیترے وارث کو اس کی بھی خبر نہیں ہے۔ کہ مولوی
شیر علی کون تھے۔ کہاں مرے کہاں گڑے۔ اکثر اہل خاندان رہوا
درگاہ میں مدفون ہیں۔ مولوی شیر علی کے ورثا سو سے زیادہ اس وقت
بھی ہیں۔ اور سب انھیں کے بدولت نواب بنے ہوئے ہیں۔ مگر کوئی
نواب رسائی بھی نہیں کرتا۔ ایسا ہی ہر خاندان کا حال ہے۔

ع۲ شاہ غلام حسین صاحب کی خانقاہ سملی میں پرانی
جگہ ہے۔ ان کے بیٹے شاہ علی حسین صاحب تھے۔ اون کے بیٹے
شاہ فدا حسین صاحب ہیں۔ جو ہنوز زندہ ہیں۔ اس خاندان کے زیادہ مرید
بنگالے۔ رنگون۔ دھنبا۔ کولیری میں ہیں۔ یہ لوگ برابر سفر کیا کرتے
تھے۔ اور مرید آباد جاتے اور جو کچھ نذر وغیرہ ملتی اوسی سے اوقات
گذاری کرتے رہے۔ یہ لوگ متوکل لوگ تھے۔ اور اب تک اس خاندان

میں توکل بہت ہے۔ یہ لوگ سب بہت دبلے اور لانبے قد کے ہوا کرتے۔ مگر سب کے سب نیک دل اور لوٹی ہوئی طبیعت کے لوگ پائے گئے۔ چونکہ مالی ترقی ضرورت سے زیادہ نہ ہوئی۔ اس لئے ان لوگوں میں عجب شان شیخی کا مادہ پایا نہ گیا۔ سادنی وضع کے لوگ تھے۔ ابوالعلائیہ طریقہ ہے۔ ان لوگوں کو تعلقات روحانی حضرت منعم صاحب سے ہے۔ ان کی خانقاہ میں ایک مسجد مختصر سی اور گذران اوقات مکان ہے۔ اور مختصر اوقات گذارتے ہیں۔ شاہ فداحسین بہت کمسن تھے۔ جب کہ ان کی والد نے قضا کیا۔ ان کے والد کے مریدوں نے اس گھر کو سنبھالا اور خود شاہ فداحسین بہت نیک دل آدمی ہیں۔ انھوں نے عربی۔ فارسی حاصل کیا۔ عالم تو نہیں ہیں۔ مگر جاہل نہیں ہیں۔ اور کاسب آدمی ہیں۔ اس گھر میں نیکی طبعیت ہر کس میں تھی۔ شر و فساد زیادہ نہیں ہے۔ شاہ فداحسین کی سسرال لوادہ میں ہے ان کی تعلقات برادری امیر بھیا بخانہ ان شاہ ظفیر ولد شاہ محمد نور بھی ہے۔ شاہ ظفیر مذکور راقم کے چھوٹے بیٹے سید نظر الحسن کے حقیقی ممیا سسر ہیں۔ اور لوادہ کے وجہ کر راقم کے بڑے بیٹے سید نجم الحسن کے بھی سسرالی قرابت دار ہیں اور حکیم نجو صاحب کی بھی سسرال لوادہ میں ہے۔ اس لئے ان سے بھی سسرالی برادری ہے۔ اور اکثر لودی کٹرہ کے خاندان سے قرابت داریاں ہیں۔ آمد و رفت ہے۔ خانقاہ عمادیہ منگل تالاب سے اس خاندان کی آمد و رفت برابر رہی۔ اور اچھی برتاؤ رہی۔ اس

خانقاہ سے اور خانقاہوں کی طرح چشتیک والی کیفیت نہیں ہے۔
یہ سادے لوگ تھے۔ ہر جگہ ان لوگوں کی آمد و رفت برابر دیکھا
ان لوگوں میں زیادہ اخلاق نمائشی نہ دیکھا۔ جیسے بہتلو کا اخلاق
کہتے ہیں۔ نہ بڑے لوگوں کی زیادہ آمد و رفت رہی۔ غریب لوگ کے ساتھ
ہیں۔ غریب کی مدارات ہوتے ہیں۔ بقدر وسعت مالی سب کا سب صاف اخلاق
ہے۔ نہ بہت دیکھاوا ہے۔ نہ زیادہ کھاؤ کھاؤ ہے۔ سب لوگ
روزہ نماز کے بذات خود پابند رہتے۔ اور فقرا کو جو مناسب ہو کرتے رہے
چاندان کا منہ کھلا رہتا تو اب ضروریات اخلاق میں ہو گیا ہے۔ شاہ
صاحب کلہ چاندان۔ اور طوائفوں کا پاندان تو بند نہیں ہوتا۔ اگر بند
ہو جائے تو دونوں کا سلسلہ جاری باقی نہ رہے۔ یہی تو ایک
چیز ہے۔ جس کی بدولت انسان جہاں چاہے۔ مجمع قائم کر سکتا
ہے۔ جہاں چلے دفعہ ہے وعین انہوں خانوں جیسا مجمع۔ جو دہی
دخوش گپیاں ہو رہی ہیں یہ جماؤ کیلئے لازمی چیز ہے۔ اس کی وجہ
امیر و غریب کے یہاں مجمع ہو ہی جاتا ہے۔ اب تو شادیات میں اور
تقریبات میں اسکا سلسلہ بارہوں مہینے ایسا جاری ہے۔ کہ جہاں بیاہے
چلی برتن کے کھوئے میں چھپر کر دیجئے سلسلہ بند ہی نہیں ہو سکتا
ایک ایک آدمی کو دو دو تین تین بالیاں تو لازمی ہیں۔ رہتے تو
پانچ اور سات تک تو دیکھا ہے۔ یہ نکھوں کا ایک مشغل ہے۔
اور شاہ صاحب کی ایک نشانی ہے۔ درحقیقت تماشبین و امیر
اس جلسہ کو پسند کرتے ہیں۔ جسکی بدولت ان کی خوش لپیٹ لیا

رہیں۔ ناشتہ اور لئے ہر ایک غریب اور امیر اس کا عادی ہو گیا ہے۔
جس جگہ یہ نہیں ہے۔ وہ مردہ کی ملاقات ہے۔ وہ تقریب ہی
ادھوری کہلاتی ہے۔ جاڑہ ہو تو مضائقہ نہیں۔ گرمیوں میں لوگ
طالب ہوتے ہیں۔ اور اس کا سامان ہر مجمع کے موقع پر رکھنا ہی
پڑتا ہے۔ چالیس برس قبل تک بوڑھے اور افیونی اس کو استعمال
کرتے تھے۔ یا کشمیری لوگ پیتے تھے۔ اب تو لڑکوں کی گھٹی
ہو گئی۔ پیدا ہوتے ہی چائے کا استعمال کرایا جاتا ہے۔ ہر ہر نوکر
چاکر۔ ماما۔ دائی کو چائے لازمی ہے۔ صرف تارکی والے چائے
کو پسند نہیں کرتے بلکہ بعض تارکی باز بھی اپنے کو پرہیزگار ثابت
کرنے کے غرض سے اور بعض تقلیداً ہی پیا کرتے ہیں۔ بعض
لالچی دن بھر اس کے تلاش میں جہاں جہاں کی خبر سنتے ہیں۔ اوقات
ضائع کرتے پھرتے ہیں۔ مگر ہر ایسے مجمع میں شرکت لازمی ہے۔
راقم نے ہر ایسے مجمع کو مضر اخلاق پایا ہے۔ متفرق خیالات کے
لوگ جمع ہوتے ہیں۔ اور فضول گپیں ہوا کرتی ہیں۔ معصیت وقت
کی قربانیاں ہوا کرتی ہیں۔ چائے کے جلسہ کو ٹائم کیلنگ سوسائٹی
کہنا انسب ہے۔ مگر خانقاہ والوں کو مجبوری ہے۔ ان لوگوں کا
بہتیرا کام اسی چائے کے بدولت نکلتا ہے۔ نوکر ملازم وہ کام
نہیں کر سکتے۔ جو ان چائے خوروں سے نکلا کرتا ہے۔ اور خانقاہی
لم خرج بالالسنتیں اخلاق میں داخل ہے۔ کوئی خانقاہ اس سے خالی
نہیں ہے۔ اور جہاں اس کی لاپروائی ہوتی ہے۔ لوگ ناراض

و نالاں ہوتے ہیں۔ اب شاہ صاحبان نے کچھ اور ترقی کر لی ہے
پان کا ڈبہ بھی لازمی ہو گیا ہے۔ اور زردہ تمباکو بھی اب شرعاً
جائز ہو گیا ہے۔ اس عادت سے اب علماء خالی ہیں۔ نہ مشائخ
پرانے لوگوں کو ناس کا عادی دیکھا تھا۔ اب تو وسوسۂ اخناس
ہر بچہ۔ جوان بوڑھا چاہئے۔ بیڑی۔ سگریٹ۔ پان۔ زردہ سب کا
عادی ہے۔ اب یہ چیزیں ضروریات دنیا میں داخل ہو گئی ہیں
وہ امیر غریب سب برت رہے ہیں۔ اب کوئی بھی بری نہیں ہے۔
میں کسی پر اعتراض نہیں کرتا۔ اور زمانے کے رخ سے رو سے کوئی
اعتراض کے لائق نہیں رہا۔ ملکی ہوا جب مخالف بہتی ہو اوس کے ز
کو کوئی روک نہیں سکتا۔ سب کا جب ایک رنگ ہے۔ تو بیکار مر
من کر اپنے کو کون پریشان کرے۔

چو از قومے یکے بیدانشی کرد ٭ نہ کہ را منزلت ماند نہ مہ را

جو ہوا بھی ہو اوس کا نتیجہ دنیا خود بھگت رہی ہے۔ چالیس برس
بیشتر کسی کو اگر سل دق کی بیماری ہوتی تھی۔ تو اطبا کو تعجب ہوتا تھا
اور بڑی احتیاط برتی جاتی تھی۔ اوس وقت نہ اس قدر زیادہ
تھائی سس ہوتا تھا۔ نہ جگر۔ نہ حلق کی بیماریاں۔ نہ پھیپھڑہ اس قدر
کمزور تھا۔ نہ اتنا جریان تھا۔ نہ اس قدر ضعف قوی تھا۔ ان تمام نزلت
نہ سرعت اوس وقت کے لوگ ہر قسم کی احتیاط برتا کرتے تھے پرہیز
پر سختیاں ہر قسم کی تھیں۔ حیات زیادہ ہوتی تھی۔ تندرستی بنی رہتی
تھی۔ اب جیسی بداحتیاطیاں ہیں۔ اوس کا خمیازہ ملتا ہے جیسی

آزادی ہے۔ ویسی بربادی ہے۔ اوس وقت اگر کوئی جوان
مرتا تھا۔ تو سننے والے سوگ کرتے تھے۔ اور افسوس کرتے
تھے۔ کہ اوٹھتے کونپل سوکھ گئے گھر والے پریشاں رہتے تھے۔ چالیس
برس کے اندر زیادہ تر موتیں جوان ہی کے ہوا کیں اوس کا سبب
یہ ہے۔ کہ لڑکوں سے خلاف بدلی بد احتیاط ہو گئے۔ بوڑھوں کی
شنوائی کون کرتا ہے۔ اون لوگوں نے بھی اپنی زبان بند کرلی۔ اور
نوجوانوں کو خودرواں چھوڑدیا۔ ناتجربہ کاران اپنے کو عقل مند اور ہوشیار
اور تجربہ کاروں کو بیکار جانتے لگے۔ آخر دنیا کے ٹھوکروں میں خود گرفتار
ہو ہو کر پامال ہوتے گئے۔ جان مال عزت آبرو سب پر بن آئی باپ
دادا کا نام گیا۔ اس کتاب کے پڑھنے سے پتہ ملے گا۔ کتنے آدمی جوان
مرگئے۔ مقدسان مذہب چپ ہو کر جدا رہنے لگے۔ اور اپنے کو
درست کرنے لگے۔ زبان بند کرلی۔ جس طرح دنیا چل رہی ہے۔
اوس پر بالکل توجہ نہ کی۔ ایک رخ ہو کر اپنا کام کرتے ہیں۔ اور
جو انتظام عالم چل رہا ہے۔ اوس کو برتنے لگے عیسیٰ بدین خود
موسیٰ بدین خود پر عمل کرتے ہوئے گوشہ نشینی کرتے ہیں۔ انسان جب
دنیا کے ٹھوکروں سے خود بخود پامال ہوتا ہے۔ خدا خود یاد آتا ہے
جوانوں کو خود یوڑھا یا ہو سکا۔ لیک خاص رنگ پر آنا پڑیگا بغیر
بوڑھے ایسی بھی ملینگے جو اپنے جاہلیت سے باوجود ٹھوکروں کے سنبھل
نہیں سکتے مرتے دم تک اندھے ہی رہتے ہیں۔ اور دنیا میں انہماک رہنا
ہے۔ لالچ لوبھ مکر و ادسی میں ساری زندگی بسر کرتے ہیں مرتے

مرتے وقت خسر الدنیا والآخرہ لیکر جاتے ہیں۔ توبہ کا دروازہ
بند پاتے ہوئے دنیا کا بوجھ لادے ہوئے ژولیدہ قلبی کی حالت سے
مرتے ہیں۔ اوس وقت بجز افضال خدا ان کا کوئی مددگار نہیں ہو سکتا
جن کے لئے سب کیا تھا۔ سب گنا رہے۔ اور مرنے والا
خدا کے سہارے۔ واہ رے خدا کے سوا نہ سے کیا اچھی موت
مرکر سیدھے ہے۔ فقرا ان ہی باتوں کو سکھاتے ہیں۔ سمجھاتے ہیں
بتلاتے ہیں۔ خود برتتے ہیں۔ اگر یہ نہیں ہے۔ تو وہ راہ راست
پر نہیں ہے۔ وہ پیشہ ور ہے۔ دنیا دار ہے۔ بیکار ہے۔ اس
خاندان کے بزرگوں نے اپنی زندگی بہت سادگی کی گذاری ہی
اور شاہ فدا حسین بھی بہترین نوجوان ہیں۔ تاحد تحقیق کاسب اور
قانع ہیں۔ صاحب اولاد ہیں امید کی جاتی ہے۔ کہ کہنہ مشق ہو کر
ایک عمدہ فقیروں میں بشرط استقلال شمار ہوگا۔ آمین۔

۱۲۔ شیخ ظہور الحق کا خاندان پرانا ہے۔ یہ گلدھ کے رہنے
والے ہیں۔ معمولی خاندان تھا۔ دیہاتی لوگوں کی روش پر ہر
مرد خاندان نے اپنی زندگی گذارا۔ اس خاندان کے لوگ منگل تالاب
کے خانقاہ کے مرید تھے۔ راقم نے چار پشت اس خاندان کی دیکھا
ہے۔ اصل مورث شیخ جعفر علی تھے۔ نہایت کم [illegible] تھے۔
پیشہ زر داری او [illegible] سے ایک اچھی تھیلی بنالی تھی۔ اوٹھوں نے
اپنی زندگی بالکل دیہاتی اور گرہستی کی رکھی۔ اور دولت اچھی جمع کیا
اون کے بعد شیخ ظہور الحق کے باپ نے ایسی زندگی بنائی۔ اور دولتمند

پر گھوڑے بھی رہے۔ ایک متوسط زمیندار کی حیثیت سے رعب
داب کے ساتھ زندگی گذار گئے۔ شیخ ظہور الحق کی قرابت داریاں
کمہرار میں بخاندان شیخ محمد علی سے پچیس برس کے اندر دونوں مر گئے
اب تک ان لوگوں کی قرابت داریاں کمہرار میں بخاندان شیخ محمد علی ہے۔
کمہرار ایک پرانی جگہ ہے۔ جس کا وجود راجہ اسوکھا کے وقت سے
پایا جاتا ہے۔ اور راجہ اسوکھا کا محل و مندر بہت ہی دور پر دو تین
پورس زمین کھودنے پر الیسچ سوسائٹی نے چند برسیں گذریں
نکالا ہے۔ جس کے اندر بہتیری نشانیاں اوس وقت کی پائی گئی
ہیں۔ جو عجائب خانہ میں پٹنہ کے موجود ہیں۔ اور اثارات قدیمہ کے
تحقیقاتی کمیٹی کے لوگوں سے پتہ ملتا ہے۔ اوس وقت کا پٹنہ
کی آبادی نیچے کے سطح ہی تھی۔ کمہرار میں مسجدوں کا وجود بھی ہے
اور مزارات بزرگان بھی پائے جاتے ہیں جس سے پتہ ملتا ہے
کہ مسلمانوں کا بہترین وقت یہاں پر گذرا ہے۔ مزارات اور
مسجدوں کو ویراں نما جگہوں میں پایا جاتا ہے۔ جو بالکل بے جگہ میں ہیں
انداز ملتا ہے۔ کہ یہ جگہیں کسی وقت بہت آباد ہونگی۔ اب تک
پر انے پرانے باغوں کا وجود ابھی سڑک پر بہت ہے جو اب
منتقل ہو کر ہو کر خدا جانے کس کس خاندان میں پہونچا ہے۔ راقم نے
کمہرار کے باغ۔ گلاب باغ۔ کنکری باغ۔ رائے سلطان بہادر کا باغ
نواب الطاف حسین خاں کا باغ۔ گانجے والوں کا باغ۔ بینی بابو کا باغ
لالی گودڑلال کا باغ۔ رائے سری ملب کا باغ۔ میر واجد حسین وغیرہ کی

گھاٹ والوں کا باغ۔ ٹیلر صاحب کمشنر کا باغ۔ مولوی ظہیر مختار کا باغ۔ ناظر جی کا باغ۔ اور خدا جانے کس کس کا باغ۔ اس اطراف میں سجا ہوا اور نمود پر دیکھا ہے۔ جو تیس برس کے اندر سب ویران ہو گئے ہیں۔ بعض بعض ہنوز ژولیدہ حال بیتی ہے۔ اس سے پتہ ملتا ہے۔ کہ دولت میں کمی آگئی ہے۔ اور مالکوں کے خاندان میں صلاحیت کم ہو گئی ہے۔ باغ شوق کی چیز ہے۔ گھر کے اخراجات سے جب فاضل ہوتا ہے۔ تو شوق کی چیزوں کو انسان درست کرتا ہے۔ اس انگریزیت کے زمانے میں تو گل پھول بمیدان لازمی چیز ہے۔ یہ درست نہ رہ سکا۔ یقیناً مالی اجازت نہیں ملتی ہے۔ اور شرکت کی ہانڈی چورا ہے۔ پر رہتی ہے۔ ان باغوں میں سے بہترین باغ ٹیلر صاحب والا باغ لوہانی پور میں تھا جو نواب ولایت علی خاں صاحب گذری کے ہاتھ میں تھا۔ اور غدر کے بعد سے ان کے قبضہ میں چلا آتا ہے۔ دو شتر گہ سے زیادہ کا ہوگا۔ اوس کی بتیا۔ یاں مختصر لکھتا ہوں۔ چھوٹا سا عجائب خانہ بھی تھا۔ جانور کھجال۔ بندر۔ ہرن۔ شیر۔ بکری وغیرہ پلے ہوئے تھے۔ سب کے جدا جدا مکان بنے تھے پھول بھولیاں مہندی کے ٹٹیوں سے بنی ہوئی تھی۔ بہترین تھیں فوارہ تھا۔ سرخ مچھلیوں کا حوض تھا۔ تالاب تھا۔ بہشت اونچے سے اندر جانیکی جگہ بنی ہوئی تھی۔ بنگلہ تھا۔ اوت آتش تھے۔ اصطبل تھا۔ ضرورت کے مکانات تھے۔ دل بستگی کا کل سامان تھا

امیر صاحب ولایت علی خاں صاحب کے داماد خود اس میں
رہتے تھے۔ اوس وقت کے آبادی کو راقم لکھ نہیں سکتا
دیکھنے کی چیز تھی۔ ہمارے لوگ کیا عیش کر گئے۔ خورشید
نواب صاحب کے وقت میں اور چجن صاحب کے والد کے وقت
میں یہ نمبر آباد ہوا ہے۔ اب تو ویراں ہے۔ اس میں پارٹیاں
ہوا کیں اس میں جھولے کے میلے ہوا کیے اس کے بعد
میر واجد حسین شیر ہی گھاٹ کا باغ نمبر دوم تھا۔ جس میں مہندی
کی ٹٹیوں سے جانوروں کی تصویریں تھیں۔ ابراہیم میاں کے
وقت تک آباد تھا۔ کیوں ویراں ہوا اہل خاندان جانتے ہونگے
اس میں بھی جھولے کا میلا چند سال تک ہوا کیا۔ تیسرے نمبر میں
راجہ سلطان بہادر کا باغ تھا۔ یہ بھی عجیب پرفضا جگہ تھی یہاں
بھی میلے ہوا کرتے تھے چوتھے نمبر میں ببی بابو کا باغ تھا یہ سب
باغ دل لگی کے تھے اور باغات تجارتی تھے۔ اب تو سب کا
حال پتلا ہے۔ دیکھنے سے مالکوں کی پریشانیاں ظاہر ہوتی
ہیں۔ موجودہ فضا سے انگریزیت میں ان چیزوں کو بہت
آباد ہونا تھا۔ انسان کے اندرونی مالی حالت کا اندازہ ظاہری
طرز رہائش سے ملتا ہے۔ اور اسی لئے کھلے آدمی سے
لفلفے داری کو سب سے زیادہ پسند کرتے ہیں۔ اور دنیا شو پر
چلتی ہے۔ مگر حقیقی اصلیت مالی کا اندازہ مکانوں کی درستگی سے
ظاہر ہوتی ہے۔ وہ بڑے اخراجات کی چیز ہے۔ پہلے عزت

مکانوں سے بے رونقی سے معلوم ہوتی ہے۔ مالی حالت اچھی ہے۔ تو ضرور مکانات اچھے حال میں ہونگے۔ جہاں مکانات بھرحال ہیں۔ وہ خاندان یا مالی پریشانی ہوئی ہے۔ یا اختلافات خاندانی ہے۔ یا اوس گھر میں مال کی کمی آگئی۔ یا خاندان کے ممبروں میں اختلاف مزاجی پیدا ہو گئی۔ یہ بہترین کسوٹی انسانی زندگی کی ہے۔ سبب کچھ بھی ہو مگر شہر کے رؤسا اور دولت مندوں کی زندگی ویسی خوش نہیں ہے۔ جو بزرگوں کی گذری۔ کمہار میں جاکر تاریخی نقطہ خیال سے بہت سی باتیں معلوم ہوتی ہیں صرف شیخ محمد علی کا گھر اب تک چلا جاتا ہے۔ اب شیخ ظہور الحق کے جانشین شیخ نور الحق ہیں ان کو بھی بیعت منگل تالاب کے خانقاہ میں ہے۔ ان کی چند شادیاں ہوئیں ان کے وقت میں کچھ دولت خراب ہوئی۔ کچھ تو مقدمہ بازیوں میں گئی کچھ آتش زدگی میں۔ ان کی زندگی زیادہ مقدمہ بازی میں گذری اور ان کو وہ بابت میسر نہ ہوئی۔ جو ان کے دادا اور والد کو حاصل تھی۔ گو رہائش ان کی بھی وہی گرہستی کی ہے۔ اور اگرچہ عزت اس خاندان میں بالکل دخل انداز نہ رہی تاہم اطمینان قلب ان کو حاصل نہ رہا۔ مالی حالت وہ نہ رہی جو پہلے تھی۔ بوجہ مقدمہ بازی ان کے دشمن زیادہ ہوگئے اوسی دشمنی کا صلہ تھا جو آتش زدگی ہوئی۔ اور بہت سخت نقصان ہوا اثاث البیت کے اثاث البیب سب جل گئے۔ ان کو تقریب میں کوئی چیز لانا نہیں

ہوتا تھا۔ بلکہ اس خاندان سے لوگ منگنی لیتے تھے۔ چیزوں کا
جلنا انھیں کیلئے مضر نہوا۔ بلکہ خلق اللہ کا کام بند ہوا۔ مگر دنیادار
اس خیال کے کہاں ہیں۔ اور ایسی ایذا رسی کو گناہ کب جانتے
ہیں۔ قانونی پیرایہ سے بچتے ہوئے۔ جو ایذا رسانی دشمن کی ہو سکتی
ہے۔ سب ثواب میں داخل ہے۔ قانونی شکنجہ میں آگئے۔ تو
مجرم ٹھہرے نکل بھاگے تو چالاک ہوئے۔ ٹھیک وہی حال
ہے۔ مارا تو غازی مرے تو شہید دونوں ہاتھ میں لڈو ہے۔
انھیں خیالات نے ان کی مالی حالت کو نقصان دیا۔ اور انھوں
نے روش زندگی بھی ویسی رکھا۔ جو بزرگوں کی تھی۔ ان کے بیٹے
امیر الحق ہیں۔ وہ بھی قدم بقدم اپنے باپ کے ہیں۔ ان پر انگریزی
کا بھی فیضان ہوا۔ آزادانہ زندگی گذارتے رہے۔ پھر زمانے کے
ضرورتوں نے ان کو متفکر بنایا۔ زمینداری اور انیٹ کا روزگار
کرتے ہیں۔ باپ بیٹے دونوں زندہ ہیں۔ اور ہنوز بلا مدد مہاجن
کسی کے نیار تھا کاروبار کرتے ہوئے زندگی گذار رہے ہیں۔ سب کو
صاحب اولاد ہیں۔ شادیاں کفن میں ہوا کی ہے۔

۴۷ مولوی ذوالفقار حسین کا مکان بنگلہ بین تھا۔

یہ مولوی تھے۔ اور بڑے گویا تھے۔ بلا کے ذہین تھے مگر بہت
غصہ ور آدمی تھے۔ اسی وجہ کر یہ ترقی پذیر نہ ہو سکے۔
لوگوں سے ان سے بہت جلد تکرار ہو جاتی تھی۔ ان کو تھوڑی جائداد
تھی۔ اوس سے یہ زندگی گذار رہے تھے۔ آخر میں جائداد خراب

ہوگئی۔ پھر ان کو دوستوں کی امداد کی ضرورت آگئی۔ اور آخر عمر ان کی خراب گذری ان میں داشت کا مادہ بہت تھا۔ اپنی ضرورتوں کو کبھی کسی پر ظاہر نہ کیا۔ کوئی مصیبت بھی آئی۔ تو برداشت کیا۔ مگر دست سوال نہ پھیلایا وضع کے بہت پختہ تھے۔ بالکل ہندوستانی وضع تھی۔ مولویانہ لباس نہ تھا۔ دیہاتی آدمی تھے۔ اس لئے متقیانہ زندگی نہیں گذارا۔ دیہاتی روش کی زندگی تھی۔ پہلے کے آدمی تاڑی کو مسکرات میں شمار نہیں کرتے تھے۔ اچھے اچھے امیر و غریب شریف و سادات سب اس بلا میں مبتلا تھے۔ مگر دل کے نیک ہوا کرتے تھے۔ بجائے چائے کے دیہاتوں میں شرفا کے یہاں بھی اسی کا جلسہ اسی کا چرچہ رہتا تھا۔ اس غرق ناڑ سے بڑے لوگ کم بچے ہونگے یہ چیز عیب میں داخل نہ تھی۔ شراب کو حرام مطلق۔ اور تاڑی کو حلال مطلق جانتے تھے۔ راقم کی برادری دیہاتوں میں زیادہ تھی۔ اور راقم کو بہترے دیہات میں تقریبات میں شرکت کا اتفاق ہوا ہے۔ پرانے لوگوں میں بہت کم لوگوں کو اس بلا سے محفوظ دیکھا۔ معززین اور خواندہ لوگوں کو بھی اس شغل میں دیکھا۔ اور وعظ و نصیحت بالکل کارگر نہیں ہو سکتی تیس برس پیشتر تک دنیا کا یہی رواج تھا۔ یہی ہوا بندھی تھی۔ کوئی کسی کو برا نہیں کہہ سکتا تھا۔ سب ایک ہی رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ جو لوگ اوس وقت بچے ہوئے تھے۔ وہ ولی اللہ تھے۔ صوفی تھے۔ سادھو مہاتما تھے۔ نگر میں اس کا چرچہ بہت تھا

اون جلسوں میں جہاں شرفا کا مجمع رہتا تھا۔ شر و فساد۔ گالی۔ گفتہ
نہیں ہوتا تھا۔ وہ وہ شعر و سخن۔ اور معاملات مقدمات اور
مسائل شرعیہ تھیٹے تھے۔ جو سننے کے لائق تھے۔ وہ وہ ہمدردیاں
تھیں۔ جواب نصیب نہیں ہیں۔ شاذ و نادر کبھی کبھی کوئی بدنشہ
ہوتا تھا۔ ورنہ گھرمیوں کا خاتمہ ہو جاتا تھا۔ اور سوء مزاجی کا
نام تک تھا۔ اوس وقت کون کس پر اعتراض کرتا۔ اچھے اچھے
خواندہ اور متمول اور معزز لوگ سب کا تو ایک ہی مذاق تھا۔
اور آج تک ہے۔ دیہاتوں میں وہی رنگ قائم ہے۔ عام
خاص مجمع میں عزیز و بزرگ سب شریک رہتے تھے۔ اب تک
بھی وہی سماں اکثر جگہ موجود ہے۔ دادا نانا چھوٹے چھوٹے
بچوں کو اپنے ہاتھ سے پلاتے ہیں۔ یہ تو آج تک راقم
بچشم دید دیکھ رہا ہے۔ دیہاتی شرفا سے ملاقات کر کے دیکھ لیجیے
امرا و غربا سب کا ایک حال ہے۔ اور یہ مسلمان گروہ میں زیادہ
ہے۔ شہر والے جس طرح شراب کو بے خوف خدا پیتے ہیں
دیہات والے تاڑی کو پیتے ہیں۔ شہر کے اکثر شرفا کو بھی راقم
آج تک عادی پاتا ہے۔ گفتگو سن لیجیے۔ مگر اون سے ہم
راز ہو کر دیکھیے دنیا کا کیا رنگ ہے۔ اور کیسے کیسے بوڑھے
اور مہذب لوگ اس بلا میں مبتلا ہیں۔ مفتی ہیں۔ پرہیزگار ہیں
ایک وقت کی نماز قضا نہیں ہے۔ حال کرتے ہیں۔ شغل کرتے
ہیں۔ صورتاً عالمانہ اور مشائخانہ لباس ہیں اور اس کے عادی ہیں۔

سٹاداینٹ ہیں۔ جینٹلمین ہیں۔ اسٹوڈنٹ ہیں۔ مدبر ہیں۔ سیاست
کے لیڈر ہیں۔ وعظ فرماتے ہیں۔ دوسروں کو خوب نصیحت
فضیحت کرتے ہیں۔ مگر شراب کے بغیر چین نہیں ہر مخدوات
اور مسکرات سب کا شغل موجود ہے۔ مجھے خوف ہے کہ اس
حصہ تحریر سے میں مورد الزام ہو سکتا ہوں۔ مگر
جوشِ مذہب اظہار حق پر مجبور کرتا ہے۔ اور اپنے گروہ
پر افسوس کرتا ہوا چشم دید واقعات کا اظہار کرتا ہوں جن
صاحب کو تحقیقات کی خواہش ہے۔ اپنے اپنے دوستوں
کے طرف توجہ کریں۔ تھیٹر۔ بائس کوب۔ کلنز ڈرائیس۔ ہوٹل
کلفے ڈی لکش۔ اور شراب کی دوکان پر بیٹھ کر بچشم خود ملاحظہ
کر لیں۔ جن لوگوں پر واہمہ بھی نہیں جاتا اون کو آپ لوگ بچشم
خود ملاحظہ کر لینگے۔ جن پر آج مسلمان ناز کرتے ہیں۔ اور لیڈران
سیاست ملنتے ہیں۔ اور مسلمان جانتے ہیں۔ اون کے
ملازمین کے ہاتھ میں قران دیکر پوچھئے۔ کس حد تک واقعات صحیح ہیں۔
گذشتہ کا وہ حال تھا۔ اور موجودہ کا یہ حال ہے۔ جب تو
مسلمانوں پر یہ وبال اور نکال ہے۔ راقم نے انگریزی
پارٹیوں میں جو بے حجابیاں دیکھی ہیں۔ وہ ہر ایک شریک
جلسہ نے دیکھا ہے۔ میں ہی ایک اندھا نہ تھا۔ جیسے دور کی
سوجھی نزدیک والوں سے پوچھئے۔ کچھ بھی خوف خدا کسی کو
آیا۔ اور کسی نے چھپا کر بھی پیا بالاعلان بالفخر استعمال ہوا

تام نہیں لکھ سکتا۔ ہم ہیں۔ آپ ہیں۔ اور ان لوگوں سے بڑے اور معزز اور مفخر لوگ تھے۔ راقم نے موجودہ وقت میں بھی اپنے اعزا اور اقربا اور ملاقاتی اسٹوڈنٹوں کو بھی مرتکب دیکھا ہوں اور بول نہیں سکتا۔ اگرچہ منع ہے۔ اور گناہ ہے۔ تو ہر شخص ہر شخص کو منع کرنیکا حق کیوں رکھتا ہے۔ راقم نہ ملا ہے نہ مولوی ہے۔ نہ محتسب مگر اپنے گروہ پر افسوس کرتا ہوں۔ اور سب کیلئے دعائے خیر کرتا ہوں۔ موجودہ فضا میں شدر ڈوم۔ دوسادہ چمار۔ تیلی۔ تمبولی۔ گوالے۔ ملاح بن پر بلدار۔ چھوڑیں اور چھوٹے جائیں۔ جاگیں اور جگا لے جائیں۔ اور ہماری جلیتی۔ جاگتی۔ گروہ اب تک سوتی ہے۔ اور گندگی میں ڈوبی رہے۔ خدا ہی اوبھارے اور بزرگان دین کے سہارے کے سوائے راقم سے کیا ہو سکتا ہے۔ الغرض مولوی صاحب مذکور کی تعلقات مولوی قطب التوحید اور مولوی ناظر التوحید آرہ کے خاندان سے تھے۔ ملکی محلہ والوں سے ان سے تعلقات ہیں۔ اون لوگوں میں اقبال و علم دولت ہے۔ شاید خیر ہو۔ مولوی قطب التوحید اور مولوی ناظر التوحید دونوں خود اقبال مند گدے لوز ذی علم لوگ تھے۔ ناظر الشہادتین۔ محرم کے شہادت کے واقعات کے متعلق کتاب جیسی ہوئی ہے۔ اون لوگوں کے ورثا میں۔ حافظ عبد الغنی خاں بہادر پی ام جی۔ ہوئے اور بھائی مولوی حبیب الرحمن جہان آباد ضلع گیا میں ڈپٹی تھے۔ مولوی یٰسین خاں

صاحب پٹنہ کالج میں ہوسٹل سپرنٹنڈنٹ تھے۔ مولوی فضل الرحمان سیشن کورٹ میں سب ڈپٹی تھے۔ مولوی عبدالعزیز پٹنہ عدالت میں صدر اعلیٰ تھے۔ رجسٹرار عدالت تھے۔ مولوی انیس الرحمان بھی پٹنہ میں سب ڈپٹی ہیں۔ اور بھی اس خاندان کے آدمی ہیں جن کا نام راقم کو یاد نہیں ہے۔ نامور لوگ ہیں۔ مولوی عبدالکریم جو راقم کے بدلوتوں کو پڑھاتے تھے ملازم تھے۔ مولوی صاحب مذکور کے پوتوں میں ایک بولتے ہیں۔ جو تیراہے کی مسجد پر مجذوب بنے بیٹھے ہیں۔ عبدالمجید شاہ محمد ڈاکخانہ میں مجذوب نما ہو کر مرے۔ وہ مولوی ذوالفقار رسول کے بھانجے تھے۔ اون کے بی بی بچے سب ہیں وہ امین عدالت تھے۔ آخر میں فقیر ہو گئے تھے۔ وہ نانا قدس سرہ کے مرید تھے۔ کسی فقیر کی نگاہ پڑ گئی مجذوب ہو گئے۔ مولوی ذوالفقار کی اولاد میں [illegible] بیٹا سب موجود ہے۔ مکان بھی تھا۔ شاید کوئی وارث رہتا ہو گا۔ مولوی ذوالفقار خانقاہ عمادیہ منگل تالاب میں۔ غالب العلم [illegible] پڑھے ہے۔ کتابیں ختم تو نہیں ہیں۔ مگر فرہنگ الختم ضرور ہیں۔ مرید ہو کے پھر پیر سے مرتد ہو گئے۔ حضرت شاہ علی حبیب قدس سرہ سے پھلواری میں مرید ہوئے۔ خانقاہ کے بہت مخالف ہو گئے۔ جب نامور قدس سرہ گدی نشین ہوئے۔ تو خانقاہ میں آیا کرتے تھے ان کا مزاج بھی خراب ہو گیا تھا۔ اون کی باتیں صحیح دماغی کی نہیں [illegible] نے تین شخص کو دیکھا کہ پیر سے برگردہ ہوئے تو ان کا دماغ ضرور خراب ہو گیا۔ اور کچھ نہ کچھ گردش ضرور آگئی۔ یا نامرید ہو

اگر ہو تو جانچ کر ہو۔ مرید ہونا کوئی فرض امر نہیں ہے۔ کس
مصلحت سے ہوتے ہیں۔ اور کس وجہ کر اوس کی مخالفت
کرتے ہیں سلسلہ روحانیات بھی کیا۔ ظاہری سلسلہ ہے۔
کہ جب چاہا میل کیا۔ جب چاہا بگڑ گئے۔ اس کا تعلق بزرگوں سے
رہتا ہے۔ ضرور کچھ نہ کچھ کمال ہو کر رہتا ہے۔ ایک اور مثال
بوڑھے ہی کی ہے۔ اون کا بھی دماغ خراب ہو گیا تھا۔ وہ
حضرت شاہ علی حبیب قدس سرہٗ کے پھلواری کے مرید تھے
میری اہل قرابت تھے۔ نام لکھنا نہیں چاہتا۔ متمول آدمی سمجھے
جاتے تھے لودی کٹرہ ہی کے تھے۔ اون پر آخر میں زوال آیا۔ دو نوجوان رئیس زادوں کو لینے اپنے پیروں سے پھرتے دیکھا دونوں
پر زوال آتے دیکھا۔ ایک کا گھر تک گم نام ہو گیا۔ صاف ہو گیا
دوسرا گھر بھی ہر طرح پر زوال میں آ گیا۔ لوگ نہ سمجھیں مگر خدا بزرگان
دین کے دکھ سے بچائے۔ موجودہ پیران پر اگر اعتراض اور
بداعتقادی ہو تو اون سے اور پر والے بدلا لینے کو موجود ہو جاتے
ہیں۔ ہر انسان کو اس رسمی فعل کو ادا کرنے کی ضرورت ہے۔ کیا ہے
جسے دیکھئے مرید ہو رہا ہے۔ مریدی کا نتیجہ ہی کیا ہے۔ مرید
ہوئے گھر کی راہ لی۔ پیر میاں پہچان بھی نہیں سکتے۔ سال
میں ایک دفعہ اعراس میں آ گئے۔ اور جنت کی کنجی مل گئی۔ جس کو تلاش
و طلب خصوصیت نہیں ہے۔ اوس کے لئے یہ تماشا ہے دل لگی
ہے۔ کھیل ہے۔ بیوقوفی ہے۔ اوراسے رسم ہے۔ احمق

پیشاب ہے۔ مرید ہوتے ہو تو کچھ سیکھو۔ کچھ کرو۔ ورنہ بے ضرورت
پیر میاں کے غلامی میں نام کیوں لکھاتے ہو۔ مرید ہو کر پیرزادہ
کیوں کہلاتے ہو۔ مولوی ذوالفقار والد ماجد کے ساتھ
آرہ میں باجلاس ڈپٹی فدا علی خاں محرر تھے۔ والد ناظر تھے
والد استعفا دیکر چلے آئے۔ مولوی صاحب نے بھی
ملازمت چھوڑ دی۔ والد ماجد سے مرتے دم تک ربط رہا
اور وہ سلوک ہی کرتے رہے۔ دونوں میں مذاق بھی
ہوتا تھا۔ والد ماجد سے بوجہ سلوکات وہ دبتے رہے
اور تقریباً ہفتہ میں ضرور آجاتے تھے۔ ان سے حافظ
احمد اللہ سے بہت ربط تھا۔ اور یہ بازار آتے۔ اور واپس
جاتے۔ ڈپٹی فدا علی خاں نصرو میاں رجسٹرار بہار کے والد
تھے۔ اور خاندان نواب امیر علی خاں بارھ سے تعلق تھا۔ منیر
احمد کمشنر کے خسر تھے۔ اور شاہ گنج میں اس کوٹھی میں رہتے تھے
جو عبد الکریم مختار نے لوٹ کر بنایا تھا۔ وہ بک گئی۔ میرے
قرابت دار بزرگ کا خاندان تباہ و برباد ہو گیا۔ مکان بک گیا
نام لیوا نہ رہا۔ مولوی صاحب کے خاندان کے لوگ سب پریشان
حال ہیں کوئی مفرح حال نہیں رہا۔ قرابت والے سب خوش
اقبال ہیں۔ اولاد در اولاد سب بر زوال ہے۔ خدا کا بھید
خدا جانے۔ کیا راز دنیا ہے۔ یہ زندہ مثالیں ہیں۔ جا سے
کوئی نہ مانے مگر آنکھ کی دیکھی ہے۔ لوگ دیکھ لیں۔ حاجی

وارث علی شاہ صاحب کے معتقد جسٹس شرف الدین تھے کیا فیض پایا۔ بعض آدمی اون کے مرتد ہو گئے۔ جس سے لوگ واقف ہیں۔ کس کس طور پر اون کے گھر پر زوال آیا۔ جان مال عزت سب پر آفت آگئی۔ جاننے والے سمجھ سکتے ہیں۔ میں نام لکھ نہیں سکتا۔ مگر واقعہ ہے چشم دید ہے صحیح ہے۔ جو صاحب بزرگوں کی کرامات کو نہیں مانتے خود برت کر تجربہ کر لیں۔ پھل ملتا ہے یا نہیں

۵ شیخ جواد حسین کا مکان محلہ میں تھا۔ ایک پرانے خاندان کے دو بھائی تھے۔ دونوں کی اولاد سے بہت پرمذاق گویا اور چلتے پرزے دیہاتی روش کے آدمی گذرے پولس میں جمعدار تھے۔ مگر بوجہ چالاکی رہ نہ سکے۔ اور بالا استقلال کسی دربار میں بھی قیام نہ ہوسکا۔ اون کو نوکریاں بہت ملیں۔ مگر قدر نہ کر سکے۔ اور ان کا منہ بہت بڑا تھا۔ نوکریوں کو سنبھال نہ سکے راقم کے یہاں بھی رہے۔ راقم کے ذریعہ سے خاندان گذری کے محمد رضا حسین کے دربار میں رہے۔ چونکہ مستقل ملازمت نہ کر سکے آخر عمر میں ان کو تکلیف سے گذارنا ہوا اور نہال میاں کے یہاں پڑا رہنا پڑا۔ اون کا یہ کام تھا۔ کہ لوٹے ہوئے ملاقاتیوں کا سہارا ہوا کرتے تھے ان کا ایک لڑکا نام یاد نہیں۔ بڑا چلتا پرزہ آدمی حکیم ہوا تھا۔ وہ کلکتہ میں چند روز بہت نامور ہو گئے تھے۔ اور اچھا کما رہے تھے جوان ہی مر گئے۔ وہ رہتے۔ تو آخری عمر تکلیف سے نہ گذرتی وہ

لائق آدمی تھے۔ اس خاندان کے بعض لڑکے موجود ہیں
جن کی نام دفاتر سرکاری ہیں میں اون لوگوں نے خاندان
کے نام کو برباد کیا جوادحسین کو تکلیف میں رہے مگرآبرو سالھنے گیے۔

عـ۱۶ـ ناظر ہادی علی خان کا مکان لون گوکہ میں تھا
یہ شیعہ مذہب بہت گورے بوڑہے۔ خولصورت خوب سیرت
خوش اخلاق۔ باوضع ملنسار کثیر الملاقات پرانی روش۔ وانداز۔
ورہائش کے آدمی تھے۔ یہ پنشن بھی پاتے تھے۔ راقم نے انکو
بوڑھا دیکھا۔ رہائش بہت اچھی۔ اور صاف طرز وانداز بہت
عمدہ ہندوستانی نما تھی۔ قریب تین ہزار روپیہ سالانہ کی آمدنی تھی۔
جواون کے ورثا پر تقسیم ہوئی۔ یہ نوجوانوں سے اس انداز سے ملتے
تھے۔ کہ نوجوان علی العموم جواب بوڑہوں سے نفرت کرتے ہیں
اوس وقت ان سے نفرت پیدا نہیں ہوتی تھی۔ خوش اخلاقی
اور بر مذاقی سے ملتے تھے۔ اس لئے نوجوان بھی ان کے پاس
جایا کرتے تھے۔ شام کو دو چار محلہ والے جمع ہوتے اور چلنے
وحقہ چلتا تھا۔ ان کی صحبت مہذبانہ تھی۔ لغویات ان کے صحبت
میں پاتے نہیں گئے۔ روزہ نماز اور مذہبی باتوں کے
اپنے قواعد کے موافق پابند تھے۔ غیر اقوام سے مذہبی گفتگو نہیں
کرتے خود ان کے گھر میں ان کی اولاد ودر اولاد واقف با مذہب
والے موجود تھے۔ امام باڑہ بھی تھا۔ ادسی میں ایک بلند پر بنتے
تھے۔ اپنے اپنے موقع پر مجلس ہوا کرتی تھیں۔ شیعہ لوگوں کا

بڑا مجمع ہوتا تھا۔ راقم بھی شریک ہوا کیا ہے۔ ان کے وقت
میں مجالس کے اندر کسی کی کوئی بات خلاف مذہب دیگران
پیش نہ ہوئی۔ اوس گھر میں اشد درجہ کے متعصب سنی اولاد
ان کی موجود تھیں۔ اور خود بھی وہ مہذب تھے۔ ایسی کوئی
بات ہونے نہیں دیتے۔ جس سے تفرقہ قومی پیدا ہو۔ یہ باتیں
تو فطرت میں ہرگز ہ کے موجود ہیں اگر کچھ نہ کچھ باتیں اس وضع کی بولتے
ہیں۔ جو ایک دوسرے کے مخالف ہو خواندہ اور مہذب کی یہ عادت
نہیں ہے۔ کہ بیوجہ بےجگہ کوئی بات کسی پر حملہ آور بولیں اور
بےعقلی سے کام لیں۔ میں نے مہذب لوگوں کو دیکھا ہے
کہ سولو دمیں اگر امامیہ لوگ شریک ہیں لیتے تھے خلفاء کے
تذکرہ کو آنے نہ دیا۔ اور مہذب اور خواندہ شیعہ مذہب لوگوں کو
دیکھا ہے۔ کہ خلفاء کا نام کسی سنی کے سامنے محقر طور پر نہ لیا
ہر مذہب میں تہذیب و تربیت اور علم کی روشنی موجود تھی۔ ہندوؤں
کو دیکھا ہے۔ کہ کس تہذیب و ادب سے وہ مسلمانوں کے بزرگوں
کا نام لیتے رہے۔ اور ملتے رہے۔ اور مسلمانوں کو دیکھا ہے
کہ ملاقات میں کبھی مذہبی گفتگو ہندوؤں سے نہ کی گئی۔ اور ان کے
منصب کے موافق اون کے مذہب کا احترام ہوا کیا ہولی تک
میں مسلمان ہندو بھی ملا کرتے تھے۔ شیعہ مذہب ہندوں سے بہت
احتیاط مذہبا رکھتے ہیں اور چھوت کا سلسلہ رکھتے ہیں۔ مگر
اوس وقت کے پرانے لوگوں میں یہ بات مذہبی رکھتے ہوئے ایک دوسرے کا

احترام مذہبی رکھتے تھے۔ کہ ہندو کی دعوت مسلمان کرتے تھے اور مسلمان کی دعوت ہندو کرتے تھے۔ اور دونوں کے مذھبًا وہ کھانے ایک دوسرے پر جائز تھے یہ تفرقہ تو انسانی تربیت و تہذیب کے مٹنے کے بعد ہوا تھا۔ اور موجودہ فضا تو تعصبی آندھی چلنے کے بعد ہوا ہے کون سا امام بارہ تھا۔ جہاں ہندوؤں کی امداد نہ تھی۔ کون سی خانقاہ نہ تھی جہاں کی قدر دانی اور عظمت ہندوؤں نے نہ کی کون سی مجلس تھی جس میں ہندو مسلمان شریک نہ رہے۔ اور شیعہ و سنی سب شریک نہیں رہے۔ شیعہ و سنی میں شادی بیاہ تک تو تھا۔ یہ خاندان بہترین گواہ ہے۔ یہ مورث شیعہ اور وارث نصف سنی ہیں۔ اس خاندان کے لوگوں کی تعلقات کتابوں کے ذریعے سے پانی پت کرنال والے نوابوں سے ملتے ہیں جس کی خبر تواریخوں سے ملتی ہے۔ نقش پائدار میں بھی خاں بہادر علی محمد شاد نے لکھا ہے۔ ان کے لڑکی کی اولاد ہے۔ نظیر میاں صوبا میاں ہیں۔ نظیر میاں کی اولاد ہیں۔ اور زندہ ہیں۔ صوبا میاں کا انتقال ہو گیا۔ نظیر میاں بہت گورے خوبصورت با مذاق۔ بہت ہوشیار ہیں۔ راقم کے ساتھ سیٹی اسکول میں فورتھ کلاس میں پڑھتے تھے۔ اوس وقت سیٹی اسکول گلزار باغ میں ایک کوٹھی میں تھا جو دریا کنارے ہے مسٹر لیفیور اوس وقت افسر اسکول تھے منشی ہری چرن منصف ہڈ ماسٹر تھے۔ پھر اعظم علی خاں ہوئے۔ پھر مسٹر ڈی ابرو صاحب ہوئے۔ اوس وقت فورتھ کلاس میں بہتیرے لڑکے تھے

جن میں سے بعض کا نام یاد ہے۔ مثلاً عبدالرؤف نامی ایک لڑکا تھا۔ وہ معمولی خاندان کا تھا۔ اور عبدالواحد نامی ایک آدمی عالم گنج کے تھے۔ جو ہنوز زندہ ہیں۔ بہت بوڑھے ہو گئے ہیں رام داس کوٹھی اور نرائن داس کوٹھی کے لڑکے بہت تیز تھے دونوں نے آخر میں گولہ داری کر لی تھی۔ مدتوں دیکھا ہے۔ میر وزیر حسین کے دیوان کا لڑکا تھا۔ وہ کہیں کارپردازی کرنے لگا۔ ایک لڑکا گوالے کا تھا۔ وہ بڑا ہونہار نکلا خبر نہیں کیا ہوا۔ عبداللہ نامی اوس اسکول میں دفتری تھا۔ اوس کا بیٹا محمد علی تھا۔ وہ پٹنہ ٹریموے میں ڈرائیور ہوا اور ایک مقدمہ میں ملزم ہو کر راقم کے اجلاس میں آیا راقم نے سزا کی اور دس روپیہ جرمانہ کیا۔ راقم جب فیصلہ لکھنے لگا تب راقم کو یاد آیا۔ کہ راقم کا کلاس فیلو ہے۔ اوس وقت راقم کو ابدا مگر جرمانہ اپنے تحویل سے ادا کر دیا۔ بعد کو وہ گھر پر بلایا گیا۔ اور ملاقات کیا۔ اور بیس برس کے بعد اوسکو دیکھا تھا۔ وہ بہت تنگ گذار ہوا۔ پھر خبر نہیں کیا ہوا۔ اوس وقت راقم کے کلاس فیلو میں لاڈلے صاحب مختار بھی تھے۔ اور محمد تقی لاڈلے صاحب کے قرابت دار اوس بجا طوالف کے بھائی ہنوز زندہ ہیں۔ ممتاز نواب مرحوم ولد محمد نواب گذری منجھلے نواب صاحب حسن نواب صاحب دار وغہ پنشن یافتہ اور ماسٹر فرحت حسین اور سعادت حسین زندہ تھے۔ فرحت حسین اور داروغہ صاحب مذکور بھی ابھی زندہ ہیں مسٹر ہمایون مرزا بیرسٹر حیدرآباد میں ہنوز زندہ اور با اقبال با اثر ہیں

اوس وقت راحت علی اور عبدالرحیم اور مولوی کاظم مولوی غلام
قادر وکیل پدر مولوی عبدالحفیظ وکیل اور اور درجہ میں ماسٹر تھے کالج
میں اوس وقت فلپ صاحب ہد ماسٹر تھے۔ اور میکرنڈل صاحب
پرنسپل تھے۔ یہ بڑے بھاری فلاسفر تھے۔ چلتے تھے تو
ٹھوکر کھا جاتے تھے۔ اون کے بعد بوئیک صاحب آئے پھر
جیمس صاحب اوس وقت اسکول کے بنگلے میں یہ شان نہ تھی
جو اب ہے۔ وہ مکان نواب جعفر قلی خاں کا تھا۔ اور تصدق حسین ولد
جعفر قلی خاں نواب گھاٹ کے وقت میں بکا ہے اوس مکان
میں ہو رصاحب سروے ڈیپارٹمنٹ کے ایک صاحب رہتے
ہیں۔ ان کی میم صاحب اور بچے راقم کے مکان میں دیوالی کا
تماشہ دیکھنے کو آتے تھے۔ یہ پورسے اسکوٹ کے بڑے افسر
تھے۔ اور منشی کملا پرشاد مختار ان کے ماتحتی میں سکریٹری ہوئے
تھے۔ اور مکینزی صاحب اسکوٹ کے اعلی افسر ہوئے تھے
یہ سب تب کا حال ہے راقم نے ۱۸۸۰ء میں سیٹی اسکول چھوڑ
دیا تھا۔ اور علی گڈھ چلا گیا تھا۔ علی گڈھ کی ہوا چلی ہوئی تھی
جسے دیکھو علی گڈھ جا رہا ہے۔ چند سے بعد ولایت کی ہوا چلی
جسے دیکھو حیثیت ہو نہ ہو ولایت روانہ ہو رہا ہے۔ یہ رشتہ
تعلیم میں کیا کیا انقلابات ہوئے۔ پھر دنیا بدلتی گئی جس کے
تقدیر میں جو جو ہونا تھا ہوتا گیا۔ اور بتہ خاک سونے کے
کتنے مرے چند ہی صورت ہے جو زندہ ہے۔ اون میں سے

ایک نظیر میاں بھی ہیں۔ جو صورتاً لائق زیارت ہیں۔ اون کی اولاد
میں سے نصیر میاں کو جانتے ہیں۔ جو پھلواری اسکول میں ملازم
تھے۔ اور سکھو میاں ہیں۔ جو عبدالحفیظ بلخی کے رکن اعظم میں
اور اولادوں کو دیکھا ہے۔ نام یاد نہیں ہے۔ ان کے بھائی
صوبا میاں تھے۔ جو فقیر ہو گئے تھے۔ اور جوان ہی مر گئے
اون کے لڑکے الطاف اور شکور زندہ ہیں۔ جو دوکان دار
ہیں اور ایک ان میں سے آرہ ملکی محلہ میں بیاہے تھے۔ صوبا میاں
میر محمد حسین دوندی بازار کے بہنوئی تھے۔ اور نظیر میاں کے تعلقات
خاندان حسن نواب مرحوم لودی کڑہ سے تھے۔ جن کا تذکرہ مظفر پور
کے تذکرہ میں ہے۔ حسن نواب حکیم کاظم حسین لودی کڑہ کے بھانجے
تھے اسی خاندان میں ممتاز نواب عرف نواب صاحب دفعہ دار
بیاہے گئے۔ وہ حکیم مجو کے بہنوئی ہیں۔ حکیم مجو صاحب حکیم کاظم
حسین کے نانی ہیں۔ ممتاز نواب کے بھائی تھے۔ اس خاندان
سے تعلقات برادری خواجہ ولیب سے تھا۔ اسی خاندان سے
تعلق منشی امیر حسن خواجہ ولیب کے خویش کو بھی ہے۔ اسی خاندان
سے تعلق شکور میاں مرحوم کو تھا۔ اون کے بیٹے بنن مرحوم
اسی سال مرے ہیں۔ اور لڑکے ہیں۔ شکور میاں کی زندگی شاہ
صاحب کی گذری پہلے یہ رند مشرب تھے۔ پھر رنڈیوں کے پیر
میاں ہوئے کرتے کرتے واقعی پیر میاں ہو گئے۔ بہت ہی بلجبر
موت مرے اور دنیا میں نام و نمود تو بہت نہیں ہوا مگر عزت داری کی

ان لوگوں سے اوسط درجہ کی زندگی گذاری ناظر صاحب کے بعد اس
خاندان میں کوئی آدمی اوس پیمانہ کا نہ ہوا نہ وہ عیش و آرام ہوا۔ نہ وہ داشت
اور نام و نمود ہوا مکان اور امام بارہ حسرت سے پکار رہا ہے۔ کہ یہ
کوئی اچھے خاندان اور ذی شعور۔ ذی مقدور کی یادگار ہے۔ اور دنیا
کو اس کی ہستی درست رکھنے کی صلاحیت نہیں ہے۔ اون میں
بغایت نفاق ہے۔ گھوڑے گھوڑے لڑے اور زین لوٹی سوچی
کی مفت میں اوس جائداد کی ستی بگڑ گئی جو ایک مذہبی یادگار تھی
تعجب ہے کہ سب کی اولاد شیعہ مذہب زندہ ہیں۔ ناظر جی کے
بیٹے کا نام غالباً مجتہد میاں یاد آتا ہے۔ اون کی تعلقات کشمیری کوٹھی
میں خواجہ اظہر حسین و مظہر حسین کے خاندان سے ہے۔ اون کے
لڑکے مہدی نواب زندہ ہیں۔ جو صاحب جائداد تھے۔ مگر اونھوں
نے جائداد تباہ و برباد کر دیا۔ اور ممانی کے ساتھ کشمیری کوٹھی میں
رہتے ہیں۔ اونھیں کے ساتھ کھاتے ہیں۔ ان کو موقع درستگی
جائداد کا شاید جاتا رہا ان کی نوابی متیا میں زیادہ مشہور ہے وہاں اپنے کو
سنی المذہب بنا کر عقد بھی محمدی طوائف سے کر لیا تھا۔ وہیں
زیادہ ان کی مالی اصراف ہوئی۔ اوس علاقے کی عورتیں بہاڑی نما
عورتیں ہیں۔ ابتداً آدمی پر اپنا اثر گرا کر آدمی کو مدہوش کر دیتی ہے
جیسے برما اور کامر وکچھیمیہ کی عورتیں ہیں وہ کوئی جادوگر نہیں ہے
کوئی طلسمات نہیں جانتی ہیں۔ ترکیب دعوی ایسی جانتی ہیں
کہ انسان مدہوش رہتا ہے۔ پھر جونک کی طرح آدمی کے جاتی ماتی

خون کو چوس کر جدا ہوتی ہیں۔ انسان اپنے حیثیت میں نہیں رہتا
اس لئے جلائے وطن ہو کر ندامت اور غربت کے وجہکر رہنا پڑتا
ہے۔ ہنوز بی محمدی زندہ ہیں۔ راقم نے دونوں حضرات کی فضول
خرچیاں بچشم خود دیکھا ہے۔ اور اب دونوں کو مالی تکالیف میں بھی
دیکھ رہا ہوں۔ بیٹے کا خاندان اور اون کے تعلقات سب شیعہ
مذہب لوگ تھے اور لڑکی کی اولاد سب سنی مذہب ہیں
یہ داماد وں کے وجہکر ہوگا۔ وہ لوگ سنی مذہب ہونگے ایسی
ہی چند واقعات پر متعصبانہ نگاہیں پڑی ہونگی۔ جو سیاست کے
خلاف بھی پایا گیا ہوگا۔ اسی سے علمار حال کے مصلحتی فتوی کے
رو سے شیعہ وسنی کے درمیان میں نکاح حرام کردیا گیا ہوگا ایک
مسہود کے دوسری گروہ کے گھر جانے سے روک گئے اور
تعداد کی حفاظت بھی ہوسکتی ہے۔ کس حد تک یہ مسئلہ شرعی جواز
کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے جواب دہی علماء فریقین کے
ذمہ ہے۔ راقم کو حق فیصلہ نہیں ہے۔ راقم فقط واقعہ نگار ہے
نظیر میاں خود زندہ ہیں۔ وہ ان باتوں کے بڑے محقق ہیں۔ اور
خود مرید خاندان پھلواری کے ہیں۔ اور خان بہادر میر ظلی محمد شاد
کے شاگرد رشیدوں میں ہیں۔ اور بہترے مذاہب کے تحققات
اون کو ہی۔ مسائل کے تحقیقات راقم سے زیادہ وہ بیان کرسکتے
ہیں۔ اور حق بیان کرینگے اون کی تقریریں جبتہ ہی مریدی اور
حال قال کے نسبت سنا ہے۔ وہ اندھے مریدوں کے

طرح مذہب کے خلاف پیر میاں کو خدا کا بیٹا نہیں سمجھتے۔ اور اون کی
حدود کو جانتے ہیں۔ اور حقوق کو جانتے ہیں۔ وہ تجربہ کار
پرانے ہیں۔ سب کے گھر سے واقف ہیں۔ اور مشائخوں کے
صحبت میں روز رہتے ہیں۔ اور سب باتوں کی گشت لگاتے رہتے
ہیں راقم ایسے محقق کو مفید آدمی جانتا ہے۔

عے خواجہ دلیپ کو راقم نے خود دیکھا۔ اون سے
ملاقاتیں رہیں اون کا مکان پیر دمڑیہ میں تھا۔ اور مالی رام
کے گدام کے بغل میں تھا مختصر سا مکان تھا۔ بہت صاف ستھرا
بڑے سلیقہ کا بنا ہوا۔ مزاج میں پوری نوابی ٹھاٹھ بھرا ہوا
امیر و غریب سب پر داشت کا خیال بہت۔ بہت نیک آدمی اور
بڑے با اخلاق آدمی گذرے اون کی ایک لڑکی بھتر و میاں
ولد نواب یوسف علی خاں مرحوم ساکن دیوان محلہ کے یہاں
بیاہی تھی۔ بھتر و میاں کے ایک بھائی یا اوسی خاندان کے
ایک نوجوان خوبصورت آدمی تھے۔ جسے راقم نے دیکھا تھا
اوس لڑکے سے نواب سرفراز حسین خاں صاحب سے تعلقات
برادری تھی۔ چنانچہ کاغذ کے رو سے وہ مشاہرہ اب تک
منشی امیر حسن کو جو خویش خواجہ دلیپ ہیں ہر مہینہ میں وصول ہوتا ہے
خواجہ مذکور منشی امیر حسن کے سسر ہوتے ہیں۔ منشی امیر حسن کے
لڑکے کلور میں کہیں بیاہے ہیں۔ نظیر ہی میاں کے خاندان
میں حکیم نجو صاحب کے بھانجے نہال میاں بیاہے ہیں۔ غالبا

وہ پوتی داماد ہوگئے۔ راقم اس شادی میں شریک تھا۔ اور منشی امیر حسن ہی کے مکان میں بارات اوتری تھی۔ ان لوگوں کی پہلی حالتیں چشم دید یاد ہیں۔ اور موجودہ حالتوں کو بھی دیکھتے ہیں تو افسوس معلوم ہوتا ہے۔ یہ خاندان اوس حالت میں نہیں رہا جس میں تھا منشی امیر حسن شاہ صاحبی رنگ میں زندگی آسائش کی گذران کرتے ہیں۔ جو آمدنی ان کے پاس ہے اوس میں اپنا گذر کرتے ہیں۔ دال روٹی میں خوش ہیں۔ پورا خاندان پر سلیقہ ضرور ہے۔ پرانے خاندان والوں کی یہ شناخت ہے۔ کہ گو کتنا ہی ژولیدہ حال بھی کیوں نہ ہو جائے۔ مگر آثارات قدامت اوس میں پایا جائیگا اور سلیقہ اوس میں ضرور رہیگا۔ یہ تو نوخیزوں کی علامت ہے۔ کہ وہ قوت برداشت نہیں رکھتے تھوڑی دولت اور عزت اور روپیہ میں اُوبل پڑتے ہیں۔ کہ دیکھنے والے سمجھ لیتے ہیں کہ یہ خاندان یا شخص نوخیزوں کا ہے۔ اون کی طبیعت چھوٹی ہوا کرتی ہے۔ سیر چشمی اون میں قدرتاً پیدا نہیں ہوتی اور اوچھی طبیعت ہوا کرتی ہے۔ اور آدمی کو اپنا اچھوچا نا اپنے کو بہت بڑا دیکھانا اپنے منصب سے باہر کام کرنا ضروریات سے جانتے ہیں۔ راقم نے خاندانی پرانے احکام کو بھی دیکھا ہے۔ اور مقابلے کے پاس کردہ حکاموں کو بھی دیکھا ہے۔ پرانے خاندان والوں کی طبعیتیں اور ہوا کرتی تھیں۔ وہ لوگ بڑے قدردان لوگ ہوتے تھے۔ اور ہمدرد اور اخلاق مند اور نفع رسان ہوتے تھے۔ سیکڑوں کے

ساتھ بڑا بڑا احسان کر گئے۔ اب صرف ڈیوٹی روزگر کرنے والے بہت
زیادہ ہیں۔ ریاست برتنے والوں کی تعداد کم دکھائی دیتی ہے
ہر گروہ ہر قوم میں ہر مذہب میں راقم نے برابر ایسا ہی دیکھا
بہتیرے واقعات نظر سے گذرے ہیں۔ کہ بگڑے ہوئے
خاندانوں کو گذشتہ پرانے حکاموں نے بنا چھوڑا اور بڑا بڑا نفع
پہونچا گئے۔ اور سیکڑوں کی عزت افزائی کر گئے اور دنیا میں نام
چھوڑ گئے۔ اب جو رنگ ہے۔ وہ سامنے ہے۔ سب دہلی
بائیس پسیری اس لئے موجودہ زمانہ شیخی کا معلوم ہوتا ہے۔ کسی کو
سہارا دینے والا نہیں دکھائی دیتا۔ ہر کی زندگی ہے۔ کہ دار الفکر
پر چڑھی ہے۔

۸۔ منشی عبد الغفار کا مکان نگلہ میں تھا۔ یہ بہت ہوشیار
کارپرداز تھے۔ مدتوں یہ شیخ سبحان علی لہرانواں کے یہاں رہے وہیں
تعلیم و تربیت پایا شیخوں میں ان کی برادریاں ہیں۔ پہلے دفعہ جو مردم شماری
ہوئی۔ تو راقم مالسلامی علاقہ میں سپرنٹنڈنٹ ہوا۔ اور مولوی یوسف حسین
آنریری مجسٹریٹ اور سر ہمایوں مرزا بیرسٹر جواب حیدرآباد میں ہیں اوسوقت
ہر سرشتہ تھے۔ سپروائزر ہوئے۔ اوس وقت منشی عبد الغفار بھی سپروائزر
تھے۔ اونھوں نے اچھا کام کیا۔ اون کی ہوشیاری دیکھکر راقم نے والد ماجد
سے سفارش کرکے اپنی زمینداری سرشتہ میں دس روپیہ اور کھانے کی
جگہ دلوادیا۔ اوس وقت میر رفیع الدین پہ، مولوی حبیب الدین ساکن
ڈونگہ کی اہلی راقم کے یہاں منیجر تھے۔ اور چالیس برس تک اسی دربار میں

رہے۔ اور مرکر نکلے اون کے کل لڑکے راقم ہی کے یہاں رہتے تھے۔ اونھوں نے اپنی زندگی خیرخواہی کے ساتھ گذار لیا۔ اون سے قرابت داریاں بھی تھیں۔ وہ راقم کے نانا مولانا امیرالحق قدس سرہ کے بھائی مولانا نصیرالحق قدس سرہٗ کے سسرالی قرابت دار دون میں تھے۔ اور والدہ ماجدہ کے بھائی ہوتے تھے۔ اون سے گھر میں عورتوں کو پردہ نہ تھا مثل سوانگ کے اپنی زندگی گذار گئے۔ جب اون کا انتقال ہوا منشی غفار اوس عہدہ پر ترقی پاکر آ گئے۔ اور والد کے یہاں ذی اختیار عہدہ دار ہو گئے۔ راقم نے سپردسرشتہ تھا راقم سختی سے ہر اقوام کو دیکھتا تھا۔ یہ بات اون کے نفس پر گراں گذرتی تھی۔ والد مرحوم راقم کے اولادوں کے طرف مائل تھے۔ وہ لوگ نوخیز نوجوانان تھے۔ مختار صاحب اون لوگوں کے ہم نشین اور ہم نوالہ وہم پیالہ ہو گئے۔ اور ایک خاصی گروہ مخویانہ تیار ہوئی۔ جس نے میری اختیارات کو صلب کرالیا۔ گھر میں رنجش پھیلی۔ کچھ کچھ ایسے ایسے مواقعات پیش آئے۔ کہ راقم کو روحانی تکلیفیں ہوا کیں۔ راقم نے اپنا سونتی مکان چھوڑا اور ایسی ایسی تکلیفیں روحانی وجسمانی ومالی اوٹھائی پڑی جس کا تذکرہ کرنے میں راقم کو دلی تکلیف ہوتی ہے۔ مختصر یوں ہے۔ کہ اون ذلتوں اور مصیبتوں کا ہرگز راقم مستحق نہ تھا۔ مگر وقت تھا نکل گیا۔ اچھا ہوا ٹھوکر کھا لیا۔ اور والد ماجد کی زندگی ہی میں جو بھگتنا تھا بھگت لیا شکر یہ ہے۔ کہ اپنے خون اور ملازم ہی کے بدولت سادا پایا پڑھ

بلنا ہوا ایچ لمزز صاحب سیشن مجسٹریٹ تھے ۔ راقم اون کا ماتحت
تھا۔ امور سے واقف ہو گئے تھے وہ بورڈ کے سکتر اور آخر
میں گورنر بہار واوڑیسہ ہو کر جدا ہوئے اونھوں نے جو
سارٹیفکٹ لکھکر دی ہے ۔ اوس میں یہ لفظ ہے ۔ کہ موجودہ
مصیبت کا ہرگز یہ شخص مستحق نہ تھا۔ وہ دست خاص تحریر اون کی
میری مصیبتوں کی شاہد ہے ۔ اور جب اوسے دیکھتا ہوں سارے
واقعات گذشتہ کے پیش نظر آجاتے ہیں ۔ وہ چند سطریں ایک
اجمالی تاریخ ہے ۔ جو میری مصیبت کے زمانہ کی یادگار ہے اور
مجھے میری مصیبت کو یاد دلانے والی ایک بہترین چیز ہے۔
اوس کاغذ سے مجھے پتہ چلتا ہے ۔ کہ انسان اپنے قریب تر
اقربا اور والدین اور اولاد وملازمین کے بدولت کس قدر پریشانیاں
اوٹھا سکتا ہے ۔ کتابوں سے پتہ ملتا ہے ۔ کہ بادشاہاں
گذشتہ کی بڑی بڑی سلطنتوں کے ردوبدل ہونے میں ایسے ہی
مغویانہ مواقعات پیش آیا کئے ۔ اور جانیں اور سلطنتیں ضائع
ہوا کیں ۔ میں نے ہندو راجاؤں کی تواریخ دیکھا ہر ہر کے وقت میں
مغویانہ وجوہ سے تبدیل سلطنت ہوا کی اور ہر میں اقربا
یا ذی اختیار ملازمین کا ہاتھ پایا جاتا ہے ۔ الغرض راقم چاہتا ہے کہ
لانقل افاً ہر عمل کرتا ہوا حسب ہر قانع اپنی زندگی [illegible]
پھر بہتر ہے وثائق راقم کے ضرور رسانی کی مقصد تو جسٹس [illegible]
گردے ۔ جو ہنوز وجود میں ہیں ۔ اور ان نو رس ہیں جس کے وجہ راقم

کی مالی حالت کو لاکھوں لاکھ کا خسارہ ہوا جب راقم کے والد نے سنہ ۱۹۰۷ء میں انتقال فرمایا۔ تو راقم جانشین ہوا اور وقت ان لوگوں کے اختیارات قدرتاً صلب ہو گئے۔ مگر گھر کچھ ایسا الجھا ہوا تھا۔ کہ اگر میں کچہری کا میدان دیکھتا۔ تو رہی سہی جائیداد ہو جاتی راقم نے صبر و استقلال سے کام لیا۔ اور جو کچھ ہو چکا تھا سب کو قبول کر لیا اور گھر کو سنبھال رکھا مگر قلوب کے اندر نفاق کے تخم بار در ہو چکے تھے۔ جس کی اصلاح آج تک تو ناممکن الوقوع بھی پایا کوئی دقیقہ اپنے عقل بھر راقم نے اوٹھا نہ چھوڑا۔ مگر جو باتیں ناقابل اصلاح تھیں۔ وہ لپنے جگہ پر چھوڑتا گیا۔ مثلاً لڑکوں کی تعلیم ادھوری رہ گئی۔ وہ لوگ خود مختار و آزاد کر دئے گئے۔ راقم کا رعب و دباؤ جاتا رہا ان باتوں کی اصلاح میری اختیار سے باہر ہو چلی تھی۔ وقت نکل چکا تھا۔ یہ سب اپنی جگہ پر رکھے جس کا خمیازہ وہ لوگ خود بھگت رہے ہیں۔ راقم نے ہر ہر گوشہ کی اصلاح جو امکان میں تھی کر لی اور مدبرانہ جابرانہ صبر و تحمل و استقلال کے ساتھ ایک مورت کو جو کرنا چاہیے کرتا ہوا زندگی گذارنے لگا مگر بہت ہوشیار رہنا پڑا جب سنہ ۱۹۱۰ء میں والدہ ماجدہ کا انتقال ہوا اب میں آزاد ہو گیا اور ہر ہر کس کو بخوشی آزاد کر کے سب سے جدا خانہ دار ہو گیا۔ اور سب کا دربار جدا جدا قائم ہو گیا۔ اور پھر مجھے وہ سروکار نہ رہا کہ کوئی کسی کا مددگار رہے یا محتاج رہے۔ جو جس نے لیا دیا تھا لے دیکر سب جدا جدا ہو گئے۔ گو راقم ہی کا

سب تھا۔ مگر راقم نے کسی سے کوئی مزاحمت نہ کی اوس وقت بھی جس سے جو ہوسکا ضرر رسانی سے باز نہ آیا جب ملازمین نے رنگت دیکھا۔ کہ سب ضرر کو راقم نے برداشت کرلیا۔ اور صبر و استقلال سے کام لیا۔ کچہری کا میلان چھوڑدیا۔ مجبور آنا امید ہوکر استیعفا دیکر لوگ جدا ہوتے گئے۔ اور راقم نے پھر بھی اون لوگونکو اپنے اختیاری جگھوں میں با اختیار ملازم رکھا چھوڑا راقم کی فطرت رہی کہ جو ضرر رساں ہو اوس کا بدلہ احسان سے لیا جائے چنانچہ راقم کے پاس کاغذی ثبوت سب موجود ہے۔ کہ پچاسوں آدمیوں نے جو راقم پر حملہ آور ہوئے۔ اور ضرر رسانی کی اوس کا بدلہ احسان سے لیا گیا۔ اور آخر کار اون لوگوں کو ندامت پیدا ہوئی۔ اور حق پر آنا پڑا اور پچھتا نا ہوا ایک دوسرے کار پرداز نے راقم پر ایک سخت مقدمہ دائر کرایا جس میں راقم کا بیس ہزار روپیہ خرچ ہے ہائی کورٹ کلکتہ تک راقم کو لڑنا پڑا اور اون کار پرداز کو ماتحتی میں آنا پڑا راقم اون کی بیماریوں میں اونکا محافظ جان ہوا اون کے اولاد کے ساتھ آج تک سلوک کا برتاو کرتا آیا۔ ایک اولاد کو بکوشش خود سات آٹھ برس جہاو گنج میں پیشکار بنایا۔ جو ہنوز زندہ ہیں اور دانا پور میں ملازمت پر ہیں۔ جن کا تذکرہ ہے۔ اون کا اظہار راقم کے مخالفت میں کلکتہ ہائی کورٹ کے بریف میں بمقدمہ متعلقی موضع خواجہ پورہ موجود ہے۔ اور سارے واقعات ضرر رسانی اوس مثل میں پائے جاتے ہیں۔ اون کے صاحبزادے سب موجود ہیں۔

جو ان واقعات سے واقف ہیں۔ اور جو کچھ راقم نے کیا ہے اوس سے انکار نہیں کر سکتے۔ اس خاندان کے لڑکے میری خاندان کے لڑکوں کے ملازم بھی رہے ہیں۔ چنانچہ راقم نے اپنا دستور رکھا ہے۔ کہ الکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین پر عمل رہا ہے اور یہی راقم کے خوشی کا باعث ہے۔ اسی نے راقم کو فیض بخشا ہے۔ پھر جو انقلاب ہوا ہے۔ اور خدا نے اپنی سبب کی اصلاح جو دیا ہے۔ وہ دیکھنے کے لائق ہے۔ پھر ہر وہ آدمی جس نے ضرر پہونچایا تھا۔ بڑے طور پر اور عاجزانہ و مجبورانہ طریقہ پر خود اور اوس کی اولاد راقم کے پنجہ میں آ گئے۔ اور بھی جن جن کو جائداد پہونچی تھی سب میں راقم کو ترکہ واپس آتا گیا۔ مگر جانیں تلف ہوئیں۔ راقم نے کوئی ترکہ واپس نہ لیا اوسکی مرنے والوں کی اولادوں کو لکھ دیا ہے۔ اور اب سب کے سب اولاد و دشمنان کی اولاد راقم کے زیر نگرانی و پرورش میں ہیں اور جو مورث کو لازم ہے۔ راقم کرتا ہے۔ وہ لوگ نواب راقم پر دست رس نہیں رکھتے سب موجود ہیں۔ جن کا جی چاہے اون لوگوں سے واقعات صحیحہ کا اظہار بدر میانگی حلف قرآنی و اولادی دریافت کر سکتے ہیں۔ دنیا تو دار العوض ہے۔ اور منتقم حقیقی سب سے بڑا جابر اور حاکم حقیقی موجود ہے۔ استقلال اور عمل کی ضرورت ہے اس کا فیضان دنیا بھر میں چھا جاتا ہے۔ غور کرنیکی جگہ ہے۔ ایک مستقل مزاج آدمی جو ضرر رسانی کو روکنا چاہتا ہے صبر و تحمل

سے کام لینا چاہئے۔ تمام ظلموں کو برداشت کرنیکی صلاحیت رکھتا ہے۔ دنیا کو الٹ پلٹ کر دے سکتا ہے۔ ذرا موجودہ فضا پر غور کیجئے کیا کیا ہو رہا ہے۔ اور کیا ہو جاتا ہے۔ اور کیا ہو سکتا ہے۔ اسلام کی تعلیم حملہ آوری کی نہیں۔ اسلام ہمیشہ مدافعت چاہا کرتا ہے۔ اور شر و فساد سے بچنے کی تعلیم دیتا ہے۔ رسول اللہ نے ہجرت تک قبول کیا۔ جلای وطن ہو کر بھی چین سے نہیں رہے بارہ دانت شہید ہوا۔ کیا کیا مصیبتیں جھیلا مگر حملہ آور نہ ہوئے۔ اور صرف صبر و استقلال سے اور احسان سے کام لیا جس کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ دنیا کے گوشہ گوشہ میں اسلام کا وجود ہر اولاد متولی لنے کیا گیا۔ ظلم برداشت نہ کیا۔ جانیں تلف ہوئیں خاندان کا خاندان نیست و نابود کیا گیا۔ حضرت ایک عابد بیمار کے نسل سے آج دنیا میں کس قدر سادات کا وجود ہے۔ مشیت جسے بچا رہے اوسے کون نیست و نابود کر سکتا ہے انقلابات ہو سکتے ہیں۔ دنیا تہ و بالا ہو سکتی ہے۔ مگر ہستی قومی بغیر مرضی خداوندی غیر ممکن الوقوع ہے۔ آسمانی کتابیں شاہد ہیں مذہبی کتابیں بتاتی ہیں۔ کوئی بادشاہ۔ کوئی قوت۔ کوئی قوم کسی قوم کو بھسم تیٹ نہیں کر سکتی۔ کسی کی تقدیر کو کوئی بدل نہیں سکتا یہ خاص تر قدرت کے اختیار کی باتیں ہیں انسان مفت حق العباد اپنے سر لیتا ہے اور اپنے اختیارات کو عمل میں لاکر اپنے دل کی بھڑاس نکالنا چاہتا ہے۔ جس کی کامیابی اور عدم کامیابی

انسانوں کے اختیار سے باہر ہے۔ راون کے سنگھیاں نے کیا کچھ نہ کیا۔ نتیجہ کیا ہوا کفار عرب نے کیا نہ کیا کیا ہو کر رہا۔ قرآن تو خود بتاتا ہے۔ کہ خدا خود اسلام اور اپنے بندوں کا محافظ ہے۔ پھر مسلمان کو تردد کیا ہو سکتا ہے منتقم حقیقی کے فیصلہ کے انتظار میں کیوں نہیں رہتے۔ بات یہ ہے کہ خدا کے بندے خدا کو قادر مطلق اور قوی القوت ہی نہیں جانتے ہیں۔ اسی میں مشکوک ہیں۔ اور عقیدہ راسخ نہیں رکھتے اس لئے ان میں انتشار پیدا ہوتا ہے۔ اور ضعیف الاعتقادی ان کو برباد کئے ہوئے ہے۔ اسلام کو اسلام کے طور پر اگر مان لیں اور اس کی ہدائتوں پر واقعی عمل ہو جائے۔ تو ان سے زیادہ جی دار اور کارکن دنیا میں کوئی گروہ نہیں پائی جائے۔ اسلام کو ناقص طور پر برتنے کا خمیازہ اوٹھانا ضرور پڑیگا۔ ناقص اصول پر چلنے کا نتیجہ بھی ناقص ملنا لازمی ہے۔ مذہبی کتابوں کو ناول بنا کر نہ پڑھے اور سے ڈراما کی حیثیت سے نہ دیکھے اوس کو مناظرہ کے لئے مخصوص نہ بنالے اون کے برتنے والوں کے اعمال اور حرکات کو غور فرمائے اوس راہ پر چلے پھر وہی کارنامے حاصل ہو سکتے ہیں۔ وہی باتیں پیدا ہو سکتی ہیں مگر اس کا واہمہ بھی اب دشوار ہے۔ ہم لوگ اصولی مذہب سے بہت دور افتادہ ہیں مادہ پرستی میں آگئے ہیں۔ نفس پرستی ہم پر غالب ہے۔ شہوت پرستی اور عقل پرستی میں پڑے ہیں۔ خدا پرستی ہمیں سوجھتی تک نہیں ہے۔ بھلا یوجی چاہے کرے آنے کے ساتھ کہیں

کو بھی پسنا پڑیگا۔ اب جو خدا کی مرضی ہو ہو گی قوم کی قوم ایک عالم میں ہے۔ عالم ہی لوگ مختلف الخیال پیدا ہو گئے ہیں۔ عوام کیا کرے کدھر جائے ہیں۔ شیرازہ بگڑ گیا۔ کسی ایک فرقے کے ساتھ ہو کر چلنا اب جو حشر اوسکا ہو گا میرا بھی ہو کر رہیگا۔ کوئی صراط مستقیم ہمکو نہیں ملتی جس راہ چلتے ہیں ٹیڑہی ہے۔ جس مکے سہارے جانا چاہتے ہیں۔ اوس میں اینٹھ پاتے ہیں۔ نہ سیدہی راہ ملتی ہے نہ سیدہا چلنے والا ملتا ہے۔ خدا ہی سنبھالے تو سنبھلیں بس اوسی سے دعا کریں۔ اهدنا الصراط المستقیم اس کے سوا چارہ نہیں ہے۔ راقم نے بہتیرے ظالموں کو دیکھا ہے ابھرے اور سکے گذرے ہزاروں ناموروں کو اور شریروں کو دیکھا۔ اوچھلے کودے۔ اودہم مچایا۔ اور نابود اور بے نشاں ہو گئے ہیں۔ دنیا والے نوجوان بھی روز روز ایسے واقعات ضرور دیکھتے ہیں۔ مگر غور نہیں کرتے محاسبہ نفسی نہیں فرماتے۔ ہر تا ئی کی ہر نئی آوز آوز دنیا میں ہو کر رہتی ہے۔ جیسا کو گے ویسا پاؤ گے راقم نے اپنے انقلابات پر بہت غور کیا۔ خوب سمجھایا گیا اپنے غلطیوں کا خمیازہ بھگتا کیا۔ بعض امروں میں اپنے والدین کی نافرمانی ضرور ہوئی۔ جوش جوانی کا فیضان ہوا اوس کا بھگتان بھی کر لیا راقم کی اہلیہ ایک بہترین بے زبان سیدانی تھیں جنکی قدر دانی نہ کرکے اوس کے دل کو جلایا اور راقم سے ایذا پہونچی اوس کا خمیازہ ایسا بھگتنا پڑا ہے۔ کہ تیس برس سے رات دن خون تھوکتا ہے۔

بھوک کر زندگی گذارنا پڑتا ہے۔ خدا رحم کرے دیکھئے کب تک بھگتنا پڑتا ہے۔ بقرینہ غالب اس جزا کو تادم مرگ پانا پڑیگا مرضی مولی اور ہمہ اولی صابر و شاکر رہنا بہتر ہے اسلامی حیثیت سے بھی یہی لازم ہے۔ دنیا میں کون دل ہے جو خوش ہے کسی کو دین کی فکر ہے۔ کسی کو دنیا پڑی ہے۔ یہاں فکر معیشت ہے وہاں دغدغہ حشر

آسودگی حرفے ہست ۔ نہ یہاں ہے نہ وہاں ہے

اگر دنیا نباشد دردمندیم ۔ دگر باشد بمہرش پائے بندیم

میں اپنے معاملات کو خدا کے حوالہ کرتا ہوں۔ اور اپنے خلاوردوں کے حق میں دعاء خیر کرنا فرض جانتا ہوں۔ حق العباد کا فیصلہ مالک العباد کے ذمہ ہے۔ دنیا میں بدلا لینے کی خواہش کو نہ خیال ہے۔ خود غرضی ہے۔ بد نفسی ہے۔ نیکی کن بدریا انداز بدی کنی بر سر خود یافت۔ منشی عبدالغفار صاحب کے اولاد ھے ایک لڑکے اون کے عبدالستار کہیں اسٹیشن ماسٹر ہیں دوسرا لڑکا بکو میاں ہیں۔ وہ بی۔ اے میں پڑھتے ہیں۔ تیسرا لڑکا خواجہ ہے۔ جو پہلے پلیگ کے زمانے میں خواجہ پورہ میں بمکان سماۃ ظریفن خادمہ پھوپھو مرحومہ راقم پیدا ہوئے ہیں زندہ ہیں سب خواندہ ہیں۔ اور خوشحالی سے گذران کرتے ہیں۔ اونکے داماد بھی کہیں ملازم ہیں۔ راقم کو زیادہ حال نہ ملا۔ منشی غفار عمل میاں ولد ابوسعید خاں کے دربار میں ملازم ہوئے۔ چند ماہ

بعد انتقال ہوا کار پردازوں پر پورا بھروسہ رکھنے سے اور ذی اختیار بنا دینے سے انتظام رخصت ہوتا ہے ہر کام کو اپنے حد اختیار میں رکھنا بہترین انتظام ہے ۔ جس نے غفلت کی اوس نے نقصان عظیم اوٹھایا ۔ اب زمانہ دنیا اور لوگوں پر بھروسہ کرنیکا نہیں ہے ۔ راقم نے بی بی کے ہاتھ سے جان جاتے دیکھا ہے ۔ اور بڑے بڑے گھروں میں باپ کو زہر پلاتے دیکھا ہے ۔ اور کتابوں میں تو بڑے گھروں کی موت زیادہ اسی طرح پر لکھی ہے ۔ دولت والوں کی جان زوال میں رہتی ہے ۔ راجاؤں اور بادشاہوں کی اکثر موتیں ملازموں کے ہاتھوں سے ہوا کیں اخباروں کو دیکھئے ۔ حال کے بادشاہوں میں سے کتنے لوگوں کی موت کس طرح پر ہوا کی ہے ۔ غریب کی زندگی اچھی ہے ۔ اوس کی جان کے خواہاں لوگ نہیں رہتے ۔ امیروں کی جان زوال میں ہے ۔ کسی اعلیٰ عہدہ دار کے مصاحبین بھی سابق نہیں رکھے جاتے پرائیوٹ سکریٹری ضرور اپنا خاص آدمی رکھتے ہیں ۔ وزارت ضرور بدل دیتے ہیں ۔ اراکین سابق کار دو بدل کر دیا جاتا ہے ۔ ہر کہ آمد عمارت نو ساخت پرانے ملازمین انتظامی خلل انداز ہوتے ہیں ۔ پہلے خیر اندیش لوگ تھے ۔ اب کے لوگ آقاؤں کو دباؤ میں رکھنا چاہتے ہیں ضرر رسانی پر آمادہ رہتے ہیں تجربہ تو نہیں ہوا کیا تھے

۹ منشی گوپال لال ایک پرانے خاندان کے کالیستہ تھے

جو شاہ درہ میں رہتے تھے۔ ان کے والد ایک بوڑھے
پر سلیقہ آدمی تھے۔ بالکل دیہاتی زندگی تھی۔ متمول آدمی تھے
تھوڑی زمینداری اور کاشتکاری تھی۔ گوپال لال کو اچھا اقبال ہوا
رہائش ہندوستانی وضع کی تھی۔ یکہ گھوڑا دروازہ پر بندھا تھا نہال سنگھ
کے دیوان تھے۔ تمام علاقہ مالسلامی کے کارپردازی ان کے
ہاتھ میں ہوتی تھی ہر مقدمہ ہر قسم میں ایک طرف ان کا ہاتھ ضرور رہتا تھا
اچھا کمانے لگے۔ خوب نامور ہوئے۔ اچھا عروج ہوا۔ مالسلامی
علاقہ کے لوگ جہلا اور شریر زیادہ ہیں۔ اور آس پاس کے
شدر کلاس کے لوگ بہت اوچھے اور فساد کنندہ ہیں ہمیشہ
یہاں ہلا ہنگامہ۔ شر و فساد ضرور ہوا کرتا ہے۔ اطراف کے
لوگ غربا اور دیس شہر والے منصور گنج اور معروف گنج کے بڑے
بڑے عزت دار اور تجارتیں دولت اور تجارت ہر حصہ شہر کے
محلوں سے زیادہ یہیں ہے۔ یہی جگہ شہر میں بہترین دولت
کی ہے۔ یہ منڈی ہے۔ یہ شہر بھر کی ضرورتوں کو پورا کرنے والا
بازار ہے۔ بڑے بڑے تاجر سب یہیں ہیں۔ عزت دار دلال
پلو دار ڈانزیہ سب یہاں ہیں۔ اس علاقہ کے قلیوں کی آمدنی
چار چار روپیہ روز تک ہے۔ دلالوں کو پوچھتے ہیں۔ تیس چالیس
روپیہ روز تک کما لیتے ہیں۔ پلو دار دو روپیہ روز کما لیتے ہیں
بیل گاڑی والے چھ سات روپیہ روز کما لیتے ہیں۔ آمدنی کا
یہ حال ہے۔ اور خرچ ندارد لیک ذوق ایک گھما۔ کھانے کا یہ حال

کہ دو پیسے کی بازار کی کچری پر اوقات محنت ایسی کہ چھ بجے صبح سے
نو بجے رات تک ہر ہر آدمی جان توڑ کوشش کرتا ہے ۔ کام میں لگا
ہے ۔ جہالت ایسی کہ بیتہ پتہ کھڑکنے پر لاٹھی ۔ تلوار ۔ گنڈاسہ موجود
گالی تو زبان ہی ہے ۔ بالکل وحشیانہ زندگی گذارنے والے اور
پیسے والے ہیں ۔ بات بات پر مقدمہ پیدا ہوتا ہے ۔ اس محلہ
میں جس کی آبرو بچتی ہے ۔ خدا کی قدرت ہے ۔ چونکہ بیوپار سے
ایک دوسرے سے وابستہ روزگار ہے ۔ اس لئے آپس میں اختلاف
کم ہوتا ہے ۔ غیروں سے خریداروں سے برابر تکرار جھگڑا کرتی ہے
پولس والے کوشش کر کے اس علاقہ میں جایا کرتے ہیں ۔ بہت سے
جرائم اس علاقہ میں روز چھپا کرتے ہیں ۔ دربار تو ڈھاب کا ہے ۔ زر ہر
فولاد بھی نرم شود ہو جاتا ہے ۔ یہ جگہ نیک اور غریب کے رہنے کی
نہیں ہے ۔ اس علاقہ میں جابر آدمی کی ضرورت ہے ۔ آدمی بہت
وافر ہیں ۔ اسی محلہ کے شیر ببر بابو جگر ناتھ سنگھ بہت مشہور گذرے
ہیں ۔ جن کا تذکرہ آئیگا ۔ اون کے وار سبھالنے والے جوڑ کے
آدمی منو بھٹیارہ تھے ۔ وہ لوگ تو مر گئے خاندان ہی برباد ہو گیا ہے
آج کل زیادہ نامور اور زور آور آدمی ڈومالگوز نو ہیں ۔ جو بااثر ہیں
منشی گوپال لال کا اثر ان لوگوں پر بھی تھا ۔ اول تو وہ خواندہ تھے دوسرے
اون کے ہاتھ میں ان لوگوں کی مقدماتی ضرورتیں ان کی رہتی تھیں
اونھوں نے اپنی زندگی بڑی عیش اور عزت داری گذارا تھا ۔ یہاں
کے یہاں ذی اختیار ملازم تھے ۔ ان کو ذرا فرصت نہیں تھی ۔ یہاں

حسین وحفاظت حسین ساکنان پوری چک بہت ان کے ساتھ
رہے اور خوب کار پردازی سیکھا۔ لیاقت جوان ہی مر گئے۔ حفاظت
حسین زندہ ہیں۔ جو کار پردازی کے بدولت صاحب جائداد ہو گئے
ہاتھی نشین ہیں۔ اس وقت بہت اچھا اقبال ہے۔ آخر میں ایک
مقدمہ فوجداری کا ان کے خلاف میں پیدا ہوا ہوا بدلی اقبال رخصت
ہوا کسی طرح پر آبرو بچی پھر وہ بات جاتی رہی جوان ہی قضا کیا گھر کی
رونق گئی۔ ان کے بھائی منشی کن کن لال مختار حاجی پور میں رہے
مگر وہ اتنا نہیں کما سکے گوکھل پرشاد ایک بھائی تھے جن کو
راقم نے بہترا کام سکھایا۔ اور وہ راقم کو بہت مانتے تھے
کہیں محرر تھے۔ مظفر پور کے علاقہ میں تھے۔ بیس برس کا
انداز ہوتا ہے۔ پھر اس خاندان کا کوئی حال ہم کو نہ ملا۔ سنا ہے کچھ
لوگ اس خاندان کے ہنوز زندہ ہیں۔ مگر وہ بابت نہیں ہے۔
ایک بھائی سیشن کورٹ میں مختار ہوئے تھے۔ ۲۵ برس کے اندر
عروج بھی ہوا زوال بھی سب کا خاتمہ بھی ہو گیا۔ اوس علاقہ میں طوطی
بولتا تھا۔ ننہال میاں بھی گئے۔ لالہ جی کے گھر کا خاتمہ بھی ہو گیا۔ و دسمان آنکھوں
کے تلے ہے۔ اور یہ وقت بھی دیکھ رہے ہیں۔ اس دس بیس
برس کے اندر کیا کیا انقلاب دنیا میں دیکھا ہے۔ جو بیان سے
باہر ہے۔ بس دنیا اس کا نام ہے۔ ابھی کچھ تھے ابھی کچھ ہو ایسی
بے ثباتی پر کیا بھروسہ کیا جائے۔ اور کس کس انداز سے انسان کیا
کرتا ہے۔ اور چند ہی دن میں کیا سماں بدلتا ہے۔ افسوس ہے

ہم لوگ کس غفلت میں ہیں۔ کس بھروسہ پر تہ تہ پانی کرتے ہیں

بیک گردشِ چرخِ نیلوفری نہ نادر بجا ماند و نے نادری

غافلو سوچو دنیا کا رنگ دیکھو چند روز بعد میر انکا تذکرہ بھی نہ رہیگا۔

عنا خواجہ احمد علی خواجہ محمد جان کے بھائی اور نواب عبدالمجید خاں یہ سب لوگ ایک ہی خاندان کے تھے۔ ان لوگوں کو دور و نزدیک تھوڑا تھوڑا تعلق نوابان پانی پت کرنال والوں سے تھا۔ یہ تذکرہ میر علی محمد شاد خاں بہادر نے بھی اپنی کتاب نقش پائدار میں بھی کیا ہے اون نوابوں کو راقم نے تو دیکھا نہیں اس لئے اون لوگوں سے راقم کو بحث نہیں ہے۔ خواجہ احمد علی کو دیکھا تھا۔ یہ پرانی روش کے بہت منتظم آدمی تھے۔ متوسط درجہ کی آمدنی بذریعہ زمینداری کی تھی جس انتظام سے اپنی اوقات گذران کرتے تھے۔ اپنے وقت میں تقریبات بھی اچھی کیا اونھوں نے سربرآوردہ لوگوں میں اپنا شمار نہیں کرایا محدود دائرہ میں رہے۔ اور غربا سے ملا کرتے تھے۔ اعلیٰ طبقہ میں کم ملا کئے لڑکوں کی تعلیم عمدہ نہ ہوسکی ان کے دو لڑکے بھی بڑے لڑکے کے وقت میں جائداد نقصان ہوئی۔ دوسرے لڑکے خواجہ شنو ہنوز زندہ ہیں۔ ان کے وقت میں مکان امام باڑہ سب بک گیا۔ اور بجاری مل میں منہدم ہو کر شامل ہو گیا۔ یہ میونسپلٹی میں جمعدار بدقت ہو گئے تھے۔ وہ کام بھی انجام نکر سکے۔ ان کی صحبت بیچ طبقہ کی رہی اور مخدرات وغیرہ میں ان کی زندگی برباد ہو گئی۔ ان کی آخری حالت قابلِ افسوس ہے۔ خواجہ محمد جان کے بھائی گوڑھ میں کامدار

بنلاتے تھے۔ ۴۹؎ جائداد ان کی گور ہرڈ کے صحبت میں خراب وخستہ ہوئی
ورجوا کے بدولت برباد ہوگئی۔ خواجہ محمد جان نے بھی غفلت کیا
ان کا حصہ بھی سب بک گیا۔ اور سخت افلاس میں ہوئے۔ ان کے
بھائی نے اپنے ساتھ خواجہ محمد جان کو بھی تباہ وبرباد کردیا۔ خواجہ محمد جان
مخدرات میں خود پھسے ہوئے تھے۔ غفلت کی اگر چاہتے تو حصہ
ضائع نہ ہوتا۔ ان کے بھائی کی وقعت جاتی رہی۔ اور دفاتر سرکاری
میں اون کا نام اچھا رہا۔ آخر عمر میں خواجہ محمد جان کو افلاس اور نکبت
دونوں ساتھ آیا۔ اس قدر گندگی مزاج میں پیدا ہوگئی۔ کہ جو سلوک
لینے والے بھی تھے۔ وہ بھی ان سے متنفر ہوتے تھے۔ تقدیر کا
گردش اس درجہ ہوئی۔ کہ آدمی کو ایک مفلس آدمی سے نفرت ہونے
لگی۔ حالانکہ یہ واجب الرحم تھے۔ مگر مخدرات ایسی چیز ہے۔ کہ انسان کو
اپنی بھی خبر نہیں رہتی۔ اور تمام حسنات زائل ہوجاتے ہیں۔ ان کی
زندگی شہر میں بہت ہی افسوس ناک اور قابل عبرت اور حسرت
گذری ان لوگوں نے تمام نوابی خاندان مذکور پر پانی پھیر دیا۔ اللھم
احفظنا من الفقر الملب جھنو میاں بڑے بیٹے میر شیخ
احمد علی کے جوان ہی مر گئے۔ شنو میاں زندہ ہیں۔ خواجہ محمد خان بوڑھے
ہوکر مرے اسی خاندان کے نواب عبدالمجید تھے جو نواب صاحب
دفعہ دار عرف ممتاز نواب کے والد تھے۔ اونھوں نے اپنی زندگی
اوسط گذار لیا۔ ممتاز نواب حکیم کاظم حسین لودی کرہ کے خاندان
میں حکیم مجو کے بہن سے بیاہے گئے۔ حکیم مجو حکیم محمد جان کے لڑکی

بیاہی گئی۔ حکیم محمد جان کا لڑکا طبق گر ہے۔ حکیم جو اور ممتاز نواب
دونوں صاحب اولاد ہیں۔ ممتاز نواب عرف نواب صاحب
دفعہ دار قرابت دار قریب حاجی عبدالواحد صاحب کے خاندان
کے ہیں۔ نواب صاحب کے ایک بھائی امتیاز نواب تھے جو
داناپور میں پائی سول کے مسجد کے مولانا عبدالرحمان خاں کے
داماد تھے۔ اور نجیب خاں کے بہنوئی تھے۔ مجیب خاں کی
قرابت سمن پورہ میں ہے۔ اور گوبند پورہ میں تھے۔ اور ناظر
خاں سمن پورہ کے بیٹے جنگو خاں وغیرہ سے ہے۔ دوسرے
بھائی شفیع احمد نواب وہ اپنے چچا ابراہیم خاں کے لڑکی سے
بیاہے تھے۔ ان لوگوں کا مکان خواجہ احمد علی کے بغل میں تھا
اب سب بک گیا۔ اور بہاری لال میں درآیا۔ اب ان لوگوں میں
ممتاز نواب مذکور کی زندگی پھر بھی گذرتی ہے۔ جس خاندان کو
بگڑنا ہوتا ہے۔ اوس خاندان کا کوئی آدمی پنپتا ہوا نظر نہیں آتا ہے
جسے خدا برباد کرنا چاہتا ہے۔ کوئی اوس کو قائم رکھ نہیں سکتا چند
روز بعد اس خاندان کا جاننے والا بھی نہیں ملیگا۔ ابھی لوگ زندہ ہیں
جنہوں نے ان لوگوں کا وقت بچشم خود دیکھا ہے۔ اور یہ دن بھی
دیکھ رہے ہیں تیس ۳۰ برس کے اندر یہ انقلاب ہو گیا ہے۔ ایسی انقلاب
روزمرہ دنیا میں ہوا ہی کرتے ہیں۔ کوئی ابھرا۔ کوئی ڈوبا
کوئی آیا۔ کوئی گیا۔ یہی آنا جانا زندگی اور موت ہے۔ یہی دنیا
ہے۔ جو آیا وہ دنیادار ہے۔ جو گیا وہ دین میں گیا جو چند روزہ

ہے۔ وہ زندگی ہے جو ہمیشہ کے لئے ہے۔ وہ موت ہے جہاں
چند روز گذارنا ہے۔ وہی دنیا ہے۔ جہاں ہمیشہ گذارنا ہے وہی
عاقبت ہے۔ ہم لوگ حیات کو موت اور موت کو حیات جانتے
ہیں۔ جہاں دائمی زندگی ہے۔ اوسے موت سمجھتے ہیں۔ جہاں چند دن
گذارتے ہیں۔ اوسے حیات بولتے ہیں۔ یہاں کی عیش کو مرجع
جانتے ہیں۔ یہاں کی اقبال کو اقبال سمجھتے ہیں حالانکہ یہاں کا ادبار
عاقبتی ادبار سے کہیں بہتر ہے۔ زندگی کے دن بھلے برے امداد
اہل دنیا کے بدولت ضرور گذر جاتے ہیں۔ عاقبتی افلاس سے
خدا ہی بچائے اگر مرے بعد مفلس قلندر رہے۔ تو بجز افضال
خدا ہی کوئی کمائی کام نہ آئگی۔ اس لئے کچھ بھی توشہ بھر وسہ کیلئے
ہر انسان کو رکھ لینا بہتر ہے

۷۱۔ منشی مرلی دھر مختار کا مکان سلی میں شاہراہ پر تھا۔ سنہ ۱۸۹۰ء
کے ۷ جنوری کو راقم جب جہانگیر گنج بیچ میں بوقت مسٹر نولدر صاحب
کلکٹر پٹنہ درجہ سوم کا اعزازی مجسٹریٹ مقرر ہوئے۔ اوس وقت سید رضا حسین
خاں بہادر راقم کے پھوپھا پریسیڈنٹ کچہری تھے۔ اوس وقت
منشی نثار احمد ساکن شیخ پورہ بیچ محرر تھے۔ وہ بمبئی چلے گئے وہاں سے
ولایت گئے۔ پھر کسی تمباکو کمپنی کے منیجر کے یہاں سورت میں
شادی کرلی۔ اور دولتمند ہوگئے۔ خط وکتابت مدتوں رہی مگر ملاقات
نہ ہوئی۔ وہ بلا کے تیز اور ہونہار تھے۔ اون کے بعد منشی مرلی دھر
برابر محرر رہے۔ پھر انہوں نے مختارکاری پاس کیا۔ اوسی کچہری

میں خوب کمایا۔ اور اچھے تجربہ کار مختار ہو گئے۔ چند روز ہی کے
اندر مر گئے مکان وغیرہ اچھا بنالیا تھا۔ پھر ان کا حال نہ ملا اس
خاندان کا کیا حال ہوا اور کون وارث رہا۔ ان کے بعد ٹھاکر پرشاد
محرر رہے۔ مدتوں وہ رہے پھر قاضی رضا حسین مرے
سرفراز حسین خاں صاحب پریسیڈنٹ ہوئے۔ پھر ٹھاکر پرشاد
کا لڑکا گنگا پرشاد چند روز رہے۔ جسے راقم نے بکوشش معزول
کرایا۔ یہ لڑکا رنجیت بابو اس۔ ڈی۔ او کا سارڈ ہو تھا۔ اور ہنوز
لعہدہ نقل نویسی زندہ ہے۔ اور صدر میں کام کرتے ہیں۔ پھر
منشی امداد برانواں کے بیٹے فضلو میاں کو راقم نے بحال کرایا
چندے وہ رہے۔ جو ہنوز زندہ ہیں۔ اور دانا پور میں کام کرتے ہیں
یہ گورگالنواں میں منشی وارث حسین کے خویش تھے۔ پھر منشی امداد امین
ان کے والد مر گئے۔ منشی امداد حسین ہی خواجہ پورہ میں راقم سے
پھوپھی کے دربار میں ملازم تھے۔ انھیں نے نثری خواجہ پورہ کا
مقدمہ کرایا تھا۔ اور خاندان شیخ خیر علی مرحوم کے مجید میاں
عبدالعزیز میاں کے والد اور اختر حسین خواجہ پورہ کے دادا اور
مولوی عبدالرحمان عرف بھتی میاں خواجہ پورہ اور اکبر خاں سب۔ ان
سمن پورہ راقم کے مخالف ہو گئے تھے۔ اور خوب خوب مقدمہ بازیاں
ہوئیں۔ راقم کا خواجہ پورہ کا باغ لوٹا گیا۔ اسباب لوٹا گیا۔ ہاتھی بند
کیا گیا۔ گو بندیا بو وکیل جو بہترین وکیل تھے۔ میری مخالفت پر
تھے۔ میری طرف سے سراج چند بابو اور گورپرشاد سین بابو اور

راد ہاکر ساؤ بابو وکیل تھے۔ بابو گرنا داس پولس صدر اعلیٰ
کے اجلاس سے مقدمہ میرے خلاف میں ہوا۔ کلکتہ
ہائی کورٹ گئے۔ وہاں جسٹس تری ونلبین اور جسٹس امیر علی نے
تصفیہ کرادیا اور دو ثلث جائداد راقم کو ملی اور ایک ثلث جائداد
قاضی حامد رسول ونعمت میاں کی والدہ راقم کی چھوٹی پھوپھی
کو ملی بر لیف ہائی کورٹ کے اندر سارے واقعات موجود ہیں
اس مقدمہ میں بیس ہزار روپیہ صرف ہو گئے۔ اس مقدمہ کے
اصل بانی مبانی منشی امداد حسین تھے اور بھائی لنعمت مرحوم اور
قاضی حامد رسول سلمہ تھے۔ ملازمین پھوپھو مرحومہ کل راقم کے
مخالف ہو گئے تھے آمد رفت سب بند ہو گئی تھی۔ وہ مقدمہ
ایسے عنوان سے لایا گیا تھا۔ کہ راقم گویا جیل ہی ہوتا۔ اور
اور راقم کے خاندان میں ایک پیسے کی جائداد بھی باقی نہ رہتی۔
وارثان شیخ خیر علی مرحوم ساکن خواجہ پورہ کو یہ عروج نہ تھا
جواب ہے۔ اس لئے اون لوگوں نے اس گھر کو کمزور کر دے
اور جائداد کے حاصل کرنیکے غرض سے اور اپنے ترقی کے
خیال سے مخالفت کی اور اپنے ارادوں میں کامیاب بھی ہوئے
جب ہی سے اس خاندان کے لوگ راقم کے مخالف رہا کئے۔ جب
پھوپھو مرحومہ کا انتقال ہو گیا۔ اور بھائی لنعمت مرحوم ساکن
خواجہ پورہ ہو گئے جب سے وارثان قاضی لنعمت ساکنان
خواجہ پورہ ہیں اور قاضی حامد رسول برابر فرید پور کے ساکن رہے

پھر انقلابات ہونے گئے۔ بھائی نعمت سے میل ہوگیا۔ اون کی
لڑکی راقم کے ایک لڑکے سے منسوب ہوئی۔ جس کا نام سرور
تھا۔ وہ لڑکا مر گیا۔ پھر وہ لڑکی داروغہ منیر الدین سے بیاہی
گئی۔ وہ آب کاری میں داروغہ تھے۔ اور نیورہ کے رہنے والے
تھے۔ اور بیل تلے اون کا مکان تھا۔ یہ ڈاکٹر محمد بخش ساکن
دربھنگہ کے سالے تھے۔ داروغہ کو سے لڑکے رجسٹرار
ہیں۔ اور بھائی نعمت کے ناتی ہیں۔ اور منا میاں بھائی نعمت کے
لڑکے ہیں۔ وہ لطف اللہ خاں ساکن محی الدین نگر کے داماد
ہیں۔ اون کی لڑکی حاجی عبدالواحد ولد حاجی شبراتی کے یہاں
احمد میاں سے بیاہی گئی ہے۔ اور محمد بشیر بھائی نعمت کے
چھوٹے لڑکے لیتے چچا قاضی حامد رسول کے لڑکی سے
بیاہتے ہیں۔ بھائی نعمت شاہ امیر صاحب تکیہ شاہ گھسیٹا کے
سجادہ نشین کے بہنوی تھے۔ خاندان شیخ خیر علی سے کوئی ذاتی
برادری ہم لوگوں کی اب تک نہیں ہے۔ صرف بستی کے رہنے
والے ہیں۔ اب بعد مرنے منشی مجید و شیخ شمشیر علی و شیخ خیر علی
و شیخ علی رضا و شیخ حمید کے اس گھر میں بفضلہ اقبال ہے سب
صاحب کمانے والے ہیں۔ عزیز میاں ولد مجید میاں کلکٹری
میں محرر تھے۔ اون کی شادی حافظ نصیر الحق نالہ پر کے
بیٹی سے ہوئی۔ پھر ڈبانواں میں در سیر صاحب کے لڑکی سے
ہوئی۔ اختر حسین اسی محل سے لڑکے زندہ ہیں۔ مولوی سعید مختار

کے یہاں گورکھپور میں ان کی لڑکی بیاہی ہے۔ ہادی میاں کی شادی ڈاکٹر اصغر حسن کے یہاں لودی کٹرہ الٰہ آباد میں ہوئی ہے مولوی غفور النسپکٹر پولس عزیز میاں کے بھائی ہیں۔ ان کی شادی دھنوت میں مولوی ارادت وکیل کے لڑکی سے ہوئی ہے ننھو میاں پولس سب انسپکٹر ہیں۔ ان کی شادی خلیل پورہ میں عبد الوہاب مرحوم کے یہاں ہوئی۔ موسیٰ میاں کی شادی فرید پور میں تفضل حسین و تجمل حسین بھائی کے یہاں ہوئی ان کا لڑکا مہدی ہنوز کوارہ زندہ ہے ان لوگوں کے خاندان میں شادیاں مولوی میں شکر الزاں بخاندان مولوی رفیع مرحوم ہوئی بعض شادیاں کوبلوڑی میں ہوئی ہیں۔ اب اس خاندان میں اچھا اقبال ہے۔ واسع میاں اور متین میاں دونوں دولت مند آدمی اس خاندان میں آگئے ہیں لطیف میاں کہیں اسٹیشن ماسٹر ہیں۔ سعید میاں ان کے برادر کے یہاں ملازم تھے۔ معید میاں پوسٹ آفس میں ملازم ہیں۔ معید میاں کی لڑکی چھپرہ کے طرف بیاہی ہے۔ ان لوگوں کی قرابت کمہرار میں بھی ہے۔ اور سگونا میں پورہ میں ہیں۔ ڈاکٹر رحمان مالک رحمانی دواخانہ آرہ سے بھی قرابت ہے۔ سعید مختار سگونا سے بھی قرابت ہے۔ اب ان لوگوں کی قرابت داریاں بوجہ کثرت ممبر خاندان کے دور دور متفرق دیہاتوں میں ہے۔ ان لوگوں کا جتھہ بہت بڑا ہو گیا علم بھی گھر میں ہے۔ اور دولت بھی ہے۔ یہ گھر اس وقت بر سر عروج ہے۔ بدھو میاں سالار پور میں کی شادی اس خاندان میں ہوئی ہے

یہ کفایت میاں کے یہاں ملازم تھے۔ اب تجارت کرتے ہیں
اوس مقدمہ مفرری کے وقت ہی ساری بستی خواجہ پورہ راقم سے
باغی تھے۔ صرف خاندان کھدیڑن مہتوں نے راقم کا ساتھ دیا
اور شیو نرائن مہتوں نے راقم کی جان و آبرو کی حتی المقدور حفاظت
کی۔ جس کا صلہ راقم کرتا آیا ہے۔ اور شیو نرائن کی ہستی ایسی بنایا
کہ اوس کی یادگار مندر قائم ہو گئی۔ اور ایک مالی حصہ سیٹی میں
راقم نے اوس کی اہلیہ کو مقرری کر دیا۔ اب تک اوس احسان کا
بدلہ کرتا آیا ہوں مرلی دہر مختار کو فالج آیا تھا۔ مر گئے۔ ٹھاکر
پرشاد کو عین اجلاس پر فالج گرا اور دھلیں سررشتہ میں مر گئے
پھر تو متفرق آدمی بنچ میں محرر ہوتے گئے۔ اور بدلتے گئے
مستقل طور پر دو تین برس کوئی نہیں رہا۔ بیسوں آدمی ہو گئے
اور ہوتے جاتے ہیں۔ قاضی رضا حسین۔ کے پہلے کنور
سکراج بہادر بنچ مجسٹریٹ تھے۔ اوسوقت مولوی عبدالجبار خاں بہادر ڈپٹی
آیا کرتے تھے۔ اون کے ساتھ بنچ مجسٹریٹ لوگ بیٹھا کرتے
تھے۔ پھر اون صاحب کلکٹر کے وقت میں صادق پور بنچ اور چھاؤ گنج
دونوں توڑ کر سیٹی کورٹ بنچ ہوا۔ اوس وقت تک دونوں بنچ
درجہ دوم کے اختیار کے ساتھ خود مختار بنچ ہے۔ استغاثہ یہاں
دائر ہوتا تھا۔ راقم نے خود استغاثہ بہتر الیا ہے۔ سیٹی کورٹ
ہوا اختیارات سلب ہوتے گئے۔ اعزاز گیا بنچ مجسٹریٹی جو کہ پہلے
وہ ایک عزت کی چیز تھی۔ اب لوگ ڈپٹی کا اعزاز جانتے ہیں۔ [illegible]

مجسٹریٹ ایک ذلیل عہدہ ہو گیا۔ پبلک اوس کو اچھی وقعت سے
نہیں دیکھتی۔ حکام بھی اب ان پر بھروسہ نہیں رکھتے۔ چھوٹے
چھوٹے بھی مقدمات ان کے ذمہ بمشکل اب سپرد ہوتے ہیں
دفعہ ۳۴ اور بائی لا او چیچک کے مقدمات ان کو ملتے ہیں
مظالم جانوران موٹر کے مقدمات فوجداری کے مقدمات
برقت بعض بعض کو ملتے ہیں۔ اب کوئی وقعت اس عہدہ کی
نہیں ہے۔ بعض لوگوں نے اس عہدہ کی وقعت کو خود
برباد کر دیا۔ بعض چھوٹے چھوٹے لوگ اس عہدہ پر ہوئے
اور وقعت ہر طرح پر جاتی رہی۔ راقم چونکہ پرانے وقت کا ہے
اب تک اس عہدہ کو سنبھالے جاتا ہے۔ مگر جی اندر سے خوش
نہیں ہے۔ نہ کرنیکو جی چاہتا ہے۔ نہ اب ہو سکتا ہے۔ مگر
راقم کو تجربہ کا فائدہ دن بدن بڑا ملتا ہے۔ ذریعہ معلومات
بڑھتا ہے۔ اس لئے اب تک کرتا جاتا ہے۔ ورنہ
گذشتہ باتیں اب کہاں نصیب ہیں۔ تین برس سقا کی سلطنت
ہے۔ اس میں ایمانداری اور خودمختاری کیا برتی جا سکتی ہے
اور ہر حکاموں کا خوف ہے۔ خلاف مرضی ہوا تو آئندہ کی حکومت
گئی۔ پبلک سے سروکار اوس میں رات دن رہنا تین برس
بعد اون کے ساتھ حشر ہوتا ہے۔ آزادی اور ایمانداری
کیونکر برتی جائے ایک دغدغہ والی حکومت ہے۔ جس لسٹ گذر کرنا
پڑتا ہے۔ پبلک سے سروکار بھی اب کم رہتا ہے۔ بیٹھا بیٹھا کھانے

اور دفعہ ۳۴ کے سوا اب سرد کار ہی کیا رہتا ہے۔ اکثر تو گئے
اجلاس کو سلام کیا۔ اور بیرنگ واپس کام ہی ہاتھ میں کیا رہتا
ہے۔ خدا جانے کتنے مقرر ہوئے کتنے مر گئے۔ کتنے کٹ
گئے۔ بہترا نام تو بھول گیا۔ بعض یاد ہیں۔ جن کا تذکرہ کرتا ہوں
قاضی رضا حسین۔ مولوی فضل الرحمٰن ڈومری۔ مولوی منظر علی لودگیڑہ
گوروسکھراج بہادر۔ راقم۔ میر علی محمد شاد خاں بہادر۔ ابو صاحب
رائے مہابیر پرشاد مہراج طعاٹ۔ منجھلے نواب صاحب بادشاہ
نواب صاحب۔ سلطان صاحب۔ مولوی ضمیر صاحب صدر گلی۔
سرفراز حسین خاں صاحب۔ رائے جی کشن بہادر۔ راجہ رام کشن
پانڈے موجودہ چیرمین میونسپلٹی کے بھائی یوسف حسین خاں
صاحب۔ رائے سری لیب۔ بابو کملا سہائے مالسلامی۔
نواب الطاف حسین خاں صاحب۔ جھبیّ بابو۔ محمد نواب صاحب گذری
مہدی نواب صاحب گذری۔ خاں بہادر مولوی معین الدین۔ خاں
بہادر شاہ کمال صاحب۔ بابو نریشر سہائے۔ راجہ درگا پرشاد
رائے جیلال مارواری۔ اون کے بڑے بھائی۔ مولوی ابو العاص
صاحب۔ بابو گرجاپت سہائے۔ نہال میاں سکلی۔ مولوی یوسف
حسین صاحب لودی کٹرہ وغیرہ۔ اتنے لوگوں کا نام تو یاد ہے
پرانوں میں ایک راقم ایک سرفراز حسین خاں بہادر ہنوز زندہ ہیں
جو پرانے قاعدے کے حیاتی مقرری دار ہیں۔ اور بقیہ لوگ مر گئے یا
نئے قاعدے کے رد سے جو ہوتے گئے۔ ان میں سے بعض زندہ

ہیں - ان انقلابات کے بعد لتنے لوگوں کے مقابلہ کی کارروائی کرنیکے بعد جو تجربے ہوئے ہیں۔ وہ عجیب وغریب ہیں۔ پہلا تجربہ یہ ہوا - کہ دو مقدمے یکساں نہیں دیکھا - ہر مقدمہ میں ترتیب مثل اور درجہ کا فرق ضرور ملا کیا۔ دوسرا تجربہ یہ ہوا کہ ہندوستان کے خواندہ اور جاہل کوئی بلا طرفداری فریق گواہ نہیں ہوتا۔ اور آزادانہ اظہار دینا نہیں چاہتا تیسرا تجربہ کچہری کے حلف کو زباں کی کاٹ جانتے ہیں ۔ اس کی حرمت اور جواب دہی کی کلیۃً پرواہ نہ کی جاتی چوتھا تجربہ ہے۔ کہ سچ بولنے پر افسوس اور جھوٹ بولنے کی خوشی پیدا ہوتی ہے پانچواں تجربہ غیر مجرم الٹ پلٹ کرکے سزا دلوانے کی کوشش اور سزا یابی نکلتا پر اظہار مسرت ہوا کرتا ہے۔ چھٹا تجربہ ملزموں اور مجرموں کو اپنی آزادی کے اور جھوٹ کے سوا ایسے کرنے پر بالکل ندامت نہیں ہوتی۔ اون کا قصور وار دل اون کو انصاف پسند نہیں رہنے دیتا۔ ساتواں تجربہ متعلقین مقدمہ دلغیر جھوٹ وفریب کے سچائی کیطرف مطلقاً توجہ نہیں ہوتی۔ آٹھواں تجربہ کچہریوں کے ذریعہ سے دادخواہی بدترین بدنصیبی کا سامنا ہے۔ اور پریشانیوں کا مقابلہ ہے یہ نواں تجربہ ظالموں کی آزادی اور مظلوموں کی بربادی ہے ۔ دسواں تجربہ جرح کے طریقے اس قدر وسیع ہیں کہ بوسیدہ کوڑوں کو چھیلنا اور اوس کی بدبو سے مثل کے دماغ کو پریشان کرنا اور انصاف میں خاک

ڈالنا اور واقعات صحیحہ کی پردہ پوشی کرنا ہے - دسواں تجربہ
کارروائی مقدمات کے وجہکر حاکم کے قلم انصاف کو کند کر دیتا
ہے - ہرگز کوئی منصف دل اپنے ایمان کے مطابق کوئی کام
نہیں کر سکتا - اوس کا قلم جھوٹے مصنوعی خریدے ہوئے
گواہوں کے بیان کا پابند ہے - اور وہ اندرونی جذبات کے
خلاف قلم چلانے پر معذور ہو جاتا ہے - دل کچھ اور بولتا ہے
ضمیر کچھ اور کہتی ہے - اور مثل مقدمہ اور بھی کچھ رنگ لاتی ہے
گیارہواں تجربہ مظلوم ہمیشہ مظلوم ہی ہو کر رہتا ہے - اوس کی
پریشانیاں ملزم کے سزا یابی پر بھی دادرسی پوری نہیں کر سکتی
سارا بوجھ و بار ثبوت و اخراجات سب مظلوم ہی کے سر آمد
ہوتے ہیں - کوہ کندن و کاہ برآوردن سے
صرف کاغذ ہاتھ میں لئے واپس جانا پڑتا ہے - اور خالی
ہاتھ جانے والے کو اولٹا انعام تقسیم کرنا پڑتا ہے - کچہری والوں
کی بے رحمی اور ناانصافی اوس غریب کے الجھنوں اور پریشانیوں
پر بھی رحم نہیں کھاتے اوس مظلوم کی کونسی دادرسی ہوتی ہے
اوس نے اپنے مظلومیت کا کون صلہ حاصل کیا ہے جو اوس
غریب پر اس قدر فرمائشیں ہوا کرتی ہیں - اور اگر ملزم رہا کیا گیا
تو کس قدر اولٹی ندامت مظلوم کو حاصل ہوا کرتی ہے - وہ
ہر مظلوم ہی جانتا ہوگا - قانونی پیشوں کی امداد سے انصاف
میں حقیقی مدد نہیں پہونچتی - بلکہ حقیقی انصاف کی چہرے بدل

جاتے ہیں ۔ ان کی ذہانت قوت دماغی طاقت لسانی اور علمی لیاقت
استقلال ذہنی کا نظارہ البتہ ہوتا ہے ۔ ورنہ سچائی کی صورتیں
بدل جاتی ہیں ۔ انصاف حقیقی آدرشئے ہے ۔ اور تربیت مثل اور
جبر ہے ۔ کاغذی مثل مرتب ہوجاتی ہے ۔ انصاف حقیقی کا تو
خون ہی زیادہ ہوتا جاتا ہے ۔ منوشاستر کے رو سے جو تقسیم اقوام
کی گئی تھی ۔ ہر پنچایت اور ثالثی کے طریقے رکھے گئے تھے ۔
وہ ہندوستان کے فضاؤں کو دیکھکر بنائی گئی ہے ۔ اور وہ
بہترین طریقہ پر جرائم کی دادرسی کا تھا ۔ اور پھر جرائم کی سزاؤں میں
انصاف کا بہترین پہلو رکھا گیا تھا ۔ اور اپنی اپنی گردہ کے سرگروہ
سے کوئی بات پوشیدہ نہیں رہتی تھی ۔ مگر ان کے اختیارات
محدود تھے اسلئے اب آزادی کے وقت میں عمل نہیں ہو سکتے
مگر اس کی حد بندی کی حد بندیاں جرائم کے روک تھام کے لئے
بہت کافی تھیں ۔ اور ہر وقت کافی ہو سکتی ہیں ۔ مگر جب قومیت ہی
ٹوٹی ۔ مذہبی آزادی ہی ہو کر رہی پنچایت ہی کوئی شئے نہ رہی ان
کے احکام بھی اب فضول ہیں ۔ تو پھر جو ہو رہا ہے وہی ٹھیک ہے
وہ لوگ گئے ۔ وہ زمانہ گیا ۔ وہ دنیا نہ رہی ۔ غدر کے پہلے سے
یہ کچہری قائم تھی ۔ ڈپٹی دلیل الدین خاں کرتے تھے ۔ دیوان
مولا بخش لئے غدر کے بعد اس میں کچہری کی یہ کچہری سب سے
پرانی تھی ۔ کھرودرلال کے گھر میں بھی چند روز کچہری ہوائی پھر حبس
بنگلے میں مولوی جواد حسین وکیل تھے ۔ اس میں بھی سیشن کچہری ہوائی

پھر جس میں اب سب ڈپٹی رہتے ہیں۔ اس مکان میں کچہری ہوا کی
یہ مکان ہمائی کچہری کرکے مشہور تھا۔ اور مہراج دربھنگہ کا تھا۔ اس
مکان میں سیشن مجسٹریٹ لوگ رہنے لگے۔ لمزر صاحب پہلے سیشن
مجسٹریٹ ہوئے۔ اوٹھیں کے وقت میں سیشن کورٹ قائم ہوا۔
پھر جناب جے۔ ام۔ کری صاحب۔ پھر کم فرد صاحب ہینو صاحب
انگل صاحب۔ دہاوے صاحب جواب ہائی کورٹ کے جج ہیں۔
ہیوز صاحب۔ جناب ردس صاحب جواب ہائی کورٹ کے جج
ہیں۔ فری مین صاحب اور میکسول صاحب اور صاحب لوگ سیشن
مجسٹریٹ ہوئے۔ پھر سورین بابو۔ پھر رنجیت بابو۔ چندرا صاحب
خاں بہادر حامد صاحب سیشن مجسٹریٹ رہے۔ اب بے۔ کے۔ سیدا
صاحب ہیں۔ پہلے مقبول احمد صاحب سب ڈپٹی آئے۔ پھر
مولوی معین ولد مولوی کریم صاحب رہے۔ پھر مولوی فضلو
صاحب رہے۔ درمیان میں بعض بعض لوگ آئے گئے۔ اب
دربھنگہ کے ایک کائستہ صاحب ہوئے ہیں۔ کتنے انقلاب
ہوئے۔ دہاوے صاحب جواب ہائی کورٹ میں ہیں۔ وہ بھی
مدتوں سیشن مجسٹریٹ رہے۔ خود راقم بھی بعض بعض وقت میں انچارج
سیشن مجسٹریٹ رہا ہے۔ جس کے کاغذات موجود ہیں۔ الغرض سارے
انقلاب راقم نے دیکھے ہیں۔ دنیا کے پچاسوں رخ بدلے۔ اور
بدلتے جاتے ہیں۔ موجودہ فضا بھی دیکھ رہے ہیں۔ اب دنیا میں امن
وعزت اور آرام وآسائش اور بے فکری کی خوش زندگی بسر ہونا مشکل

ہے۔ باآبرو مرجانا بہتر ہے۔ اس اوبجھن کی زندگی تو راقم کو وبال جان ہے۔ جو سنا جو کچھ کہ دیکھا خواب تھا۔ خیال ہے کیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں؟ اب آبرو بچنا مشکل ہے۔ دنیا اب شر و فساد کی ہے۔ امن کا زمانہ گیا گذرا کل یوم بتر ہے۔ میر شاہ حسین۔ نور ہندا۔ بابو پیشکاران ہنوز زندہ ہیں۔ جن لوگوں نے سارے تماشے اور اختیارات پیچ دیکھے ہیں۔ میر شاہ حسین رانی پور نور اللہ راقم کے نانی کے سسر ہیں۔ جو پندرہ برس پیشکار رہے ہیں۔ ہندر بابو ساد جی کے دربار میں جمعدار یا میں دیوان ہیں کتنے منصرم نے اسی کورٹ سے ترقی پایا۔ اور شکو منصرم السپکٹر ہو گئے۔ راقم جس جگہ پر تھا جیسے کا ویسا رہ گیا۔ ذرا بھی ترقی نکر سکا۔ میں اپنی ناقابلیت پر محمول کرتا ہوں مجھ میں ترقی کرنے کی صلاحیت ہی نہ تھی ورنہ میں بھی کچھ ہو کر ہی رہتا۔ بیرانوں کی یہی قدر دانی کیا کم ہے۔ کہ باآبرو گذر رہی ہے۔ راقم خدا کا شکر گذار ہے۔

ع۱۲ میر رفیع الدین کا مکان بیر دمریہ میں تھا۔ ان کی سسرال بخاندان شاہ خادم حسین پیر دمڑیا تھی۔ ان کے تعلقات سسرالی شاہ محمد حسین ڈنکہ کی اہلی سے تھے وہ ان کے سالے ہوتے تھے ان کی سسرالی جائداد حاجی پور کے علاقہ میں جردہ وغیرہ میں تھی۔ دراصل یہ پھلواری کے رہنے والے تھے۔ اور مولوی احمد عبداللہ کے لڑکے تھے۔ ان کے بھائی مولوی امین صاحب تھے جن کی شادی نعمت پور میں ہوئی تھی۔ اون کے لڑکے شاہ عزیز مرحوم

تھے۔ جو بانڈھی باڑہ کے مسجد میں کلکتہ میں رہتے تھے۔ اُونکی تعلقات برادری سسرالی پیر مکہ لودیکڑہ میں تھی وہ صاحب اولاد تھے۔ بکہ میں جاکر مرے بڑے صابر و شاکر اور متوکل آدمی گذرے ہر سال ربیع الاول میں بڑے دہوم سے ان کے مکان پھلواری میں مہمان داری اور مولود ہوا کرتا تھا۔ جس کو لوگوں سے تین برس بیشتر تک بچشم خود دیکھا ہوگا۔ وجیہہ اور کاسب تھو پہلے یہ راقم کے یہاں طالب العلم رہے۔ پھر شاہ کمال صاحب کے مسجد پر طالب العلم تھے۔ پھر کلکتہ میں ایک انگریز کے یہاں خانساماں رہے۔ پھر یہ فقیر ہو گئے۔ اور پورے متوکل ہو گئے۔ اور واقعی لقلی شاہ صاحب بڑے رہے۔ جس کا صلہ لعن کو ملا مکہ میں مرے اون کے بھائی مولوی حنیف زندہ ہیں۔ جو ڈاکٹر اصدر علی خاں بہادر کے یہاں بھوٹان میں منیجر ہیں۔ اور دونوں راقم کے دربار میں مختار کاربردار رہے تھے۔ ان دونوں بھائی کی شادی ہدایت حسین مختار کے لڑکی سے گول گھر کے پاس ہوئی تھی۔ ہدایت حسین کے لڑکے عبدالحکیم پیشکار ہیں۔ ہدایت حسین اسکاٹ صاحب ساکن گلزار باغ کے کارپرداز تھے۔ اسکاٹ صاحب پرانے خاندان کے عیسائی مذہب کے آدمی تھے اون کا تیل کا گدام تھا۔ اون کے بیٹے ٹامس اسکاٹ جاسو اسکاٹ تھے۔ دونوں افیم گدام میں نوکر تھے دونوں جوان ہی مر گئے۔ ٹامسن صاحب کے باعث اس خاندان کے جائداد انکی بڑے لڑکے کے سونگیر میں اسکاٹ تھے۔ وہ بھی

لاولد مر گئے۔ ان لوگوں سے راقم سے بڑا ربط رہا۔ اور آمد
ورفت رہی۔ ان لوگوں کی جائداد بہت تھی۔ بٹنک روڈ پر چند بنگلے
تھے۔ جو اب بک گئے۔ مسٹر زبیر نے خریدا ہے۔ اور چند صاحب
نے خریدا ہے۔ ایک میں مسٹر یوسف بیرسٹر مرحوم ڈپٹی گھاٹ
بھی رہتے تھے۔ سب بک گیا ایک بنگلا عیدگاہ کے سرک
پر تھا۔ اوس میں چند سے محمڈن اسکول تھا۔ اور پہلے جہاں سیٹی
اسکول تھا۔ اوس کوٹھی کے بغل میں سکونتی مکان تھا۔ جو اب تک
اون کے لڑکی کے قبضہ میں ہے پٹنہ بجلی کمپنی کے چیف انجینئر تھے
جس کا نام مسٹر الکزنڈر ہے۔ غالباً اسی خاندان سے تعلق رکھتے
ہیں۔ اس خاندان میں اہل ذکور کوئی نہیں ہیں۔ ان لوگوں کا
زمانہ اون لوگوں کا اخلاق حمیدہ بالکل ہندوستانی وضع کا تھا
اور بہترین لوگ گذرے ہیں۔ عروج و نزول دونوں دیکھا ہے
اوس وقت افیم گدام کی آبادی اور اس محلہ میں عیسائیوں کی بستی کا
کچھ عجب دلچسپ جگہ تھی۔ فریجہ صاحبہ کی ٹھاٹھ۔ مری مَن صاحب سے
سیشن مجسٹریٹی کا وقت ان انگریزوں کا اس محلہ میں رہنا۔ اوس جگہ
کی آبادی۔ بائی لاؤ صاحب کے بھائیوں کی رہائش۔ مسٹر مکو نجیلن
صاحب کا اخلاق۔ مسٹر آرنسٹ کے خاندان کی ترقی سب باتیں
قابل یادگار ہیں۔ یہ سب نیست و نابود ہو گئے۔ ڈی آبرو صاحب
کے خانہ ان کی کثیر الاولادی۔ الیسے صاحب پولس انسپکٹر کی
شان۔ بردن صاحب انسپکٹر کی سطانت۔ اسی۔ بردے صاحب

سے کے بھتیجے کی اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ تھے جس کا نام مسٹر ونڈل تھا۔ مولوی ظہیر مختار موجی پور سے دیوان حافظ کا پڑھنا۔ راقم نے سب دیکھا بلکہ ان لوگوں سے بہترین ربط آمد و رفت آبہرین ویزٹ رہی مسٹر ولیم سن انجینئر کا گھوڑا۔ لیلی صاحب تاجر کا عروج اون کی شان و شوکت اون کا عربی گھوڑا۔ اسٹورٹ کی گھی کل آنکھوں کے سامنے ہے۔ اون لوگوں کی سوسائٹی میں جو انگریزی سوسائٹی کا لطف اوٹھایا ہے۔ اب خواب و خیال ہو گئیں ہے سب وہ دن ختم ہو گئے۔ الغرض میر رفیع الدین کے دوسرے بھائی حکیم وحید تھے۔ جنہوں نے راقم کے ساتھ مولانا امیر الحق قدس سرہٗ سے عربی پڑھا۔ پھر مولوی گلزار علی سے جو حاجی گنج میں رہتے تھے۔ طب پڑھا۔ پھر مظفر پور میں مطب کیا۔ پھر باکھی پور میں راقم کے مکان میں مطب کیا۔ پھر پاگل خانہ والی سڑک پر عین موڑ پر اپنا مکان بنایا۔ پھر قدم کوآں میں مکان بنایا۔ پھلواری میں سیدانہ محلہ میں بیاہے تھے۔ یہیں اولادیں ہوئیں سب مر گئے عبدالحئی میاں ساکن نولدہ جو مولوی ظہیر الحق نانا کے نواسی ہیں ان کے داماد ہوئے سارا تماشہ دیکھا۔ اب ان کا کوئی نام لیوا زندہ نہیں ہے۔ مکان بک گیا۔ ان کے خاندان کا وجود نہ رہا۔ تیسرے بھائی رفیع الدین تھے۔ اونھوں نے اوائل زندگی بہت تکالیف کی۔ بڑے بڑے مقدمات لڑے صاحب جائداد ہوئے۔ ترک سسرالی۔ ملا راقم کے دربار میں ذی اختیار ہو کر رہے اچھا کمایا۔ آرام سے رہے تقریباً ...

ان کا لڑکا عابد حسین مختار ہوا۔ اوس کی شادی حافظ عبد الغفور کے یہاں ہوئی۔ اور نواب فدا علی مقتول کے ساڑھو ہو گئے میاں علی حسین نوادہ کے ساڑھو ہوئے صاحب اولاد ہوئے دہوم سے شادیاں ہوئیں۔ نواب فدا علی کے مکان میں بڑا جلسہ ہوا۔ گانا بجانا رہا۔ عابد حسین کی مختار کاری چل نکلی۔ لڑکی میر رفیع الدین کی میر احمد حسین ہرمنڈل گلی سے بیاہی گئی جسکا لڑکا محمد عالم بتیا میں موجود ہے اور محمد نظیر رجسٹرار کے بہنوئی ہیں۔ اور ڈاکٹر مختار احمد کے بہنوئی ہیں۔ میر احمد حسین کی تعلقات کرانوا میں ہے۔ اور مولوی عبد الحفیظ وکیل سے ہے۔ خاندان قاسم میاں حاجی گنج سے ہے۔ خاندان میر امیر خاں مرحوم لودیکٹرہ سے ہے۔ خاندان خواجہ سید حسن سے ہے۔ ایک لڑکا میر رفو ماموں کا نعمت حسن تھا جو اٹھارہ برس کے سن سے لاپتہ ہو گیا آج تک کوئی خبر نہیں ہے۔ ایک لڑکے رضی الدین تھے۔ وہ بھی اپنے بھائی حبیب الدین کے ساڑھو تھے۔ ایک لڑکا شرف الدین تھا۔ وہ بھی مر گیا۔ رضی الدین بھی مر گئے۔ اولاد ہی عابد حسین بھی مر گئے۔ اون کی اولاد بھی مر گئی۔ سب ختم ہو گئے اور قریبا جوان ہی مر گئے۔ میر رفیع الدین بھی پچاس کے اندر ہی مر گئے اب اس خاندان میں ایک لڑکے حبیب الدین زندہ ہیں۔ جو اپنے ماموں شاہ محمد حسین ڈنکی امل کے داماد ہیں۔ وہ صاحب اولاد ہیں۔ انکے لڑکے وجیہ الدین بھی مر گئے۔ جن کی لاش جہلم کے اندر دخترنر ڈھونڈ کر

کسی نے پیٹ چاک کر کے قلب نکال لیا تھا۔ یہ عجائبات واقع
تھا۔ لاش بوسیدہ نہ تھی۔ پھر گاڑی گئی۔ بیر دمڑیا میں اوپر ہی مزار
ہے۔ اب بیر دمڑیا کا مکان ویران ہے۔ شہاب الدین اور دیگر
اولاد زندہ ہے۔ مولوی احمد اللہ بھائی وجیہہ مرحوم کے نانا مولانا
نصیر الحق قدس سرہ سے تین شادیوں سے سلسلے تھے۔ اسی
خاندان میں شادیاں کیں۔ بھائی وجیہہ صاحب کی والدہ اونھیں
کے بہن کی لڑکی تھیں۔ اس خاندان کا پورا عروج و زوال دیکھا
حبیب الدین کورٹ وارڈ میں رہے۔ قانون گو ہوئے۔ تاجروں کے
ملازم ہے۔ اب زمینداری پر اوقات ہے۔ سسرال [illegible]
شاہ غلام حسین ان کے سالے ہیں۔ منال حسین سے [illegible]
سے قرابت تھی۔ اب وہ ہیں اودی گڑھ میں ہیں۔ میر رفیع الدین سے
سسرالی قرابت خاص کے آدمی میر شمس الدین تھے۔ جن کا مکان
لال املی میں میر عنایت حسین کے امام باڑہ کے قریب ہے
اون کی اولاد زندہ ہے۔

۱۳۔ نور الدین شاہ ایک مجذوب فقیر گذرے ہیں
ان کا حال چوک وارڈ میں ملیگا۔ یہ نالسلامی علاقہ کے ایک ڈسٹرکٹ
قصبہ میں رہتے تھے۔ جہاں پر لوری جوڑ کا قصبہ ہے۔ اور [illegible]
کتے ان کے محافظ تھے ان کا مزار کالی استھان میں
باقر حق کے بغل میں ہے یہ بغیہ مستشرع فقیہ تھے۔ شہر کے لوگ
ان کے بہت قائل تھے۔ اور ان کے [illegible]

چور شاہی زمانہ میں تھے۔ اوس وقت کے چوروں کا قبہ بنا ہوا
ملتا ہے جو اس وقت کے بڑے بڑے لوگوں کو نصیب نہیں ہے
وہ بھی وقت تھا کہ چور کی یادگار رہے۔ اب وہ زمانہ ہے
کہ بڑے بڑے سرکار و دربار کی یادگار نہیں ملتی۔ برا ہو یا
بھلا ہو۔ اپنے فن کا ماہر ہو کامل ہو اپنی قدر ضرور کرا لیتا ہے۔
بڑوں کا برا بھی بھلا ہو کر رہتا ہے ع کسب کمال کن کہ عزیز
جہاں شوی ہے۔ کوئی صفت ذمیمہ ہو خواہ حمیدہ ہو۔ مگر انتہا کے
ہو تو نام ضرور رہیگا۔

عـــــــــــــ ۱۴ جگرناتھ سنگھ بندیلا کا گھر معروف و مشہور ہے۔ دولتمند
گھر تھا۔ بر لئے لوگ پرانی روش کی تھے۔ ملنسار تھے میونسپل
کمشنر بھی تھے۔ مذہب کے پختہ ہندو تھے ادھیڑ ہو کر مرے
پھر اس خاندان کا حال نہ ملا۔ اب کون ہے اس خاندان کی کیا حالت
ہے۔ آمد و رفت نرہی۔ ادھر راقم خود ہی نہ جاسکا شمہ علم ہوا
کہ کچھ اہل خاندان ہیں واللہ علمہ جو کیا وہ گیا۔

عـــــــــــــ ۱۵ مسٹر لولن بروں صاحب انسپکٹر کے داماد تھے
ان کا تیمی کا گدام اوس بنگلے میں تھا جس میں اب بہاری مل ہے بہت
ملنسار خوبصورت نوجوان انگریز تھے۔ کانپور جا کر جوان ہی مر گئے

بروں صاحب کثیر الاولاد آدمی تھے۔ اون کے بعض لڑکے
پولس میں کہیں ملازم ہیں۔ پھر ان لوگوں کا کوئی پتہ راقم کو نہ ملا۔ تاجر
انگریزوں کا مزاج سرکاری ملازم انگریزوں سے بالکل جداگانہ ہوا کرتا

ہے۔ تجارتی ملنسار ہوا کرتے ہیں۔ ملازم سرکار خوددار ہوتے
ہیں۔ اون کو ضرورت ہے۔ کہ داشت بریں ہندوستانی کو
غرضمند جانتے ہیں۔ اور دور دور سے خشک ملا کرتے ہیں۔
اس کا موقع بھی کم دیتے ہیں۔ کہ کوئی اپنا راز یا غرض عرض کرے
وہ کس کس بلا کی ہیں۔ ایک ایک نوکری کے لئے سیکڑوں درخواست
اور سفارشیں ہوا کرتی ہیں۔ اس لئے اون کو معذوری ہے۔ کہ
انجام فرائض منصبی میں دقتیں پیدا نہ ہوں۔ وہ انصاف کو غرضمندوں
کی قابلیت پر چھوڑ دیتے ہیں۔ جس سے اون کا کام نکل سکتا ہے
اوس کو ترجیح دیکر مقرر کر لیتے ہیں۔ ہم غرض مندی سے خالی
ملتے کب ہیں۔ جو برابری کی ملاقات برتیں۔ ہم میں وہ بے نیازی
کہاں ہے۔ جو آزادانہ ملنے کی صلاحیت رکھیں۔ جو بلا غرض ملنا
چاہتے ہیں۔ اون سے ملتے ہیں۔ اون کی دلی قدر کرتے ہیں
غرض مندوں کو جیسے ہم لوگ تحقیر سے دیکھتے ہیں۔ وہ
بھی ویسا ہی سمجھتے ہیں۔ یہ تو کوئی الزام کی بات نہیں ہے۔ ہم لوگوں
نے اپنا ذریعہ روزی تو ملازمت رکھا ہے۔ اور وہ اون سے
ہر قدرت میں ہے۔ ہم بے غرض مل نہیں سکتے اور ایک نوکری ہزاروں کو
وہ دے نہیں سکتے۔ ہم لوگ ابھی عزت افزائی خطابوں میں جانتے ہیں
اور وے بے نیازی اور خود مختاری کو عزت کی شان جانتے ہیں
بڑے بڑے تجار اور بالیاقت لوگ لقبوں کی پرواہ بھی نہیں کرتے
اور وے اپنے دہندہ روزگار کو بہترین عزت داری جانتے ہیں۔

راقم سے ایک معزز اور متمول تاجر کلکتہ کے پاس ایک ریشم کا کل تھا جسکے
دیکھنے کیلئے اوس وقت کے ایک لفٹنٹ گورنر نے خواہش ظاہر
کی اور خط لکھا۔ اوس کا جواب اونھوں نے دیا۔ کہ اتنا چھوٹا کارخانہ
دیکھنا حضور کے منصب کے خلاف ہے۔ اس سلئے میں اس عزت
افزائی کی ہمت کرنا گستاخی جانتا ہوں۔ ورنہ میرے لئے تو تشریف
آوری ہی باعث فخر ہے۔ مگر حضور والا کے پوزیشن کے خلاف ہوگا
جسے بحیثیت شاہی رعایا ہونے کے خود نامناسب جانتا ہوں۔ اور
میں اپنے منصب کو خوب سمجھتا ہوں۔ کہ میں اس لائق نہیں ہوں۔
حالانکہ وہ بہت دولتمند تھے۔ اور ل بھی ہیت پچار لاکھ سے کم
کی نہ تھی۔ جہاں ہزار ہزار سے چند انگریز ملازم مقرر تھے۔ راقم
نے بعد جانے جواب کے پوچھا۔ آپ نے کیا غلطی کی اونھوں نے
فرمایا کہ اون کے حیثیت کے لائق میں خاطر نہیں کرسکتا
اگر کروں تو میری حیثیت ہی بگڑ جائے۔ اس سلئے مجھے جدا ہی
رہنا اچھا ہے۔ حالانکہ وہ کونسل کے ممبر تھے۔ اور تاجر و نکے
ایسوسیشن کے وائس پریسیڈنٹ تھے اور یورپ میں بہت رہتے
تھے۔ وضع بناز تھے۔ اون کو بڑے لوگوں سے ملنے کی خواہش
بھی نہ تھی۔ رات دن اپنے روزی کے کام میں مشغول رہا کرتے تھے
صرف شام کو ڈیڑھ گھنٹہ اون کے فرصت کا وقت تھا۔ بڑا آدمی ہونا
آسان نہیں ہے۔ بہت محنت اور جانفشانی کی ضرورت ہے
عیش پسند تو بڑا آدمی ہو نہیں سکتا۔ اپنے غفلت کے بدولت

اوسے ایک دن چھوٹا بنا پڑیگا۔ دولت کی قدر جو نہیں کرتا اوسے رونا پڑیگا۔ وقت کی قدر جو نہیں کرتا۔ اوسے مرنا پڑیگا۔ نوجوان سونے کو بہترین عیش جانتے ہیں۔ سو سو کر عمر گنواں رہے ہیں یہ گیا گذرا سمجھتے ہیں۔ اور کوئی دنیا کا بڑا کام اون سے انجام نہیں ہو سکتا جتنی محنت ہوگی۔ اوتنی قیمت بنیگی اور قدر ہوگی۔ دین و دنیا میں محنت ہی قدر ہے۔ جتنا جو پسے گا۔ اوتنا ہی بڑا آدمی کہلائیگا۔ کھانا سونا غیر ضروری گپوں میں عمر تصرف کرنیوالا دنیا کا یا دین کا کوئی کام انجام دے نہیں سکتا۔ بیکاری کے مشغولی سے بہتر کوئی کام ہم نہیں سمجھتے۔ یہ وہ شغل ہے۔ کہ ہردم انسان مشغول ہیں ان کو فرصت مل ہی نہیں سکتی۔ میری گروہ ہی کے زیادہ تر آدمی ایسے ملتے ہیں۔ جن سے پوچھا جائے۔ کیا شغل ہے۔ تو جواب ملتا ہے۔ بے شغلی کیا اچھا شغل نکلا ہے۔ پھر ایسے لوگ دنیا میں یا دین میں کیا ترقی کر سکتے ہیں۔ دین میں یا دنیا میں جنہوں نے ترقیاں کی ہیں۔ وہ مٹ مٹ گئے ہیں۔ پس پس گئے ہیں۔ چپ چھا کر دولت ملتی ہیں سو سو کر آپ اعلیٰ پیمانہ کی تعلیم نہیں پا سکتے۔ گپ میں رہکر اور اوقات ضائع کر کے فیشنوں اور نمائشوں میں رہکر اب خدارسیدہ نہیں ہو سکتے۔ بلا ایثار کے کوئی بڑا آدمی ہو نہیں سکتا۔ پیغامبروں کے ایثار کو لیڈروں کے افکار کو بادشاہوں کے اطوار کو فقیر اون کے انکسار کو تاجروں کے بیوپار کو عزو ذلت سے دیکھئے جاں فشانی کی ضرورت ہے۔ کسی وضعدار کو ہر سرکار ہوتی

کم پائیگا کامیوں کو کام اور باشوں کو جام بیارا ہوتا ہے ۔

۱۶ مسٹر لوچ برینل گھاٹ میں رہتے تھے ۔ اور پٹنہ اسٹیشن میں اسٹیشن ماسٹر تھے ۔ بڑے خلیق اور نیک دل آدمی تھے یہ عیسائی مذہب آدمی تھے ۔ تاجروں اور ہندوستانیوں سے بہت ملا کرتے تھے ۔ ان کے وقت میں لوگوں کا کام بلا تکلیف وا طاقت نکلا کرتا تھا ۔ ممدوح خلاق آدمی گذرے اون کا ایک جوان لڑکا تھا جو دانا پور میں کوئلے کا روزگار کرتا تھا ۔ اب خبر نہیں کیسا ہوئے عیسائی مذہب میں تعلیم اخلاق اور دلجوئی کی بہت ہوا کرتی ہے عیسائی مذہب رکھنے والے مذہبی مقدسوں اور عوام الناس بڑے ایثار کرنے والے ہوا کرتے ہیں ۔ اور ڈیوٹی کے تو اس قدر پابند رہا کرتے ہیں ۔ کہ ان کے متعلق کاموں پر پورا بھروسہ کیا جا سکتا ہے ۔ اس کی دو شاخیں ہیں ایک تو دنیادار ہیں وہ دنیادار الون جیسے ہوا کرتے ہیں ۔ اون کو مذہب سے کوئی سروکار نہیں رہتا صرف نام کے عیسائی ہیں ۔ اور لباس دنیاداری میں پورے چالاک ہوتے ہیں ۔ مذہب کے طرف کلیۃً توجہ نہیں رکھتے ۔ اور عیسائی تعلیم مذہبی سے اون کے اطوار بالکل جدا ہیں مگر جن لوگوں کو مذہبی رجحان ہے ۔ وہ ہرگز کسی دوسرے گروہ کے مقدس لوگوں سے کم ریاضت اور ایثار کرنیوالے نہیں ہیں پادریوں کی لائف کو دیکھیے ۔ اون سے ملتے رہیے تو اون کو مذہب کا جان نثار پائیگا ۔ اور انسانی ہمدردی اون سے زیادہ کوئی کر نہیں سکتا

وہ جاہل اور بدترین آدمی کو انسان اور کام کا انسان بنا چھوڑتے ہیں
گرجوں میں جا کر ملاحظہ کیجئے۔ عملی طور پر وہ مذہبی کاموں کو پورا پورا لگے
اور کراتے ہیں۔ سالویشن آرمی کے لوگوں کو دیکھئے۔ عملاً وہ
ہندو لباس میں کیا کیا کام اشاعت کا کرتے ہیں۔ جو ہرگز ہندوستانیوں
کے خانقاہوں اور سنگتوں اور معبد گاہوں میں برتے نہیں جاتے ہیں۔
یہی وجہ ہے کہ ان کو اپنے ارادے میں کامیابیاں ہوا کرتی ہیں
اور تبدیل مذہب کرنے والے بہت آرام و آسائش سے
بسر کرنے لگتے ہیں۔ نومسلموں کی طرح مونڈو یا مانگ کھاؤ نہیں
کرتے۔ مسلمانوں کے یہاں تو نومسلموں کی پوری خرابی ہی ہوا کرتی ہے بجز
بھیک منگانے کے کوئی صورت بہبودی پیدا نہیں کرائی جاتی مہنتوں
کے یہاں تو کوئی طریقہ بھی بجز سنیاسی بنا دینے کے مذہب میں
داخل کرنے کا طریقہ ہی نہیں ہے۔ آریہ لوگوں نے نیا طریقہ اوسی خاکہ
پر ابھارا ہے۔ جو بیس برس کے اندر کس قدر نمایاں اور کامیاب
طریقہ دیکھا چکے ہیں کتنے سناتم دھرم آریہ ہو گئے۔ اور کیا رنگ
بدلا ہے۔ مسلمان ملک شدھی ہونے لگے۔ اور شدر کلاس اور
عوام الناس کتنے آریہ ہو گئے۔ اور کیسا مساوات پیدا کر لیا ہے
بازیوں کو دیکھئے کتنے عوام ان کے پیرو ہوتے جاتے ہیں۔
کیسے کیسے چھوٹے لوگ اور بدچلن آدمی کو انہوں
نے آدمی بنا چھوڑا ہے۔ بتیا شکار پور رانچی کے علاقہ چھوٹا
ناگپور مدراس میں بربت علاقہ چھپا ان میں کتنے کامی آدمی بنا...

سارے ہندوستان میں آریوں نے کیا کچھ کر دکھایا ہے
راقم مذہب کی توصیف وتعریف سے بحث نہیں رکھتا۔
کہ مذہب کی بھلائی برائی سچائی جھوٹائی کی چھیڑ نہیں لکھتا۔ بلکہ عملی
کارناموں کی حقیقت ظاہر کرتا ہے۔ کہ ہماری گروہ نے عملی جامہ
اچھا نہیں پہنا۔ اور مذہبی برت میں ذاتی غرضوں کا قبا ڈال دیا ہے
اس لئے میری گروہ بھی ہر باتوں میں بہت نیچی رہ گئی ہے
ویسی مذہبی باتوں میں بھی دبتی گئی۔ مذہبی باتوں میں وراثت کو
دخل نہیں ہے۔ وہ ذاتی قابلیت اور صلاحیت کے خواہاں ہیں
مگر معتقدیان مذہب نے اس تبلیغی محکمہ کو بھی شاہی گدی بنا لیا ہے۔
نسلاً بعد نسل وراثتاً بعد وراثتاً متروکہ قائم کر لیا ہے۔ اور یہی
سبب ہوا ہے۔ کہ للٰہیت میل رہی ذاتی اغراض پوشیدہ نہیں
بلکہ نمایاں موجود ہیں۔ وہ معزز ہستیاں جن کو للٰہیت لازمی میں تعلق
رکھتے ہیں۔ اور ایک کا جاتری دوسری جگہ جا نہیں سکتا
درگاہوں کے مجاوروں کی طرح مندروں کے پنڈتوں کے
حیثیت سے جاتریوں کی نسلیں بھی اپنے لیے آبائی گدیوں اور
مہنتوں اور سنگھٹنوں میں بھٹکے رہتے ہیں۔ اگر یہ طریقہ اسلام کا ہوتا
اور گدی نشینی کا طریقہ صحیح ہوتا۔ تو رسول اللہ کے بعد بدعوی شیعان
دعویٰ علی میں سے کوئی وارث نبوت ہوتا۔ اور خلیفہ چہارم بجہت
ولی سجادہ نبوت پر بیٹھتے مگر اسلام نے النبی لا یورث
بتایا ہے۔ نبوت میں ترکہ نہیں ہو سکتا۔ وراثت نہیں ہوتی تو ولایت

ہیں ترکہ کیونکر پہونچنے لگا۔ جب نبوت کے بعد خلافت کا زمانہ رہا
اوس کے بعد بھی تابعیں خلافت رہے۔ اوس کے بعد تبع
تابعین رہے۔ پھر اجماعی اصول اجماع امت کی آرا پر چھوڑی گئی
ترکہ متروکہ کا قصہ خلاف سنت رسول ہوتا ہے۔ اصل چیز
خلافت کی قابلیت پر منحصر رہی رسول نے بتادیا۔ کہ عصبہ کے
جہت سے بھی **حضرت علیؓ** کو قائم مقام نہ کیا گیا لیکن سب
ادار مدار تقرر خلافت کا ہوا کیا صحیح یا غیر صحیح کی بحث اور اس کا
الزام زیادہ تر چند ونوں پر ہے۔ مگر واقعہ یوں ہی رہا اوسی اصل
پر مسلمانوں کو چلنا چاہیے تھا۔ مگر خود غرضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے
ہزاروں گدیاں بزرگان دین کی قائم ہوگئیں۔ سیکڑوں سنگتیں موجود
ہیں۔ مہنت جی کے چیلے چار بڑ موٹروں پر اوڑے پھرتے ہیں۔ اور
جن اغراض سے یہ کمیٹیاں قائم ہوئیں۔ اوس کا اصلی منشا جاتا رہا
یہ تو دنیا داری ہوگئی۔ یہی تو باعث ہوا ہے کہ اسلام میں تفرقہ
اندازیاں ہوئیں اور چھوٹی چھوٹی فرقہ بندیاں آغاز ہوئیں اور اسلام کا
شیرازہ بکھر گیا۔ اور ہم کمزور پڑ گئے۔ اجماع امت کا طریقہ تو پارلمنٹری
طریقہ ہے۔ اوس میں دار الخواص میں علما اور مشائخین اور خونڈ لگ
شامل ہیں۔ دار العوام میں ہر مسلمان شریک ہیں۔ مگر صورت اسلام بگڑ گیا۔
اب تو ہر ہر فرقہ کا دار الخواص اور دار العوام جدا جدا ہونا چاہیے تو وہ
اسلام جو رسول نے سیکھا کر چھوڑا تھا۔ اپنی جگہ پر کہاں ہے
اب تو دنیا داری اور پیٹ چلانے کی فکر ہر کس کو ہے اس لئے اسلام

اور مسلمان سب کی حقیقت دگرگوں ہے۔ پھر کوئی قومی ہستی خدا کے
امداد کے ساتھ پیدا ہو تو البتہ ان حالتوں کی اصلاح کر سکتی ہے۔ اسکے
لئے امداد الٰہی اور مشیت کی خواہش کی ضرورت ہے۔ ورنہ جس رنگ
پر ہو رہو جب وقت آئےگا مشیت بہ لے گی کوئی صورت اصلاح پیدا
ہو گی۔ خدا اس مذہب کا محافظ ہے۔ اوس نے اس کی حفاظت
کا وعدہ کیا ہے۔ پرستیان مذہب کو علما اور مشائخین اور مقدسین
ہیں جب او بعض لوگوں کی حالت بدلی ہوئی ہے۔ آپس کے نفاق
سے فرصت نہیں ملتی۔ ذاتیات سے فراغت نہیں ہے۔ تو دارالعوام
والے کس دارالخواص کے رائے پر چلیں۔ بس نتیجہ یہ ہے۔ کہ
مطلق العنان رہیں۔ یا دارالعوام ہی قوی تر ہو جائے جو دارالخواص
کو دبا سکے۔ یا دارالخواص ہی پرزور ہو جائے۔ جو دارالعوام کو
یہ قدرت میں لا سکے اور دونوں غیر ممکن ہے۔ ہندو مسلمان
دونوں گروہ گئے گذشتہ لوگوں نے مخلصین مذہب کیلئے سامان
اوقاف کروایا تھا۔ مگر اون غریبوں کے ذہن میں بھی نہ تھا۔ کہ اوقاف
کا مصرف متروکات ہوگا۔ ورنہ اپنے ورثا کو چھوڑ کر دوسرے خاندانوں
میں دولت کو ان پھینکتا اون لوگوں نے پبلک فنڈ میں دیا جو متروکے صورت
میں عمل ہوا اور اصلاح قومی کے مقصد کے خلاف پڑا مذہب کے
داشت کرتے بڑی خاندان ملے بہت کم پائیگا تاریخ کے
پڑھنے سے پتہ ملتا ہے۔ کہ زیادہ پیغامبر ان غریب اور چھوٹے
پیشہ کے لوگ تھے مگر خدائی قوت اور امداد اون کے ساتھ ہوا کی

سخت سے سخت تکلیفیں برداشت کرتے ہوئے۔ مذہبی کاموں کو انجام دیتے گئے۔ بجز چند نفوس کے جو اعلیٰ طبقے کے خاندان سے پائے جاتے ہیں۔ سب کے سب چھوٹے چھوٹے پیشے کے لوگ ادھر سے اور دنیا کا بڑا ابڑا فسق و فجور و کفر و الحاد توڑ گئے۔ اور لوگوں کو راہ راست پر لاتے رہے۔ جب سے بڑی بڑی ہستیاں بزرگان دین کی پائی جاتی ہیں۔ انھوں نے اپنے وقت میں طریقہ سجادہ نشینی کا جاری نہ کیا۔ اور اپنے زندگی میں وراثت کا سلسلہ نہ رکھا جس میں قابلیت ہوئی اسے چیلا بنا کر خلافت دیکر اشاعت و تبلیغ کے لئے ملکا ملکی بھیجا۔ روحانیات کے زور سے اسلام پھیلا چھوڑا۔ عرب بیچارے ملک کو دخل کرنے کو نہ تھے۔ جو تلوار سے کام لیتے وہ تو دلوں پر قابض ہوتے گئے۔ اسلام کی اندرونی طاقت۔ اور سچائی کو ثابت کر کے کفر توڑ ہوئے۔ مگر افسوس ہے۔ کہ ان کی محنتوں کو ہم مسلمانوں نے غارت کیا۔ اور حفاظت نہ کر سکے۔ فقرا کو دولت کی ضرورت و پرواہ کب رہی۔ سنیاسیوں اور سادھوں کو کسی تمنا کب ہوئی۔ کہاں کہاں کس کس مصیبت کو جھیلتے گئے۔ اپنے اپنے عقائد کی سچائی بتاتے رہے۔ نہ تو رسہ بلاؤ تھا نہ چا نکی پیاریاں اور پان سکے۔ نہ تبلیغ کیلئے فیس مقرر تھی۔ جب جا کر ان کے باتوں میں تاثیر تھی۔ اب تو بات بات میں جھنجھناہٹ کی ضرورت ہے۔ میری گروہ میں اگر کوئی مستقل مزاج ایثار کنندہ گاندھی جی کے ایسا کسی چھوٹی گروہ کا آدمی پیدا ہو جائے۔ تو اللہ دنیا کے عقلمندوں

عقل پراندہ ہو ڈالکر گذشتہ باتوں کے اثر کو اقبال کی پھٹکری الٹا ہوا بچار سکتا ہے۔ اور للہیت کے ساتھ اپنے ارادوں میں کامیاب ہو کر فسخ و فجور اور ستم کے ظلور کو مٹا سکتا ہے۔ مجدد کہلا سکتا ہے مگر یہ اپنے اختیار کی بات نہیں مشیت خداوندیکا انتظار کرنا پڑیگا۔

موجودہ صورت جو مسلمانوں کی ہو رہی ہے۔ وہ تو ایسے بدرخ جا رہی ہے۔ کہ سد ہر نیکی کوئی صورت اب تک تو نمایاں نہیں ہوئی ہے۔ جو تدبیر ہے۔ اختلافی ہے۔ اجماعی آواز اب تک نہیں گونجی اور اختلاف با خود علم مقدسان مذہب کے دلوں سے نہ گیا۔ چند زبانیں بھی ہم زبان نہ ہو سکیں۔ فرقوں نے شیرازہ نہیں باندھا جس طرح اوراق منتشر ہی ہیں۔ جو خفیہ تقدیریں ہیں۔ زبان چل رہی ہے۔ عمل نہیں ہو رہا ہے۔ ہر گروہ اپنی راہ سنوار رہی ہے لیکن اپنے جادہ استقامت سے ٹل نہیں سکتے۔ جو ادھر سے بھی ہیں۔ وہ اپنے سہارے نہیں چلتے۔ وہ سمجھتے کو نیکی کا سہارا اور ٹہلنے کو بہانہ ہوتا ہے۔ غیروں کے بھروسہ پر کوئی کام ہوا کرتا ہے۔ ان کو اولاً آپس کا شیرازہ باندھنا لازمی ہے۔ پھر اپنے اپنے عقائد کے مطابق پختہ مزاجی سے ارکان اسلام کو پورا کرنا فرض ہے۔ ہر ہر اجماعی مواقعات پر اجماعی آواز بلند کرنیکی ضرورت ہے۔ ان میں ہمدردیاں پیدا کرنے کی سخت ضرورت ہے ان میں شرعی مساوات کا لحاظ کرنا واجب ہے۔ ان کا مذہب حملہ آوری کو ایذا رسی اور بے تہذیبی اور حکومت کی بغاوت کو منع کرتا ہے۔ مگر اپنے حقوق کی نگرانی اور استدعا خوانی بر لمن قانونی طریقہ پر حاصل کرنا ہوگی

کوشش کرنا شرعاً اور قانوناً منع نہیں ہے۔ یہ اپنے ضرورتوں کو اپنے ہاتھ میں رکھیں۔ اپنے کو دوسروں کے محتاجی سے نکالیں اپنے خیر اندیش اور بد اندیش کی شناخت حاصل کریں۔ ان کی اجمالی شریعت مذہب قرآن پاک ہے۔ خوب سمجھ کر پڑھیں۔ اور اس دائرہ قانون کے اندر جدھر چاہیں دوڑیں۔ کبھی خطا نہیں اوٹھا سکتے۔ ہر مشورے سے بہتر قرانی مشورہ ہے۔ جو ہر ہر نازک وقت کا فیصلہ اور کارروائی بتاتا ہے۔ اور امن کی صورتیں نکالتا ہے۔ صاحب کتاب کا فیصلہ صاحب کتاب ہی کر سکتا ہے۔ دنیا جس ہنگامہ پر جا رہی ہے۔ وہ لامذہبی کی سزا ہے۔ بدعملوں کی جزا ہے۔ خدا رحم کرے دنیا کے لئے دین کا خاتمہ ہی ہوا جاتا ہے۔ بدنفسیوں اور خود غرضیوں کی متولیوں کا نہ جانے کیا حشر ہوگا۔

۱۷ه وایٹ صاحب ایک انگریز اسٹیشن ماسٹر برنیل گھاٹ میں رہتے تھے۔ یہ انگریزی ٹوپ ٹیڑھی پہنا کرتے تھے۔ اور ان کی ترکیب بہت رعب دار تھی۔ بیگم پور اسٹیشن پہلے بہت بڑا اسٹیشن تھا۔ پلیٹ فارم سب بنا ہوا تھا۔ پورا ٹرین چھاؤنی کے اندر رہتا تھا۔ پھر جنکشن جب سے قائم ہوا۔ تو یہ اسٹیشن چھوٹا کر دیا گیا۔ یہاں کی حالت بگڑ گئی۔ جب سے بنگالی پاکستان لوگ اسٹیشن ماسٹر آیا کرنے ہیں ہر کوارٹر سب کا برنیل گھاٹ میں رہتا تھا۔ یہ جنکشن بدل گئے وہاں کچھ مذہبی قصہ ہو گیا۔ کابندر بدل گئے۔ پھر کیا حشر ہوا انکو خبر نہیں رہی۔ قصہ یہ ہوا تھا کہ میل ٹرین کے وقت ایک پنجابی ملا صاحب جو دو لانا

بجے۔ ٹکٹ تقسیم ہونے والے کمرے میں اکیلے نماز پڑھنے لگے
صورت بہت وجیہہ اور جبہ قبہ والی تھی۔ مسافرین نے ان کی امامت
میں نماز ادا کرنا احسن جانا دو دو چار چار کر کے سمو چیا کمرہ بھر گیا
اور گاڑی کا وقت قریب تھا۔ صاحب بہادر نے آکر دیکھا۔ تو سارا
کمرہ بھرا ہوا پایا۔ ٹکٹ تقسیم ہونے میں سخت دقت پیدا ہو گئی۔ صاحب
بہادر نے امام کو دوسری رکعت میں ہاتھ پکڑ کر ہٹا دیا۔ اور جماعت
خراب ہو گئی۔ راقم خود اوس وقت انگریزی لباس میں تھا۔ اور جہاں کلید
گیا لائن سے آرہا تھا۔ انگریزی سوٹ میں تھا۔ اس لئے نماز کا احترام
بوجہ احترام سوٹ نہ کر سکا۔ اور وضو کرنا اور سوٹ کا اوتارنا نامناسب
جانا۔ اور سوٹ والوں کو دقتیں پیدا ہوتی ہیں۔ اور سوٹ پہنا رہنے سے
ارکان نماز رکوع اور سجود اور دوزانو بیٹھ کر تشہد کا پڑھنا محال ہے۔ وضو میں
کولر لگا کر گردن کا مسح مشکل ہے۔ کولر اور قمیص خراب ہوتی ہے۔ بوٹ
کا اوتارنا آسان نہیں ہے۔ گیلس اور پیٹی لگا کر جھکنا دشوار ہے۔ اور راوس
سوٹ کے شان کی خلاف باتیں عمل میں لانے کو نفس گوارہ بھی نہیں کرتا
انگریزی کپڑہ پہنے والوں کیلئے نماز کا قضا کرنا لازمی ہو جاتا ہے
کم نفس ایسا پاک ہے۔ جو سوٹ کے اندر رہکر آداب نماز کر سکیں
راقم کے بدنفسی نے اور جوانی کے بدحواسی نے نماز قضا کرا دی۔
اور مسلمانوں کی جماعت میں شریک ہونا۔ اور سوٹ اوتار کر نماز ادا کرنا
فیشن کے خلاف جانا۔ الغرض مسلمانوں نے راقم کو بھی مسلمان نہیں سمجھا
من تشبہ بقوم فھو منھم کا مطلب اوس دن سمجھ میں آیا۔ صورت

جیسے دیکھاؤنگا۔ اونھیں میں گنا جاؤنگا۔ مگر اندر اندر نور ایمان
مجھے نادم ضرور کررہا تھا۔ اور راقم ضرور سمجھ رہا تھا۔ کہ لباس کے
بدولت فرض چھوڑنا پڑا ہے۔ اوسی دن سے راقم کو انگریزی کپڑوں
کی برائی معلوم ہونے لگی۔ اور دل میں نفرت سی پیدا ہوئی۔ گو قصور
مسلمانوں ہی کا تھا۔ اور اکثر ایسی باتیں ابتدءً مسلمان ہی کر بیٹھتے ہیں جسکا
خمیازہ آخر میں بھگتنا پڑتا ہے۔ مگر راقم کے اندرونی جذبات نے اپنی
قصور کیطرف توجہ کرنے نہ دیا۔ انصاف اور ایمان کے خلاف صاحب بہادر
سے اولجھ پڑا اور بہت ترش کلامی کی نوبت آئی باتیں طول ہوئیں۔ راقم
تارگھر پر گیا۔ کسی نے صاحب بہادر کے خلاف تار نہ لیا۔ راقم نے اس
تکرار کو دیکھکر مسافرین نے ہمیں مسلمان جانا۔ راقم نے مسلمانوں کو ٹوکا
اور بڑی خوشامد کرنی پڑی۔ مسافر بہت برا راضی نہ تھے اپنی
اپنی ضرورتیں اس مذہبی ضرورت پر مرجح کر گئے۔ راقم کو بڑا
پچھتاوا ہوا کہ جس قوم کے غلطی پر اپنے سر مصیبت لی وہ گروہ اپنے
ضرورت کو مرجح کرتے ہوئے ایک بیغرض مددگار کو میدان تکرار
میں اکیلا چھوڑنے پر موجود ہے اوس وقت اپنے گروہ کی
سلوک اور حرکت پر بہت افسوس ہوا اور نیا تجربہ ملا قومی امداد میں
کھڑا ہونا اپنے کو بلا میں پھنسانا ہوا۔ لطف یہ ہوا کہ مسلمانوں نے اپنی
غلطی محسوس نہ کیا۔ اور اس شہر کے مسلمانوں خصوصاً امرا اور رؤسا
کو بہت برا بھلا اور برے لفظوں سے استعمال کیا۔ جو راقم کے
تحمل سے باہر ہو گیا۔ اودہر صاحب بہادر کی باتیں اون کا مقابلہ سارا

اسٹیشن اون کا اپنے آبرو کا خوف ادہران لوگوں کی اپنے اعتاعی اپنے
بیکسی پر بہت افسوس ہوا۔ اپنے بیوقوفی پر بہت پچھتایا۔ مگر بات چہوڑ
چکی تھی۔ میں نے مسلمانوں کی بہت معذرت کی اور اون کا مات
کا کھانا اپنے ذمہ لیا۔ اور گورنمنٹ ٹیلیگراف آفس میں کلکٹری میں اور حکام
بالا کو توہین مذہب کا تار دیا جو بروقت جواب سے مستغنی نامہ تھا۔ کہ ہم لوگ
فوراً آتے ہیں۔ اور اسٹیشن میں تار گیا۔ کہ بڑے بابو کو فوراً چارج دیدو
یا تصفیہ مقدمہ آپ کام نکریں۔ اسٹیشن میں غل غل ہو گیا۔ ہیں ڈرا اور اونکی
مسلمانوں کے محاصرہ میں میدان میں رات اسر کیا۔ صبح کو مقدمہ میں اظہار
ہونے لگا۔ میں نے واقعات صحیحہ بیان کر دیا۔ کہ بلا اجازت نماز ضرور
کھڑی ہوئی۔ اور ٹکٹ گھر کا راستہ ضرور بند ہوا مگر اوس کے لئے صاحب کو
قانونی راستہ تھا۔ وہ مجرم ٹہرا سکتے تھے۔ چونکہ صاحب کا ہٹا دینا۔ واجبی تھا
وہ قانوناً اس کا حق رکھتے تھے۔ مگر قانونی اختیارات رکھتے ہوئے۔ غیر قانونی راستہ
اونھوں نے لیا جسکے وجہ کر ایک طرح پر توہین مذہب ہوئی۔ اس لئے وہ یہاں
سے ہٹا دیے گئے۔ اور مسلمان چونکہ غیر موضوع جگہ پر نامناسب قبضہ کر رہے تھے۔
عام طور پر نوٹس دیدیگئی۔ ٹکٹ گھر کا راستہ بند نہیں کیا جا سکتا۔ باعث مقدمہ یہی
تھا۔ اس کا فعل ناجائز تھا۔ اس لئے توہین کا مقدمہ قائم نہ ہو سکا۔ راقم نے
اون مسلمانوں سے وعدہ کر لیا۔ کہ مسلمان نہ ہیں۔ مر نہیں گئے۔ انشاء اللہ ایک
برس کے اندر وہ لوگ مسجد دیکھینگے۔ اون لوگوں کا پتہ لیا۔ اور رخصت کیا۔ مکان
آیا۔ اور والد ماجد سے تذکرہ کیا۔ اور زور کر کے اون سے تین ہزار روپیہ لیا
اور اپنے ایک ہندو دوست سے لپنے مکان کے ضرورت کے نام سے

کہاں سے زمین خریدا وہاں پر چند مسلمانوں کے مکان تھے اون لوگوں سے اظہار
مطلب بھی کردیا۔ کہ مسجد بناؤنگا۔ مگر کسی مسلمان نے ندیا۔ آخر ایک ہندو
رئیس گیا سے بڑی خوشامد سے زمین خریدا مسجد کی بنا ڈالا۔ او چلیو سرار
لے اوسے بنایا۔ جب مسجد قد آدم آچکی اوس وقت چاروطرف ہندؤں
جاتریوں کے اوترنے کا مکان گیا کے ہندوؤں کا تھا۔ اون لوگوں
نے مزاحمت کیا۔ اور راقم فوجداری میں مدعا علیہ قرار دیا گیا۔ اوس
وقت مسٹر۔ انگلش صاحب کلکٹر ضلع تھے۔ جو راقم سے خوب واقف
تھے۔ اور راقم کے طرف اون کا خیال برانہ تھا۔ حسب قاعدے راقم
طلب ہوگیا۔ مگر خبریں کل معلوم تھیں۔ راقم نے تمام مسلمانان ریلوے
ملازمین کو بلا کر اذان دلا کر نماز ظہر کی ادا کرادیا۔ اور تمام ریلوے مسلمان
ملازمین مددگار ہوگئے۔ چنانچہ کام برابر جاری رہا۔ اور راقم نے اپنے کو
بالکل جدا کرنیکا سامان کرلیا۔ روپیہ مسلمانوں کے حوالہ کردیا۔ اور جب
کلکٹر ضلع تحقیقات میں تشریف لائے۔ تمام مسلمان ملازموں نے نوکری
چھوڑ دینے کا سامان کرلیا۔ اور ریلوے افسران نے ریلوے ملازمین
کے طرف سے کوشش کرکے کلکٹر ضلع کا خیال بدلا۔ اور یہ طے پایا گیا۔ کہ
مسجد میں نماز ہوچکی ہے وجہ روکنے کا حق نہیں ہے۔ رفتہ رفتہ چھ مہینہ کے
اندر مسجد تیار ہوگئی۔ اور افتتاح کی تاریخ مقرر کرکے اوکثر مسلمانوں کو
مدعو کیا گیا۔ اور خرچہ دیکر بلایا گیا۔ اور مولوی صاحب ندوہ سے وعظ
پڑھایا گیا۔ اور ایک عام دعوت کی گئی۔ جب سے یہ مسجد قائم ہے جس کی
تاریخ بنا مسجد پر کندہ ہے۔ کچھ بابو برکھ چند زمیندار ساکن گیا نے

کوشش کر کے مسجد کے آس پاس کی اراضیات خریدا۔ پھر نجودیعلی
ومحبوب خانساماں سے چودہ بگہ باغ خریدا گیا۔ ان واقعات کے دیکھنے
والے شنا دالعہ نجو خانساماں کے خاندان کے آدمی ہنوز زندہ ہیں۔ اور
بھی بہتیرے مسلمان زندہ ہیں۔ پھر راقم نے مسجد کے قریب کوٹھی بنائی
جس کے بنانے والے مستی ٹھیکہ دار ساکن مہراج گنج ہنوز زندہ ہیں
اور مسجد بنانے والے جیتو مستری ہنوز زندہ ہیں۔ پھر پٹنہ ہائی کورٹ ہوا
کل اراضیات سرکار میں خرید لی گئی۔ مارکیٹ پاٹلی پور اسٹیشن کی راقم
ہی کی باغ میں ہے۔ بازار دوروبا کی جگہ اوسی زمین میں ہے۔ باغ کے
تاڑ و درختان اثمرہ اب تک بعض بعض موجود ہیں عجب عجب انقلاب ہوا۔ مسجد
میں قرانی مدرسہ کھولا۔ سر فخرالدین سررشتہ تعلیم کے منسٹر کے ذریعہ سے
مکتب کیلئے مشاہرہ منظور کرایا۔ مسجد کے کمروں کی آمدنی بیس روپیہ
ماہوار ایک مستقل بنا دیا۔ مسجد میں ایک حاجی مولوی صاحب ہسرامی
کو امام مقرر کیا۔ اوس کا خمیازہ اوٹھایا جناب مولوی صاحب کی خواہش
ترقی ذاتی کی ہوئی۔ اونھیں سے کچھ لوگوں کو اوبھارا مسلمان بلاتحقیقات
اصلیت مذہبی کاموں میں کود پڑتے ہیں۔ اونتیجہ آخری پر نہیں سوچتے
ہیں۔ مولوی صاحب نے یہ مشہور کیا۔ کہ راقم کے پاس جتنی دولت ہے
وہ سب زیر تولیت ہے۔ گویا راقم کو متروکات ہی نہیں۔ اس خبر نے
جہلا میں گشت کیا۔ اور راقم کی بدنامیاں ہونے لگیں جس کے برداشت
کی قوت راقم کو نہ رہ سکی اور مذہبی الزام سینے کا میں متحمل نہ ہوا۔ راقم نے اخراجات
کچہری اپنے ذمہ لیا۔ اور اون لوگوں سے صلح کا موقع دیا جب اون

لوگوں کو موقع دے چکا۔ تو ایسے جھگڑوں کو مسجدوں سے اور معبدگاہوں سے
اور ایسے گروہوں کے جھگڑوں سے دور رہنا پسند کیا۔ اور سارا اہتمام مسجد کا
وہیں کے لوگوں کے ذمہ چھوڑا اور خود ہر انتظام سے بالکل جدا ہو گیا۔ بلکہ
جانا تک چھوڑ دیا۔ اور ہر قسم کی بے تعلقی کر لیا۔ بلکہ معبدگاہوں کے جھگڑوں سے
بھی اپنے کو بری الذمہ کر لیا۔ معبدگاہوں کے اندر خدا کو محدود نہیں جانتا
جس وقت کہ لستے تھے پیدا ہوئے۔ اوس وقت کے ایک مسلمان نے
ہمت اور مدد کی ساری کھچڑی پک گئی۔ تو کھانے والے مہمان کو دیتے
ہیں۔ مذہبی جھگڑوں والا آدمی نہیں ہوں۔ للہیت سے وہ بنائی گئی
راقم کی یہ للہیت تھی نہ کہ نہ اوس کی انتظام کے جھگڑوں و دنیا کی
کوئی بھلائی تھی۔ ثواب جاریہ جو ہوتا ہے۔ وہ بانی مسجد کو ملا ہی کریگا۔
جس قدر آباد رہیگی زیادہ ثواب کا مستحق ہونگا۔ تولیت کے جھگڑوں میں
پڑنا اپنے زندگی کو جواب دہی میں ڈالنا اوس سے سبکدوشی پا لینا بہتر
جانا۔ اور گوشہ نشین ہو کر بیٹھ گیا بحمد اللہ للہیت کا پھل پایا
متوسط مسلمانوں نے اوس کا انتظام اچھا کیا۔ اب وہ وسیع دائرہ پر آباد
ہے۔ راقم اوس کا حقیقی متولی تو ضرور ہے۔ مگر انتظامی جوابدہیوں سے
پاک ہوں۔ ایک دوسری نقل اوسی مسجد کے متعلق سننے کے لائق ہے
ایک مسافر حافظ صاحب اوس مسجد میں چندے رہے۔ آرام اوٹھایا
کرتے مگر ہر ٹرین میں لوگوں سے بھیک مانگا کرتے۔ اور مسافروں پر
راقم کا نام متولی کی حیثیت سے ظاہر فرما کر میری عدم توجہی بابت مسجد
بیان فرما کر چندے تحصیل فرماتے بعض احبابوں نے ایک بھی پوچھ دیا۔ راقم

لودی کڑہ کا رہنے والا اور مسجد پٹیہ جنکشن اسٹیشن پر وہاں کی مسجد کے رہنے والے مسافرین ٹرین کہاں کہاں سے کیسے ذرائع سے جانے والے ہر ٹرین میں بے سبب بے وجہ راقم کی بدنامی نکلی مذہبی کا یہ صلہ دیا بھی ایک مولوی ایک حافظ کے ذریعہ سے کہ جس کے اندر اون کی خاص ذاتی اغراض پوشیدہ تھے۔ اور راقم بالکل بے سروکار اور بے نیاز تھا۔ مگر اون حضرات نے بالکل اپنی ذاتی اغراض کے وجہ کر سارا الزام راقم کے سر دے مارا اور مذہبی کام انجام دینے کے نتیجہ راقم کو قوم کے دو معزز ہستیوں کے ہاتھ سے ملا۔ اور عوام الناس جہلا میں مسجد بنا کر جدا بدنامی حاصل کی اون مصیبتوں اور مشکلوں کے وقت کوئی صاحب پیدا ہی نہیں ہوئے تھے جب ہائی کورٹ کھلا دالرائے آنے کو تھے۔ راقم کو نوٹس ملی کہ مسجد کی مرمت کرو۔ اور سامنے کا حصہ جو بدنما تھا اوسے درست کر دو مرمت میں ہاتھ لگایا۔ اور مسلمانوں نے مشہور کر دیا کہ میں نے مسجد بھی گورنمنٹ میں فروخت کر دی۔ مسٹر مظہر الحق ہمراہ مسلمانان مسجد پر جمع ہو گئے۔ اور راقم کی جان و عزت کے خواہاں ہو گئے۔ اور مرمت کیلئے جو چیزیں اوٹھائی جا رہی تھیں۔ روکا جب راقم اوس جگہ پر پہونچا۔ تو مسٹر مظہر الحق سے باتیں ہوئیں۔ کاغذات دکھائے۔ اون کو اس ہوا بندی کے شہرت پر افسوس ہوا اور اپنے شرکت بلا تحقیق پر ندامت ظاہر کر کے مسلمانوں کو اصلیت سے واقف کر کے چلے گئے۔ اوس مسجد کیلئے بڑا زور لینڈ اکوی زیشن کیا گیا۔ اور گورنمنٹ تک لکھا پڑھی ہوئی۔ راقم نے سر چارلس بیلی لفٹننٹ گورنر سے باتیں کر کے اوسی لفٹننٹ سے بری کرایا۔ جو کاغذات

لینڈ آکوزیشن آفس میں موجود ہیں۔ اور رائے بہادر بھون بہادر ڈپٹی
افسر لینڈ اکوزیشن ان کاغذات سے واقف ہیں۔ سارا محصولہ اور قیمت
لگایا ہوا انھیں کا ہی ۔ جتنی زمین ہائی کورٹ میں چڑائی ہے سب
ان ہی کے ماتحتی میں تھی ۔ اور ان ہی کے ہاتھوں سے قیمتیں ملی ہیں۔ ان
کاغذی اور اندرونی باتوں سے تو پبلک واقف نہیں۔ رہی کس کس
افواہی اور غیر تحقیقی باتوں پر دنیا اوڑی پھرتی ہے ۔ اور فسادات
ہونیکا سامان ہو جاتا ہے ۔ آخر کو پچھتانا پڑتا ہے ۔ نا عاقبت اندیش اور
بے خبر مسلمانوں کو یہ بھی خیال پیدا ہوا کہ گردہ کے ایک ہمسائے نے ہمت کرکے
ایک مذہبی جھگڑا ایسے جگہ برپا کر لیا ہے ۔ جہاں گیا کے جاتریوں کی اور تھلہ
تھی ۔ اور باقی نے کیا کیا قتلیں اور بغاوتیں ہونگی ۔ آس پاس کے مسلمانوں
کے مکان تھے جنہوں نے مسجد کو وسیع کرنے نہ دیا ۔ جن کی اولادیں ہنوز زندہ
ہیں۔ کلو میاں میوہ فروش کے خاندان والوں کو ساری حقیقت معلوم
ہے ۔ مدتوں باغ اور مسجد کا انتظام افطاری و تراویح وغیرہ انھیں لوگوں کے
ہاتھ میں رہا ۔ راقم کے دفتر میں اور میونسپلٹی میں مسافرخانے اور مسجد کا نقشہ موجود ہے ۔ ایک بھاری کوٹھی
کا پاس شدہ نقشہ پھر مسجد کے دو منزلہ بنانیکا نقشہ میونسپلٹی کارپوریشن میں
موجود ہے ۔ راقم کی نیت تھی ۔ کہ پورا باغ اور کوٹھی اور مسافرخانہ
سب مسجد کے متعلق کردوں اور مسجد کو دو منزلہ کرکے متولی کے رہنے کیلئے
مخصوص کردوں ۔ اور ریٹائر ہو کر وہیں رہوں ۔ وہ ایک دلچسپ جگہ
ہے ۔ اور مسافرین سے روزمرہ ہر طرح کے لوگوں سے ملاقات
رہیگی ۔ مگر مسلمانوں نے راقم کے ہر ارادہ کا خون کر ڈالا ۔ اور مسجد کا نقصان

بھونچا دیا۔ راقم نے اپنے خیالات پلٹ لئے۔ اور مذہبی کاموں کا خاکہ
بھی بدلنا پڑا اور ایسے کاموں سے توبہ کرنا ہوا راقم نے اور راہ و طریقہ
ادائے کار رسومات مذہبی کے اختیارات کر لئے۔ پڑھنے والوں کو
تعجب ہوگا۔ اور ہونا چاہئے۔ جس کو نیکیوں کے بدلے یہ سلوک ملے
پھر فطرتاً وہ ایسے نیکیوں کا نام بھی لے سکتا ہے۔ جن بھلائیوں کے
بدلے اوس کی جانی مالی اور بے عزتی کے خطرات ہوں۔ پھر وہ
اس کوچہ کی ہوا بھی قبول کر سکتا ہے۔ افسوس ہے کہ دنیا دکھاؤ اور
جھگڑا پسند ہے۔ راقم کی فطرت دونوں امروں کیلئے تیار نہیں ہے
اس لئے راقم نے بالکل گوشہ نشینی کی بے ضرر زندگی اختیار کر لی
اور مذہبی جھگڑوں سے اپنے کو بالکل جدا رکھا۔ راقم نے میر ابوسعید خان والا
علم کے قصہ کو جو درمیان شیعہ و سنی پیشہ میں ہوا تھا بچشم خود دیکھا
سارا خمیازہ دو ذات خاص پہ آگیا۔ ایک طرف ابوسعید خاں بہادر اور
دوسری طرف نواب ولایت علی خاں صاحب مرحوم کے سر ساری جھگڑے
آگرے اور اوس جھگڑے کا خمیازہ دونوں گروہوں کو آج تک ملا کیا۔ آپس کا
میل جول گیا۔ آمد و رفت ختم ہو گئی۔ شادی بیاہ چھوٹا مسلمانوں کی
سوسائٹی بدل گئی۔ دو جدا جدا گروہیں قائم ہو گئی۔ قومی کمزوریاں
محسوس ہونے لگی۔ اغیار زور آور ہو گئے۔ مسلمان دب گئے
راقم نے نالی کے علم کے قصہ کو دیکھا۔ ایک پارٹی غریب ہو گئی۔ ایک
پارٹی زور آور ہو گئی۔ وہ بستی ہی بدل گئی۔ آپس کے برادریوں میں
فرق آگیا۔ راقم نے مظفرپور کے علم کے قصہ کو دیکھا ہر حصہ و بالو

ایک معزز خاندان کے ایک رئیس پر سارا پہاڑ گر پڑا اور خاندان بھر غریب ہو گیا۔ اور تباہ و برباد ہو گیا۔ مال گیا عزت گئی۔ تمام عمر پریشانیوں میں گذری۔ اولاد در اولاد سب پستی میں آ گئے قوم کے کسی ممبر کو آج تک حس بھی پیدا ہوا ان سب مقدمات کے وقت ہمدرداں مقدمات کی خیال میں سب پیش نظر ہیں جس پر بڑی دبی گئے گذرے جن لوگوں کے پاس وافر آمدنیاں تھیں۔ وہ بھی کمزور ہو گئے ہے۔ اوسط درجہ کی آمدنی والیکا خاتمہ ہو گیا۔ مذہبی تکراروں میں چندہ کی ضرورت آجاتی ہے۔ اوسکی بری ذلتیں وصولی میں ہوا کرتی ہیں۔ اوس کو وہی لوگ جانتے ہیں۔ جو تحصیلدار ہوا کرتے ہیں۔ چندہ دینے کے وقت سارا جوش مذہبی کھلتا ہے۔ دو چار روپیوں کا دینا بھی دشوار ہوتا ہے۔ کارکن کے سر سارا دار مدار آ گرتا ہے۔ وہ غریب پس جاتا ہے۔ اوس کے طرف جمع بھی غائب ہو جاتی ہے۔ راقم نے بتیا کے مسجد کے مقدمے کا حال بھی دیکھا ہے۔ جو دو تہائی میں بدرمیان وہابی اور حنفی کے ہوا تھا اوسکی نگرانی کرنے والوں کی پریشانیاں بھی دیکھا۔ پٹنہ کے قاضی وحید مرحوم کے سر پر لوگ کھیل گئے۔ اور بہت سے علماء کو خرچ خود لیکر تشریف لے گئے تھے۔ اوس مقدمہ میں مولانا ابوالخیر شمس العلماء غازیپور سے بلائے گئے تھے۔ خاطر مدارات و اخراجات و رخصتانہ کیلئے کیا کیا دقتیں پیش آئیں جس میں راقم کا بھی ہاتھ بٹا ہوا تھا۔ مسلمانوں کی گروہ ابھی مذہبی کاموں کیلئے تیار نہیں ہے۔ اور ملکی صلاحیت بیداری کے ساتھ ان میں پیدا نہیں ہوئی۔ ایثار کا مادہ ان میں بالکل پیدا نہیں ہوا ہے

ابھی ان کو انتظار کی ضرورت ہے کہ اپنے کو صحیح راہ پر لادیں - اپنے کو درست
کرلیں - مذہبی اور قومی احساس پیدا کرلیں - تب قومی اور مذہبی باتوں میں
ہاتھ دیں - یا حصہ لیں جس تنزلی سے اور قومیں صحیح صحیح طور پر بالعموم جلتی ہوئی
دکھائی دیتی ہیں - وہ حسن ابھی عام طور پر اس گروہ میں پیدا نہیں ہوئی
ابھی فرداً فرداً اپنے کو درست کرنیکی ضرورت ہے - مالی حالتوں پر توجہ
ڈالیں - ہمواری جنت کو درست کریں - اپنی ضرورتوں کو ہاتھ میں لائیں
اپنے کو محنتی بنائیں - نکما پن چھوڑیں - رسم پرستی سے باز آئیں - شریعت محمدی کا
احترام کریں - نااتفاقی سے باز آئیں - آپس میں ہلدو دیاں پھیلائیں - معاملات
درست کریں - تجارت اور زراعت کے طرف متوجہ ہوجائیں - مذہبی تعلیم
بڑھائیں - آپس کا نفاق دور کریں - خودغرضیاں ہٹائیں - افلاس دور کریں
اسلام کو اصلی حالت پر قائم کریں - خلوص پیدا کریں - ہر بات میں للّٰہیت
برتیں - خدا کی طاقتوں کا موازنہ نہ کریں - اوس کی شان پر پکا ایمان لائیں -
موت کو برحق جانیں - اپنے عیوب موجودہ اور کمزوریوں کو محسوس کرتے
ہوئے - عملاً ہر بات کو درست کرتے جائیں - اور خدا رحم کرے تو
دو چار برس میں یہ گروہ اپنی اچھی حالت دکھا سکتی ہے - اس گروہ کے
عوام پر توجہ کرنے سے پتہ ملیگا - کہ آبکاری کے محکمہ کے زیادہ حامی یہی
ہیں - افیون گرلم میں انھیں کا حصہ ہے - مخدرات اور منشیات میں زیادہ تر
مستحق بھی ہیں - نکمے اور بیکار بھیک مانگنے والے اور فساد برپا کرا دینے
والے برہمی وشری اسی گروہ میں زیادہ ملتے ہیں - افسوس ہے - راقم کو
اپنے گروہ پر نکتہ چینی کرنی بھدی تاہم - مگر حق گوئی معذور کرتی ہے - لغو

سامنے رکھے ہوئے اپنے عیوب اپنے آنکھ سے دکھائی نہیں دیتے۔ اور اغیار کے نکتہ چینی سے لاکھ درجہ بہتر ہے۔ جو راقم خود متنبہ کر سکے اور اصلاح کیطرف مائل کرا سکے۔ راقم اظہار حق پر مجبور ہے۔ اور معافی کا امیدوار ہو کر اصلاح کا خواستگار ہے۔

۱۸ لالہ چودھری کا خاندان ایک بہت بڑے مہاجن کا خاندان تھا۔ اور محلہ شاہدرہ میں مشہور اور متمول خاندان تھا اپنی زندگی مہاجنی طور پر گذار گئے۔ اور بہت وافر دولت جمع کر کے چھوڑ گئے۔ اون کے مرنیکے بعد خاندان میں بیوہ عورتیں رہ گئیں۔ اقربایان قریب اور کارپردازان عجیب اس خاندان میں سربرآوردہ ہو گئے۔ اور عورتوں میں تفرقہ اندازی کرا کے خوب خوب مقدمات عدالت فوجداری دیوانی میں دائر کرا کے سارے گھر کو ناس کر گئے۔ طرح طرح پر یہ برباد ہوئے لاکھ پتی گھر گھر کیسے بن گئے قدرت کا کھیل ہے۔ ایک کمرا ہوتا ہے۔ سو بنتے ہیں۔ روزی خزانہ غیب سے آتی۔ خدا کے گھر میں ٹکسال گھر نہیں ہے۔ روپیہ وہاں نہیں ڈھلتے۔ فقط احکام جاری ہوا کرتے ہیں۔ جو اسباب روزی رسانی پیدا کرا دیتے ہیں۔ پوشیدہ رازوں کا اثر ممکنات پر پڑتا ہے۔ لوگوں کے دل ودماغ میں اثر کرتا ہے۔ بظاہر کسی کو خبر نہیں لگتی۔ اور سارے سامان انتظام دنیا کا اولٹ پلٹ ہو جاتا ہے۔ اسی کو خدا کہتا ہے لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مال ملک سب تیرا ہے بابا۔ جس سے چاہے لے جسے چاہے دے۔ انتظام دنیا پر توجہ ڈالئے۔ ہر وقت یہی ہوا کرتا ہے۔ کام میرا پیسہ دوسرے کا

کام ہترا بیسہ میرا کن کن مجبوریوں اور خوشی سے دولت کا اولٹ پلٹ
ہر وقت ہوا کرتا ہے۔ اور کس کا مال کہاں کہاں بہو بجنتا ہر ہوتا کون
ہے۔ کھاتا کون ہے۔ فنا تا کون ہے۔ بگاڑتا کون ہے محنت
کون کرتا ہے بھگتتا کون ہے۔ کس کس ملک کا مال کہاں کہاں
آتا جاتا ہے۔ دنیا کی کون چیز ہے جس کو اپنا کر سکتا ہے۔ لینے کی
نسبت جانتا ہے۔ کہ دہوکھ ہر اپنی زندگی تو اپنے اختیار سے باہر ہے
فقرا ان باتوں کو خوب سمجھ جاتے ہیں۔ اور انتظام عالم کو خوب
سمجھتے ہیں۔ اور بے نیاز ہو جاتے ہیں۔ ہر خوشی اور غمی پر صابر و شاکر
رہتے ہیں۔ دنیا دار خود غرضیوں کے بدولت اپنی مجبوریوں پر
روتے ہیں۔ بلبلاتے ہیں۔ اگر یہ نسبت قطع کرلیں۔ تو کسی بات کا
افسوس و خوشی دنیا میں غم ہے۔ حس بھی جاتی رہی۔ یہ ذرہ مشکل
بات ہے ساری دنیا ایک سمجھ کی ہو جائے تب بھی انتظام دنیا میں
فرق آجائے۔ اس لئے یہ لنہو سب پر پڑا ہوا ہے۔ جن جن گھروں
میں دہوکے اور بے ایمانیوں کے پیسے جاتے دیکھا ہے۔
ان گھروں کو ناس ہوتے دیکھا۔ جن داموں آیا ہے۔ انہیں داموں
جاتا ہے۔ دنیا میں برکت جاتی رہی اور دو چار پشت تو مشکل ہے۔ اکثر
گھروں میں اپنے ہی وقت میں زوال آجاتا ہے۔ احسن الناس من
ینفع الناس بہترین آدمی وہ ہے۔ جو آدمیوں کو نفع رسانی
محتاجوں کی لاالف ہے۔ کہ نہ ہاتھ دہو کر ایک مٹھی چنا یا ایک پیسے کا
بتاشہ خواہ تیل کی کچریوں سے جل پان یعنی ناشتہ ہو رہا ہے اور بار منہ کے

روکھا پھیکا کھا کر تمام دن چھ تین ۔ نو میں گذرتی ہے ۔ تمام رات خدشہ کی نیند سوتے ہیں ۔ دل میں گھن لگا ہوا ہے ۔ خزانے کے سانپ کے طرح مال گھر میں اگورائی کرکے گذرتی ہے ۔ مرتے دم ہائے ہائے کرتے دم نکلتا ہے ۔ کوڑی کوڑی پر جان دیتے ہیں ۔ ایک ایک گھنٹہ کا سود کسا جاتا ہے ۔ بیرحمی کے ساتھ مدیون سے برتاؤ برتا جاتا ہے ۔ اور وہ مال محصولہ یونہیں ضائع ہوتا ہے ۔ کسی کے اولاد نے بے رحمی سے اڑایا کہیں چوروں نے کھایا ہے کہیں کچہری والوں نے پایا ۔ کہیں معالجین نے لایا ۔ خدا کے نام پر کسی نے ایک خرمہرہ کبھی نہیں پایا ۔ اور خدا نے یوں ہوایا ۔ راقم نے ہزاروں لاکھ پتی گھروں کو فیل ہوتے دیکھا ہے ۔ اور دولت کو برباد ہوتے دیکھا ہے پٹنہ کے لوگوں کا حال تو چشم دید ہے جسے راقم نے گذشتہ اور موجودہ پٹنہ الگ کتاب میں لکھا ہے ۔ جو نام بنام یہاں کے رؤسا کی مالی حالت اون کی طرز معاشرت کو ظاہر کراتی ہے ۔ اور موجودہ روش کا بیان ہے پشتہا پشت تک دولت کا قرار بہت کم خاندان میں دیکھا ہے ۔ دنیا میں دولت جانیکا کوئی دقیقہ اوٹھا نہیں رکھا گیا ۔ فیشن داریوں اور حوصلے بازیوں نے ملک کا روپیہ باہر پھیکنا آغاز کردیا ۔ معمولی ضرورتوں میں ہزار روپیہ آپ کو آپ کا ہم کو دیا گیا ۔ اور کام چل رہا ہے ۔ زراعت والے کسانوں نے پرورش کا جما دیا ۔ پڑھے لکھوں نے میرا جیب خالی کیا ۔ اپنا جیب بھرا اور تعیش اور فیشن دلربی میں اون روپیوں کو باہر چلالان کردیا عوام الناس نے ملک سنبھالا اور تعلیم یافتوں نے باوجود تعلیم

ملکی دولت کی قدر نفرمائی ملزم خوانده ہیں۔ یا عوام درستگی کی ضرورت
خواص کو ہے۔ یا عوام کو جو قلی بنکر ملک سنبھالے وہ محقر جو ملکی دولت کو
بگاڑے وہ معزز اور مفخر مانا جائے جو عزت سے گذارے وہ ذلیل
جو تعیش میں بگاڑے وہ میر انمائندہ جو سادی زندگی گذارے اور قوم کو
سنبھالتا رہے وہ گمنام جو نمود کیلئے چل پھر مچائے اخباروں میں
نام چھپوائے وہ مدبر اور قومی خطابوں کا اور قدر دانیوں کا مستحق جو راہ
ہدایت دیتا ہو اور صحیح راہ بتائے وہ گوشہ تنہائی میں بیٹھکر بھی زندہ
رہے ہائے دنیا اسیج بازی پر چل رہی ہے جو دین داری سیکھائے وہ
بیٹھ رکھا ہے اوس کے پاس کوئی نہ جائے۔ وہ فاقوں سے مرجائے دنیا
نام پیسے کا ہے۔ اور دین کا نام مفلسی کا ہے مگر تارک الدنیا ہی
آدمی ہیں۔ جو دنیا پر لات مار کر لوگوں کی عاقبت سنوارنیکا سچا راستہ بتاتے ہیں
بے نیازوں سے راہ راست ملیگی اخبار بازوں سے دنیا جائیگی۔ وانتہ
اب ایسی ہستیاں نایاب ہیں۔ زیادہ تر دنیا میں دہوکا کھا نا رہ گیا ہے
اسلئے سچوں کا بھی اعتبار جاتا رہا۔ مگر اون لوگوں کی سچی روحانی طاقت
مرنے کے بعد بھی کام کیا کرتی ہے۔ تلوار جب تک میان میں ہے۔ اپنا
جوہر نہیں دیکھاتی۔ میان سے باہر نکل کر اپنا کام کرتی ہے اسی
طرح روح قالب سے نکل کر اپنا جوہر دیکھاتی ہے۔ قیدی قید خانے میں
رہ کر جیل کے قواعد کے باہر کا کام نہیں کر سکتے۔ آزاد اور جیل سے باہر
والے دنیا کا ہر کام آزادی کیساتھ کر دیکھاتے ہیں۔ انسان جب قید
جسم و مذہب اور شریعت سے باہر ہو جاتے ہیں۔ مکلف نہیں رہتی

پھر وہ سب کچھ کرسکتے ہیں۔ اور کرتے ہیں۔ دنیا دیکھ رہی ہے۔ مگر
وہ بھی مشیت کے خلاف باختیار خود کچھ کر نہیں سکتے۔ بس سارا
دار مدار مشیت کے اختیار میں ہے۔ بیشک ارواحیں خدای وکلا میں
اپنے نیکی لیکر جاتے ہیں ہر کام خدا کے اختیار میں ہے۔ السعی
منی و الاتمام من اللہ انسان کا کام کوشش کا ہے
پورا کرنا خدا کا کام ہے بندے خدائی اختیار کو اپنے ہاتھ میں کیوں
لانا چاہتے ہیں۔ جو ممتنع الوقوع اور ناممکن بات ہے۔ ایسے دعویدار
دنیا میں مکار ہوا کرتے ہیں۔ انسان کے ہاتھ میں صرف تدبیر ہے خدا
کے ہاتھ میں تقدیر ہے۔ بس یہی عقیدہ صحیح ہے۔ خدا کی وحدانیت
جس مذہبی پیرایہ میں ہو بلا شرکت غیرے مانو یہی مذہب ہے سارے
مذہب کی گنی رشی منی پیر پیغامبر سب نے یہی بتایا ہے۔ اور ملل
مذہب یہی بتایا ہے۔ اون کا اقتدار اسی امر کا ہے۔ جنہوں نے
غلطیوں کو بتایا۔ اور صحیح اور سچ بات سکھایا۔ لذت دنیا لیکر کوئی بڑا خدا
رسیدہ نہیں ہوا اور مذہب کا بڑا لیڈر نہیں ہوا۔ ہم محلوں اور کرسیوں پر
بیٹھکر راہ راست نہ ملی دنیا پر لات مارا جن لوگوں سختیاں جھیلیں راجہ
رام چندر نے بارہ برس بن باس لیا اور لچھمن کیا کیا سختیاں جھیلیں
بودھ گئے گھر بار چھوڑا ہندو مسلمان کے بڑے بڑے الاکابرین۔
اور نامور لوگوں کی الالف سے پتہ لگتا ہے۔ کہ مہاجن بنکر عظمت اور عزت
بنکر اپنا بڑا نام دنیا میں نہیں چھوڑا تمام دنیا کی تکلیفیں جھیلیں اور ذلتیں
اوٹھائیں۔ تب جاکر آج دنیا میں اللہ اکبر خواہ فلاں جی کی جے کے

نارے مارے جاتے ہیں صحیح یا غیر صحیح آزادی ہو یا نہ ہو۔ ملک پر
ایثار اور مصیبت کے مواقعات جب گاندھی جی نے برداشت کیا ہے
تب بچہ بچہ اون کی جے پکارتا ہے۔ اور سرکار کی بھی نہیں مانتا ہے
یہ فقط اون کی ایثارات کا صلہ ہے۔ نتیجہ او مآل کار کچھ بھی ہو مفید ہو یا
مضر ہو ملک میں بدامنی ہو یا مصیبت ہو یا آخری نتیجہ نیک پیش ہو یا بد ہو لوجی
ذاتی ایثار اور خلوص نیتی کا سکہ جم گیا ہے۔ خدا اون کا ڈنکہ بجوا رہا ہے۔
زبان خلائق خدای اشتہار ہے۔ لوگ راجہ رام چندر کے جٹے بھول
گئے ہیں۔ دنیا کے انقلابات پر غور کرنے سے پتہ ملتا ہے۔ کہ ہر زمانے
میں ایک ہوا چلی ہے۔ اور پھر وہ بدلی ہے۔ مذہبی اور ملکی تبدیلیاں
برابر ہوا کیں ہیں۔ دنیا ایک مذہب اور ایک رنگ پر نہیں رہی ہے
ایک ہی مذہبی لیڈر نہیں رہا ایک ہی مذہبی قواعد نہیں رہے ایک ہی
راج استھان پر کبھی کا قائم نہیں ہوا اسی بھارت ملتا ہے ایک ہی پر
اکتفا نہ کیا۔ کیسی تبدیلیاں دنیا میں ہوا کیں ہیں اور دنیا میں اوٹ پلٹ ہوا ہی کرتا ہے مگر
دین میں اوٹ پلٹ کا قاعدہ نہیں ہے۔ جادو قدرت کا رنگ دیکھو تعجب جاب آنکھ بند کر کے دیکھو
جیسے گئے ویسے واپس آجاؤ اسی کو خدا بتاتا ہے۔ اذا اصابتهم
مصيبة قالوا انا لله وانا اليه راجعون۔ یعنی
کچھ بھی مصیبت آئے ہمیں دنیا سے غرض نہیں ہے۔ میری مرضی پر چھوڑ دو
میرا جو کچھ جائیگا نہ ہوگا۔ آپ دست انداز نہ ہوں آپکو کیا دنیا میں دائمی رہنا
ہے۔ آپ تو میرے انتظام کیلئے ہیں۔ سب تم ہو اور اپنا کام بجا لاؤ۔ اور
واپس آؤ۔ کوئی صاحب واپس جانیکا بھی خیال فرما رہے ہیں۔ یا نصف

دنیا ہی کا انتظام فرما رہے ہیں۔ بھائیو اپنی اپنی راہ سدھارو۔ انتظام دنیا
خدا کے سپرد ہے۔ جو وہ کرنا چاہتا ہے۔ ہو کر رہیگا۔ اور ہمیشہ وہی ہو کر
رہا۔ کسی کو کوئی نہ بگاڑ سکتا ہے۔ نہ نکال سکتا ہے۔ نہ مار سکتا
ہے۔ نہ بنا سکتا ہے جو ہونا ہے۔ اوس کے اسباب پیدا ہو جاتے
ہیں۔ اور ساری عقلیں چکر میں آجاتی ہیں۔ سیلاب آیا سب آبادی
غائب۔ اندھیر ہو گئی ہزاروں بربادیاں ہو گئیں۔ خشک سالی ہوئی
دنیا تہ و بالا ہو گئی۔ زلزلہ آیا آباد ملک ویران ہو گیا۔ بجلی گری جل کر
خاک ہو گئی۔ آگ لگی عمارت غائب غربت آگئی۔ بیمار ہوئے طاقت
گئی۔ غرض کوئی بات تو اختیار میں نہیں ہے۔ بجز صبر و شکر اور مشیت
پر بھروسہ کرنے کے ہو کیا سکتا ہے۔ جس بات کو غور فرمائیے معذوری
سامنے ہے۔ عقل کہاں تک کام دے۔ وہ بھی اپنے بہ قدرت میں نہیں
ہے۔ بخار آیا دماغ گیا۔ اول فول بکنے لگے جنون ہوا ساری عقل
بیکار معذور ہوئے چپ چاپ پڑے ہو گئے۔ مصیبت میں پڑے اندفاع کی
صورت غائب بس رو دینے لگے۔ درد ہوا سبب کا پتہ نہیں چلتا علاج
ہوتا ہے۔ فائدہ ندارد اور بھی چیخ رہے ہیں۔ کوئی شنوائی نہیں کرتا
نفع نہیں پہونچا سکتا درد نہیں بٹا سکتا چیختے چیختے مر گئے۔ بس سارا
قصہ پاک ہوا۔ نہ اب ہم کو تکلیف سہنے کی نہ دوسروں کو تکلیف سننے کی فرصت
رہی۔ آپ گئے دنیا چھوٹی ہمیری کسی کو پرواہ نہ ہمیں کسی کی پرواہ
دونوں ایک دوسرے سے بے نیاز ہو گئے سائے پر سلے سب
غیر۔ اور ہم سب بےخبر بس آنکھ کھلنے کی سب باتیں ہیں۔ آنکھ بند کر لو

ہو کر زندگی بسر کرو پھر نہ تمہیں دنیا والے کی پرواہ نہ دنیا والوں کو تمہاری تلاش اور تمنا ہے۔ تم خدا کے اور خدا تمہارا ہے۔ دنیا سے نہ سروکار نہ ہموار اصلی اور دائمی زندگی یہ ہے۔ **شعر**

کیا ہی چین خواب عدم میں تھا نہ تھا زلف یار کا کچھ گلہ ۔ سو جگا کے شور ظہور نے مجھے اس بلا میں پھنسا دیا

یہ وہی مثل ہے قاضی دبلے کیوں ہو گئے ہیں۔ تو کہا گیا کہ شہر بھر کے فکر سے دبلے ہیں۔ اپنی زندگی کو وبال میں میری چالوں نے پھنسایا ہے۔ اوس کا نتیجہ خود ہی پایا ہے۔ کوئی کیا لایا کیا کمایا ہے۔ عمر بھر خزانہ قدرت سے آیا اور کھایا ہے۔

۱۹ رگھوبر دیال سکنہ شاہدرہ کے ایک بڑے خاندان کے سونڈی تھے۔ ان کے والد بہت بوڑھے آدمی تھے۔ راقم نے انکو دیکھا تھا۔ مگر وہ چل پھر نہیں کرسکتے تھے اونھوں نے بابو رگھوبر دیال کو انگریزی تعلیم دی تھی۔ جب اون کے والد کا انتقال ہوا بہت ولو نقدی دولت اون کے گھر میں تھی۔ نوجوان انگریزی والوں کو دولت کا ملنا برداشت سے باہر ہو گیا۔ ہضم کی طاقت نہ رہی۔ سونڈیوں کے سوسائٹی میں ننگے بدن اور میلی دہوتی ان کو پسند نہ ہو سکی۔ ان کا دماغ انگریزی پڑھ کر صاف ہو گیا تھا۔ ان کی بی بی بچے موجود تھے۔ انہوں نے شہر کی ہوا کھائی۔ بی بچہ کے دربار میں مشرف ہوئے۔ وہاں ان کی دولت پر خوب کٹائی پٹائی ہو چکی ساری دولت بک کر صاف ہو گئی۔ صرف دولت کا جوہر یعنی جائداد باقی رہ گئی۔ جب جا کر حواس ہوا یہ مسلمان ہو گئے۔ گھر میں قصہ پھیلا بی بی بچے سب جدا ہو گئے۔ خدا بخش خاں صاحب

سی۔ آئی۔ وکیل کے یہاں بعض لڑکیاں تھیں۔ جن سے ان کا عقد کیا
گیا۔ اور وکیل صاحب نے ان کی جائداد کا انتظام کرلیا۔ پھر ان کی حیثیت
درست ہونے لگی۔ ان سے مسلمانوں سے آمد و رفت رہی۔ اوس
بی بی سے اولاد ذکور موجود تھی۔ بی بی کے مرنے کے بعد یہ کلکتہ چلے
گئے۔ اور وکیل صاحب سے بے تعلق ہوگئے۔ مگر وکیل صاحب
اوس لڑکے کے مددگار رہے۔ لڑکے کو کلکتہ لیکئے خود بھی کرسٹان
ہوگئے۔ لڑکے کو بھی کرسٹان بنایا۔ خود بھی میم سے شادی کرلی۔
اور اوس لڑکے کو بھی بیاہ دیا۔ وہ بھی صاحب ہوگئے۔ وکیل صاحب نے
اس پر بھی اوس کی خیر اندیشی کی جائداد کے نسبت دل کرایا گیا۔ نصف
جائداد اوس لڑکے کو لکھی گئی۔ اور نصف میم صاحب کو لکھا۔ یہ زمانہ انگریزی
روش کی زندگی کا اون کی آرام کا گذرا۔ پھر میم صاحب بعد مرنے ان کے اوس
مکان میں گلزار باغ میں آکر رہیں جو سپنی کورٹ کے ٹھیک سامنے ایک
بڑا پھاٹک ہے۔ چند برس یہاں بعض اولاد جوان ہوئی اب خبر نہیں کہاں
ہیں۔ کیا ہوگئے۔ مسلمانی وقت میں الطاف حسین نام تھا۔ پھر کوئی انگریزی
نام ہوا۔ لڑکا بھی شادی کرکے مسٹر پنٹو کے ساتھ رہا۔ یہ میونسپلٹی میں
ملازم تھے۔ اور اکزیکٹیو ہوڈپر اوس بنگلے میں تھے جو مسٹر ڈوزکیلی نے
خرید کر دو منزلہ کیا۔ اب اس میں رچمنڈ ہوٹل ہے۔ بدتوں لڑکا بعد بی بی یا
مسٹر پنٹو کا انتقال ہوا سارا خاندان درہم برہم لڑکا بھی اس شہر سے کہیں
چلا گیا۔ اب خبر نہیں ہے کیا ہوگئے۔ اس خاندان سے راقم کو ذاتی
ربط رہا۔ مگر انگریز ہونے کے بعد آمد و رفت نہ رہی۔ پہلی بی بی لعزد

متعلقین بھی اون لوگوں کا بھی حال کچھ نہیں معلوم کیا ہوئے۔ غالباً
ان کے والد کا نام رام غلام ساد یاد آتا ہے۔ کہاں تک میرا خیال
صحیح ہے۔ اس پر پورا بھروسہ نہیں کر سکتا۔ اپنے عمر میں یہ پہلے
شخص تھے۔ جن کو راقم نے تین قسم کا مذہب اور تین طرح کی لائف
کا مزہ چکھتے ہوئے دیکھا تھا۔ تو مالی حالت خراب ہو گئی تھی۔ وہ
حیثیت نہ رہی۔ وہ فیضان جوانی کا تھا جس وقت وثیقہ ہوا ہے۔ تین لاکھ کا
اسٹیٹ ول میں لکھا گیا تھا۔ مگر اوائل زندگی سوشیانہ سے بہت زیادہ
لطف زندگی ان کو مسلمان ہو کر ملا خوب کھانے والے اور کھلانے والے اور
فرسٹ کلاس کا کھانا کھلانے والے تھے۔ آخر عمر ان کی بہترین گذری یعنی
تبدیل کے بعد بھی ملاقات ہوئی تھی۔ تو راقم کو یہ تجربہ ملا کہ مہاجن باجود
دولت کے بدترین زندگی گذراتے ہیں۔ انسان برادری کی سوسائٹی
سے مجبور ہے۔ اور مسلمانی سوسائٹی میں کھلانے کا بڑا مزہ ہے۔ مگر
سوسائٹی کا لطف اچھا نہیں ملتا انگریزی زندگی میں لطف زندگی اور
آزادی کا بڑا مزہ ہے۔ اسی لئے لوگوں کی خواہش انگریزی طرز معاشرت
پر ہے۔ اور پردہ دری ہو رہی ہے۔ مگر غربا کیلئے یہ طرز معاشرت آرام
دہ نہیں ہے۔ ٹوٹے مونڈھے اور چٹائی کی ٹوپیاں پہنکر اور نیلامی
بوٹ لیکر یہ زندگی تکلیف دہ ہوا کرتی ہے۔ امرا کیلئے جائز کیا بلکہ لطف
زندگی کیلئے لازمی اور ضروری ہے۔ غربا جس رنگ میں پلے ہیں
وہی اون کیلئے موضوع ہے۔ وہ اگر اس زندگی میں پڑینگے تو بجائے
خوشی رنج اوٹھانا ہوگا۔ اور بھیک مانگنا پڑیگا۔ کوا اگر ہنس کی چال چلا

تو مارا جائیگا۔ قوت پرواز ندارد زمین پہ چلنے والے ہوا میں اوڑ نہیں سکتے۔ اور بط ہوا پر بلند نہیں ہو سکتی۔ جو جس طرح پلا ہے وہی انداز اوس کا بھلا ہے۔ **الجنس بالجنس** ٹھیک ہے۔ شلجم اور بیگن ملکر خراب تاثیر ہوگی جب دو یا چند متفرق طبیعت کی چیزیں ملائی جائنگی اوس کی اندر قوت کیمیائی میں فرق آجائیگا۔ جو حفظان صحت کیلئے مضر ہوگا۔ غیر ملکی پہننا منع نہیں ہے۔ بلکہ غیر ملکی عادتوں کی تقلید مضر ہوا کرتی ہے۔ سونا جب اور دہاتوں سے ملتا ہے۔ اوس کی قدر و قیمت میں فرق آتا ہے۔ گو بظاہر اوس کی خوش نمائی بڑہ جاتی ہے۔ پھر اصلیت پر دھبہ آجاتا ہے اوس کی قدر و منزلت میں فرق نہیں معلوم ہوتا ہے۔ انگلش سوسائٹی کرستانوں کے ساتھ برتاؤ میں فرق نہیں کرتے۔ مگر وقعت میں ضرور اپنا سا نہیں سمجھتے۔ باوجود اس قدر آزادی خیال کے شادی بیاہ اور کھانوں کے میز پر تفرقہ کا انداز ملتا ہے۔ ویسا ہی نو مسلموں کو بھی مسلمان برت کر دیکھا گیا ہے۔ ویسا ہی اکثر مسلم غیر اقوام کی مذہب و معاشرت کو قبول کرتے ہیں۔ اون کا بھی وہی حشر ہوتا ہے کہ جو جہاں پر ہے وہیں رہنا اوس کیلئے مناسب ہے۔ مذہب اندرونی جذبات اور عقائد میں جس کا جی چاہے رکھے مگر ظاہری انداز سوسائٹی اور قومیت کے باہر رکھنے سے مکلف دیکھا ہے۔ یہ ضرور ہے کہ مسلمانوں کا کوئی قومی طرز و لباس معاشرت و لباس نہیں ہے۔ مگر اطوار و عادات واسلامی زندگی و طریقہ عبادات تو ضرور ایک خاص صورت کی ہیں اوس کے خلاف ان کیلئے مضر ہوا۔

عنا قاضی انگل خاں بہادر دراصل بارہ کے رئیس تھے

ان کی قرابت کے لوگ سب بارہ میں ہیں۔ ان کا مکان بڑا بھاری اور بہت عمدہ بارہ میں تھا۔ اب وہ مکان سب ویران ہے یہ بہت بڑے اور نیک دل آدمی تھے۔ یہ مالسلامی کے علاقہ میں محلہ قدم رسول میں رہتے تھے۔ اس محلہ میں ایک قدیم مسجد ہے۔ اوس مسجد میں طاق پر ایک پتھر رکھا ہوا ہے۔ اوس پر پیر کا نشان بنا ہوا ہے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ وہ نشان قدم رسول ہے۔ واللہ اعلم اس کی صحت کی خبر راقم کو نہیں ہے۔ اس قسم کے پتھر متفرق جگہ پر ہندوستان میں پائے جاتے ہیں اور اکثر جگہ زیارت ہوتی ہے۔ چنانچہ خانقاہ منگل تالاب پر بھی ایک قدم رسول ہے۔ مگر یہاں کے قدما نے اوس کی زیارت نہیں کرائی۔ راقم نے نہیں دیکھا ہے۔ راقم کو اوس خاندان سے ارادت کا تعلق ہے۔ اس لئے بہت سے برکات کی خبر رکھتا ہوں جسکی زیارت نہیں ہوا کرتی اس گدی کے نشین سب علما اور ذی علم لوگ تھے۔ صحت کامل جن چیزوں کی نہیں ملی اوکی زیارت نہیں کرائی گئی۔ مگر بیحرمتی اور ناقدری بھی نہیں کی گئی۔ وہ ایک محفوظ جگہ پر متبرک جہت سے بند ہے۔ اور یہی مناسب بھی ہے۔ کہ جو چیزیں بزرگوں کے طرف منسوب کردی جائیں۔ اوس کے ساتھ بد تہذیبی برتنا خلاف انسانیت بھی ہے۔ مگر شرعی طور پر اگر جواز لوس کا نہیں ہے اور شرعی رخنہ اندازی اگر پیدا ہوتی ہے۔ تو نہایا احتیاط ہی برتنا اچھا ہے۔ مگر اب تو کوئی خانقاہ زیارت سے خالی نہیں پائی جاتی۔ جہاں خانقاہ ہے۔ کوئی نہ کوئی زیارت ضرور ہے۔ غور کرتے جائیے

جتنی گدیاں ہیں۔ تمام زیارت ضروری ہے۔ اور ہر جگہ ہے راقم کو جہاں تک یاد آتا ہے۔ بہار شریف کی گدی میں کچھ تبرکات ہیں جن کی زیارت ہوتی ہے۔ منیر شریف میں تبرکات ہیں۔ جس کی زیارت ہوتی ہے۔ جہاں کچھ نہیں ہے۔ وہاں بزرگوں کی تسبیح تاج چھڑی خرقہ کچھ نہ کچھ ضرور ہے۔ پھلواری شریف میں زیارت ہے۔ تکیہ پر زیارت ہے۔ شاہ کی املی میں شاہ محمد یحییٰ صاحب مرحوم کے یہاں زیارت ہے منگل تالاب کی گدی میں زیارت ہے۔ شاہ ارزاں کی درگاہ میں زیارت ہے۔ قاضی نجم الدین کے یہاں زیارت ہے۔ اور گلی گلی سڑکوں پر لوگ زیارت کی موٹری لیکر شہر میں آتے جاتے رہتے ہیں۔ بعض گروہ انھیں دیکھکر اعتراض بھی کرتے ہیں۔ راقم ذاتی طور پر ان زیارتوں کی زیارت عقیدتاً نہیں کرتا ہے۔ بلکہ نسبتاً کرتا ہے۔ جن بزرگوں کی نسبت کی جاتی ہے۔ میں اوس کی تکریم کرتا ہوں۔ وہ زیارتیں صحیح ہوں یا غلط ہوں۔ اوس کی جواب دہی اون کے ذمہ ہے۔ ان زیارتوں کا کرنا نہ کرنا جزو مذہب میں داخل نہیں ہے۔ نہ اوس کے کرنے نہ کرنے سے عذاب و ثواب ہوتا ہے۔ یہ ایک اچھا شغل ہے۔ مذہبی عمدہ لوگوں کا مجمع ہے۔ جہاں بھلائی کے سوا برائی کی کوئی بات نہیں ہے زیارت کرنے والے گنہگار نہیں ہیں۔ اگر اسے بدعت کہا جائے تو رسول کے بعد ہزاروں نئی باتیں جاری ہوگئیں۔ سب بدعت کہا میں داخل ہو سکتی ہیں۔ یہ موجودہ باتیں جو سلسلہ گدی داری میں جاری ہیں۔ اس کا وجود تو قرون ثلثہ میں نہیں تھا۔ تو تبرے سے صرف نیت

ہی پر اعتراض آئد ہوگا۔ مگر معترضین اپنے اپنے گھروں میں غور کریں ہزاروں باتیں بدعت ہی کی موجود ہیں۔ اور رسم شادیات ہی کو دیکھیں۔ تعداد دین مہر پر غور کریں۔ معاملات ہی پر توجہ ڈالیں۔ اعتراضات ہی پر نظر ڈالیں بڑے بڑے لوگوں پر گستاخیوں ہی کو سوچیں۔ یہ سب باتیں رسول کے وقت میں یا قرون ثلثہ میں ممتنع تھیں۔ ان جھگڑوں ہی میں بڑھا تفرقہ اندازیاں ہیں۔ علما اپنی تحقیقات بیان کریں مقرا اپنی چال چلیں جہلا سب کی سنیں اور سب کی دیکھیں۔ اور خدا سے راہ راست طلب کریں۔ کسی شئے کو چاہے کتنا ہی معزز کیوں نہ ہو بطور شرک پوجا نکریں۔ سب کریں مگر شرک نکریں۔ اور پرستش سے بچیں اگر ان دونوں باتوں سے بچے ہوئے کوئی بھی زیارت یا حرکت ہے۔ تو اوسے عقیدہ سے سروکار نہیں ہے۔ وہ تمہارا فعل ہے۔ اور مذہب کے اندر ضروری نہیں ہے۔ جو مذہب میں غیر ضروری ہے۔ اوس کا کرنا کسی مذہب کے رخنہ انداز نہیں ہوتا۔ بہر کیف راقم ملا نہیں ہے۔ جو مذہبی جھگڑے چھیڑے اور نہ اس کتاب کو ان باتوں سے تعلق ہے۔ جا بجا راقم نے رائے زنی کردی ہے۔ ممکن ہے۔ کہ رائے زنی میں غلطی ہو۔ مگر جہاں تک واقعات کا تعلق ہے۔ اوس میں غلطی ہونا نہیں چاہیئے۔ حتی المقدور اس کا خیال کیا ہے۔ الغرض سال میں ایک دفعہ اس قدم رسول کی زیارت ہوا کرتی تھی۔ کھانے تقسیم ہوتے تھے۔ مولود ہوتا تھا۔ قاضی صاحب کی زندگی میں بارہا شریک ہوا بلکہ اون کے بعد بھی چند بار اتفاق ہوا ہے۔ مگر اب خیر راقم کو برسہا برس سے نہیں ہے۔ قاضی جی کے بیٹے قاضی فضل

ہیں۔ اُدن کے بیٹے تھنو میاں ہیں۔ قاضی جی سے خاندان مسٹر
نسیم برسٹر و منصف و محمد انیس صاحب باڑہ سے تھا۔ اُدن کی
قرابت
خویشی تعلق خاں بہادر سید احمد حسین عرف بلو میاں سے ہے اور قریب
تعلق ہے۔ محمد انیس الحق مرتضیٰ شیر صاحب لودی کٹرہ کے بہنوئی تھے
اُدن کا لڑکا ولایت سے انجنیئر ہوکر آیا تھا۔ جوان ہی مرا۔ اور لڑکے
اوس خاندان میں ہیں۔ بڑا گھر تھا اور معروف و مشہور رہتا۔ تھنو میاں
نہال میاں کے داماد ہیں۔ اور رمضان میاں ولد شاہ لال مرحوم
کے سالے ہوئیں۔ اور نہال میاں سے اب یہی جانشین ہیں۔ اُن کے
والد قاضی افضل بن پر ٹولی میں رہتے ہیں جو قدم رسول کے محلہ کا
ایک جزو ہے۔ مالی حالت بالکل خراب نہیں ہوئی بلکہ کچھ ضائع ہوئی
اور پھر کچھ ادھر اودھر سے آ گئی۔ ان لوگوں کی زندگی امیرانہ گذری
ہے۔ انداز معلوم ہوا کہ اوس مسجد کی تولیت اس خاندان میں ہے۔
اور کچھ جائداد بھی اسکے تعلق ہے۔ بن پر ٹولی میں خالی ملاح رہتے ہیں
اور یہ گروہ بہت فسادی ہیں۔ راقم نے بہتیرے مقدمات ان لوگوں
کے فیصل کئے۔ شایق ہے قاضی افضل صاحب کو جو اس محلہ میں
اکیلے ایک گھر میں اور رہتے ہیں۔ بڑے جی دار ہیں دوسرا نہیں
رہ سکتا تھا۔

۲۱ شاہ لطافت حسین صاحب ایک پرانے زمانے
کے عجب مہذب اور خلیق اور منکسر اور بڑے واشتہ کے
آدمی گذرے ہیں۔ یہ اچھی دولت والے تھے۔ اور بڑا عیش کیا

نوابوں کی زندگی گذارا۔ انگریزی بالکل نہیں جانتے تھے۔ آج تک اس
خاندان کا بچہ بچہ بالکل ہندوستانی روش کا ہے۔ اور پرانے خاندان
کی پرانی تہذیب موجود ہے۔ ان کا اصل مکان خسرو پور نواده میں ہے
اور اس قدر حسین اور بڑا مکان ہے۔ جو اس وقت تک دیکھنے کے
لائق ہے۔ ان کے سارے تعلقات باڑہ سے ہیں۔ انھیں کے بھائی کا
شاہ مہدی حسن غالباً نام تھا۔ انھیں کے خاندان سے بلو میاں کو
تعلق ہے۔ شاہ لطافت حسین صاحب کو تعلق وراثت جناب شاہ
پیر دمڑیا صاحب سے تھا۔ یہی صاحب سجادہ تھے۔ آخر میں ان کی
جائداد پر خطرہ زوال کا آیا کورٹ اوف وارڈس ہو گیا۔ اور خاندان سنبھل
گیا۔ حکام ان کی قدر کرتے تھے۔ ان کی داشت ایسی تھی۔ جو قدر کرانے
پر مجبور کرتی تھی۔ یہ اپنا وقت خوب گذار گئے۔ یہ عرس میں خانقاہ پیر دمڑیا
میں آتے۔ پھر جائے سکونت پر چلے جاتے اور نواده میں رہتے تھے
ان کو کسی خانقاہ میں جاتے نہیں دیکھا۔ مگر ان کے خانقاہ میں شہر بھر
کے مشائخ کو آتے دیکھا۔ اور اب تک دیکھتا ہوں۔ یہ یا سب بھی
خوب چیز ہے۔ آپس میں مشائخ کم ملتے ہیں۔ اور کم جاتے ہیں۔ مگر پھلی کی
درگاہ پیر دمڑیا اور شاہ ارزاں کی درگاہ میں اکثر مشائخوں کو شریک دیکھتے
ہیں۔ منیر اور بہار میں بھی سب کو دیکھتے ہیں یہ ان بزرگوں کا فیض
ہے۔ کہ سب جمع ہو جاتے ہیں۔ شاہ ارزاں کے گدی نشیں تو کہیں
جاتے بھی نہیں ہیں۔ مگر ان کے لوگ ضرور جاتے ہیں پھلواری
شریف کے گدی نشیں کہیں شریک نہیں ہوتے۔ مگر ان کے لوگ

ضرور جاتے ہیں۔ بہار کے گدی نشین بھی کم نکلتے ہیں۔ مگر شاہ مراد علی
صاحب حسین کی ذات اس وقت بھی غنیمت ہے۔ ہر جلسہ جاتے ہیں۔
مگر سیر دمرطیا کے گدی نشین شاہ لطافت حسین صاحب کو کہیں نہیں دیکھا
اور سیر دمرطیا میں سب کو دیکھا۔ جنھیں عرس کوئی سجادہ نشین ہی نہ تھا۔ مگر
ساری دنیا وہاں جاتی ہے۔ اب چند برسوں سے بھائی درگاہی صاحب
مقیم ہیں۔ جو راقم کے خلیر سے بھائی ہوتے ہیں۔ اور بڑے خلیق ہیں۔
ون کے سبب کر لوگوں کو بہت آرام ہے۔ اون کے بیٹے شاہ
اصغر حسین نے اب مشائخیت کا رنگ لیا ہے۔ اور بہت خلیق ہیں
اب وہ تمام جاتے آتے ہیں۔ اور اب شاہ واجد حسین جو لطافت حسین
صاحب کے پوتے ہیں۔ اور سجادہ نشین ہیں۔ خان بہادر ہیں۔ ملنسار
منکسر اور خلیق ہیں۔ اب تمام آتے جاتے ہیں۔ سیر دمرطیا میں جائداد وقف
ہے۔ مسجد ہے۔ مزار ہے۔ خانقاہ ہے۔ مگر آباد نہیں ہے عرس
میں آباد ہو جاتی ہے۔ پہلے مسجد میں کچھ طلبا رہتے تھے۔ اب نہیں ہیں۔
فقط خانقاہ میں چند ملازم ہیں۔ شاہ واجد حسین بھی آبائی مکان نوادہ
میں رہتے ہیں۔ ان کے والد شاہ شاہد حسین تھے دو حامد میاں مودی کلاں
کے بہنوئی تھے۔ عجب نیک منکسر اخلاق مند آدمی تھے۔ جوان ہی مرے
شاہ واجد حسین کم سن تھے۔ اس خاندان کی تعلقات تھے۔ میاں سے ہیں
طہٰ میاں شاہ کمال صاحب خان بہادر کے داماد ہیں اور شاہ یٰسین صاحب
بہار شریف سے تعلقات ہیں۔ شاہ سبحان صاحب محلہ سے تعلقات
برادری ہیں۔ اب تک یہ خاندان باوقعت باعزت اور دولتمند موجود ہے

اور وسیع برادری رکھتے ہیں

۲۲ بالو مالی راجہ کا گدام بڑینل گھاٹ کے پاس بیر دمرطیا میں تھا۔ شہر میں سب سے بڑا گدام غلے کا یہی تھا۔ ریلوے کمپنی کو سائڈنگ بنا ہوا۔ سڑک بند ہوجاتی تھی۔ سیکڑوں بیل گاڑیاں ریلوے لائن سے اس گدام تک بھری رہتی تھیں۔ سیکڑوں آدمی کام کرنے والے تھے۔ سیکڑوں قلی کماتے تھے۔ چند برس خوب کام چلا ایک دفعہ دنیا نے رخ بدلا۔ پچاسوں ہزار کا نوگدام ہے۔ مگر تالا بند ہو گیا یہ فارم فیل ہو گیا۔ اب خبر نہیں ہے ان لوگوں میں کون ہے کہاں ہے اقبال کا زمانہ جب ہوتا ہے مٹی چھونے سے سونا بنتا ہے۔ جب بداقبالی آتی ہے سونا مٹی ہو جاتا ہے۔ چلتی پھرتی دولت پر بھروسہ کرنے والے غور کریں۔ یہ دنیا بھروسہ کے لائق کب ہو سکتی ہے۔ لٹتے لٹتے بڑے بڑے گھروں کا کیا حال ہوا ما و شما کو کون پوچھتا ہے۔

۲۳ جناب علی خاں نواب علیخاں یہ لوگ بتیا کے علاقہ کے رہنے والے تھے۔ بانس کا کاروبار تھا۔ بلی لاتے تھے اس قدر مشہور ہوئے۔ اور اتنی دولت پیدا کیا کہ امیر ہو گئے۔ نواب خاں بانس کا بیڑہ لیکر آرہے تھے۔ اور اوسی پر سوار تھے۔ گنگا میں خواجہ کلاں کے سامنے پاٹ میں غرق دریا ہوئے۔ لاش کا پتہ نہ چلا۔ سارا کارخانہ درہم برہم ہو گیا۔ جناب خاں ہنوز زندہ ہیں۔ اور تباہ و برباد ہیں مہھلکی کے علاقہ میں رہتے ہیں۔ مدام کا بھی پانچ چھ ہزار ان کے یہاں ڈوبا ہوا پڑا ہے۔ جوان لڑکا مرا داماد صدیق خاں مرا نواب خاں کا

لڑکا بتیا راج میں نوکر تھا۔ سارا خاندان تخت و تباہ ہو گیا نیت کا
پھل ضرور ملتا ہے۔ ان لوگوں نے تجارت میں مہاجنوں کے
ساتھ معاملات اچھے نہیں رکھے دنیا میں بدلا ہو کر رہتا ہے۔ زنا
کرنیکی بھرنی ضرور ہو کر رہتی ہے۔ یہ لوگ دریا پور کے رہنے
والے تھے۔ بڑی کاشتکاری تھی۔ سب ضائع ہو گئی۔ بچے بقدر
گذران اوقات اب تک ہے۔

ع۲۴ شیخ دولت ولہٹہ میں رہتے تھے۔ ان کے بھی
بانس کی تجارت تھی۔ اچھا کماتے تھے۔ جوان مر گئے پھر ان کے
خاندان کا حال نہ ملا۔ یہ پہلے غریب آدمی تھے۔ مگر بہت انسان
تھے۔ مزاج بہت اچھا تھا۔

ع۲۵ حکیم مولا بخش کا مکان کوآکھوہ میں یا شاید جلجی گنج
میں تھا۔ یہ غریب آدمی تھے۔ ان کا مفصل حال حکیموں کے حصہ
میں لکھا ہے۔ بالسامی میں مطب تھا۔ آخر عمر میں ان کو تکلیف
ہو گئی۔ جوان ہی مر گئے۔ انہوں نے اپنے وقت میں کوئی ترقی
نہ کیا۔ نہ کچھ پس ماندہ چھوڑا کمایا اور کھایا۔ ان کے بعد مالقیہ لوگوں کو
بہت تکلیف ہوئی۔ غربا جو اپنی زندگی سفید پوشی سے دیکھا نا چاہتے
ہیں۔ اور اپنی حیثیت سے فاضل رہنا چاہتے ہیں۔ اون کے بعد مالقیہ
لوگوں کا برا حال ہوتا ہے۔ امرا بھی جو فضول خرچیاں کر جاتے اون کے
خاندان کی تباہی بھی لازمی ہے۔ انسان کو اتنی ہی تعیش کرنا مناسب ہے جو مالقیہ لوگوں
کے حقوق بھی اوس کے سر پر ہے۔ اپنے کو عمدہ طور پر اور دوسروں کا حق مار جانا ایک ظلم ہے۔

جرم ہے۔ اور عنداللہ بھی حرمان ترکہ کرنا ہے۔ دنیاوی عیش لاولدوں کو جائز ہے۔ مگر لاولدوں کو دیکھا ہے۔ کہ وہ بہت ہی بخالت کی زندگی گذارتے ہیں۔ وہ تو اپنی زندگی بھی آسائش کی نہیں گذارتے۔ خدا ان کا دل و دماغ ہی ایسا بنا دیتا ہے۔ کہ ان کا مال ان کے ذات میں صرف نہ ہو۔ اور ورثا کیلئے وہ جمع کر کے چھوڑ جائیں۔ خدا ترکے کے ذریعہ سب لوگوں کو امیر بناتا ہے۔ یوں کمواتا ہے۔ یوں رکھواتا ہے۔ پھر بھی خدا کو روزی رساں نہیں سمجھتے۔ ذرا دنیا کو آنکھ کھولکر دیکھا جائے۔ اس کی ہر چال پہ غور کیا جائے تو ہر ہر بات سے اپنی معذوری اور خدا کی خدائی پر تعجب آتا ہے۔ واللہ یعلم انتم لا تعلمون کے معنی سمجھ میں آنے لگے ہیں۔ واقعی خدا وہ وہ اندرونی راز بھی جانتا ہے۔ جہاں انسانی دماغ پہونچ نہیں سکتا ہے۔ خدا کی قدرت کی روشنی دلوں میں اسی طرح پوشیدہ پیدا ہوتی ہے۔ جس کا پتہ کسی کو ظاہر نہیں معلوم ہوتا ٹھیک ویسا ہی ہے۔ کہ علم پڑھے جائے خود موازنہ نہیں کر سکتے۔ کہ دماغ میں کتنا مادہ علم کا بھرتا جاتا ہے۔ علم کے ذریعہ سے کیا کیا قوت معلومات دماغ میں خود پیدا ہوتے ہیں۔ خود سوچئے کتنی ترقی کیا ہے۔ تو پتہ نہیں چلتا ہے۔ اسی طرح قوت ایجاد ہے۔ خود بخود اندر اندر آدمی کے دل میں پیدا ہوتی جاتی ہے۔ اسی طرح روحانیات ہے۔ اندر اندر کیا کیا باتیں پیدا ہوتی ہیں۔ نہ خود سمجھ سکتا ہے۔ نہ دوسرا سمجھ سکتا ہے اور روحانی ترقی ہوتی جاتی ہے۔ روحانی ترقی کے تاثیرات ہیں۔ جو خواص الاشیاء کے طرح اندر اندر ہر چیز میں بھرتی جاتی ہیں۔ ابتدا میں اور رفتہ رفتہ جیسے جیسے دن گذرتے جاتے ہیں۔ اندر اندر تاثیرات میں نمو پیدا ہوتا جاتا ہے

کسی نباتات کو غور سے دیکھئے۔ جڑ کی تاثیر اور پتہ کی تاثیر اور چھال کی تاثیر اور عرق کی تاثیر اور خشک پتوں کی تاثیر اور تازہ جڑوں کی تاثیر۔ اور سفوف کی اور کوشش کیکر اوس کی تاثیر اور کشتہ بنا کر اوس کی ہستی بگاڑ کر اوس کی قوت اور ہوا کرتی ہے۔ ایک ایک درخت میں کتنی تاثیرات پوشیدہ ہیں۔ آدمی جو اشرف مخلوقات ہے۔ اوس کے اندر تاثیرات نہ ہوں۔ عجب خیز بات ہے۔ ہر بندے میں تاثیرات پوشیدہ ہیں۔ اور ہر صفت مخلوق خدا ہو نکلے جو ہستی موجود ہے بجز اسم ذات کے وہ اللہ نہیں ہے۔ نہ ہو سکتا ہے۔ مگر صفاتی قدرتیں کو سب اوس میں پیدا ہو کر رہتی ہیں کونسی صفاتی قدرت ہے۔ جو انسان میں نہیں ہے۔ مثلاً ذاتی جباری قہاری۔ ستاری۔ رحیمی۔ کریمی۔ وغیرہ وغیرہ جس صفت خداوندی کو آپ غور کرینگے۔ انسان میں قدرتاً موجود ہے۔ ظہور اوس کا اپنے اپنے وقت میں ہوا ہی کرتا ہے۔ بعض صفت انسان میں مخصوص کر دیا ہے اور مخلوقات کو خاص عطا کیا ہے۔ جیسے صفت موت ہے۔ اور ملبسی ہے یہ صفت اپنے ذات کیلئے نہیں رکھا۔ اپنے لئے فقط ایک ہی صفت واجب الوجود اور معبود ہونے کی رکھ لیا ہے۔ یہ دو صفت کسی مخلوق کو نہیں مل سکتی۔ بقیہ جو صفات ممکن الوقوع ہیں۔ انسان کو خلیفۃ اللہ کا خطاب عطا کر کے بخشدیا ہے۔ صرف ممتنع الوقوع کسی کو عطا نہ کیا۔ انسان کو اختیار ہے۔ جس صفت کی مشاقی وہ کرتا ہے۔ اوس کا جوہر نورانیت اوس کے قلب میں پیدا ہوتی ہے۔ جو ہر بات کملانے والوں سے پوشیدہ اور پوشیدہ ہوتا ہے۔ وہ اپنی ادا سے ڈیوٹی میں قاصر ہے۔ خائن ہر امانت

داری کے لائق نہیں ہے۔ خلافت کے قابل نہیں ہے۔ اوس
میں انسانیت ناقص ہے۔ اوس کا شمار حیوان ناطق میں ہے
یعنے بولنے والے جانور وہ جانوروں سے بدتر انسان ہے
جس میں انسانیت پیدا نہ ہو قدرت کا کمال دیکھے۔ انسان بناکر
خلافت دیکر ہم سے حیوانیت کا اظہار ہورہا ہے۔ کوئی انسان
بے ضرورت پیدا نہیں ہوا۔ بلکہ دنیا کی کوئی شئے بیکار نہیں ہے
ہر چیز انتظام عالم کیلئے لازمی اور ضروری ہے۔ اور مفید ہی ضرر
بھی انتظامی نفع میں داخل ہے جسے ضرر جانا جاتا ہے۔ وہ
مفید انتظام ہوا کرتا ہے۔ بعض انسانوں کے ذریعہ سے صفات
مذمومہ کا اظہار کردیا جاتا ہے۔ اور اس شان سے بھلائی کے
مقابلہ میں برائی رکھکر مقابلہ کرانے کے بر رکھوا دیا جاتا ہے۔ جب تک
ضد نہیں ہو پتہ نہیں چلتا کیا بھلا ہے کیا برا ہے۔ روشنی کے مقابل
اندھیرا ہے۔ اگر ہر وقت اندھیرا ہی رہتا۔ تو روشنی کا واہمہ بھی
سمجھ میں نہیں آتا۔ اگر رات دن روشنی ہی رہتی۔ تو اندھیرا سمجھ
ہی نہیں سکتے۔ اندھیرے کی خرابی اور روشنی کی بھلائی سمجھ نہیں
سکتے تھے۔ اس لئے چار دن کی چاندنی پھر اندھیری رات
ہوا کی۔ چاندنی کا مزہ دیکھو اور اندھیرے میں گھبرایا کرو۔ دن کی
قدر کرو اور رات کو گوشہ نشیں بنکر رہو۔ جی گھبرادے تو سو کر زندگی
غفلت میں گذارو کسی طرح بے خبری سے رات کاٹ لو اور دن کے
امیدوار رہو دن کو دنیا کا دھندہ کرو رات کو پوشیدہ کام کیا کرو

شراب خوری بدکاری اور رنگ کاری سب پوشیدہ کام رات ہی کو ہوا کرتے ہیں
اور موضوع ہیں۔ دن کو کھلا کھلا کام کرو رات کو چھپا چھپا کام کرو دن محنت
کے لئے۔ اور رات غفلت کے لئے۔ بنا دی گئی جو مصرف چاہو لو؛
غفلت میں پڑے رہو یا بیدار ہو کر زندگی کا مال بکار سوتے جگتے رہو۔ آدمی کو
اختیار ہے۔ کہ انسان بننے کی کوشش کرے جب حیوان جیسے افعال
ہونگے۔ ویسی تاثیر ہوگی جیسا بیج بویا جائیگا ویسا ہی پھل آویگا ع گندم زر
گندم بروید۔ جو ز جو انسانی قلب زمین مزرعہ ہے۔ جو چاہے تخم ریزی
کر لیجئے۔ شریعت آڑہت ہے طریقت پھیری فروش کی دوکان ہے۔ بڑے
بڑے سودے یہاں بوروں میں ملا کرینگی۔ اس کیلئے ہمت خریداری
اور دولت کی ضرورت ہے ہر شخص کا کام نہیں ہے۔ کہ آڑہت سے
سوداگری کرے پھیری فروشی کی دوکان میں ایک پیسے میں ضرورت کی چیزیں
ملجاتی ہیں۔ اور پیٹ بھی بھر جاتا ہے۔ شریعت کا بوجھ علماء ہی اٹھا سکتے
ہیں۔ عوام کو روزہ نماز بتا دینا چاہیئے۔ اون کے اعمال کی مقبولیت
خدا رسول کے حوالہ کر دینا چاہیئے۔ اون کو شرک اور کفر سے بچا کر اپنا
اپنا پیٹ پالنا چاہیئے۔ بزرگان دین دل میں خدا رسول کا شوق پیدا کرادیں
اس سے زیادہ جاہلوں کو ضرورت نہیں ہے۔ زیادہ گروہ میں رسم
کی پابندی میں اون کی عاقبت برباد ہوتی ہے۔ جس کے جواب رسم
پرست ہونگے۔ عوام کے لئے پہلی تعلیم انسان ہونے کی دینا چاہیئے بچوں کی
ابتدائی تعلیم جب کتاخصی کی ہوگی۔ تو مذہب سے کیا واقف ہوگا۔ اوس میں
مذہبی تہذیب کہاں سے آئیگی۔ اوس کو وہ تسلیم کہاں نصیب ہوگی۔ جو

انسانی نفس میں صلاحیت انسانی پیدا کر سکے۔ مذہبی تعلیم چھوڑنیکا اثر ہے۔ کہ
ہر ایک آدمی جنٹلمین ہوا جاتا ہے۔ اور مذہب سے ناواقف ہو رہا ہے۔ اور
گروہوں کی رواسم پرستی۔ اون کی واہمہ پرستی۔ اون کو مذہب سے تو ضرور بتا
واقف رکھے ہوئے ہیں۔ مگر اون کے رواسم کو نقصان دہ نہیں ہوئی۔ وہ
سید ہے یا شیخ ہے۔ جیسے ہی ہوں۔ اپنی قومیت اور مذہبیت کو لادے
پھرتے ہیں۔ ہر طرح پر ہم ہی مسلمان برباد ہو گئے۔ سوسائٹی کی فوائد اول
تو دنیا بھر کے اب لوٹے جاتے ہیں جھوٹ اوٹھا۔ پردہ دری ہوئی۔ نماز۔
روزہ گیا۔ سود چلا۔ پوجا پاٹ میں کمی آگئی۔ لباس بدلے۔ جانوروں کی
قدر آدمیوں سے زیادہ ہونے لگی۔ ایک جانور کے خون کے بدلے لاکھوں
انسان کے خون ہونے لگے۔ ملکی انتظامات میں رخنہ اندازیاں بڑھیں۔
آدمیت گئی۔ شیطانیت کے کام ہونے لگے۔ تہذیب گئی۔ بد معاملگی
بدمعاشی پھیلی نفاق پیدا ہوا۔ عیش گیا۔ آرام گیا۔ امن میں فتور آیا۔ آپس میں
پھوٹ ہوئی۔ عافیت کی زندگی گئی۔ انتظام سلطنت میں دقتیں پیش آئیں۔
کتنے کی آمدنی بند ہو گئی۔ کتنی تجارت خراب ہوئی کتنے کی آبرو گئی۔ یہ
انسانیت کی تعلیم کہلا سکتی ہے۔ یا وحشیانہ تعلیم ہوئی۔ کوئی حرکت بھی ایک
عمدہ انسان کی ہو رہی ہے۔ جن لوگوں کو تعلیم مذہبی ہے۔ اون کے دماغوں کو
دیکھنا چاہتے ہے۔ کتنی پر امن قابلیت کی باتیں اون کے دماغوں سے نکلتی
ہیں۔ وہ دماغی زور سے اپنی لیاقت علمی کے زور سے کام لے رہے ہیں
جہلا اوس کا اثر کس برے طور پر لے رہے ہیں۔ اور کیا دنیا میں الحاق ترقی کی
ہے۔ اگر مذہبی تعلیم ہوتی۔ تو اعزاز شخصی اور شاہی کو خلاف مذہب جانتے یہ رنگ

جو پیش نظر ہے ۔ نہ ہوتا کسی کے گروہ کے فقرا اور مذہبی تعلیم یافتہ لوگوں کی باہم شرکت لیے مواقعات پر کہیں یکجہتی پرکلیہ قائم نہیں ہوتا ۔ اکثریت برسراقتدار ہو اگر حق ہے ۔ اقلیت کا خیال کون کرتا ہے ۔ اوسے پس پشت چھوڑنا ہی اچھا ہے ۔ انسانوں کے لئے ۔ انسانیت برتنا لازم ہے ۔

۲۶ فقیر مہتر کا مکان بیر دمڑیا میں تھا ۔ اونھوں نے اپنے وقت ہی میں اپنا بیشہ چھوڑ دیا ۔ اور محلہ میں انسانیت برتتے ہوئے سبھوں کو اپنے میل میں لے لیا ۔ اور دوسرا روزگار کر کے اپنی اوقات رعب داب سے گذارا جوان ہی مر گئے ۔ وہ آدمی بہت اچھے تھے ۔ اون کی اولاد زندہ ہے ۔ دو لڑکے ہیں دونوں لڑکے اوچکا بنائے ہیں ۔ اور نیک طبیعت ہیں ۔ ایک کا نام شاید ہلارو ہے ۔ یہ لوگ سادی اور خوش زندگی گذارتے ہیں ۔ مذہبی لوگ ہیں ۔ اب تمام لوگ ان سے ملتے چلتے ہیں اسلام میں یہ مزے کی بات ہے ۔ کہ کوئی بھی کتنا ہی برا کام کرتا ہو اور کتنا ہی ذلیل ہو داخل مذہب ہونے سے اوس کی برائی برائیاں الگ کر دی جاتی ہیں ۔ اور خدا کی ہدایت کے دیکھ کر جو تبدیل مذہب کرتا ہے اور توبہ کرتا ہے ۔ خدا اوس کو ذلیل نہیں کراتا ۔ قدر کرا دیتا ہے عزت افزائی ہو کرتی ہے ۔ حافظ عبدالغنی نے ایک کتاب لکھی ہے ۔ جس میں اونھوں نے نام بنام مہتروں کی تعداد کثیر لکھا ہے ۔ اونھوں نے ان گروہ کو مشرف با اسلام کیا ہے ۔ اور سب ماکسلائی اور کواکھوہ کے علاقہ کے ہیں اب سب لوگ اپنا اپنا روزگار چھوڑ رہے ہیں ۔ اور اون لوگوں کا اسلامی نام بھی اوس کتاب میں درج ہے ۔

۲۷ طلائی جھگن ساہو کا مکان پیر دمڑیا مزار کے سیڑھی کے سامنے بہت بڑا پختہ مکان ہے۔ اس شخص کو راقم نے جتولال تمباکو فروش ساکن کوڑیلہ کے یہاں جو راقم کے مکان کے بغل میں ہے۔ چھڑانہ روز پر تمباکو کوٹنے والا قلی دیکھا تھا۔ وہ قوم کا سوندی تھا یہاں سے معروف گنج گیا۔ اور تجارت کرلی جس وقت وہ مرا ہے۔ اوس وقت راقم اوس کے مال کی فہرست کرنیکا تعنات ہوا تھا۔ اوس کے گھر میں عورتیں اور نابالغ بچے مختصر ورثا سے تکرار تھا تو ایک لاکھ سے بالا کی حیثیت راقم نے تجویز کیا تھا۔ اور نقد وافر روپیہ ہینڈ نوٹ تمسک اور رلونڈ پایا تھا۔ جو اوس گھر کے لیک جوابدہ ملازم کے ذمہ لگایا گیا تھا۔ یہ خدا کی دین ہے پچیس برس کے لذر تجارت نے یہ نتیجہ دکھایا اب وہ خاندان لڑائی میں برباد ہوگیا۔ بیوہ عورتوں اور یتیم بچوں کو ورثا اور قرابت والے برباد کردیتے ہیں یہ سود کی امدنی کو یوں برباد ہوتے دیکھے ہیں۔ اگر سود نفع کی چیز ہوتی تو خدا مسلمانوں کو اس نعمت سے محروم نہ رکھتا۔ مگر اثمهما اکبر من نفعهما ہے شراب وسود کا نام تو بہت بڑا ہے اور ظاہری نفع تو بہت ہے۔ مگر ایمان کا گھن ہی ہے۔ شرابیوں کی دولت خراب ہوتے دیکھا۔ اور صحت تو تقریباً سب کی ضرور خراب ہوتی ہے۔ اور سود والوں کے خاندان کو قائم رہتے نہیں دیکھا۔ رشوت والے کی اولاد کو خراب خستہ پایا۔ اگر نام بنام لکھوں تو ایک ڈکشنری نام کی تیار ہو دنیا کے اولٹ پلٹ ہونیکا باعث تو اصلی اپنے اعمال ہیں۔ مگر اوس کو سوچتا کون ہے۔ آنے دولت کے وقت تو آندھی رہتا ہے۔

۲۸ شاہ آغا جان کیفی دو بھائی تھے۔ ان کا مکان بھی سلی ہی میں تھا

ان لوگوں کا روزگار مولود خوانی کا تھا۔ رنگون وغیرہ جاتے تھے۔ کچھ لوگ
مرثیہ بھی ہوتے تھے۔ خوش آواز تھے۔ مولود اچھا پڑھتے تھے۔ مرادآباد
سے کچھ ہر سال لاتے تھے۔ اور گھر بیٹھکر کماتے تھے۔ جب جہاں
ضرورت ہوتی سفر کرتے تھے۔ اون کے خاندان کے شاہ محمد قاسم زندہ
ہیں۔ جنہوں نے تصوف میں چند کتابیں لکھیں ہیں۔ جو چھپی ہوئی ہیں۔ انکا
لباس وارثیہ ہے۔ مگر ان کو بیعت اوس خاندان میں نہیں ہے۔ نصیحت شاہ
کے پاس اکثر بیٹھتے ہیں۔ وہاں بہت رہتے تھے۔ نصیحت شاہ صاحب حاجی وارثی
شاہ صاحب کے لوگوں میں اچھے گذرے ہیں۔ وہ مولوی مہدی حسن صاحب
وکیل کے والد تھے۔ اور دولتمند آدمی تھے۔ تارک الدنیا ہوگئے
تھے۔ ان کی شادی شاہ عیدن صاحب چوہرچک بہار کے ہمشیرہ سے ہوئی
تھی۔ اون کے ساڑھو میر ابرار حسین صاحب حسین آباد شیخپورہ ہیں۔ جن کی
چند اولادیں زندہ ہیں۔ معین میاں اونہیں کے لڑکے یوسف میاں
لودی کٹرہ کے مرنے کے بعد اون کے اسٹیٹ میں ملازم ہیں۔ ایک
بیٹے معین میاں بارہ دری بہار کے یہاں ملازم ہیں۔ ایک بیٹے صغری
اسٹیٹ میں ملازم تھے۔ جو سید نظر الحسن کے ساڑھو تھے۔ اور لڑکے
بھی تھے۔ مولوی مہدی حسن وکیل ہیں حاجی ہیں۔ صغری اسٹیٹ میں منیجر
تھے۔ اب شاید سہسرام گدی اسٹیٹ میں منیجر ہوئے ہیں۔ میر ابرار حسین
کے خویش ہیں۔ لاولد ہیں۔ ان لوگوں کی برادریاں دسنہ، استھاواں
بڑگہ بہار اور اوس طرف کے دیہاتوں میں ہے۔ نصیحت شاہ صاحب
کا مکان بازید پور علاقہ باڑھ یا مونگیر میں تھا۔ راقم کو صحیح خبر نہیں ہے۔ نصرت

ضلع میں تھے۔ شاہ ابوالقاسم بھی اپنے والد کی سنت ادا کرتے ہیں مولود
خوانی تو نہیں کرتے۔ پیری مریدی کرتے ہیں۔ چاند مار گڈھے میں رہتے ہیں
صاحب اولاد ہیں۔ مولوی تمیزالدین کو اس خاندان سے تعلق ہے۔ اور قرابت دار
ہیں۔ آغا جان صاحب عجب کیف آدمی تھے۔ جوشیلے تھے نعت گوئی کا شغل تھا لا ولد
ہو کر مرے ہیں۔ ان کے جوڑ میں ننھے خاں برادر عبداللہ خاں رفوگر مولود خوانی
میں بہت رہا کئے۔ اون کو بھی گانے کا مذاق آگیا تھا۔ رفوگری بھی کرتے اور
مولود خوانی بھی کرتے رہے۔ اس مذاق میں اونکا اپنا کام ہرج بھی ہوتا تھا۔
اوس خاندان کے لڑکے محمد رؤف زندہ ہیں۔ جو آبائی کلام کرتے ہیں۔ اور مدینہ
مولوی بچے وکیل کے مکان کے بغل میں رہتے ہیں۔ فقیری کا دو بحراب بڑا عمدہ
روزگار ہے۔ سالک فقرا کی نقل بھی مشکل ہے۔ اوس میں شرائط حد شرع کی بہت
ہے۔ اور وہ برتنا اور ریاضت کرنا اور شریعت کی پابندی دشوار گذار راہ ہے
آزاد رنگ سب سے اچھا ہے۔ ہرہ لگے پھٹکری نہ نماز کی ضرورت ہے۔
نہ روزہ کی فقط راز و نیاز کی باتیں ہیں جو کسی پر صحیح طور پر کھل نہیں سکتی ہیں جو
آنکھ پر پردہ ڈالنا کوئی مشکل امر نہیں ہے۔ دو چار اول فول بے معنی کچھ
معنی دار ملتے جلتے بکنے لگے مجذوب کی بڑ ہو کے کچھ بھیس بن گیا۔ کچھ شعبدہ بھی
باتیں ہوئیں۔ کسی کو دعا دی۔ کسی کو بددعا کیا۔ کسی کو جھاڑا پھونکا۔ کسی کو حروف
مقطعات کا تعویذ لکھ دیا۔ بس حضرت عیسیٰؑ کے بھائی بن گئے۔ جو حکم لگایا
وہ سامنے آیا۔ خدا سے ناتا لگا ہوا ہے۔ دنیا اور دین حضرت صاحب کے قبضہ
میں موجود ہے۔ بلا مشورہ خدا جنت دے سکتا۔ نہ دوزخ میں ڈال سکتا ہی
خدا رزاق مطلق ہے۔ اور دنیا اندھی ہے۔ لوگ لوٹے ہی پڑتے ہیں۔ کچھ

کچھ سامان روزی بقدر نصیب ہو ہی جاتا ہے۔ اس نکمے اور اپاہج آسان جیسے
کیطرف دنیا ٹوٹی پڑتی ہے۔ سائن بورڈ چہرہ مبارک پر موجود ہی ہے۔ عود بھی
نقل بنالیا تہبند باندھ لیا۔ لانبے کرتے زیب تن لانبی چھڑی ہاتھ میں کھلی
ننگے پاؤں ننگے پیر ہوئے پھر لیا ہے۔ جناب حضور ہی ہو گئے۔ اعمالوں کا
حال اونھیں کا ایمان جانتا ہوگا۔ لنگر خانوں میں وہ بھٹی خانوں میں زدہ۔
افیونوں میں اون کا اڈہ۔ کنجریوں میں اون کا گذر بھنگیوں میں اون کی خاطر
داشت اور ہر ضرورت مفت مہیا ہو رہی ہے۔ عزت جدا لوگ کرنے
لگتے ہیں۔ خدائی بھروپ دنیا والوں کو خوب دھوکھا دیتے ہیں۔ جب راز
حقیقت کھلتا ہے۔ اوس وقت ان دھوکھوں کا خمیازہ ملتا ہے۔ مذہبی ٹوکہ
داروں کو فاسق اور فاجر سے زیادہ بستا واآیگا۔ ای بسیا ابلیس آدم روئی ہست
والا مضمون ہے۔ صورت انسان کی اور حرکت بے ایمان کی اس دھوکے دار
لباس میں ہزارہا نکمے اور فریبی بن گئے۔ جو خدا اور قوم دونوں کیلئے غیر مفید
ہیں۔ وہ صرف اپنے پیٹ کے بندے ہیں۔ اور شیطانی بھاسے ہیں۔ اصلیت
سے بالکل تعلق نہیں ہے۔ بیچارے خدا کے ستو انرسے بھی جوا میں رہتے
میں آتے ہیں۔ اون پر بھی ایمان نہیں آتا۔ دنیا تو اندہی ہے۔ لوس پر
سے اون دھوکے بازوں نے انکھیں خاک دینیکا ارادہ کیا ہے۔ دودھ
کا جلا دہی پھونک پیتا ہے۔ جو عقلمند ہیں۔ وہ بھاگنے لگے جو بیوقوف ہیں۔
پھنسنے لگے ایک ایک چھوٹی چھوٹی گروہ مریدوں کی ہر شکاری کے پاس
موجود ہے۔ جاہلوں کے پھساؤ کیلئے لاشہ کیا ضروری ہے جس قدر
نمائش اور ہلا ہنگامہ ہو سکے۔ اور مجمع کرانیکا موقع ہاتھ آسکتا ہو۔ اوس قدر

جاز میں آنا جانے ہیں۔ مگر جمے جمائے لوگوں کا سکہ اوٹھانا آسان بات نہیں ہے
پرانے سکے جابجا موجود ہیں۔ اور بڑی قدر وحفاظت سے رکھے جاتے
ہیں۔ ٹھیکرا تو بچوں کے گلے میں ڈالے جاتے ہیں۔ اون کی قدر معصوموں میں
ہوا کرتی ہے۔ جھوٹے موتیوں کے زیور گلی گلی عوام کے گلے کے ہار
ہیں نایاب موتی کمیاب اور بڑے گھر لیکے اندر سے بہت غوطہ کھا کر ہاتھ
آتا ہے۔ فقیری کوئی آسان بات نہیں ہے۔ کہ ہر آدمی شاہ صاحب بنکر
روزی بنالینا چاہتا ہے۔ یہ دریوزہ گری ہے۔ گر دگدائی ہے۔ دھوکا
ہے۔ ایسے خوصلے نے اور دنیاوی ضرورتوں نے اصلی فقیری کو برباد کیا
رخنہ انداز شریعت کی باتیں کرنی پڑیں جس پر اغیار ہنستے ہیں۔ اور جہلا اور کمزور عقیدہ
والے پھنسے ہیں۔ دنیاوی ہستی اور غمی خوشی تو چند روز میں ختم ہونوالی ہے۔ جو
سامنے آنے والی ہے۔ اوس پر توجہ ڈالنے کیا شدنی ہے۔ کیا حشر
ہونیوالا ہے۔ بال بچوں اور دنیا چلانے کیلئے ہم کیا کر جاتے ہیں۔ اور
کتنا بڑا بار عظیم اپنے سر چڑھاتے ہیں۔ انسان کو ہم بھگاتے ہیں۔ اوس کو
دھوکے میں لاتے ہیں۔ اوس سے شرک و بدعت کر لیتے ہیں کفر
والحاد سیکھا لیتے ہیں۔ اور فقرا میں شمار ہونیکا حوصلہ کرتے ہیں۔ افسوس
صد افسوس ہے۔ دنیا کمانیکی سیگروں شکلیں ہیں۔ یہ مذہبی شکلیں بدترین
شکلیں ہیں۔ ہر مذہب و ہر گروہ میں ایسی صورتیں دیکھا کرتا ہوں اور ہر زمانے
میں ایسے لوگ موجود رہتے۔ مگر یہ صورتیں مضر قوم ہوا کی ہیں۔ تشدد آمیز
باتیں جن صاحب اختیار لوگوں نے برتا ہے۔ اوس کا مطلب رد کرنا تھم
ہے نہ کہ واقعی توہین مذہب کرنا ہے۔ بظاہر تو بد تہذیبی ہے۔ مگر در

حقیقت اگر استحفاظ کفر والحاد مقصود ہو۔ تو ایسی بد تہذیبی جائز ہو سکتی ہے
جو مذہب کے اندرونی ضرورتوں کو پورا کر سکتی ہو اگر غرضمند پروپگنڈا غلط
کرتے ہیں۔ تو جو لوگ حقیقتاً استحفاظ مذہب کرنا چاہتے ہیں۔ وہ اس
الزام کو خوشی سے برداشت کریں۔ مگر مذہب کی اصلی روشنی پہ جو اندھیرا
اندھیرا پڑ رہا ہے۔ اوس کی اصلاح علمائے ظواہر پر لازمی ہے تصوف
اور طریقت دین اسلام کو مٹانے کیلئے نہیں ہے بلکہ دونایاست
بڑا بانکو ہے۔ اور خدا کی توحید اور رسالت کی اصلی از حقیقی حرمت
تبانیکو ہے۔ لباسی فقرا کی تعداد ان گنتی ہے۔ پیشہ وار فقرا ہندوستان
میں چودہ لاکھ کے قریب مردم شماری سے پائے جاتے ہیں۔ اور حق
سے یہ گروہ جو حقیقتاً پیشہ دری ہے۔ ملک وایمان واسلام کو مضر
ہو رہی ہیں۔ اصلی لوگ جو حقیقتاً عمدہ ترین لوگوں میں اور اون سے
راہ راست مل سکتی اپنے کو گمنام اور پوشیدہ رکھتے ہوئے دنیا و رانی جہان
بچائے پھرتے ہیں۔ اور جنگلوں کے گوشوں میں اپنا گذر کیا کرتے ہیں
اور مخلوق سے اپنے کو دور رکھتے ہیں مختصر طریقہ زندگی رکھتے ہوئے
یاد خدا میں مشغول ہیں۔ اور رہ گئے اوکنہیں بزرگوں نے مدارج علیینا
دین دنیا میں حاصل کیا۔ لٹ پٹ نالے دین دنیا میں ذلیل ہوتے ہیں
جن کے پاس بزرگوں کا نام ہے۔ وہ تو پیٹ چلا لیتے ہیں۔ جب لوگ
پوجوا لیتے ہیں اپنی گران جہاں کچھ نہیں ہے۔ وہ دنیا چلا کر خالی ہاتھ خالی دل
لیکر کر چلتے ہیں۔ ظاہر اون کے بعد وارث چادر چڑھائیں یا سونے
چاندی سے مزارات کو آراستہ فرمائیں۔ اندر اندر خالی مٹی ہی رہتی ہے +

اوپر اوپر ہزاروں روشنی رکھیں۔ زمین کے نیچے اندھیرا ہی بھرا رہتا ہے۔ روشنی در دل چراغ دیگر ہست ہے الغرض شاہ آغا جان کی وضع پیریاں کی نہ تھی۔ سادی سادی وضع تھی۔ مگر روزہ نماز کے پابند عاشق رسول صنرور تھے۔ وقتا فوقتا ان کو خود جوش ہوتا تھا۔ خود پڑھتے اور روتے تھے۔ شاہ ابو القاسم ان کے لڑکے دوسرے رنگ کے ہیں۔ انھوں نے توحید کیطرف توجہ کی ہے۔ اور لباس بھی فقیری کا گردا بستہ ہے۔ یہ رنگ ان کے والد کا نہ تھا۔ اندرونی جذبات سے خدا واقف یا چشم بصیرت والے بتا سکتے ہیں۔ راقم تو فقط واقع نگاری کا کام کرتا ہے ذاتیات سے بالکل بحث نہیں رکھتا۔ نہ ذاتی مسائل پر نوٹ لکھنا چاہتا ہے۔

۲۹ع بابو ظالم سنگھ معروف گنج منصور گنج کے مشہور رئیس گذرے ہیں۔ یہ لکھنؤ اول وضع کی زندگی رندانہ گذار گئے۔ ان کے لڑکے بابو کملا سہائے آنریری مجسٹریٹ ہیں۔ یہ دو بھائی تھے ایک دیہات میں رہتے ہیں۔ بابو ظالم سنگھ نے اپنی زندگی رئیسانہ گذارا اور پبلک میں بڑا رعب داب تھا۔ ان سے لوگ دبتے تھے۔ رنجیت بابو کے وقت میں بابو کملا سہائے آنریری مجسٹریٹ ہوئے۔ اور درجہ سوم کا اختیار تھا ان لوگوں کی آمدنی اچھی تھی۔ اور مالی حالت ابھی تک اچھی ہے۔ بعض موضع میں راقم کے یہ شریک بھی تھے۔ اس لئے ربط بھی رہا بابو کملا سہائے کو اب تک عزیزانہ خیال ہے۔ ان کی روش موجودہ زمانیکی ہے مذہبی کام بھی ان کے یہاں ہوا کرتے ہیں۔ جو چلا جاتا ہے

ویسا تو پھر کوئی پیدا نہیں ہوتا ہے بعض خاندان ہے۔ مگر بہت کم ہیں جو اپنے باپ
دادا سے زیادہ نام و نمود پیدا کر سکا۔ تاجروں میں کوئی کوئی نکل آتا ہے
زمیندار کلاس میں تو بجز کمی کے بیشی ہوتے کم دیکھا۔ اگر یہی
ہوتا تو پٹنہ کی جو حالت ہندو یا مسلمان رئیسوں کے خاندان میں دیکھا ہے
اس لیے یہاں نہ ہوتی جو آج نمایاں ہے۔ پرانے سب خاندان والے
برباد ہو رہے ہیں۔ اور ہر حیثیت سے دب رہے ہیں۔ گو اب علم مروجہ
سے اعلیٰ پیمانہ کے اوپر فیضیاب بھی ہیں۔ مگر آبائی اطوار سے بالکل
جدا ہو گئے ہیں۔ جس کا نتیجہ بھی پا رہے ہیں۔ اوس مزہ کی عافیت
و آرام کی زندگی کسی کو نصیب نہیں ہے۔ اون کے بزرگوں کا تذکرہ
اون کیلئے خواب ہی خیال ہے۔ کہانی ہے۔ ان لوگوں کے واہمہ
سے بڑھے ہیں ان دیکھی چیز پر یقین نہیں آتا۔ اوس بات کو کوئی ذہن
کے اندر لا نہیں سکتا۔ اور وہ لطف سو سائٹی سمجھانے کے لائق بھی
نہیں رہے۔ اور سمجھانے سے سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ وہ لوگ کیسے
لطف زندگی اوٹھا گئے ہیں۔

بیوٹی منو بھٹیارہ پورب دروازہ پل کے دکھن رہتے
تھے۔ یہ دبلا پتلا غریب آدمی تھا۔ منہ میں چیچک کا داغ تھا۔ گھونگر والے
بال تھے۔ وضع بالکل لکھنؤ وال تھی۔ اوس وقت کا یہی فیشن تھا۔
ہندو مسلمان سب لکھنؤ وال وضع کو پسند کرتے تھے فقط فرق یہ تھا
ہندو بائیں مسلمان داہنے رکھتے تھے۔ آج بھی گو وضع انگریزی ہو گئی
ہے۔ مگر ہندو تمام بائیں لگاتے ہیں۔ گو فیشن تک بدل گئی قومیت

کی شناخت ضرور قائم رکھے ہیں۔ گو وضع کچھ بھی ہو مگر شناخت کیلئے دو بھاری
نشانیاں ضرور قائم رکھے ہیں ٹیک اور جنیو اور بائیں طرف کا تہام
لازمی ہے۔ عورتوں کو گودنا تہاہر اور مردو نکا ختنہ نہیں ہوا کرتا۔ زدا اس
پختگی کے طرف توجہ لازمی ہے۔ ہزاروں ہوا بدلی۔ بہتیرے رنگ بدلے
لباس بدلے طرز و انداز بدلتے رہے۔ مسلمانی وضع بھی رہی۔ آج کل انگریزی
وضع بھی ہو گئی۔ کورٹ و پتلونگ بھی چڑھا۔ دھوتی سلیپر پر کورٹ بھی چڑھا
مگر قومی نشانات کا خیال ہر ایک کو رہا۔ برخلاف اس کے مسلمان جس کو
قبول فرمانے لگے۔ اپنی کوئی قومیت کا نشان تک قائم نہ رکھ سکے۔ بلکہ ان کا خیال
رہا۔ کہ ایسے قومیت کا کوئی آثار بھی نہیں رہی۔ تاکہ کوئی شناخت بھی نہ ہو سکے
اگر ان کو اون نقص کے بچاؤ کا موقع ملے کہ جو اون کے لئے موشی بن گیا ہے
کے ظلم اور جہالت سے پیدا ہو کر رہا ہے۔ اوس کی بھی مرمت ہی کر لیجاوی
مگر وہ ایک غیر اختیاری اور لاچاری کی بات ہے۔ مگر جس حد تک ان کا
اختیار چلتا ہے۔ آثارات اسلامیہ کو ظاہر بھی نہیں کرنا چاہئے۔ جبکہ
داڑھی مونچھ بجو اسلامی شعار میں داخل ہے۔ اوسے بھی حتی المقدور
کم کر لیتے۔ واقعی فورتھ تک تو لے چکے۔ اپنی مونچھ آپ کٹوائی۔ اپنی داڑھی
آپ ہی مونڈا دی شعار اسلام کی ظاہری جڑ ہی کو صاف کر دیا۔ کرزن فیشن
نے تو پہلے چہرہ ہی پر خط صاف کرایا۔ مردوں کی صورت ہجڑوں کی
بنوا دیا۔ خانگی طرز معاشرت کے وقت تو ایسے لوگ قلندر ہی معلوم ہوتے
ہیں۔ ایسے حضرات جب سوٹ میں نہیں رہتے۔ تو جب آدمی ہی سمجھ سکتا ہے
کہ پتامری پہنے ہوتے ہیں۔ یا جراری پر سے مرنے جلا کر ابھی فرصت

ہوئی ہے۔ کیسے کیسے دلکش چہرے کس کس طور پر ایک فیشن کے
بدولت بگڑے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ عام پسندی کا خیال الفرا کر
خود پسندی پر خوش ہیں۔ مرد اپنے حسن کو کس کس طرح پر نوچا گھسوٹا گیا ہے
اور اچھے عورتوں کو کن کن ترکیبوں سے بگاڑا ہے ایک سر ہی کو
لاحظہ کیجئے۔ سر کیا ہی نمائش گاہ ہے۔ سیکڑوں قسم کی ٹوپیاں سر پر
دیکھ لیجیئےگا۔ مردوں کے سروں پر عورتوں سا بناؤ سنگار دکھائی دیتا ہے
نوجوانوں کے بالوں کی سجاوٹ کو تو غور کیجئے ایک سر ہی کی کتنی نئی
اوڑائی گئی ہیں۔ ان بالوں پر توجہ کرنا ہے۔ تو اسکول میں جاکر دیکھئے
سڑکوں پر ملاحظہ کیجئے سب سے بہتر ہے۔ کہ لوریوں کے اور موٹر
ڈرائیوروں کے سر پر ہاتھ رکھئے۔ دوسرا انگوٹھا ایک طرح کے نیلے گے
ایک ہی سر پر چند درجوں کی سجاوٹ آپ کو دکھائی دیگی۔ زنانہ سجاوٹ
نوجوانوں نے قبول کر لیا۔ مردانی سجاوٹ عورتوں میں پیدا ہو گئی
ان میں سادگی آ گئی۔ چوڑیاں توڑ دی۔ میدان میں بے پردہ آ گئیں
سیاسی کاموں میں حصہ لینے لگیں۔ جو کام مردوں کا تھا۔ وہ عورتیں
دینے لگیں۔ جو کام عورتوں کا تھا۔ وہ مرد کرنے لگے۔ دنیا کیا کیا
رنگ بدلتی ہے۔ زمانہ کیا کیا پلٹا کھاتا ہے۔ قدرت کا تغیر وہ اس کو
کہتے ہیں۔ دنیا نے نرالی باتیں جو خواب و خیال میں بھی نہ تھیں۔ سامنے
آ گئیں۔ اور ساری دنیا ایسے ترقی بول رہی ہے۔ جن کہنہ اور بوسیدہ
خیال والوں کے واہمہ میں بھی یہ باتیں نہ تھیں۔ ان کیلئے ان باتوں کا
بیٹھ نظر آنا تو موت سے بدتر ہے ان کی گھبراہٹ کے لئے اس سے

زیادہ کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی۔ ببیں تفاوت رہ از کجا است
تا بہ کجا آسمان و زمین کا فرق ہے۔ دنیا پلٹ گئی۔ آسمان زمین پر لوٹ
پڑا زمین آسمان پر چڑھ گئی۔ ایشائی بالوں کا خون ناحق ہوا۔ ملک میں
بدامنیاں پھیلیں۔ اور بداعمالیاں پیدا ہو گئیں۔ جو جو صورتیں اصلاح کی
سوچی جاتی ہیں۔ وہ اولٹی پڑتی ہیں۔ دنیا کا دماغ ہی پلٹا کھائے
ہوئے ہے۔ یہ قدرت کا موج کرنظب ہے۔ کوئی دل و دماغ مشیت کے
خلاف کچھ کر نہیں سکتا۔ اوس کی سوائی نہیں ہو سکتی۔ یہ رموز خداوندی ہیں
جس کا اظہار ہو کر رہیگا۔ اور نتیجہ بعد الوقوع سمجھ میں آئیگا ابھی کرنٹ فل شدت
میں جا رہا ہے۔ موج اونچا اونچا تھپیڑے مارتا ہے ابھی دیر ہے۔ جب
یہ ٹھہراو پر آئیگا۔ مقلب القلوب کے کرشمے سامنے لے نکلے۔ انتظام عالم
میں کوئی درست اندازہ نہیں کر سکتا ہے۔ جو کچھ ہوتا ہے۔ وہی ٹھیک ہے۔
ہم لوگ زبانی جو چاہیں بول چال لیں۔ دنیا جس چال پر چلائی جا رہی ہے
چلتی رہیگی۔ اور جو منظور خدا ہے۔ وہ یقینی طور پر سامنے آئیگا۔ مسلمان
اپنے اعمالوں پر غور کریں۔ اور قوموں کا اپنے روزمرہ کے زندگی سے
مقابلہ کریں کس کس امر دل میں اونھوں سنے غفلت کی ہے۔ اور کہاں
کہاں یہ پیچھے رہتے ہیں۔ پہلے گھر چراغ تب مسجد چراغ اپنے کو درست
کر لیجئے۔ تو دوسروں کے عیب دہنر پر توجہ فرمائیے گھر درست کر کے
شہر درست فرمائیے۔ اور ملک کی اصلاح کی فکر فرمائیے۔ پہلے آپ
اپنے عادات کو درست کریں۔ ہر معاملات کو۔ مذہبی معلومات کو تب
عقائدات کو پھر ملکی رسومات کو پھر طرز معاشرت کو پھر حصول مالیات

و تجارت کو سب کے بعد اصلاحات کا درجہ ہے۔ یہاں تو سارا رنگ ہی
دو ڑا ہوا ہے۔ فی الحقیقت جو ڑی ڈاکٹر عورتوں کی طرح پردہ نشیں بنکر زندگی
گذار نا پڑا ہے۔ اور یہی وقت موجود ہے۔ اور یہی کرنا پڑیگا۔ اگر مسلمانوں
نے اپنے گئے کا مکافات محسوس نہ کیا۔ تو یہ بہت پچھتا کر رہینگے
بیقاعدے اوچھل کود کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ ان کی ساری اوچھل
اپنی ہی درستگی کیلئے ہونا سب سے بڑا کام ہے۔ دنیا میں جس گروہ نے
ترقی کی ہے۔ وہ اپنے زندہ خیالی سے اپنی بیداری سے اپنی ہوشیاری
دنیا جس نے حاصل کی ہے۔ وہ عیاری سے اور جی داری سے نکا
مارا ماری سے اسلام کی روحانی ترقی فقط دعوی و مساوات فی القلب
کرائی ہے۔ اور ان کی دنیاوی ترقی سچائی اور اندفاع فسادات پر مبنی تھی
ان کی تجارتی ترقی فقط ایمان داری پر منحصر ہے۔ ان کی معاشرتی ترقی
سادگی پر موقوف ہے۔ ان کی روحانی ترقی فقط ادائے فرائض و ادائے
حق اللہ و حق العباد پر موقوف ہے۔ اسلام میں غربا ہی نے ترقیاں کی
ہیں۔ اور دنیا میں سارا بڑا کام غربا ہی سے ہوا کیا ہے۔ امرا تو فقط
قومی اعزاز کیلئے ممتاز او معزز رہتے ہیں۔ جن کے بدولت قوم کی عزت
افزائی ہوا کرتی ہے۔ ان کو اپنے عیش و آرام سے کب فرصت ملتی ہے
اون کی دنیا داری اونھیں معذور کرتی ہے۔ ہم غریبوں کی خبر اون کو
کہاں ہے۔ کہ کون اپنے جھوپڑوں میں گودڑوں میں کس مصیبت
کی زندگی گذار رہا ہے۔ صاحب اختیار لوگ اپنی خود مختاری میں
مست و سرشار ہیں۔ معذور ہر طرح پر بے اختیار ہیں۔ ہم غریبوں

گذر ادن لوگوں تک کہاں ممکن ہے - کہاں سے موٹر منگائیں - اور
ٹیلیفون کار ڈ چھپوائیں - کس حیثیت سے اون تک جائیں کدہر سے چپراسیونکا
انعام جمائیں - کس منہ سے منہ دیکھائیں - کیا مجال جو اون سے آنکھ
ملائیں - میری تقدیر کہاں جو اون سے ہاتھ ملائیں - کس کو اپنی
کہانی سنائیں - اور کہاں سے کھائیں - ہم اون سے دور وہ ہم سے
ملنے سے معذور پھر میری ضروریات کون پورا کرے - ہم اپنی مصیبتیں
کس سے کہیں - میری ہمدردی کون کرے وہ میرے لئے بیکار ہوگئے
اون کی خود پرستی اور عدم توجہی نے میری غربت بڑہادی - غریبوں کو
بے پناہ کر دیا جس قدر آپ اپنے ذات میں خرچ کرتے ہیں - اوس کا
دستور دو پیسے روپیہ کے حساب سے بھی حق الغربا میں صرف نہیں ہوتا
حق الاقربا کوئی ادا نہیں کرتا - جدہر دیکھئے اپنی ہی ذات کا صرف ہی یا جابجا
سسرالی لوگوں کا بار اون کے سر ہے سب باپ دادا کی اولاد دادہیالی
اور ناہنالی کہنے والے ادہر اودہر مارے پھرتے ہیں - اور سسرالی
لوگ سر چڑہے رہتے ہیں - یہی تو موجودہ دنیا کی روش ہوگئی ہے پہلے امرا
اور روسا ان باتوں سے بری تھے وہ حق الاقربا کا بہت خیال کرتے
تھے - اور یتیم - بیوہ - بیکس - غریب طالبعلموں کیساتھ بہتر سلوک برتا
کرتے تھے - ہر جمعرات کو ٹکڑہ گداؤں کیلئے ہر دربار میں بقدر مقدرت
دہمت کوڑیاں تقسیم ہوا کرتی تھیں - ایک ایک ٹکڑہ گدا دو دو تین تین روپیہ
کی کوڑیاں امراؤں کے یہاں سے لیتا تھا - اب یہ سب رسم جاتا رہا - قوم کی
حالت دن بدن غربت کی بڑہتی گئی - وہ نکمے جو کام کر کے کھانا نہیں چاہتے

ٹکڑہ گدائی پر اوتارو ہوگئے اور شرفا جو غربت کے دھکے تعلیم سے محروم ہو گئے افندی بنکر رہ گئے۔ کہیں مصاحب بنے۔ کہیں امرا کے لڑکوں کے ساتھ آوارہ منش ہوکر رہ گئے۔ بعض چوری کرنے لگے بعض اس سے بدتر کاموں میں مشغول ہو گئے۔ رفتہ رفتہ بگڑتے بگڑتے یہ نوبت آگئی۔ کہ قبریں تک لوٹ پڑتے ہیں۔ اور اون کی زندگی اون کے لئے خود پریشان کن اور دوسروں کے لئے تکلیف دہندہ ہوگئی۔ اس کی اصلاح تو اب بھی امیروں ہی کے ذمہ ہے۔ آج یہی سب کے سب اپنا فرض منصبی قرار دیدیں۔ کہ اون کی گروہ میں کوئی آدمی نکما نرہے۔ اون کی تعلیم معمولی بھی دیجائے۔ تو سیکڑوں ذریعہ روزی اب بھی دنیا میں موجود ہے کہ وہ کما کھائیں۔ اور قرابت والے ذلیل زندگی نہ گذاریں۔ مگر یہ ایثار کوئی کرتا ہے۔ زبانی باتیں سب سنتے جاتے عملی طور پر برتنا کٹ رہا۔ اب تو برابری کی برادری اور ملاقات رہگئی ضرورت کی مدارات اور اہلیں میں وہ زینت دسترخوان ہیں۔ مگر مرنے کے بعد غربا ہی زینت قبرستان ہوا کرتے ہیں۔ قبر کھودنے والے لاش کا ندہوں پر اٹھانے والے غسل میت دینے والے۔ قبریں سلانے والے اسی قسم کے مسلمین ہوتے ہیں دیکھا جیتے جی کے سب تماشے ہیں۔ اور موت آئی سب کنارہ بقول شخصے کہ سگ و خوک است و میت و کافر اسلام عربوں

آغاز ہوا اونھیں میں بڑہا وہی محافظین اسلام رہے۔ اور اونھیں میں دین کا وہی اسلام کے ڈھونے والے اب بھی نمایاں ہیں۔ اسلامی شعار اونھیں میں ملتا ہے۔ اونھیں میں عمل اور برت دیکھائی دیتی ہے حالانکہ

امراء کا روپیہ پہلے سے اب مذہبی چندوں کے نام سے یا تعلیمی چندوں میں بہت زیادہ صرف ہی۔ مگر مفاد جو گذشتہ لوگوں نے پہونچایا ہی۔ اب نہیں پہونچتا۔ اصراف کا غیر مفید طریقہ مروجہ ہے۔ جس سے افراد قوم کو با اجماعی طور پر قوم کو حاصل نہیں ہوا نہ ہوتا ہے۔ ایک چشم دید ایثار ایک غریب آدمی کا پیش کرتا ہوں جس سے اون کا ایثار اور لوگھا انتظامی مادہ پڑھنے والوں کو ایک سبق ہو سکتا ہے۔ مولوی ریاض الدین ساکن اوگانواں علاقہ بہار راقم کے فارسی پڑھانیکو ایک میاں جی تھے جن کی تنخواہ صرف پانچ روپیہ اور کھانا تھا۔ وہ راقم کے نانا مولانا امیر الحق قدس سرہ کے مرید تھے۔ اور خانقاہ منگل تالاب کے عرسوں کا انتظام اون کے سپرد تھا۔ وہ کل چیزیں خریدا کرتے تھے۔ اور ہر سو روپے میں دو پیسے روپیہ دستور لیا کرتے تھے تخمیناً بیس برس کے اندر اوںھوں نے اوس دستوری کی آمدنی سے عرس کے متعلق جس قدر ظروف مسی کی ضرورت تھی۔ سب خرید لیا۔ جو ہنوز اون کی یادگار موجود ہے۔ اور منگنی مگانیکی ضرورت نہیں ہے۔ اس حاجتمندی پر کبھی اوںھوں نے اوس نفع کے طرف خیال نہ کیا۔ حالانکہ وہ صاحب بھی کثیر الاولاد و اقارب رکھتے تھے۔ شہر میں سلسلہ طالب العلمی کھلا ہوا تھا۔ تمام برادری لڑکوں کو لا کر رؤسا کے یہاں طالب العلم مقرر کرایا۔ اپنے ایک لڑکے حافظ معین الدین مرحوم کو عالم بنایا۔ دوسرے لڑکے کو اِف۔ اے۔ تک پڑھایا۔ جن کا نام مولوی مصطفی ہی جو زندہ ہیں۔ موجودہ بہت سے لوگ اون سے واقف ہیں۔ وہ مظفرپور میں کلکٹری میں محرر رہیں۔ مگر اون کو

مذہبی جوش بہت ہے۔ ملازمت چھوڑ دی۔ ایک بھانجے صدر الدین کو بی۔ اے۔ تک پڑھوایا جو مونگیر میں تھے۔ اور مختار کاری کرتے تھے۔ ایک بھانجے مولوی غیاث الدین کو ایف۔ اے۔ تک پڑھایا جو جلال مرحوم کے یہاں لودی کٹرہ میں ماسٹر تھے۔ ایک بھانجے مولوی رفیع الدین کو بھی انٹرنس پاس کرایا جو مونگیر میں رہتے تھے۔ ایک بھانجے مولوی وحید کو مختار کاری پاس کرایا جو جموئی میں رہتے تھے۔ یہ سب کے سب راقم کے مکان میں رہتے تھے۔ اور اون کے زیر نگرانی تعلیم پاکر نکلے۔ اور کھانا رُوسا کے یہاں سے ملتا تھا۔ کچھ گھر سے لوگوں نے مدد کی کچھ رُوسا نے دیا کیا۔ کم خرچ تعلیم کا تھا اور کیا اعلیٰ طریقہ امداد کا تھا۔ جو اتنے آدمی تیار ہوکر کام کے نکلے۔ اور زندگی بسر کر گئے۔ اکثر مر گئے بعض زندہ ہیں۔ ان کی لائف سے کیا کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ آپ لوگ غور کریں۔ وہ پرانی دنیا تھی۔ اب نئی دنیا میں ایک مثال بھی اس حیثیت کے آدمی کی دیکھائی نہیں جا سکتی۔ دوسری چشم دید مثال دکھاتا ہوں۔ قاضی رضا حسین پھوپھا مرحوم کے تعلیمی فنڈ سے مولوی سخاوت حسین بھاگلپور نے اعلیٰ تعلیم پایا اور سرکاری امداد پر ولایت گئے۔ اور بڑے عہدہ پر مامور رہے اور انتقال کر گئے۔ دوسرے سخاوت حسین نے طالب العلمی کر کے اسی فنڈ سے بی۔ اے۔ تک کی تعلیم پایا۔ اور انتقال بھی کر گئے۔ ان کی زندگی نے وفا نہ کیا ناموری کا موقع نہ ملا۔ ایسے بہتیرے واقعہ اور بھی چشم دید گذر گئے ہیں۔ سہسرام کے ایک صاحب نے

طالب العلمی کرکے بی۔ اے۔ تک پڑھا جن کا نام یاد نہیں آتا غالباً شجاع الدین تھا
چھوٹے صاحب کے لڑکے کلو نواب کے اتالیق بنکر ولایت گئے۔ اور واپس آکر پروفیسر
ہوئے۔ اور انتقال کیا۔ بہترین بالیاقت آدمی گذرے۔ گنڈری والونکو
تحقیق نام یاد ہوگا ان کا مفصل حال مولوی عبد الرزاق
صاحب ساکن سسرام متصل سابق ہڈ ماسٹر سیلی اسکول سے
ظاہر ہوگا۔ جو ہنوز زندہ ہیں۔ انسپکٹر ہوگئے تھے۔ اب پنشن پاتے ہیں۔ اور
خانہ نشین ہیں۔ اور مذہبی زندگی گذارتے ہیں۔ مدتوں لودی کٹرہ میں مکان
منشی زمرد لال مورثان بابو برج موہن لال لودی کٹرہ چوکی کے پاس مقیم رہے
منشی زمرد لال کو اولاد نہ تھی۔ برج موہن لال کو گود لیا تھا جن کی اولاد
ہنوز موجود ہے۔ اوس وقت سلسلہ تعلیم کا خرچ بہت کم تھا۔ کھانیکی امداد
اور رہنیکی جگہ رؤسا دیتے تھے۔ غربا کے لڑکے بہت کم خرچ میں تعلیم
پاکر نکلا کرتے تھے۔ اوس وقت کے لوگ اسی امداد کو مذہبی فرض جانتے
تھے۔ جب وہ لوگ ایسے تھے تب ایسا نتیجہ نکلتا رہا۔ اب غور کیجئے۔ لہ
منو کی لائف کوئی معمولی لائف نہ تھی۔ اوس کی سوانح پر غور کرنے سے بہتر سے
نتیجہ خیز باتیں نکلی ہیں۔ وہ تھے محض معمولی آدمی اور جاہل مطلق مگر اون کے
وقت میں اوس علاقہ کے مسلمان اور ہندو نوجوان اون کے زیر اثر تھے
اور بڑا بھاری جتھہ اون کا تھا۔ اور علاقہ بھر میں بڑا رعب داب تھا۔ جس کو جو
کہدیں۔ وہ انکار نہیں کرسکتا تھا۔ اگر جرائم سنگین کا حکم دیتے تو ہو جاتا
تھا۔ انھیں وجوہات سے اون کی بدنامی ہوگئی اور پولیس دشمن ہوگئی۔ اونھوں نے
اپنے اس پبلک اعزاز کا مصرف غلط لیا۔ مگر ہزاروں کو فائدہ پہونچاتے رہے

اور ہر کے کام کرتے رہے - بغیر کس کے کوئی کسی کا گرویدہ نہیں ہوتا
ہے - اور بے سلوک کے اتنا انزدار نہیں ہو سکتا - آج قابل ترین آدمیوں کا
وہ اثر پبلک پر نہیں ہے - جو اون کا تھا - آمدنی کی شکلیں معقول اور جائز
نہ تھی - لوٹ لایا اور کھوٹ کھایا - اکھاڑہ ایسا کھلتا تھا - کہ اب تک
اوس کا جواب نہ نکلا جدت پسندی کی نمائش اکھاڑے میں ہوا کرتی تھی
گھوڑوں کو پائجامہ پہنایا گیا - سر پر ٹوپ لگایا گیا - اکھاڑوں میں بعض
سال بیل کی قطار رہی - کسی سال اونٹ کسی سال بھینس الغرض
کچھ نہ کچھ نئی بات ضرور کیا کرتے تھے - دماغ میں جدت پسندی تھی -
گو وہ عام پسند ہو نہ ہو - ایسی ہی ہر کام میں روزمرہ کی زندگی میں کوئی نہ کوئی
بات نئی کیا کرتے تھے - اون کو اس سے بحث نہ تھی - کہ خلق اللہ خوش
رہیگی - یا رنجیدہ ہوگی - ہر کام اپنا حسب پسند خود خود مختاری سے
کیا کرتے تھے - جس کے دہلکر سیکڑوں کا بھلا بھی ہوا - اور اکثروں کی
خرابی ہوائی - فطرتاً وہ بہت جی دار آدمی گذرے - پھیک خوب جانتے
تھے - اوس وقت کا دستور تھا - کہ ہر ایک ہندو مسلمان امیر و غریب لاٹھی
گدکا - اور کشتی ضرور جانتے تھے - اور اس کی تعلیم ضرور ہوا کرتی تھی
اوس وقت کے لوگوں کو مردانی وضع داری اور ہمت داری کا شوق تھا
زنخہ پن کی صورت وسیرت واطوار کو برا جانتے تھے - اور زبانی نزاکت کو
نامردی تصور کرتے تھے - امرا کو گھوڑے سواری ضرور سکھائی جاتی
تھی - غربا کبڈی اور گلی ڈنڈا کھیلتے تھے - اور یہ سب وضع ورزش کی
تھی - اس وقت بھی وہی سب کام شکل بدلکر ہو رہا ہے - مگر اخراجات

بڑھادیے گئے ہیں۔ فوٹ بول وغیرہ وغیرہ اس میں شبہ نہیں ہے
کہ اس وقت کی نسل اسے بہترین جانتی ہے۔ مگر اوس وقت کے
انداز جسے تیس برس سے زیادہ نہیں ہوا ہے۔ اس قدر اصراف
نہ تھا۔ اور زمانہ کا یہ رنگ نہ تھا۔ جواب ہے سنہ ۱۹۱۴ء سے
دنیا بہت بدلی۔ دنیا کی ہوا پلٹ گئی۔ دنیا میں امن کی زندگی جاتی
رہی کیا کیا کایہ پلٹا جن لوگوں نے اس کے پہلے کی دنیا دیکھی ہے
اون کا دل جانتا ہے۔ کیا کیا مصیبت کا وقت اون کے پیش نظر آگیا
اس کے پہلے کیا دیکھا تھا۔ سنہ ۱۹۰۷ء میں جو قحط پڑا تھا۔ اوس وقت
آٹھ سیر کا غلہ تھا۔ لوگ پریشان تھے۔ کہ گورنمنٹ نے بیجا سوں کام
غربا کے پرورش کے لئے کھول دیا تھا۔ کہیں کہیں تالاب کھودا
کہیں سڑکیں بنائی گئیں۔ کہیں کنواں۔ کہیں نہر۔ کہیں ریلوے لائن
بنی۔ رؤسا نے چندے دیے جا بجا غلے کی دوکانیں کھولدی کہیں
بڑے بڑے امدادی فنڈ کھلے۔ اب روزمرہ ہوگیا۔ غلے کا بھاؤ
اوسط چھ سیر تک ہوگیا۔ اور لوگ عادی ہوگئے۔ کسی کو حس بھی نہیں ہے
کہ گرانی ہے۔ مگر وہ آسائش کی زندگی اب نہ رہی۔ وہ سلوک جو لوگ
دوسروں کے ساتھ کیا کرتے تھے۔ اب نہیں کر سکتے راقم کی شادی کا
وقت جسے پچیس برس کا انداز ہوا ہوگا۔ اوس وقت آٹھ سیر کی عمدہ باسمتی
اور ڈھائی سیر کی گھی۔ اور سولہ سیر کا اوبالا جوشاندہ چاول۔ اور سولہ سیر کا
بھاؤ رہتا تھا اوس وقت تمام برادری کا کھانا منڈوے کے دن سے
لوگ کیا کرتے تھے۔ امیر و غریب اپنے اپنے حیثیت کے مطابق بلا جبر

لوگوں کو کھلا دیتے تھے۔ مہمانداری کو بہترین خوش نصیبی جانتے تھے
اب اپنے ہی بال بچوں کی پرورش مشکل ہے۔ تمام امورات زندگی
بہت اصراف کی ہو گئی۔ لوگ پریشان ہو گئے۔ سنہ ۱۹۱۴ء کے
پہلے تک راج۔ مزدور۔ بڑھئی۔ اور ہر حرفہ والا بہت کم روزینہ کام
کیا کرتا تھا۔ خدمتگار کی تنخواہ ایک روپیہ تھی۔ ماماؤں کی تنخواہ آٹھ آنہ
ماہوار تھی۔ اور اوس میں اون لوگوں کا گذر تھا۔ اور خوش زندگی بسر
کرتے تھے۔ مگر اوس وقت کے لوگ ہمسری اور تقابل کا مادہ
نہیں رکھتے تھے۔ ماماؤں کو آبرواں کی ساری اور زندگی جوتی کی
خواہش نہ تھی معمولی رنگین کپڑوں پر اون کی اوقات بسری ہوا کرتی تھی
خدمتگار کو ضرورت کوٹ۔ بوٹ کی نہ تھی۔ راقم نے خود ملکوانی جوتہ
بائیس برس کی عمر تک پہنا ہے۔ جو اٹھارہ آنہ کو ملا کرتا تھا۔ بڑے بڑے
امیر لوگ دو روپیہ سے زیادہ کا جوتہ نہیں پہنتے تھے۔ آسائش کی زندگی
گذران گئے۔ جو پیسے اون کو بچتے تھے۔ دولت گھر میں جمع کر کے جائداد
خریدیں۔ جو اب تک جابجا خاندانوں میں موجود ہیں۔ اکثروں نے بجہت
بعضوں نے مکانات بنا کر چھوڑا جسے ورثاؤں نے اس ایک لائے
ناقدری سے اپنے حوصلے پورا کرنیکے غرض سے برباد کیا
اور بڑے بڑے خاندانوں سے جائدادیں منتقل ہو کر دوسرے
خاندانوں میں گئی۔ اور یہی ہموار دنیا کا ہے۔ کسی نے بنایا کسی نے
بگاڑا۔ زیادہ تر مسلمانوں نے جائدادیں برباد کیا۔ اور جن کے پاس
دولت ہے اونھوں نے خریدا اوس وقت جائداد کی قیمت چار آنہ سیکڑہ

میتی پر بگا کرتی تھی - چونکہ زمینداروں کے اختیارات کا شکون پر بہت تھے
اور ہر جگہ انتظام بھاؤلی تھا یعنی آسامی دار پیداوار دس آنہ چھ آنہ کرکے
علی التقسیم ہوا کرتے تھے بعض جگہ نوست کی تقسیم تھی - نو آنہ مالک اور
سات آنہ آسامی بعض جگہ نصفا نصف تھا - باوجود سستی غلہ زمیندار
اور آسامی دونوں خوش حالی سے بسر کرتے تھے - اور زمینداری
کی قیمت بہت تھی - کاشت کی کوئی ہستی نہ تھی - کاشت پر لوگ روپیہ
کم صرف کرتے تھے - جب سے سروے ہوا زمینداری ذلیل
ہوگئی - اصل چیز کاشتکاری ہوگئی - زمینداری کی قیمت کم ہوگئی -
کاشت کی قدر و قیمت بڑھ گئی - تمام دفعہ بھی کیونکہ نقدی ہوگیا
اوس کی بھی وصولی میں دقتیں پیدا ہونے لگیں - زمیندار کمزور اور رعایا
پرزور ہوگئی - اب بے شک بھارت ماتا رعایا کو کہنے کا حق حاصل
ہوگیا - اور زمین ہند بے شک اون خدمت گذاران زمین کی ملکیت ہے
زمینداروں کا درمیانی تعلق اور دباؤ جاتا رہا - رعایا - زمیندار کاشتکار
مالک - مختار جو کہا جائے - سب ہے - جس کا خمیازہ بھی دنیا دیکھ رہی ہے
ایک کلی کلاس جس میں بجز وحشیانہ تعلیم و تربیت نیچی سوسائٹی کی کوئی
دماغی تعلیم کا اثر نہیں ہے - اون کے ظرف دولت کی گرمی کو برداشت
نہیں کر سکے اون کی مفرح حالی نے دنیا میں شر و فساد کے سوا کوئی نتیجہ خیز
کام نہیں - کیا نہ اس کی صلاحیت اون میں باقی ہی رہی ہے - علوے خاندانی کو
بیوجہ لوگ پسند نہیں کرتے - اعلیٰ سوسائٹی کی تربیت تعلیم سے کہیں
زیادہ پر اثر ہوا کرتی ہے - ذاتاً انسان کچھ بھی ہو مگر صفاتاً آدمی میں

انسانیت پیدا ہو کر رہتی ہے۔ راقم نے بچشم دید دیکھا ہے۔ کہ
جاہل سے جاہل اور بدترین آدمی اعلیٰ لوگوں کے صحبت یافتہ
ہونیکے وجہ کر سیکڑوں صفات حمیدہ سے معمور ہو جاتا ہے پہلے
زمانے کے بڑے لوگ بھی چاہے کچھ بھی کرتے ہوں۔ مگر
وہ شرفا۔ رؤسا۔ علماء اور معزز لوگوں کی توقیر ہی کرتے رہے
اور سیکڑوں کام ایثار کا کرتے آئے۔ حکام وقت کی واجبی توقیر
رکھتے رہے۔ انکی ایسی تعلیم تھوڑی ہی تھی۔ کہ ساری خلقت کو
ایک ہی لاٹھی سے ہانک رہے ہیں۔ لست غلط معنی میں مساوات
سمجھا جا رہا ہے۔ اور اس غلط حصول مساوات کیلئے جان مال
عزت سب معرض خطر میں ڈالی جا رہی ہے۔ بڑے بڑے لوگوں کا
دماغ بھی دھوکے میں آگیا ہے۔ ملکی حالت پر پوری توجہ نکی گئی۔
خیالی گھوڑے دوڑائے گئے۔ قبل از وقت اظہار خیالات کیا گیا
عوام نے اون مدبروں کے اندرونی خدمات کو بیدردانہ سمجھا
دیوانہ وار ہوکے لبس است ہو گیا۔ ملک میں بے چینی۔ بد امنی پھیل
گئی۔ اور قومی بھی نقصان پہنچ رہا ہے۔ کتنے بے آبرو ہو گئے کتنے
تباہ و برباد ہو گئے۔ کتنوں کی زندگی پر وبال آ گیا۔ اچھے اچھے پڑھے
لکھوں پر آفت آگئی۔ اوس وقت کے بدنام اور بڑے لوگ بھی برابری
والوں پر چوٹ مارا کرتے تھے۔ بڑے لوگوں کے طرف اون کی
نگاہ دبی رہتی تھی۔ منوہی کو دیکھا سارا علاقہ عمر بھر کا پیتا تھا۔ مگر رؤسا
اور معززا در مقتدیٰن مذاہب سے دب ہی کر ملا کئے۔ اون لوگوں کے

سامنے دست بستہ ہو کر باتیں کرتے رہے۔ سب کا کام نکالتے رہے۔ ایثار کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ دامے درمے قلمے قدمے سخنے جو کچھ بھی ممکن تھا۔ سب کیلئے کرتے رہے اور جس نے اپنی ضرورت بیان کی اوس کا کام جان توڑ کوشش کر کے انجام کو پہونچایا کرتے۔ مظلوموں کا ساتھ دینا اپنا فرض جانتے تھے۔ جھیل کر وائی اپنے سر لیا کرتے تھے اسی میں افسران پولس ان کے مخالف ہو گئے۔ اور ان کا نام دفتروں میں درج کر لیا گیا۔ یہ بڑے ہمت کے آدمی تھے۔ اور بڑے جی دار تھے۔ بار ہا مضروب ہوا کئے۔ ان کے پاس ایک نسخہ تھا۔ رات کو مضروب ہوئے صبح کو اوس نسخے کی بدولت تندرست ہو گئے۔ راقم نے اوس نسخے کو دریافت کیا۔ تو کہا کہ بیگن کو جوش دیکر نمک۔ گول مرچ ڈیکر اوس کا شوربا پیتا ہوں اور بیگن ہی سے سارا بدن تتارتا ہوں۔ ایک مٹی رکابی میں گائے کی گھی رکھتا ہوں اور اوس میں نمک اور موٹی ہلدی کا باریک سفوف ڈالتا ہوں۔ اور بیگن کے دو ٹکڑے گول تراش کر اوس میں رکھتا ہوں۔ اور سہتا ہوا اوس سے بدن کو سیکتا ہوں۔ ان کے پاس اکھاڑے کے آرائش کا سامان بہت تھا۔ چنانچہ راقم کے شادی میں جھنڈے وغیرہ سب اونھوں نے بلا کرایہ دیا تھا۔ اور بھی جو آدمی مدد چاہتا تھا۔ بارات وغیرہ میں مدد دیا کرتے تھے۔ رؤسائے وقت سے جھگڑ کر ملا کئے۔ اون سے بہت فائدہ بھی حاصل کرتے تھے۔ ان کی خاص عادت بھی۔ کہ جو سربلندی کرتا تھا اوس کے آبرو پر آجاتے تھے۔ ان سے کوئی بگڑ کر اور دباؤ سے کام

نہیں لے سکتا تھا۔ اوس کے یہ ہر طرح بد دشمن ہو جاتے تھے
اور ایسا ہی دنیا میں ہوا کرتا ہے۔ کوئی جی۔ دار اور با اختیار آدمی اپنے
خود مختاری میں فرق لانا پسند نہیں کرتا۔ اور یہ کوئی عجیب کی بات نہیں
ہے۔ اور فطرتی بات ہے۔ جس کو جس قدر بیباک سے زیادہ سروکار
رہتا ہے۔ دس خوش دس ناخوش ضرور رہتے ہیں۔ غرض والے
مجنون ہو جاتے ہیں۔ مزاج کے موافق ہوا تو خوش خلاف ہوا بیچ ہو گئے
جو اس کی پرواہ کریگا۔ وہ پبلک میں نہیں ہو سکتا اوسے بالکل ابر دائی
کی زندگی بسر کرنا لازمی ہے۔ خلق اللہ کے زبان سے بچنا غیر ممکن
ہے۔ دنیا انصاف پسند نہیں ہے۔ انسان اپنے ایمان کے
مطابق کام کرتا جائے۔ خلق اللہ کے زبان کی پرواہ نہ کرے تو
وہ آدمی آپنے ارادوں میں کامیاب ہوگا۔

عـــ ۱۳۱ جگرناتھ سنگھ کا مکان پورب دروازہ پل کے پورب بر سر
سڑک واقع تھا۔ ان کی لائف بالکل منو بھٹیارہ کی لائف سے ملتی
جلتی ہوئی تھی۔ یہ قوم کے راجپوت تھے۔ فرق یہ تھا کہ ان کی سوسائٹی
ہندوانی تھی۔ اور منو کی سوسائٹی ان سے اعلیٰ پیمانہ کی تھی۔ اس لئے
اون کے لائف سے ان سے فرق تھا۔ یہ ذاتاً منو سے اعلیٰ و افضل
تھے۔ اور وصفاً ان سے لیچہ تھے۔ ان کی سوسائٹی نیچے درجہ کی
گذری۔ اس لئے ان سے واقعات بھی ویسی نہ گذری جو اون سے
ہوا کئے۔ دونوں کا زمانہ بہ یک وقت گذرا دونوں میں آپس کی عداوت
تھی۔ اور بڑے مقدمے لڑے۔ فوجداریاں ہوئیں۔ کبھی یہ زیر ہے

کبھی وہ ان دونوں کا یہی شغل رہا مگر غیر محلہ والوں کے مقابلے
میں دونوں ایک ہو جاتے تھے۔ یہ اوس وقت کا دستور تھا۔ کہ
اپنے دشمن کو خود ہی زیر کرتے تھے۔ اغیار کے مقابلے میں
اوس کی مدد کرتے تھے۔ اور غیر سے اپنے دشمن کو زیر کرانا نامردی
جانتے تھے۔ جگرناتھ سنگھ کے لڑکے نرپتر سنگھ تھے جو ہنوز
زندہ ہونگے۔ اون کا ایک داماد تھا۔ ان سب لوگوں کا بڑا رعب
داب تھا۔ اس خاندان کو مولوی یحییٰ وکیل مدرسہ سے بہت تعلق
رہی۔ اون کو جگرناتھ بوجہ احسانات اون کے اپنے باپ کے
برابر مانتے رہے۔ جگرناتھ سنگھ کے مکان میں بے حد اصلحہ
رہتے تھے۔ اور پولس اوس وقت کی خدا جانے کس وجہ کر برآمد
نکر سکی۔ اور کوئی مزاحمت اون کے ساتھ نہیں ہوتی تھی۔ یہ دو شیر
اوس محلہ میں شیر ببر تھے۔ شہر بھر میں ان لوگوں کا ڈنکا تھا۔ لوگ
دبتے تھے۔ مکان میں چھوٹا سا زندہ عجائب خانہ تھا۔ تالاب میں
جانور ان پلے ہوئے تھے۔ ایک شیر بھی تھا سانپ بھی تھا
اور بڑا دریارہ بنا ہوا تھا۔ جو چاہا کیا۔ لوگ مفت میں بابو صاحب
کہنے والے موجود تھے۔ شام کو ان لوگوں کا جتھا شہر میں جس
ٹھاٹھ سے نکلتا تھا۔ وہ دیکھنے کی چیز تھی کیسے کیسے جوان
کس کس وضع میں اور کس کس اینٹھ اور جھوم سے گروہ باندھکر نکلا
کرتے تھے۔ کہ لوگوں پر ایک رعب سا چھا جاتا۔ اور عزت دار
لوگ اپنے کو دور دور بچاتے پھرتے تھے۔ نوجوانوں کے انداز

زمین بھی دلہتی تھی۔ مگر سب کے سب اون میں سے کے مر گئے۔ اب
کسی کی اینٹھ بھی باقی نہ رہی۔ سب جلکر اینٹھ گرے۔ اور سارا سما ختم ہو گیا
اون کے دیکھنے والے ہنوز زندہ ہیں۔ اب نہ وہ لوگ ہیں۔ نہ وہ باتیں
ہیں۔ نہ وہ وقت ہے۔ پٹنہ میں سیشن کورٹ قائم ہونیکے باعث یہی
لوگ ہوئے۔ جگرناتھ سنگھ کے وقت میں پولس پر اکثر حملہ ہوا کیا
مکو رانسپکٹر اور مولوی خورشید انسپکٹر پولس نے ان لوگوں کی پوری خبرگیری
کی۔ مسٹر میلن صاحب سیشن مجسٹریٹ کے وقت میں جگرناتھ سنگھ سزایاب
ہو گئے۔ اونہیں جیل ہی میں انتقال ہوا اوس کے بعد سے مالسلامی علاقہ
میں اوس طرح کا کوئی آدمی پیدا نہ ہوا۔ خود اون کے خاندان والوں میں
بھی کوئی آدمی اوس وضع اور ترکیب کا نہ ہو سکا۔ اون کا نام ختم ہو گیا
وہ اقبال نہ رہا۔ وہ لوگ ہی نہ رہے۔ وہ زمانہ ہی نہ رہا۔ مسٹر میلن صاحب
ہی نہ رہے۔ غرضکہ سب باتیں ختم ہو گئیں۔ اب مالسلامی کے علاقہ
میں صرف ڈوما سردار نے اپنے بابت جگرناتھ سنگھ کے بنانا
چاہا۔ مگر وہ خاص بات خاص زمانے میں ہو گئی۔ اب نہ ویسا آدمی
پیدا ہوتا ہے۔ نہ زمانہ ویسی بابت پیدا ہونے دیتا ہے جو بات
جس کے ساتھ ہوتی ہے۔ اوسی کے ساتھ جاتی ہے۔ ڈوما سردار
میں اخلاقی مادہ بہت ہے۔ روزگار اینٹ کا کرتے ہیں۔ لیکن اس
آدمی بھلے ہیں۔ دوست پرستی بہت ہے۔ ان کا ڈاٹ باٹ
صرف اخلاق اور ہمدردی کے بدولت ہے۔ جو آدمی دوسروں کی
مدد پر آمادہ ہوگا۔ اوس کے دوست بھی پیدا ہوا کرینگے اور دشمن

بھی بہت پیدا ہو جاتے ہیں۔ موقع ایسا آن پڑتا ہے۔ کہ انسان کو
آن پیدا ہو جاتی ہے۔ اور بدنامی اور مصیبت میں گرفتار ہو جاتا ہے
ایثار نفس کا موازنہ کرنا آسان نہیں ہے۔ آدمی کو کس حد تک اور کس طرح کا
ایثار لازمی ہے۔ اس کا موازنہ صحیح نہیں ہوتا ہے۔ جہلا کی صحبت
میں اسکا موقع صحیح باقی نہیں رہتا ہے۔ اس لئے اکثر ہمدرد آدمی
خراب ہو جاتے ہیں۔ اور اون کے نام خراب مشہور ہو جاتے ہیں۔
ایسے لوگوں میں ہمدردی کا مادہ بہت ہوتا ہے۔ جو باعث پریشانی کا
ہوتا ہے۔ جی دار آدمی کبھی کسی سے دب نہیں سکتا۔ مگر تعلیم نہیں
ہونیکے وجہ کر وہ موقع وقت کو سنبھال نہیں سکتے۔ غلط ترکیب پیدا ہو جاتی
ہے۔ مگر ایسے وقت آجاتے ہیں۔ بعض موقع پر ایسی مجبوریاں پیدا ہو جاتی
ہیں۔ کہ انسان الگ نہیں ہو سکتا۔ بڑے بڑے عقلمند پڑھے لکھے
لوگ نفس کے دہوکے میں پڑے ہیں۔ اون میں نفسانیت بھری
ہوئی ہے۔ جہلا کو کون پوچھتا ہے۔ ذرا غور فرمائیگا۔ تو تحمل کا
مادہ بہت لوگوں میں نہیں پائیگا۔ بہت سے نفس پرست دنیا میں ملینگے
اور ہر رنگ میں ملینگے۔ زیادہ تر نفسانیت کا مادہ مذہبی رنگ میں
دیکھیگا۔ خوب غور و فکر سے توجہ فرمائیگا۔ تو شاید ہی کوئی کوئی بشر نفسانیت
پر غلبہ پاکر زندگی گذارتے ہیں۔ جو جتنا بڑا آدمی ہے۔ اوس میں
خودداری بڑھی جاتی ہے۔ اور نفس اوس کا موٹا ہوتا جاتا ہے۔
دولت و عزت نفس موٹا کرنیکا آلہ ہے۔ اسی لئے مذہبی مقدسوں نے
گوشہ نشینی اختیار کی ہے۔ اور غربت کو زیادہ پسند کیا ہے۔ دنیادار

معذور ہے۔ وہ نفس کو دبا نہیں سکتے۔ مگر ایسے آدمیوں میں بہت سی خوبیاں بھی بھری رہتی ہیں۔ جگرناتھ سنگھ یا ڈوڈا سردار میں بہتری خوبیاں بھی تھیں اور ہیں۔ قوم پرستی ذات پرستی انسانی ہمدردی وقت پر لوگوں کا ساتھ دیدینا مظلوم پر رحم ظالم کی سزا دوستوں کے ساتھ سلوک و ہمراہی کسی سے زبردستی لیا۔ تو دوسروں کو مصیبت میں دیا۔ یہ باتیں علی العموم اس طرح کے لوگوں میں دیکھا۔ جن لوگوں کو لوگ بدنام کرتے ہیں۔ اور برا کہتے ہیں اون کے اندر کی صفات حمیدہ پر بھی توجہ ڈالا جائے تو سیکڑوں باتیں ایسی پائی جاتی ہیں۔ جو مفید خلائق ہیں۔ راقم نے ایسے لوگوں کی حالت پر بہت غور کیا۔ بالیخاں کوآلھوہ۔ مرزا جی۔ نرائن سنگھ کنگو سنگھ۔ گوبند پانڈے۔ تنھو مہراج۔ کالی چرن۔ کیگل گوالا۔ منی گوالا۔ نیچے لال تلسی مالی۔ امرت بڑھئی۔ کالی چرن حلوائی لچھومن شیشہ والا۔ منی لال گوالا۔ فقیرا بندی والا۔ گیشن قلعی گر لالا پورب دروازہ والا وغیرہ وغیرہ جس کی پوری فہرست سی کلاس کے کتاب میں پولس کے پاس ہے۔ سب کو دیکھا ہے۔ زلفی میاں وزیر میاں اور شہر کے بہتیرے لوگوں کو دیکھا ہے۔ راقم کے علم میں چودہ سو آدمی اس شہر کے اندر ایسے تھے۔ جن کا پتہ پلس کتاب سے ملا۔ مگر ہر آدمی میں کوئی کوئی ایسی خاص الجذاب صفت ہر میں پایا جو اوروں میں نہیں دیکھا۔ اور معقول اور معزز لوگوں میں وہ باتیں پیدا ہی نہ ہوسکیں۔ البتہ جہالت اور صحبت نے اوس کا

برت بے موقعہ کیا جو باعث خرابی اون لوگوں کا ہوا اگر ان لوگوں کی
اصلاح بذریعہ خالص مذہبی مقدسوں کے ذریعہ سے ہوتی۔ تو اون
لوگوں میں قبولیت کا اور ہمرازی کا مادہ خاص رہتا ہے۔ وہ فوراً
قبول کر کے اپنے نفس کی اصلاح کر سکتے تھے۔ کوئی شریر
نہیں ہوتا برا ہو جانا تعلیم اور صحبت کا نقصان ہے۔ بربت ضلع
چمپارن بتیا میں سزا یافتہ ڈوموں کو پادریوں نے نیک چلن بنا دیا
سالویشن آرمی کے ممبروں نے کتنے آدمی درست کئے۔ ہم لوگ
عملاً آدمی بنانا نہیں جانتے۔ بلکہ آدمی کو جانور بنا دیتے ہیں۔ انسان
کوئی برائی اپنے ذات خاص کیلئے نہیں کرتا۔ بلکہ اپنے متعلقین کے
پرورش اور آرام آسائش کیلئے سب بلاؤں کو دارین کے قبول
کرتا ہے۔ انسان فقط نفس کے دہوکے میں اگر شہوت پرستی اور
لذت پرستی کو اپنے نفس کے لئے کرتا ہے۔ تقبیہ جتنا کام ہے
وہ سب دوسروں کے لئے ہے جن کو خدا ہدایت دیدیتا ہے۔ وہ
ایسے کاموں کو برا جانتے ہیں۔ دوسروں کیلئے اپنے کو عقلمند برباد
نہیں کر سکے۔ دنیا تو لالچ محبت خوف اور امید پر چلتی ہے۔ ہدایت
یافتہ ان باتوں سے اپنے کو جدا کرتے جاتے ہیں۔ سب کرتے ہیں
مگر بے لوث رہتے ہیں۔ گذشتہ نوجوانان شہر کی ٹھاٹھ اون کی ترکیب
اون کے نام و نمود اون کی فرعونیت اور اینٹھ کو خیال کرتا ہوں۔ اور
اون کی اور اون کے خاندان کی نیستی دیکھتا ہوں۔ تو بجز قدرت کے کھیل
کے کوئی دوسری بات سمجھ میں نہیں آتی۔ شعر

بہ یک گردش چرخ نیلوفری

نہ نادر بجا ماند و نہ نادری

بس اللہ ہی کا نام رہیگا۔ جیسے ویسے نہ رہے کوئی بھی نہ رہیگا سب سما جائیگا
نئے بہار باغ دنیا چند روز دیکھ لو اس کا تماشہ چند روز
کوئی لاکھ ہو کوئی لاکھ عمدہ کسی قسم کی لالٹ ہو غنیمت ہو کر رہیگی۔ آخر یہی رہیگا
کہ آئندہ نسلیں کہانی تک نہ سن سکینگی۔ چشم دید بھائیوں کو راقم نے قلم بند
کر دیا ہے۔ دنیا میں کوئی چیز خدا نے بے ضرورت پیدا نہیں کیا یا تو
انتظام عالم کیلئے مفید یا مضر ہے۔ فائدہ اور ضرر دونوں انتظام عالم کا رکن
اعظم ہے۔ انسان بھی بے ضرورت پیدا نہیں ہوا۔ صفات حمیدہ ذمیمہ لیکر
آیا ہے۔ جنت میں یہی بھیجے جائینگے۔ دوزخ کو بھی یہی بھرینگے جن کام کیلئے ہیں
کر جائینگے۔ ہمیں خود غرضی سے سمجھکر ہمارک کرنا پڑتا ہے۔ حقیقت
میں آنکھ ہو تو کوئی نہ برا نہ بھلا معلوم ہو۔ ہر ایک اپنی ڈیوٹی ادا کرتا ہے۔

۴۲ حکیم محمود خاں ولد سعادت خاں مرحوم گل تالاب دیا رہ پہ
کے رہنے والے تھے۔ ان کا تذکرہ چوک وارڈ میں مفصل ہے۔ مدتوں
ان کا مطب مالسلامی رہا۔ اور بقدر ضرورت پیکا لیتے تھے۔ نامی حکیموں
میں شمار ہوتا تھا۔ حکما کے حصے میں بھی ان کا تھوڑا تذکرہ ہے۔ آخر میں
نابینا ہوگئے تھے۔ اور مالی حالت خراب ہوگئی تھی۔ تکلیف اٹھا کر قضا کر گئے۔
مگر آدمی کو ایک سا اقبال دیکھا۔ کسی کو نکھرتے ہیں کسی کو چڑھاتے ہیں۔ کسی کو بڑے لب
میں تبدیلیاں دیکھنی پڑی ہیں۔ اور دنیا نے ضرور ختم کر دیا ہے جب تک
دنیا ٹھوکر نہیں دیتی۔ انسان ادن واقعات کا اعتبار نہیں کرتے [illegible]

والے ہیں۔ اور کیا ہو کر رہتا ہے۔ جو ہونے والا ہے۔ اوس کی خبر
کس کو ہے۔ موجودہ زمانہ جو اوس کے پیش نظر رہتا ہے۔ اوس پر اوس کو
پورا بھروسہ رہتا ہے۔ کہ دائماً وہ اوسی رنگ میں رہیگا۔ جسے تکلیف ہے
وہ آرام کی خواہش ضرور کرتا ہے۔ مگر آرام والوں کو جو بے حسی ہے۔ وہ
اوس کی سمجھ سے باہر ہے۔ وہ اوس لذت کو نہیں سمجھ سکتا۔ جس نے نمک
نہیں جانا ہے چیٹی نہیں چکھا ہے۔ دونوں کا فرق نہیں بتا سکتا
قانون قدرت اپنے بندوں کو نرمی اور سختی کا مزہ ضرور چکھا دیتا ہے
اس میں کوئی انسان بری نہیں ہے۔ تندرستی کس کو نہیں ہوتی۔ اور بیماری
کس کو نہیں ہوتی۔ تندرستی کا مزہ اور بیماری کی تلخی سب کو ہوا کرتی ہے۔
کوئی کسی رتبہ کا ہو سردی و گرمی دنیا کی برداشت کرنی پڑیگی۔ نوجوان گو
نہ سمجھیں۔ قانون قدرت اونھیں سمجھا کر رہیگا۔ دنیا میں کسی کے سختی پر خوشی
ناجائز ہے۔ ممکن ہے کہ وہ وقت خود پیش آئے۔ اور کسی کے چلتی پر حسرت
نہیں کرنا چاہیئے۔ وہ دائمی نہیں ہے۔ اوس میں تبدیلی ضرور ہوگی
چلتے کے وقت آئندہ کے باتوں پر بھی نظر رہے کیا شدنی ہے۔ وہ چال
خوشی کا بھی نہیں ہے۔ کیونکہ قیام پذیر نہیں ہے۔ ہر آدمی میں تبدیلیاں
دیکھی ہیں۔ کوئی بھی خالی نہ پایا جس میں تبدیلی نہ ہوئی۔ کسی کو اچھی کسی کو بری
جسے اچھی تبدیلی پیش آئی وہ اپنے ہستی کو بھول جاتا ہے۔ اور گذشتہ پستی
اوسے یاد نہیں رہتی۔ کسی کو بری تبدیلی ہوئی تو گذشتہ ہستی پر حسرت کرتا ہے
مگر یہ پستی اوس وقت کے پہلے اوس کے ذہن میں کبھی نہیں آئی بجائے
دنیا کی چلن اور اس کے اوتار چڑھاؤ کی مطلقاً پرواہ نہیں چاہے جو ہوا کرے

تو اچھا بھی ہو سکتا ہے۔ اچھا ہوتا ہے تو برا بھی ہو کر رہیگا۔ مگر موجودہ
روش کو غور کرتا ہوں۔ تو ہنسی آتی ہے جس مجمع میں جاتا ہوں اینٹھ کو دیکھتا ہوں
ایک ایک کی صورت دیکھتا ہوں انداز دیکھتا ہوں۔ گفتگو سنتا ہوں۔ اور
آنے والی تبدیلیوں پر غور کرتا ہوں۔ تو خیال پیدا ہوتا ہے۔ کہ ان سے بچو
خدا نکرے۔ اون باتوں کا موقع آئے جو دنیا میں ہوا ہی کرتا ہے۔ اور
ہو کر رہیگا۔ اندرونی باتوں کی خبر کس کو ہے۔ کیا ہوگا۔ دعا کرتا ہوں
کہ خدا ان لوگوں پر رحم کرے یہ بیچارے تو بدترین زمانے میں پیدا
ہوئے ہیں۔ ان کو تو سیکڑوں نئی نئی بلاؤں کا سامنا ہونے والا ہے۔ اور
برے پرے سپنے دیکھنا ہے۔ راقم نے جو جو دیکھا ہے۔ وہی کیا کم
تکلیف دہ تھا اور ہے۔ اب تو اس کا ہزار گونہ بڑا دکھائی دیتا ہے
بڑے بڑے لوگوں کے انقلاب دیکھے۔ بعض نفس موجود بھی ہیں۔
بعض حضرات زندہ ہیں۔ ان لوگوں کی گذشتہ اور موجودہ زندگی کو
ملاتا ہوں۔ تو خدا سے پناہ ہی مانگنا پڑتا ہے ہسپتالوں میں جا کر خلق اللہ
کی تکلیف ملاحظہ ہو۔ اور بازاروں میں خلق اللہ کے چلن پر غور کیا جائے
تو شکر و صبر دونوں کا موقع دکھائی دیگا۔ کچہری میں جائے ظالم و مظلوم
کی کیفیت وہیں ظاہر ہو گی۔ ایمانداری اور بے ایمانی کا امتحان وہیں ہوتا ہے۔
معاملات کی درستگی اور خرابی کا پتہ وہیں ملیگا۔ تعلیم یافتگی اور شائستگی کا عملی نمونہ
خود انصاف پسند بتا دینگے۔ کس حد تک صحیح طور پر برتا جاتا ہے۔ اور مذہبی
احکاموں پر قدرتی بھونڈی چھری کس انداز سے چلائی جا رہی ہے۔ زمانہ
کیا سکھا رہا ہے۔ سچائی کدھر جا رہی ہے۔ اور قانونی معذوری کیا کرا

رہی ہے۔ اور کتنا اولٹ پلٹ ہو رہا ہے۔ جو حقیقتاً خلاف واقعہ او خلاف
ایمان ہوا کرتا ہے۔ سب مشیت کا تماشہ ہے۔ راضی ہوں اوسی پر جو تری
رضا ہے۔ جو ہو رہا ہے وہی ٹھیک ہے۔ جو ہوا وہ بھی ٹھیک تھا۔ اور جو
ہوگا وہ بھی ٹھیک ہے۔ خدا کی خدائی ہے۔ وہ حکمت والا ہے۔ جو چاہے
دکھلائے اور جس رنگ میں چاہے رنگوا لے۔ بہر طرزیکہ می رقصانیم ای یار
می رقصم۔ جو دیکھ رہے ہیں وہ بھی ایک رنگ ہے۔ سیکڑوں رنگ آنکھ
سے گذر گئے۔ نامور ہوئے گلوں میں پھولوں کا ہار پہنا۔ آدمیوں سے
گاڑیاں کھینچیں وہ بھی ایک رنگ تھا۔ اونھیں کو ذلیل و خوار ہوتے دیکھا
پبلک جن کی تعریف کرتی تھی۔ اون پر تبرہ سنا وہ بھی ایک رنگ تھا بچے
تھے جوان ہوئے جوان تھے بوڑھے ہو لے۔ بوڑھے تھے مر گئے نیست
و نابود ہو گئے۔ کسی کو پرواہ بھی نہ ہوئی۔ لاش پھینکا۔ اپنے اپنے مرحلہ
میں پھنسے۔ واہ رے دنیا اور اسکی لپیٹ مرے جاتے ہیں۔ دنیا والوں
سے چھوٹ رہے ہیں۔ مگر کیا لپک ہے۔ کوئی جدا نہیں ہو سکتا۔ مگر مجبور
ہونا پڑیگا۔ وہ دن دیکھنا پڑیگا شعر

نہ گور سکندر ہے نہ قبر دارا
مٹے نامیوں کے نشاں کیسے کیسے

پھولوں پہ کتنے دورۂ افلاک ہو گئے
پھولے سنبھلے کھلا کئے گرے خاک ہو گئے

عـ۳ مرحوم نسیع الدین خاں مرحوم ولد مولوی احمد عبداللہ ساکن پھلواری
شریف سے تھے پیر و مرید سلسلہ کے ہنے والے تھے۔ یہ تین بھائی تھے ایک

شاہ امین صاحب کے ایک حکیم وحید مرحوم تھے۔ مولوی احمد عبید اللہ کے خاندان کی تین عورتیں
مولانا شاہ نصیر الحق قدس سرہٗ کے زوجیت میں رہیں یکے بعد دیگرے دراٰں مولانا نصیر الحق قدس سرہٗ راقم کے
نانا امیر الحق قدس سرہٗ کے حقیقی بھائی تھے مولانا نصیر الحق میر رفیع الدین کے بھتیجے بھانجے تھے۔
اور شاہ وجیہ الحق مرحوم کے حقیقی نانا تھے شاہ وجیہ الحق کے
بیٹے محمد فصیح و محمد ملیح ہیں جو نگر نہسہ اپنے ننہال میں رہتے ہیں۔ اون کے
لڑکے وہاں ہیں۔ اون کے بہن کی اولاد بھی وہاں ہے۔ محمد صغیر و محمد حمید
دو لڑکے شاہ وجیہ الحق مرحوم کے اسی شہر میں ہیں۔ حمید میاں
کی سسرال نواب نصیر حسین مرحوم کے یہاں میتن گھاٹ میں ہے۔ و
صغیر میاں کی سسرال بخشی محلہ میں مولوی عبد الحق مرحوم کے خاندان میں
ہے۔ شاہ وجیہ الحق کی لڑکی بارہ طہر ابن خاندان مولوی احمد ... نصیب
بیاہی تھی۔ اور شاہ حسین ولد واحد حسین کے بیٹے برکات میاں صفیہ میاں
داماد ہیں۔ شاہ وجیہ الحق مرحوم کی ایک بہن بھائی شاہ ذو الدین مرحوم
بیاہی تھیں۔ وہ لاولد تھیں۔ مکہ یا مدینہ میں مدفون ہیں۔ اون کی ماں بھی
وہیں مدفون ہیں۔ اون کی بی بی صغیر میاں و حمید میاں کی ماں تالاب
منگل تالاب میں کبیر میاں مرحوم دو مزار لوگ ان کے بغل میں مدفون ہیں خود
شاہ وجیہ صاحب اپنے نانا کے مزار کے پچھم لال میاں پھلواری شریف
مقبرہ میں مدفون ہیں۔ میر رفیع الدین بیہ دمریا میں مدفون ہیں۔ او ... سب
بیٹے عابد حسین جہاں تھے نہیں مدفون ہیں۔ عابد حسین نواب خدا کا نام تھا
سادہ ہو گئے۔ ایک لڑکا نعمت تھا جو لاپتہ ہو گیا۔ ایک لڑکا غنی حسن تھا
وہ بھی مر گئے رضی الدین اور حسیب الدین دونوں سادہ ہو گئے۔ اور تعمیر ...

بھائی تھے۔ رضی الدین کی اولاد اناث ہے۔ میر حبیب الدین اپنے ماموں شاہ محمد حسین کے داماد ہیں۔ اور ڈنگہ اہلی میں رہتے ہیں میر حبیب الدین کے بیٹے وجیہہ الدین میر دمڑیا کے مقبرہ میں بھائی کے پاس مدفون ہیں۔ اس کے لاش کو چہارم کے بعد کسی اوجھانے اوکھاڑ لیا تھا اور کلیجہ نکلا ہوا اور پیٹ چاک کیا ہوا پایا گیا۔ اور پختہ قبر کھودی ہوئی اور لاش پٹ پائی گئی۔ یہ لڑکا خواندہ اور قریب مولویت کے تھا اجمیر میں تعلیم پایا تھا۔ جوان ہی مر گیا۔ ان کی لاش کو باپ نے تن تنہا پھر گاڑا کوئی بوسیدگی نہ تھی۔ یہ بھی واقعہ تعجب خیز تھا۔ بہتیرے آدمیوں نے لاش دیکھا تھا۔ مرنے والے نے بیماری میں بارہا تذکرہ کیا کہ میرا کلیجہ نکلا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ اور اولاد شہاب الدین وغیرہ ذکور واناث ہیں۔ عالم حسین بتیامیں بیلئے ہیں۔ وہ میر رفیع الدین کے نانی ہیں اور محمد نظیر اور ڈاکٹر مختار احمد کے بہنوئی ہیں۔ عالم کے والد احمد حسین تھے جو کلالنواں والوں کے قریب تر رشتہ دار ہیں۔ اور خواجہ سید حسن شاہ کی اہلی اور خاندان قاسم بابو حاجی گنج اور خاندان میر امیر جان لودی کٹرہ کے قرابت داروں میں تھے۔ اور مولوی عبدالحفیظ صاحب وکیل کی سسرال کلالنواں میں منشی ظہور کے یہاں ہے۔ میر رفیع الدین عمر بھر اندازی چالیس برس راقم کے والد کے دربار میں کاربرداز رہے۔ اور کل لڑکے اسی دربار میں پڑھے لکھے اور شادی بیاہ میں شرکت رہی۔ میر رفیع الدین نے ملازمت اور برادری دونوں کا برتاؤ اچھا کیا۔ اور اپنی زندگی باآبرو گذار کے اور عافیت سے رہے۔ حالانکہ انگریزی داں نہ تھے۔ دو دربار میں کارپرداز

رہے۔ اور عافیت سے زندگی گذارا خواجہ پورہ راقم کے پھوپھے کے یہاں مختار عام اور منیجر تھے۔ اور والد مرحوم کے کار پرداز تھے۔ زندگی عافیت سے گذارنے کیلئے انگریزی دانی کی کوئی شرط نہیں ہے۔ سیکڑوں اب ہی موجود ہیں۔ جو انگریزی نہیں جانتے ہیں۔ اور عافیت گذار رہے ہیں۔ راقم کا ایک ملازم شیو نرائن جھتوں ولد کرمو جھتوں ساکن خواجہ پورہ ہی جو چھ روپیہ ماہوار تیس[۳۰] برس سے پا رہا ہے۔ صرف کاشتکاری کے بدولت اس وقت ساٹھ بیگہ کا کاشتکار ہے۔ اور ایک دربار قائم ہو گیا ہے۔ اور بابو شیو نرائن سنگھ جوار میں مشہور ہے۔ اور واقعی انسانیت ہی ایسی ہے۔ جو اچھے اچھے پڑھے لکھوں کو میسر نہیں ہے تربیت بہترین ہوئی ہے۔ کورمیوں میں تمام اب بڑی اصلاحیت آگئی ہے۔ علم بھی آرہا ہے۔ دو چار وکیل تو الگ شہر میں موجود ہیں ممبر لوکل بورڈ و ڈسٹرکٹ بورڈ ہیں۔ شیو نرائن میں بڑی عمدہ صلاحیت انسانیت کی آگئی ہے۔ خواجہ پورہ میں راقم کے باغ کے سامنے ایک شیو جی کا مندر بھی بنائی ہے۔ اور راقم سے اقرار کر لیا ہے۔ کہ اسلامی حرمت کے خلاف کوئی کام اوس مندر میں بوقت آذان کے نماز نہ ہوگا۔ اور کوئی فساد مسلمانوں کے ساتھ مندر کے ملنے والے نہیں کرینگے چونکہ ایک گروہ کے مذہبی امور میں مزاحمت کرنا اصول زمینداری کے اور حکومت کے خلاف ہے۔ اور ایک حاکم اور باقوت شخص کو اپنے رعایا کے حقوق کو بلا تعصب اور زبردستی اور جبر کے اچھوتی کے ساتھ برتاؤ رکھنا اوس کا فرض منصبی ہے۔ اس لئے راقم نے کوئی درست اندازی نہ کی گو مسلمان

علی الخصوص وہ مسلمان جو مسجد میں کبھی بھی نہیں جاتے اور نماز بھی ادا نہیں
کرتے اور بستی کی مسجد جو راقم کے متعلق ہے۔ آباد نہیں رکھ سکتے راقم کو
الزامات کا پلندا بنا رکھا مگر راقم تو یہ دیکھ رہا ہے۔ کہ اوس کی مندر آباد ہے
لفظ شرک جو کچھ بھی کیا جائے مگر ہندو مذہبی طریقہ پر ادا ہو رہا ہے۔ اور مسلمانوں
کو اس پر بھی توجہ نہیں ہوتی۔ کہ مسجد کو آباد کر سکیں۔ مسجد ویران تو نہیں ہے
مگر اکیلی ضرور ہے۔ صرف مغرب میں دو تین مسلمان سے زیادہ آدمی نہیں
رہتے۔ بعض تو ایسے مسلمان ہیں۔ کہ بعد نماز عشا مسکرات میں مبتلا رہتے ہیں
جو ایسی قریب قریب اور بستی میں خود مسلمانوں کی تعداد کم نہیں ہے۔ مگر اس بدنصیبی کا
کیا جواب ہو سکتا ہے۔ کہ پختہ مسجد اچھی حالت میں موجود ہے۔ مؤذن و امام
موجود ہے۔ مگر مندر آباد ہے۔ جو ایک برس سے ہے۔ اور مسجد جو
پچاسوں برس سے ہے۔ آج تک آباد نہ ہو سکی زندہ مثال موجود ہے
جو قومی بدنصیبی کا ثبوت دے رہی ہے۔ اور مذہبی تغافل دکھا رہی ہے
مندر بنا نیکی نشانی نہیں اور بے نمازیوں کی ایک حکایت بھی بیان
نہیں کرتے۔ اور نشہ خوریوں کے ترک پر کوئی آمادہ نہیں ہوتے۔
اب بھی عبرت نہیں ہوتی۔ ہندو کیا کرتے ہیں۔ اور مسلمان کیا کرتے ہیں
مسلمانوں کی صرف زبان چلتی ہے۔ اعمال کی طرف توجہ نہیں فرماتے
جگتے نہیں ہیں۔ یہ دوسروں کو جگانے پھرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ خود
عمل ندارد ہے۔ تو ان کے اقوال میں اثر پیدا نہیں ہوتا ہندوؤں کو اقبال کی
یہی وجہ ہے۔ وہ اپنے مذہبی توقیر پر اپنا جان مال ایمان عزت سب صدقہ
کر دیتے ہیں۔ ہندو عورتوں کو جب روپیہ بڑھتا ہے۔ تو ثواب کا کام زیادہ کرتے ہیں

انڈکس فہرست حضرات علاقہ مالسلامی وارڈ
پٹنہ سٹی

نمبر شمار	اسمائے گرامی	از صفحہ	تا صفحہ	نمبر شمار	اسمائے گرامی	از صفحہ	تا صفحہ
۱	حکیم محمد امیر	۱	۲۷	۱۸	لالہ چودھری	۱۱۵	۱۲۲
۲	شاہ غلام حسین	۲۷	۳۳	۱۹	رگھوبر دیال	۱۲۲	۱۲۵
۳	شیخ ظہور الحق	۳۳	۳۸	۲۰	قاضی اجمل	۱۲۶	۱۲۹
۴	مولوی ذوالفقار حسین	۳۸	۴۶	۲۱	شاہ لطافت حسین	۱۲۹	۱۳۲
۵	شیخ جواد حسین	۴۶	۴۷	۲۲	مالی رام	۱۳۲	۱۳۲
۶	ناظر ہادی علی خلں	۴۷	۵۵	۲۳	جناب علی خان	[illegible]	[illegible]
۷	خواجہ ولیپ	۵۵	۵۷	۲۴	شیخ دولت	۱۳۳	۱۳۳
۸	منشی عبد الغفار	۵۷	۶۷	۲۵	حکیم مولا بخش	۱۳۳	۱۳۹
۹	منشی گوپال لال	۶۷	۷۱	۲۶	نقیر مہتہ	۱۳۹	[illegible]
۱۰	خواجہ احمد علی	۷۱	۷۴	۲۷	شیخ مین شاہ	۱۴۰	۱۴۰
۱۱	منشی مرلی دھر	۷۴	۸۴	۲۸	شاہ آغا جان	۱۴۰	۱۴۲
۱۲	میر رفیع الدین	۸۶	۹۱	۲۹	بابو نظام سنگھ	۱۴۶	۱۴۷
۱۳	نور الدین شاہ	۹۱	۹۲				
۱۴	جگرناتھ سنگھ بوندیلا	۹۲	۹۲	۳۰	منو بھٹیارہ	۱۴۷	[illegible]
۱۵	مسٹر تولسن	۹۲	۹۶	۳۱	جگرناتھ سنگھ	۱۰۰	۱۶۹
۱۶	مسٹر لونج	۹۶	۱۰۲	۳۲	محمود خاں	۱۶۹	۱۷۲
۱۷	وائیٹ صاحب	۱۰۲	۱۱۵				

كل من عليها فان ويبقى وجه ربك ذو الجلال والاكرام

انشد بس
باقی ہوس

یادگار روزگار

حصّہ دوم

چوک اردو

غنیمت ہے جو ہم صحبت ابھی دو چار باقی ہیں

آغوش لحد میں جبکہ سونا ہوگا — جز خاک نہ تکیہ نہ بچھونا ہوگا
تنہائی گور میں کون ہوگا انیس — ہم ہونگے اور قبر کا کونا ہوگا

مرتبہ مولوی سید بدر الحسن رئیس محلہ لودیکٹرہ سٹی پٹنہ
وسنیئر آنریری مجسٹریٹ سٹی کورٹ
پٹنہ

[illegible] مطبع سلیمانی [illegible] طبع [illegible]

ملنے کا پتہ لودیکٹرہ شہر پٹنہ مولوی سید بدر الحسن مذکور

وجہ تالیف

راقم کو جب اپنی تعلیم عربیت و فارسیت سے فراغت ہوئی تو
راقم نے انگریزی خانگی طور پر مولوی قسیم الدین مرحوم ساکن رانی پور سے
آغاز کی اور اسوقت انگریزی دانی کو لوگ عیوب اور خلاف مذہب جانتے
تھے متعصب لوگ کفر سمجھتے تھے انگریزی داں کو لوگ نصف کرسٹان کا
خطاب دیتے رہتے انگریزی پڑھنے والا سوسائٹی میں ذلیل نگاہ سے دیکھا
جاتا تھا اسلئے مسلمان انگریزی تعلیم میں بہت پیچھے رہ گئے بنگالیوں نے
ملکی ضرورتوں پر توجہ کرتے ہوئے انگریزی دانی کو اپنی قومی ترقی
کا باعث جانا اور اس علم پر ٹوٹ پڑے اور خوب حاصل کیا اور بہت
فائدہ اٹھایا ملکوں کا کون سا حصہ ہے جہاں یہ نہ پہنچے اور کون سا
محکمہ اور سررشتہ ہے جہاں کی افسریت میں انکا اکثریت کے ساتھ گذر نہیں ہوا
اور ابتک ہے ان لوگوں کا مقابلہ مسلمانوں کو کرنا اب مشکل ہے یہ
بہت آگے بڑھے ہوئے ہیں انکا دیکھا دیکھی کایستھوں نے اس میدان میں
قدم بڑھایا جسکا عمدہ پھل انہوں نے بھی پایا اور مسلمان ان سے بھی
دور رہ گئے اب انکا مقابلہ بھی ذرا مشکل بات ہے۔ یہ گروہ فطرتاً حسابی
دماغ لیکر پیدا ہوتی ہے اور فضیل ہوجایا کرتے ہیں۔ منشی جی حساب اور طرز
تحریر میں مسلمانوں سے بہت زیادہ تیز نکلتے ہیں۔ ان لوگوں میں ابھی
بھی قلم کی وہ قوت نہیں ہے جو بنگالیوں کو ہوا کرتی ہے اور حصہ ہندوستان

خصوصًا بمبئی کے اطراف میں بھاٹیہ اور پارسی گروہوں نے علم کی طرف ابتدائی توجہ کی اور انہیں علوم انگریزی کا سلسلہ بہت پہلے جاری ہوا بھاٹیہ کاٹھیاواری اور کچھی اور مارواڑیوں نے تجارت کی طرف توجہ کی اور مالامال ہوگئے اور مدراسی اور یوپی کے لوگوں نے علم کی بدولت ملازمت میں زیادہ حصہ لیا اور تمام دفاتر میں بنگالیوں کے قریب قریب انہوں نے اپنا قدم جمالیا۔ پنجاب والوں نے کچھ تجارت کچھ ملازمت میں اپنے کو مشغول کیا۔ سکھ لوگوں نے فوجی خدمات میں توجہ کیا اور بڑے بڑے مدارج پاگئے رفتہ رفتہ اور گروہوں نے بھی ہر لائن کی طرف آہستہ آہستہ اپنا رخ پلٹا مگر مسلمانوں نے مدتوں دنیا کا رنگ دیکھتے ہوئے بھی اپنے کو نہیں چونکایا اسلئے یہ بہت پیچھے رہ گئے قافلہ بہت آگے نکل گیا ڈرتے ڈرتے انکا دم نکل گیا اب تک یہ او س رواں شدہ قافلہ کی گرد تک کو نہیں پاسکے مدت کے بعد جب دوسروں کو آگے بڑھتے دیکھتے گئے تب انکی آنکھ کچھ کھلی اسوقت سر سید احمد خاں علی گڑھ نے اپنے پر ہزاروں الزامات لیکر انگریزی تعلیم پر زور دیا اور مسلمانوں کو اس طرف مائل اور متوجہ کیا انکی دوڑ دھوپ اور کوششوں نے بہت کام دیا گو اپنی زندگی ہی میں اپنی گروہ کے ہاتھوں وہ ملامت کے لئے دس بن گئے کفر والحاد کا فتوی ہوگیا مگر انہوں نے سب قبول کرلیا مگر اپنے ارادہ پورا کرگئے جسکا آخری نتیجہ ہے کہ قوم کو محمڈن یونیورسٹی ملی۔ وہ اس شہر میں بھی تشریف لائے تھے اور راقم کے

دادہالی مکان میں رانی پور میں راقم کے پھوپھا قاضی سید رضا حسین
خان بہادر کے مہمان رہے اور بہتر کلچر ہو وعظ ہوئے کوششیں ہوتیں خیالات
پلٹے اور سوقت اون کے چار ہی خلیفہ اس شہر میں ہمخیال نکلے پہلے
شخص ڈاکٹر سجاد کے والد مولوی احمد حسین جاگیر ہوئے جنہوں نے
عملی طور پر لباس بھی بدلا اور اپنے لڑکے ڈاکٹر سجاد حسین کو فوراً
انگریزی تعلیم کا آغاز کرادی دوسرے شخص مسٹر شمس الہدیٰ مرحوم رئیس اعظم
لودیکٹرہ نکلے جنہوں نے باوجود عدم تعلیم یافتہ ہونیکے اونھوں نے کیا کام
عملاً کرکے دیکھادیا اون کے چار لڑکے یعنی مسٹر نور الہدیٰ سی آئی
ای۔ جج ہوئے بارسٹر ہوئے جنہوں نے باوجود انگریزی دانی اور
انگریزی طرز معاشرت کے اپنی ساری کمائی اور ساری جائداد اپنی
قوم کیلئے عطا فرمائی اور آج مدرسہ شمس الہدیٰ قائم شدہ موجود ہے اور
کتنے لڑکے اور مذہبی اور دنیاوی تعلیم پاکر ہر سال قوم کو مل رہے ہیں
مسٹر قمر الہدیٰ دوسرے لڑکے کو بہترین نوجوان طیار کر گئے جنکے
خاندان میں علم و دولت اج بھی موجود ہے اور خود مسٹر مذکور میں بہترین
صفات حمیدہ موجود تھے مہمان نوازی خاص اون کے حصہ میں
ایک اعلیٰ صفت مخصوص تھی تیسرے لڑکے مسٹر نجم الہدیٰ تھے جو
بارسٹر تھے اور بہترین کنبہ پرست آدمی تھے اور بہت ہی کفایت شعار
اور منتظم گذرے جنکی اولاد سب مفرح حال موجود ہیں۔ چوتھے لڑکے
مسٹر سراج الہدیٰ ہیں جو نوجوانوں کے ہم زماں ہیں خوش اور

مذہبیت کو دیکھ سکتے ہیں۔ میر شمس الہدیٰ نے پہلے مدرسہ عجالۃ نافعہ بشرکت میر ابو سعید خان بہادر اسی محلہ میں شیخ امداد علی مرحوم کے مکان میں کھولا جسمیں عربیت کے ساتھ انگریزی بھی لازمی تھی راقم بھی اوس مدرسہ کا ایک ادنیٰ طالب ہے۔ اوس مدرسہ کو قیام نہوا وہ چند سال تھا مسلمانوں کے چند کی چیزوں کو قیام تو ہوتے نہیں دیکھا گو میرے لکھنے پر ہم پر تبرا کیا جائے مگر تجربہ اور واقعہ ضرور ہے میں الزام سننے کو موجود ہوں مگر حق گوئی کو چھوڑنا نہیں چاہتا سینکڑوں مثالیں میرے پاس موجود ہیں ظاہر کر دوں تو انکار نہیں ہو سکتا مگر یہاں پر وہ بحث فضول ہے مدرسہ بند ہوا پھر بھی میر شمس الہدیٰ نے جان نچھوڑا دوسے لو دیکر مڈل اسکول بنا چھوڑا اور وہ اینڈڈ اسکول ہو گیا گورنمنٹ کی شرکت ہو گئی مدتوں وہ رہا برسوں وہ خاص مکان میں میر شمس الہدیٰ کے قایم رہا اوس کے بعد بابو مادھو لال دیوان چھوٹے نواب کے مکان میں قایم رہا چنانچہ راقم نے خود اوسی اسکول سے مائنر پاس کیا اور مولوی لیاقت حسین حیدر آبادی نے بھی وہیں سے پاس کیا میر شاہد حسین رانی پور اور مولوی مہدی حسن صاحب و ڈاکٹر حقو صاحب نے بھی وہیں پڑھا وہیں ماسٹر ہو گئے بابو رام لال ماسٹر ہیڈ ماسٹر رہے چندے مولوی قسیم الدین و مولوی فدا حسین ڈاکٹر حسین صاحب کے اہل قرابت قریب زمانہ ہے پھر راقم چندے اوسکا سکریٹری ہوا مسٹر قمر الہدیٰ وکیل بیٹے سکریٹری رہے پھر مولوی محمد قایم رجسٹرار اوسکے سکریٹری رہے الغرض بہت سے لڑکے تعلیم پا کر نکلے اور بہت سے اوہو رہے رہ گئے انگریزی کا خوب چرچا ہوا جسکا آخری نتیجہ مسلمان ہندو

دونوں دیکھ رہے ہیں کس نے آموخت علم تیر از من * کہ مرا عاقبت نشانہ نہ کرد۔ یہ سر رشتۂ تعلیم
ہی کا فیضان ہے جو موجودہ زمانہ ہم لوگوں کو دکھا رہا ہے اور جو رنگ لا رہا ہے یہ شاہی لوٹ
کا صلہ ہے جس نے علم کا خرچہ بڑھا دیا اور ہر طبقہ کے لوگوں کو آزادی سے پڑھا دیا اور
اونچے اور نیچے عہدوں پر ہر طبقہ کے آدمی حکمران ہو گئے اور علم کا مصرف غلط تخریب
پر لیا جا رہا ہے بجائے انسانیت شرارتیں ہر گروہ میں پیدا ہو گئیں انسانی تہذیب
کا خاتمہ ہوا اسکا افتخار اور اعزاز جاتا رہا اپنے منہ اب میاں مٹھو بنکر لوگ منہ
تاکا کریں مگر اب کسی کا اعزاز ہے نہ کوئی معزز ہے نہ کوئی رئیس رہ گیا نہ کسی حاکم کا
رعب قائم رہتا ہے نہ کوئی مذہبی اقتدار ہے صرف شادی بیاہ میں ہی فرشی سلام رہ گیا
ہے نہ کوئی پرانا خاندان اپنی حالت پر ہے سب پر افلاس آگیا جہالت مذہبی چھا گئی
ساری دنیا نئی ہو گئی کنکری آسمان پر اور ڈھیری پہاڑ زمین میں دھنس گئے روئی اوپر
چڑھی اور پتھر زمین پر گر رہے ہیں دنیا میں کیسا کایا پلٹ ہو رہا ہے؟ ہر سال کے بعد
ایک نئی دنیا دکھائی دیتی ہے چند جگہ تو راقم نے خود دیکھا ہے مشلیٹی ندارد
قشلیٹی ہر جگہ میں دیکھا کیا کتنے قسم کی ٹوپی چلی اور سب کے سر پر بھی اوس
کتنے طرح کے جوتے چلے جب فیشن کی ہوا چلتی ہے کوئی اسکو روک نہیں سکتا اور جب
ہوا بدلتی ادھر ہی چلی دنیا اس فیشن میں گرد آلود ہو گئی پھر دوسرا فیشن چلا
وہی ہوا ہے کتنے ہوا یا اپنی زندگی میں برداشت کیا ایک قسم ٹوپی کی ترکی
سینکڑوں جا بجا دیکھا ایک زمانہ ترکی ٹوپی کے اعزاز کا دیکھا دوسرا زمانہ نکلا کہ ترکی
کرایہ گاڑیوں کے کوچبانوں کا دیکھا اس درجہ ذلیل کی گئی ایک دفعہ امرودی کی ٹوپی
چلی ہر ہندو مسلمان کے سر پر چڑھی ایک زمانہ ڈالب کے ٹوپی کا دیکھا ہندو

مسلمان سب نے سر چڑھایا لکھنو والے مالامال ہو گئے ایکوقت دلی والی دو پلیا
کا ہوا دنیا بھر نے پسند کیا ایک موقع بنارسی ٹوپیوں کا ہوا جسکو دیکھو وہی ترکش
سر پر موجود ہے ایک موقع چکردار سوزنی دار ٹوپی کا ہوا وہ بھی خوب چلی ایکوقت
نائٹ کیپ کا ہوا اب یکوقت ہیٹ کوٹ پتلون کا ہے اتو لنگی سلیپر پر ہیٹ رکھتے
ہیں فی الحال انگا ندھی کیپ کا ہے اسکو بھی استقلال غیر ممکن ہے دیکھنے والے یہ بتا سکتے ہیں
کہ کتنی قسمیں بدلیں عجائب خانوں میں پتہ لگیگا۔ الغرض اسقدر فیشن پر ہندوستان جان دادہ
رہا گویا انکی فطرت نقال کی ہے یا جدت پسند ہے جسکو دیکھے اسقدر جان توڑ کر
نفع و نقصان کو بھولکر ہند کے امراء و غرباء ایک رنگ میں رنگ جاتے ہیں اور پختگی
کے ساتھ کام نہیں کرتے وضع کے پابند نہیں رہتے ہر بات میں ہندوستانیوں کی
یہی خصلت دیکھا علمی رنگ میں چلے تو اندھا دھند ہر حیثیت لوگ اپنے اپنے
لڑکوں کو ولایت روانہ کرنا شروع کر دیا نوجوان گھر کا زیور بیچکر بھاگ گئے اور
والدین اور بیویوں کو پریشان کر ڈالا مگر ولایت ضرور گئے انگریزی کا جو چرچا چلا تو
تیس برس کے اندر ہزاروں بی اے ایم اے پیدا ہو گئے اور روز افزوں ترقی نمایاں
ہو گئے راقم نے وہ دن بھی دیکھا ہے کہ مسلمانوں میں صرف ایک لاڈ و حسین خان النسپکٹر
جنرل [illegible] افسر نے جب بی اے پاس کیا تھا وہ بنگالی تھے تو صوبہ بہار کو فخر
ہوا تھا کہ ایک مسلمان بھی بی اے پاس ہو گئے اور زمانہ انکو تعجب سے دیکھتا تھا
اب یہ عصر ہوا موقع سامنے ہے کہ بی اے کلاکٹر پولس سب انسپکٹر اور چھوٹے چھوٹے
عہدوں پر ہزاروں ہر قوم کے آدمی مل رہے ہیں اور ہر قوم کا شوقین بی اے کا
شوق ہو گیا اور ہنوز بی اے والے اپنی محنت کے بدلے شادی بیاہ میں کیا کچھ

فرمائش کرتے ہیں بلا بی بی کے نسبت نانہ نہیں ہوتا تانگا لیوں میں تو بی بی کی قیمت دیکر
لڑکیونکی شادیاں موقوف ہیں سب ہندو مسلمان بھی وہی رنگ پڑ گئے ہیں غرضیکہ
شریف لڑکیوں کا بیاہ مشکل ہو گیا ہے مگر حفیظ لگا ہوا ہو گر رہیگا بیاہ ہو یا رام یا
تقدیر میں جو ہے وہی سامنے آئیگا۔ الغرض میر شمس اللہ صاحب مرحوم نے سرسید کی راہ حق پائی
کی اور عملاً برتا گئے اور نمونہ بنکر دکھا گئے اور ولایت کی راہ کھولگئے تیسرے شخص
مولوی فضل الرحمن ڈپٹی ہیں کہ جنہوں نے باوجود عدم تعلیم انگلش انگریزی انداز کی
واقفیت خوب حاصل کی اور سادگی کا فائدہ اور ترکہ خوب کمایا گو اونہوں نے قومی
خدمت کم کی مگر طرز معاشرت میں انگریزی خاکہ اوتار کر برت کرکے دکھایا اور
انتظامی نمونہ ہو گئے انتظام کو خوب دکھا گئے فضول خرچی کو کنا بتا گئے باوجود کثیر
دولت رکھنے کے وہ بتا گئے کہ ضرورت سے فاضل خرچ کرنا مناسب ہے تقریباً
وغیرہ میں سادگی برت گئے رہائش انگریزی مگر سادہ اور ٹھاٹ باٹ بالکل نہیں امارت
کی کل چیزیں تھیں لاکھوں کی آمدنی تھی مگر اونہوں نے اپنے سلیقہ کا پورا اثر نمایاں کفایت
شعاری پر تل گئے دیسی کپڑے کا استعمال آغاز کر دیا جوتے پہننے لگے اور گھر کی
جائدادیں نیلام کئے ماتیں سرعی رنگا لی الغرض ہر ہر امر میں کفایت کرنے لگے شریف تعلیم
میں بہت امداد کرنے لگے چنانچہ علیگڈہ میں ایک کمرہ بنام انکے اور ایک بنام قاضی
رضا حسین خاں بہادر کے اب تک بنا ہوا موجود تھا یہ حضرات لاولد تھے اسلئے زیادہ نکر سکے
قاضی رضا حسین خاں مرحوم لاولد تھے وہ قوم کیلئے جائداد بھی چھوڑ گئے ہیں اپنے
خاندان بہتیرے نیک نفس گذرے جہاں لوگوں نے اپنے مذہبی خیالات کے مطابق جائداد
وقف کی ہیں اب اوسکا پتہ نہیں ملتا یہ ورثا کی خوش نیتی ہے بزرگوں نے تقریباً

بہتیرے خاندانوں میں آجکل سے زیادہ اسکا خیال کیا جاتا تھا محکمہ اوقاف کی تحقیقات سے معلوم ہوا کہ
صرف پٹنہ ضلع میں کسقدر جائداد وقف ہے اور گذشتہ لوگوں نے بلا انگریزی تعلیم کے
کسقدر قومی چندوں کو ادا کیا اب وہ وقت ہے نہ وہ سادگی ہے نہ ارزانی ہے اب دولت ہی کہاں ہے جو
کوئی دوسروں کیلئے چھوڑ جائے اپنی ہی ضرورت پوری نہیں ہوتی طریقہ صرف بھی
اسقدر بڑھا ہوا ہے اپنی ہی پوری نہیں پڑتی اور صاحب اولاد تو پریشان حال رہتے ہیں
کون دولتمند گھر تھا جہاں طلبا کی امداد نہ تھی اسی لیے دیکھئے دو تین سو طلبا کو کھانا
اور تعلیم کا خرچہ ملا کرتا تھا خود راقم کے یہاں قرابت اور غیر قرابت کے آٹھ طلبا ہر وقت
رہا کرتے تھے مکتب خانہ تھا مولوی تھے جو مفت لڑکوں کو پڑھاتے تھے اور کتنے لڑکے اسوقت
بھی کماتے ہیں کوئی مختار ہے کوئی وکیل ہے کوئی ملازم ہے کوئی عالم ہے بہتیرے مر گئے مگر اب بھی
ان لوگوں میں سے بعض زندہ ہیں جب سے ہوسٹل اور اسکول کی پڑھائی چلی اور تعلیم کے اخراجات
بڑھے اور مفتیہ تعلیم کا طریقہ بدلا وہ سب باتیں ندارد ہو گئیں اب زمانہ بدلا ہوا ہے
ہر غریب بھی انگریزی تعلیم پر ٹوٹ پڑا مگر بار بچکر اس تعلیم پر جان دیا اور بہتیرے غریب
لڑکے تکمیل تعلیم کو پہونچکر بڑے بڑے اقبال مند ہو گئے اوسط درجہ والے اکثر اعلیٰ
عہدوں پر ہیں اسوقت بھی امرا تکمیل تعلیم کو زیادہ تر نہیں پہونچتے تھے آج بھی وہی
رنگ ہے امرا کے لڑکے کم بر آور ہوتے تھے اب بھی ویسا ہی ہے غربا ہی اسوقت
بھی ترقی پاتے تھے آج بھی یہی رنگ ہے مشکل ضرور ہے کہ اب غربا اس صرف کثیر سے
تعلیم کو پورا کر سکتے ہیں اور مشکل سے تکمیل کو پہونچا سکتے ہیں اور امرا عیش و آرام
میں گرفتار ہو کر غضب کی چال چلتے ہیں اور نادم ہو کے بے بہرہ رہتے ہیں فی زمانہ اعلیٰ تعلیم
پانا سہل نہیں نہ کسی کو ملازمت نہ وظائف نہ ادھر کے ہیں نہ ادھر کے نہ اپنی قسم کی

تعلیم نوین چل بسکے انگریزی تعلیم کا یہاں اثر لوگونکے اخلاق و تہذیب پر یہ پڑا کہ ابتدائی تعلیم و
تربیت و تہذیب کو لوگونے بالکلیہ ترک کیا ایک تو تعلیم کا خرچ بڑھ گیا دوسرے فیشن و تبدیل
لباس و طرز معاشرت نے مالی حالت کو بڑا نقصان پہنچایا انمیں کمی زیرہ باری
نہیں ہے حالانکہ اس خیال کو سر سید مرحوم نے ضرور کیا تھا اور خود سادگی برتی تھی اور
مولوی فضل الرحمن صاحب گیر نے اس شہر میں سکونت کر کے باوجود دولت کفایت شعاری کو دکھا
دیا تھا اور بھی فطرت بخیل نہ تھی پہلے اونکی لائف زیبا سا تھی یہ صلاحیت لائف اونکی ایسی
کفایت شعار ہوئی کہ اون پر شہر والے بخالت کا الزام لگانے لگے حالانکہ یہ غلط تھا اور
وہ ہنستے تھے اور فرماتے تھے کہ افلاس انکو خود کفایت شعاری سکھا دیگا اور نتیجہ
خیر نکلیگا۔ آج بھی اس خاندان میں وافر دولت موجود ہے اور رئیس گھرانے بدستور آج
موجود ہیں انگریزی تعلیم کا اثر تو علیگڈھ یونیورسٹی میں ضرور ہوا اور وہاں کی یونیورسٹی
مسلمان زیادہ پاس ہوکر کامیاب ہو رہے ہیں اور یونیورسٹیاں مسلمانونکی کامیابی
اس حد کی ثابت نکر سکیں اسکے اسباب اندرونی پر توجہ کرتے ہوئے بجز بد قسمتی کے
اور کیا کہا جائے مسلمان سکنڈ لینگویج یعنی مادری زبانمیں اور حساب میں زیادہ ناکام
رہے ہیں یا طلبا اپنی زبان پر قابو نہیں رکھتے یا اس پر توجہ نہیں کرتے یا انکا غلط سمجھی
دیکھا جاتا ہے ان امور پر افسران سررشتہ تعلیم کی توجہ مبذول کرنیکی ضرورت ہے
یہ موقع خوش نصیبی کا ہے کہ اس جلسہ میں سر سید سلطان احمد بھی اسی اطراف کے رہنے والے اور
اسی صوبہ کے آدمی ہیں دریاپور علاقہ گیا کے رہنے والے اور ہم لوگوں کے قرابت کے آدمی
ہیں اور اونکے والد ماجد مولوی خیرات احمد صاحب وکیل سے ملاقات میں تمام حالات
مسلمانان سے واقف ہیں سر سلطان بوجہ اپنے پیشہ قانون کے تمامتر حالات کی واقفیت کا

واقع ہی اور بھی خوش نصیبی ہی سر فخر الدین بھی ڈومر کے رہنے والے اور ہمارے گوں کے قرابت کے آدمی
مولوی ولی محمد کے صاحبزادہ سررشتہ تعلیم کے منسٹر ہیں جنہوں نے اسی شہر میں پڑھا ہی ہیں
وکالت کیا اسکول الٹا بیٹھ سے لیکر اس وقت تک تمام تر حالات سے اطلاع واقفیت رکھتے
ہیں اور یہ دونوں صاحب ملنسار اور منکسر مزاج ہیں اقوام سے ملتے جلتے رہتے ہیں نابلد
نہیں ہیں اور جو کچھ راقم نے اوپر تذکرہ کیا ہی ان لوگوں کا چشم دید واقعہ ہی ابھی تک موقع
ہی کہ ان امورات کیطرف توجہ کو مبذول کریں اور اصلاحی مواقعات حتی المقدور ہاتھ سے
جانے نہ دیں اب شاید ایسا موقع قوم کو ہاتھ نہ آئیگا گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں گو زمانہ بدلا
ہوا ہی ہر ایک آدمی نام کا ذی اختیار سمجھا جاتا ہی موجودہ فرائض منصبی اختیارات کے حلقے
میں لی جاتی ہی اور یہی دنیا کا منشا ہو رہا ہی تاہم جو ہو سکتا ہی ہر شخص کو اپنے حتی الامکان
نفع رسانی کرنی جاتا بہتر ہی پھر نہ زندگی واپس آئیگی نہ یہ اختیارات نہ یہ موقع
دنیا بدلتی ہے اور روز بروز سٹ جلنج ہوتا جا رہا ہی اور ہو کر رہے گا راقم نے دنیا کو عہد تبدیلی
ہوتے دیکھا تبدیلیاں ضرور ہوا کیں اور ہوتی رہینگی دنیا کا چکر قیامت تک ختم نہ ہوگا
اسی چکر کا نام دنیا ہی دنیا ایک رنگ پر نہیں رہی ہی نہ رہیگی جو تھے سید ہنسا حسین جو یہ
انگریزی نہیں جانتے تھے مگر انہوں نے تعلیم میں بہت کچھ حصہ لیا انہی جا بہ ادھی ڈھائی سو کی
سررشتہ تعلیم میں صرف کیا اور سینکڑوں آدمی کو مڈل اور مشاہرہ دیکر پڑھایا اس وقت سے ماسقط
ہیج سررشتہ تعلیم میں نہ تھا خواہ اس سے غریب لڑکے امدادی فنڈ سے ہی انکی تعلیم ہو سکتی
تھے اب عمر ہو بیس کو فی ٹکٹ پھنا دشوار ہی اخراجات ہی بہت بڑھ گئے کتابوں کی
قیمت بہت ہو گئی ہوسٹل کی شرط بہت صرف کی ہو گی۔ قاضی صاحب کا نام بہت
خان بہادر ہے وظیفہ اور عمر دراز ہی ہو گئی انکے مقلد مولوی محمد حسین صاحب قیوم ری ہوئے

حالانکہ وہ خاندان اصحاب دقیوری سے تھے جو مشہور بہ مہی خاندان تھا انھوں نے محمڈن اسکول قائم کیا
پھر شمس العلماء ہوئے اونکے بعد مولوی عبدالرؤف سکریٹری اسکول انکو بیچ بہتر کر
مسلمان اسمیں تعلیم پاتے ہیں مسٹر ذکریا اونکے لڑکے ولایت گئے بار ایٹ لا ہوئے نہیں
بلائے گئے مولوی محمد حسین کے لڑکے مولوی محمود صاحب افضل ہوئے مولوی حامد نے
انگریزی پڑھا اصحاب فتوے کے خاندان میں انگریزی کا رواج ہوا شیعہ و سنی سب انگریزی پڑھنے
لگے پھر تو انگریزی ایسی چلی کہ تعلیم ہوا ہو گئی عربی فارسی بند ہو گئی اب بعد روزی انگریزی ہی کا
منھ جانی جاتی ہے حالانکہ تجربہ اور مشاہدہ دونوں کے خلاف ہے کہ روزی اور ہاتھ پر اور پیر
ہی سے ملتا ہے انگریزی تعلیم والی بھی میسر ہے انگریزی داں حیران و پریشان ہیں بیٹھے ہیں یہ نادان لیکن یہ جانتے
ہر روزی ہمارا مقدر ہے کہ انا اندراں حیراں ماندہ ہیں کہ بہ نسبت ہر علم بہت بڑھ گیا ہے
ہو ہندیہ البتہ جاتی رہی علوم کے ترجمے ہو گئے اردو پڑھ کر آدمی عالم ہو سکتا ہے اور
علوم سے واقف ہو سکتا ہے مگر مادری زبان پر انگریزی زبان کو ترجیح دیجاتی ہے ایسے مادری
زبان پر قابو جاتا رہا غیر کے علوم سے واقف ہو گئے اپنے علوم سب غائب ہو گئے جہالت نے
یہ بتلا دیا کہ بجز انگریزی کے ہم لوگوں کے یہاں کی باتیں نصیب نہیں ہیں مگر جو مصنف ہوا
ہوا ہے اوسکے پہلے ترجمان ہند ہو گئے ہیں جو عرب سے طالب علم فن ترک کیے فسانے ہندوستان
والے اپنی زبان میں بنا گئے ہیں الف لیلہ والے کا کیا کم درجہ تھا بوستان خیال والے نے
کیا کم لکھا ہے فسانہ عجائب اور بہتیرے فسانے اپنی مادری زبان میں موجود ہیں کریما مقیما
گلستان بوستان مجی بید شفیعہ منح البحرین کلیات غالب دیوان حافظ دیوان نیاز دیوان ذہن
کلیات داغ دیوان امیر مینائی بو لطف بلو ہر مصنفہ بودھا مکتوبات صدی تذکرہ غوثیہ تصنیفات
امام غزالی حضرت پیران پیر محی الدین ابن عربی مکتوبات خواجہ اجمیری مخدوم کچھوچھہ

نصیحت لقمان قول سقراط و بقراط اور پرانی پرانی کتابونکو دیکھئے اونلوگونے کون سا
فن ہے جسمیں رایزنی نہیں کی اور کونسی نازک خیالی ہی جو باقی نہیں چاہی طب ڈاکٹری
جبر و مقابلہ رمل فلکیات الہیات معدنیات نباتات سب علم میں کتابیں موجود ہیں اصول سب کے ہیں تحقیقات
اور تجربے البتہ نہیں ملتے مگر اصول سب کے ہیں آلات جراحی کی تصویریں ایک کتاب میں خود اُنکے
شاہی کتب خانہ میں راقم نے خود دیکھا ہی جس علم کی تحقیقات کی خواہش ہو کتب خانہ میں
ضرور ملیگا انگریز اُنکی کتابونکو دیکھتے ہیں ہم لوگ تو شاید جانتے ہوں فہرست کتابیں بھی
نہیں دیکھا ہو وہ کتب خانہ بطور عجائب خانہ ہی سمجھ میں نہیں آتا اور پھر اپنے گذشتہ لوگونکو
ہم لوگ جاہل جانتے ہیں سخت غلط فہمی ہی وہ بہترین لوگ تھے جنکے پاس نہ آلات تھے نہ
دولت مگر دماغی قوت سے کیا کچھ نہ کر گئے ہم خود جاہل ہیں کہ اون باتوں کی خبر ہی نہیں
رکھتے کتب خانہ دور نہیں ہے شہر ہی میں ہے جا کر کوئی دیکھے تو کیا ہی اور کیسا ذخیرہ ہی اور
گذشتہ لوگوں نے کیا چھوڑا ہی جب جدید تحقیقات والونکی پیدائش بھی نہ تھی اوس وقت کے
لوگوں نے کیا کچھ تعلیم دیا تھا کون شاہد ہی جب ترانے ہزار دو ہزار برس قبل تر کی باتونکو دیکھئے
اوس وقت کی تحریرونکو دیکھئے کیا نہیں ہے سیاست تک تو ہی سطر خلقی تعلیم موجود ہے
مگر دیکھنا کون ہے، قدردانی کون کرتا ہی جسکو دیکھئے انگریزی کا دل ہاتھ میں ہے انہیں جو دیا
ہے اپنے علوم سے ناکارہ اور بے بہرہ ہوتے گئے اپنے اطوار چھوڑتے گئے اپنا پہناوا چھوڑتے گئے
آج اس علم کو پیچھے چھوڑ گئے جو پیش نظر ہے اس انگریزی تعلیم کا اثر غیر قوموں پر اچھا پڑا اونے مذہب کو
پختہ ملتے گئے اور کماتے گئے مسلمان اپنے اطوار بدلتے گئے اور برا اثر اٹھالے گئے اور مذہب نے
مذہب ہی پر ہلا پایا پھر اغیر قوموں نے نہ یوں پایا چھوڑا نہ وہم پرستی ورتہ پرستی جاہ
پرستی عجائب پرستی کم کی مسلمانوں نے خدا پرستی بھی چھوڑنا آغاز کر دیا اور انگریزیت میں

سب سے زیادہ آگے ہو گئی مختصر یوں ہے راقم بھی وہی بہو بنگال میں جا پہنچا انگریزی پڑھاتا تھا
جو لکھا پڑھا تھا نیاز نے یکدم میں بھلا دیا تقدیر یاور نہ ہوئی تکمیل علم انگریزی بوجہ تنگی
خانگی بہ ہدایت و گردش تقدیر نکر سکا نیم ٹھہر کر رہ گیا اپنی کوڑی کو شیل ٹھانہ رکھا ولایت
جانیکا قصد کیا اور شہر سے بمبئی تک چلا بھی گیا میں اور مسٹر سلیمان مرحوم اور مسٹر علی امام
اور مولوی محمد یوسف حسین سب روانہ ہوئے مگر واقعات زمانہ اور والدین کی سچی محبت نے
معذور کیا اور وہ لوگ بھی مجبور تھے میں اکیلی اولاد باقی رہ گیا تھا واپس آنا پڑا آخر
آئے وہ پونا گئے مسٹر سلیمان بارسٹر ہو گئے الہ آباد میں جج بھی ہوئے مر بھی گئے مسٹر علی امام نے
دنیاوی اور پیسے کی ترقی کی ہندوستان کو معلوم ہے میں جیسے کا تیسا رہ گیا مجبوراً پبلک
لائف کا شغل اختیار کیا اوسط آمدنی کا آدمی اور سیرت سے بھی نہ گھبرا کر نیکی اپنی تقدیر دو سے
دونوں مخالفت پر آمادہ ہیں نیر خوش نصیبی ہوری [illegible] کی شہر میں نامور ہوں تمام [illegible] عزت
عوام و خاص میں ہو گئی بھی کافی جانا مسٹر گشت بورڈ کا ممبر و اصدر لوکل بورڈ کا وائس چیئرمین
ہوا اسکولوں کا سکریٹری ہوتا گیا میونسپل کمشنر ہوا اور چیئرمین ہوا ایک کتے سینکڑوں کا ذکر
جسکی فہرست انگریزی میں چھپی ہوئی موجود ہے سرکاری فائلوں میں سب موجود ہے چکا ہوں [illegible]
ملاقات بھی دربار ہو تمیں شریک ہوا کیا دربار ونمیں حاضری دیتا رہا پچاسوں کرتا [illegible]
لکھ ڈالا اسباب میں [illegible] زبان کہیں و نیز کے یا بہت ہے مسلمانوں کی طرف [illegible] نام کا [illegible]
میں جا نکلا ہوا گھوسلا پر اور کے تاریخ میں مختصر سوانح عمری چھپی اور [illegible] چھپی [illegible] سب [illegible] کو [illegible]
کی لائف جہاں ہے خاکسار کی تصویر و تذکرہ بھی ملیگا سب کچھ ہوا اکا [illegible]
بھی بہت سی چھپی ہوئی موجود ہے کیا کچھ جو ہو سکتا تھا لکھا سب کیا اور کچھ نہ کیا نہ ہو سکا
قدر دانی ہوئی نہ لیڈر ہوا نہ پلیڈر نہ گورنمنٹ کی قدر دانی کی آج تک ایک سا [illegible]

اور کبھی نہ ملا اور رہا ہی پر نہ چلا وہ سٹ پٹ ہی نہ ہو سکا جو اس کے عوض میں لازمی تھا ایک
بات پہ مجھے اخراجات کی ضرورت ہوگی سنہ ۱۹۰۶ء سے اسوقت تک دیانتداری کیساتھ اعزازی
مجسٹریٹی کی اور بغیر پنشن کے کماتا رہا جب والد کا انتقال سنہ ۱۹۱۰ء میں ہوا سارا گھر میرے ذمہ
آگیا آمدنی کم اخراجات بہت متعلقین کی خبر گیری میرے ذمہ آپڑی ہوگئی فرماں جیسا ہماری لڑکی لڑکا
شادی وغیرہ سب میرے سر آئی مجھے معذور الالیف بدلنی پڑی میں گوشہ نشین بظاہر تو ہوگیا
مگر خدمت خلائق بلا نمائش کرنے لگا اور نام و نمود کی راہ کو چھوڑ کر کچھ خانگی باتیں ایسی
پیش آئیں کہ مجھے گمنامی پسند ہونے لگی کچھ قلبی صدمات ایسے اٹھائے کہ زندگی وبال
جان ہوگئی الغرض عشق نے غالب نکما کر دیا ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے جی گھبرانے لگا
تو کتب بینی شغل کر لیا اور جو پڑھا ہوا بھول گیا تھا اسکو تازہ کرنا آغاز کیا بہتیرے مضامین
لکھتا رہا مگر اخراجات ضروری سے فرصت نہ ملی جو اپنی یادگار چھوڑ سکوں یا کچھ ملک کو فائدہ ہو بجائے
بوقت تمام اپنے گزشتہ چشم دید حالات عبرت خیز اور درد انگیز لکھنا آغاز کیا جسے دیکھکر میری تمام
خواہشات نابود ہوگئیں اور میری روحانی تعلیم ہونی لگی اور میرا نفس ٹوٹنے لگا اور عبرت اور
بیداری پیدا ہوگئی میں اسے عبادت جانا اور تقریباً پانچ ہزار آدمی کی مالی وگرامی طیار کردی ہے
جیسے جیسے مالی حالت اجازت دیتی ہے میں شایع کرتا جاتا ہوں اگر قوم نے قدر دانی کی اور گزشتہ کی ان
کی تالیف سے کچھ فائدہ پہنچا سکا تو پورے ضلع بلکہ دور دور کا حال بھی شایع کرونگا اور اپنا تجربہ اور
سفر ہندوستان سے جو فائدے ہیں سب پیش کرونگا اگر زندگی نے وفا نکیا تو مجموعی کل سب طیار ہے
کاغذات الگ ہے جو موجود ہیں جن صاحب کی خواہش ہو ذخیرہ معلومات لیکر شایع کر سکتے ہیں مجھے
کسب معاش کی غرض نہیں ہے مصنف مجھے بننا نہیں ہے تعریف و تحقیر کی تمنا و خوف سے آزاد ہوں
اگر میں نے اچھا کام کیا ہے تو خدا اجر نیک دیگا اور پڑھنے والے میرے لئے دعا خیر دینگے اور اگر میں نے فعل لغو کیا ہے

تو توصیف کی ضرورت ہی نہیں ہے جو کیا وہ غلطی کی غلطی جسکا خمیازہ خسارہ ہی ہوکر رہیگا مگر کوئی کتاب
بیکار نہیں ہوتی ہے اشتہار بیکار اگرچہ با سر ماکشی کسی کی مصنف ضرور ہوگی میں اس کتاب کو چند حصہ میں تقسیم
کر دیا ہے کہ پڑھنے میں آسانی ہو اور خریداروں کو سہولت ہو السلامی وارڈ جو کہ وارڈ عالمگنج وارڈ سلطانگنج
وارڈ بانکی پور وارڈ اور ملحقات پٹنہ کا حال لکھا ہے ابھی محلہ کی وارڈ طیار ہے اور خواجہ کلاں وارڈ زیر طبع
ہے بقیہ چار عنقریب شایع ہوتا رہیگا یہ قدردانی اور بکری پر موقوف ہے ورنہ میری ہمت پست
ہو جائیگی اور کام بند کر دونگا والسلام اگر کوئی غلطیاں ہوں تو معافی کا خواستگار ہوں فقط

پتہ لگانے کی ترکیب انڈکس یعنی فہرست کو ملاحظہ فرمائے جس کسیکا نام نکالنا ہے اوس نام کو
پڑھئے جس نمبر میں نام ہے وہیں صفحہ بھی لکھا ہوا ہوگا آپکو فوراً پتہ ملجائیگا۔ انڈکس یعنی فہرست
میں سب لوگوں کا نام ہے اگر لوگ اپنا نام دیکھنا چاہتے ہیں تو اپنے خاندان کے پرانے لوگوں کے نام کے
ساتھ اپنا نام پائینگے۔

معذرت اس کتاب کو نفع پر فروخت کرنا نہیں چاہتا بلکہ خرچہ نکالنا چاہتا ہوں تاکہ اور کتاب
بھی شایع ہوتی رہیں اور حصہ ما بقی بھی تکمیل کو پہونچ جائے اگر کچھ خیال کی غلطی ہو یا الفاظ کی غلطی ہو تو بجائے
نکتہ چینی مجھے بذریعہ کارڈ کے مطلع کر دیا جائے کہ میں اوسکی اصلاح کر سکوں نکتہ چینی سے مولف کا درجہ گھٹ
جاتا ہے میری محنت اور خرچ پر توجہ ڈالکر اصلاحی صورت اختیار کرنا چاہئے میں نے انکی غرض سے کتاب نہیں
لکھی بلکہ فائدہ رسانی مقصود ہے پسند ہو تو میری ہمت افزائی فرمائیں نا پسند ہو میری بدلیاقتی پر محمول کر کے
مجھے اطلاع دیجئے میں صاحب زبان ہونیکا دعوی نہیں کرتا تصنیف کا شوق نہیں رکھتا تجارت کرنا نہیں
چاہتا کسیکو ضرر پہونچانا نہیں چاہتا کسیکا دل دکھانا میرا منشا نہیں ہے اصلاحی صورت میں
واقعہ نگار کے ساتھ بعض بعض نسخے میں جسکا منشا فقط قوم کو تجربہ کرانا ہے اور رد واقعہ کا
لکھا ہے مگر میری رائے اوپر سرخط ہے اگر کوئی غلطی ہو تو مجھے بذریعہ کارڈ مطلع فرمادیں میں مشکور ہوں

محلہ حاجی گنج

۱۷ **نواب خواجہ گوہر علی خان** یہ مغلی خاندان کے اچھی
آمدنی کے رئیس گذرے ہین ان کو راقم نے مدتون دیکھا غدر کے زمانہ
مین ابو محمد خان و موسی خان و عیسے خان ان لوگون نے خیر اندیشی
سرکار انگلشیہ کی کی تھی جسکے عوض مین پرگنہ بست ہزاری ان
لوگون کو ضلع مونگیر مین دیا گیا اور یہ لوگ سکندرہ تعلاقہ جموئی
مین ساکن ہو گئے عیسے خان اور موسی خان اور ابو محمد خان قریب
رشتہ دار تھے ابو محمد خان گوہر علی خان صاحب کے دادا تھے ان کے
بیٹے کا صحیح نام مجھے یاد نہین ہے جہان تک یاد آتا ہے غالبًا جان
محمد خان یا محمد خان تھا اون کے بیٹے گوہر علی خان صاحب تھے یہ خطابی
نواب نہ تھے بلکہ دولت کافی ہونیکے وجہکر شہر کے لوگ ان کو
نواب کہتے تھے اور حقیقت مین دفاتر سرکار میں خواجہ گوہر علی خان
درج تھا یہ صاحب نہایت گورے اور خوبصورت اور وضع دار
بالکل ہندوستانی ترکیب اور مزاج کے آدمی تھے کم سخن اوس پر
سے پر مذاق اور بے ضرر آدمی گذرے انھون نے بہت سن
پایا اسی نوے کے سن مین ان کا انتقال ہوا اس سن تک
اونہون نے زر کی صدری اور ٹوپی ماشروا ور کمخواب استعمال کیا
انکی تعلیم و تربیت ایسی نہ ہوئی صرف اُردو میں اپنی ضرورت

پورا کر سکتے تھے ان کو زیادہ علمی لیاقت کی ضرورت بھی
نہ تھی مسلمانون مین انکی آمدنی بہت کافی تقریباً ڈیڑھ
لاکھ کی تھی ان کا دارمدار ملازمون پر تھا این ملازمون نے
جائداد کو بہت نقصان پہونچایا اور جہاجنان مونگیر اور
دوکانداران وجہاجنان پٹنہ نے انکی جائداد سے بہت
فائدہ اوٹھایا اور بہترے ملازم دولتمند ہوگئے ابتدائے
عمر مین ان کو مصاحبین نے آزادی کی طرف مائل کیا اوس
وقت سے یہ قرضدار ہوتے گئے رفتہ رفتہ آمدنی پر اثر آگرا
اور جائداد تلف ہوتی گئی تاہم ان کے آخری زندگی
تک لاکھ سے بالا کی ہالانہ آمدنی ان کو ملا کی مگران کو وہ
آسایش و آرام نہ ملا جو اس آمدنی کے آدمی کو ہوسکتا ہے
رہایش مین کوئی ٹھاٹھ نہ تھی فقط کپڑے کا شوق تھا کھانا
بھی بہت عمدہ نہ تھا مکان کا شوق اسباب کا شوق
گاڑی گھوڑے کا پورا نہ تھا مگر سب چیز دیبالے کے طور پر ان
کے پاس تھا گانا خوب سنتے تھے محفل مین جسوقت سے
جا کر بیٹھتے تھے ختم کر کے اوٹھتے تھے اور کان لگا کر چپ سنا
کرتے تھے اور گانے کی لذت لیا کرتے آجکل کی طرح
مجلسون اور محفلون مین اوسوقت کے لوگ گپ نہین
کیا کرتے تھے اسکو بعایت معیوب جانتے تھے اور بہت ہی

بد تہذیبی سمجھتے تھے اسلئے گانے والے بھی جی لگا کر اپنا اپنا کمال
دیکھایا کرتے تھے ان پاس آخر عمر مین منشی لیاقت حسین اور
منشی نور العین اور شیخ سوین تین مقبول مصاحبین برابر رہے
جس مین سے منشی نور العین ساکن پالی ہنوز زندہ ہین اور اونکی
اولاد بھی زندہ ہے شیخ سوین کی اولاد بھی فصاحت کی میدان
مین زندہ تھی اور منشی لیاقت حسین کی اولاد بھی زندہ ہے
انکی بڑی خیر اندیش ہستی کوچبان تھے وہ قریب سو برس کے سن
کے آدمی تھے اونہون نے انکی چند نشستین دیکھیں اور ابو محمد
خان صاحب کے وقت سے اس دربار مین منھ چڑھے بہترین
خیر اندیش آدمی تھے ان کے متعلق آخر مین اصطبل کی نگرانی
تھی بہترین کوچبان تھے راقم نے بچشم خود انکی ہستی دیکھا
ہے اور خود خواجہ صاحب کے ساتھ اون کے چوبہیہ فرش گاڑی
پر بارہا سوار ہوا ہے خواجہ صاحب کو اس وضع کی گاڑی برابر پسند
رہا کی جس پر سات آٹھ آدمی سوار ہوا کرین اور یہ اکیلے کبھی نہین
باہر نکلے بلکہ زنانے مکان تک جانے مین مصاحبین اور خوشامدین
ساتھ رہے جب یہ زنانے مکان مین داخل ہو چکتے تو
مصاحبین جدا ہوتے آخرش یہ مصاحبون نے پہلے ہی افیون
پر اوتار لیا تھا جسکے وجہ کر ان کی صحت آخر مین بہت
خراب ہو گئی اور باوجود دولتمند اور کثیر الاولاد ہونے کے

ان کو ہر قسم کی تکلیف شدید اوٹھانی ہوئی اور سخت دلی اور
روحانی اور جسمانی تکلیف اوٹھاکر پانچ برس کا انداز ہے
کہ انتقال کیا - یہ دل کے نیک اور سادہ مزاج آدمی تھے
انکا کاربار بالکل مشیروں کی ہاتھہ مین تھا بہت ہی منکسر
اور رحم دل غریب نواز آدمی تھے خیرات بھی کرتے رہے
مگر اوس حیثیت پر جس حیثیت کے یہ آدمی تھے مد خیرات
و قومی کام انجام نہو سکا انکی جائداد سے اگر عمدہ مصرف
لیا جاتا تو بڑے بڑے عمدہ کام انجام پا سکتے تھے
مگر امرا اور ملازمین امرا دولت کا عمدہ مصرف نہین لینا جانتے
دولتین بیجا تصرف ہوکر تلف ہوا کرتی ہین ان کے انتقال کے
بعد مکان تک کھود گیا ترکاریون کا کھیت ہوگیا حالانکہ یہ
کثیر الاولاد تھے اور بفضلہ اب تک بہتری اولاد زندہ ہے اور
بعض متمول بھی ہے زیادہ تر اولاد مفلوک الحال ہوگئی بعض
اولاد قابل افسوس ہے اور بعض کی حالت خراب ہی بعض
کچھہ اچھی حالت مین ہین کثیر الاولادی بھی مسلمانون کے یہان
باعث خرابی خاندان ہے بعض ہی خاندان خوش نصیب ہی
کہ جس کا نام ونشان اولاد کے بدولت روشن ہوتا ہی زیادہ تر
پرانے خاندانون کے گمنام ونابود کرنے والے اولاد ہی ہوا کرتی
ہین گوہر علی خان کی پہلی شادی میر سید علی صاحب ساکن محلہ

حاجی گنج کے لڑکی سے ہوئی اون کے لڑکے مہدی نواب صاحب
ولی نواب صاحب علی نواب صاحب اور دو لڑکیاں تھین ایک
کو نندیمین میر ریاست حسین صاحب کے لڑکے دھوبی میان سے
بیاہی تھین دھوبی میان میر جواد حسین گیا کے بھائی تھے
مہدی نواب صاحب قاضی حامد رسول فرید پور کی بہن سے بیاہی
ہین ولی نواب صاحب عباسی بیگم گیا کے لڑکی سے بیاہے تھے
چھوٹی بیگم عباسی بیگم کی بہن حسن نواب صاحب داروغہ ولد سید
جان صاحب سے بیاہی تھین حسن نواب صاحب داروغہ کے والد
نواب ولایت علی خان صاحب کے ترابتدالتھے ولی نواب صاحب
کے لڑکے ننکو میان مغلپورہ کے یہان بیاہے تھے اُنہون نے
رامپور مین نواب رامپور کے قرابت دار مین شادی کر لی ہے اور
اور ایک شادی لکھنو مین کی ہے وہ اچھی حالت مین ہین
ولی نواب صاحب کے محل ثانیہ کے لڑکے ڈرائیوری اور چھوٹی
ملازمت مین ہین علی نواب صاحب بارہ دری بہار مین بیاہے
ہین اونکی اولاد بہار مین ہے ایک لڑکے بارسٹر پیشے مین
علی نواب صاحب کی دماغی حالت خراب ہو گئی اور دی تکلیف
سے گذرتی ہے اور انکی زندگی پر توجہ کر کے اب قابل افسوس
زندگی گذرتی ہے سب سے مگر عیش و آرام کا لطف نہین ہے
ولی نواب صاحب کی آخری زندگی قابل افسوس گذری

مہدی نواب صاحب نے حج کے بعد گوشہ نشینی کی زندگی اختیار کر لی
بے ضرر زندگی بسر کرتے ہین ان سے قرابت داریان گویا
منقطع ہین ان کی اولاد مین نبا میان ہین وہ کونڈ مین شادی
کر کے رہگئے نبا میان کی پرورش فریدپور مین ناتہال مین ہوئی
مگر آمد رفت ندارد ہو گئی دوسرے لڑکے محمد سعید ہیں یونس خان
کی لڑکی سے بیاہے تھے یہ لڑکا ملنسار اور اوسط حیثیت کی
زندگی بسر کر رہے ہین ایک لڑکی مہدی نواب کی مشیت اللہ خان
منیجر ڈاکٹر اصدر علی خان سے بیاہی ہے اور لڑکیان گیاو ہزاری
باغ ضلع مین بیاہی گئی جسکی خبر راقم کو نہین ہے مشیت اللہ
کی بہن کرنیل ہدایت علی خان داناپور کے بیٹے سخاوت مرحوم سے بیاہی تھین
گوہر علی خان کی ایک لڑکی پیارے صاحب گیا سے بیاہی
ہین اونکی لڑکی مسٹر رضا صاحب بیرسٹر ولد میر وزیر حسین صاحب سے
بیاہی ہین مسٹر رضا صاحب کی اولاد ہین۔ خواجہ گوہر علی
خان کی دوسری شادی عیسے خان مذکور کے یہان ہوئی
جنکے لڑکے امیر نواب صاحب ہین اونکی داماد شہزادو میان ولد
پیارے صاحب مذکور ہین اور صالح حسین صاحب ساکن چھپرہ دوسرے
داماد ہین اولاد ذکور بھی ہین ایک لڑکی منشی سراج الدین
وکیل جہان آباد جو فریدپور والون کے قریب رشتہ دار ہین
اون کے بیٹے سے بیاہی ہے یہ صاحب جہان آباد مین وکیل ہین

اولاد ذکور کی شادیاں کہاں ہوئیں اور کیا نام ہے راقم کو
اسکا علم نہ ہو سکا ایک لڑکا امیر حسن بیرسٹر تھے پہلی شادی انکی
ڈاکٹر اصدر علی خاں صاحب کے یہاں ہوئی پھر دوسری شادی
پرسایں یونس خاں کی لڑکی سے ہوئی یہ بھی سسرالی آمدنی پر
گذران کر رہے ہیں اونہوں نے کل جائداد نقصان کر دیا ۔
ایک لڑکے سید نواب ہیں اونکے تعلقات سکندرہ میں رہے
اون کے بیٹے محمد صدیق ہیں اونکی جائداد بھی ہورد خطر میں آگئی
خورشید نواب ایک لڑکے کا نام تھا وہ بھی سکندرہ میں رہے
ایک لڑکے احمد نواب جو امیر نواب کے ملازم ہیں انکی ایک لڑکی
پنہر میں غضنفر علی خاں سے بیاہی تھیں غضنفر علی خاں کا
بھی انتقال ہو گیا اونکی لڑکی محمد علی خاں سے بیاہی تھیں محمد علی
خاں اور محمد یحییٰ خاں اقبال علی خاں بہادر کے لڑکے تھے
ان لوگوں سے خاندان لی سلامپور چودھری واحد علی اور چودھری
ظہور صاحب سے برادری کے تعلقات ہیں پنہر کے خاندان سے سید محمد
عالم ولد میر حامد حسین صاحب لوہیکٹرہ سے سسرالی قرابت داریاں
ہیں محمد عالم صاحب سے سیوان راجہ اسمعیل علی خاں مرحوم سے قرابت
داریاں ہو گئی ہیں میر سید علی خسر اول خواجہ گوہر علی خاں کے بیٹے
میر الطاف حسین بڑے معقول نہایت خوبصورت نیک دل
آدمی گذرے یہ امیر نواب صاحب کے سسر تھے میر الطاف حسین کو اور

بھی اولاد تھی اون لوگون کا پورا حال بہ تحقیق راقم کو نہ ملا ان لوگون کا
مکان حاجی گنج دھول پورہ مین تھا اب گوہر علی خان کا مکان
تو میدان ہے میر الطاف حسین کے مکان کی صورت بدل گئی ہستی
کو جبان کے لڑکے سید محمد شیخ فتح علی ساکن میدان فصاحت کے
داماد تھے ان لوگون کو راقم نے بچشم خود دیکھا اون لوگون کی
روش رہایش طرز معاشرت تربیت و تہذیب ملنساری امارت
اور اکثرون کا بچپن ان لوگون کی صورت سب آنکھون کے اندر
گھومتی ہے اب آنکھیں ڈھونڈھتی ہین اون مین کے دو چار آدمی
بھی زندہ ہین باقی سب تہہ خاک ہو گئے جو باتین جن مین تھین
اونکے ساتھ گئین ایک کا سا کوئی دوسرا آدمی جانشین نہ ملا جو گیا وہ
گیا اپنا ثانی نہ چھوڑ سکا کیا قدرت خدا ہے ہر ہر بندہ لاثانی پیدا
پیدا ہوا اور ہر مین جدا جدا صورت سیرت فطرت عادت ہر ہر
بات جدا جدا پایا افسوس جس نے جانے والون کی قدر نہ کی وہ
پچھتایا اب نہ پائیگا جو اپنے ساتھ لایا اپنے ہی ساتھ لے گیا۔
عیسے خان کی شادی محمد شاہ شہرت ایک اچھے شاعر اور مشہور شاعر
کے یہان ہوئی اون کی تصنیف اور اونکی اولاد ذکور و اناث ہنوز
موجود ہے انھون نے اپنی جائداد کو کیمیا گری کے شوق مین برباد
کیا اور کلکتہ مین جا کر رہے چند برس مین گذرین کہ انتقال کیا۔
ان کی اولاد مین سے ایک آدمی پٹنہ بیگم پور اسٹیشن مین ٹیلیگراف مین

برتون کام کرتے رہے اب پنشن پاتے ہین خواجہ صاحب کی جائداد
زیر مواخذہ دیون ہو چکی تھی مولوی ظہیر ساکن بلیچھی امیر نواب
صاحب کو پڑھانے کو مقرر تھے وہ منجر ہوئے اور خوب
سمالا جس جگہ مصاحبین اور نکمون کا مجمع ہوا کرتا ہی وہان
کی تربیت و تہذیب پر برا اثر آیا نوعمرون کی عادتین خراب
ہو جاتی ہین بجائے اونچے خیالون کے پستی کے خیال پیدا ہو جاتے
ہین اور روش زندگی بدل جاتی ہے کاہل الوجودی عیش طلبی
آجاتی ہے آخرکار شریعت کے خلاف عادتون مین پھنس
جاتے ہین اور اکثر مخدرات اور مسکرات کے عادی ہو جاتے
ہین جسکا اثر بد جائداد پر بالآخر آن گرتا ہے نتیجہ مابعد کی اولاد
در اولاد پر آ گرتا ہے اکثر پرانے خاندان کے لوگون کی دولت
فنا ہوتی گئی اور مسلمان تباہ و برباد ہو گئے اور غریب و بے علم
ہو کر خراب ہو گئے اور سرے تقسیم ترکہ نے جدا کمزور کیا پرانے
خاندان کو پنپتے ہوئے کم دیکھا نئی کونپل اوبھری اور پرانی کونپل
سوکھ کر رہ گئی ان آنکھون نے بڑے بڑے انقلاب دیکھے ہین
بجز افسوس کے کوئی علاج نہ ہو سکا نوجوانون کو بہتیرے نصیحت آمیز
باتین سمجھائین مگر شنوائی نہ ہو سکی آخر کار زمانے کی رفتار پر
چھوڑنا پڑا اور عجیب عجیب تماشے دیکھے جسکے ساتھ ہو رہی ہون

پر چڑھا اون کو بیدل دیکھا جنکی صحبت کو باعث فخر جانتا تھا
اون سے بھاگنا پڑا ہر آدمی کو اپنے کرنی کا خمیازہ پاتے ہی دیکھا
چشم دید واقعات زمانہ کی رفتار اور ناسخن شنو لوگون کے آخری
نتیجہ کو دیکھکر عبرت پیدا ہونے لگی جن باتون کو دیکھا کیا تھا اب
بالکل اوسکا خلاف دیکھنے لگا دلکو تکلیف تو ضرور ہوا کی مگر
زمانیکے زبردست ٹھوکرون کی تاثیرات کو دیکھکر پناہ مانگنے
لگا اور مابقے لوگون کے لیئے دعائے خیر کہنے لگا اس شہر کے
اندر جدھر دیکھتا ہون مسلمانون کے ہر طبقہ کے آدمیون کے
خاندان تباہ و برباد ہین اور ہو رہے ہین مکان ویران ہوا اور
کھیت ہوا زمین انکے قبضہ سے چپہ چپہ نکلتی جا رہی ہے ملکیت
گئی سکونت گئی کھیت گیا کاشتکاری گئی زمین کا ہر جزو ہر حیثیت
سے اس گروہ کے ہاتھ سے نکلا ہی جاتا ہے اور روز نکلتا ہی
جاتا ہے ایسے ایک مسلمان خاندان کے وافر دولت اور اولاد
پر توجہ کرتے ہوئے افسوس ہوتا ہے کہ کاش اتنے لوگ اور
اتنی دولت کو قیام رہتا تو ایک پورا پرزہ در سر لیاقت محلہ
پھر آباد ہو سکتا تھا مگر قومی بدنصیبی تھی کہ اتنا بڑا خاندان ایک
شخص کے مرنے کے بعد کس طرح پرچتر بتر ہو گیا اور ہر طرح کی
قوت قومی مین ملی اگئی صرف امیر نواب صاحب اس شہر مین
گوشہ نشینی کے زندگی بسر کرتے ہین اور بال بچون مین ملکر

گھرستی مین ہین ان کو موجودہ روش کی زندگی پسند نہین ہے بے ضرر زندگی بسر کرتے ہین اگر ہر ایک اولاد کا دربار بنا رہتا تو کسقدر آدمیون کی پرورش ہو سکتی تھی ہمین شبہ نہین ہے کہ اس دربار سے سیکڑون آدمی بن گئے غریب سے امیر ہو گئے خدا کی قدرت ہے ایک بگڑتا ہے تو سیکڑون بنتے ہین دنیا کا یہی سبھاؤ ہے بننا اور بگڑنا اور سیکڑون واقعات دیکھ چکے اور روزمرہ دیکھے جاتے ہین امرا اور روسا کے نو جوان دنیا کے آخری ٹھوکرون کے طرف توجہ نہین کرتے مگر زمانہ اون کو سب تماشے دیکھائیگا زمانہ اپنی رفتار سے ہزارون واقعات ہر شخص کو دیکھاتا جائیگا جو ہملوگون نے دیکھا ہے ویسی ہی ہر زمانہ ہر کو نئی نئی بات دیکھائیگا گذشتہ کہانیون سے انسان بڑا بڑا فائدہ اوٹھا سکتا ہے عقل ہو تو چھوٹی کہانی سے فائدہ ہوتا ہے نہین سمجھ ہو تو سب بیکار ہوتا ہے۔

للو بابو ایک دولتمند ہندو رئیس دھوبیورہ مین گذرے یہ بہت مہذب اور بڑے مہاجن تھے ان کے انتقال کے بعد ان کے خاندان مین کچھ عورتین زندہ تھین بعض نابالغ لڑکے تھے جائداد کورٹ ہوئی اوس وقت جو فہرست ہوئی تھی تو ان گنتی روپے بینک مین گئے تھے اور گھر مین جو خزانہ تھا اوس کو بھی لیجانے کا قصد کیا گیا تو عورتون نے

مزاحمت کی تو وہ چھوڑ دیا گیا لڑکے کی تعلیم گورمنٹ کے ذریعہ
سے کلکتہ مین ہوئی ہجے بابو نے انگریزی ام اے تک پڑھا
اور اسقدر معقول آدمی تھے کہ مہاجنون مین نہ خصائل
پیدا ہونا بالکل غیر ممکن تھا چونکہ ان کو پٹنہ شہر کے
اندر کی صحبت بد سے بچایا گیا اور کلکتہ کی تعلیم اُن کو
ملی اور علم کی روشنی ان مین دی گئی اسلئے ان مین خصائل
حمیدہ پیدا ہو گئے ان کا برتاؤ مدیون کے ساتھ ایسا ہمدردانہ
ہوتا تھا اور اس رحم دلی سے کاربار ہوا کیا کہ کسی مدیون سے
ان کے ظالمانہ برتاؤ سنے نہ گئے ورنہ مہاجن تو سود کے
کھانے کے ذجہکے سخت دل اور بے رحم ہو جاتے ہین
اون کو روپے کے مقابلے مین دنیا مین کوئی چیز زیادہ عزیز
نہین ہوا کرتی بعض واقعات کو راقم خود جانتا ہے کہ میرے
چند احباب کے ساتھ رحیمانہ اور ہمدردانہ کاروبار ہوا اور
اون کی جائداد کا استحفاظ بھی ہوا اور اپنا سود کا منافع بھی
کیا گیا یہ بہت خلیق اور منکسر اور ملنسار آدمی تھے گو راقم سے
ربط نہ تھا مگر بعض تقریبون مین جانے کا اتفاق ہوا
دھوم دھام جو دولت مندون کا شعار ہے خوب کیا گیا
اون کے نزدیک اونا صرفہ کیا تھا مگر ہر کس و ناکس کے
ساتھ کس خوش اخلاقی اور انسانیت سے برتاؤ کیا گیا

کہ کوئی غریب غیر مدعو بھی شاکی نہوا اس شہر کا جیسا دستور ہی
کہ ہر ہندو مسلمان جب تقریب کے مہمان بن بلائے لوگ گھس
پڑتے ہین اور اس دعوے سے آن گھستے ہین کہ میزبان اپنے
مہمانون کی اور مدعو لوگون کے ادائے مدارات اور خاطر خواہ
خاطر داری اور داشت کرنے سے مجبور رہجاتا ہے اور بعض
موقع پر مدعو محروم رہجاتا ہے اور غیر مدعو بزور بےحیائی اچھا
رہتا ہی غریب اور غیر مدعو بہت دیکھا کہ میزبان کے سارے
انتظام کو درہم وبرہم کر دیتے ہین اور ان لوگون کے وحشیانہ
اور ظالمانہ حرکات اور بے حیائیون کے بدولت میزبان کو
وقت مصیبت فضیحت زیرباری اور پریشانی سب اوٹھانا
ہوتا ہے جسکے پاس دولت ہی وہ تو بزور دولت برداشت
کر سکتا ہی مگر اوسط درجہ کے لوگون کا کچومر نکل جاتا ہے اہتمام
کم اور مستحقین جو حقیقتاً اوس وقت غیر مستحق ہین مدعو لوگون
کے چوگنا کس پریشانی مین میزبان کی جان پھنس جاتی
ہے اس مصیبت کو وہی جانتا ہے جو اس شہر کے اندر کوئی
تقریب کرتا ہے اسکا سبب فقط غربت اور نکماپن ہے اور
بے حیائی ہے ہرگز کسی گروہ مین یہ دھبا ممکن نہین ہے
مسلمان اس الزام سے بری نہین ہو سکتے حالانکہ انکی

مذہبی تہذیب اور قواعد ان باتون کو سخت روک تھام
کرتے ہین ہمین اپنے گروہ پر افسوس آتا ہے کوئی مذہبی جلسہ
ہو جہان کچھ کھانے پینے کا تذکرہ ہوتا ہے بن بلائے لوگ
ٹوٹ پڑتے ہین اور دھکا دھکی اور بے اعتدالی بدنظمی ہوجاتی ہے
کہ خوددار اور عزت دار آدمی کو احتیاط برتنا ہوتا ہے
ان کے آنکھ پر ایسا اندھیر جاتا ہے کہ کسی کے داشت اور
خودداری اوسکے منصب تک کا لحاظ نہین کرتے
گدھ کی طرح ٹوٹ پڑتے ہین اور سارا انتظام گڑبڑ
کردیتے ہین کسی طرحکا ریزرو جلسہ ہو اوس مین بھی لوگ
زبردستی بلا بلائے گھس پڑتے ہین ان لوگون مین یہی
بے حسی ہے کہ اپنی گروہ تو خیر عادی ہوگئی ہے دوسری
گروہون مین بھی جا گھستے ہین اوسوقت قومی ذلت
ہوجاتی ہے اور خود ہی حقیر ہوتے ہین اور قوم کی بےحرمتی
اور اظہار غربت اور بےحیائی عام پر توجہ نہین کرتے راقم
نے اکثر ہندو رئیسون کے یہان ایسے واقعات بہتیرے دیکھے
ہین کہ میزبان بیچارہ بھی اپنے بس مین نہین ہے وہ اونکے رسم سے
واقف نہین ہے مسلمان ہی کے حوالے نظم کردیتے ہین اون
نظمون مین کیا کیا دقتین پیش آتی ہین جہان پلاؤ قورمہ
ہوتا نہین ہے ہندوانہ کھانا متفرق قسم کا ہوتا ہی جسکے

انتظام و تقسیم مین کسقدر دقت ہی کہ جیتنے آدمیون کا انتظام ہ
اوس سے کچھ فاضل رہتا ہے اور چیدہ چیدہ مخصوص آدمیون کی
دعوت ہوا کرتی ہے وہان جو طوفان بدتمیزی ہوتی ہے تو کیا
نتیجہ نکلتا ہے ایسی تقریب کرکے دیکھ لیجئے الغرض ان کے
یہان کی تقریبون مین دور دور کی طوایف اور گویے آیا کئے
سارا شہر ٹوٹ پڑا کیا مگر وسیع انتظام رہتا ہے اوس پر بھی شہر
کی غیر مدعو بدتمیز خلقت معزز مہمانون کو اون کی منصبی جگہون
پر بیٹھنے نہین دیتے مگر اس خاندان کے سب لوگون کو بدتمیزی
ہے اور سب با اخلاق ہین ہر ایک کے ساتھ دل جوئی کرتے ہوئے
ہر کے منصب کا خیال رکھتے ہوئے مہمان نوازی کیا کرتے ہین
اس خاندان مین تعلیم ہر ایک اہل خاندان کی اچھی ہے باوجود
تعلیم انگریزی کے یہ لوگ بڑی مذہبی توقیر رکھنے والے ہین اور
لطف یہ ہے کہ غیر قومون سے سوشل طور پر جب ملتے ہین اوس
وقت کوئی نفرت انگریزی سے ظاہر نہین ہوتی ہے اور مقتضائے
انسانیت سے جیسی باتین ہونی چاہئے اوس کا لحاظ رکھتے ہین
قومی اور مذہبی وقتون مین جو اون کا مذہب سکھاتا ہے اوسکے
مطابق وہ کیا کرتے ہین اس خاندان سے سبق حاصل کرنا چاہئے
کہ مذہب کا استحفاظ رکھتے ہوئے کیونکر آدمی غیر قومون سے
میل جول اور ہموار نباہ سکتا ہے راقم کو اس خاندان کے

لوگون سے ذاتی ربط نہین ہے مگر مواقعات ایسے در پیش
ہوئے ہین جو راقم کو رائے زنی کا صحیح حق پیدا ہوا ہے اس
خاندان کے بعض آدمی بنیک اوف بنگال کے خزانچی ہین
بابو جانکی سہائے وکیل اور میونسپل کمشنر ہین اور اکثر لوگ
ملازم سرکار ہین ہنوز دولت روزافزون ہے سب آدمی
باوجود خوش حالی کمانے والے ہین مسلمانون کیطرح ایک
مورث کے اوپر اپاہج ہو کر ٹوٹ نہین پڑتے ہین دولت
اپنی جگہ پر قایم ہے اور کمانے والے اضافہ کرتے ہوئے سلف
سپورٹ ہوتے جاتے ہین ترقی کے لئے جو لازمی باتین
ہیں وہ محنت اور علم ہے وہ دونون اس خاندان کے
آدمیون مین ہے ان کا مکان باغ بہت عمدہ قابل
دید ہے اور رہایش سب کی اچھی ہے بحمد اللہ سرا بھرا گھر
ہے پرانے گھرون مین ترقی پذیر ہے ان لوگون نے ایک
خاص سڑک میونسپلٹی سے اپنے گھر تک نکلوائی ہے جو یادگار
رہجائیگی دو تین برس ہوا ہے یہ سڑک نکالی گئی ہے اس
سے زیادہ راقم کو نہین معلوم ہے بعض آدمی بہار بنک
مین خزانچی ہین اس خاندان کے لوگون کا نام بالتفصیل
راقم کو معلوم نہو سکا اگر وہ لوگ چاہین یا چھوٹے چھوٹا کی
نام کو جو صاحب جانین راقم کو لکھ بھیجین یا بالتفصیل

کوئی امر لکھنا چاہیں تو بھیجدیں آیندہ ایڈیشن میں راقم
اضافہ کر سکتا ہے۔

۷۳ میر جعفر حسین صاحب و امیر حسن صاحب و سید علی محمد شاد
خان بہادر یہ تینوں بھائی تھے میر جعفر حسین صاحب بہت حسین
اور متین آدمی تھے بہت وجیہ شخص گذرے اخلاق وسیع تھا
رئیسانہ زندگی بسر کر گئے ان کے یہاں چار بجے شام سے شرفا
اور روسا کا مجمع رہتا تھا چائے چلتی تھی رہایش ہندوستانی
فرش و فروش بہت صاف کپڑہ بہت صاف رہتا تھا بہت
ہی خوش وضعی اور خوش اسلوبی سے اپنی زندگی گذارتے رہے
مذہب ان کا شیعہ تھا مرثیہ کی مجلسیں بھی ہوا کرتی تھیں انکا
علم بھی اچھا تھا فارسی اُردو خوب جانتے تھے بڑے مہذب
صحبت ان کے یہاں رہتی تھی ان کے بیٹے نصیر حسن خان خیال
موجود ہیں ان کی صحبت و تعلیم کا نمونہ وہ زندہ موجود ہیں
جنسے ہزاروں اخبار خوان واقف ہیں کلکتہ بنگالہ ڈھاکہ اور
حیدر آباد تک ان سے واقف ہے وہ بھی قدم بقدم اپنے
والد کے سی طبیعت رکھتے ہیں فرق یہ ہے کہ والدان کے وجیہ
اور لحیم و شحیم آدمی تھے اور یہ دبلے آدمی انگریزی کٹ وانگریزی
فشن اور انگریزی طرز معاشرت کے آدمی ہیں خاص انداب
ہیں مگر دل بالکل ہندوستانی اور خیال نوابوں کا ہے انکی

شادی کلکتہ میں عباس بیگ اور غضنفر بیگ و چھوٹن بیگ
کی بہن سے ہوئی تھی ان کو سسرالی دولت بھی کافی ملی
تھی یہ لوگ مٹیا برج کے لوگوں میں سے تھے عباس بیگ کے
والد معزز عہدہ دار و خاندان کے تھے دونوں بھائی بالکل
انگریز معلوم ہوتے تھے صورت سیرت طینت طبیعت رہائش
وطرز معاشرت سب انگریزوں جیسی تھی ان لوگوں نے دور
دور عراق و یورپ کی سیر بھی کی تھی غضنفر صاحب کے پاس
شرعی طور پر میم صاحبہ تھیں اولاد سب کی ہنوز موجود ہے
تینوں بھائی مر گئے اب ان لوگوں کی اولادوں سے راقم
کو واقفیت نہ رہی ان لوگوں کی زندگی تک آمد رفت رہی
بلکہ یہ لوگ راقم کے مہمان بھی ہوا کرتے تھے نفیس حسن خان
خیال اب کلکتہ کے ساکن ہیں شہر کے موجودہ نوجوان انکو
پہچانتے تک نہیں ہیں حالانکہ یہ اپنے خاندان کے اعلیٰ نمونہ ہیں
سید علی محمد شاد خان بہادر کی زندگی ایک عظمت کے ساتھ
گذری اسلئے اون کا جداگانہ حال لکھنا ضروری ہے اونھوں نے
خود اپنے خاندان کا مفصل حال اپنی تصنیفات میں لکھا ہے
مگر مابعد والوں کے نسبت مفصل حال بند تھا اسلئے راقم نے
اپنے محدود معلومات کے موافق لکھدیا ہے۔ دوسری بی بی سے
سید صادق حسین ایک معقول مزاج پر تمیز لڑکے زندہ ہیں مگر

مگر جائداد نقصان ہو گئی۔

۴۔ امیر حسن ان کے بھائی تھے اور اچھی طبیعت کے آدمی تھے یہ بہت ہی نیک دل اور ولی صفت مہذب کم سخن بے ضرر شخص تھے ان کی مالی حالت بہت مختصر تھی اور انکی نیکی نے ان کو نامور ہونے نہ دیا بہت سادی اور مختصر زندگی گذاری ان کو اولاد بھی تھی آگے خبر راقم کو نہیں ہے راقم سے بہت ربط تھا اکثر سرفراز کرتے رہے اور علمی گفتگو رہا کرتی ان کو بھی ایسا ہی کچھ مذاق تھا متقیانہ طبیعت ہوئی تھی ان کی جائداد بھی اپنے ہی ہاتھ شباب مین نقصان ہوئی جس کا خمیازہ آخر زندگی مین ان کو اوٹھانا ہوا اکثر اپنی غلطیون اور اپنے اوسوقت کے خیر اندیشون پر حسرت فرماتے اور افسوس کرتے رہے۔

۵۔ خان بہادر میر علی محمد شاد انہین لوگون کے بڑے بھائی تھے ان کے خاندان کے نسبت مجھے لکھنے کی ضرورت نہ ہی اونھون نے خود اپنی تصنیفات مین کل حال ظاہر کردیا ہے اتنا لکھنا کافی ہے کہ ایک معزز پرانے خاندان کے آدمی تھے ان کی مالی حالت خراب ہو گئی تھی اپنے آبائی پوزیشن کو یہ نباہ نہین سکتے تھے مگر ان مین جوہر ذاتی نایاب موجود تھا جس کی چمک نے ہندوستان مین ان کا شہرہ کردیا

ان کی تصانیف ان کے نام کو روشن وقایم رکھنے کے لئے کافی
ہے گورنمنٹ مین ان کی جوہر ذاتی کی ایسی قدر ہوئی کہ برابر انکو
قیمت ملا کی ہٹتہ مین ایسی دوسری مثال نہین ہے جو اپنی قدر
کرا کے سرکار انگلشیہ سے قدردانی کی قیمت وصول کرسکے
سرشتہ تعلیم نے ان کی بہت امداد کی اور گورنمنٹ نے
خطاب خان بہادری کا دیا کتابین خریدلین کتاب چھاپنے
مین برابر مدد ملا کی ان کو سرکار انگلشیہ کے کسی خاص مد سے
قریب اسی روپئے ماہوار ملا کرتا تھا یہ وظیفہ راقم کے دستخط
سے بینک سے وصول ہوا کیا ان کی برآمد وظیفہ کے کاغذ پر کسی
ایک مجسٹریٹ جو ایدہ کے دستخط کی ضرورت تھی انکی نوازش
قدیم نے یہ فخر راقم کو دیا تھا راقم نہ ان کا شاگرد تھا نہ زیادہ
حاضرباش تھا مگر سال مین دوچار بار ان کا کلام تخلیہ مین سُنا
کرتا تھا اور دقیق اور پر معنے مضامین اور کتابون کو جناب
مذکور تخلیہ مین سُناتے اور موقع کی داد پر بہت خوش ہوتے
اور راقم سے خوش رہتے و قدر فرماتے سن اور قابلیت کے
حیثیت سے راقم بہت چھوٹا تھا مگر ہر وقت کھڑے ہوجاتے
اور گاڑی تک پھاٹک کے باہر تک پہونچانے کو آجاتے اور
بڑے خلوص سے چائے و حتہ معہ خفیف ناشتہ کے اہتمام فرماتے
اور ہر مجمع کے وقت مجھے ضرور یاد فرماتے اور اکثر خانگی

مشکلون کے وقت اون کا مشیر ہوتا رہا ان کو حکام قدر کی
نگاہ سے دیکھتے رہے اور تعلیمی عزت کرتے رہے انگریزون کی
گروہ جوہر ذاتی کی خوب عزت کرتے ہین ہندوستانی بالکل
اس کے خلاف کرتے ہین انسان کے جوہر ذاتی کو برباد
کرنے کی پوری کوششین کرتے ہین جیسا کہ اپنی تصنیف
مین اونہون نے لکھدیا ہے کہ اونکی اور اونکے علم کی
دھجیان کی گیئن اور اون کا دل چور کیا گیا اخبارات
مخالف ہوئے مگر اون کے تحمل نے مدت کے بعد انکی
علمی روشنی پھیلایا اور دنیا مین ان کی یادگار عمدہ سرکار
عالی وقار مین قایم ہوکر رہی کوئی لاکھ دھجیان اوڑاوے پر
علم اور لیاقت ظاہر ہوکر رہتی ہے علمی روشنی کو کوئی گل
نہین کرسکتا نظم و نثر مین بہ صاحب زبان مانے گئے پٹنہ
کے لئے غالب وقت ہوئے داغ وقت کہلائے بہتیرے
شعرا شاگرد ہین جو پر گو اور دقیق گو ہین مرثیئے ان کے مقبول
ہوئے سررشتہ تعلیم نے اکثر کتابین سررشتہ تعلیم مین جاری کردیا غیر
قومون نے انکی محنت کی قیمت دی انکے علم کی عظمت کی اور اپنی
گروہ نے نا اتفاقی سے زحمت دی دنیا مین علم ایک دریاے سمندر
ہے کوئی اختتام کا دعوی نہین کرسکتا ہمہ شہر پر ز خوبان ہے
مگر جس مین جو بات ہو اوسکی اوتنی بھی قدر نہ کیا نا انصافی

اور تعصب سے یہ بہت سن رسیدہ ہو کر انتقال کر گئے دو تین
برس گذرے یہ ہملوگون سے جدا ہو گئے غنیمت ذات تھی
بنہایت محنتی با اخلاق مہذب آدمی گذرے مروت دار بھی
تھے پرانے رئیسون کا مزاج و اطوار تھا نوابون والی ٹھاٹھہ
وہی انداز گفتگو وہی انداز داشت رہا اون کے صاحبزادے
سید میان ہنوز زندہ ہین ان کی شادی بھاگلپور مین میر
سجاد حسین کے خاندان مین ہوئی ہے اون لوگون کو تعلقات
خاندان مرشد آباد سے ہی سید میان اپنے باپ کے جانشین تو نہین مین
مگر اخلاقی مقلد ضرور ہین جو تعلیم صحبت کے ذریعہ سے ہوئی
اوسکو غنیمت برتا کرتے ہین مگر مالی حالت ان کی بھی وہ نہین
ہے کہ امیرانہ زندگی گذار سکین میر علی میر کے خاندان سے
ان کی قرابت داریان قدیم و قریب ہین ان لوگون کا مکان
دھولپورہ حاجی گنج مین ہے بڑے بڑے حکام ان کے مکان مین
دعوتا اور بلا دعوت از خود ملنے اور ان کی تحریرون کو
لینے کے لئے آتے رہے دنیا مخالفت ہی کرتی رہی مگر یہ
اپنے دھن مین رہے جو کرنا تھا کرتے گئے استقلال سے
اپنا رنگ جما رکھا جسکا نتیجہ مدت کے بعد از خود ان کو ملا
عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد مزاحمت کے بدولت انکو
کد ہوئی اور اظہار جوہر ذاتی کرنا پڑا اخبارون نے خوب خبر لی

مگر پبلک کو پوری خبر دی انکی ہستی ایک مقتدر اور قابل یادگار گذر گئی راقم کے ساتھ مدتوں جھاؤ گنج مین اونریری مجسٹریٹ بھی رہے ہین ایک ہی آدمی تھے جنکو اردو مین فیصلہ لکھنے کی اجازت دیگئی انہون نے عذر کیا کہ مین اردو کا حامی ہون اور صاحب زبان کہلاتا ہون مین ہندی کی چھری سے اردو اپنے ہاتھون ذبح کرنا نہین چاہتا ہون ان کو اردو مین اظہار و فیصلہ لکھنے کی اجازت مل گئی تھی۔

۲۷۷ پیارے صاحب ایک دولتمند رئیس دھولپورہ تھے ان کی قرابت داری خواجہ سید حسن صاحب شاہ کی املی خواجہ ذاکر صاحب اور میر امیر جان صاحب اور حکیم کاظم حسین صاحب وارث ان میر کھانک صاحب اور میر امیر مرزا صاحب اور خواجہ علی مرزا صاحب سے تھی تفصیلی حالات مین ظاہر ہوگا انکا مکان دھولپورہ مین ہنوز موجود ہے ان کے دو بیٹے تھے ہادی میان مرحوم بیرا کے بڑے بھولے اور پر مذاق نیک دل نیک مزاج آدمی گذرے اور نوجوان مرے تقریباً ۲۰ برس گذرا ہوگا انکا انتقال ہوا گو راقم سے بہت چھوٹے تھے پر زمرہ کے ہمنشین تھے شہر کی صحبت او پیر سے دولت او پیر خود مختاری و دو صاحبون کی خوشامد انکی رفتار رندانہ ہوگئی جائداد کے تلف ہونیکا سامان بھی بندھ گیا تھا خواجہ سید حسن صاحب ساکن شاہ کی املی جو انکے قرابت کے

آدمی تھے اور بہت ماہر اور فن زمینداری کے ماہر تھے
انکے یہان منیجر ہو گئے اونہون نے اس گھر کو خوب سبھالا
خود ہادی میان بوجہ نیکی بہت سخن شنوا آدمی تھے اون کے
ہمنشینون نے روک تھام کیا اور وہ سنبھلے مگر افسوس کہ
زندگی نے وفا نہ کیا اون کی شادی میر امیر مرزا صاحب رئیس
خوشنویس ساکن محلہ بالی گلی کے یہان ہوئی اونکے بیٹے
قاسم میان مینوسپل کمشنر ہین اور بفضلہ کثیر الاولاد ہین
اور جائداد بھی کافی اپنی جگہ پر قایم ہے مکان بھی آباد ہے
یہ صاحبزادے ہو بہو باپ کے سی فطرت رکھتے ہین انگریزی
بھی جانتے ہین رئیسانہ ٹھاٹھ سے دھیمی چال پر آسایش
کی زندگی گذار رہے ہین ان کی بہن کی شادی مسٹر وصی احمد
بارسٹر سے ہوئی تھی مسٹر وصی احمد مسٹر سمیع احمد بارسٹر کے
بھائی ہین مسٹر سمیع احمد بارسٹر حسن امام صاحب بارسٹر
کے داماد ہین مسٹر وصی احمد جوان ہی مر گئے بہت نیک دل
آدمی گذرے بڑی اچھی زندگی گذار گئے بہت منکسر اور سخی
آدمی تھے ان کی اولاد ہے مسٹر یوسف مرحوم بارسٹر ولد میر
واجد حسین مرحوم ٹیڑھی گھاٹ برادر مولوی ابراہیم حسین
مسٹر سمیع احمد کے بہنوئی تھے اور سر فخر الدین منسٹر کے موجودہ
شادی سے سالے ہوتے تھے اور مسٹر نعیم مرحوم بارسٹر بھی مسٹر سمیع

مسٹر نعیم مرحوم مسٹر سمیع کے بھائی دوسرے بیٹے یاد یحییٰ صاحب کے امیر الدین مرحوم تھے وہ بھی جوان ہی مر گئے ان کی شادی ڈاکٹر وحید صاحب کے لڑکی سے ہوئی ڈاکٹر وحید صاحب میر محمد حسین دونری بازار کے سوتیلے بھائی تھے پہلی شادی میر سید علی صاحب کے حکیم کاظم حسین صاحب کے بہن سے بخاندان میر پھاٹک ہوئی تھی راقم کا مسکونہ مکان ڈاکٹر وحید صاحب کے والد کے حصہ میں در آیا تھا جسے راقم کے والد نے خرید کر اپنا مکان بنایا ڈاکٹر وحید صاحب کی شادی میر میرزا صاحب کی ایک لڑکی سے ہوئی تھی یہ ہادی میاں کے ساڑھو تھے اور امیر الدین مرحوم کی لڑکی خواجہ اسمٰعیل صاحب وکیل کی حویلی میں ہیں امیر الدین مرحوم کی بی بی نے اپنا مکان پائی گلی میں بنایا تھا جو ان کی بہن کے گھر کے قریب ہی امیر الدین مرحوم بہت نیک نفس آدمی ملنسار اور متقیانہ زندگی رہی ونکو دنیا میں رہنے کا اتفاق بہت ہی کم ملا اون پر بزرگوں کا دباؤ تھا الغرض نہ کھا سکے بہت ہی سلجھی طبیعت کے آدمی تھے انگریزی بھی پڑھی علم میں ایف اے کے اوپر تک تھی انکی دولت ہنوز اسی جگہ پر ہے بہ حیثیت متروکہ تقسیم بھی ہو گئی مگر ورثا کے پاس ہی تلف ہو سکی افسوس یہ کم سن لوگ بھی چل بسے

۷ سنگی جان صاحب ایک پرانے روش کے رئیس چھو لپورہ
مین رہتے تھے انہون نے اپنی زندگی آرام سے بلا ضرر گذارا
انکے یہان شاہ محمد منعم صاحب ساکن ہر تپے لودیکٹرہ برا نیہ میجر
رہے یہ شیعہ مذہب کے آدمی تھے انکے اولاد کی شادی بخاندان میر علی محمد
صاحب شاد ہوئی تھی ان کے بیٹے علی امیر صاحب تھے
جنکی تربیت و تعلیم بذریعہ میجر مذکور ہوا کی انکو کافی جائداد
بغرض گذران موجود تھی پورا ایک دربار تھا میر علی میر
صاحب وجیہہ آدمی نہ تھے ان کا رنگ بھی سانولے سے کچھ
دبتا ہوا تھا بہت خلیق اور پر تہذیب آدمی تھے اور
مذہبی پختگی بہت تھی ان کی پہلی شادی بھکنا پہاڑی مین
نواب امیر حسن خان کی لڑکی سے ہوئی تھی یہ اور محمد
کاظم نواب ولد ممتاز نواب صاحب مرحوم ساکن گذری
سارٹھو تھے محمد کاظم حسین کی بی بی ہنوز زندہ ہین اور
دیگر اولاد نواب امیر حسن خان بھکنا پہاڑی بھی زندہ ہے
جو اپنی جگہ پر لکھی جائیگی میر علی میر صاحب کی دوسری شادی
مرشدآباد کے لوگون مین ہوئی تھی مبارک نواب صاحب
رجسٹرار کے یہان ہوئی ان کے اولاد کی شادی سنگی الات مین
بخاندان نواب جعفر حسن خان صاحب ہوئی ان لوگون سے
قرابت دا ریان ہین علے العموم تو تقریبا ہر ایک غریب شیعہ

مذہب کو اپنے امیر ہم مذہب سے ہمدردی رہتی ہے اور کم تعداد ہونے
کی وجہکر مذہبی اور قومی وقتوں میں یہ لوگ اپنی کمی تعداد کو محسوس
کرتے ہوئے ایک دوسرے کے ہمدرد ہو جاتے ہیں اور اپنے رسوم مذہبی
کے وقت میں اجماعی قوت صرف کرتے ہیں اوسوقت تفرقہ
ذات ومنصب کا خیال بالکل اوٹھ جاتا ہے جو ایک بہترین صفت
شیعہ مذہب میں ہے جو سنی گروہ میں بالکل نہیں ہے گو کوئی امر ممنوعات
شرعی بھی ہو تاہم کوئی مجتہد وقت ظاہری مخالفت نہیں کرتے
دو علماء حتے المقدور ایک دوسرے کے مخالفت میں فتوی نہیں
دیتے مگر سنی گروہ میں اسکا اولٹا ہے ایک مولوی دوسرے کا کھلا ہوا
مخالف ہوتا ہے ایک مشایخ دوسرے کا علم کھلا مخالفت کرتا ہے
ایک فتوے کے خلاف دوسرا فتوی فوراً سامنے آجاتا ہے اس لئے
پبلک پریشان ہوتی ہے اور فرقہ بندیاں ہو جاتی ہیں اور دائرہ
جماعت کوتاہ ہوکر چھوٹی چھوٹی جدا جدا خیالات کی جماعت طیار
ہو جاتی ہے جو قومی کمزوری کا باعث ہے یہی تفرقہ اندازی اور فرقہ
بندی مسلمانوں کو ہر قسم کے پستی میں ملا رہی جاتی ہے اور تعصب کے ساتھ
ایک دوسرے کا مخالف ہو جاتا ہے یہ جماعت کو توڑنے کا آلہ
ہے ہر سال میر علی میر صاحب کے امام باڑہ میں مجلس عزا داری ہوتی تھی
سنی شیعہ اچھے برے سب شریک ہوا کرتے تھے اور عام مجلسوں
میں شیعہ وسنی برابر شریک ہوا کرتے تھے آپس کے میل جول ہیں

تو مسلمانون کے ہر گروہ اور عقیدت کے اور خطہ کے آدمیون کو
ایک دوسرے کے ساتھ ہر اجتماعی موقع پر اظہار ہمدردی کرتے
ہوئے دیکھا آپس کے روزمرہ کے روش زندگی مین بہت
سادہ دلی کے ساتھ اظہار ہمدردی دیکھا اور ایک دوسرے سے
منتفع ہوتا تھا رفتہ رفتہ لکھنو والے مرثیہ خوانون نے یہان
کے نوجوان رئیسون کے کان مین تعصب کے مارے بھرے مذہبی
رد و اسم مین نئی نئی ایجاد کی گئی اسمین دو بڑی گروہون کے تفرقہ
پیدا ہوا کوئی حرارت مذہبی مین آگیا کوئی شرارت مذہبی کے
طرف چلا گیا یہ دیکھی ہوئی بات ہے کہ اسمین دو مذہبون کے
رکھنے والون نے اپنی اولادون کا عقد نکاح کیا ہے شادی
بیاہ ہوتا گیا ہے ہنوز بہتیرے خاندان مین اسکا وجود موجود ہے
مگر اب مفقود ہوتا جاتا ہے اس تخم ریزی نے برے پھل دیکھائے
اب دو بڑی جماعت ہند و مسلمان مین بھی اونہین بندھی
ہوئون کے بدولت مذہبی ہو کھا آن گھر اپنے آئے دن قومی
تفرقہ کا سامان موجود ہے یہ تخم مذہبی تھے جس نے بو دیا بڑا مدبر
تھا اب یہ تفرقہ اندازی ہندوستان مین امن کی زندگی بسر
کرنے نہ دیگی اور ہر فرقہ کمزور ہو کر رہے گا اور اوسکی زندگی
مورد خطر مین رہے گی علی میر صاحب کی زیادہ زندگی نہ ہو سکی
جوان ہی قضا کر گئے ورثا موجود ہین مگر وہ بات پیدا نہ ہو سکی

اس خاندان مین بھی تفرقہ خانہ براندازی اور تکرار ترکہ وغیرہ پھیل گیا
جہان مقدمہ ہے وہان دولت کو قرار نہین ہو سکتا کچہری
تو دولت کے لئے بلوٹنگ پیپر ہے دھیلے دھیلے کو صرف
کرادیتی کچھ نہ ہو تو کچہری کے حاضر باش فقرا دے داتا
کہنے والے کب جان چھوڑتے ہین اللہ ہر خاندان اون
پر رحم کرے۔

۸ میر نواب جان صاحب بھی ہو لپورہ مین ایک
اچھی آمدنی کے رئیس تھے اونہون نے بھی اپنے وقت مین
اپنا کل حوصلہ بھی موافق زمانا پورا کیا اور دولت کو بھی
برباد ہونے نہین دیا میر نواب جان صاحب کے مکان مین
اکثر نواب صاحب لوگ کرایہ دار رہا کئے میر صاحب کے لڑکے
نصیر نواب صاحب بہت ناٹے قد کے آدمی اور نیک طبیعت
تھے یہ چالاک نہ تھے بلکہ بغایت سیدھے آدمی تھے انکی
جائداد پر کوئی زوال نہ آیا انکی شادی نتول مین خاندان
مولوی عبدالعزیز صاحب ہوئی انکے بیٹے کریم نواب صاحب
ہوئے اونہون نے اپنی کمسنی کی ناسمجھی اور نوابی مین
جائداد کو نقصان پہونچایا جسکا اثر اون کے دل پر ہوتا
اس دربار کو محمد حسین کارپرداز ساکن پرسائین نے خوب
سبھالا نصیر نواب کی تعلیم و تربیت شادی بیاہ پر نگرانی

وانتظام منجر مذکور ہوا نواب صاحب کی ماں بہت جابر اور
ہوشیار تھیں باوجود زنانہ دربار ہونیکے جائداد مین کوئی
نقصان پیدا نہو سکا محامد حسین راقم کے سسرالی برادری
کے آدمی تھے راقم اونکا خالو ہوتا تھا اب تک اوس
خاندان کے آدمی موجود ہین نصیر نواب صاحب کے بہن کی شادی
امیر بہار شریف شاہ نظیر صاحب کے بھائی سے ہوئی
تھی اونکا نام شاہ بشیر صاحب تھا جنکی لڑکی مولوی شیا اللہ
صاحب وکیل بانکی پور سے بیاہی ہے شاہ رشید اللہ صاحب
یہان کے رہنے والے نہین ہین یہ غالباً غازیپور یا مرزاپور
کے اطراف کے ہین اس شہر مین وکالت کی حیثیت سے
آئے پھر شادی کرلی شاہ رشید اللہ صاحب کی اولاد قاضی
حمید صاحب لودیکٹرہ کے خاندان مین بیاہی ہے
جو متروکہ مولوی بشیر کے بی بی کو ملا تھا وہ شاہ
رشید اللہ صاحب کے زیر انتظام ہے اور برباد نہو سکا اب
اس زمانے مین ویسے ملازم خیر اندیش کہان ملتے ہین اب تو
پہلے آنکھ ملازمون کی مالکون کی عزت پر پڑتی ہے عصمت
ڈالی اگر خدا نے دی ہے تو بالا دوسری آنکھ پڑتی ہے خاصکر
لوگ زنانہ دربار تلاش کرتے ہین اوس وقت کے ملازم ایک
نوجوان بیوہ آقا کو اپنے مان بہن کے برابر جانتے تھے اور مثل

خون جان مال ابرو کی حفاظت کرتے تھے کسی نے ذرا بھی
لغزش دیکھا تو ملازم فساد عظیم پر آمادہ ہو جاتے تھے اور
روک تھام کرتے تھے اب نمک حرام ملازم باہر والون سے
پہلے بیوہ آقا کی آبرو ریزی پر پہلے نیت کر لیتے ہین اس آزادی
کے وقت کتنے واقعات نظر سے گذر گئے اور آئے دن
ڈرایور کوچبان سائیس خدمت گار ملازم و کار پرداز
مختار مولوی اور اہل قرابت والے کے ساتھ بھی بچشم خود دیکھ رہے
ہین وہ وہ رشتہ داران جو محرمات مین داخل ہین وہ بھی
حلال ہو گئے ہین العظمت للہ ہزارون واقعے اس شہر
کے اندر ہو گئے اور روزمرہ نئی نئی باتین پیش آتی ہین اور
اڑتی ہین اوس پر بھی آنکھون مین پردہ آرہا ہے رہا سہا پردہ
اوٹھ رہا ہے دنیا کی رفتار اور زمانے کی بہار کیطرف
توجہ ڈالنے سے پتہ ملے گا کہ ستر پردہ مین رہکر تو کیا نہین
ہو رہا ہے جہان بے پردہ گی اور جہالت کے ساتھ آزادی
ہو گی وہان کیا نتیجہ نکلے گا اور کونسا موقع پیش نظر نہین
ہے یا نہوا حرام تک تو حلال سمجھے جاتے ہین اور کونسی
رشتہ داریان چھوٹ گئی ہین اور پھر کوئی حس نہین ہے
سوسایٹی مین اتنی بے حسی پیدا ہو گئی ہے کہ ایسے نمک
حرام ملازمون اور بے حیا رشتہ دارون پر سوسایٹی نے

اتنا بھی زور نہ دیا کہ وہ بدنگاہ لوگ حقارت اور نفرت
سے دیکھے جاتے بلکہ دولتمند ہو جانیکے سبب کر توخیر نواب
جانکر باوقعت جانے جاتے ہین پرانے ملازمون کی خیر
خواہیان جو جو نظر سے گذر گئی ہین نام بنام اگر یہان پر
لکھون تو ایک ضخیم کہانی کی کتاب ہوجائیگی مین نے ایک
جداگانہ رسالہ مین لکھا ہے جو آیندہ آپ لوگون کی نظر سے
گذریگا یہان قابل الذکر دو واقعے لکھے گئے ایک محمد حسین
اور دوسرے شاہ منعم صاحب یہ دونون اپنے اپنے آقاؤن کے
ایسے خیر اندیش گذرے کہ بگڑے ہوئے دربار کو سنبھال رکھا اور
نابالغ بچون کی تعلیم و تربیت کی اور عمدہ ترین آدمی بنا کر
دیکھایا اور مالکون نے بھی اپنے اپنے ریاست کے وقت ان
لوگون کی پوری قدر دانی کی ان لوگون کی نوکریان حیاتی
مقرری ہوگئی اور تا دم مرگ ان دونون کو ان کے نوجوان
آقاؤن نے ملازم کی نگاہ سے نہین دیکھا بلکہ عمر بھر ایک
مربی کے طور پر داشت کیا اور ۳۰ برس کے اندر زمانے
کی نیرنگیون نے جو جو نمک حرامیون کے واقعات
دیکھائے ہین اوسکا تذکرہ بطور ناول فرضی نامون
کے ساتھ اب کیا ہے جو عبرت انگیز اور حیرت خیز
ہے اون واقعات چشم دید کے پڑھنے کے بعد لوگون کو

لوگون کو پردہ دری کے بابت صحیح برائے زنی کا حق پورا
حاصل ہوسکتا ہے سیکڑون زندہ مثالین اب بھی موجود ہین
اسکولی تعلیم مضر ثابت ہوئی۔

نمبر۹ آغا امجد حسین ایک پرانے روش کے رئیس
تھے اونہون نے بڑے عیش کی زندگی ابتدا مین بسر کی
ان کے یہان شہر کے ناکارے برابر جمع رہتے چائے ناشتہ
کھانا افیون کی چسکیان شطرنج چوسر گانے بجانے کا خوب
چرچ رہا کیا عمدہ لباس اور نفاست پسندی کے سامان سب موجود
تھے نوکر چاکر بہت فٹ فاٹ سے تھے اور فضول بدات
کے اسراف بیجا کیوجہکر آخری عمر مین انکی زندگی ہی مین مکان
گرے مرمت نہوسکی یار لوگ چھوٹ گئے سختی سے بقیہ
زندگی گذارنا پڑا یہ ادمی ل سے کے بہت ہی عمدہ اور مرتدانہ
پر مذاق خوش اخلاق تھے مگر صحبت کے اثر نے ان کو
آیندہ زندگی مین آرام ہونے نہ دیا ابتدائے عمر مین اُنہون نے
اپنی آیندہ روش زندگی کو نہ سوچا اور کوئی نوجوان باوجود
اعلی درجہ کی تعلیم پانے کے اسوقت بھی نہین سوچتا ہے
رہایش اور طرز معاشرت کو موجودہ روش زمانہ کے
مطابق اسقدر طول و ند یکھاؤ کار کھتا ہے جسکا خمیازہ
اس ترقی یافتہ زمانے مین اور مصرف زمانے کی روش سے

چلنے والون کو آیندہ جا کر اون کو اور اون کے متعلقین کو
بہت تکلیف دہ زمانہ دیکھائی دیگا جب بڑی بڑی مستقل
زمینداریاں اور دولتیں برباد ہو گئیں تو پنشن یافتہ کیا
گذر کر سکین گے جنہون نے کمانے کے وقت اسایش کی
زندگی بسر کی ہے اور ایک مدسگرٹ یا سنگ شو پر تیس
روپیہ ماہوار صرف کیا ہوگا وہ آخر عمر مین بیڑی یا حقہ پر کیا
بسر کریگا جب ۱۶ رکار روپیلون کے ہاتھہ مین آیا کیا تو کئے
ٹکے وہ پس ماندہ کر سکے جب ۵ رکار روپیہ یعنی تہائی پنشن
ہو گئی اون کو روش زندگی بدلنا پڑیگی اور اون کی خودرس
آرام سے نہ گذریگی جو وہ اوٹھا چکے ہین اپنی ضرورت بالحسرت
پورا کرینگے یا مابعد کی خبر رکھین گے سیکڑون معزز عمدداران
حال کی اولاد اور در اولاد پر توجہ کی جائے اونکے خاندان
کے مابعد لوگون کی لایف ملاحظہ ہو کس نتیجہ کو وہ
پہونچ رہے ہین مورث کو اعلےٰ افسر جان کر اپنی تعلیم مین
کامیاب نہو سکے خود مختار زندگی کے لائق نہ ہو سکے اوسکا
خمیازہ اوٹھا رہے ہین آغا صاحب ہی کی اولاد در اولاد
زندہ ہے آغا امداد حسین ایک حسین نوجوان بیٹے کی
ابتدائی داشت کو جو راقم نے دیکھا ہے وہ ایک امیر
زادہ بلکہ نوابزادہ کی پرورش تھی اب تہ وہ کہین کار برداری

کرتے ہین اور اپنے مکان کو کھیت وہ بھی غیر کی ملکیت مین اور
قبضہ مین دیکھتے ہون گے اوس کی تکلیف دلی کا حساب اونکے
ہی کے دل سے پوچھیے آغا صاحب کے انتقال کو ۴ برس گذر گیا ہوگا۔
نمبر ۱۔ شاہ حفاظت حسین صاحب عرف شاہ بچو صاحب
یہ ایک متوسط درجہ کے رئیس تھے اسقدر منتظم اور خوش اخلاق
گویا اور ہر مذاق آدمی تھے کہ اونکے یہان لوگ جی بہلانیکو جمع
ہوتے تھے ان کو اچار چٹنی بنانیکا بہت شوق تھا یہ بغرض تجارت
بناتے مگر چکھاتے چکھاتے سب چٹنی غایب اونہون نے ہزارون کا
اچار چٹنی بنایا اور سب یارون نے چاٹ لیا مکان سجنے کا
بڑا شوق تھا نایاب چیزون کی خریداری مین بہتیرے روپے
صرف ہوئے باغ مین بہت روپے خرچ ہوئے لباس
فاخرہ مین صرف کیا ان کے پاس چند بیبیان بھی تھین کثیر الاولادی
رہی چند برس خوب عیش کی زندگی بسر کی گاڑی گھوڑا بھی
رکھا رفتہ رفتہ مالی کمی ہوتی چلی ادھیڑ پن تک بڑی خوش
زندگی بسر ہوئی آخر عمر مین تفکرات مین مبتلا ہوئے تب انہون
نے مطب کھولا اوس سے اوقات کاٹی مگر وضع مین
فرق نہین آیا کم دیش کر کے روش عادتون کو جو ابتدائے
عمر سے تھا نباہے گئے اور ان کو خدا نے بہت تکلیف نہ دیا
جب زمانہ مخالف ہوا اندازی۔ ۲ برس ہوا ہوگا انتقال

کیا یہ شیعہ مذہب آدمی تھے ان کی اولاد در اولاد موجود ہے
مکان بھی بہ حیثیت مبدلہ ہے بعض اولاد کمشنری مین ملازم تھے
بعض میونسپلٹی مین بعض نے میندا ریون مین بعض ادنی ملازمت
مین تھے ان کے تعلقات خاندان منشی نجم الدین صاحب نیوڑ
سے بھی ہین مولوی رشید صاحب کے بھائی ڈپٹی قطب الدین و
ڈپٹی محی الدین کی شادیان انکے یہان ہوئی تھی ڈپٹی لطیف عالم
ان کے نواسی داماد تھے حمید بابو ولد مولوی رشید لطیف عالم ڈپٹی کے
بھانجے ہین ڈپٹی لطیف عالم آرہ کے رہنے والے تھے انکی بہن
ہینگو میان ولد میر نجف علی وکیل سے بیاہی تھین لطیف عالم
صاحب کا لڑکا خان بہادر شاہ ظفر صاحب بہار کی لڑکی سے بیاہا
گیا دونون باپ بیٹے بیک وقت موٹر سے گر کر ۱۹۲۹ء مین مر گئے
گو شاہ صاحب شیعہ مذہب تھے مگر سنیون کے یہان شادی بیاہ
اولاد کا ہوتا گیا جو پہلے شرعاً اور رواجاً جایز تھا جب سے
لکھنو والون نے تعصب پھیلایا شیعہ و سنی مین شادی بیاہ کا
رواج اٹھ گیا اور دو متفرق گروہ ہر طرح سے جدا ہو گئی دو ملی
ہوئی جماعت کی قوت ہی کم ہو گئی خلوص مین بھی فرق آگیا
جسکا خمیازہ بھی اب بھگتنا پڑا ایک آدمی مرے اور چند آدمی
اون سے پیدا ہوئے مگر کسی مین وہ بات نہ رہی الحمدللہ
اون کے نام لیوا تو زندہ ہین کثیر الاولادی عمدہ بات نہین

ہے اور کثیر الاولادی اور کثیر ازدواج کے وجہ کر انکی مالی حالت
خراب ہو گئی اونکے لئے اونکی مالی حالت کافی تھی۔

نمبر ۱۱ نواب بو صاحب دھولپورہ مین اوسط آمدنی
کے ایک رئیس گذرے ہین راقم کے محلہ مین اونکی ایک بیگم صاحبہ
رہتی تھین وہان وہ روز آتے تھے اور بیگم صاحبہ راقم سے
حضور بھی ہوتی تھین نواب صاحب نے خوب عیش کیا اور بڑے
وضعدار اور پہلوان آدمی تھے اونکی صحبت پہلوانون اور
بازاری لوگون مین بہت تھی اسلئے انکا بڑا رعب داب تھا
اوسوقت کے روساسے زیادہ انکا داب عوام پر تھا انہون
نے حیدری سپر ایجاد کیا اس ایجاد اول کے پہلے اس وضع کی
کوئی سپر شہر مین نہ تھی اور اب تک صرف یہی ایک سپر حیدری
اس شہر مین ہے دوسری نقل نہ اوتری یہ مذہبی چیز اونکی
خاص یادگار رہگئی ہے آخر عمر مین اونکی مالی حالت بالکل
خراب ہو گئی مگر ٹھاٹھ مین فرق نہین آیا جب باہر نکلا کئے
خوش لباسی سے نکلے اور دو ایک آدمی جوان کے ساتھی اور
شاگرد تھے ضرور رہے یہ پھیک لاٹھی تلوار ڈنڈ مگدر گدکا وغیرہ
مین پہلوانی مین اوستاد تھے اسی ہنر نے انکا ساتھ آخر عمر
مین دیا کہ ان کو مالی تکلیف نہوئی اور مرتے دم تک رعب
داب رہا اور ٹھاٹھ قایم رہی ع کسب کمال کن کہ عزیز

جہاں شوبی کوئی علم ہو فن ہو ہنر ہو کوئی جوہر ذاتی ہو وہ اپنا
فیضان گاڑھے وقت مین ضرور دیکھائیگا بیکار نہ جائیگا۔

۱۲ جگرناتھ دھوبی انکا مکان دھولپورہ مین جین
موڑ پر تھا جو پورب دروازہ پل کے پاس ہے اور ہنوز اس
مکان کا وجود ہے یہ آدمی بہت وجیہ اور باتمیز تھے انہون
نے اپنے وضع انگریزی رکھا تھا نادانستہ آدمی ان کو کسی
طرح پر دھوبی نہین کہہ سکتا تھا علمی لیاقت انگریزی کی اچھی
تھی اوسوقت انگریزدان ایک مغتنم ذات مانی جاتی تھی
عوام مین انکی ذات معزز مانی جاتی تھی ترکیب ہائیش اور
ملنساری انکساری جانتے تھے اسلئے لوگ ان کو مانتے تھے
یہ ریلوے مین کہین ملازم تھے کچھ روپے کما کر آخر مین گھر بیٹھے
تھے یہان شغل معالجہ کا کرتے تھے ہر وقت ایک مرجوعہ رہتا
تھا اپنی زندگی اچھی گذار گئے راقم بھی ان سے ملنے گیا تھا نہایت
اچھا آدمی پایا وضع انکی کرستان یا دریون کی تھی مذہب بھی
پورا ہندوانہ تھا باتین ہوئین تو صاف خیال کا آدمی
پایا اوسوقت اونکی اولاد تھی پھر خبر نہین اس خاندان کا کیا رنگ
ہوا علم کی روشنی سے دماغ اچھا ہو جاتا ہے بشرطیکہ تربیت
بھی ٹھکانے کی ہو سکے اگر تربیت کا نقصان رہگیا تو علم سے
عجب پیدا ہو جاتا ہے نفس مین بجائے انسانیت کے حیوانیت

بڑھ جاتی ہے انکساری کے بدلے شخص اور غرور کا مادہ بڑھ جاتا
ہے علم بڑھتے ہوئے بھلائیون کا پہلو کم اور برائیون کا پہلو
زیادہ ہوجاتا ہے اگر ظاہر ہو تو گویا وہ نام کا عالم ہوتا ہے علم کے
فیضان سے وہ محروم سمجھا جائیگا جو علم تربیت سے خالی ہوتا ہی
تو بے نمک کی غذا ہے جو ہر شخص کو بدمزہ معلوم ہوتی ہے
اگر تربیت اچھی ہے تو علم کی کمی کا بدلہ ہو جاتا ہے علم ہے
اور تربیت نہیں ہے تو بھی زندگی بے مزہ گذریگی شخص
ممدوح خلایق نہیں ہوسکتا اور صفات حمیدہ اوس میں
پیدا نہیں ہوسکتے علم کی روشنی ہوگی مگر وہ روشنی دھندلی
ہوگی موجودہ زمانے کی تعلیم میں تربیت کی بہت کمی محسوس
ہوتی ہے ایشیائی تہذیب اور یورپ کی تہذیب تربیت سے
آسمان و زمین کا فرق ہے جسے یورپ والے تہذیب جانتے
ہیں ایشیا والے اوسے بدتہذیبی سمجھتے ہیں ایشیا والون کو
ملکی تربیت کی ضرورت ہی جہان کے وہ باشندے ہین
اور جن رد اسم کے پابند ہین اور جس سوسایٹی سے وہ
وابستہ ہین ورنہ دلی تکلیف اوٹھانا پڑیگا اور ایشیائیت
نابود ہو جائیگی اور ملک یورپین نایزہ ہو جائیگا ہندی دمی لا ابالی ہو
نمبر ۱۳ سرفراز خان چپراسی کا مکان طیب راج کی مسجد
کے پاس ہی یہ نام کے چپراسی عدالت تھے مگر درحقیقت

اسقدر چالاک وہوشیار اور کارپردازی کرنے والے تھے کہ
امرا غربا عملگان کچہری پر اپنا اخلاقی سکہ جمائے ہوئے تھے
ان کے یہان سال مین مولود ہوتا تھا کچہری کے بہتیرے
عملگان کی شرکت ضروری تھی مسلمان حکام عدالت اور
وکلا بھی شریک ہوا کرتے تھے ان مین خاص صفت یہ تھی
کہ ان کا مزاج خدمت گذار تھا جس نے اپنی ضرورت ان
سے کہا چاہے اپنا خرچ ہو جائے مگر اوس کام کو اپنا جانکر
انجام کو پہونچاتے اس لئے یہ ہزارون آدمیون کے
منتظم اور منیجر ہو گئے تھے اور اسی وجہکر انہون نے جائداد
بھی پیدا کر لی اور عافیت کی زندگی گذار گئے وضع بھی
لنگی کرتہ رکھا بظاہر کبھی بڑون کا مقابلہ نہ کیا بلکہ بڑون
پر تابعداری کا احسان رکھدیا اسلئے ممدوح خلایق
رہے محمد رؤف اُن کے بھانجے ہین جو عدالت مین محرر
ہین ننھے خان ان لوگون کے قرابتدار ہین اور فدا حسین
سونے والے حاجی بلقا کے اولاد مین ہین ان لوگون سے
اس خاندان سے قرابتداری ہے رؤف میان تکیہ
شاہ گھسیٹا پیر کے مرید ہین کماتے ہین اور پر لطف
زندگی خوش خالی سے گذران کرتے ہین ننھے خان
بھی زندہ ہین اور طبق کا روزگار کرتے ہین انکا لڑکا بھی

زندہ ہیں اور طبق کا روزگار کرتے ہیں اس لڑکے کو فدا حسین سے
خاص برادری تھی انہوں نے اون کا ترکہ بھی پایا ہے جب دو سرون
کی خدمت انسان کرتا ہے وہ ممدوح ہو جاتا ہے۔

۱۴۷۔ میر وزیر حیدر صاحب محسن پور کے رہنے والے تھے اور
منصفی کے وکیل تھے میر امیر حیدر ساکن زنیسہ کے بھائی تھے
ان کے بیٹے علی حیدر میاں آئی پور میں جو خاندان سید معین الدین
خان بہادر دار ثانی لوی شیر علی مرحوم کے یہاں بیاہے ہیں اور
اب یہ کوڑی میاں والے مکان میں مقیم ہیں میر وزیر حیدر کی پہلی
شادی ہادی میاں کی بہن سے ہوئی تھی دوسری شادی
بعد مرنے بی بی کے انہوں نے عبد الرحمن خان صاحب کی
لڑکی سے باغ کالو خان میں کی تھی اون سے بھی اولاد ہے اور
وہ بی بی اب تک زندہ ہیں باغ کالو خان میں وہی مکان ہے
جو عبد الرحمن خان کا مکان تھا اوسکو توڑ کر انہوں نے بنایا ہے
اسی مکان میں اب مبارک میاں عرف چھو میاں رہتے
ہیں اور میر وزیر حیدر کی اولاد بھی اور بی بی کی لڑکیاں اکثر
در بھنگہ میں بیاہی گئی ہیں لڑکا خواندہ ہے نام زادم کو
یاد نہیں آتا ہے ان کی آمدنی بقدر گزران گھر کے تھی جو
ہادی میاں کے خاندان سے ملی کچھ عبد الرحمن خان کے یہاں سے ملی
اپنی زندگی انہوں نے آسایش سے گذارا اب اولاد منقسم ہو کر ادھر

ادھر اور اولاد ان کے پاس ہے علی حیدر میاں بھی صاحب اولاد
ہین اور بقدر گزران وقات جائداد بھی ہے ابتدائے عمر مین
انہوں نے کچھ خرچ بھی کیا پھر اللہ نے متروکات کے ذریعہ سے
پورا کر دیا یہ کم لوگون سے ملتے ہین ان کے والد بھی بہت کم
لوگون سے ملا کرتے تھے میر امیر حیدر بھی وکیل تھے دریاپور مین
ان کا مکان موجود ہے اون کے بیٹے بھی ہین انکی لڑکی سے
حفیظ میاں صدر گلی کی شادی ہوئی اور سید میاں نواباد ہ
کے لڑکے مظہر بھی ان کے داماد تھے انہوں نے انتقال کیا
میر امیر حیدر کے لڑکے رضا حیدر بھی باپ کی طرح لائق آدمی
ہین مظہر مرحوم بھی اپنے باپ کے فطرتی آدمی تھے اور بزرگون کا
احترام کرتے تھے نواباد ہ مین رہتے تھے بہت خوبصورت
آدمی تھے نوجوان ہی قضا کیا سید میاں شاہ مبارک حسین
لودیکرہ کے بہن سے بیاہے تھے اور شاہ مبارک حسین خان بہار
شاہ محمد کمال صاحب کے والد تھے سید میاں کو شایستہ باد
والون سے قرابت داریاں تھین میر وزیر حیدر اور میر امیر حیدر
دونون نے محسن پور کی سکونت بالکل چھوڑ دیا یہ لوگ مولوی
مرتضے شیر صاحب اور میر اکرم شیر صاحب اور میر محبوب شیر صاحب
مورثان حافظ علی شیر صاحب رانی پور سے قریب تر اصل قرابت
تھے دونون نے اپنی اپنی زندگی نے ضرر بہت ابرو کے ساتھ

الگ تھلگ بسر کیا اور دونوں ادھیر ہوکر مر گئے اندازی ۲۵ برس گذرے دونوں کا انتقال ہوگیا ورثا زندہ ہیں جو شخص الگ تھلگ زندگی بسر کرتا ہے وہ نامور زیادہ نہیں ہوتا اوسکے تعلقات پبلک سے کم رہتے ہیں اسلیئے پبلک زیادہ واقف کار نہیں رہتی دونوں کا نام اولاد سے روشن اور زندہ ہے۔

۱۵ شاہ وزیر جان صاحب یہ شاہ علی حسین صاحب سملی کے بھانجے تھے یہ دو بھائی تھے ایک کا نام شاہ نبو تھا وہ زیادہ تر بہار اور شیخپورہ میں رہتے تھے اونکی صحبت شاہ نظیر صاحب انبیر سے بہت تھی وہ نیک آدمی نمازی اور پرہیزگار تھے تعجب تھا کہ رندانہ صحبت میں رہکر یہ کیونکر متقی رہ سکے یہ پختگی ان میں تھی ان کی اولاد بھی تھی آگے پھر کچھ حال ان لوگوں کا معلوم نہ رہا شاہ وزیر جان کی شادی ہادتی میان کی بہن سے ہوئی تھی اونکے دو لڑکے تھے ایک شاہ ظفر دوسرے شاہ اختر حسین شاہ ظفر بہت خوبصورت آدمی خوش مزاج تھے ان کی شادی بخاندان شیخ سبحان علی بہرانوان میں ہوئی ان کے سسر حاجی وحید الحق تھے حاجی وحید الحق نے مکہ میں شادی کی تھی راقم اور حاجی وحید الحق سے مکہ میں بھی مدتوں ساتھ رہا اوسوقت شیخ سبحان علی صاحب زندہ تھے پھر حاجی وحید الحق صاحب بعد مرنے شیخ صاحب کے بہرانوان واپس آگئے انکا

والد ہجرت کر گئے تھے واپس نہیں آئے شیخ صاحب نے اپنے بھائیون
کو مختار نامہ دیدیا تھا جب حاجی وحید الحق واپس آئے تو بھائیون
سے بہت مقدمہ بازیان ہوئین قرضدار ہو گئے جائداد نقصان
ہوئی وہ ہستی نہ رہی انکی آمدنی کافی سے زیادہ تھی پھر بھی
مابقے اتنی تھی کہ امیرانہ طور پران کی بسر ہوئی بانکی پورچوہٹہ پر
مکان تھا ادسی مین گذر کیا کرتے تھے یہ مکان پٹنہ کالج کے
قریب تھا راقم سے بہت ربط تھا راقم لوکل بورڈ کا چیرمین
تھا وہ ممبر تھے سفر مین ملاحظہ مین امتحان کے ملاحظون کے
وقت راقم کے ساتھ سفر کرتے رہے بہت ہی پرمذاق اور
سخی اور نیک دل آدمی تھے ان کے لباس عربی تھے اردو بھی
بولتے تھے عادت بھی عربی ہو گئی تھی طرز معاشرت بھی
عربی نما تھی بالکل ترکیب عربی نما تھی ان کے ساتھ چند
افیونی اور لکھنؤ والے حیدر میان اندر سبھا لے لکھنؤ سے آگئے اما سب
کے اندر سبھا قایم ہوئی اوس مین بہتیرے روپئے ضایع ہوئے
آخرکار یہ سمجھے کہ یہ لوگ راہ راست سے اونہین ہٹانا چاہتے
ہین خوب سنبھلے اور سب سے جدا ہوئے اور جوان ہی مر گئے
ان کے سادھو امیرالدین میان پار کے رہنے والے تھے
وہ اب کہین گیا مین رہتے ہین حاجی وحید الحق کی عربی بی بی
نے عبدالرحمن مختار والا مکان منگل تالاب کے موڑ پر مچھر ہٹہ گلی

مین مسماۃ برکت عبدالرحمٰن کی عورت سے خریدا عبدالرحمٰن مختار سے
اس عورت سے بہت مقدمہ بازی ہوئی اور مکان اوس عورت کو
ملگیا چونکہ زندگی مین بیع مقاسمہ تھا عبدالرحمٰن مختار تا زندگی
چھیدی میاں کے مکان مین بنے خانہ نشین رہے اور رو رو کر
اپنی زندگی گزار گئے عمر بھر کی کمائی سب اوس عورت نے
چھین لیا برکت ایک بازاری طوائف لکھنو کی تھی اوس سے
عقد کر لیا تھا اوس سے وثیقہ لکھا لیا تھا اوسکے ساتھ میر ن
صاحب اوسکے پرانے ملاقاتی تھے اونھون نے سارا قانون
مختار صاحب کا بھلا دیا دس برس ہائیکورٹ تک مقدمہ
لڑا آخر کل جائداد زندگی مین اوس عورت کو ملی میرن صاحب
مر گئے عورت تختہ تاراج ہو گئے وہ بھی مر گئے یہ مکان وہی
ہے جس مین حاجی وحیدالحق کی بی بی رہتی ہین جو شخص بازاری
عورتون سے یا غیر کفو مین شادی کر لیا ہے اوسکا نتیجہ یہی
ہوتا ہے غیر کفو والون پر کوئی دباؤ سوسائٹی اور برادری کا
نہین رہتا نتیجہ بد نکلتا ہے کفو مین کرنے والون کو وقت
کم ہوا کرتی ہے کچھ لوگ ادھر کچھ ادھر ہو جاتے ہین دب دبا کر
معاملات ایک نک پر آجاتے ہین ان لوگون کا قصہ عبرت
انگیز تھا اور افسوسناک تھا بلکہ ایک تربیتی سبق تھا اسلئے
اوسکا تذکرہ کر دیا گیا شاہ ظفر کی اولاد مین سے میاں نجم

شاہ ظفر ہیں اور اسی خاندان میں میر امیر مرزا صاحب کے
نانی ظفر بھی بیاہے ہیں اس لڑکے کے والد میر فضل امام
تھے میر فضل امام کے لڑکے میر ارادت حسین تھے ایک بیٹے
نوابادہ میں ہیں جو مظہر میاں نوابادہ کے سالے ہیں
اور شاہ ولی صاحب کے خاندان میں بیاہے گئے ہیں کل
جائداد شاہ مظہر حسین کی بی بی نے اسی لڑکے کو لکھا ہے
ایک لڑکی بیار حسین کیا کے لڑکے شاہزادو میاں کے بھائی
سے بیاہی تھی ابھی تک ان سب لوگوں کے پاس جائداد
بقدر گزران اوقات ہے شاہ وزیر جان لادھیر ہو کر مرے شاہ
ظفر جوان مرے حاجی وحید الحق ادھیڑ مرے یہ سب واقعہ ۲۰ برس
کے اندر کا ہے اب کہانی رہ گئی۔ حاجی اختر حسین دوسرے
لڑکے خاندان میر امیر مرزا صاحب ساکن پاٹی گلی کے یہاں
بیاہے گئے اور وہیں ہیں ادنہوں نے بازار میں بیر چون کی
دوکان کھولا تھا پھر بند کیا اب زمینداری خاندانی کی آمدنی پر
اوسط درجہ کی زندگی بسر کر رہے ہیں ان کو پھلواری کی بڑی گدی
میں مریدی کا تعلق ہے متقیانہ زندگی ہے حج بھی کر آئے ہیں
صاحب اولاد بھی تھے اب اولاد نہیں ہے۔
نمبر ۱۶ شاہ محمد اکرم صاحب ایک بوڑھے رئیس صدر سٹرک پر
رہتے تھے ان کی آمدنی کافی سے زیادہ پندرہ ہزار سالانہ کی

ہوگی ان کے یہاں محلہ کے غریب امیر روز جمع ہوتے اور مہذب صحبت اون کے یہاں ہی تھی بڑھاپے کی زندگی بے ضرر اور الکس کے جیسے ہوا کرتی ہے ویسے ہی بلا حوصلا اونہوں نے بھی گذاری بڑھاپا خود ایسی چیز ہے کہ ہر حوصلا خود بخود پست ہو جاتا ہے قوا اندرونی و بیرونی جواب دیتے رہتے ہین کوئی حوصلا پورا ہو ہی نہین سکتا اپنے گزشتہ اعمالون پر انسان خود پچھتاتا ہے کوئی کوئی ولی مادرزاد ہوتا ہے ورنہ جوانی کی شان کس مین نہین آتی اپنے اپنے موقع کے موافق آسایش و آرام کون نہین کر لیتا جسکو جو موقع ملتا ہے اپنا ہر حوصلا پورا ہی کرتا جب بڑھاپا آتا ہے بجز خدا کے ساتھ کون دینے والا ہے انسان اپنی زندگی خدا کے حوالہ کر دیتا ہے پست ہمتی کے ساتھ آخر کیا کرے خدا خدا کرنے لگتا ہے وہ بھی اگر خدا ہدایت دیتا ہے تب کر سکتا ہے بڑھاپے کی معذوریان اور پست ہمتیان جوانون کے تفہیم سے باہر ہے جب وہ وقت اون پر خود آئیگا تب وہ سمجھ سکتے ہین شاہ صاحب روزہ نماز کے پابند تھے اور امیر آدمی آرام طلب تھے اوس پر بے سن دار تھے کتب بینی اور کار زمینداری مین اپنا وقت صرف کر کے ۳۰ برس کا اندازہ ہوا ہوگا انتقال فرمائے اب انکا مکان میدان ہو گیا اور عملہ فروش کے ہاتھ بک گیا ان کے بیٹے

محمد شاہ تھے اونکے لڑکے گیا مین تھے دونون باپ بیٹے جوان
ہی مرے انکی چند شادیان ہوئین اور دین مہر ادا کیے کرتے
ان کی جائداد قلیل رہگئی دین مہر بہت بڑا کے لئے ایک
گھن ہے یا دیمک ہے اندر اندر آدمی کھوکھلا ہوجاتا ہے مگر لالچی
لوگ دین مہر کم نہین کرتے رواسم کے پابند لوگ مال کار
اور آخر نتیجہ پر توجہ نہین کرتے آخری نتیجہ جائداد کا خراب ہوتا ہے
اب ان کے پوتے گیا مین زندہ ہین ان کی ایک بہن مولوی موسی
رضا ولد مولوی علی آعظم صاحب پھلواری سے بھی بیاہی تھین
احمد منیر میان پھلواری شاہ اکرم صاحب کے ناتی ہین مولوی
علی آعظم کے بڑے لڑکے مولوی ولی عالم تھے جو راقم کے
سوتیلے پھوپھا تھے اور ایک لڑکی بہار مین مرداد مین مولوی
افضل شیر سے بیاہی تھین جنکے لڑکے فخرو میان بارہ دری
تھے فخرو میان میر محمد شیر مرحوم کے داماد تھے صدو میان بارو
میان ان کے اولاد مین زندہ ہین میر محمد شیر عرف میر محبوب شیر
راقم کے سوتیلے پھوپھا کے داماد تھے فخرو میان کی بی بی حافظ
علی شیر صاحب کی بڑی بہن کی لڑکی تھین فخرو میان کے
ساڑھو مرتضے شیر مرحوم تھے وہ میر محمد شیر کے داماد تھے جو میان
میر مرتضے شیر کے لڑکے ہین اور بھی برادران جو میان کے
ہین وہ سب اسی خاندان کے ہین میر افضل شیر اوسط آمدنی

کے آدمی تھے اور خوش زندگی بسر کر گئے فخرو میاں بھی آرام کی
زندگی بسر کر گئے یہ منتظم تھے دولت کو قایم رکھا اور نقد روپیہ
بھی چھوڑا میر مرتضے شیر نے جائداد کو نقصان بھی کیا مگر
آرام کی زندگی گذار گئے میر افضل شیر کے پوری برادری
مراد ہیں ہے صدرو میاں کی شادی شاہ نظیر صاحب
انبیر کے یہاں اونکی نتنی سے ہوئی اور بدرو میاں کی شادی
گیا ضلع میں ہوئی اوسی خاندان میں مولوی نور صاحب برادر
مولوی عزیز وکیل مرحوم کے بھائی کے لڑکی سے ہوئی یہ سب
لوگ خوش حالی سے گذار کر گئے اور جو زندہ ہیں خوش حالی
کی زندگی گذار رہے ہیں اور ہر آدمی میں جدا جدا کوئی کوئی
خاص صفت ہوتی ہے جو اپنے موقع پر تحریر میں آئیگی نور
میاں کی شادی حافظ زاہد صاحب کے خاندان میں ہوئی تھی نور
میاں کا ایک لڑکا ڈپٹی علی مظہر صاحب کے داماد تھے میر افضل شیر
کے دو لڑکے اور بھی ہیں جو صاحب اولاد ہیں و مرد آباد میں ...

۱۷ میر احمد حسین صاحب کا مکان شاہ حفاظت حسین صاحب
کے مکان کے بغل میں سڑک ہی پر تھا یہ متوسط آمدنی کے آدمی
تھے اور گوشہ نشینی کی زندگی گذار تے رہے انکو کتب بینی کا
شوق تھا اور اخبار بینی میں اپنا وقت صرف کرتے تھے تمام
کو کوٹھے پر بیٹھتے اور محض خالص ملاقاتی دو ایک ان کے پاس

رہتے اور اخبار کی گپ ہوا کرتی اور یہ اپنی آمدنی کے اندر اپنا گذران
انتظام کے ساتھ کرتے اور بالآخر زندگی گذار گئے اونہون نے
سرسید احمد خان کی کتابون کو بہت دیکھا اور انکا عقیدہ باوجود شیعہ
مذہب ہونیکے نیچریت پر ہو گئے یہ کوٹ دیا بجامہ ترکی ٹوپی پہنا
کرتے تھے شہر کے لوگ ان کو کڈوامی بولنے لگے بیلک تو آیندہ کو
نہین سوچتی کسی نئے رواسم کے خلاف اگر کوئی کام کیا بس او سپر
سیکڑون الزام آید کر دیتے ہین یہ اپنے بیٹے سجاد حسین کو انگریزی
تعلیم دینے لگے یہ بات بھی لوگون کو ناگوار تھی اسکا الزام بھی
ان کے سر تھا موجودہ نقشہ تو بیلک کے واہمہ مین بھی نہ تھا
کہ یہ تو پا بجامہ اور کوٹ ہی استعمال کرتے تھے ایک زمانہ آئیگا
کہ بیلک ٹوپ تک استعمال کریگی اور ساری دنیا انگریزی تعلیم پر
فخر کریگی بلکہ اس تعلیم کو ذریعہ رزق عیدتا مان لینگے سرسید کے
اوپر نیچریت کا الزام ہوا اون کے ماننے والے نیچری کہلائے
اب تو علے العموم ملحدانہ عقائد پھیلے ہوئے ہین ساری دنیا کا
رنگ پلٹا ہوا ہے ڈاکٹر سجاد نے ڈاکٹری پڑھا اور کہین ملازم
ہین اور امیر علی خانصاحب مرحوم ساکن حمام کے خاندان مین بیاہے ہین
صاحب اولاد ہین اور کماتے کھاتے ہین خوش زندگی گزار رہے
ہین گورے خوبصورت آدمی ہین اور اخلاقی حالت بہت اچھی
ہے مالی حالت بھی بری نہین رہے -

۱۸۔ میر واجد حسین مرحوم ایک پرانے رئیس اسی محلہ میں
تھے ان کی طرز معاشرت بالکل ہندوستانی تھی یہ بھی امامیہ
مذہب کے آدمی تھے اور کثیر الاولاد تھے ان کے ایک لڑکے کا
نام وزیر نواب تھا بڑے خوبصورت عین یکھ نوجوان تھے
نوجوان مرے صاحب اولاد تھے زیادہ مفصل حال نہیں یاد ہے
ایک بھائی نظیر نواب تھے رسٹرامین رنرل رجسٹرار تھے یہ بیحد
حسین تھے اور بڑے خوش مزاج نوجوان تھے نوجوان ہی مرے
ایک لڑکے نصیر نواب ہیں ہنوز زندہ تھے ایک لڑکے اور تھے
نام یاد نہیں ہے ان کا مکان اب تک قایم ہے جس میں
امیر نواب صاحب مقیم ہیں اور خرید لیا ہے بہت کافی جائداد
تھی بڑی خوش زندگی گذار گئے تعسیم ترکہ نے جائداد کو ٹکرہ
ٹکرہ کر کے غائب کر دیا اب اس خاندان کا کوئی آدمی راقم کے
علم میں میر صاحب کا جانشین نہوا نہ ویسی زندگی گزار کر کے گئے
ہر شخص کی تقدیر جداگانہ ہے باپ کسی کی تقدیر کو درست
نہیں کر سکتا جائداد تو چھوڑی اولاد بھی چھوڑا مگر خدای حکیم
سے سب لاچار تھے ویسا کوئی نہو سکا نہ ان لوگون سے
حیات نے وفا کیا اس خاندان کے لوگ اکثر نوجوان ہی
مرے ان لوگون کی جوانی کا افسوس ہنوز راقم کے دل میں
ہے اس خاندان سے راقم سے بہت ربط تھا علی الخصوص

نظیر نواب مرحوم کے صراسم تادم مرگ یاد رہین گے یہ سارا خاندان اخلاق
وتہذیب کا پوتلا تھا۔

۱۹ کوڑی میان کا مکان ہادی میان کے بغل مین ہنوز موجود ہے یہ کوٹھا علاقہ مظفرپور کے موضع کیجو کے رہنے والے تھے دایماً یہ شہر مین رہا کرتے تھے راقم کو ان کی وضع اور صورت یاد نہین ہے حافظ محمد حسن و حافظ احمد حسین دو لڑکے تھے یہ دونون بھائی مذاق کے پوتلے تھے اور اب تک ہی چال ہے گاہ گاہ اب بھی شہر مین آجاتے ہین اب وطن مین رہتے ہین یہ دونون ساٹھ کے اندر کا سن کم و بیش کر کے رکھتے ہین حافظ محمد حسن حافظ احمد حسن سے بڑے ہین حافظ محمد حسن کی اولاد کوریتیا مین موجود ہے ان کی لڑکی مولوی مظہر عالم ولد مولوی اسحاق مرحوم ست جستر اریتیا سے بیاہی ہے وہ بھی صاحب اولاد ہین حافظ احمد حسن کی شادی پوجہا موضع کے قریب جو راقم کا ہے کسی بستی مین ہوئی ہے یہ بھی صاحب اولاد ہین چونکہ یہ لوگ شہر سے دور ہو گئے زیادہ حالات سے راقم کو واقفیت نہو سکی انھوں کے پاس جائداد بقدر گزران موجود ہے خوش حالی سے دونون بھائی گزران کر رہے ہین مگر طبیعت ہنوز اوسی انداز کی ہے پرانے مزاج کے آدمی ہین وضعداری کا خیال ہے اس شہر مین جب آتے ہین تو پرانے ملاقاتیون کو تلاش کر کے ملتے جلتے ہین اب اس مکان مین علی حیدر میان رہتے ہین پہلے شاہ وزیر جان مرحوم

مذکورالصدر رہتے تھے اب یہ مکان ان لوگوں کی ملک نہیں ہے فروخت کر دیا ہے مورث کا جو خیال خام اپنے ذہن میں رہتا ہے وہ زیادہ تر غلط ثابت ہوتا ہے اولاد رہتے ہوئے جائداد منتقل ہو جاتی ہے مواقعات برابر بدلتے رہتے ہیں وارثان اپنی سہولت پر توجہ کرتے ہوئے انتظام مورث کو ضرور ردوبدل کرتے ہیں اور انقلاب خیالات و انتظامات کا ہونا دنیا کا ہوا ہے اور لازمی ہے۔

۲۰ میر فرحت حسین کا مکان دھولپورہ کے قریب لال املی میں ہنوز موجود ہے یہ متمول خاندان تھا اور ہنوز جائداد بھی موجود ہے انکا امام باڑہ مشہور ہے انکے یہاں کی مجلس اعزا بھی اب تک مشہور ہے امام باڑہ اور مکان بھی اچھا ہے اپنی زندگی یہ اچھی گذار گئے ان کے بیٹے ہنوز انکے جانشین زندہ ہیں انکا نام میر عنایت حسین ہے یہ با اخلاق آدمی ہیں اور شاعری اچھی کرتے ہیں یہ پرگو اور پرانے مشق کے آدمی ہیں کلام ان کا مزیدار ہے بہت ملنسار اور منکسر آدمی ہیں یہ صاحب اولاد بھی ہیں یہ خاندان اب تک خوش حالی سے چل رہا ہے۔

۲۱ گنگا بابو کے بیٹے ان لوگوں کا تفصیل وار حال نہیں معلوم ہے مگر یہ لوگ تاجر ہیں ایک دولتمند خاندان

تھا اور ہنوز ہے مگر وہ بابت جو راقم نے دیکھا ہے اب نہیں ہے
اس خاندان میں لوگ ابھی زندہ ہیں پرانے لوگ سب مر گئے
چند نوجوان لوگ ہیں ان کے دوکان میں تنگ ابیر ولوہان
زیادہ تھا ان کے مکان کے بغل میں ایک سنگت بھی ہی جہان
کوئی مہنت اب تک رہا کرتے ہیں اوس زمانے میں جن کا
میں حال لکھتا ہوں مہنت کی برابر تبدیلیان ہو چکی ہیں
ردوبدل بہت ہوتا گیا یہ سنگہت برائے ایسری پرشاد کے
مکان کے بغل میں ہے اون سے سنگہت والوں سے مقدمہ
بازیان ہوا کی ہیں یہ آباد سنگہت ہی واب تک آباد ہے
اب کون مہنت ہی راقم کو تحقیق نہو سکی اس محلہ کو کالی استہان
بولتے ہیں کالی کا ایک مندر بھی بن گیا ہے جو قدیم نہیں ہی
اس ٹیکی پر کے نوجوان خوبصورت لوگ رہا کرتے تھے وہ
نوجوانان اکثر ختم ہو گئے اون لوگوں کی اولاد ہے اس
خاندان کا بچہ بچہ گورہ خوش نقشہ اور خوبصورت تھا یہ
نعمت خدا ہے جو اس خاندان میں تھی اور اب تک ہے
اوس وقت کے لوگ بڑے منکسر ملنسار تھے اب کے لوگ
ایسے نہیں ہیں

۲۳ ممتاز نواب عرف رضا حسین یہ لڑکے
خاندان میر علی میر سنگی جات صاحب میں سے تھے

گھر کے متمول آدمی تھے شیعہ مذہب تھے اللہ ریے امیری ہیں
ان کے پاس گاڑی گھوڑا معہ صاحبین تھے بڑے آسایش
اور فضول خرچی کی زندگی گذارنے لگے پڑھے لکھے آدمی
تھے تھوڑی انگریزی بھی جانتے تھے شادی بیاہ بھی ہوا
ایک اوسط درجہ کی آمدنی تھی اگر ہوش کر کے چلتے تو کئی پشت
ان کے متعلقین آرام کی زندگی بسر کر سکتے تھے مگر انہوں نے
آیندہ زندگی کا خیال نہ کیا اور صحبت یاران میں یہ مخدرات
کے عادی ہو گئے رفتہ رفتہ جائداد غائب ہو گئی اور ان کو
سخت تکلیف اوٹھانی پڑی بدقت ڈاک میون کی نوکری
کرلیا وہ بھی انجام نہ کرسکے ڈسمس ہوئے پھر راقم کے یہاں دس
روپیہ ماہوار پر ملازم رہے وہ بھی ڈیوٹی ادا نہ ہو سکی اپنی
عادات مخدرات کو چھوڑ انجام نہ کرسکے معذور اً راقم کو
جدا کرنا پڑا اور آخر عمر ان کی بہت ہی تکلیف سے گذری
اقربا کے امداد سے گذران کرتا ہوا اور ادھیڑ ہو کر انتقال کیا
ان کے متعلقین ہنوز زندہ ہیں اور تکلیف میں ہیں۔
ان کی بہن بیگم صاحبہ کا دماغ خراب ہو گیا وہ ہنر ایسے بدبخت
بنے سخت مفلوک الحالت میں ہنوز زندہ ہیں۔ اس
خاندان کے دونوں بھائی بہنوں پر نامناسب واقعے گذرے
حالانکہ دونوں اچھے خاندان کے ہیں اور شاخان بہار کے رشتہ دار ہیں

گردشِ تقدیر سے مجبوری ہے مخدرات کی عادت انسان کو بالکل بیکار کر دیتی ہے آدمی کسی مصرف کا نہیں رہتا بجز گپ اور سونے کے اور الکس پیدا ہونے کے کوئی چوتھا کام نہیں کر سکتا ابتدائی حالت تو انسان کی لذات شہوانی کے لالچ میں اپنے کو پابند مخدرات کرا دیتی ہے آخری نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ کسی لذت کی حس بھی باقی نہیں رہتی اور صحت ہی خراب ہو جاتی ہے پہلا اثر صورت انسانی پر آتا ہے حسین آدمی سوکھ کر بدصورت ہو جاتا ہے پھر الکس کے وجہ کر طبیعت میں گندگی پیدا ہو جاتی ہے پھر یکدم جاتی رہتی ہے بجز نیند کے کوئی دوسری لذت بھا نہیں سکتی اور صحت تو ایسی خراب ہو جاتی ہے کہ آدمی کسی کام کا نہیں رہتا عادات ایسے مجبور کر دیتے ہیں کہ اپنے مصرف کا خود نہیں رہتا منشیات کو آدمی روک سکتا ہے مخدرات سے توبہ کا دروازہ بھی بند ہو جاتا ہے یہ وہ چیز ہے کہ اسے کوئی چھوڑنا بھی چاہے تو چھوڑ نہیں سکتا یہ عادت جان کے ساتھ جاتی ہے یہ خدائی قہر ہے جس انسان کو بیکار کر دینا چاہتا ہے اوسکو مخدرات کا عادی بنا دیتا ہے زندگی کو خراب کرنا ہو تو مخدرات کا عادی ہو جانا بہترین نسخہ ہے صرف کسی مخدر چیز کا عادی ہی نہ ضرورتوں کو بڑھا تا ہے مخدرات کے لیے بہتری چیز کی حاجت اور اور غیر ضروری بھی لازمی ہو جاتی ہے میٹھا غذائے مرغن بالائی

حقہ وغیرہ وغیرہ ضروریات کے اندر داخل ہو جاتے ہیں جو مہیا
نہیں ہو سکے یہ چیز غربا کے لئے بہت ہی مضر ہے امرا بھی برباد
ہو جاتے ہیں اس سے بڑھکر کوئی دوسری عادت مخرب
اخلاق نہیں ہے انسان کو بیکار اور بے اعتبار بنانے والی
اس سے بدتر کوئی دوسری عادت نہیں ہے ہر بری عادت تو ان
سے انسان جدا ہو سکتا ہے مگر افیون کا کوئی جزو انسان سے
چھوٹ نہیں سکتا منشیات سے مخدرات بدترین چیز ہے۔
۲۳ محمد عظیم لکھنو علاقہ تھانہ مسوڑھی کے رہنے والا
ہیں اور منشی عبدالکریم کے بیٹے ہیں ان کی حقیقی بہن سے میر
احسن التوحید کی شادی ہوئی تھی میر احسن التوحید بہار کے ساکن
کے رہنے والے ہیں یہ راقم کے حقیقی سالے ہیں محمد عظیم کی
شادی حاجی گنج میں اچھے متمول خاندان میں ہوئی تھی
جب ان کی بی بی کا انتقال ہو گیا ان کے بیٹے محمد علیم
نابالغ تھے عظیم اپنی ساس کے منتظم رہے اور خوش زندگی
بسر کرنے لگے انتظام سے چلتے رہے آرام کرتے رہے جب
لڑکے بالغ ہوئے مالک ہوئے باپ سے انتظام لے لیا اور نانی
اس لڑکے کو بہت مانتی رہی پھر تو گاڑی گھوڑا اور کیا کیا
فسٹ فاٹ کی زندگی گذرنے لگی مصاحبین اور شیدا ان
طریقت حسب دستور ساتھ ہو گئے تین برس تک اسی ٹھاٹھ

سے گزران ہو آمدنی بہت وافر نہ تھی تین ہی برس کے اخراجات کو
کافی ہوئی ٹم ٹم گھوڑا راقم نے خرید ا رفتہ رفتہ مکان وغیرہ
سب بک گیا اور اب میدان ہے ان لوگون کو شہر چھوڑنا
ہوا منشی عبد الکریم لکھنو زدرث کا انتقال ہوا وہ گھرست آدمی
تھے تھوڑی سی جائداد اور کاشت سے وہین جا کر دیہاتی زندگی
بسر کرنا پڑی وہ لوگ اب لکھنو مین تھے میر احسن التوحید کے
بی بی کی زندگی تک راقم کی آمد رفت رہی اونکی بی بی کے انتقال
کے بعد سے راقم کو پھر خبر نہ رہی یہ لوگ کہان ہین کس عالم
مین ہین آدمی جب اپنی حیثیت سے بڑھکر کوئی کام کریگا آخر مین
تکلیف اوٹھانا ہوگا ۔

۲۴۔ حاجی عابد حسین یہ دیہات کے رہنے والے
گھرست آدمی تھے گو راہ پر ایک متمول عورت بی بی کا جو کے
مختار عام تھے وہ زوجہ شیخ امداد علی مرحوم کا مکان تھا و
ابو سعید خان خان بہادر کی خوشدامن تھین اور مسماۃ بی بی
فصیحن کے مان تھین اون کے یہان یہ کارپرداز ہوئے پھر حج
کو بھی گئے بوڑھے آدمی وضع پرانی نماز روزہ کے پابند قرن
زمیندار رہی مین ہوشیار اونھون نے بہت اچھی کارپردازی
کی ایک دربار قایم تھا لوگون سے کم ملتے اپنے کامون مین
مشغول رہتے آمدنی ان کے ہاتھ مین بہت وافر تھی بہت

ہی آرام کی زندگی گذار گئے یہ بے ضرر آدمی تھے اور منکسر مزاج
آدمی تھے جوڑی فٹن سے ان کے سواری میں رہی ور گوراره
محلہ میں رہا کرتے تھے - ۳۰ برس ہوا ہوگا کہ انکا انتقال ہوا چند
روز انکی مالکہ زندہ رہیں وہ بھی مر گئیں اونکا متروکہ مسماۃ بی بی
فصیحن زوجہ ابو سعید خاں مرحوم کو ملا پھر وارثوں کو ملا اب
گوراره کا مکان پژمردہ اور ویران حال میں ہے ورثا ہیں مگر یہ گھر
برباد ہوگیا مورثوں کو کیا فائدہ وارثوں سے ملتا ہے جو دوسروں
کے لئے وہ اپنے سر دنیا بھر کے بکھیڑوں کو لیا کرتے ہیں اور نتیجہ
یہ ہوا کرتا ہے کہ نام ونشان تک بے نشان ہوجاتا ہے خدا ہی
کا نام رہتا ہے اور رہے گا اپنی زندگی انسان کو چین سے گذار
لینا ہی اچھا ہے اور پس ماندہ حق ہمسایہ دینا مگر کچھ چھوڑنا بھی لازم
ہے پھر امید بقائے نام ونشان تو بالکل غلط فہمی ہی ورنہ ہیں
پچاس سو برس بعد دنیا میں تبدیلی ضروری ہے اور بے نشان
ہونا اور تبدیلی ہیئت کا ہونا لازمی ہے [illegible] ورثا [illegible]
سے البتہ کچھ پتہ چل جاتا ہے ورنہ کہاں [illegible] کا نام
رہا ہے اور رہے گا اور کس کی یاد [illegible]
رہیگی خود وارثان اپنے مورثان کا نام [illegible]
دو ہی پشت کی خبر مشکل جانتے ہیں [illegible]
چلتا ہے کہ فلاں مورث کی جائداد تھی [illegible]

تو اوس خاندان سے ہر طرح کی بے تعلقی پیدا ہو جاتی ہے اپنے گھر کی
قصہ کوئی نہین بتا سکتا اور مورثان ماسبق کا حال نہین کہہ
سکتے ان واقعات پر توجہ کرنے سے جی چھوٹ جاتا ہے اور
ہر چیز بے ثبات معلوم ہوتی ہے پھر تو کوئی یادگار کی چیز بنانے
کو جی نہین چاہتا ہان قومی خدمت اور خدائی خدمت گذاریان
یادر ہنے کے لایق ضرور ہین جو مدتون ثواب جاریہ ملتا ہے
اور قوم یاد بھی کرتی ہے ورثا سے زیادہ قومی ورثا یاد کرنیوالے
موجود ہو جاتے ہین مگر دولتمندون کی توجہ خود غرضیون کے
طرف رہتی ہے اسلئے اونہین گمنامی نصیب ہوتی ہے انکی
مالکہ نے ایک مسجد اور مقبرہ کرتھا مین قایم کیا ہے جہان کچھ
جائداد بھی وقف ہے اور مدرسہ بھی ہے وہ ہنوز قایم ہے مکان
کھد گیا وہ رہگیا ہے اس مین یادگارین رہتی ہین جسکا تعلق
بندگان خدا اور خدا سے رہتا ہے اور جو ورثا کے لیے چھوڑا
جاتا ہے وہ برباد ہو جاتا ہے۔

۲۵ میر ابو محمد صاحب منشی امیر علی صاحب

ایک دولتمند رئیس ضلع گیا کے لڑکے تھے پٹنہ مین انکی شادی ہوئی
قلعہ پر رہتے تھے ان لوگون کا اصل مکان موضع کرتھ مین تھا منشی
امیر علی نام اور آدمی گذرے راقم نے اون کو نہین دیکھا
وہ اس شہر مین آتے تھے بڑا رعب داب تھا میر ابو محمد

محلہ قلعہ پر رہتے تھے قلعہ پر ایک معقول بنگلہ تھا نفیس باغ سجا
ہوا تھا مکان بھی سجا ہوا تھا ہندوستانی اور انگریزی فیشن
کی کل چیزیں تھیں دولت کافی تھی تیس چالیس ہزار کی
تحصیل تھی نوکر چاکر گاڑی گھوڑے سب تھے بڑی ٹھاٹھ کی
زندگی اور بہت خوش زندگی بسر کر گئے ان کی شادی
میر حامد حسین لودیکٹرہ کے بہن سے ہوئی تھی اونکے بیٹے
محمد قاسم تھے وہ بھی باپ ہی کے مزاج کے آدمی تھے رندانہ
زندگی بسر کر گئے مگر بہت معقول منکسر مزاج ملنسار نوجوان
تھے ان کو جوانی میں چیچک نکل آئی تھی اور بہت بڑی
چیچک تھی جان بچنا محال تھا زندگی تو بچی مگر چہرہ پر بہت
داغ رہگیا یہ بڑے خوش لباس تھے اور بڑے شوقین تھے
اور جامع زیب آدمی تھے نوابی ٹھاٹھ سے رہے اور لودیکٹرہ
میں زیادہ تر رہے اور حامد ہی میاں کے مکان میں بہت
رہے ان کے انتقال کے بعد سے میر ابو محمد صاحب کی روش زندگی
بدلی پہلے وہ بہت ہی متقی پرہیزگار تھے اور پھلواری بڑی
گدی کے مرید تھے ان کو بیعت جناب حضرت شاہ علی
حبیب صاحب قدس سرہ سے تھی بعد مرنے لڑکے کے انہوں نے
غم غلط کرنے کے خیال سے اپنی عمر گانے بجانے میں صرف
کیا اور سیر بھی نماز روزہ کے پابند تھے سارنگی تو ایسی بجانے

لگے کہ یہاں کے ڈھاری کان پر ہاتھ رکھتے تھے گانے والی
طوائفین بھی دل بہلانے کو ملازم رہین اُنہون نے بی شرفو سے
عقد کرلیا تھا بی شرفو نے جیا و بی لالن کی بہن تھین بی شرفو
سے ان کی دل بستگی ہو گئی تھی اون کے انتقال کے بعد ان کو
اور صدمہ ہوا اون کا مزار بکی درگاہ جھٹلی کے احاطہ کے باہر
بنا اور وہین پر ایک مکان پختہ بنوایا اور مدتون وہین رہے
اور آتے جاتے رہے لوگون کو مدتون اوس مکان مین آرام
ہوا کیا اب وہ مکان لاوارث ہو گیا اور خراب خستہ ہو گیا اوس
کے بعد سے شہزادی کو جو سوین والی شہزادی کہلاتی تھین
اور تاج خان گوئیے کے شاگرد تھین اور بہترین گا نا گاتی
تھین ملازم رکھا اور خود سارنگی بجاتے اور گانے کا لطف
اوٹھاتے رہے عبادت کے وقت عبادت کرتے رہے بی جیا
نواب امیر علی کے عقد مین آگئین اور بی لالن نواب سید میر حسن
خان پریسیڈنسی مجسٹریٹ کلکتہ کے عقد مین در آئین تینون
بہنون مین بڑی محبت تھی ایک کے عقد کے بعد سب نے
عقد کرلیا جیا بی کا مزار بھی بہن کے قریب ہے قلعہ بیابون
مین جلسہ جھولا ہوا کرتا تھا شہر کے گوئیے اور رنڈیان
اور موسیقی دان جمع ہوتے کھانا پینا اور چائے حقہ اور کل
خاطر داشت اُن کے ذمہ رہا کرتی گویا ایک بھاری

تقریب کا سامان ہوتا تھا دریا کا کنارہ اوپر سے سجاوٹ اور شہر
بھر کی صورت دار مرد و عورت کا مجمع گویا حسینان جہان کا سما
اور نمایش تھی جھولون پر متفرق جگہ پر گانا ہو رہا ہے لوگ آزادی
سے لطف زندگی اوٹھاتے ہین پھر جلسہ عام تھا ہر غریب و امیر
بے تکلف ایک حیثیت سے ایک شریک ہوتا اور تماشے دیکھتا اور امرا
خودداری کی داشت ریاست رکھتے ہوئے اخلاق برتا کرتے تھے
یہ یادگار ان کے دم کے ساتھ گئی پھر وہ باتین اس شہر مین میسر
نہ ہوسکین بعد ان کے لوگون نے اسکی نقل چندے ٹیلر صاحب کے
باغ مین لوہانی پور کے بنگلے مین جناب نواب ولایت علی خان صاحب
بہادر سی اس آئی کا تھا ہنوز اوسی خاندان مین ہے نواب چھجن صاحب
اب اوسکے قابض ہین اوسی مین دو تین برس ہوا مگر قایم نہ رہ سکا
دو تین برس اس قسم کا جلسہ لنند باغ مین راے جی کشن بہادر کے
بھائی از صرف راے رادھا کشن بہادر ہوا مگر عام نہو سکا اسلیے
وہ عام لطف نہو سکا اسمین مخصوص معززین بلائے جاتے اور
وہ ترکیب نہ رہی گویا خاص دعوت ہوا کی یہ جلسہ پر بازہ سکار اصحاب
بھی اس شہر مین اپنے وقت کے واجد علی شاہ تھے اور بے تعصب
حالانکہ مذہب کے بہت پابند تھے لوجا پاٹ اپنے وقت پر ذہب
کرتے تھے ان کے دربار سے مسلمانون کو بہت فیض ہوا کیا امیر و
غریب احباب و فقرا سب فیضیاب ہوتے رہے اندازی ۸۰ برس

ہوا ہوگا میر ابو محمد صاحب نے قضا کیا ان کی جائداد بھائیوں پر تقسیم ہوئی ان کی بی بی نے اپنی جائداد مولوی حامد حسین صاحب اپنے بھائی کو لکھدیا میر ابو محمد صاحب کی لڑکی مسٹر نور الہدیٰ صاحب جج سے بیاہی تھین شادی کے چند ہی روز بعد مسٹر نور الہدیٰ صاحب ولایت چلے گئے عقب مین ان کی بی بی نے قضا کیا مسٹر مذکور ملازمت مین رہے اور پھر شادی نہ کی میر ابو محمد صاحب اور ابو سعید خان بہادر سے ملازمون نے فقط اس بات کے لئے کہ ٹیلیگراف ایک کا دوسرے نے کھولدیا تھا اسقدر مقدمہ بازی کی دونون طرف سے قریب لاکھ لاکھ روپے کے صرف ہوئے آخر کار تصفیہ ہوا بہتیرے لوگ اس مقدمے مین بن گئے ملازمون کے بہکانے کے بدولت کتنے رئیس برباد ہوگئے مقدمہ بازی سے بدتر برباد کن کوئی دوسرا ذریعہ نہین ہے جب مقدمہ چھڑ جاتا ہے فریقین کا نفس موٹا ہوجاتا ہے نفع و نقصان کیطرف پھر توجہ نہین رہتی فقط مونچھ کی لڑائی رہتی ہے۔

۲۶ خان بہادر میر ابو سعید مرحوم منشی امیر علی خان کرہ کے دوسرے بیٹے تھے یہ قلعہ پر رہا کرتے تھے انکی آمدنی وافر تھی انکا سسرال انکا شیخ امداد علی مرحوم کے یہان تھا جنکا مکان لودیکٹرہ مین راقم کے مکان کے بغل مین ہے شیخ امداد علی کے اہلیہ بی بی کا جو صاحبہ تھین جنکا تذکرہ اوپر ہوچکا ہے وہ چھوٹی

ڈمری کی رہنے والی تھیں شیخ امداد علی سے خاندان شیخ احمد اللہ
و شیخ برکت اللہ سے قرابت قریبہ تھی و کاجو بی بی بڑی شیخاین
لڑکے مشہور تھیں شیخ امداد علی کی محل ثانیہ چھوٹی شیخاین تھیں
جنکی اولاد میں خاندان میر یوسف حسین و میر کفایت حسین
لودمکیڑہ باقی تھے اس خاندان کے لوگ ہنوز زندہ ہیں اور
شیخ برکت اللہ کی محل ثانیہ کی اولاد میں منشی محمد امیر مرحوم
و قایم میاں و منشی حسن رضا برشتہ دار تھے میر ابوسعید
خان بہادر کی بی بی مسماۃ فصیحن تھیں جنکے لڑکے چھیدی
میاں ہنوز زندہ اور جانشین ہیں میر ابوسعید کے لڑکے
عمر میاں تھے جنکی شادی میر الفت حسین دانا پوری کے
لڑکی سے ہوئی اور عزیز الحسن اور انیس الحسن میر الفت حسین کے
بیٹے ہیں میر الفت حسین کمتولیا کے رہنے والے تھے یہ میر الطاف حسین کے
لڑکے تھے اور شاہ وجیہ الحق صاحب کے بہن سے بیاہے تھے شاہ وجیہ الحق صاحب
کے لڑکے نبین میاں و فصیح میاں ساکنان نگرنہسہ ہیں شاہ وجیہ الحق صاحب
منشی امانت علی صاحب کے لڑکے تھے اور مولانا نصیر الحق قدس سرہ کے
ناتی ہیں مولانا نصیر الحق راقم کے نانا مولانا امیر الحق صاحب قدس سرہ کے
بھائی اور پیر تھے منگل تالاب کی گدی نشین تھے سب کا حال جدا جدا
اپنے اپنے موقع پہ ملے گا میر ابوسعید کی زندگی بہت عیش سے گذری بہت
آرام کیا بڑی عزت حاصل کیا پہلے خان بہادر اس شہر میں یہی ہوے تھے

بڑا نام ہوا شہر میں بڑا رعب داب رہا یہ مذہبی آدمی تھے اور عوام
و خواص میں بہت ممدوح تھے اور بڑے داشت کے آدمی
گذرے قلعہ پر انجمن قایم تھی مشاعرے ہوتے رہے انجمن ہوا
کین ہر جلسہ میں راقم کے ماموں صاحب مولانا رشید الحق صاحب عبدالرحمن
ہوا کرتے تھے میر صاحب کو ہر قسم کا شوق تھا تلنگی کے جلسے
لودیکٹرہ والے مکان میں چھت پر ہوا کرتا تھا ایک گروہ روسا
کی راقم کے چھت پر رہتی دوسری اونکے سسرالی چھت پر رہتی
ان لوگوں کے وقت کی صحبت قابل دید تھی ان کے لڑکے عمر میاں
کے ختنہ کی تقریب اس شہر میں لاجواب ہوئی تیرہ روز طعام داری
ایسی ہوئی کہ پھر کوئی طعام داری اس شہر میں ویسی نہ ہوئی کوئی
حصہ دس روپیہ لاگت سے کم کا نہ تھا اور گھر گھر اپنی برادری اور
احباب میں تقسیم کرایا محفل لاجواب کی دور دور سے طایفے آئے
گوہی بائی اور او سوقت کے بڑے بڑے نامی بھانڈ اور گوئے
آئے وہ مجمع قابل دید تھا ان کے ایک داماد عبدالوہاب مرحوم
تھے جنکے بیٹے نواب مرحوم تھے جو شاہ منعم کے خاندان میں
لودیکٹرہ میں بیاہے تھے - ایک داماد شیخ فضل الرحمن ولد شیخ
کوان عرف شیخ نثار حسین تھے فضلو میاں کی بہن حافظ فضل حق
آزاد ساکن شاہ بیگھہ سے بیاہی گئیں ایک داماد خان بہادر
قاضی فرزند احمد گیا تھے جنکی اولاد تھی ایک داماد سید محمد رشید

صاحب ولد مولوی وحید الحق صاحب ہین مولوی محمود الحق پھلواری انکے
پوتے اور عمر میان ولد میر ابو سعید خان بہادر کے داماد ہین میر ابو سعید
خان کے ایک بہنوئی میر یعقوب حسن تھے اون کے لڑکے محمد رشید تھے
جو خان بہادر کے داماد بھی تھے اور بھانجے بھی تھے اونکی اولاد
زندہ ہے اسی خاندان مین مولانا سلیمان پھلواری کے بڑے
لڑکے مولوی حسن مرحوم بیاہے تھے جنکی اولاد زندہ ہے ایک بہن
خان بہادر کی قاضی سید رضا حسین خان بہادر راقم کے
پھوپھا کے بھائی سید کاظم حسین منصف سے موضع سائین مین
بیاہی تھین جو لاولد مرین خان بہادر کی دوسری محل سے چند
اولادین تھین ایک لڑکا نہایت ہونہار ابو الفضل غالباً نام
تھا جوان ہی قضا کیا جو کنوارے تھے ایک داماد خان بہادر کے
خان بہادر سید ظفیر الحسن انجنیر ولد مولوی نور صاحب ہین جو صاحب اولاد
ہین دوسرے مرزا سعید مرحوم گیا تھے ایک داماد مرزا امیر تھے
یہ مرزا سعید کے بھائی تھے مرزا امیر کے داماد حکیم شفیع تھے
اونکے داماد مولوی حمید ولد مولوی رشید صاحب نبیرہ ہین جو
ڈھاکہ لائن مین ریلوے کے افسر اعلیٰ ہین مرزا سعید کی روش
زندگی رندانہ تھی مگر اسقدر دوست پرست اور سخی اور دل
کے عمدہ آدمی تھے جسکا بیان مشکل ہے ان کو گانے بجانے
کا شوق بیحد تھا اور کھانے کھلانے کا بہت شوق تھا

نوجوان ہی قضا کر گئے مرزا امیر بھی اسی وضع کی زندگی گذار
کئے اور جوان ہی مرے حکیم شفیع کا مطب بھولور گنج مین تھا
نہایت معقول اور دوست پرست پر مذاق آدمی تھے اور
جوان ہی مر گئے یہ سب لوگ قلعہ والی کوٹھی مین بہت آرام
کی زندگی بسر کر گئے یہ سب دولت منشی امیر علی مرحوم کڑہ کی تھی
رفتہ رفتہ کل جائداد نکل گئی اور قلعہ کا مکان ورثا کو متروکہ مین
ملا اور رہن دیا بو مارواڑی کے بھائی رائے صاحب جیلان کے
ہاتھ بکا اب اون کے قبضہ مین ہے انہون نے لاکھون
روپئے لگا کر اس مکان کو از سر نو مرمت کیا اب قابل دید جگہ
ہے اور بہت آباد ہے رائے صاحب گورکہ رائے کے بیٹے ہین
اور مارواڑیون مین سب سے زیادہ متمول ورنا مور ہوئے ان کو
گورنمنٹ کے اکثر ڈیپارٹمنٹ ٹھیکہ مین دیئے اور حکامون سے بہت
ربط ہے گورنمنٹ چھاپہ خانہ سے ان کو تعلق ہے ڈائری فارم
بھی پہلے ان کا تھا اور موٹر کا کارخانہ بھی تھا راقم کے ساتھ
چند برس اعزازی مجسٹریٹ بھی جہانگنج مین رہے تھے اب انکی
صحت خراب ہوگئی اور گاڑی سے گر کر معذور ہوگئے ہین
مارواڑیون مین سب سے بہتر ہین اور آرام کی زندگی یہ گذارتے
ہین پہلے تو مسلمان دوست بھی تھے مگر جب سے ننکو پریشن ہوا
ان کو قومی خیال بھی ہوگیا اور پولیٹکس کے فدائی بنے پہلے

ان کی زندگی تاجرانہ خیالات کی تھی اور اب مدبرانہ خیالات بھی پیدا ہو گئے ہیں۔

میر ابو سعید خان کے وقت میں اول اول دفعہ شہر میں ۸ محرم کو علم گروہ شیعان کا اوٹھا اور درمیان شیعہ وستی کے سخت تکرار اور عداوت پیدا ہو گئی اوس وقت خان بہادر ستی گروہ کے مددگار ہو گئے اور ابتدائی اختلاف درمیان دونون گروہ کے اوس وقت سے چلا جو رفتہ رفتہ موجودہ حد تک آ گیا اب دونون گروہ اندرونی بالکل الگ ہے اور ربط میں فرق آ گیا پٹنہ کی ساری جماعت غربا و امرا سنیون کی ایک طرف ہو گئی وہ وقت منگل صاحب کلکٹر کا تھا جنہون نے منگل تالاب کھودوایا بہت مشکل سے ان گروہون مین تصفیہ ہوا رفتہ رفتہ مزاحمت کیونکہ تعداد علم کی ہر سال بڑھتی گئی اسکے پہلے علم کا سلسلہ نہ تھا نفاق اور اختلاف کا نتیجہ ہے کہ بڑی گروہون مین کمزوریان محسوس ہوئین جسکی اب اصلاح مشکل ہے۔ ان کے ایک بھائی میر ابو صالح خان بہادر گیا تھے جنکے لوگ موجود ہین گیا کے حالات مین پورا حال ہوگا میر ابو سعید کے انتقال کو ۵۲ برس گذرا ہے۔

۲۷ میر محمو صاحب کا مکان دھولپورہ تین تھا یہ لوگ خان بہادر میر علی محمد شادین سے ہین انکی قرابتداریاں

سینون مین بھی تھی میر محمد حسین دوندی بازار سے بھی فنون کو لہ والے
خاندان سے بھی تھی انکی آمدنی اوسط تھی بہت پرسلیقہ آدمی
تھے تھوڑی سی آمدنی پر دو لڑکون کی تعلیم و تربیت بھی کی
خوش لباس تھے خوش غذا تھے اور گاڑی گھوڑا بھی رکھے
ہوئے تھے پچاس کے سن مین اندازاً چند برسین گذرین قضا کیا
دونون لڑکے کہین سرکاری ملازم ہین دونون لڑکے معقول
مزاج ہین اور بزرگون کے ساتھ بڑی تہذیب سے پیش آتے ہین
آیندہ کا حال زیادہ نہین معلوم ہوا۔

۳۸ ۔ مولوی علی احمد یہ کرائے پر سرائے کرنے والے
تھے حاجی گنج مین برابر ہے اور ان کے بھائی اصغر حسین تھے
وہ کرائے پر سرائے مین رہتے تھے میر علی احمد کے لڑکے محمد ہاشم
اکبر ڈو کہلاتے تھے محمد ہاشم پہلے تندرست تھے آخر مین بیمار ہوکر
اکہرے ہوگئے تھے محمد ہاشم کی بہن مسٹر سلیمان والد مولوی یحییٰ
وکیل سے بیاہی تھین جنکے لڑکے ڈاکٹر غلام امام ہین اور سید
نجم الحسن پسر اکبر راقم وہ مسٹر سلیمان کے بہنوئی ہین ہاشم میان
کی بہن صفی پور مین میر بضاعت حسین سے بیاہی تھین جنکے
لڑکے میر فدا حسین مرحوم اور ڈاکٹر وارث حسین ہین میر فدا حسین
مولوی تمنا صاحب کے سوتیلی بہن سے بیاہے تھے ۔ اور ڈاکٹر
وارث حسین مولوی نور الہدیٰ صاحب جج کی بھانجی سے

گیا ہے ہیں میر علی احمد صاحب ادھیڑ ہو کر مرے اور محمد ہاشم کو اور انکی والدہ کو صفی پور میں گینڈڑ نے کاٹ لیا تھا چند برس گذرا ہے کہ دونوں نے قضا کیا میر اصغر حسین کی اولاد زندہ ہے جو کرائے پر سرائے میں ہے اپنے موقع پر تذکرہ کیا جائیگا مسیح میاں کرائے پر سرائے اسی خاندان کے ہیں۔

۲۹ پیکو صاحب یہ ایک رنگریز بہت بوڑھے تھے قلعہ پہلے ان ہی کا تھا اور یہ بڑے متمول آدمی تھے راقم نے ان کے عروج کا زمانہ نہیں دیکھا بلکہ سخت افلاس و مصیبت کا زمانہ دیکھا یہ کچی گھاٹ میں مختصر سے کرایہ کے مکان میں رہتے تھے اور مقدمات لڑا کرتے تھے مگر کوئی فائدہ انکو مقدمات سے نہ ملا جب مقدر بگڑتا ہے پھر کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی اور تدبیر بھی جواب دیدیتی ہے جو تدبیر کیجاتی ہے مخالف پڑتی ہے اس غریب نے کوئی دقیقہ اوٹھا نہ رکھا مگر گئی دولت کا واپس آنا دشوار ہے جب وقت نکل جاتا ہے پھر ہاتھ نہیں آتا اور دولت جب رہتی ہے انسان قدر نہیں کرتا جب ضائع ہوتی ہے پچھتاتا ہے اور اوس کے واپس کرنے کا ارادہ کرتا ہے اور واقعات صحیحہ کے خلاف راستہ نکالتا ہے جو بیکار ہوجاتی ہے صرف گردش اور پریشانی ہاتھ آتی ہے جب چیز ضائع ہوجاتی ہے بمشکل

واستقلال سے دوسرا کام کرے ورنہ زندگی اوجھ کر رہتی ہے
کوئی نتیجہ نہیں نکلتا راقم نے پینگو صاحب کو بہت تکلیف مین
دیکھا جو اونکے لیے شایان نہین تھا اور وہ قابل افسوس تھی
اونہون نے جو جو واقعات دیکھتے تھے اُسے بیان کرتے
تھے راقم کے وہم و گمان مین بھی نہ تھا ایک تعجب خیز کہانی
تھی جیسی یہ کتاب چند برسون کے بعد آیندہ نسل کے لئے زندہ
کہانی ہو گی اون لوگون کے وہم و خیال مین بھی نہ آئیگا کہ
اس شہر مین ایسے لوگ تھے اندازی ۲۰ برس گذرا ہو گا اونکا
انتقال ہو گیا اونکے ورثا کا کوئی پتہ نہ ملا اور ان کا کوئی
مفصل حال نہ کھلا کس خاندان سے تھے اندازیہ ہے کہ یہ
فرانسیسی آدمی تھے اور تاجرانہ حیثیت سے شہر مین رہے
اور تجارتی دہکے کے بدولت کارخانہ خراب ہوا زمینداری
سے انسان اتنا جلد برباد نہیں ہو سکتا یہ ایک مستقل چیز ہے
تجارت البتہ کاغذ کی ناؤ ہے چلتی کا نام گاڑی ہے بڑھے
تو بڑھے چلے اور گے تو بس پتہ بھی نہین لگتا تجارت بہت
نازک چیز ہے اسمین دیانت اور منتظم ہونے کی بڑی ضرورت
ہے دومین سے ایک کی کمی ہوئی اور کارخانہ تمام ان
کی بعض اولاد ایک ہندوستانی عورت سے تھی وہ بلکیہی
سوداگر کے مکان کے پاس رہتی تھی اصغر میان چاندو فروش سے

سے کچھ تعلق تھا۔

نمبر ۳۰ منشی ہیرالال یہ قلعہ محلہ کے رہنے والے ایک کایستھ تھے انہوں نے اپنی زندگی میں کارپردازی سے بہت کچھ کمایا اور اچھی ہستی بنایا ان کے اندرونی عقاید بہت اچھے تھے اور عقیدتاً یہ ہندو نہیں معلوم ہوتے تھے ان کو عبادت کا شوق تھا ہر وضع کی عبادت کو یہ اچھا جانتے تھے اور ہر آسمانی کتاب کی قدر و منزلت کرتے تھے یہ قرآن پاک بھی پڑھے ہوئے تھے اور برت و روزہ بھی رکھتے تھے چند برس گذری انہوں نے قضا کیا مقدمہ کسی کے نوکر چاکر ہو کے نہ لڑے مگر سیکڑوں ملازم پیشہ وکلا اور مختاران اور تاجروں سے اچھی زندگی گذار گئے روزی کسی خاص پیشہ پر موقوف نہیں ہے خدا کے دین کی سیکڑوں راستے ہیں محبت شرط ہے جس لائین سے آدمی چاہے روزی بقدر نصیب ملتی ہے قسمت سے لڑائی کرنا فضول ہے پس انسان ایک حیلہ کرے روزی جو ملتا ہے ملے گی نہ کم نہ زیادہ بلکہ حسب عدہ انسان لالچ میں بھٹک کھاتا ہے اور حالانکہ اپنے کئے کچھ حاصل بھی نہیں ہوتا انسان کا فرض ہے کہ کچھ کام کئے جائے حیلے روزی بہانے موت ضرور ہو کر رہے گا۔

نمبر ۳۱ محمد ابراہیم کا مکان اسی قلعہ محلہ میں تھا پہلے

یہ کمہار کے رہنے والے شیخ بھائی تھے کچھ اردو فارسی جانتے تھے مجھلے نواب صاحب کے دربار مین سررشتہ مین ملازم بھی تھے مگر یہ اکثر پادریون کی کتاب دیکھا کیے رفتہ رفتہ ان کے عقائد اسلام کے خلاف ہوئے اور یہ مشرف بہ عیسائیت ہوئے اور پادریون کی طرف سے مشاہرہ دار منیجر ہوگئے غالباً روزی کی تنگی کیوجہ ان کو تبدیل مذہب کرنا ہوا جیسا کہ اکثر غربا اور جہلا تنگی روزی کے وجہ کر پادریون کے اخلاقی اصول پر تبدیل مذہب کرلیتے ہین اون لوگون کے اخلاق ہمدردی دلجوئی اور ہر طرح کے امدادی طریقے ضرور کچھ اثر اور وزن رکھتے ہین اشاعت کیلئے یہ لازمی ہی یہ ایک فن ہے جو ہملوگون کے مبلغین کو تعلیم نہین دیجاتی اور یہ ضروری اور لازمی بات ہی بالآخر پورا خاندان بی بی بچے سب کرستان ہوگئے چند برس گذرا ہے اونکا انتقال ہوا راقم نے انکا دونون مذہب دیکھا ہی

۲۳۲ منشی شیونراین لال قلعہ کے پاس کچی گھاٹ کے رہنے والے ایک کایست تھے جو نواب سید الطاف حسین خان گدری کے دربار مین کاربرداز تھے اونہون نے نواب صاحب کے اوپر اپنا سکہ جمالیا تھا اونکا سارا دارمدار ان پر تھا اور بعد مرنے نواب صاحب کے عورتون پر بھی خیراندیشی کا پورا سکہ جما ہوا تھا۔

خیر اندیشی بھی بہت کیا اور چونکہ معاملات مہاجنی تھے اسلئے کمانیکا موقع تھا اب یہ ایک دولتمند خاندان ہو گیا نواب صاحب کا مکان ویسا نہیں ہے جو انکا ہے مکان ان کا دیکھنے کے لائق ہے دولت ہونے سے ہزاروں طرح کی عقل خود انسان میں پیدا ہوتی ہے اور سیکڑوں صلاح دینے والے اور مددگار ملجاتے ہیں انہوں نے لاجواب مکان بنایا اور محلہ میں اور ادھر ادھر بہتیری جائداد پیدا کرلی ہے صاحب آمدنی ہوگئے خداداد دولت ان کو ملی لڑکے بھی لائق ہیں ایک لڑکے وکیل ہیں اور ایک ملازم سرکار ہیں منشی ہری پرشاد وائس چیرمین پٹنہ مینو سپلٹی ہو گئے ہیں مگر منشی شیونراین لال ایک پختہ مزاج آدمی ہیں اونکے برتاؤ اور دماغ میں کوئی تبدیلی دولت ہونے سے نہیں آئی جس سے جس انداز سے وہ ملا کرتے تھے اب بھی وہی رنگ ہے یہ صفت خاص ان میں ہے اس سے ان کی ظرف کا اندازہ ہو سکتا ہے کم ظرفوں کو تو ایک جوڑہ کپڑا فٹ فاٹ کا ہو جاتا ہے اور دن فرسٹ کلاس کی انگریزی کا شغل رہتا ہے تو وہ فرعون بے سامان ہو جاتے ہیں غالباً شیونراین لال نے لاکھوں لاکھ روپیے اور بے انتہا دولت بسبب مہاجنی کے تو آپ نے بہتوں کو سے یہاں آتے جاتے دیکھا ہے اسلئے وہ دولت کو مستقل شے نہیں جانتے ہیں چلتی پھرتی چیز جانتے ہیں اون کے سامنے اونکے ہاتھ کے

پیچھے خدا جانے کتنے صاحب جائداد مفلس قلندر ہو گئے اور کتنے بیے اور کتنے بگڑ گئے اسلئے اون کے دماغ مین بدنفسی نہ پھیلی اور ایک عمدہ انسان کی زندگی گذارتے ہین خدا تعالےٰ نے جن دین علم عزت سب اس خاندان مین بھر دیا دل شیر ہے اقبالمندی کے ساتھ زندگی گذارتے ہین جب خدا بتاتا ہی تو دل بھی ایسا ہی ہو جاتا ہے کہ اخلاق پسند ہو جائے حرکات ایسے ہوتے ہین کہ انسان ممدوح خلایق ہو جائے ہری بابو کے اطوار پر غور کرنے سے پتہ ملا کہ ان مین بھی کوئی تبدیلی نہ آئی اپنے کلاس فلو کے ساتھ وہی خلاقی برتاؤ ہے اپنے والد کے ملاقاتیون کے ساتھ تہذیب کا برتاؤ ہے اپنے اقاؤن کے برادری اور ملاقاتیون کے ساتھ مہذبانہ اور قدردانہ برتاؤ ہے یہ بڑی بات ہی ورنہ اونہین کے ماتحتون کو دیکھئے ایک جمعدار کا کیا مزاج ہی ایک ڈوم کے مزاج کو دیکھئے کیا فرعون بے سامان ہو رہا ہے خاندان بھر قابل الذکر ہین جب تک یہ طبیعت ہی اقبال بھی ضرور ساتھ دیگا بداقبالی کی پہلی نشانی بدخلقی ہے- اور غرور ہے-

۳۳ ننہو میان طبیب راج کی مسجد کے پاس کے رہنے والے ایک متوسط آمدنی کے آدمی تھے گورکھپور مین بھی چند روز رہے تھے ان کو رمل کا شوق تھا یہ

قاضی سید رضا حسین کے بھی رمل مین شاگرد تھے اصل استاد
ان کے شیخ محمد جان تھے جو راقم کے مکان کے پاس بلقی چق
والے مکان مین رہتے تھے اور رمل اچھا جانتے تھے وہ
شاگرد نواب علی حسن خان جنگ کے تھے نواب صاحب گذری
پر کے ایک رئیس تھے اس شہر مین اوستاد فن رمل تھے اونکا
مفصل حال اپنی جگہ پر ہوگا نہو میان کا ابتدائی زمانہ اچھا
تھا آخر مین جب زمانے نے بےالتفاتی کیا تو اسی فن کے
بدولت اوقات گذاری ہوا کی دعا تعویذ فلیتہ وغیرہ
قال اور حساب ہوکر کے روزی مہیا ہو جاتی تھی اکثر امرا
بھی بلا لیتے تھے غربا تو روزمرہ صبح کو مطب کیطرح ان کے
دروازہ پر جمع ہو جاتے تھے ادھیڑ ہوکر مرے مگر وضع کے
پابند تھے اور خوش لباس تھے ہندوستانی ترکیب سے
انہوں نے اوقات بسر کیا خوش گپ خوش مزاج خوبصورت
آدمی تھے اونکے متعلقین کا حال آگے کا نہ ملا ان کا شمار
رئیسوں مین نہ تھا ذاتی طور پر یہ مشہور ہوگئے تھے چونکہ پبلک
سے سروکار رکھتا اور عوام کا کام نکلا کرتا تھا اسلئے یہ مشہور رہے
نام و نمود کے لئے غربا کے ساتھ زیادہ سروکار رہنے سے
بہت نام مشہور ہو جاتا ہے جسقدر زیادہ کام عوام کا
انسان کریگا اوتنا ہی مشہور ہوگا جو غربا سے الگ رہکے

وہ نہ تو ممدوح ہوگا نہ مشہور ہوگا کسی لائن کا آدمی ہو خلق اللہ سے
جو زیادہ ملیگا مشہور ہوگا یہ خدائی اشتہار ہے خلق اللہ
کی زبان اللہ کا ڈنکا ہے۔

۳۴ حاجی تاتار کی مسجد دھوبیوں ہی کے قریب ہے
یہ ایک کشمیری تاجر مشہور ہیں سرکار انگلشیہ کے زمانے کے
پہلے اس شہر میں تھے انہوں نے اس مسجد کو بنوایا ہے اور احاطہ مسجد
مین مسجد کے اندر ہے چند مزار بھی ہے ان کے بابت راقم کو
جو معلومات ہیں وہ سماعی ہیں راقم نے نہیں دیکھا اور سماعی
باتوں پر راقم کو خود پورا بھروسہ نہیں ہے مگر تذکرہ ضروری
ہے یہ با خدا اور کاسب آدمی مشہور ہیں تجارت انکی شال
و کشمیری لوان و زعفران وغیرہ کرائے مال کی تھی مسجد کے
آس پاس انکے مکانات تھے اور اب تک زمین موجود ہے مگر
ورثا کا پتہ نہیں ہے اغیار و محلہ والوں کے ہاتھ میں انتظام
مسجد کا ہے۔

۳۵ واحد میاں کے والد میر فرحت حسین تھے انکے
نانا کا نام بھی میر فرحت حسین ہی تھا یہ گھر بھرا ہوا تھا شوقی
میاں کو اکھوہ میں ایک شخص تھے ان کے پاس باغ اور مکانات
اور جائداد کافی بمقدار گذران اوقات کے تھی جوانی میں اچھا
آرام کر لیا راقم نے انکو سن دار دیکھا اوسوقت یہ فقیری

لے چکے تھے اور جائداد بالکل برباد ہو چکی تھے گر وا بستر ہو گئے
تھے یہ شاہ واجد ساکن کو اکھوہ کے مکان کے پاس رہتے تھے
شاہ واجد کا مکان منشی ہیرالال کار پرداز کے مکان کے قریب
ہے بھلے مہذب خوبصورت خوش لباس خوش گپ آدمی
تھے ان کو راقم نے تھیٹر میں دیکھا تھا اور آدمی قدر دان
اور وجیہ تھے جامع زیب تھے رفتہ رفتہ ان کی مالی حالت بھی
خراب ہو گئی اور یاران طریقت نے ان کو مخدرات کا عادی
بنا دیا افیون کا شغل ہو گیا مالی حالت خراب ہو گئی پھر تکلف
ہونے لگے تو انہوں نے چائے اور بالائی کی دوکان جمرودڑیا
مین کھولی وہان افیونیوں کا مجمع ہونے لگا بجائے نفع نقصان
ہوا دوکان بھی خراب ہو گئی گپ بازی کا کلب ہو گیا آخرکار
دوکان اوٹھ گئی پھر یہ بیکار ہو گئے جمرودڑیا مین شیعہ مذہب تھے
عقائد ہی بدلے اور شیعہ مذہب اختیار کیا علم کے ساتھ
لوگوں نے دیکھا پھر ان کو لوگوں نے فہمایش کی یہ پھلواری مین
حضرت مولانا بدرالدین علیہ الرحمہ سے مرید ہو گئے پھر مولوی
قطب الدین برہمچاری کے ساتھ پچھمگڑھ خوب سیر کیا
اجمیر شریف مین مدتوں رہے شہر مین بھی یہ چند جگہ ملازمت
بھی کرلی تھی اب یہ لباس فقیرانہ مین اور شاہ صاحب ہو گئے
ہین اور ذریعہ روزی بھی اب توکل ہے کچھ دعا تعویذ بھی

کرتے ہین آدمی بہت ہوشیار ہین اُردو انگریزی بھی جانتے ہین
ان کی اولاد مین میان مبارک ایک لڑکے تھے جو زردوزی
کا کام کرتے ہین اوائل عمر مین رندانہ زندگی رہی اب شاہ
کبیرالدین صاحب داناپور سے مرید ہو گئے ہین روزہ نماز کے
پابند ہو گئے ہین زردوزون کی صحبت انسان کو برباد کر دیتی
ہے ہر طرح کے جہلا اور بدمزاج آدمی بہ یک جلسہ کام کرتے ہین کثر
بگڑے ہوئے آدمی اس کام کو سیکھتے ہین اور اکثر افیونی اور نکمے
آدمی اس کام کو آسانی جانکر کرتے ہین گپ ہو رہی ہے کام
ہو رہا ہے اسلئے بیڑی والے اور زردوز بدنام ہین انکی صحبت
مین انسان خراب ہو جاتا ہے اور یہ دونون پیشے معیوب ہو گئے
لوگ اس پیشہ والون پر پورا بھروسہ نہین رکھتے واحد میان
کی زوجہ زندہ ہین اور متعلقین کا انتقال ہوا ان کے تعلقات
برادری موجی پور مین مظفر میان کار پرداز کے خاندان سے
ہین اور مظفر میان کے تعلقات برادری قاضی چک لکھنؤ
سے بھی ہین نبی بخش سوتی میان کے لڑکے تھے وہ رمالی سے
اوقات گذاری کرتے رہے نبی بخش مرحوم کا زیادہ وقت
مولوی یوسف حسین آنریری مجسٹریٹ کے یہان گذرا را
پٹنہ کے رئیس بہت سلوک کرتے تھے اور راقم کے پاس
یہ رمال صاحب روز آتے یہ شمو میان مذکور کے شاگرد تھے

اور اچھا ارمل مشق ہو گیا تھا جواب اچھا نکالتے تھے آدمی بہت معقول تھے ان کی چند بہنیں تھیں جو ملازمت اور تجارت سے زندگی بسر کر گئیں ایک پاگل ہو گئیں تھیں نبی بخش مرحوم کے بعد کا حال نہ کھلا جب انسان کا مال نکل جاتا ہے اور غربت آتی ہی سوا مصاحبی رنگ کے دوسرا کام انجام ہی نہیں ہو سکتا راقم نے جس کو برباد ہوتے دیکھا آخر میں بہ لباس فقیری پایا کوئی دھندہ یا روزگار کرتے نہیں دیکھا دل چور ہو جاتا ہے آدمی کوئی کام نہیں کر سکتا جی چھوڑ کر اپنے کو خدا پر چھوڑتا ہے رفتہ رفتہ الکس آجاتی ہے آدمی نکما ہو جاتا ہے زندگی بیکار ہو جاتی ہے وقت کاٹتا ہے

۳۶ ڈاکٹر مہندر ناتھ ایک بنگالی بابو کلکتہ سے آئے تھے انہوں نے ابتدا میں میر شمس الہدیٰ صاحب رئیس ابو ڈیکٹرہ کے یہاں بہت آمد رفت کی اون کے وجہ کر ابو ڈیکٹرہ کے تمام رئیسوت میں انکا علاج آغاز ہوا وہ ابتدائی زمانہ ہومیوپیتک علاج کا تھا اس سے پہلے لوگ واقف بھی نہ تھے اکثر لوگ بھارتی بھاری عارضے والے تندرست ہوئے اقبال برسر اوج تھا دست شفا تھے ان کی ڈاکٹری خوب چلی مدرسہ کا مکان جواب وتکا ہو گیا ہے کرایہ لیا اور لاکھوں روپیہ اس شہر سے کما لیا اور مکان بنا لیا جائداد خریدا ایک بیگم مسلمان انکی بی بی تھیں - بدھو بابو ساکن متیا برج ان کے عطار تھے بیس برس تک انہوں نے

مطب کیا لاولد آدمی تھے لاکھوں لاکھ کمایا بیگم صاحب کے انتقال کے بعد مطب چھوڑ دیا اور کاشی باشی ہوگئے اب تک تو زندہ ہیں اور خدا ترسی کی زندگی ہے۔ بندھو عطار بھی بہت بوڑھے ہوگئے ہیں وہ بھی زندہ ہیں جائداد اور مکان ہنوز مدرسہ پر موجود ہی یہ دونوں بہت اخلاقمند تھے اسی اخلاق اور ہمدردی کے بدولت بڑا نام پیدا کیا اور خوب کمائے اور اچھی عزت شہر میں تھی میونسپل کمشنر بھی راقم کے ساتھ ساتھ رہے تھے الکشن سے بلاخرچہ یہ ہوئے بہت ہی ممدوح ڈاکٹر گذرے اخلاق وہمدردی عجیب چیز ہے یہ بلاخرچ کی تسخیر ہے مگر آدمی کو جب اقبال ہو جاتا ہے ابتدا تو اسی کے بدولت ہوا کرتی ہے مگر اقبال کے وقت مزاج بدل جاتا ہے اوسی وقت انسان کے ظرف کا امتحان ہوتا ہے عالی ظرف رخ نہیں بدلتے اور اپنے حال پر رہتے ہیں ورنہ علی العموم آدمی میں غرور کا مادہ پیدا ہو جاتا ہے جو بدنصیبی کی پہلی نشانی ہے۔

۳۷ ڈاکٹر بشیر صاحب یہ مکھنیاں کنواں کے پاس کے رہنے والے ہیں مصلح پور کے موڑ کے قریب انکا قدیمی مکان ہے ان کے والد کلکتہ ہائیکورٹ میں مختار تھے انکا نام منشی علی بخش تھا وہ بڑے عمدہ آدمی گذرے صوبہ بہار کے علاقہ کے علی الخصوص پٹنہ والوں کا ادتر گاہ انکے مکان میں

کلکتہ میں ہوتا تھا وہ باوجود مختارکاری کے مذہبی زندگی گذار گئے
اور بہت ہی خلاقمند سخی اور مہمان نواز آدمی گذرے اونکے
مرنیکے بعد اون کے بڑے بیٹے اون کے جانشین ہوئے اور وہی
ترکیب ہی اون کا نام ہمیں یاد نہیں ہے اچھی زندگی گذاری
کلکتہ ہائیکورٹ سے اب ان لوگون کو تعلق نہیں رہا سب
لوگ پٹنہ چلے آئے صوبہ بہار اور پٹنہ کو کوئی تعلق کلکتہ ہائیکورٹ
سے نہیں رہا پٹنہ میں خود ہی ہائیکورٹ ہو گیا ڈاکٹر صاحب
کے بیٹے ڈاکٹر مسعود ہین اونہون نے اسی شہر مین پڑھا
یہین اسپتال مین ملازم ہین اسی شہر مین اچھا نام
پیدا کیا باپ کے سامنے اچھا کما رہے ہین ڈاکٹر صاحب
کی شادی میر بنیاد علی صاحب کے یہان ہوئی وہ مسو
میان اور سبو میان کے باپ تھے یہ لوگ شہر ہی کے رہنے والے
ہین مدرسہ پر بہت رہا کرتے تھے وہ دو بھائی تھے ایک
میونسپلٹی مین محرر تھے دوسرے رجسٹری مین کچھ کام کرتے تھے
ان لوگون نے اوسط درجہ کی زندگی بسر کی مسو میان حاجی
واحد حسین کے داماد تھے صاحب اولاد ہین للھی میان کے
مکان مین مدتون کرایہ دار رہے یہ جھاؤگنج رجسٹری مین نوکر
رہے اور تحریری کرتے رہے مگر کسی وجہ سے یہ موقوف ہو گئے ان پر
گردش آئی مقدمہ بازی مین بہت پریشان رہے پھر زمینداری

کے یہان ملازمت کرکے اوقات گذاری کرتے ہین سبو میان انکے
بھائی اسٹام فروشی کرکے گذران اوقات کرتے ہین ڈاکٹر صاحب
کے ایک بیٹے پٹنہ میونسپلٹی مین اسیسر ہین اونکی شادی نتول مین
مولوی بشیر صاحب کے پوتی سے ہوئی ہے منشی ابو الحسن بہار کے
یہان مولوی بشیر صاحب کے لڑکے کی شادی ہوئی تھی منشی
ابو الحسن کی قرابت داریان بہار مین ہے مولوی بشیر صاحب
کے پوتے سب زیر نگرانی منشی ابو الحسن صاحب انکی پوریڑھتے ہین مولوی
بشیر صاحب کے بڑے لڑکے جنکے یہ اولاد مین ہین انتقال کرگئے
مولوی بشیر صاحب سے ان لوگون سے مقدمہ متروکات کے
ہوئے اور بیٹے نے بھی دین مہر وغیرہ کی نالش مولوی بشیر صاحب نے
اپنے باپ پر کیا تھا اور باپ بیٹے مین دل صاف نہ تھا ایک
دوسرے کے مخالف رہے مگر یہ لڑکے جوان ہی انتقال کرگئے مولوی
بشیر صاحب ہنوز نتول مین زندہ ہین باپ بیٹے کے اختلاف
مین خرابی دیکھا کہ بیٹے کو فلاح نہ ہوئی اور باپ کی مخالفت کا
نتیجہ خراب نکلا کیا اس غریب کی زندگی ہی گئی گذری اولاد تو
مفرح حال ہے مگر خود نہ رہے دولت کے لئے والدین کی مخالفت
مفید نہین ہوئی ڈاکٹر صاحب کی چند شادیان تھین سب سے
اولاد ہے ایک شادی ان کی فصاحت کے میدان مین میان
زلفی مقتول کی لڑکی سے بھی ہوئی میان وزیر وامیر میان نوگر

وزلفی میاں وغیرہ سے قرابت داریاں ہیں واچھو وزیرا
میاں کے لڑکے ہیں جو میونسپلٹی میں ملازم ہیں اور زلفی کے
بیٹے وغیرہ زندہ ہیں جو دراب ٹولی کے موڑ پر وزیر میاں
کے مکان میں رہتے ہیں ڈاکٹر صاحب نے خوب کمایا اور مرفہ
خلایق زندگی گزارا حاجی بھی ہو گئے وافر روپے پیدا کیا
جائداد بھی بنایا لڑکوں کی تعلیم میں دیا لڑکوں کو ملازم بھی کرایا
لڑکے سب بھی لایق وفایق ہوئے ڈاکٹر صاحب ہنوز زندہ ہیں
اور لڑکے سب بھی کما رہے ہیں یہ مختار صبا انکی والدکی خوش نیتی
کا پھل ہے صلاح الآبا فلاح الابنا بزرگوں کی بھلائی
اولادکے آگے آتی ہے اور بزرگوں کی برائی اولادوں پر آگرتی
ہے ڈاکٹر صاحب اوس مکان میں مطب کرتے ہیں جہاں پہلے
مہندر بابو مطب کرتے تھے یہ بہت پرانے ہوشیار دست شفا
ڈاکٹر ہیں تجویز انکی اعلے ہے پہلے یہ چھپرہ پولس اسپتال میں ملازم
تھے پھر پٹنہ جیل اسپتال میں رہے پھر ملازمت چھوڑ کر اپنا مطب
کرلیا ان کے ایک بھائی مسٹر ظہور بارسٹر ہیں وہ صدر اعلے
اسی شہر میں رہے پھر سشن جج بھی ہو گئے تھے پھر پنشن پاکر حج کو
گئے پہلے یہ بالکل صاحب تھے اب بالکل ہندوستانی روش
ہے اور مسلمانوں کے عقائد کے موافق زندگی متقیانہ گذار
رہے ہیں صبا اولاد ہیں بہت منتظم ہیں روپیہ وافر جمع ہو گئے ہیں

پنشن پاتے ہیں چین سے زندگی گذارتے ہیں بے نفس آدمی ہیں اسی کچہری میں بج بھی ہے اسی کچہری میں اب لستہ لیکر اپنے کاموں کی پیروی بھی کرتے ہیں ان کی اولاد ہے وہ لوگ تجارت کرتے ہیں انکی شادی میاں خاں لیو ڈیکیٹر کے خاندان میں ہوئی اور منشی واعظ الحق مختار ساکن بہار سے میاں خاں کو سسرالی برادریکا تعلق ہے اس خاندان کا حال جداگانہ لکھا جائیگا ایک بھائی اور ہیں جنکا نام ظہور الحق ہے وہ زمینداری کرتے ہیں پورا خاندان مفرح حال ہے اور خوش زندگی گذارتے ہیں ایک سب سے چھوٹے بھائی اور تھے اونکا پورا حال نہ ملا نوجوان تھے انگریزی پڑھتے تھے۔

۳۸۔ حافظ احمد اللہ صاحب مدرسہ پر رہتے تھے ان کے آباؤ اجداد کشمیری تھے اور خواجہ کہلاتے تھے ان کی چند شادیاں ہوئیں ایک شادی میاں سنگی جان کی بہن سے مدرسہ ہی پر ہوئی تھی اوس سے اولاد ہے اس بی بی کے اولاد نے جائداد کو خراب کیا اور مخدرات میں پھنس کر کل چیز کو فروخت کردیا اور اپنی زندگی برباد کی اب وہ کہیں مظفر پور میں ہیں اونہوں نے والد کا نام ڈبو نکلیا انکی تعلیم علی گڈھ میں ہوئی تھی حافظ صاحب نے بہت رشتے

ان کی تعلیم مین صرف کیا تھا مگر ان کو اچھی صحبت بعد مرنے باپ کے
نہ ملی تعلیم کا اثر باقی نہ رہا بہت پریشان حال زندگی انکی گذرتی ہی
جو قابل افسوس ہی ان کے والد نے ان کے لئے کافی سامان کر دیا
تھا اور یہ لڑکے بہت خوبصورت آدمی تھے مگر تقدیر والدین کے
ہاتھ مین نہین ہے اسقدر اچھی تعلیم و تربیت ان کی ہوئی کہ اون کے
لیاقت سے زیادہ روپیہ صرف ہوا مگر کمسنی مین باپ کا مرنا نوجوانون
کے لئے بدقسمتی ہے شہر کے نکمے لفنگے ساتھ سٹ جاتے ہین اور برائیون
کے طرف راغب کر دیتے ہین نوجوان کچے عقل والے آیندہ کی
خرابیون کو سوچ نہین سکتے مخرب خاندانون کے پنجہ مین آجاتے
ہین اور اونکی آیندہ زندگی برباد ہو جاتی ہے نوجوانون کو ہمیشہ
بوڑھون اور تجربہ کارون کی صحبت اختیار کرنا چاہیے کہ وہ جہاندیدہ
ہوتا ہے اور ٹھوکرین کھایا ہوا ہوتا ہے اونکے زبان سے تجربہ
کی باتین نکلتی ہین چشم دید واقعات کو اگر وہ بیان کریگا تو ناول
ناول کا لطف آئیگا مقدر اگر دماغ کو نہیں پرکھا تو انسان انسان
کامل ہو جاتا ہے حافظ حبیب جامع مسجد مدرسہ کے امام بھی تو تھے
رہے تراویح بھی پڑھاتے رہے آمدنی واقرنہ تھی دو تین سو روپیہ
کی آمدنی ہو گی مگر جس کام کو کرتے سلیقہ سے کرتے رہے مکان اچھا
لباس اچھا کارخانہ صاف روپیہ بھی مہاجنی پر لگے ہوئے رہتے
تھے سال مین مولود بھی کرتے تھے اور شہر کے لوگون کو کھانا عمدہ

کھلاتے تھے عمدہ شیر چائے پلاتے تھے مطب بھی کرتے تھے
دست شفا بھی تھے غربا میں انکا علاج خوب ہوتا تھا امرا میں
بھی اب بلائے جاتے تھے مطب کی آمدنی اچھی ہوگئی تھی
اس آمدنی کے آدمی اس داشت کے ساتھ ہے کہ یکہ پر کبھی
سوار نہوئے ہمیشہ گاڑی پر چڑھا کئے اور بڑے لوگوں میں
برابر ملا کئے شہر میں ان کی عزت بھی عوام میں تھی امام مسجد
ہو نیکی وجہ کر ان کو مانتے رہے الکشن میں انکا روپیہ کبھی خرچ
نہوا ان کو ووٹ برابر ملا کیا عوام سے خلوص و رانکساری
سے ملتے رہے عوام ان کے مداح تھے ان کے داماد بنے نواب
مرحوم تھے وہ عبد الرحمٰن خان کے بیٹے تھے جو نواب فیض اعلیٰ
مقتول کے بھانجے تھے اون کا تذکرہ اپنے جگہ پر آئیگا حافظ
جی کے بیٹے سنو میاں تھے اون کی شادی جمو آنوان میں
بنجاندان جسن جان جیسا ہوئی ہے ان کی بعض لڑکیاں بازاری
عورت سے تھی اس نے عقد کر لیا ایک لڑکی صغرا نامی غفورن
کے خاندان کی انکی چچیرے بھائی کلو میاں کی تھی اوس نے بھی
عقد کر لیا غفورن بھی عقد میں آگئی تھی ایک لڑکی خورشید نامی
بٹیا بی ملکہ سے تھی اوس لڑکی کا ننھیال بٹیا میں تھا وہ بی ملکہ
کے بطن سے تھی اوس نے کلکتہ میں بنجاندان قاسم عارف جہاجر
موسیٰ بہاء سے عقد کر لیا سنو میاں خوبصورت آدمی تھے

مہاجنی کرتے تھے اپنی زندگی چین سے گذار گئے بڑے منتظم آدمی تھے اور ملنسار تھے جوان ہی مر گئے ان کے بعد انکے جانشینان نے گھر کو برباد کر دیا محمد حبیب مدرسہ اب ان کے جانشین ہیں جو مکان کو آباد کئے ہوئے ہیں اور اچھی حالت میں ہیں حافظ صاحب کے ایک بیٹے رحمو میاں ہیں وہ بہت ہی منتظم اور گوشہ نشین آدمی ہیں بہت ہی خودداری سے اپنے کو لئے دیئے کاٹے چلے جاتے ہیں قلیل آمدنی ہیں والد کا نام و نشان یا عزت و آبرو لئے جا رہے ہیں کم سخن آدمی ہیں اور کم لوگوں سے ملتے ہیں پہلی شادی ان کی خان بہادر مولوی نور صاحب ہر اکی لڑکی سے ہوئی تھی یہ ڈاکٹر افضل خان بہادر کے سالے ہو ہیں یہ بہت ہی بے ضرر زندگی گذار رہے ہیں پھر دوسری شادی بھی کر لی ہے ایک شادی ڈاکٹر بشیر کی لڑکی سے ہوئی تھی وہ بھی مر گئی چونکہ زیادہ ملتے جلتے نہیں ہیں اور زیادہ حال راقم کو معلوم نہ ہو سکا حافظ صاحب حج بھی کر آئے تھے اور اپنے مرنیکا تو وہ سامان خود کر گئے تھے سات آٹھ برس گذرا انتقال کر گئے اور بالخیر مرے اللہ ایسی موت ہر مسلمان کو نصیب کرے کفن دفن کا کل سامان مہیا کر کے مرے۔

نمبر ۳۹ **خواجہ امان اللہ صاحب** حافظ احمد اللہ صاحب کے حقیقی بھائی تھے یہ صاحب جائداد تھے اور ان کا بنگلہ وغیرہ اچھا تھا

انہوں نے اپنے زندگی بہت آرام سے گذار لیا انکے تعلقات
حسن جان خان جموانوان سے بہت تھے اور انکے لڑکے
ایک جوان ہی مر گئے اونکا نام غالباً کلو میاں تھا دوسرے
لڑکے ان کے شہسرام میں سررشتہ دار تھے اونکا نام راقم کو
یاد نہیں ہے راقم کے ہمسن تھے اور ہنوز زندہ ہیں مگر ۴۰ برس
سے ملاقات نہ ہوئی نہ وہ اس شہر میں آکر کبھی ملے اونکی شادی
شہسرام میں ہوئی وہیں بسے یہاں کے لوگوں سے تعلقات
کم رہا شہسرام کے منشی لطیف حسین منصف تھے اون کے
تعلقات برادری اس خاندان سے تھے غالباً حافظ جی کے قریب
رشتہ دار تھے اوسی خاندان میں شادی بیاہ ہوا اور وہ لوگ
یہاں نہیں رہ سکے حسن جان خان جموانوان کی اولاد کچھ
اس خاندان میں بیاہے تھے اور خود خواجہ امان اللہ کی
سسرال بھی غالباً وہیں تھی پوری تحقیق نہ کر سکا مگر تعلقات
ایسے دیکھے جس سے یقین ہے کہ قریب تر رشتہ داریاں تھیں
زنانے میں مردوں کی آمدرفت دیکھی اور خواجہ صاحب
کو خاطر داشت بے حد کرتے دیکھا یقیناً قریب رشتہ داریاں
تھیں خود امان اللہ دل کے بہت ہی عمدہ اور بڑے گویا
بامذاق آدمی تھے راقم سے بڑے تھے مگر بہت ربط رہا
وہ بوڑھوں میں بوڑھے جوانوں میں جوان اور لڑکوں میں

لڑکے ہوکر ملا کرتے اسلئے ہر سطح کے آدمی ان سے بے تکلف ملتے اور یہ سب کی خاطر داشت بقدر وسعت اپنے ضرور کرتے ان مین دلجوئی کا خاص مادہ تھا اور منکسر آدمی تھے دس بارہ برس گذرا انکا انتقال ہوگیا جائداد ان کے ورثا کے ہاتھ مین ہے اور جموانوان کے لوگ مکانات پر قابض دیکھائی دیتے ہین

۴۰ خواجہ اسد علی صاحب بھی اسی محلہ مین رہتے تھے راقم نے اون کو ۷۰ سے بالا دیکھا تھا انہین لوگون کے قرابتدار تھے بڑے عمدہ آدمی سادی وضع کے تھے اور بہت بے ضرر زندگی گذارا اس کے وجہ کر راقم نے ان کو بالکل بے ضرر دیکھا جوانی کا پورا حال راقم کو نہ ملا اور ان کے اور جانشین کا پتہ نہین ہے پورا راقم پر ظاہر نہو سکا مگر اوسوقت جتنے خواجہ زادگان تھے ان کی توقیر کرتے تھے اور یہ اوسط درجہ کے آدمی تھے اپنا گذران آرام سے اپنی آمدنی کے اندر کر گئے ۳۰ برس سے زائد ہوا اون کا انتقال ہوگیا۔

۴۱ خواجہ محمد خلیل صاحب اسی محلہ مین کوچہ عطا مین رہتے تھے جو حافظ احمد اللہ صاحب کے مکان کے قریب ہے ان کل خواجہ زادون کا ایک ہی محلہ مین مکان تھا خواجہ محمد خلیل صاحب ان لوگون مین زیادہ تر خودداری کے ساتھ زندگی گذار گئے وہ آمدنی بھی رکھتے تھے دکان بھی اچھا تھا

ہر جمعہ کے بعد اور عیدین کے بعد ان کے مکان میں چائے کا
جلسہ ہوا کرتا تھا ان کے ملاقاتی نماز کے بعد ان کے گھر آتے
تھوڑی دیر چائے حقہ چلتا پھر سب اپنے اپنے گھر رخصت ہوتے
ان کو گوشہ نشینی زیادہ پسند تھی کم نکلا کرتے تھے ان کے
ایک داماد عبدالرحمٰن ولد مولوی ابراہیم تھے جو جوان مرے
جنکا لڑکا خلیل مرحوم تھا جو جوان مرا اور محمد اسحاق دہلی والے کا
داماد تھا رحمٰن مرحوم کے بھائی محمد یونس راقم کے داماد ہیں
دوسرے داماد ان کے مولوی غلام قادر صاحب وکیل پدر
مولوی حفیظ صاحب وکیل ہیں خواجہ صاحب کے بیٹے خواجہ اسمٰعیل
صاحب وکیل ہیں جو بہاری لال کی گلی میں رہتے ہیں اور یہ
امیرالدین مرحوم دھولپورہ کے داماد ہیں انکا خاندان بوجہ
قابلیت خواجہ محمد اسمٰعیل صاحب وکیل کے مفرح حال ہے مگر
مکان کرایہ پر ہے جسوقت کل خواجہ زادگان زندہ تھے یہ محلہ
عجب آباد اور پرلطف تھا سارا محلہ سنسان پڑا ہے

۴۲ اسی محلہ میں ایک شخص **خواجہ امن** رہتے تھے
ان کی دوکان نانبائی کی تھی اور چائے کی تھی تمامی خواجہ
لوگ انکی دوکان سے روٹی خریدا کرتے تھے وہ پرہیزگار آدمی
تھے اون کے بیٹے خواجہ یوسف تھے بعد مرنے باپ کے چند
روز دوکان مذکور قائم رہی جب خواجہ محمد ابراہیم نے

انگریزی تعلیم پائی اور بی۔اے۔پاس کر گئے اور ڈپٹی مجسٹریٹ وکلکٹر ہوگئے تو انکی شادی امام الدین خان ایک مشہور آدمی مظفر پور کی لڑکی سے ہوئی خواجہ یوسف نے دوکان بند کر دیا اور بیٹے کے پوزیشن کا خیال کر کے رئیسوں سے ملاقات کرتے رہے اور گپ شپ مین اپنی اوقات گذارا اور بیٹے نے انکا خرچ چلایا اب خواجہ ابراہیم نے بعد سے نے بی بی کے دوسری شادی عجو صاحب کے خاندان مین کی ہے۔ جنکا اولاد ہین اور مونگیر مین ڈپٹی کلکٹر ہین خواجہ من بوڑھے ہو کر مرے اور خواجہ یوسف بھی بوڑھے تھے خبر نہین زندہ ہین یا نہین۔

۴۳ خواجہ بادشاہ بھی اسی محلہ مین رہتے تھے ان کی لڑکی سے راغب باسط مختار ساکن موضع ڈالی کناری علاقہ سب ڈیویزن جہان آباد نے شادی کر لی تھی خواجہ بادشاہ نے یہان عقد کر لیا تھا اور یہین پھلون کی دوکان کر لیا تھا راغب باسط مختار نے بھی سسرال مین مکان بنایا اور اچھے مختار ہو گئے تھے سیٹی مین چلتے مختار تھے جھاؤ گنج مین جب مختاری درجہ دوم تھا راقم کے اجلاس مین خوب کمایا اونکا مکان نہی ہے جواب راقم کے بڑے لڑکے سید نجم الحسن نے خریدا ہے اور اوسمین انسپکٹر مولوی سحاق

خانصاحب کرایہ دار رہتے ہیں راغب باسط کی اولاد محمد وحید کہیں ملازم ہیں ان کے تعلقات بھیکھا میاں علی احمد میاں سے ننمو ہیا محلہ میں بھی ہیں وحید میاں کی شادی مرزا میڈھو کی نتنی سے ہوئی مرزا میڈھو کی لڑکی شاہ نیاقت علی صاحب نابالغ سے بیاہی تھیں اسکے خاندان میں بیاریصاحب گیا کے بڑے بھائی کی شادی ہوئی تھی وہ جائداد میں خوب مقدمہ بازیاں ہوئیں جائداد سب خراب خستہ ہو گئی۔ راغب باسط صاحب نے اپنا دوسرا عقد بھی کرلیا تھا انہوں نے اپنی مختارکاری چھوڑکر کارپردازی میں زیادہ آمدنی سونچا مختارکاری خراب ہوگئی مگر روپے بہت کمائے پھر یہ گریڈیہہ خواجہ محمد جان کے داماد ہوئے خواجہ محمد جان خواجہ وحید جان صاحب کے سوتیلے بھائی تھے اب یہ گریڈیہہ میں رہتے ہیں پہلے انہوں نے اچھا کمایا اور اچھے نامور ہوئے مگر اپنے پوزیشن اور وجاہت کو قایم نہیں رکھ سکے ابتک گریڈیہہ میں ہیں مگر وہ سابق کی بابت نہیں رہی ان کے ایک بھائی محبوب ہیں دوسرے شاہد میاں کارپرداز ہیں ان لوگوں کا پورا حال جہان آباد کے حصے میں ملے گا۔

۴۲ بابو خان کواکھوہ کے رہنے والے تھے انہوں نے اپنی زندگی بڑے رعب داب سے گذاری ان کے ساتھ ایک

جماعت شہر کے نوخیزوں کی تھی آدمی بڑے جی دار اور کام کے تھے
مگر آمدنی کم اور خرچ زیادہ تھا اسلیئے ان کو ضرورت ہے کہ اپنے
ساتھیوں کے مزاج کے مطابق چلیں جسکے وجہ کر انکی بدنامی ہو گیئ
اور پولس انکی مخالف ہو گیئ اور انکا نام سرکاری دفاتر مین خراب طور
پر درج ہو گیا ان کے پاس بہت آدمی تھے شہر کے لوگ انسے خوف
کرتے تھے یہ جوان خوش وضع شوقین اور خوبصورت اور خوش لباس
تھے سنگھت ان کو خراب ملی ورنہ آدمی بہت لائق تھے بری سنگھت
کے بدولت ان کو مصیبت بھی جھیلنا ہوا اور ذریعہ روزی معقول
نہ ہوسکا اب تک ان کے ورثا مین اور اہل قرابت موجود مین انکا
حال نہین معلوم ہوسکا روسا کے ساتھ برا سلوک نہ تھا -

۴۵ مولوی یحیےٰ صاحب وکیل ان کا مکان ما ریسہ پر
تھا یہ صدر اعلے مولوی نعمت علی خان کے بیٹے تھے اور صدر اعلیٰ
مولوی وحید الدین خان کے داماد تھے مولوی وحید الدین خان
اصل کرائے پر سرائے مین مقیم رہے وطن ان کا نیورہ تھا شمس العلما
مولوی امداد امام کے والد تھے اور سر علی اور مسٹر حسن امام صاحب بیرسٹر کے
دادا تھے یہ خاندان ہمیشہ سے ناموذی علم ذی عہدہ چلا آتا ہے ان لوگوں کی لایف
سرکاری دفاتر اور تواریخوں مین مندرج ہے مفصل حال اپنی جگہ پر مین
لکھوں گا مولوی یحیےٰ صاحب کے بیٹے مسٹر سلیمان بیرسٹر تھے جنکے بیٹے
ڈاکٹر غلام امام ہین انکی شادی کرا پر سا علی احمد میاں نے بھائی کی لڑکی سے

یہ ہاشم میاں مذکور کے بہنوئی تھے گوالیار میں جج تھے اور بھوپال میں
بھی جج رہے نوجوان مرے اور اولاد بھی انکی ہے دوسرے بیٹے غلام
مولے مرحوم تھے ان کی شادی کلکتہ میں مرزا مراد علی صاحب ایک
بڑے تاجر کے خاندان میں ہوئی مراد علی صاحب کے داماد حافظ
نظیر علی لکھنوی تھے بشیر میاں ان کے لڑکے کلکتہ میں زندہ
ہین بہت دولت اون کو اور اون کے والد کو ملی مگر دونوں
نے برباد کر دیا حافظ نظیر علی بڑے خراج آدمی تھے خوب عیش
کی زندگی گذار گئے آخر عمر میں ان کو تکلیف ہوئی چند زنگر مین
نواب صاحب کرکے مشہور تھے مدتوں رہے بڑے خلیق اور
دوست پرست تھے بڑے شوقین تھے دولت کی بالکل قدر
اُنہوں نے نہ کیا اور بشیر میاں نے بھی قدر نہ کی مگر وہ ابتک
اچھے حال میں ہیں خان بہادر میر محبوب علی کلساہو ریلو سرکلر رنڈ
مراد علی صاحب کے خاندان کے جانشین تھے وہ بڑی عزت
کی زندگی گذار گئے دو برس ہوا انتقال کیا حافظ نظیر علی
بھی دو برس ہوا مر گئے انکی محل ثانیہ کا لڑکا جسکی پرورش
نوابوں کیطرح ہوئی تھی لکھنو میں بیاہے تھے اور متمول
جگہ بیاہے تھے اس لڑکے کی جائداد بھی حافظ صاحب نے صرف
کر دیا اس لڑکے کی بی بی کے مرنے کے بعد اب وہ تکلیف مین
ہین کچھ تجارت کرتے ہین غلام مولے کی بعض اولاد اناث

زندہ ہے جو بخاندان حاجی مرتضےٰ شیر صاحب مرحوم ہے جائداد غلام مولے
مرحوم کی ضایع ہوگئی غلام مولی نے ترکہ سسرالی اچھا پایا اور
وافر روپیہ تھا کلکتہ مین دوکان کھولا پھر بند کیا پھر کرایے پر سرائے
مین کاشتکاری کیا سب برباد ہوگئی ایک لڑکا مولوی یحیےٰ
صاحب کا نوجوان دریا میں ڈوب کر مدرسہ گھاٹ پر مرگیا مولوی
صاحب کی بی بی ہنوز زندہ ہین وہ خان بہادر مولوی فضل امام
صاحب کی حقیقی بہن تھین اون لوگون کا حال اپنی جگہ پر ادیبہ
کے محلہ مین ملےگا مولوی یحیےٰ صاحب درجہ اول کے اختیار
کے ساتھ جہاں گنج مین اونریری مجسٹریٹ تھے وکالت مین
خوب کمایا اور ان کے بیٹے مسٹر سلیمان بی محمد یحیٰ جان کی مسجد
کے متولی مقرر ہوئے اب ان کے بیٹے غلام امام متولی ہیں مولوی
صاحب نے جائداد بھی حاصل کی تھی مدرسہ کی مسجد کے متولی بھی
رہے اب اونکی اولاد ہے یہ خوش اقبال آدمی گذرے اپنی زندگی آرام سے
گذاری علم موسیقی کی دانست بھی اچھی تھی ان سے گویے اور استاد لوگ
موسیقی مین دبا کرتے تھے خوبصورت خوش مزاج پر مذاق دوست
پرست غریب پرور آدمی تھے جائداد پیدا کرنے کی غرض سے مقدمات
بھی لڑا کئے اور حاصل بھی کیا مولوی صاحب نے جسقدر دولت
جمع کیا اوتنی دولت ان کے گھر مین نہ رہی اصراف بہت تھا ہر
اتوار کو موسیقی کا جلسہ ہوتا اور مدرسہ پر ایک چھوٹی سی تقریب معلوم

ہوتی تھی مولوی صاحب کے صحبت مین شہر کے نوخیزان بہت رہا
کرتے خوشامد سے ان کے وکالت کے ذریعہ اپنی جان بچایا کرتے
تھے یہ بااثر آدمی تھے پبلک وروسا دونون مانتے تھے ان کے
ایک داماد محمد ہاشم سررشتہ دار کمشنری تھے دوسرے سر عبدالرحیم کلکتہ
تیسرے رضا کریم ڈومری ولد مولوی عمر کریم ولد مولوی علی کریم تھے
ایک داماد سید نجم الحسن پسر اکبر راقم ہین محمد ہاشم کثیر الاولاد ہین
اون کے نالی مہدی میان ڈپٹی کلکٹر ہین۔ سید نجم الحسن کو
اس بی بی سے اولاد نہین ہے۔ سر عبدالرحیم صاحب ولاد ہین
مولوی رضا کریم سر علی امام کے خسر ہین اور ڈاکٹر دلی کے بھی
خسر ہین مولوی علی کریم صاحب ڈومری مسٹر محمد رضا بارسٹر لودیکٹرہ
ولد میر وزیر حسین صاحب لودیکٹرہ کے نانا تھے ڈپٹی احمد حسین صاحب
نیورہ ایک داماد ہین جو صاحب اولاد ہین چند برس ہین گذری ہین
مولوی صاحب کا انتقال ہوگیا ایک بیٹے غلام وارث صاحب
وکیل ہین جو مولوی شفیع داؤدی کے داماد ہین اور سبزی باغ مین
اپنے والد کے مکان مین مقیم ہین یہ مکان پہلے میر عنایت حسین وکیل کا
تھا اونہون نے اپنے متبنے لاڈلے پیارے کو لکھ دیا تھا اونہون نے
معرفت تصدق حسین مختار جو اون لوگون کے دوست تھے
مولوی صاحب کے ہاتھ فروخت کیا اور جائداد میر عنایت حسین مرحوم
ضائع ہوگئی تصدق مختار کے وارثون کا حال اب نہین ملتا

ان دونون دوستون نے خوب رندانہ زندگی عیش کے ساتھ گذران کیا
ان لوگون کی زندگی ہی مین جائداد سب نقصان ہوگئی تھی۔

۴۵ ٹـــ سنگی جان خواجہ صاحب و منشی وارث حسین یہ
تینون آدمی مولوی صاحب مذکور کے ساتھی اور محرر تھے ان لوگون
کا مکان اوسی محلہ مین تھا اوسط درجے کی زندگی ان لوگون نے
وضع داری کے ساتھ گذران کیا اور یکے بعد دیگرے مر گئے منشی
وزارت حسین بادشاہ نواب اسٹیٹ مین ملازم تھے اور ہنوز زندہ ہین
یہ لوگ بہت خوش وضع لوگ تھے ان لوگون کے ورثا ہنوز
زندہ ہین ۔

۴۶ ٹـــ ننھے خان و عبداللہ خان یہ دونون بھائی تھے
ان لوگون کا مکان مدرسہ کی گلی مین مولوی یحیےٰ صاحب وکیل کے
مکان کے قریب تھا یہ لوگ دوشالے رفو کیا کرتے تھے اور گذران
اوقات کرتے تھے مدرسہ کی مسجد جب ویران حالت مین آگئی تھی تو
عبداللہ خان نے مسلمانون سے چندہ لیکر باہتمام خود زیر نگرانی
مولوی محمد یحیےٰ صاحب مذکور ازسر نو مرمت مسجد کی کرایا اور
باہر کا دالان بنوایا اور صحن مسجد مین پتھر بچھوایا یہ صورت موجودہ
مسجد کی جو اسوقت موجود ہے پہلے نہ تھی یہ مسجد شاہی وقت کی
تھی اسکا مفصل حال تاریخ مولفہ میر علی محمد شاد خان بہادر
مین ہے تاریخ صوبہ بہار مین بھی ہے غالباً سیف خان کی

بنائی ہوئی ہے عبداللہ خان کی شادی کامدار خان کے یہان راقم
کے مکان کے قریب ہوئی تھی اب وہ مکان راقم کے ورثا کے
ہاتھ مین تھا جس مین راقم کے ورثا کا مقبرہ قرار دیدیا گیا ہے
اور راقم کے پوتے و پوتی کا مزار ہے و محمد نصر اللہ ناتی راقم کی
بی بی و دو بچون کا مزار یہین ہے اس مکان مین کامدار خان
کے وارثان رہتے تھے اور بنے جان کی بی بی تھین عبداللہ خان
کا ایک لڑکا ہنوز زندہ ہے جو رفوگری کرتے ہین اور بنے جان
کا لڑکا بھی غالباً ہے ننھے خان آغا جان کیفی کے ساتھ مولود
خوانی بھی کیا کرتے تھے ان کو غزل وغیرہ مولود مین پڑھنے کا
بہت شوق تھا آغا جان کیفی نے مولود خوانی اس شہر مین اس
ترکیب سے جاری کیا کہ دو تین آدمی ملکر نظم سر لے کے ساتھ پڑھتے
تھے اسکے پہلے اس شہر مین مولود کی یہ ترکیب موجود نہ تھی جو
اب مروج ہے لوگ تنہا مولود پڑھتے تھے اس شہر مین حافظ
محمد جان بنارسی نے اکثر نظم و نثر اکیلے پڑھا اور گانیکی صورت
مین مولود خوانی کیا پھر مولانا امانت اللہ غازی پوری نے
وعظ مین مثنوی مولانا روم ایک لہجہ مین بیان کیا یہ صورتین
مقبول عام ہوئین پھر مولود خوانی کی وضع بھی بدلی آغا جان
اور ننھے خان رنگون تک جاتے اور کچھ کما لاتے تھے ننھے خان
بڑے شوقین اور خوش لباس وضعدار آدمی تھے عبداللہ خان سادے

آدمی تھے اور یہ بھی پہلوان معلوم ہوتے تھے ۱۵ برس کے
اندر دونوں نے قضا کیا اس خاندان میں روف میاں زندہ
ہیں جو عبداللہ خان کے لڑکے ہیں مگر ان میں باپ کی ترکیب
اور وہ وجاہت نہیں ہے بس کماتے کھاتے ہیں۔

۴۷ رسول شاہ و عبدالصمد و عبدالعزیز کشمیری

یہ لوگ عنبر سر کے تھے کالی بی بی کے کٹڑہ میں رہتے تھے اور
ان لوگوں نے اس شہر میں شال دوشالے خوب بیچا اور
لاجواب بیش قیمتی لاتے تھے تمام رؤسا رو راجواڑوں میں
ان لوگوں کا گذر تھا راقم کی شادی میں جسکو ۵۳ برس
گذرا ہوگا ان لوگوں نے بعض چوغے اور دوشالے فروخت
کئے تھے جسکو بعض یادگار راقم کی اولاد کے پاس موجود ہے
رسول شاہ اوسی وقت بہت بوڑھے تھے قریب پچاس
برس کے گذرا وطن گئے اور انتقال کیا پھر عبدالصمد مرحوم
چند برس آئے وہ بھی جوان مر گئے یہ اون کے بیٹے تھے پھر
عبدالعزیز مدتوں اس شہر میں رہے ان سے تمام لوگوں سے
ملاقات تھی یہاں لین دین آغاز کیا مہاجنی کرنے لگا
کارخانہ کچھ خراب ہوگیا بارہ برس سے پٹنہ میں نہیں آتے
آگے خبر نہیں ہے کیا ہوئے ان کے بعد اب کا ماوجیت دیکھا
لوگ آتے ہیں اور اس کاروبار کو کرنے لگے۔

۴۸ — شیونراین چودھری ایک متمول جبیں وال تھے

مکان حاجی تاتار کی مسجد کے سامنے تھا ان کا بہت بڑا
کاربار تھا لاکھون لاکھ کے آدمی تھے ۲۵ برس گزرا ہوگا
گدام مین آگ لگی اور تین دن تک آگ ہی لگی اس خاندان پر
تباہی آگئی جائداد تو رہ گئی مگر مالی حالت بہت خراب
ہوگئی اس خاندان کے لوگ پڑھے لکھے فارسی دان و اردو دان
ہین ان لوگون مین اب تک پرانی تہذیب پائی جاتی ہے
ان لوگون کی صحبت میر علی محمد شاد خان بہادر کے یہان اور
خواجہ زادون مین میل جول بہت رہا اسلئے ان لوگون مین
مسلمانی تہذیب بہت ہے اور اردو فارسی جاننے کی وجہ
سے علمی مذاق اور شایستگی بیحد ہے بغیر عربی دانی اور فارسی
دانی اور اردو دانی کے نفسی شایستگی تو ہو نہین سکتی ان
زبانون مین کچھ ایسی تاثیر خدا نے دی ہے اور ایسی ایسی
باتین لوگ لکھ گئے ہین جسکے دیکھکر آدمی مین انسانیت
آجاتی ہے بجز ہندی دان مین وہ بات پیدا نہین ہوسکتی
میرا لکھنا کافی نہین ہے موازنہ کرنے اور تجربہ سے اب لوگ
خود ملا سکتے ہین جن لوگون کی تعلیم صرف اردو کی بھی ہوئی
ہے ان مین اور طرف ہندی دان مین کتنا فرق تہذیب
واخلاق و انسانیت کا ہوتا ہے الغرض اب اس خاندان مین

تجارت وجائداد ہے جو بقدر گذران اوقات کافی ہے یہ خاندان
لالہ چودھری کر کے مشہور ہے سونا بابو اس خاندان کے نوجوان
زندہ ہیں انکے والد بھی زندہ ہیں جو نہایت خلیق اور صحیح الخیال
آدمی ہیں اور وسیع معلومات کے آدمی ہیں راقم سے ان سے
متفرق مضامین اور علوم کے اوپر گفتگو ہوئی ہے اس لیاقت
اور معلومات کے ہندو رئیس موجودہ وقت میں کم ملیں گے
ہمنے بجز راجہ چندیسری پرشاد راجہ مقصود پور کے اور کسی معزز کو
اس واقفیت اور معلومات کا دوسرا نہیں پایا یہ لوگ
اردو فارسی اور عربی بھی جانتے ہیں ان لوگون کے تعلقات
کشوری لال چودھری سے بھی ہیں۔ کشوری لال کلکتہ میں ہیں۔

۴۹ حافظ احمد شاہ خان بہادر میر علی محمد شاد
کے مکان کے قریب رہنے والے تھے یہ بہت خوش لباس
خوبصورت خوش آواز خوش اخلاق آدمی گذرے ان کو
موسیقی میں پورا دخل تھا ستار و طبلہ بھی جانتے تھے خوب
گاتے بجاتے تھے ان کی چال چلن بہت متقیانہ رہی
مذہب کے پابند تھے اور وقت کے روسا میں انکا اقتدار
تھا خود بھی زمینداری رکھتے تھے اور بہت اچھی زندگی بسر کیا
ممدوح خلائق آدمی تھے ان کی اولاد بھی منجملہ اونکے مولوی
برکات ہیں جو میونسپلٹی میں ملازم ہیں اور بھی اولاد ہے

ان کے داماد قاضی وجیہ الدین مرحوم برادر قاضی نجم الدین مرحوم
لودیکٹرہ تھے جو لاولد گذرے - ان کے بہنوئی مجید شاہ تھے
وہ تجارت زعفران وبری وچائے وغیرہ کی کرتے تھے
اور انہیں کے مکان میں رہتے تھے بہت بلغمی آدمی تھے
مگر سنجیدہ پر مذاق تھے ان لوگوں کا خاص جلسہ تھا رات دن
ان لوگوں میں گانے بجانے کا سلسلہ رہتا تھا اور
بہت ہی آسایش وآرام کی زندگی خوش خوش گذار
گئے ان لوگوں کی آمدنی تو متوسط تھی مگر آپس کے میل جول
خلوص کے وجہکر ان کو تفکر نہ دیکھا اسمیں خواجہ زادوں
کی مادہ ہمدردی وانسانیت بے حد پایا اور ان لوگوں
میں زیادہ حوس اور لٹ پٹ نہیں پایا اس لئے ان
لوگوں کی زندگی بہ آسایش گذر گئی ان لوگوں میں سلیقہ
تو کوٹ کوٹ کر بھرا رہتا ہے کم خرچ میں ہندوستانی
وضع کا آرام کا طریقہ ہے رہایش سادی مگر آرام کی ہوا
کرتی ہے زیادہ فیسٹ فاٹ اور نمایش نہیں کرتے
آمدنی سے زیادہ صرف نہیں کرتے عورتیں خود کامی
اور پرسلیقہ ہوا کرتی ہیں اور بیکار زندگی برباد نہیں کرتی
ہیں کچھ نہ کچھ دست کاری خود ضرور جانتی ہیں دستکاری میں
عورتیں اچھی ہوتی ہیں اسلیے پرورش اولاد اچھی ہوا کرتی ہے

اور والدین جابر رہتے ہیں اسلئے ان لوگون کی اولاد سلیم الطبع
ہوا کرتی تھی اور بد صحبت سے بہت پرہیز کرتے تھے آپس
مین اپنے مکان ہی مین ہر طرح کے دل بستگی کا سامان کر لیتے ہین
شطرنج گنجیفہ چاے کا مجمع جو سہر گانا بجانا اور اپنے روزگار کا
سامان اسلئے ان لوگون کی اولاد کم خراب ہوا کرتی تھی
مجید شاہ کے لڑکے حافظ اصغر شاہ تھے یہ بھی پرمذاق آدمی
تھے راقم کے ہمسن تھے مگر پچاس کے اندر ہی قضا کر گئے
یہ مدتون حاجی پور مین رہے اور انگریزی بھی جانتے تھے ان
کے اولاد کی خبر ہمین نہین مل سکی حافظ صاحب سے اور خاندان
راقم سے بہت ربط تھا بلکہ روزمرہ انکی آمدرفت قاضی
سید رضا حسین خان بہادر کے یہان رانی پور مین رہتی
وہ عجیب وقت تھا روسا آپس مین خوب ملا کرتے آج جو
تنگ لودیکٹرہ کا ہے یا شہر کا ہے یہ ویرانگی تھی روزمرہ کی
آمدرفت ایک دوسرے کے ایک دوسرے کے یہان تھی سب
کا وقت معین تھا اور پھر یہ انتظام تھا کہ ہر آدمی کا وقت
اپنے اپنے یہان بھی مجمع کا ضرور تھا اب تو شادی غمی مین
جز و خاص و قرابتدار نہین ملتے اوسوقت اغیار روز
ملا کرتے تھے یہ ایک ڈیوٹی تھی جن لوگون نے اوس
سمان کو دیکھا ہے اور اب کا حال دیکھ رہے ہین اون کے

لئے نئی دنیا ہے نیا شہر ہے اون کے روحانی اولجھنون کا موازنہ آپ لوگ نہین کر سکتے اور وہ صورت آپ لوگ ابنہین دیکھ سکتے اب وہ ایک کہانی رہگئی ہے وہ خلوص اب نایاب ہے اسی مکان مین انہین لوگون کے قرابتدار عبدالمجید شاہ رہتے تھے یہ بھی بہت بلغمی آدمی تھے ان کی زندگی فقیرانہ رنگ کی رہی ان لوگون کا مقبرہ میر اشرف کے مقبرہ مین ہے وہ بھی کوئی کشمیری ہی تھے اور انہین لوگون کے آباواجداد سے تعلق تھا کیونکہ انتظام اوس مقبرہ کا چندے راقم نے خواجہ حافظ احمداللہ مرحوم کے ہاتھ مین دیکھا اور بعض لوگون کو اسی مقبرہ مین مدفون ہوتے دیکھا عبدالمجید شاہ کو توکل تو تھا مگر پر لطف آرام کی زندگی گذارتے دیکھا بہت کم لوگون سے ملتے تھے اور بہت کم باہر نکلتے تھے اون کے وارثان سے راقم کو موقع واقفیت کا نہ ملا ان لوگون کے یہان اکثر کشمیریون کی آمدرفت بھی رہی اور اچھے اچھے لوگ آیا کرتے تھے اب لڑکے سب ہین بعضے تو ہم لوگون کو پہچان بھی نہین سکتے نوجوانان بزرگون کی ملاقات سے نفرت رکھتے ہین اور ملنا پسند نہین کرتے وہ بھی اپنی عزت سنبھالے رہتے ہین دور دور رہتے ہین مرنے والا گیا اوسکے لوگ چھوٹے ملاقات بھی دفن کردیجاتی ہے۔

لنگ شاہ ایک پنجابی فقیر عرصہ ۲۵ برس سے

مدرسہ کی مسجد پر صغرا اسٹیٹ کے مکان کے ایک ا وسارے مین
رہتے ہین یہ بالکل خلاف شرع زندگی بسر کرتے رہے اور نہایت
ہی جی دار آدمی ہین اور بہت گورے اور خوبصورت ہین
رفتہ رفتہ اب سن پچاس کے اندر کا اگیا ہے شام کو بازار
نکلتے ہین اور لوگون سے کچھ مانگ لاتے ہین اور اپنی روزی
چلا لیتے ہین اور دن بھر رندانہ زندگی بسر کرتے ہین ان مین غرض
داریکی اب تک کوئی کرامت ظاہر نہین ہے مگر بڑا کمال تو یہ
ہے کہ اتنے بڑے میدان مین تنہا دریا کنارے ۲۵ برس گذار دینا
یہ کیا کم بات ہی کس کے مرید ہین کچھ معلوم نہو سکا نہ کسی کو یہ پتہ
بتاتے ہین اور نہ کسی رئیس کے گھر جاتے ہین نہ کسی کے گھر
دعوت مدارات مولود کی تقریب شادی وغمی مین دیکھتے ہین
شام کو پیر باہر نکلتے ہین اور بازار مین اچھا کما لیتے ہین سوال
بھی نہین کرتے جس کو چاہا پکڑ لیا اور زبردستی اوس سے
وصول کر لیا کرتے ہین لوگ دے بھی دیتے ہین واللہ اعلم کیا بھید
ہے خدا بڑا روزی رسان ہے اور خدا کے بندے کس کس رنگ مین
رہتے ہین راقم تو ان کو فقیر نہین جانتا بلکہ ان کے پیر کا حکم ہو وہ
بجالاتے ہین زیر تعلیم ہین ایک وقت آئیگا ان کے پیر سے
شاید ان کو کچھ مل جائے ہنوز وہ زیر ریاضت ہین مگر اس پختگی کی
تعریف ضرور ہی کہ اب تک یکسان وہ شخص ثابت قدم ہین اور

شہر بغر کو جانتے ہین او مجذوب بھی نہین ہین۔

۴۱ شاہ عبد المجید مسکا شاہ یہ خاندان مولوی ذوالفقار علی ساکن نگرہ سے تھے اون کے بھانجے ہین اور مولوی عبد الکریم جو راقم کے یہان بچون کو پڑھانے کو ملازم تھے وہ مولوی ذوالفقار علی کے پوتے تھے اور یہ بھانجے تھے پہلے پیا امین عدالت تھے اور اچھا کماتے تھے اور بابا قدس سرہ کے مرید تھے ان کے ورثا اور اولاد و بی بی سب نگرہ مین تھے ایک بیک اُنھون نے ترک دنیا کیا اور مجذوب ہو گئے ان پر کسی مجذوب کی نظر پڑ گئی تھی یہ ڈاکخانہ چھاونی کے اسارے مین مدتون رہے شہر کے لوگ اکثر مانتے تھے اور لوگ مجذوب فقیر سمجھتے تھے کبھی کبھی ہوش مین آجاتے تھے اور ہوش کی بات بھی بولتے تھے ہر آدمی سے طالب بھی نہ تھے بعض بعض لوگ مخصوص تھے جن سے یہ کچھ پیسے مانگ لیا کرتے تھے خود بخود لوگ ان کو کھانا دیدیتے تھے پہلے مدرسہ کی مسجد پر مدتون رہے ڈاکخانہ ہی مین مر رہے۔ اسی خاندان مین محمد اعظم مولوی عبد الکریم کے بھتیجے بھی مجذوب ہو گئے ہین اور تین ترا ہے کی مسجد تین شاہ کی املی مین رہتے ہین۔

۴۲ بابا سیر سنگھ ایک وجیہ آدمی گدی نشین ہر مندل گلی کے ہوئے ان کے وقت تک گدی اچھی چلی اور بہت ہی معقول

اور بہت خوبصورت گورے آدمی تھے ان کے وقت مین تیغا
سنگھ کارپرداز تھا اون سے سکھون سے بناؤ نہین رہتا تھا
ان کے وقت ہی مین آپس مین تکرار چلی بہت مقدمہ بازی رہی
ان کے بعد چند مہنتھ بیٹھے مگر مقدمہ بازی سے فرصت نہ ملی
ہر مندل مین جائداد بھی اچھی تھی مگر آپس کے نفاق مین برباد
ہوئی مہنتھ بابا گرونانک شاہ کی خانقاہ ہے اون کا گرنت
اس خانقاہ مین ہے موجودہ گدی نشین کے وقت مین انتظام
سنبھلا ہے یہان راجہ راجواڑے اور بڑے بڑے سکھ آئے ہین
اور گرنت کی زیارت کرتے ہین اور نذر چڑھاتے ہین۔
بل صاحب سٹی مجسٹریٹ اس خانقاہ مین بہت جاتے تھے
اور کچھ مالی امداد بھی اس خانقاہ کی کیا تھا ان کی توجہ سے
یہان کی حالت درست ہوئی یہان کے گدی نشینون کا
اعزاز دربارون مین بھی ہے سکھون مین اسوقت بابو گرچرن سنگھ
وکیل نے ترقی کیا ہے یہ مذہبی آدمی ہین اور ممدوح خلائق
ہین ان کے خیالات موحدین کے ہین اور صوفیانہ ہین ان
سے راقم سے مذہبی گفتگو بہت رہی ہے سکھ مذہب مین
اسلامی عقائد کی بہتیری باتین ملی ہوئی ہین اور گرو نانک
شاہ کا گرنت توحید کو خوب بتاتا ہے بابو گرچرن سنگھ کا
وکالت اچھی ہے اچھا کماتے ہین طبیعت اصلاح کن ہے

ان کے مزاج میں انصاف پسندی اور سہولت ہے با دیانت آدمی ہیں وضع سختیوں کی ہے ان میں انگریزی تعلیم کا اثر بالکل نہیں ہے یعنی وضع پرانے خیال پرانے ترکیب کے آدمی ہیں گو مدت تھوڑی سی شہری میں رہتے ہیں اور روز عدالت یہاں سے جاتے ہیں صاحب والا دیت بہادر شہاب سکھوں کے کار پردازی کرتے ہیں

۲۳ مولوی اسحاق صاحب پولس انسپکٹر

بہار کے اطراف کے کسی دیہات کے رہنے والے ہیں انی بو کے مکان میں خان بہادر معین الدین کے یہاں یہ رہتے تھے یہ پولس لائن میں مقرر ہوئے ترقی پاکر اسی شہر میں انسپکٹر ہوئے اور خوش نام انسپکٹر ہیں آدمی با دیانت ہیں اور اپنے کام میں ہوشیار ہیں اور کسی کی طرفداری نہیں کرتے وضع بالکل سادی اور سیدھی ہے طبیعت کے نیک ہیں کچھ نمایش ظاہری اور فٹ فاٹ ان میں نہیں ہے بظاہر سب سے میل جول تھے پولس ماتحت سے بھی برابری کے برتاؤ میں مگر موقع وقت پر قلم ان کا سخت اور غیر جانبدار تھے اسلئے ماتحتوں پر اندرونی رعب ضرور ہے یہ کسی کے جھاڑ پھونک نہیں سنتے رعایت مروت نہیں کرتے کام کے ہوتے ہیں اسی لئے ان کی ترقی ہے خان صاحب

کا خطاب بھی ملا ہے صاحب اولاد ہین منتظم آدمی ہین یہ رسہ پر سید نجم الحسن پسر اکبر راقم کے مکان مین برابر کرایہ ادرسے ہے اور کرایہ دینے مین بہت کڑے آدمی ہین معاملات کے بہت صاف ہین۔

۲۴ مولوی خورشید علی ایک بنگالی انسپکٹر چوک تھانہ مین ۲۰ برس گذرا ہو گا آئے تھے وہ ترقی کرکے ڈی اس پی ہو گئے تھے کلکتہ مین جا کر سی آئی ڈی مین ڈی اس پی ہو گئے تھے انہون نے بڑا بڑا کام کیا راقم اور مولوی یوسف حسین سے برابر ربط تھا ان کی اولاد اناث تھی اب خبر نہین ہے وہ لوگ کہان ہین بڑی آزادی ور زور کی انسپکٹری اس شہر مین کر گئے بڑا رعب داب تھا شہر کے بدمعاشون کو خوب سرھی کیا یہ تھے تو بنگالی مگر بلا کے ہوشیار اور بجی دار تھے اور بڑے با مذاق پر اخلاق دوست پرست آدمی تھے شہر کے بدمعاشون نے ان سے شوخیان بھی کین مگر آخر سب کو درست ہی کر کے گئے اب کوئی حال ان کا نہین معلوم ہوا کہان ہین دس پانچ برس گذرے گواہی مین سیشن کورٹ مین آئے تھے تو احباب سے بھی مل گئے تھے انہون نے آزاد زندگی بسر کیا اور آرام کی زندگی گذاری تھی کلکتہ مین برابر ہم لوگون کی دعوت کرتے تھے۔ جگرناتھ سنگھ

کو انہین نے بسر کیا تھا۔

۴۵ شکور انسپکٹر چوک تھانہ مین آئے اسی تھانہ مین وہ کورٹ منصرم رہے اور جہانگیر گنج کورٹ مین مدتون راقم کے اجلاس مین پانچ چھ برس کورٹ منصرم رہے پھر وہ ہڈ کانسٹیل ہوئے پھر سب انسپکٹر پھر انسپکٹر ہو گئے یہ صرف اُردو ہندی جانتے تھے اور بلا کے ہوشیار آدمی تھے ایک لفظ انگریزی نہین جانتے تھے مگر فقط تجربے کے بدولت یہ ہر ہر سے واقف ہو گئے تھے ہزارون مقدمات مین ان کو کامیابی ہوئی اور یہ ترقی کرتے گئے یہ کمہار سے قریب تر رشتہ داریان رکھتے تھے حکیم اسحاق صاحب کے قریبی رشتہ دار تھے ان کے نوکری کا زیادہ حصہ چوک ہی تھانہ مین گذرا اپنے علاقہ سے بہت واقف تھے اکبرپور کے مقدمات ان کے وقت مین سب کامیابی سے فیصل ہوئے اور یہی وجہ ان کے ترقی کی ہوئی یہ جوان ہی مر گئے ہمیشہ اُنہون نے اپنی وضع دیہاتی کی رکھا ہو بغیر اردلی کے کبھی اُنہون نے پائجامہ نہین پہنا سادا کرتہ کوٹ ولنگی ان کی وضع رہی وردی بھی بہت ہی سخت ضرورت کے وقت پہنا کرتے تھے یہ آدمی بہت کم سخن اور بلا کے چیتے ہوشیار تھے مگر قلم سے بہت بولا کرتے تھے بظاہر تو بہت نیک تھے پھر ڈیوٹی کے ایسے پابند تھے کسی کے لئے رعایت مروت نہین کرتے

۴۶ منشی عبد الحکیم جو کہ تھانہ میں سب انسپکٹر تھے یہ بہت جابر ہوشیار سب انسپکٹر تھے بہت نیک آدمی تھے بے لوث اور بلا رعایت و مروت کام کرنے کی وجہ سے یہ انسپکٹر پولیس بھی ہو گئے یہ کسی دیہات کے رہنے والے ہیں اور صاحب اولاد ہیں بہت کم سخن آدمی ہیں راقم نے ایک لائے مجرم کی خبر گرفتار ہوا سزا پایا تو ان صاحب کا خط شکریہ امداد پولیس میں جو دی جو راقم کے پاس ہے اب کبھی دیہات میں ہیں زائد عمر میں انکا تمام بہتر بن زندگی عدم میں ہے

۴۷ منشی ٹھاکر پرشاد دیہات کے رہنے والے تھے یہ مدتوں جہانگنج میں پیشکار رہے اور بڑے ہوشیار پیشکار تھے اچھا کماتے رہے ان کو اجلاس ہی پر راقم کے سامنے فالج آیا اجلاس سے اوٹھا کر رشتہ میں رکھا گیا اور اچانک انتقال کر گئے ان کے بیٹے گنگا پرشاد بہت کمسن تھے راقم نے اون کو بجائے باپ کے مقرر کرکے کلکٹر ضلع کے پاس لکھا مستحقین مخالف ہوئے مگر اودیگران کو نقل نویسی میں جگہ دلوائی گئی اور پیشکاری میں فضل الرحمن ولد شیخ امداد حسین ساکن برانوان کو رکھوایا گیا مدتوں وہ رہے پھر میر شاہد حسین ولد میر واجد حسین ساکن رانی پور مدتوں رہے ہر چند ہندو پیشکار برابر آیا کئے اور اب تک ادلی بدلی ہوا کرتی ہے اب کوئی پیشکار بندا بابو ساکن یادیکی حویلی میر کجا دہر سال تک

مستقل نہیں رہ سکا جو پہلے گذر گئے گنگا پرشاد کی شادی فریدپور
رتنی کے پاس کہیں ہوئی یہ اور رنجیت بابو اس وقت ڈپٹی اور
سب جج مجسٹریٹ پٹنہ ساڑھو تھے رنجیت پرشاد کا انتقال
ہو گیا گنگا پرشاد ہنوز زندہ ہیں اور اوسی عہدہ پر صدر
میں اب تک ہیں میر شاہد حسین بھی ہنوز زندہ ہیں جو رقم
کے نانی محمد نوراللہ کے سسر ہیں فضلو میاں بھی زندہ ہیں
جو داناپور میں ہنوز بیکار ہیں ان کی شادی گورگانوان میں
میر وارث حسین کی لڑکی سے ہوئی تھی میر وارث حسین
میر ہاشم کے بھائی تھے ان دونوں بھائیوں نے گھرستی کے
خوش باش کی زندگی بسر کیا سب لوگ صاحب اولاد
ہیں گورگانوان والوں سے برادری کے تعلقات ہیں
میر ہاشم سے مولوی حامد حسین جیا رئیس لودیکٹرہ سے بہت
آمد رفت تھی جانشینان شاید ان باتوں سے واقف بھی
نہیں ہوں گے میر ہاشم تو گھوڑے سواری کرتے تھے میر
وارث حسین فن زمینداری جانتے تھے میر حامد حسین مذکور
کا کام بھی کرتے تھے فضلو میاں کی شادی میر وارث حسین
کی لڑکی سے ہوئی تھی یہ دونوں بھائی بڑے پر مذاق تھے
ٹھاکر پرشاد کے پہلے بابو مرلی دھر ساہد پیشکار تھے جو مختار کاری
پاس کر کے جدا ہو گئے تھے وہ مالسلامی علاقہ کے رہنے والے

تھے اون کے پہلے مولوی نثار حسین ساکن شیخپورہ تھے یہ پٹنہ کے آدمی نہ تھے قاضی رضا حسین خان بہادر کے یہاں رہتے تھے پیشکاری چھوڑ کر بمبی گئے وہان سے جہاز پر نوکری کر کے ولایت گئے واپس آکر کسی صورت بسکٹ کمپنی والیکے یہان شادی کر لی اور منیجر کارخانہ ہوئے اور دولتمند آدمی ہوئے پھر ان کا حال نہ ملا کہان ہین کیا کرتے ہین زندہ ہین یا نہین صاحب اولاد ہو گئے تھے خط و کتابت بھی پھر بند ہو گئی یہ کہانی ۴۰ برس کی ہے جہاد گنج انڈمنڈنٹ بنچ تھا استغاثہ بیان کیا جاتا تھا جب سے سیشن کورٹ ہوا اختیارات کم ہو گئے اب تو بیٹھنا یا گشت ہو گیا فقط پر نو منین افسر سٹی مین مقرر کر دیا گیا بنچ مجسٹریٹ کی وہ عزت بھی رہی جو تھی

۴۸ - میر احمد حسین ہر سندل گلی کے رہنے والے

تھے ان کی شادی میر رفیع الدین پیر دمڑیا کی لڑکی اور محمد حبیب الدین صاحب کی بہن سے ہوئی تھی ان کے بیٹے محمد عالم موجود ہین جو رجسٹری مین کہین محرر ہین محمد عالم کی شادی محمد نظیر رجسٹرار ساکن بتیا کی بہن سے ہوئی محمد نظیر خواجہ سید حسن شاہ کی املی کی لڑکی سے بیاہے گئے۔ محمد نظیر کے بھائی ڈاکٹر مختار احمد نواب سرفراز حسین خان خان بہادر کے داماد ہین میر احمد حسین خواجہ سید حسن کے قریب تر رشتہ دار ہین اور منشی ظہور کرار ان کے بھانجے

تھے منشی ظہور کی لڑکی سے مولوی حفیظ ولد مولوی غلام
قادر وکیل بیاہے ہین محمد شمس الدین لال ملی رہتے تھے یہ
میر شیخ الدین کے ساڑھو تھے انکے بیٹے کی دو اولاد لال ملی مین زندہ
ہین ان لوگون کے پاس تھوڑی موروثی جائداد تھی
اوس سے اوقات گذاری کیا خوش حال ہین دو برس
ہوا میر شمس الدین نے قضا کیا۔ مولوی حفیظ صاحب کی
لڑکی اوس لڑکے سے بیاہی ہے جو ولایت سے کچھ دستکاری
سیکھ کر آئے ہین یہ لڑکا مولوی حفیظ صاحب کے یہان مین تون
رہے پھر ولایت گئے اگر شادی ہوئی یہ درصل پالی کے
ہین نام نہین معلوم ہے یہ عمر میان حکیم جہان آباد کے
قریب تر رشتہ دار ہین حکیم عمر صاحب مولوی عزیز الحسن
مرحوم وکیل خویش مولوی ولی عالم صاحب کے اپنے بھانجے
ہین میر احمد حسین کی آمدنی بقدر گذران اوقات تھی مکان
ہنوز موجود ہے محمد عالم سسرال مین بسے میر احمد حسین سے
خواجہ محمد رضا رجسٹرار سے قرابتداری تھی اور ہادی میان
کے خاندان سے لگاؤ برادری تھا میر احمد حسین اوسط درجہ
کی زندگی بہ آرام گذار گئے ۲۸ برس گذرا ہوگا دہلی مین مر گئے
نمبر ۱۴۱ رائے سکھراج بہادر ایک متمول خاندان
کے آدمی تھے ان کا مکان احمد حسین مرحوم کے بغل مین

ہر ہندل گلی مین ہے یہ بڑے نامور آدمی گذرے جہاؤ گنج
مین مدتون اونریری مجسٹریٹ رہے زمیندار ی بھاری اور
وافر آمدنی تھی بڑے ٹھاٹھ کی زندگی گذاری اعلیٰ طبقے
کے رئیسون مین شمار تھا فارسی کی قابلیت بہت اچھی
تھی شاعر بھی تھے ان کا دیوان بھی ہے مشاعرے کی
مجلس کا ایجاد اس شہر مین ان کے وقت سے ہوا دو مشاعرے
ایسے ہوئے کہ یادگار ہین اب ایسے مشاعرے غیر ممکن ہین
لکھنو دہلی آگرہ پنجاب تک کے شاعر بلائے گئے تھے
خرچہ دیا گیا تھا ایک بھاری تقریب ہوا کی ہندو رئیس کا
مکان اور مسلمانون کے جماعت کثیر کی مہمان نوازی
اسان بات نہ تھی اور ہر کے منصب کے مطابق خاطر داشت
کی گئی تین تین دن شبانہ یوم شاعری کا مشغلہ رہا کیا یہ
بہت ممدوح رئیس گذرے اور بڑے باوضع خوش اخلاق
خوش غذا خوش لباس مہذب بوڑھے رئیس گذرے ان کو
اولاد نہ تھی انہون نے برادری کے ایک لڑکے جے رلج
بہادر کو گود لیا اور اپنا جانشین بنایا اونہون نے وہ بات
تو حاصل نہ کی مگر لئے دئے نام لیوا ہے اون کے بیٹے اب
بابو جگدیش بہادر زندہ ہین ان کی روش زندگی رئیسانہ
ہے اور رندانہ ہے جیسے پٹنہ کے نوجوان رئیس زادہ

رہتے ہین ان کی بھی بسر ہوتی ہے ان کی بارات دھوم سے
لکھنو گئی تھی ان مین بھی اخلاق اور داشت پرستی کا مادہ
ہے آدمی منتظم ضرور ہین بعض اخراجات فضول ہین جسکو وہ
خود اپنے سن پر آکر روکین گے ان کے گھر مین چار عورتین ہین
اسکا آخری اثر دولت پر ضرور پڑیگا۔

۴۲۔ چھنولال متھرا پرشاد یہ دونون حقیقی
بھائی ہین ان لوگون کا مکان مچھرہٹہ گلی مین ہے مگر
دوکان ان لوگون کی عنبر کی مسجد کے نیچے ہے یہ لوگ
سلجھی ہوئی چال کے آدمی ہین اور ملنسار ہین چھنولال
چوک وارڈ مین میونسپل کمشنر بھی ہین اور خیالات پبلک
کو نفع پہونچانیکے ہین مگر میونسپلٹی مین رہکر کوئی میونسپل کمشنر
پبلک کو نفع نہین پہونچا سکتا راقم خود میونسپل کمشنر تھا
اور کچھ مفید کام نہ کرسکا آخر عاجز آکر گوشہ نشینی اختیار کرلیا
میونسپلٹی مین کچھ صورتین اختلاف رائے اور خودغرضی کے
فیلنگ کی پیدا ہوجاتی ہے جسکے وجہ کہ ہمیشہ ایک
پارٹی فیلنگ ہوجاتی ہے۔ متھرا پرشاد دوکانداری مین
ہوشیار ہین چھنولال جی کے مزاج مین ویسا نہ پن
ہین اون سے دوکانداری پوری نہین ہوسکتی تاجر کو
پبلک لائف مین آنے سے تجارت مین نقصان ہوتا ہے۔

۴۲ خواجہ عنبر کوئی تاجر تھے اونھون نے اس مسجد کو بنوایا تھا ان کی تاریخ مفصل میر علی محمد شاد کی تاریخ پٹنہ مین ملی گی راقم کو ان کے دیکھنے کا موقع نہ آیا نہ ان کی پوری تحقیقات کر سکا ان کی یادگار مسجد بر سر سڑک واقع ہے اور کٹرے کی آمدنی کافی اندازاً سو روپیہ ماہوار کی موجود ہے جو مسلمانون کے زیر انتظام ہے اور وارثان اچھے خان منت خان کے ہاتھ مین ہے ان لوگون کو خاص قرابت بانی مسجد سے تھے مسلمانون نے معتبر تاجر جان کر انتظام چھنگے خان کے متعلق کر دیا ہے اب ان لوگون کا کارخانہ فیل ہو گیا ہے ہنوز انتظام انہین لوگون کے ہاتھ مین ہے یہ آباد مسجد ہے اور ہر مندل کے قریب ہے -

۴۳ **بابو چنی لال** کا مکان چوک کے تھوڑا پورب کچوری گلی موڑ پر ہے یہ بڑے بھاری جہاجن گذرے ان کے مکان مین راجاؤن کی شان تھی کمرون مین طلائی کام بنا ہوا تھا لوگ دیوالی مین اس مکان مین جایا کرتے تھے اندر باغ بہت سجا ہوا تھا انہون نے بڑے عیش کی زندگی گذاری اور آج تک انکا نام شہر مین مشہور ہے ان کے ورثا مین نوند راجہ تھے انہون نے بھی اپنی زندگی رئیسانہ بڑے آرام کی گذارا اور بڑا نام و نمود کیا راقم کے یاد مین

ادن کا انتقال ہوا ہے ادن کے ورثا مین ہنوز لوگ موجود
ہین اس خاندان کے تین لڑکے تھے خوب لال محبوب لال
عجوب لال ان تینون لڑکون کی پرورش رئیسانہ ہوئی اور
بہت عیش سے گذران ہوتا رہا مورث کے مرتے ہی اس
خاندان مین تکرار چلی یہ تینون لڑکے بہت پریشان حال
ہوگئے خوب لال نوجوان ہی غائب ہوگئے خوب لال نے
سخت تکلیف کی زندگی بسر کیا محبوب لال بھی بہت پریشان
حال ہوگئے ان لوگون کی گردش تقدیر جو راقم نے دیکھا وہ
قابل افسوس تھی ادن کی ابتدا پر توجہ کرتے ہین اور ایسا متر دد
دیکھتے ہین تو بجز نوشتہ تقدیر کے کوئی چارہ نہین دیکھائی دیتا
ایک ان دونون مین سے بھی مر گئے ایک ہنوز زندہ ہین
جو دراب ٹولی مین راقم کے زمین مین چندر ایب والے
مکان کو خرید کرکے اب رہتے ہین اور ان لوگون کی حالت
ناگفتہ بہ ہوگئی تھی بنواری راجہ نوند بابو کے بعد جانشین ہوئے
یہ بڑے رئیس مزاج گذرے اون کے معقولیت کو راقم بیان
نہین کرسکتا اسی معقولیت کے بدولت جائداد ان کے
وقت ہی مین سب برباد ہوگئی اور منتقل بھی ہوئی ایک
زن بازاری لالن نامی کو ایک مالا موتی کا جسکی قیمت
ایک لاکھ تھی انعام دیا اسی سے اخراجات اور دولت کی

ناقدری کا موازنہ ہو سکتا ہے اور کبھی چہرے پر میل نہ دیکھا گو مالی
خرابیاں پیدا ہو گئین تاہم مزاج مین کوئی فرق نہ آتا یہ بڑے
سیر چشم آدمی گذرے گھوڑون کا شوق بیحد تھا اچھی سواری چاہتے
تھے اُن کے پاس ایک سمند گھوڑا تھا جو اسقدر حسین تھا کہ اب تک
ویسا جانور راقم کے نگاہ سے نہین گذرا جس وقت یہ بازار مین
نکلتے تھے لوگ تماشہ دیکھتے تھے مذہبی پابندی بھی تھی کوئی
ملاقاتی بھی جائے مگر جب تک پوجا پاٹ سے فرصت نہ ہوتی
ملاقات نہ ہوتی وقت بندھا ہوا تھا دونون وقت پوجا
کرتے اور زیادہ وقت پوجا پاٹ مین گذرتا یہ باغ مین رہتے
تھے وہین مندل بھی تھی مرتے دم تک ان کو آسایش ملا کی
ان کے بعد جائداد بالکل خراب ہو گئی مکان جیتی لال والا نیلام
ہوا مجھلے نواب صاحب نے خریدا. ون سے منتقل ہو کر اللہ جلائی
رنڈی کو شہر کے دو معزز رئیسون نے دلا دیا اللہ جلائی بہت
ہی حسین رنڈی تھی اور بڑی خوش مزاج تھی جوان ہی مری بڑا
عیش اوس عورت نے چند ہی برسون مین اوٹھایا ابتدائی
زمانہ اون کا بھی دیکھا دو روپیہ فیس تھی انتہائی زمانہ بھی دیکھا
کہ طلائی کمرون مین رہیں اور لاکھون کا اثاث البیت ہو گیا
اون کی والدہ نے اور بھائی نے سب تباہ و برباد کیا۔ جن
دامون آیا اونہین دامون گیا مات اونکی برباد ہو کر مر گئیں

بھائی کی شادی ولایت حسین شاہ کی اہلی کے لڑکی سے ہوئی وہ
بھی طوایف ہوگئی اور تختہ وتاراج ہوکر کلکتہ چلی گئی میاں ولایت
کے پاس کچھ روپیہ اندازی دو ہزار نکلے وہ سب روپے
اون کے ورثا پر تقسیم ہوئے مقدمہ بازیاں ہوا لیکن خود
وہ اپنی زندگی بہت خراب گذار گئے نہایت بخالت کی
زندگی گذاری لوگون کے یہان جاتے جائے ناشتہ کھانا
ادھر ادھر کھاتے اور مرتے وقت کوئی پرسان حال
نہوا مرنے کے بعد مال اسباب سب ورثا نے لیا جو کبھی اونکے
گھر نہین جاتے تھے اون کو ملا اس راجہ مذکور کے خاندان سے
بی لالن نے خوب روپیہ حاصل کیا پھر بگن بی بی نے خوب
پیدا کیا اور سوال کرتے ہوئے مفلوک الحال ہوکر برص مین
مبتلا ہوکر قضا کیا مذہب تبدیل کیا کربلا سے واپس آکر
مرین اسی خاندان سے بگن بی بی بچی ہین اور پھر بگڑین جو حاصل
کیا تھا سب برباد ہوا اسی خاندان سے مونگا بی بی بنین اور
بگڑین بہت عیش کیا اور تباہ ہوکر مرین اس خاندان کے
سوانح پڑھنے سے خدائی یاد آتی ہے کیسے کیسے عمدہ لوگ
تھے اور کس طرح تباہ و برباد ہوگئے اور کتنا بڑا گھر خراب
ہوا اور جن لوگون کے بدولت خراب ہوا اون کا بھی نام و
نشان باقی نہ رہا اون لوگون کی آخری زندگی کس طرح

برباد گئی اون کے ورثا بھی بھگت نہ سکے خدا جانے کس ظلم و ستم سے اور کس سبب سے بڑے بڑے گھرون کو لوگون نے ناس کیا جسکا خمیازہ اپنی اپنی زندگی مین لوگون نے پالیا۔

اللہ جلائی کے بھائی ولایت نامی ابھی زندہ ہین اور کسی طور پر اپنی زندگی بسر کرتے ہین اللہ جلائی کا مزار بکی درگاہ کے پھاٹک کے باہر ہنوز قائم ہے نوجوانان ان لوگون کی دولت کا موازنہ کرین اور طوائفون کے حال پر غور کرین اور عبرت پکڑین اسی خاندان کے امید بہادر ایک رئیس تھے اونہون نے بھی اپنی زندگی بڑے عیش کی گذاری اونکی جائداد بھی برباد ہوگئی اسی خاندان کے کمید بہادر تھے اونہون نے بھی بڑے عیش کی زندگی بسر کیا اون کی جائداد بھی قائم نہ رہی اسی خاندان کے مونابابو و سونا بابو تھے ان دونون کی جائداد بھی برباد ہوگئی مکانات تک کھد گئے ان لوگون کا وقت راقم کے آنکھ کے نیچے گذرا ہے ان لوگون کی روش زندگی دیکھا مقدمہ بازیان دیکھین ان لوگون کا دارو دورہ اور عیش و عشرت دیکھا اور جائداد ونکا تراب ہونا دیکھا کسقدر افسوس ہوتا ہے وہ لوگ کدھر گئے اور اون کی جائدادین کیا ہوئین یہ محلہ کسقدر آباد تھا اور اب کیا ہوگیا ہے چنی لال کا مکان ابکی مہاجن نے خرید ا ہے

اور مرمت کر کے آباد کیا ہے جواب تک نام چلا جاتا ہے اور اکثر مکانات میدان ہو گئے اور بعض ذلیل حالت مین موجودہ ہین آگے خبر نہین ہے کسکے قبضہ مین ہے اور ان لوگون کا کون وارث زندہ ہے۔

۴۴ اچھے خان و منت خان کا مکان دریا کنارہ تھا او گنج مین تھا ان کی والدہ کا نام پیارن بوڑھی تھا یہ بہت سن دار ہو کر مرین ان کو خانقاہ مغل تالاب یہ سے پیری مریدی کا تعلق تھا وہ راقم کے نانا مولانا امیر الحق قدس سرہ سے مرید ہین انہین کے ساتھ حج کو بھی گئی تھین اونہون نے راقم کی والدہ ماجدہ کو کھلایا تھا اس لئے ان کو اس گھر سے بہت تعلق تھا اچھے خان بہت غریب آدمی تھے چوک پر کھڑے ہو کر دو پلیا ٹوپی فروخت کیا کرتے تھے اور منت خان ان کے بھائی بھی یہی روزگار کرتے تھے چھوٹے خان ہادی میان مرحوم کے یہان عمر بھر کوچبانی کرتے رہے رفتہ رفتہ خدا نے اچھے خان کو فروغ دیا اور اونہون نے ایک دوکان منہارہ کی کھولا پھر دن دونی رات چوگنی ترقی ہونے لگی پھر تو ۵۰ برس کے اندر یہ خادم ہو گیا اور ۱۲ سترہ لاکھ کا کارخانہ ہو گیا ایسی ایسی تقریبین ان کے یہان ہوئین کہ شہر کے رؤسا نکر سکے

یہ گانے بھی تھے طبلہ ڈھولک خوب بجاتے تھے اور خیرات
بھی بہت کرتے تھے اس فارم نے دور دور ملکون مین
اپنا نام پیدا کیا کلکتہ مرغی ہٹہ مین احسان کریم صاحب
تاجر کی مسجد کے بغل مین سہ منزلہ مکان اب تک موجود
تھا کلکتہ مین مشہور فارم تھا اس گھر مین بڑی دولت
جمع ہو گئی تجارت کا راز خدا ہی جانتا ہے اسقدر آمدنی
بڑھی کہ جھاؤ گنج کے محلہ مین بہتیرے مکانات ان لوگون
کے ہو گئے سڑک پر اکثر جائداد ہو گئی بانکی پور مین بڑی بھاری
دوکان بی ان کالج کے پاس تھی سکھالین کلکتہ مین ایک
مکان لیس مین تھا جسکی آمدنی چھ سو ماہوار منافع تھا
شب پور مین ایک باغ قابل دید تھا اچھے خان نے حج
بھی کر لیا اور بہتیری عورتون سے عقد کیا ہے سے اولاد کثیر
موجود ہے منت خان کی بھی چند بیبیان تھین یہ دونون
بھائی اجمال سے ہے چھوٹے خان برابر جدا ہے اسلئے انکے
وارثون کو دولت نہ ہوئی نہ ان بھائیون کے ایسا آرام
ہوا ہر شخص کی تقدیر جداگانہ ہوتی ہے دو بھائی کی تقدیر
برسراوج رہی ایک بھائی غریب ہے مگر اچھے خان نے کچھ
روپیہ نقد چھوٹے خان کو بھی اپنی کمائی کا اور شمارم سے
دیکر جدا کیا اچھے خان کی نیت بہت اچھی تھی اور بڑی

معقول آدمی گذرے اور اون کے مزاج مین بالکل غرور کا مادہ پیدا نہ ہوا اور سادہ وضع رکھا باوجود عروج کے انکے مزاج مین نمایش شان و شیخی پیدا نہ ہوئی بہت ہی ہمدرد اور رحم دل آدمی گذرے ان کے تین لڑکے پہلی بیاہی بی بی سے تھے جھنگے خان گمانی خان ظہور خان یہ لوگ جب جوان ہوئے تو چھٹہ کی دوکان پر سنت خان بیٹھنے لگے اور اچھے خان معروف گنج مین گمانی خان کلکتہ کی دوکان پر ظہور خان چوک کی دوکان پر بیٹھنے لگے بیسون دوکان متفرق جگہ مین کھولا اکثر جگہ دوکان کی شاخین ہوگئین اور بہتیرے ملازم نوکر تھے ملازمین ان کے اچھے اچھے دوکاندار ہوگئے اور جدا ہو ہوکر اپنی اپنی دوکانین کھول لیا ان لڑکون کا اقبال خوب چمکا مگر ان لوگون نے سادگی چھوڑی کارخانہ بہت طول ہوگیا بڑے سرکار مجھلے سرکار چھوٹے سرکار کہلانے لگے اور بہت ہی شان و شوکت کی زندگی گذارنے لگے پھر ظہور خان نے برف گدام قایم کیا اور بڑا نفع اس فیکٹری سے ہونے لگا ظہور خان کا خون خراب ہوگیا تھا اونھون نے بڑے عیش کی زندگی بسر کیا اور جوان ہی مرگئے ظہور خان بڑے دوست پرست آدمی تھے اور بڑے شوقین تھے بہت خوش لباس اور خوش غذا تھے کھانے کھلانے کا بڑا شوق تھا رمضان مین روز

اپنے یہان امیر و غریب ملاقاتیون کی روز دعوت کیا کرتے
تھے کبھی اکیلے افطار نہ کیا بہتیرے آدمی روزمرہ مدعو ہوا کرتے
تھے رمضان بھر عمدہ عمدہ کھانا پکتا تھا اور لوگون کو کھلاتے
بھی بہت تھے بہت سی خوبیان تھین مرنیوالے مین یہ اور
گمانی خان سارٹھو تھے ظہور خان لاولد مر گئے ان دونون
کے سر جہان آباد مین رہتے ہین اور غربت سے اوقات
گذارتے ہین پھر بعد مرنے ظہور خان کے گمانی خان فرخ
آباد مین چلے آئے اور جھنگے خان کلکتہ رہنے لگے مرجائی گنج
کی دوکان مین آگ لگی ایک لاکھ کا مال جلا کئی دن دوکان
مین آگ رہی تین مہینے کے اندر گمانی خان نے مکان کچا
درست کرلیا اور پھر اسباب سے دوکان کو سجا دیا کہین پران
لوگون کے منہ پر میل بھی نہین آیا ان لوگون کو گراموفون کمپنی
نے اور کاغذ کمپنی نے بڑی مدد دیا جس سے یہ لوگ آتش
زدگی کے اثر کو برداشت کر گئے اور اپنا منافع نکال لیا
پھر حب مین رنگ کمپنی کی امداد سے بہت روپیہ بنالیا اور پھر
صابن کمپنی کے ایجنسی سے دو دو ہزار روپیہ ماہوار صرف
کمیشن کا ملتا رہا پھر کسی نے زیورات اپنے اپنے گھر والی
مین بنالیا اب ان لوگون کی زندگی مصرفانہ ہو گئی اور
تجارت مین اکونمی لازمی تھی وہ نہ رہی ایک ایک لڑکا

گھر کا اپنے کو شاہزادہ جاننے لگا آدمی بڑھتے گئے اور خرچ بڑھتا گیا
کافی آدمی پیدا ہوئے اخراجات غیر ضروری اور غیر شرعی اس
گھر میں ہونے لگے اور آپس کا نفاق پھیلا نتیجہ آخری یہ نکلا کہ
دس لاکھ کا اسٹیٹ قرار پایا اور چھ لاکھ دین آید ہوا اور
مہاجنوں کے طرف سے تقاضا ہوا سنبھال نہ سکے اور
نیت میں بھی فطور پیدا ہو گیا آخری نتیجہ فارم کے فیل ہونے
کا ہوا اور یہ فارم انسولمنٹ ہو گیا جائدادیں نیلام ہوئیں
برف گدام سب کے پہلے نیلام کیا گیا مکانات کو ان لوگوں
نے کوشش کر کے کم قیمت پر خود ہی خریدنا آغاز کیا جہاں تک
بچا سکے خود حاصل کر لیا اور صاحب جائداد ہو گئے مہاجنوں کا
روپیہ گیا اگر یہ لوگ جلتے اور نیت خالص رہتی تو یہ گھر
سنبھل سکتا تھا مگر آپس کے نفاق نے اس گھر کو برباد کیا
بعض حصہ داروں کے پاس روپے بھی ہیں اور حصہ دار جو
غافل رہے بالکل برباد ہو گئے اس فارم نے اکثر واجبی حصوں
کے حق کو ادا نکیا ترکہ نہ دیا اور شرعی حصہ داران کی حالت
غربت کی رہی اچھے خان کی اور اولادیں جو واقف ہیں بہت
غربت کی حالت میں رہیں اون لوگوں کو فارم سے حصہ ملا
اچھے خان کے داماد حکیم فتح بہادر تھے اون کے لڑکے اور
حکیم جی کی بی بی بہت خستہ خراب حالت میں ہیں فتح بہادر

نو مسلم تھے دو بھائی تھے ایک بارھو میں حکمت کرتے تھے
وہ بھی غربت کے حالت میں مرے ان لوگون کے والد
بابو ہرک چند تھے وہ جبا جائداد تھے وہ گھر بھی برباد ہو لیا
ہرک چند اپنی زندگی تک اچھی گذار گئے ایک بی بی الہی بخش
میان دوکاندار چوک کی بہن تھین جنکی دوکان چوک پر تھی
اوران کا مکان کالی ستھان مین تھا دوکان اچھی بقدر گذران
اوقات تھی اون کے بیٹے میان منظور ڈرایور ہین اور بھی
اولاد ہے جو کلکتہ مین ہے ان کی دوکان بھی آتش زدگی مین
خراب ہوگئی اور کچھ اولادون نے خراب کیا یہ لوگ ملازمت
و دیگر روزگار سے اوقات کاٹتے ہین بعض ولد اچھے خان
کی بے حال مین ہے اور اکثر لڑکیان پریشان حال ہین
ایک لڑکی انکی شمشو خان ولد چھوٹے خان اپنے بھتیجے سے
بیاہی تھی مگر زن و شو مین میل نہ رہا شمشو خان کو باوجود
اولاد رہنے کے اس خاندان سے کوئی زیادہ ترنفع نہوا شمشو
خان اپنی دوکان بھی ساتھی کی کرتے ہین اور اپنی اوقات
خوش حالی سے بسر کرتے ہین گمانی خان کے لڑکے محمود خان
احمد خان و سلطان خان ہین احمد و محمود خان کی شادیان
کشمیر کے ایک پٹھان کی لڑکی سے ہوئی وہ جنگل کے
ٹھیکہ دار تھے دھنیاد مین گل محمد خان اونکے بھائی رہتے

ہین جو امریکا وغیرہ تمام سے ہو کر آئے ہین اونکا کاروبار اچھا ہے
احمد خان و چھمو خان نے بہت آسایش اور عیش و آرام کی
زندگی بسر کیا اور کلکتہ مین بڑی توانی سے گذران کیا اور
بہت روپے صرف کیے سلطان خان بہار مین امیان
کے یہان بیاہے گئے اور ننھے خان ولد منت خان بھی
وہین بیاہے گئے سلطان خان صاحب اولاد ہین اور
اب گھر ان کے سبب سے سنبھلا ہوا ہے یہ لڑکے فن تجارت
خوب جانتے ہین باوجود انسولمنٹ ہونیکے یہ لڑکے ان الزامات
سے پاک ہین اور بانکی پور مین ایک بڑی دوکان کر لیا ہے اگر
خدا فضل کرے تو یہ لڑکا آیندہ خاندان کی حالت کو سنبھال
سکتے ہین اس لڑکے نے اپنی وضع ہنوز تاجرانہ رکھا ہے امید
ہے کہ تجارت مین نفع ہو احمد و چھمو کے پاس اور عورتین
عقد مین ہین و تھین جن سے بھی اولاد ہے ان لوگون نے
دادا کی سنت ادا کیا ہے منت خان کی اولاد مین ننھے
خان نے حج سے واپس آکر قضا کیا اور منت خان بھی
مر گیے یہ بوڑھے ہو کر مرے منت خان کا بھی چند عقد ہوا
ایک بی بی میان وزیرا تانے ٹوزیرا کی گھر کی تھین جن سے
اولاد موجود ہے اس عورت اور لڑکے کو بیس ہزار روپیہ نقد
وہ دے گئے تھے جو روپیہ غارم نے ہضم کر لیا اور یہ لوگ بھی

پریشان حال ہو گئے اس قارم نے حق دارون کا حق بہت
مارا جسکا نتیجہ قارم کو ملا ظہور خان نے فیکٹری آمدنی سے
مسافر خانہ بنانے کی وصیت کیا تھا اور فیکٹری کے بغل کی
زمین کو اس کام کے لئے پڑتی چھوڑ دیا تھا مگر اس قارم نے
اوس وصیت کو نہ مانا نہ ظہور خان کی بی بی کو ترکہ ملا۔
شمشو خان کی بی بی کا ترکہ بھی نہ دیا گیا اور مستحقین نے پورا
ترکہ نہ پایا الغرض جتنے ورثائے جائز ان لوگون کے تھے
اکثرون کا حق ضائع کیا گیا جو وہ لوگ اسوقت تک
پریشان حال ہین اور اب تک موجود ہین خدا کے قانون
ترکہ مین جو اصلاح دینا چاہتا ہے خدا اوسکا فیصلہ یون
ہی کر دیتا ہے کہ انسان کا سارا کیا دھرا سب برباد ہو کر
ادھر ادھر ہو جاتا ہے اہل حقوق کا حق مارنا اپنے لوگون
اور نسلون کے لئے بجائے مفید ہونیکے مضر دیکھا گیا مہاجنان
جدا روتے ہین اور قرابت داران جدا پریشان ہین اب
حصہ داران خود جدا پریشان ہین گو بقدر ضرورت انکے پاس
پیسے ہین مگر قارم کا نام گیا وہ عزت گئی دولت گئی اعتبار
گیا بھوار گیا نہ امارت گئی وہ بے فکری گئی دشمنون کو ہنسنے
کا حق پیدا ہو گیا اہل حقوق کی زبان کھل گئی راقم کے
سامنے اکثرون نے کہا کہ ہم لوگون کا حق مارنا اسان نہ تھا

اس گھر میں سب سے زیادہ اقبال مند گمانی خان تھے ان کے
اقبال نے کلکتہ میں بڑا عروج دیا اور انہوں نے بہت سیر
بھی کیا اور بڑا عیش بھی کیا فقیر دل آدمی ہے ان میں استقلال
کا مادہ کم ہے اور کوئی روز آرام سے بیٹھ نہیں سکتے بہت صاف
دل آدمی ہیں اور بہت ہمدرد اور سخی شخص ہیں ان کے
یہاں ایک طرح کی خانقاہ ہے آئے گئے مسافر فقرا ادھر
اودھر کے نکمے لوگ محلہ والے سب آتے ہیں اور سب کے ساتھ
دامے درمے قدمے قلمے یہ ضرور سلوک کرتے ہیں بہت
بذلہ سنج آدمی ہیں مگر فوراً ان کو بیٹھانی جھونک بھی آجاتا ہے
غصہ آتا ہے اور مٹتا ہے کینہ کش نہیں ہیں بہت صاف
آدمی ہیں دین لین کے بھی اچھے اور ایماندار ہیں ان کے
اولاد کثیر موجود ہے کینہ پرور مزاج ہیں ہی مگر فارم کے کام
سے ان کو کوئی تعلق نگرانی کا اوس وقت سے نہیں رہا
جب سے یہ فیکٹری میں ہے انہوں نے تھوڑی غفلت ضرور
کیا کہ فارم کے کام کو کبھی اور اسٹاک نہیں دیکھا نہیں لوگوں کے ایمان
پر اور اپنے لڑکوں پر چھوڑ دیا اسلئے یہ زیادہ تر گھاٹے میں ہے
مگر بازار کے دیون کے بابت یہ بھی ضروری جوابدہ ہیں
اور جو سب کا حال ہوا انکا بھی نام اوسی کے اندر شمار
کیا جاتا ہے اپنے اخلاق حمیدہ کے وجہ سے اور سلوکات سابقہ

کیونکہ وہ لوگ ان کو حقارت سے نہیں دیکھتے ہیں چھنگے خاں بہت ہوشیار اور عقلمند آدمی ہیں اور معاملہ فہمی ان کی بڑے وکیل و مختار سے زیادہ ہے زمینداروں کو وہ باتیں نہیں سوجھ سکتی ہیں جو یہ سوچتے ہیں اور پابند روزہ نماز و مذہب کے ہیں اور اکثر مسجدوں کے منتظم و متولی ہیں اکثر اوقاف کے یہ امانت دار اور مشیر اور منتظم بھی اب تک ہیں انہیں کا کام تھا کہ گئی جائدادوں کو حتے المقدور جسقدر ہو سکا بچا لیا اور کوڑیوں کے دام انسولمنٹی آفس سے پھر بنام احباب خود خرید لیا ورنہ شریکداران کو رہنے کا گھر بھی نہ رہتا جس اندازپر معاملات اولجھ گئے تھے شب قوت کے لئے محتاجی ہوجاتی منت خاں اس فارم میں نصف کے شریکدار تھے نصف میں وارثان اچھے خاں شریکداران تھے بعض اس میں عورتیں شریک ہیں ان لوگوں نے عورتوں سے معافی دین بھی کرائی قانونی طور پر استحفاظ جائداد کا کوئی دقیقہ اوٹھا نہیں رکھا گیا مگر خدا کے نزدیک دنیاوی خیالات کیا کام دیتے ہیں خدائی قانون کا اجرا ہو کر رہتا ہے ہمت خاں منت خاں کے پورے جانشین نصف حصہ دار ہوئے او نہیں کا زیادہ نقصان ہوا اگر فارم رہتا تو نصف نفع اون کا ہوتا نقصان بھی نصف

اون کا بھی ہوا اور ون کا بقدر حصہ خود نفع و نقصان تھا
ہمت خان کو سبسے زیادہ ہر طرحکا نقصان اس دنیا مین
پہونچا جو واقعات اون کے اوپر گذرے اونکا بھی جی
جانتا ہوگا دوسرا اوسکا موازنہ نہین کر سکتا آدمی
ھابر ہین اون کا مال بھی بہت ضایع ہوا اور جو کچھ بچا کر
رکھ سکے اوسکے بھی ضایع ہونیکا دہ وہ سامان ہوا جو
انسانی وہم مین نہین آسکتا ان کی شادیان بھی چند
ہوئین شاہ پھیکو صاحب دیوان محلہ کے یہان ہوئی
اوس کے بعد مولوی حکیم دیوان محلہ کے یہان ہوئی ان کے
لڑکے کی شادی دریاپور مسجد کے بغل مین ڈاکٹر بس خان
کے یہان ہوئی پھنگے خان کے لڑکے کی شادی داروغہ
علی حسن ساکن سہسرام کے یہان ہوئی اس خاندان کے
اکثر شادیات ابھی باقی ہین۔

۴۵ نورا کاغذی ڈاکٹر بشیر والے مطب کے نیچے

ایک دوکان یہی کی رکھتے تھے بہت بوڑھے متقی آدمی تھے وہین
پر ان کا مکان بھی ہے ان کے بیٹے کریم بخش ہو زندہ ہین
یہ لوگ مذہبی زندگی گذار رہے تھے ان کے بھائی رحیم بخش
کو پڑھانے کو شاہ ریاض الدین مرحوم پدر مولوی مصطفے
صاحب ساکن اڈکا نوان ملازم تھے وہ راقم کے بھی

اوستاد فارسی مین تھے اور رات دن راقم کے مکان مین
رہتے تھے نوزا بہت نیک آدمی گذرے کریم بخش بھی اب
بوڑھے ہوگئے اب اچھے آدمی ہین جوانی رندی مین گذارا تھا
۴۲۶ عبدالرحیم ایک شخص چوک پر دوکاندار تھے
یہ خان محمد دوکاندار کے بھائی تھے خان محمد کی دوکان
بہت اچھی چلی ہوئی تھی دونون بھائی خوشحال تھے
خان محمد کے مرنیکے بعد اون کا ترکہ راقم کے ثالثی سے
تقسیم ہوا سلطان گنج مین ان کی شادی ہوئی تھی ابھی
ان کے سسر نے مقدمہ بازی کی عبدالرحیم کو بھی ترکہ
ملا تھا پھر ان کی زوجہ سے عقد کرلیا پھر عبدالرحیم کی
دوکان جلی اور حال خراب ہوا اور بہت تکلیف سے
ان کی گذری عنبر کے مسجد پر پڑے رہتے بی بی مری یہ عورت
بھی مری لڑکی ان کی مغلپورہ مین تھی اوس نے پرورش
کی پرورش سے تنہ چل سکا لڑکا کچھ مدد کرنے لگا وہ کلکتہ
چلا گیا آخرکار دست سوال کھلا افسوس ہے انکو افیون کی
عادت ہے غریب آدمی ہوگئے افیون تو جان کے ساتھ
کا نشہ ہے اوسکا سامان معہ لوازمات احتیاج ۔۔۔
دست سوال کھولنا پڑا اوس پر بھی پورا نہ ہوسکا۔
صحت خراب ہوگئی آخر بہت تکلیف اٹھا کر انتقال

ہو گیا جسکو عرصہ ایک برس کا گذرا ہو گا سارا خاندان
گمنام و تباہ ہو گیا۔

۴۷۔ گھسیٹا دوکاندار چوک عبدالرحیم کی دوکان
کے بغل مین دوکان کرتے تھے ان کا مکان دوتندی
بازار مین تھا یہ فصاحت کی میدان والونکے قرابتدار
تھے بڑے پہلوان آدمی تھے ڈنڈ مگدر کشتی کا شوق تھا
ادھیڑ ہو کر اسی سال قضا کر گئے آدمی اچھے تھے انکے
لڑکے ہین جو ایک بڑی دوکان کرکے چوک پر رہتے ہین
ان کے وقت مین چھوٹی سی بساطی کی دوکان تھی۔

۴۸۔ عمر دراز میاں ہکاک کا مکان کواکھوہ
مین ہے ان کی دوکان چوک کے پورب چنی لال والے
مکان کے سامنے ہے بقدر ضرورت یہ کما لیتے ہین
اور اپنے بال بچون کی پرورش کر لیتے ہین ادھیر آدمی ہین
زیادہ تحقیقات ان کے بابت نہین کی گئی۔

۴۹۔ میاں نبی درزی کا مکان ہیرالال
کار پرداز کے مکان کے بغل مین کواکھوہ مین ہی انہون
نے چند روز اچھی ترقی کیا اور روزگار بہت چلا ہوا
تھا اور یہ بنیاین بیچتے تھے خوب چلایا ان کو شوق مشائخی کا
ہوا انہون نے ایک حلقہ باندھا واجد میاں کے لڑکے

اور چند نوجوان شاہ محمد امیر صاحب کے مرید ہوئے اور بعض
شاہ محمد کبیر صاحب کے مرید ہیں ان لوگوں نے قوالی ومجلس
حال وقال آغاز کی اور ایک مشائخانہ ترکیب پہ چلے روزگار
کو ان باتوں سے کیا واسطہ یہ لوگ اون پیاہوں کو نہیں
سنبھال سکے روزگار بھی خراب ہوگیا اور وہ راستہ بھی
جاتا رہا مواقعات بدلے پیسے کم ہوگئے اب زری کی دوکان
کرتے ہیں آدمی معقول ہیں پابند صوم وصلوٰۃ ہیں۔

۵۰ راماٹوپی والے کی دوکان چوک کے آگے
ہے یہ بھی اپنی زندگی بقدر گذران کے کما کر بسر کرتے ہیں
ان کا مکان نالے پر ہے ان کی برادری نالے پر ہے۔

۵۱ سنگھ جی یہ ایک سکھ ہیں چوک سے آگے ان
کی دوکان ہارمونیم مرمت کرنے کی ہے یہ پہلی دوکان اس
کام کی شہر کے اندر ہوئی تھی اب تک ہے اس کام کے
کاریگر اچھے ہیں۔

۵۲ تلسی رام بانات والے یہ آگرہ کے رہنے والے
ایک بھاری دوکاندار تھے ان کے وقت میں مہاجنی ہوا
کی اور دوکان بھی تھی جائداد بھی کماتی تھی بڑے دولتمند
لوگ تھے ان کا مکان و باغ قابل دید ہے پورا ایک
محلہ ان کا ہے یہ مکان دریا کنارے واقع ہے اور ادھر

چوک کی طرف پھاٹک اور کڑہ کا بڑا بھاری حلقہ ہے ہنوز یہ
مکان قایم ہے اور دولت بھی قایم ہے ان کے بعد
سری رام جانشین ہوئے ان لوگون نے مہاجنی زندگی
بسر کیا اور بہت خوش حال سے بڑی ترقی کرتے رہے
ان کے بعد راجہ رام و بلدیو رام جانشین ہوئے یہ دونوں
بھائی تھے ان لوگون نے پٹنہ سیٹی اسکول مین تعلیم پایا
راقم بھی اوسوقت ان لوگون کا کلاس فلو تھا یہ دونون
صاحب با اخلاق تھے اپنی جانشینی کے وقت اپنے کلاس
فلو لوگون سے برتاو وہی رکھا اور بڑے دشت کے
زندگی بسر کیا راجہ رام نے بڑی ترقی کی دیارہ نگر پال دیا
کلکٹر صاحب سے خرید ادیارہ ایک مشہور لڑاکو جگہ ہے یہ مشکل دخل
ہوا مسٹر بائی لوڈ صاحب منیجر مقرر ہوئے خوب خوب
فوجداریان ہوئین اور عدالتی مقدمات لڑے گئے آخر کار
سر ہوا اور ہنوز تکرارین ہوا کرتی ہین مقدمات مین لاکھون
لاکھ صرف ہوئے جب جا کر اس زمینداری کی آمدنی
بڑھی راجہ رام نے بہت مکانات بنائے اور باغ
سجا راقم اون کے وقت مین بہت جاتا تھا اور اچھا
برتاو رہا کیا ان کے یہان تقریبات بھی اچھی ہوا کی
مگر مہاجنی اصول پر فضول خرچیان نہوئین اپنے ہستی

کے اندر اخراجات رکھے مسلمانوں کے طرح مہاجنان حیثیت
اور ہستی سے زیادہ خرچ نہیں کرتے کہ خاندان تباہ و برباد
ہو جائے راجہ رام کے روزمرہ کی دوست رمو مہراج تھے جو
ملی جی کے پوتا تھے رمو مہراج بہت خوبصورت اور پر مذاق
جوان آدمی تھے اور بالو مہراج کے بھائی تھے بالو مہراج آجکل
مینوسپل کمشنر بھی ہو گئے ہیں اور خوب اسپیچ دیتے ہیں اور
ملنسار آدمی ہیں ان کو نام و نمود کا شوق ہے ملے جی ذات کے
برہمن تاجر تھے جو نواب فدا علی کی مسجد کے احاطہ کے اندر رہتے تھے ملے
جی بوڑھے آدمی تھے اوس وقت ملی جی بڈھے اور رمو مہراج کمسن
تھے ملی جی کو راقم نے دیکھا تھا رمو مہراج اور بالو مہراج کے
والد جوان ہی مرے اور ملی جی بھی مر گئے کارخانہ بند ہو گیا
رمو مہراج کو بی رمضو طوایف سے تعلق ہو گیا اور وہ رکھی ہوئی
تھیں اون کا بہت مال رمو مہراج کو ملا رمو مہراج بھی جوان
ہی مر گئے بڑے یار باش دوست پرست خوش گپ خوش
مزاج خوش لباس آدمی تھے مسلمانوں سے بہت میل جول
رہا اور بڑے آزاد زندگی گذار گئے بالو مہراج مذہبی آدمی
ہیں ان کو جج مکان ہے اور خوش زندگی گذارتے ہیں بابا
راجہ رام بھی جوان ہی مرے اندازی ۲۰ برس ہوا ہوگا
دونوں کا انتقال ہو گیا دونوں دوست چل بسے اور بابو

راجہ رام کے بعد بلدیو بابو سے مقدمہ بازی ہونے لگی بہت
اصراف کئے آپس مین تصفیہ ہوا بلدیو بابو جدا ہو گئے اور
بابو راجہ رام کے بیٹے بابو رام جی رام جانشین ہنوز زندہ
ہین اور مہاجنی زندگی بہ اسایش بسر کرتے ہین ابتک
دونون دربار قایم ہے مہاجنی اور زمینداری کرتے ہین
رام جی رام میونسپل کمشنر بھی ہوئے تھے اب گوشہ نشینی
کی زندگی گذارتے ہین لوگون سے کم ملتے ہین باہر کم
جاتے ہین اپنے گھر مین آسایش کے ساتھ بال بچوں مین
رہتے ہین راقم کے ساتھ برتاؤ اچھا ہے یہ ضرور سمجھتے
ہین کہ راقم اون کے باپ کا دوست ہے ان مین تہذیب
کا مادہ اچھا ہے بے ضرر آدمی ہین ان کا مکان اور اچھے
خان منت خان کا مکان دیوار درمیان ہے ان لوگون
مین ایک دیوار کے لئے بہت مقدمہ بازی ہوئی پھر
دیوار منت خان کی قایم رہی ان کے باغ کے احاطے کے
اندر ایک شہید مرد کا مزار ہے اس مزار کے ساتھ کچھ ایسے
واقعات ہو گئے تھے جسکے وجہکر بابو رام جی کے ایام
طفولیت مین ان کو بیماریاں ہوئین اور بابو راجہ رام نے
اس مزار کی خدمت کی اور اچھے حالت مین رکھا تو بابو رام
جی رام تندرست ہوئے اب تک وہ مزار موجود ہے بابو

رام جی بابو کے برادری اور شادی بیاہ آگرہ ہی کے طرف ہے۔

۵۳۔ کشوری لال عطار کی دوکان چوک ہی پر
اسی مکان کے قریب ہے یہ دوکان اسقدر چلی بلکہ ابتک
کشوری لال کا نام چلا جاتا ہے یہ عطاری کی دوکان ہے
شہر بھر کے حکیم بید اس دوکان سے دوا خرید کیا کرتے تھے
کشوری لال نے دیانت سے کاروبار چلایا اور ترقی پایا اب
اس دوکان میں وہ بات نہیں ہے جو کشوری لال کے
وقت میں تھی اون کے جانشینان ہیں مگر اب ویسا سودا
بھی نہیں رہتا اور ویسا کام بھی نہیں چلتا تجارت میں
دیانت کی سخت ضرورت ہے اب اندازہ ورثا کا اچھا نہیں
ہے جیسے دن چلتا ہے چلے گا مگر ورثا کے حالات پر توجہ
ڈالنے سے دوکان کا آخری نتیجہ ڈولتا ہوا نکلے گا ورثا کی
چال چلن اچھی نہیں رہی جو اون کی تھی۔

۵۴۔ ڈاکٹر ترکی ایک شخص اس محلہ مدرسہ میں آکر
مدتوں رہے ان کا علاج عجب قسم کا تھا یہ کسی کی فوج
کے ملازم تھے کسی خاص سبب کر مدتوں اس محلہ میں
رہے وضع اور ترکیب تو انگریزی تھی طبیعت ترکوں کی
سی تھی مہمان نوازی ترکوں کی خاص عادت ہے وہ
ان میں موجود تھی آدمی متقی نہ تھے آزاد خیال تھے علاج

مین یہان کی دوائین نہین دیتے تھے نسخہ مین دواون کا
نام ایسا رہتا تھا کہ دوائین بازار مین بمشکل ملتی تھین
یہ خود دوا منگا کر رکھتے تھے اور علاج کرتے تھے اسقدر
مفید علاج ہوا کرتا تھا کہ مریض کو فوراً شفا ہو جاتی تھی
ان سے شہر کے روسا سے ربط نہین رہا اور رؤسا کے
یہان علاج بھی کم کرتے تھے مگر غربا کا علاج بہت
ہوتا رہا دواؤن کی قیمت گران ضرور تھی مگر مفید بھی
ضرور ہوا کرتی تھی اسلئے ان کو دوا کی قیمت کی وصولی
مین دقت نہین ہوتی تھی خوشی سے لوگ دیا کرتے
تھے ایک نوکر اور خود رہا کرتے تھے نہ کہین جاتے تھے
نہ اون کے یہان کوئی ملاقات کو جاتا تھا آدمی خلیق بہت
تھے مگر خشک تھے ضرورت سے زیادہ گپ بازی نہ تھی
کام کیا اور چپ ہو گئے شام کو دو چار محلہ والے ان کے
پاس جاتے اور چائے کا جلسہ رہتا تھا اونھون نے
گذران اوقات سے زیادہ کمایا اور مرتے وقت جمع بھی
چھوڑ گئے جو محلہ والون کو بلا کر وصیت کر گئے اور کچھ
مسجدون مین اور خیرات کے مدمین دے گئے محلہ والون نے
تعمیل وصیت بھی کر دیا سات برس گذرا ہو گا ان کا
انتقال ہو گیا کچھ پتہ نہ چلا کون تھے کہان کے تھے کیون

اس شہر میں یہ مکئے کیا واقعہ ہوا تھا جو اس تنہائی کی زندگی
انہوں نے یہاں گذران کیا اور کتنے بڑے غامض تھے
جو مرتے دم تک اپنا راز کسی پر ظاہر نہ کیا اور کوئی دوست
بھی ان کا پیدا نہ ہو سکا ان کے سوانح سے پتہ چلا کہ غیر ملک
کے آدمی جفاکش اور غامض ہوتے ہیں اور پیٹ کے
ہلکے نہیں ہوتے ہیں جان جانے تک ان کا بھید نہیں
کھلتا ہندوستانیوں میں یہ بات نایاب ہے۔

۵۵۔ بابو کھرج لال یہ کھجوری گلی کے رہنے والے
ایک مہاجن تھے ابتدائے شباب میں ان کے پاس
گاڑی گھوڑا ٹم ٹم تھا اور خوب عیش کی زندگی گذارا ادھیر
ہوئے لڑکے بالے جوان ہوئے تو ان کا رخ مذہبی ہوا تیرتھ
وغیرہ کرتے رہے اور اپنے بیٹے کو سونا چاندی کی دوکان
کھولدیا اور خود گوشہ نشین ہو گئے ہنوز زندہ ہیں اور خوش
حالی کی زندگی مذہبی طور پر گذارتے ہیں دوکان بر سر
ترقی ہے کلکتے کے اسباب زیورات چاندی سونے کے اسباب بھی
ان کے یہاں ملتے ہیں ان کے لڑکے سب روزگاری
ہیں اور خاندان کمانے والا ہے گو بہت بڑی دولت
نہیں ہے مگر خوش حال گھر ہے جوانی کا مزاج ایسا
نہ تھا جو اب ہے جوانی میں تو جیسا شلا ہیں رہتا ہے ادس

وقت سے مزاج کو مزاج ہی سمجھنا غلطی ہے وہ تو بدوانی کا وقت
ہے خیال آیا اور گیا آدمی کا مزاج تو چالیس برس سن کے
بعد دنیا کی چالوں کو دیکھتے ہوئے رفتار زمانہ کی ٹھوکریں
کھانے کے بعد صاحب اولاد ہونے پر مواقعات نسبات
سہتے سہتے ایک خاص رنگ پر آجاتا ہے او سوقت آدمی
کا حال کھلتا ہے کہ آدمی کس رنگ کا طیار ہوا یا تو
صاحب خلق منکسر ملنسار مذہبی آدمی ہو گئے ہیں انسانیت
بھری ہوئی ہے اس سے زیادہ حال راقم کو نہ مل سکا۔

۵۶ بابو تارا چندر جوہری بنارس کے رہنے والے
تھے بڑے وجیہ آدمی تھے اس شہر میں آکر مدتوں ٹکے رہے
تو ایام گدری کے یہاں ان کا دار دورہ رہا اور بہت
مال فروخت کیا اور بہت روپیہ پیدا کیا اچھی ٹھاٹھ
کی زندگی تاجرانہ طور پر گذار گئے اچھی رہایش اچھا
کھانا اچھا لباس تھا چودہ برس گذرا ہوگا کہ ان کا
انتقال ہو گیا ان کے وارثوں کا حال راقم کو نہ مل سکا
اس شہر سے باہر والوں نے ہمیشہ فائدہ اٹھایا ہے۔

۵۷ بندھو لوہار ہرمندل کی گلی کے رہنے والے
تھے ان کی دوکان محض معمولی تھی اونھوں نے لوہے کا
کاربار کیا یہ کاربار کی تجارت ہی ترقی کرتے کرتے یہ لوہے کی

آڑھت ہوگئی اور بھاری دوکان اور تجارت ہوگئی اب یہ
گھرانہ بہ ترقی ہے اوران لوگون کے پاس اچھی دولت ہوگئی
ہے ان کے لوگ ضرورت بھر انگریزی اور حساب کتاب جانتے
ہین آدمی کو جیسے دولت ہوتی ہے مزاج مین آدمیت اور
انسانیت بھی بڑھ جاتی ہے شاید ہی کوئی کم ظرف ہوتا ہے
جس مین غرور کا مادہ زیادہ پیدا ہوجاتا ہے اکثر جاہل
غریب روپیہ کو ہضم نہین کرسکتے اور ادبل پڑتے ہین دو
چار سو روپیہ مین ایسا مزاج بدل جاتا ہے کہ آدمی فرعون بے
سامان بن جاتا ہے مگر ایسے آدمی کا اقبال بڑھتا ہوا
نہین ہوتا اور ایسے آدمی کے اقبال کو قیام نہین ہوتا
چند ہی روز مین اوس سے ایسی حرکت خود سرزد ہونے
لگتی ہے کہ اون کے مالی حیثیت پر زوال آجاتا ہے
اور اون کا نشہ ہرن ہوجاتا ہے اور اپنی جگہ پر آجاتے
ہین جسکو غرور کا مادہ نہین آتا سنبھل کر چلتے ہین اونکو
دن دونی رات چوگنی ترقی ہوکر رہتی ہے پورن لوہار کا
روزگار بھی کمنگر گلی مین اچھا ہے اب مارواڑیون نے
بھی لوہے کا کاروبار کرلیا ہے اور ترقی ہورہی ہے۔

۵۳ بیوپارہ گوراہ یہ ایک زمیندار اور مہاجن
ہمت ان کی زمینداری جہان آباد کے علاقہ مین ہے

انکی آمدنی اچھی ہے یہ لڑکے بہت ہوشیار اور فن زمینداری
مین ایچھا درک رکھتے ہین یہ خوب سمجھکر چلے جائداد کو
نقصان نہین پہونچایا اون کا گھر بھرا ہوا ہے اور
اچھی زمینداری کرتے ہین مکان بہت اچھا بنا لیا ہے
اور خوش زندگی بسر کرتے ہین ان مین وہ سب شوق
الکشن کا نہین ہے جسکے بدولت انسان بے ضرورت
بھی الکشن وغیرہ مین ہر تین برس بعد دو چار ہزار
روپیہ خرچ کرتے ہین ان کو زیادہ نمایش اور دیکھاوے
سے غرض نہین ہے زیادہ فٹ فاٹ نہین ہے سیدھی
سادی زندگی گذارتے ہین اور آرام سے رہتے ہین جو
زیادہ نام و نمود چاہتے ہین وہی اصراف بیجا مین مبتلا
ہوتے ہین اور اون کی مالی حالت برباد ہوجاتی ہے
ہر بات ان کی اپنے ہستی کے اندر ہے نہ گاڑی ہے نہ
گھوڑا ہے نہ ٹھاٹھ ہے مگر ایک دربار بنا ہوا ہے نوکر
چاکر ملازم مکان باغ سب ہے پھر دیکھاوے کی غرض سے کوئی
کام طول نہین ہے جو باعث بربادی جائداد کا ہوا کا
خرچ زیادہ زمینداری مقدمات مین ہوا کرتا ہے تقریبات
بھی واجبی طور پر کرتے رہتے رہایش بہت اچھی ہے
ہمیشہ ان کو خوش پایا کچھ گمنام آدمی بھی نہین ہین

سوسایٹی مین عزت ہے بقدر حیثیت انکا کل کام انجام پارہا ہے

۵۹ چھوٹو مہراج گوزارہ پر ببوبابو کے مکان کے بغل

مین ایک مہراج جی ہین جو گانا خوب گاتے ہین اور بڑے

مذہبی آدمی ہین گو یہ پوجا پاٹ کرنے کو گنگا کنارے دو وقتہ

جاتے ہین پان بہت ہی مزیدار لگاتے ہین اور دوا دارو

بھی کرتے ہین ان کے پاس جائداد بھی ہے ان کا اصل نام

کیا ہے راقم کو واقفیت نہو سکی یہ عمر میان ڈالے گوزارہ کے

مکان کے بغل مین رہتے ہین موسیقی کا بڑا شوق ہے آدمی بڑے

خلیق اور ملنسار ہین اسرا بھی جانتے ہین جسکا یہی ذریعہ گذران ہے

۶۰ پھدو بابو باڑہ گلی مین رہتے ہین یہ ایک جوہری

تھے اسقدر حسین نوجوان تھے کہ لوگ ان کا تماشہ دیکھتے تھے

اسقدر خلیق اور ملنسار و منکسر مزاج تھے کہ لوگ ان سے

ملنے کو بے ضرورت بھی جایا کرتے تھے بہت ہی نوجوانی

مین قضا کیا اون کی ایک اولاد کو زندہ ہے نیک

باپ کا مزاج اور صورت پایا ہے یہ خاندان آباد نہین ہو

عورتون نے گھر کو خوب سنبھالا حالانکہ لڑکا نابالغ تھا مگر

اس لڑکے کو خدا نے پٹنہ کے نکلون کی صحبت سے بچایا

اور لڑکے نے اپنے وقت مین اپنے کو خوب سنبھالا اور

گھر کو درست رکھا ہے جس گھر پر خدا کا فضل ہوتا ہے

ادس نگر کے بیچے درست ہے تے ہیں ان کے ایک ملازم
بہت حیر اندیش تھے اونہون نے خوب سمالا -
۲۱۶ بابو تساب چند بھی باڑھ کی گلی مین رہتے
تھے یہ بھی جوہری اور مہاجن تھے یہ بہت خوبصورت
اور خوش وضع آدمی تھے ان کا لباس بالکل مسلمانا تھا
انگہ چوڑیدار پاجامہ اور کتی دار پگڑی اوپر مال خواہ
دو شالہ پہنا کرتے تھے ان کے پاس ممند کی جوڑی اور
فٹن بھی تھی جس سال اونہون نے اس جوڑی کو خریدا
اوسی سال کوٹھے سے گر کر مر گئے اور جوان ہی انتقال
کیا ان کے گھر مین اچھی دولت تھی اور جواہرات بھی تھے
ان کے دو نابالغ لڑکے تھے ان کے گھر کی عورتین بہت
سلیقہ مند اور ہوشیار ہین لڑکون کو خوب سمالا دونون
لڑکے اچھے چال چلن کے رہے سونا بابو بڑے لڑکے تھے
وہ بھی نوجوان ہی مرے عین شباب مین اُنکا انتقال ہوا
اون کی اولاد تھی اب نہین معلوم کوئی ہے یا نہین پدو
بابو دوسرے لڑکے ہین جو ہنوز زندہ ہین - اچھے خاندانی ہیں
اگروالے خاندان مین اخلاق اور تہذیب بہت تھی
علے العموم اگروالون اور جوہریون مین تہذیب اور تربیت
اچھی ہوا کرتی ہے اور ان لوگون کا سر وکار چھم سے رہا

کرتا ہے شادی بیاہ بھی اوسی طرف ہوا کرتا ہے اوسی
طرف کی عورتین گھرون مین ہین اسلیئے ان لوگون کے
بچے اچھی تربیت پالیتے ہین اور مسلمانی تہذیب سے
واقف رہتے ہین رہایش ان لوگون کی عام ہندؤن
کی ایسی نہین ہے پچھم کے ہندون کی رہایش بنگال اور
بہار اور اوریسہ سے بالکل جداگانہ ہے سندھی مداسی
پنجابی اور یوپی کے ہندون کی طرز معاشرت اور لباس
اور پوشاک اور صورت غذا مین بہت فرق ہے اور
جہان جہان اوس طرحکے لوگون سے لگاؤ ہے
تمام تربیت و تہذیب کا بین فرق معلوم ہوتا ہے
دراصل شاہی تقرب کے وجہکر جو لوگ پایہ تخت
کے قریب رہا کئے رسومات شاہی سے واقف ہے اب تک
اوسکا اثر چلا جاتا ہے صوبہ بہار اور بنگال کو پایہ تخت سے
دور ہونے کا موقع تھا اسلیئے اس مین وہ باتین پیدا
نہ ہوسکین اور گنگا پار کے اضلاع مین جہالت کا زمانا
زیادہ دن تک رہا اور تعلیم و تربیت کا موقع کم ملا اسلیئے
اب تک یہ اضلاع اوس زینہ ترقی کو نہ پہونچ سکا جو
ترقی شدہ اضلاع مین پائے جاتے ہین بنگال کو موقع
انگریزی تعلقات کا بہت پہلے ملا اسلیئے ان لوگون مین

شاہی علم اور طرز معاشرت بدلنے کا بہت پہلے اثر پذیر ہوا اور موجودہ تہذیب و تربیت مین یہ سر برآوردہ ہو گئے مگر انسانی تہذیب و تربیت کو نقصان پہونچا رفتہ رفتہ یہ تمائب ہو جائین گے اور ہوتی جاتی ہے اس خاندان مین مذہبی احترام اور رواسم جاری ہین جو ہریون مین اور اگروالون مین علے العموم یہ بات ہے کہ ان مین مذہبی استحفاظ رکھتے ہوئے پر بھی تہذیب اور تربیت ہوا کرتی ہے ان لوگون کا مجمع جب شادیات مین دیکھا گیا تو پھر چھے اور مہذب جماعت کا لطف آیا کیا ان لوگون کو قومی جلسون مین اپنا قومی لباس پہنتے دیکھا اب تک یہ گروہ اور مارواڑی ان باتون مین اپنے کو پابند رکھے ہوئے ہین تبدیل لباس مین مسلمان البتہ اپنی قومیت کا کوئی خاص لباس اور انداز قایم نہ رکھ سکے الغرض بفضلہٖ تعالے یہ خاندان بھی بے مثال ہے پھر اس خاندان مین گاڑی گھوڑا لہ یم کیا گیا زمین گھوڑا اور عورت ان تینون چیز کی نحوست ہو کر اپنا اثر دکھلاتے دیکھا گو مذہبًا کوئی نہ مانے مگر اثر ضرور ہوا کرتا ہی اور تجربے نے بہت دیکھایا ہے۔ بعض کے یہان تو مذہبًا بھی مانا جاتا ہے۔

۶۲ بابو بشن چندر بھی باڑہ کی گلی مین رہتے ہین

یہ بھی متمول جوہری ہیں اور بفضلہ اب تک زندہ ہیں اوائل
عمر میں یہ بڑے شوقین تھے مگر سیدھی سادی زندگی گذارتے
رہے خوش لباسی کا صرف شوق تھا پان تمباکو کا شوق
تھا مکان بھی ہندوستانی روش کا مگر صاف ستھرا رکھتے
تھے نوکر چاکر سب ہیں آسایش کی زندگی گذارتے ہیں
کھانا بھی ان جوہریوں کا اچھا ہوا کرتا ہے ان لوگوں
میں صفائی کا بہت خیال رہتا ہے علی العموم ہندوں
کا چوکہ تو بہت صاف رہتا ہے اور مکان کی صفائی
بھی بہ نسبت مسلمانوں کے ہندوؤں کے یہاں زیادہ
ہوا کرتی ہے ان لوگوں کی ظاہری طرز معاشرت میں
صفائی برتن اور جسم کا لحاظ بہت ہوتا ہے گو اسلامی
شریعت کے مطابق وہ صفائی پاکی کے حد کو نہیں ہو مگر
اچھے ہندو بھی استنجا کے بعد پانی سے طہارت کرتے ہیں مگر
یہ علی العموم نہیں ہے غالباً پیشاب ان لوگوں کے یہاں
ناپاک چیز نہیں ہے ورنہ یہ لوگ خود بھی مذہباً طہارت
کو لازمی جانتے اب تو بہتیرے مسلمان خواندہ اور ناخواندہ
بھی پاکی ناپاکی کا لحاظ نہیں کرتے ہیں خواص تو دو نوں فرقہ
کی اس بلا میں مبتلا ہے مگر اچھے ہندوں میں صفائی
ظاہری کا بہت خیال رہتا ہے برتن تو ان کا ایسا منجا

ہوا رہتا ہے کہ دیکھنے کو جی چاہتا ہے عوام الناس کا برتن بھی ایسا صاف دھویا جاتا ہے کہ مسلمان ویسی صفائی سے نہیں رہتے اب ان کا سن بچاس سے اوپر کا ہو گیا تندرستی ان کی خراب ہے ورنہ ان کا روزمرہ کا شام کو ٹھاٹھ سے نکلنا یاد ہے اب بوجہ علالت یہ زیادہ تر گوشہ نشین ہیں آدمی با اخلاق اور پر تہذیب ہیں ان کے ورثا کا حال نہیں معلوم ہو سکا۔

۶۳ حکیم صبغۃ اللہ اسی بارہ گلی میں رہتے تھے یہ داناپور کے رہنے والے تھے ان کو تعلقات داناپور والوں سے تھا جامع مسجد کے قریب ان کا مکان تھا ان کا مطب پتھر نبی سڑک پر ہوا پھر خانقاہ میں مدفون رہے ان کی چند شادیاں ہوئی تھیں ان کی اولاد تھی ان کے اوائل عمر میں ان کے پاس گھوڑا بھی تھا اوائل عمر ان کی عیش سے گذری کثرت ازدواج اور کثیر الاولادی نے ان کو آخر میں تکلیف دیا اور صحت نے بھی جواب دیا بارہ برس گذرا ہوگا انتقال کر گئے یہ نادر خان شیخ غنی کے شاگرد تھے صبغۃ سعادت ان کی تصنیف ایک کتاب چھپی ہوئی ہے۔ آدمی پر مذاق با اخلاق تھے اور ملنسار تھے طبابت کو عروج نہ تھا ہندوں میں ان کا علاج بہت

ہوتا تھا اسی سے یہ اکثر ہندوؤن کے محلہ مین جاکر مطب کرتے

تھے اب ان کا نام ونشان ندارد ہو گیا اپنی زندگی اچھی

گذار گئے ان سے مارواڑیون سے بڑا ربط رہتا تھا اوس سے

ان کا رزق چلتا تھا ان کے بزرگان کشتی کا کاروبار کرتے

تھے منشی سعادت دانا بوہیں ان کے قرابت دار تھے۔

۶۴ وزیر عطار ان کی دوکان اب تک بارہ گلی

کے موڑ پر ہے اصل مکان ان کا امتھوا مین تھا یہ دو بھائی

تھے ایک کا نام محمد نظیر تھا اون کے تعلقات حکیم قربان علی

مرحوم باغ کالو خان کے خاندان سے تھے اون کو محمد منیر داماد

حکیم قربان علی مرحوم نے پرورش کیا تھا محمد نظیر میر وزیر

حسین لودیکٹرہ پدر مسٹر رضا کے یہان مصاحبت مین

ملازم رہے نظیر میان کی اولاد زندہ ہے حکیم قربان علی سے

راقم کی خوشدامن سے قریب تر رشتہ داری تھی اون کی

لڑکی ہنوز زندہ ہین جس سے راقم کے ورثا سے آمد رفت

ہے وزیر میان نے لودیکٹرہ مین مکان بنایا تھا اونکی

اولاد موجود ہے اور ہنوز دوکان بھی موجود ہے وزیر میان

نے دوکان سے اچھی ترقی کیا پختہ مکان بھی بنایا اور

تقریبات بھی کیا اور قرابت والون سے ملا بھی کئے لڑکے

بالکل لاوارث بے پناہ ہو گئے تھے اور کمسن تھے مگر خدا نے

ان لوگوں کو درست رکھا اب یہ لوگ شعور دار ہیں اور بقدر گذران کما لیتے ہیں محمد نظیر اور وزیر دونوں بھائی بہت ہوشیار تھے اپنی اپنی ملنساری کی بدولت ان لوگوں نے عافیت کی زندگی بسر کیا محمد نظیر تو شوقین آدمی تھے اور محمد وزیر سادی روش کے آدمی تھے ان میں گھرستی کا مادہ بہت تھا انہوں نے گھر کو سنبھالا محمد نظیر نے کوئی ترقی نہ کیا کمایا کھایا محمد نظیر کی بی بی اتو گیری کر کے اپنی اوقات گذارتی ہیں بیٹے عصمت ورسر رشتہ تعلیم میں ملازم ہیں۔

۶۵ رگھو نندن سونار دو بھائی ہیں بڑکو اور چھٹکو کہلاتے ہیں رگھو نندن نے بڑی ترقی کر لی ہے اون کے بھائی کو ویسی ترقی نہیں ہے رگھو نندن بڑے کاریگر ہیں گھڑی سازی بھی کرتے ہیں اور باجہ وغیرہ بھی بناتے ہیں سوناری دست کاری سادہ کاری جانتے ہیں اور رگراں نروشی نہیں ہے جو زیادہ کاریگر ہوتا ہے وہ مزدوری بھی زیادہ چارج کرتے ہیں اور اپنے ہنر پر زعم رکھتے ہیں جو زیادہ کاریگر ہوئے ہیں وہ الکسی ضرور ہوتے ہیں اون کے وعدوں پر پورا بھروسہ نہیں کیا جا سکتا وہ ہرگز وعدے کے پورا نہیں ہو سکتے انہوں نے پکا مکان بنا لیا تقریبات بھی اچھی کیا خوش حالی سے

ان لوگون کا گذران ہو رہا ہے ان لوگون کا مکان راج ایشری طوایف کے بغل مین تھا اونھون نے پٹنہ کے رئیسون کی خوب دھجیان اوڑا دین حالانکہ اون کی مان نے بہت دولت کسی مہاراج کے یہان کی چھوڑا تھا آخرکار بڑے بڑے خاندان کے بہترین لڑکون کو برباد کر کے خود ہی ایسا برباد ہوئین کہ مکان تک بک گیا نام و نشان اس شہر سے مٹ گیا ہنوز وہ زندہ ہین اور اون کے مارے ہوئے لوگ بھی زندہ ہین اب یہ مکان آریہ سماج والون کے قبضہ مین آگیا اور میدان ہو گیا یہان بدکاریان ہوا کرتی تھین اب وہ مذہبی مقدس کامون کے مصرف مین آگیا خدا کے قدرت کا رہا نے دیکھنے کے لایق ہین کیا سے کیا ہوتا ہے جو دوسرون کو برباد کرتا ہے وہ خود کب بھگتا نہین ہے انسان سمجھتا نہین ہے اسی دنیا مین سارا بدلا ہو کر رہتا ہے جو سیدھی چال رکھتا ہے وہ بہت ترقی یافتہ نہین ہوتا سدھارن زندگی ٹھیک لیتا ہے جو زیادہ لٹ پٹ کرتا ہے ظاہری ترقی کر لیتا ہے مگر ایسی ترقیان مابعد لوگون کے لئے قیام پذیر نہین ہوتی ہین۔

۶۶ — محمد امیر الحسن یہین پر کوچہ مین قابل

عطار کے بیٹے تھے یہ ایک غریب آدمی تھے خواجہ زادگان محلہ سے ان سے بہت ربط تھا ان کے دو لڑکے تھے ایک کا عبدالقادر نام ہے اون کو عربی لباس کا بڑا شوق تھا وہ اکثر عربی لباس مین رہے اور چھاپہ خانہ کر لیا تھا جس سے گذران اوقات تھی اون کی اولاد بھی ہو گی دوسرے کا نام محمد ناصر تھا اونہون نے جمرودڈیا مین تمباکو کی دوکان کر لیا ایک چھوٹا سا ٹینیا یکہ ایک خوبصورت ٹھور لکھے ہوئے تھے دوکان سے اچھا نفع تھا پہلے تمباکو کی دوکان مین بڑا منافع تھا بہتیرے آدمی اس روزگار سے مالا مال ہو گئے محمد ناصر کی زندگی نے وفا نہ کیا جوان ہی مر گئے اور باپ کی زندگی مین مرے پھر عبدالقادر میان بوڑھے ہو گئے آخر عمر مین روزگار دبا اور تکلیف کی زندگی گذارنے لگے پانچ چھ برس ہوا قضا کر گئے۔ امیر الحسن کو مرے ہوئے دس بارہ برس ہوا ہوگا۔ ان لوگون کی قرابت مالسلامی وارڈ مین زیادہ ہے۔

۶۷ تلسی تمولی یہ لودیکٹرہ کے رہنے والے تھے اونہون نے الایچی لونگ اور کرانے مال کا ٹھیکہ نیپال والون سے لیا تھا نیپال کے ایک افسر نیپالی کوٹھی قلعہ کے پاس رہا کرتے تھے اور مہوز رہتے مین اون لوگون کی

خوشامد کر کے انہوں نے ٹھیکہ لے لیا تھا اوس سے یہ مالا مال
ہو گئے اور بہت روپے حاصل کئے پہلے افسران خود بھی
دیدہ و دانستہ لوگوں کو فائدہ پہونچانا چاہتے تھے اب ہی
لوگ ہیں کہ اسقدر ہوشیار ہیں کہ کوڑی کوڑی کا حساب کر کے
وصول کر لیتے ہیں اب کیا فائدہ کوئی اوٹھا سکتا ہے اس
ٹھیکہ دار نے بہتیرے جائداد پیدا کر لیا اور متمول آدمی ہو کر
مرے اولاد ہے وہ لوگ آریہ ہو گئے ہیں اور دولت کے
وجہ سے ان لوگوں کا دماغ بھی اونچا ہو گیا ہے اپنی زندگی
مذہبی طور پر گذارتے ہیں اور اشاعت آریہ سماج میں حصہ
لیتے ہیں اور کچھ پڑھ لکھ لیا ہے اب کوئی روزگار کیطرف
متوجہ نہیں ہے آمدنی ہے کھاتے ہیں اور اشاعت مذہب
کا کام انجام دیتے ہیں اپنی زندگی چین سے گذارتے ہیں
اپنے وقت تک وہ شخص منکسرانہ زندگی گذار گئے

۶۸ رحمت خان انسپکٹر پولس چوک تھانہ
میں سب انسپکٹر ہو کر آئے تھے یہ دیہات کے رہنے والے تھے
اور بہت وجیہ آدمی تھے اور بہت ہوشیار اور اپنے افسران
اور حکام وقت کے بڑے تابعدار رہے اور بہت ملنسار
تھے اور اپنے کام میں بہت سخت اور خشک تھے ایک
پولس افسر کو جیسا چو گوشیہ اور بے لاوث ہونا چاہئے وہ باتیں

ان مین خداداد مین گورنمنٹ مین بڑے ممدوح افسر مانے
گئے انپکٹر پولس ہو گئے لاٹ صاحب کے اڑدلی مین برابر
رہا کئے جہان کوئی ایسے ایسے ضروری کام ہوا کرتے تھے
یہ چنے جاتے تھے انہون نے مسوڑھی مین اور بھیبڑا مین
دو مسجدین چندے سے اپنی یادگار چھوڑا ہے یہ صاحب
اولاد تھے ان کے لڑکے بھی زندہ ہین اور پولس ہی لین
مین ملازم ہو گئے ہین یہ ممدوح انسپکٹر ہو کر مرے ہین
پانچ چھ برس گذرا ہوگا انتقال کیا ہے۔

۶۹ مرون داس کی ایک بہت پرانی بزازہ
کی دوکان چوک پر ہے یہ فارم بہت پرانا اور مشہور ہے
اطراف و جوار پٹنہ و گیا ضلع تک کے دیہاتی لوگ ہر طبقہ
کے اس دوکان سے واقف ہین تمام کی خرید اسی اسی
دوکان سے ہوا کرتی ہے اس دوکان سے زیادہ شہر
کے اندر کوئی چلی ہوئی دوکان نہ تھی لاکھون لاکھ کی بکری
لگن مین اس دوکان سے ہوا کی یہی ایک دوکان بھی
جہان سارے سامان شادی کے مہیا ہو جاتے تھے مرون
داس خود بہت نیک با اخلاق با تمیز آدمی تھے اون
کی زندگی تک بڑی ترقی رہی پھر سیکڑون دوکان برابر کے تو
کی ہو گئین تاہم بندھا ہوا عقیدہ اسی دوکان کو تلاش

کرتے ہوئے لوگ آیا کرتے اور اب تک وہ عقیدہ بندھا
ہوا ہے دیہاتی لوگ اور دوکانون سے کم لیتے ہین
اب تک اسی دوکان پر ضرور جاتے ہین ابھی تک ، یہ
دوکان اچھی حالت مین قایم ہے اب اون کے داماد
دوکان سنبھالے ہوئے ہین گو وہ بابت اب نہین ہے تاہم
غنیمت ہے یہ بہت پرانی مشہور دوکان ہے دیہاتی مسلمان
تو اسی دوکان کو اب تک معتبر جانتے ہین۔

منے جھمو خلیفہ مغلپورہ کے رہنے والے ہین ان کی
قرابت داریاں مغلپورہ میدان فصاحت اور مالسلامی
مین ہین یہ درزی کی دوکان چوک پر کرتے ہین اور پرانے
آدمی ہین ان کے متعلق ایک امام باڑہ بھی تھا یہ تعزیہ
داری بھی کرتے تھے اور اچھے خان منت خان کے
فارم کے بڑے خیر اندیش تھے ان کو اس خاندان کے
لوگون سے بڑا ربط رہا اور ان کے ساتھ بازار کے لوگ
رہتے ہین لوگ ان کو مانتے ہین پرانے دوکاندار ہین
آس پاس والے لوگ ان کو اچھی نگاہ سے دیکھتے ہین۔
روزہ نماز کے پابند ہین مذہبی جلسون مین ان کا گذر
ضرور ہوتا ہے ان کی قرابت دار محمد عظیم بھاگلپور مین
ہین مفید آدمی ہین اوس اطراف کے رئیس ان کو مانتے ہین۔

۱۱۷ ملئی جی یہ بوڑھے پنڈت تھے ان کے کار
بار کی آڑہت مرچیائی گنج مین نواب فدا علی مرحوم
مقتول کی مسجد کے پاس پھاٹک کے اندر تھی اچھا کاربار تھا
اسی خاندان مین رمو مہراج اور بالو مہراج ہین رمو مہراج
اور بالو مہراج دونون کمسن تھے ملئی جی کا انتقال ہو گیا
کاربار بند ہو گیا پھر ان لڑکون نے اپنی زندگی جج مکا سے
گذاری رمو مہراج ایک خوبصورت آدمی اور بڑے
بامذاق خوش وضع تھے ان سے بابو راجہ رام سے بہت
ربط تھا راقم سے بھی بہت ربط تھا ان سے مسلمانون سے
بہت میل جول تھا اپنے زمانہ تک بہت آزاد بے تعصب
بیبے اور رندانہ زندگی بسر کیا ان پر شہر کی ایک نامی متمول
طوائف عاشق تھین انہون نے بہت عافیت اور
آسایش کی زندگی بسر کیا جوان ہی انکا انتقال ہو گیا
انکی اولاد ہے یا نہین راقم کو واقفیت نہین ہو سکی
ان کے مرنے کا غم اکثر مسلمان رؤسا کو ہوا اور ان
کے بعد بالو مہراج نے اپنی زندگی مذہبی گذاری ان کو
پولٹکس کا شوق ہوا یہ میونسپل کمشنر بھی ہین اور اسپیچ
کا بھی شوق ہے بولنے بھی لگے اور بے حجاب بولتے
ہین اکثر باتین مفید بھی بولا کرتے ہین شہر سکھائے

کوتوالی۔ کام کرتے کرتے بہتری یا تین کام کی بھی کئے ہیں
ادمی جیدار بے جھبیب ہیں اخلاق بھی اچھا ہو گیا ہے اور
ملنساری کا مادہ بھی آگیا ہے اب ان کی زندگی ایک کامی
آدمی کی زندگی ہے خوش لباسی اور خوش اسلوبی سے
گذران ہو رہا ہے ان کی جمنکا کی آمدنی بھی کافی ہے
گھر میں پہلی دولت بھی ہے اور رمو مہراج نے بھی جو کچھ
حاصل کیا تھا وہ بھی گھر ہی میں ہے رمو مہراج نے آزادی
میں بھی گھر کا مال ضائع نہیں کیا ہنڈرت لوگ تو
لینے والی گروہ ہے یہ اپنا خرچ فضول نہیں کر سکتے
یہ دونوں بھائی دنیاداری کی عقل اچھی رکھتے تھے
بالو مہراج بھی گھرست ہیں اور صاحب اولاد ہیں۔
۲۷۔ رائے بابو نرائن پرشاد ہیرانند ساؤ کی
گلی میں رہتے تھے یہ وکیل تھے اور بڑا نام پیدا کر کے ادھیڑ
ہو کر مر گئے ان کا مکان دریا کنارے بہت اچھا خوشنما
بنا ہوا ہے یہ بہت گورے آدمی تھے اور خوش وضع آدمی
تھے انہوں نے چند ہی عرصہ کی زندگی میں پڑھا لکھا دکھا ات
کیا اچھا کچھ کما لیا بانکی پور میں کوٹھی بنا لیا ملک پتہ بھی بنا لیا
ہے دریا کنارے کا مکان بہت آرام کا خوبصورت بنایا
لڑکوں کی تعلیم کیا اہل خاندان کو پڑھایا لکھایا نوکر رکھوایا

خوش نامی کے ساتھ دیانتداری کے ساتھ اپنی زندگی گذار
ان کو پبلک ایماندار جانتی تھی قومی کام بھی کیا میونسپل
کمشنر ہوئے وائس چرمینی بھی کیا مذہبی خیالات بھی درست
دکھا بہت ہوشیار اور نصیب ور آدمی گذرے ان کے
ایک جوان اولاد جو خواندہ اور باسلیقہ ہونہار تھی اور
بہت خوش نما آدمی تھے نوجوان مر گئے یہ صدمہ اس خاندان
پر جان گداز تھا راقم کے سامنے ان کا عروج بھی ہوا
انتقال بھی ہو گیا راقم کے سامنے کتنے کمین لوگ ادبھرے
اور نامور ہو گئے خطاب بھی پالیا اور پانے جاتے ہیں
اس راہ کے لئے جو صورتیں لازمی ہیں جو شخص اوس راہ پر
چلے گا نام نمود والا ہو جائیگا اور جو اوس راہ پر نہیں
چل سکا وہ دنیا میں نامور نہیں ہو سکتا یہ راہ ہی اوسے
پبلک کے خیراندیشی کا تو نام ہوتا ہے در اصل اندرونی طور
پر اپنی خیراندیشی پوشیدہ رہا کرتی ہے مگر بغیر اس راہ کے
چارہ بھی نہیں ہے جب تک پبلک سے سروکار نہیں رکھے گا
اور حکاموں سے تعلقات نہیں ہوں گے گورنمنٹ میں
ممتاز ہونا مشکل ہے اور حکاموں تک پہونچنے کا آسان
طریقہ پبلک تعلقات ہیں دنیا میں جب انسان سے
ہر کس چاہتا ہے کہ عزت افزائی ہو اور نام و نمود قایم

ہو یہ فطرتی بات ہے اوس کے حصول کے لیے زمانہ جس
راہ پہ چلادے چلنا لازمی ہے ورنہ کامیابی نہین ہوسکتی
حکامون سے دور رہتے سے ہرگز کامیابی نہین ہوگی جن
لوگون کو اس کا شوق ہے اون کو لازم ہے کہ حکام سی
ملو اپنا فرض منصبی جانین اور جن لوگون کو اس کا حس
نہین ہے اون کو گوشہ نشینی سے بہتر کوئی زندگی
نہین ہے دنیا دار کو دنیا مین رہنا ہے تو زمانے کی
رفتار کے موافق چلنا چاہیے مذہبی لوگون کو ان باتون
کا خیال بھی کرنا فضول ہے دنیا مین رہکر جسکو جسقدر
موقع مل جاتا ہے اوتنا بھر نام و نمود اوسکا ہو جاتا
ہے یہ سب مواقعات وقت پر منحصر ہے اور قسمت
کا کھیل ہے مرنے کے بعد پھر کوئی یاد بھی نہین کرتا ہے
ان کی زندگی تک کوئی مجمع ایسا نہ تھا جہان یہ ایک
رکن نہین ہے سیٹی اسکول کے سکریٹری رہے بہار ہتیاسی
لیبری کے افسر اعلی رہے کیا کیا نہ کیا زندگی گذری دنیا
ختم ہوئی اب کبھی نام بھی کوئی نہین لیتا ہے جو کر گئے
وہ ساتھ گیا اور کاغذون پر تذکرہ رہگیا ان کے بھائی
بابو باسدیو نرائن ہنوز زندہ ہین جو مدتون راقم
کے بعد بلڈ میونسپلٹی مین مشاہرہ دار اسیسسر ہے اور پنشن

میونسپلٹی کی آمدنی بڑھانے والے یہی شخص ہین جس قدر
تدبیر اندیشی اور دیانت سے اُنہوں نے کام کیا ہے
اون کا ہی جی جانتا ہوگا یا منصف مزاج پبلک
واقف ہے ان کو میونسپلٹی سے خود جدا ہونا پڑا اب اُنہوں نے
دوکان بجلی کی کرلی ہے اور خود مختار زندگی بسر کرتے ہین
اچھا کماتے ہین اور خوش زندگی گذارتے ہین یہ اپنی ڈیوٹی
کے بڑے پابند تھے بہت منکسر مزاج حق پرست دوستی کے
پختہ بادیانت آدمی سادی وضع کے ہین اور پورے مذہبی
آدمی ہین ایسے یکا کام بہت مشکل تھا مگر مروت دیانت
کے ساتھ دوستی کا لحاظ رکھتے ہوئے آمدنی بھی بڑھا یا اپنی
تجویز بھی لکھدیا اور جب ان سے دریافت کیا گیا انہون نے
لوگون کی مالی حقیقت پر توجہ کر کے اظہار حق بھی کردیا اور
لوگون کا کام بھی نکلا انکی اولاد بھی موجود ہے اب یہ لوگ
خوش زندگی گذار رہے ہین خاندان مین ہر کا نصیب جدا گانہ
ہوتا ہے بابو نراین پرشاد کا سا آدمی دوسرا پیدا نہین ہوا
یہ لوگ پرانے تہذیب و ترکیب کے آدمی ہین اب تک اس
خاندان مین پرانا برتاؤ موجود ہے ۔
۷۳ بابو ایشری پرشاد کا مکان اسی گلی مین سرانند
ساو کی گلی مین تھا وہ ایک بوڑھے آدمی بہت نیک تھے

محمد نواب صاحب گذری کے کوٹھی چلتی تھی اور سیمیں تینب تھے
ان کے زندگی تک محمد نواب صاحب کی کوٹھی بڑے عروج
پر تھی اور خوب کاروبار چلتا رہا ان کو اولاد نہ تھی انہوں نے
قرابت کے ایک لڑکے بابو راما پرشاد کو گود لیا تھا۔ راما بابو
بہت عمدہ آدمی تھے راقم کے ساتھ سیٹی اسکول میں پڑھتے تھے
اور راقم کے ہم عمر بھی تھے۔ بڑی عمدہ زندگی ان کی جوانی
میں گذری بہت خوش اخلاق باتہذیب منتظم آدمی تھے
ان کی شادی پادریکی حویلی میں ایک متمول خاندان میں ہوئی
انکا سسرال وہی ہے جو پادریکی حویلی کے پورب ایک بڑا
پھاٹک ہے اور وسیع کٹرہ ہے۔ ان کے دو لڑکے تھے ایک تو
بنک اوف بنگال میں خزانچی ہو گئے تھے اور پھر کسی وجہکر وہ
جدا ہو گئے ایک لڑکے زمینداری دیکھتے تھے۔ بابو ایشری
پرشاد کے مرنے کے بعد کوٹھی محمد نواب صاحب بند ہو گئی
راما بابو چند روز اپنی جائداد پر رہے پھر رفتہ رفتہ ان کی
اوقات بسر نہ ہو سکی یہ سسرال میں جا بسے وہاں کوئی مرد
باقی نہیں رہا لڑکے وہیں رہے راما بابو جوان ہی مر گئے
لڑکے چھوٹے تھے ان لوگوں نے تعلیم پایا اور گھر کو خوب
سنبھالا۔ کچھ جائداد نقصان بھی ہوئی مگر یہ گھر سنبھل گیا اب
بفضلہ اولاد اور اولاد راما بابو کی خوش حالی سے گذران

کر رہے ہیں۔ یہ گھر پرانا گھر ہے اس گھر میں ابتک پرانی تہذیب و ترکیب و ملنساری بچے بچے میں پائی جاتی ہے گو فرق ہوگیا ہے جو بات بابو ایشری پرشاد میں تھی وہ راما بابو میں نہ تھی جو راما بابو میں تھی وہ لڑکوں میں نہ رہی جو اون لڑکوں میں تھی اب اون کے لڑکوں میں نہیں ہے تاہم نوخیز خاندانوں سے ان لوگوں سے بڑا بین فرق معلوم ہوتا ہے۔ ان لوگوں کو براہ نوابوں اور مہذب لوگوں کے فیضان صحبت کا اثر ملا ہوا ہے اسلئے ان لوگوں میں ایک بات خاص پرانے خاندانی ہونے کے مانی حالی تھے۔

۱۴۲ ۔ جے نرائن باج پئی و بیجے نرائن باج پئی یہ دونوں بھائی تھے۔ جے نرائن باج پئی بھی ہیرانند ساؤ کی گلی کے موڑ پر پرسوتم داس کی کوٹھی میں منیب تھے ان کے وقت میں کوٹھی کا کاروبار خوب چلا۔ باج پئی جی نہایت مہذب اور متین ملنسار منکسر آدمی تھے اور بڑے با اخلاق تھے۔ بڑے گورے خوبصورت خوش لباس خوش مزاج آدمی گذرے ان کے بیٹے چندر تھے ایک تو پٹنہ میونسپلٹی میں کیشیر ہوگئے تھے وہ نوجوان بہت معقول طینت کے آدمی تھے کم سن ہی میں انتقال کر گئے اوس کے بعد سے پھر اس خاندان کا کوئی حال نہ ملا یہ لوگ کدھر گئے کیا ہوئے۔ بیجے نرائن باج پئی

رائے ایشری پرشاد کالی استھان کے ساتھ کلکتہ میں رہے
اور اکثر ان کو شہر میں آتے بھی دیکھا ہے۔ ہنوز وہ زندہ ہیں
مگر بوڑھے ہو گئے ہیں۔ ان کا شباب دیکھنے کے لائق تھا
ان کا مزاج بھی پر مذاق اور مہذب ہے اس خاندان کے
لوگ فطرتاً نیک دل رہے اور بڑے ملنسار تھے۔ ان
لوگوں کی تہذیب بالکل مسلمان نما تھی اس شہر کے ہندو
بھی ہر طبقہ کے بڑے باتمیز اور باتہذیب ہوا کرتے تھے اور
آداب مجلس کا پتہ ہندوؤں سے یہاں کی تقریروں میں کھلا کرتا
ایسا نہیں تھا کہ ہندوؤں میں تمیزداری نہ ہو بڑے بڑے
سلیقہ مند باتمیز لوگ اس شہر میں ہندوؤں میں موجود تھے
جنکی یادگاریں دو چار صورتیں اب بھی زندہ ہیں ان لوگوں
سے ملکر پتہ چلتا ہے کہ یہ لوگ پرانے زمانے کے رئیسوں کے
صحبت یافتہ ہیں اوسوقت کے ترکیبوں کو اور لوگوں کے
داشت اور ملاپ اور ہمدردی اور طریقہ ملنساری کو
دیکھے ہوئے ہیں اوسوقت تو نہ اسقدر تفرقہ تھا نہ دلی نفرت تھی
اور نہ یہ فرقہ بندی تھی بلکہ ہر گروہ میں بھائی بندی تھی شادی
غمی میں آپسکا میل جول ایسا تھا کہ پتہ بھی نہیں چلتا تھا کہ
کون ہندو ہے اور کون دوسرا مذہب رکھنے والا ہے۔
رفتار زمانے نے اور موجودہ ترقیوں نے اون باتوں کا

زوال دیکھا یا ہے جو مدت العمر سے ہندوستان میں جاری تھا۔ دیکھئے یہ ترقی نما تنزل ہندوستانیوں کو کس حد تک پہونچاتی ہے وہ میل جول اب خواب و خیال ہے اوسکا وہم میں لانا بھی اب بیکار ہے اون باتوں کی جڑ ہی خشک ہو گئی کچھ ایسا مصالہ خلوص کے جڑوں کو سوختہ کرنے والا دیدیا گیا ہے کہ اب سوسل لائف کی شادابی غیر ممکن ہے۔

ع ۷۵ رائے الیسری پرشاد راجہ رام نرائن سنگھ مہراج گھاٹ کے خاندان سے ہیں یہ رائے درگا پرشاد صاحب کے بھائی تھے۔ یہ چند بھائی تھے رائے درگا پرشاد اور راقم دونوں ایک ہی اوستاد سے فارسی پڑھتے تھے اون کا نام مولوی ریاض الدین تھا یہ اوگانوان کے رہنے والے تھے اور تین جگہ نوکر تھے اور راقم کے نانا مولانا امیر الحق قدس سرہ سے مرید تھے بڑے باخدا آدمی تھے اور متقی مسلمان تھے ان کی صفت یہ تھی کہ انہوں نے بجز اپنی زوجہ کے دوسری عورت کا موئنہ نہیں دیکھا ثبوت یہ تھا کہ ولادت کے وقت زرزدہ میں اپنا ازار بند بدیتے تھے کمر میں بندھا اور ولادت سہولت سے ہوا کی گو اسکے لوگ اسپر مضحکہ کریں مگر واقعہ یوں ہی تھا اور اب تاثیرات اشیاء سے مناسبت ہوا ہی پہلے آدمی انکار نہیں کر سکتا تھا وجوہات پیدا کر سکتا ہے مولوی صاحب نورا کاغذی کے بیٹے

کریم بخش کو پڑھاتے اور رائے درگا پرشاد کو پڑھانے کو تھے
اور راقم کے مکان میں مقیم رہتے تھے۔ ان کے بیٹے محمد مصطفے
ہنوز زندہ ہیں اور مولوی حافظ معین الدین مر گئے اونکی
اولاد مونگیر میں زندہ ہے بعد مرنے باپ کے رائے صاحب کے
والدہ بیبے اور رائے درگا پرشاد صاحب سے آپس میں نہ بنی
آپس میں تقسیم نامہ ہوا رائے ایسری پرشاد صاحب نے
کالی استھان میں آکر مکان بنا لیا اور مقیم ہو گئے ان کے
دو بھائی اور تھے ان دونوں میں بھی بناو نہ رہ سکا آخرکار وہ
دونوں بھی جدا ہو گئے۔ رائے بھوانی پرشاد انکے بھائی کے
بیٹے تھے اون سے باپ سے اختلاف ہوا یہ رائے ایسری پرشاد
صاحب کے ساتھ رہنے لگے۔ رائے ایسری پرشاد صاحب
نے کلکتہ میں ایک میم صاحبہ سے سول مرج کر لیا اوس سے
اولاد ذکور موجود ہے اور برادری کی بی بی سے اولاد اناث
زندہ ہے اولاد ذکور کے خواہش میں رائے صاحب نے میم صاحبہ
سے مذہبی طور پر شادی کر لی تھی۔ بفضلہ دو اولاد ذکور مسٹر رائے
میلکم سنہا اور رائے ٹنو سنہا دونوں لڑکے لائق اور تعلیم یافتہ
ہیں ٹنو صاحب تو ولایت سے موٹر انجینیر ہو کر آئے اور وہیں
ولایت ہی میں شادی بھی کر لی ہے صاحب اولاد بھی ہیں
میلکم صاحب نے کان پور میں کسی بڑے بارسٹر صاحب کی لڑکی سے

شادی کر لی ہے اور وہ بھی صاحب اولاد ہیں۔ یہ لوگ اپنے
ماں کے مذہب پر عیسائی مذہب ہیں اور روش بھی عیسائی ہے
دونوں لڑکے لائق ہیں اپنے والد کے نام کو روشن کرنے والے
ہیں اور انگریزوں میں بھی عزت دار ہیں اور ہندوستانیوں میں
بھی اور اپنے والد کے قرابت داروں میں بھی اچھے اخلاق سے
ملتے ہیں ممدوح ہیں۔ رائےصاحب نے میم صاحب اور ان
اولادوں کو جائداد لکھدی ہے۔ رائے صاحب سنیاسی
ہو گئے تھے۔ میر علی محمد شاد خان بہادر کے شاگرد رشید وہیں
تھے دیوان بھی ان کا چھپا ہوا ہے انگریزی فارسی اردو
اور سنسکرت اچھی جانتے تھے چار پانچ برس ہوا آرہ گئے تھے
وہیں اچانک انکا انتقال ہو گیا۔ اس خاندان سے راقم کے
خاندان سے برابر ربط رہا کیا ہے اور خانقاہ منگل تالاب کے
گدی نشینوں کو یہ خاندان برابر مانتا چلا آیا ہے۔ رائےصاحب
خود بھی مجالس وغیرہ میں بہت شریک رہا کرتے اور تخلیہ میں
جناب ماموں مولانا رشید الحق صاحب قدس سرہ کے پاس
بیٹھا کرتے اور تصوف کی باتیں سنا کرتے ان کو تصوف کا بڑا
شوق تھا۔ ان کو تعصب بالکل نہ تھا۔ انکی اہلیہ اور میم صاحب
اور اولاد ہنوز زندہ ہے اور مالی حالت بھی اچھی ہے۔
رائے صاحب بڑے جید آدمی گذرے یہ بہت بنیاز اور

انڈیپنڈنٹ خیال کے آدمی تھے فن زمینداری خوب جانتے تھے
ان سے بدمعاشان شہر سے خوب خوب مقدمہ بازیاں ہوئیں
اور انہوں نے سب کو خوب دبایا گوان پر بہت مقدمات وارد
ہوئے اور بہت روپے صرف ہوئے مالی نقصان ضرور ہوا
مگر بڑے رعب داب سے انہوں نے اپنی زندگی باعزت
گذار لیا اور اخیر وقت میں اپنے عقیدہ کے مطابق موحدانہ
عقیدہ رکھتے ہوئے انتقال کر گئے۔ رائے بھوانی پرشاد بھی
بہت نیک دل اور نیک طبیعت آدمی گذرے ان کے کسی
دشمن نے ان کو زہر دیدیا۔ تین برس ہوا ہوگا ان کا بھی
انتقال ہو گیا۔ ان کے مکان میں آگ بھی لگی تھی اور بہت
نقصان ہوا تھا۔ یہ بہت پرانا اور معزز خاندان تھا۔ راجہ
رام نرائن اس شہر میں صوبہ بھی رہے تھے مگر وہ زمانہ راقم نے
نہیں دیکھا۔ اس خاندان میں اخلاق و تہذیب و مطانت
ملنساری انکساری خوش اخلاقی پر تمیزی اب تک چلی جا رہی ہے
پرانے خاندانوں میں اوچھا پن نہیں ہوا کرتا ہے۔ وہ امت کے
بو ضرور ٹپکتے ہے اور پرانی تربیت کا اثر مٹتے مٹتے چند پشت کے
بعد جب کوئی پرانا آدمی خاندان میں باقی نہیں رہے جب جاکر
زمانہ کی ہوا اثر کرتے کرتے اپنا رنگ جمائینگے اسی لئے
پرانے خاندانی لوگ نئے خاندانوں سے اکثر باتوں میں

افضلیت رکھتے ہیں موازنہ کرنے اور حس کرنے سے صاف فرق معلوم ہو جاتا ہے۔ انگریز لوگ بھی یہ اپنے خاندانی لوگوں کی دل سے قدر کرتے ہیں۔

۱۶۶۔ نور الدین شاہ ایک مجذوب فقیر گذرے ہیں۔ ان کا مزار کائی استھان میں رائے الیسری برشاد صاحب کے مکان کے قریب میں ہے یہ پہلے نور الدین گنج علاقہ تھانہ مالسلامی میں رہتے تھے اور ایک قبہ ویران جو میدان میں ہے وہیں چند کتے اپنے ساتھ رکھکر رہا کرتے تھے بعد مدت کے ان کو باقر حق جسکا مکان وہی تھا جس میں انکا مزار اب ہے لے آئے وہ بہت معتقد تھے لاکر رکھا۔ یہ بالکل غیر متشرع فقیر تھے ننگے بدن رہا کرتے تھے یہ بالکل بے نیاز آدمی تھے لوگ ان کو زر کی ٹوپیاں در دوشالے اوڑہاتے اور یہ لوگونکو دیدیا کر پھر ننگے کے ننگے ہو جاتے منشیات کا استعمال بہت فرماتے اور اول فول باتیں بولا کرتے تھے واللہ اعلم کیا مدارج تھے اسکو صاحب دل لوگ پہچان سکتے ہیں۔ شہر کے عوام ان کے بہت معتقد تھے۔ خواص میں ان کی قدر پوری نہ تھی مگر خواص کو ان سے کوئی سروکار بھی نہیں رہا۔ راقم اور والد ماجد اکثر ان کے پاس جاتے اور جب یہ ہوش میں رہتے اچھی اچھی باتیں تصوف کی فرماتے یہ خوندہ آدمی تھے اور کہیں

ملازم سرکار تھے۔ کسی فقیر کی نگاہ پڑ گئی تھی جس سے انکا یہ رنگ سپید ہو گیا تھا۔ اکثر یہ خداؤں کو گالیاں دیا کرتے تھے۔ مگر اپنے خدا کو سب خداؤں کا خدا اور بڑا خدا کہتے تھے اس سے پتہ چلتا تھا کہ یہ مشرک نہ تھے اور خدا کے قائل تھے۔ بعض وقت ان کی جذبی کیفیت بہت طول کھینچا کرتی تھی۔ کوئی کرامت ظاہری انکی نمایاں نہوئی تمام عمر ایک رنگ رہا مگر یہ کیا کم کمال تھا کہ اکیلے میدان سنسان جنگل بیابان میں رہا کرتے اور بالکل بے سروساماں تھے۔ کچھ اسباب ان کے پاس نہ تھا اور ننگے بدن ہر موسم میں گذران اوقات کیا اور کسی سے دست سوال دراز نکیا اد سپر سے دایم الخمری کا خرچہ خدا پورا کرتا رہا اور کھانا پینا سب چلتا رہا۔ کتوں سے بہت شوق اور وہی ان کی جان کے محافظ تھے۔ ان کو حواس میں کم دیکھا گیا ہر وقت بدمست و سرشار رہتے تھے۔ ان کے انتقال کے وقت خاکسار موجود تھا۔ حالت انکی جب بہت خراب ہوئی تو راقم واپس آیا۔ ان کو خشکی بہت تھی زبان باہر نکل آیا کرتی تھی اوسوقت آنار دیکر ان کو تسکین دیا باقر حق نے ان کی بڑی خدمت گذاری کی اور اپنے ہی مکان میں دفن کیا اور سالانہ عرس وغیرہ بھی چندہ سے قایم ہے۔ بعد مرنے کے ایک کمال انکا نمایاں دیکھا محبوب نامی ایک سائیس

میر عمر دراز مرحوم رئیس گا کا پیادہ ان کی زندگی سے انکا چیلا تھا
ان کے مرتے دیر نہیں اونکی شکل وشباہت ترکیب وچلن
بالکل نورالدین شاہ کی ہوگئی۔ راقم کو اکثر شبہ ہوا کہ نورالدین شاہ
پھر کیونکر زندہ گھوم رہے ہیں تل بھر بھی فرق کسی بات اور کسی
رنگ میں نہ تھا۔ چند روز محبوب شاہ زندہ رہے وہ بھی
مر گئے اونکی اولاد میں بسم اللہ نامی ایک لڑکا تھا وہ بھی مر گئے
اب بسم اللہ کی جورو اوس مزار کی مجاور ہے۔

۷۸۔ مہابیر پرشاد کا مکان چوک شکارپور تھانہ
کے قریب ہے ان کے ایک بیٹے تھے جوان ہی مر گئے اونکے
بیٹے ڈاکٹر سمبو تھے وہ بھی اس سال مر گئے۔ مہابیر پرشاد
کی زمینداری اچھی تھی اور آبکاری کا ٹھیکہ تھا ان کی زندگی بڑے عیش
کی گذری۔ سمبو سے اون کے باپ سے مقدمہ بازی ہوئی
اوسمیں جائداد نقصان ہوئی باپ کا بھی انتقال ہو گیا
ڈاکٹر سمبو کی شادی مونگیر یا بھاگلپور میں ایک دولتمند
جگہ ہوئی تھی اونکی اولاد زندہ ہے۔ اس خاندان کے لوگ
نوجوان ہی مرا کرتے ہیں۔

۷۹۔ فخر حی یہ ایک ابدالی کشمیری مشایخ تھے۔
یہ بہت بوڑھے آدمی تھے۔ ان سے اور جناب نانا مولانا
امیر الحق قدس سرہ سجادہ نشین منگل تالاب سے بہت ربط تھا

یہ اکثر ملنے کو آیا کرتے تھے انکا مکان کالی استھان میں تھا
ان کے وقت تک کوئی خانقاہ کا سلسلہ نہ تھا ان کے
مریدان کلکتہ میں بہت تھے اور کچھ لوگ لاسہ اور تبت میں
خلیفہ تھے۔ ان کے مریدان لاسہ کی اور تبت کی مشک اور مردم گیا
جڑی لاتے تھے۔ سال میں ایک دفعہ ضرور ان کے مریدان
اور خلفا ان سے ملتے اور نذورات لاتے تھے۔ انکا کارخانہ
کلیتاً توکل پر تھا اور واقعی طبیعت بھی متوکل اور بے نیاز
تھی ان کو جو کچھ ملتا رہ سب اپنے احباب اور ملاقاتیوں کو
کھلا پلا دیتے۔ نمکین شیر چائے کا خرچہ تو ہر لحظہ رہتا تھا اور
غذا میں کوئی تکلف نہ تھا اکثر چائے روٹی پر اکتفا کر لیتے
جو خود کھاتے وہ کھلاتے جو فقیروں کی اصل شان چاہئے
وہ ان میں موجود تھی۔ بہت رحیم منکسر سادہ طبیعت مہذب
خوش مزاج ملنسار آدمی گذرے۔ آپ کے دو لڑکے تھے
مولانا شمس الدین نے مولوی محمد عظیم ساکن مغنیورہ سے
کچھ کتابیں پڑھیں کچھ نانا شاہ علی امیر الحق صاحب مذکور سے
پڑھا یہ عالم ہو گئے پھر یہ تارک الدنیا ہو کر رہے۔ مدتوں برس
تک یہ اوس کوٹھری میں جو ان کے والد کا حجرہ تھا بند بے
ضرورت سے باہر نکلا کرتے تھے ان میں جذب کی کیفیت
پیدا ہو گئی۔ پھر خود بخود ان میں سلوک پیدا ہوا۔ انہوں نے

اپنی شادی بار میں کیا جو پوچیا ضلع کے قریب ہے اور ایک ماہ تک
ہو تھیوا اپنی اہلیہ کے پاس رہے پھر تمام عمر زنانے سے سروکار
نہیں رہا خدا نے ایک لڑکی دیدی۔ اہلیہ کو کھانا خرچہ برابر
دیتے رہے اولاد کو بھی پالتے رہے مگر گھر کی زندگی سے پھر
ان کو سروکار نہیں رہا جب انکا آخری زمانہ آنے والا ہوا
تو دو تین برس مرنے سے پیشتر پٹنہ سے چلے گئے اور رانگنج
میں جا کر مقیم ہو گئے۔ وہاں تنتے لوگ ان کے مرید ہونے لگے
منشی مبارک علی وہاں میونسپل کمشنر اور منشی ریحان
ایک تاجر ان کے مرید ہو گئے۔ ان دونوں نے انکی بڑی
خدمت کی اور بڑی عظمت پایا۔ منشی مبارک علی نامور آدمی
ہو گئے مالی حالت عروج پر ہو گئی دو تین برس گذرا تھا کہ
منشی مبارک علی نے قضا کیا۔ منشی ریحان لاکھوں کے
آدمی ہو گئے۔ بڑی بھاری تجارت دور دراز تک ہو گئی
انکا کارخانہ تمباکو اور عطر کا تھا پھر انہوں نے تمباکو کی مشین
چلایا تین تین موٹر ان کے پاس ہو گیا عقیدتاً انکا خیال
تھا کہ مولانا کی دعا سے ترقی ہوئی۔ مولانا کا انتقال ہوا
تو وہیں ایک مقبرہ میں مدفون ہوئے اور غوث بنگالہ مانے
جاتے ہیں۔ انکا عرس بڑے دھوم سے فروری میں ہوا کرتا ہے
چھوٹے اجمیر کا مزہ آتا ہے دور دور کے لوگ آتے ہیں چادریں چڑھتی ہیں

باجے اور روشنی کے ساتھ چادریں آتی ہیں۔ بڑی دھوم دھام کی
ہوتی ہے مہمانوں و مشائخ و قوالوں کو خرچہ اور رخصتہ ملتا ہے۔
بڑی بھاری خانقاہ بن گئی ہے اور بڑی عمدہ مسجد بن گئی
بڑا عمدہ مقبرہ بن گیا۔ مزار پر مریض اور بھوت پریت والے آتے
ہیں اکثروں کو فائدہ بھی پہونچتا ہے۔ انکا اقبال بعد مرنے کے
ہوا اور بہت مقبول مزار ہو گیا۔ نیازات خوب ہوتے ہیں ایصال
ثواب خوب ہوتا ہے۔ چند ختم قرآن کا بھی ہر سال عرس میں
ان کے نام بخشا جاتا ہے۔ یہ شاعر بھی تھے مشاعرہ بھی ہوتا ہے
جسقدر اپنے کو انہوں نے زندگی میں لذات سے محروم رکھا
مرنے کے بعد کل لذتیں درگاہ پر سال بسال موجود ہے۔
عجب دلچسپ سماں رہتا ہے فقرا بھی اچھے اچھے آجاتے ہیں۔
راقم خود بہ چشم خود وہاں شریک ہو کر سب دیکھ آیا ہے۔ اسمیں
شبہ نہیں ہے کہ صاحب مزار بھی معمولی مقبولیت کے آدمی
نہ تھے اسکا حس صاف طور پر ہوا کرتا ہے۔ جو کریگا وہ پائیگا
خدا کسی کی محنت کو ضایع نہیں کرتا ہے۔ ان کے بھائی انکے
انتقال کے بعد جسکو عرصہ ۲۰ برس گذرا ہوگا ان کے جانشین
ہوئے۔ یہ کشمیری صورت اور طبیعت کے تیز اور چالاک
ہوشیار آدمی تھے۔ انہوں نے درساب جناب امو سی
مولانا سید شاہ رشید الحق قدس سرہ سجادہ نشین منگل تالاب پڑھا

ادھر ادھر ادھر عالموں سے بھی حاصل کیا۔ فارسیت تو
بڑی اچھی تھی شاعر بھی تھے۔ جوانی میں رندانہ زندگی بسر کیا
مگر آوارہ منش نہ تھے بزرگوں کے صحبت یافتہ تھے فقیری روش بھی
طرف ابتدا میں تھی۔ راقم سے بڑا ربط تھا۔ وزمرہ کی آمد و
رفت تھی۔ جب ان کے بھائی نے قضا کیا یہ رانی گنج جاتے
تھے مگر سکونت پٹنہ ہی میں رکھا رانی گنج میں ایک جماعت
صوفیہ مقرر کیا اور منشی ریحان کے پہلے اپنے ایک مرید کو
سرگروہ بنایا اور خود نیپال سے بہت کچھ ان کو ملا کیا۔ نیپال
میں کسی بزرگ کا مزار عین حاطہ راجہ میں واقع ہے اون کو
انھوں نے خواب میں دیکھا تھا۔ نیپال کی رانی کو اولاد نہ تھی
کسی طرح پر وہاں انکا گذر ہوا۔ یہ بلائے گئے۔ اون کا بیان
تھا کہ اون ہی بزرگ نے وہاں کی رانی کو خواب دیکھایا
کہ ظفر شاہ اندرابی کالی استھان پٹنہ سے بلا کر تم دعا تعویذ کرو تو
اولاد ہوگی۔ اوسی خواب کی وجہکر یہ بلائے گئے خطوط کا
جواب تورہ تم سے اونکی طرف سے لکھا ہے اسلئے راقم کو
پوری واقفیت ہے وہ بلا کر گئے اور بہت کچھ ان کو ملا
مگر اونھوں نے نہ لیا اور وہیں پنڈتوں کو تقسیم کر دیا یہ بڑی
مدبرانہ کام کے گئے ارکین و تمام حاضرین دربار ان کے
مداح ہو گئے۔ وہاں سے کچھ الائچی وغیرہ لائے وہ احباب میں

تقسیم کیا پہلا کام انہوں نے وہاں جا کر یہ کیا کہ مزار کا حاطہ دلوا نیاز کیا اور سکو ایک معزز اور متبرک شکل میں بنوایا جو سلطنت کی طرف سے ہے اور ہر پنجشنبہ کو مسلمانوں کو فاتحہ خوانی کی اجازت دلوایا اور اونکا عرس قایم کر دیا اور کشمیری محلہ میں مچھلی کا گوشت بکنے کا حکم دلوایا اوسکے بعد واپس آئے۔ چند عرصہ کے بعد وہاں اولاد کو رہوئی پھر یہ بلائے گئے اور بہت کچھ مدارات کے بعد انعام ملنے لگا تو انہوں نے درگاہ رانی گنج کے بابت ماہانہ مقرر کرنیکی استدعا کر دیا چنانچہ وہاں سے برابر روپیہ آیا کیا اور خانقاہ اور مقبرہ اور مسجد کی بنیاد ڈال دی گئی۔ کچھ کچھ ان کے وقت میں طیار ہو چکا تھا کہ یکایک بہار کے عرس میں گئے تھے قصلی عارضہ میں انتقال ہو گیا۔ اداری بارہ برس گذرا ہوگا یہ اپنے والد کے حجرہ میں کالی استھان میں مدفون ہوئے۔ انکی حالت بے نیازی کی ایسی تھی کہ تین جوڑہ کپڑہ سے زیادہ نہیں رکھا۔ چارپائی پر سوتے نہ تھے ایک جوڑہ بجائے تکیہ رہتا دوسرا بدن پر تیسرا دھوبی کے یہاں۔ لباس بالکل فقیرانہ تھا قادریہ کرتہ اور تاج سے منڈا ہوا تہبند وہ مٹی کا رنگا ہوا ایک چادر سفید بدن پر اور زیر پائی بنگلہ شکر چائے کا بہت شوق پینے پلانے میں مشاق

جو روپیہ آیا دوسرے دن نذر دلوگوں کے ساتھ سلوک کر دیتے
تھے اور خود محتاج ہو جاتے۔ بارہا اتفاق ہوا کہ راقم کیلئے
بحور رسی اور ہار آئی اور نمکین چائے بنی چلنی کا بیسہ ان کی
تحویل میں نہ ہا۔ کبھی سیکڑوں روپیہ تقسیم کرتے دیکھا۔ یہ بڑے
حسن پرست آدمی تھے اور بہت ہی بے چھی اور چلبلی طبیعت
کے آدمی بامذاق تھے اور بہترین فقیر دل تھے خود بھی وجیہہ
آدمی تھے۔ بعد مرنے ان کی جماعت صوفیہ مذکور نے انکا
عرس قایم کیا اور خانقاہ کی بنیاد ڈالدی اور مسجد جو
پہلے سے بھی تھی درست کر دی۔ رانی گنج سے لوگ آتے ہیں
اور انکا عرس دھوم سے چراغ کیطرح ہوا کرتا ہے۔ خدانے
ان کی بنیازی کو اور سخاوت اور نیک دلی کو مقبول کر لیا
ثواب جاریہ سالانہ ان کو ملا کرتا ہے یوں بھی لوگ فاتحہ خوانی
کو جاتے ہیں ان کے مزار پر۔ میاں الفت نامی ایک مجاور
مقرر ہیں اور رانی گنج میں بھی موذن مسجد اور مجاور درگاہ
تھے خراجات جماعت صوفیہ کے ذمہ ہے۔ ان کے بعد وہ
رقم نیپال والی بند ہو گئی۔ انکا کوئی جانشیں نہیں ہوا۔
گدی پر کوئی نہیں بیٹھا۔ ان کے قریب بھائی افضل شاہ
کشمیری ہیں اونکے بیٹے سے وہ لڑکی مولانا شمس الدین
کے بیاہے گئے مگر اوس لڑکے میں گدی چلانیکی صلاحیت نہیں ہے

افضل شاہ ایک نیک آدمی ہیں اون سے گدی کا کام انجام نہو سکا۔ انکے ایک نانہالی قرابت سے مولوی عبد الحق بھائی ہیں وہ ان کے مکان میں رہتے ہیں اور اونہیں مریدوں کی بدولت ان کا ذریعہ روزی ہے۔ مولوی عبد الحق کی لڑکی منشی وارث علی کے لڑکے سے بیاہی ہے۔ منشی وارث علی مہاراجہ دیو ہونگا یا غالبا مقصود پور کے یہاں مینجر تھے۔ اور بڑی خوش حالی کی زندگی گذار گئے اون سے میر احمد حسین ہر منڈل گلی اور منشی ظہور رکلانواں سے قریب تر رشتہ داریاں تھیں اون کے بیٹے نے ایک مکتب کھول دیا ہے وہی ذریعہ اوقات ہے۔ باپ بیٹے کی تقدیر کو درست نہیں کر سکتا تقدیر خدائی تحریر ہے جو خاص قدرت کے ہاتھ میں ہے باپ امیر ہے بیٹا فقیر ہے۔ باپ فقیر ہے بیٹا امیر ہے یہ دنیا کا تماشہ ہے کونی باپ ہے جو اپنے اولاد کو اپنے سے زیادہ امیر اور آرام سے دیکھنا نہیں چاہتا مگر اوسکے ہاتھ کوئی اختیار نہیں ہے۔ بچشم خود دیکھا ہے باپ نے کروڑوں کی دولت چھوڑا اور بیٹا اپنے وقت میں فقیر ہو گیا یہ بھی دیکھا کہ باپ بھیک مانگتا رہا اور بیٹا بے حد دولت اور عزت پر بیٹھ گیا یہ خدائی راز و حکمت ہے۔ ان امور کے طرف توجہ کرنا ہی فضول ہے جس بندہ کو جس طرح نوازے وہ اوسکا کرم ہے

واللہ اعلم انتم لا تعلمون خدا اپنی مصلحت خوب جانتا ہے
جسے انسان نہیں سمجھ سکتا جو خدائی حکمت ہے وہ اپنی جگہ پر
ٹھیک ہے دنیا میں جو ہوتا ہے وہ حکمت الٰہی سے خالی نہیں
ہے۔ قدرت کا تماشہ دیکھنے کے سوا چارہ نہیں ہے جو کچھ
خدا دکھاتا جائے دیکھا جائے انتظام الٰہی میں دم مارنے کی
جگہ نہیں ہے۔ صبر و استقلال سے ہر بات کو دیکھتا رہے
اور صحیح اور مناسب جانے تدبیر کرتا رہے پھر تقدیر پر نتیجہ کو
چھوڑتا جائے۔ اگر ایسا نہ کیا تو زندگی تلخ ہو جائے گی اور
اور رہ رہ ہر بات اپنے خیالات کے خلاف پائیگا تو زندگی سے
جی چھوٹ جائے گا جینا مشکل ہوگا اکثر انسان ہیں جنکو اپنی تدبیروں سے
کچھ فائدہ نہ پہنچ سکا اور بہتیرے ایسے ہیں کہ بلا تدبیر
اونکے سامان خود بخود ہو گئے اسباب خود بخود مہیا ہو گئے موقع
آگیا اور یہ ہو گیا جو وہم میں نہیں آیا وہ ہو جاتا ہے۔ فقرا
خوب ان باتوں کو سمجھ لیتے ہیں اور ربنیاز ہو جاتے ہیں۔
جسکا پھل مرنے کے بعد پاتے ہیں۔ مدتوں منشی ریحان
سرگردہ رہے وہ مرگئے اونکی اولاد ہے۔

ع۸۰ ڈاکٹر مصاحب علی فوجی ڈاکٹر تھے کابل استحان
میں ظفر شاہی خانقاہ کے بغل میں رہتے تھے پختہ دو منزلہ
مکان تھا۔ سال میں ایک دفعہ وہ آتے مجلس مولود کرتے

اور طعام داری کرتے تھے اور دعوت عام کرتے تھے۔
یہ بہت بوڑھے آدمی تھے ان کے بھائی سبحان علی خاں
تھے وہ بلوز گنج میں رہتے تھے اور یہ شیخ مودن کے برادری
کے آدمی تھے۔ ایک بھائی کی اولاد امام الدین خاں ساکن
مظفرپور تھے وہ ایک بارسٹر کے نائید تھے۔ امام الدین خاں
مظفرپور میں بہت مشہور نامی گرامی گذرے ہیں انہوں نے
بہت جائداد پیدا کیا وہ بیمہ کا مقدمہ لڑا کرتے تھے انکی
چند بیبیاں تھیں سب سے اولاد تھی امام الدین خاں نے
راحت کی زندگی بسر کیا خوب کمایا خوب کھایا خوب کھلایا
دوست پرستی میں اعلی درجہ کے آدمی تھے۔ بے انتہا
سخی تھے۔ بے انتہا عقل معاش تھی تجارت بھی تھی فرام جی ہوٹل
شاعول حسنا یہودی کے شریک تھے۔ مکان اعلی فرنیچر اعلی کھانا
اعلی درجہ کا رہایش انگریزی گاڑی گھوڑے فرسٹ کلاس
رندانہ زندگی بسر کیا۔ آخیر میں مولانا ابو نجیب غازیپوری
سے مرید ہو گئے تھے۔ چار برس گذرے ہونگے انتقال کیا
انکا ایک لڑکا آبکاری میں داروغہ ہے ایک لڑکا زمینداری
دیکھتا ہے۔ ان کے مرنے کے بعد وہ سارا کارخانہ اولٹ
پلٹ ہو گیا وہ باتیں جاتی رہیں۔ خواجہ ابراہیم ڈپٹی
کی پہلی شادی ان کی لڑکی سے ہوئی تھی۔ ایک لڑکا

ان کا بخاندان میر شاہ حسین و منشی رزاعبت باسط مختار
بیاہے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کو اولاد ذکور نہ تھی ننھے خاں
انکے ناتی تھے جو شیخ مودن کے خاندان میں بیاہے تھے۔
ننھے خاں کی دوسری بی بی اور خود ننھے خاں خانقاہ
منگل تالاب میں مرید تھے۔ ننھے خاں بھی مر گئے ڈاکٹر صاحب
بھی اندازی ۳۰ برس ہوا مر گئے۔ ننھے خاں نے یہ مکان
منشی حسن رضا سر رشتہ دار کے ہاتھ فروخت کر دیا اس میں
منشی حسن رضا کی والدہ رہتی تھیں بعد مرنے اون کے
یہ مکان کسی اور نے خرید لیا ہے۔ سبحان علی خاں عمر بھر
جاڑے کے کپڑے کی تجارت کرتے تھے اور بوڑھے ہو کر مر گئے۔ اون کے ورثا کا
حال نہیں معلوم ہو سکا کیا حشر ہوا۔
عـ۸۱ ڈاکٹر سوامی جی ان کا مکان رائے ایسری
پرشاد صاحب کے مکان کے قریب ہے یہ اسسٹنٹ سرجن
تھے۔ ان کو سنیاس کا شوق ہوا یہ فقیر ہو گئے۔ ان کی
آمدنی اچھی تھی خوش مقدور کمانے والے آدمی تھے۔
ان کا سسرال مہراج گھاٹ میں ایک مشہور جی کے یہاں تھا
وہ بھی مقدور والے آدمی ہیں۔ اب انکا مشغلہ تبلیغ کا
کرنا ہے اور وعظ کہتے ہیں منگل تالاب پر۔ روزانہ صبح کو وہ
مندلوں میں اور متفرق جگہوں میں تبلیغ کرتے ہیں۔

بالکل فقیری بھیس ہے اور فقیری طبیعت ہے اور بنیازی ہے اور جوشیلے آدمی ہیں. خیالات پاکیزہ ہیں اور موحدین کا عقیدہ ہے فقیری اختیار کرتے ہیں. بے تعصب آدمی ہیں. سچے اور اچھے خیال میں خدا جسے چاہے اپنی طرف کھینچ لے یہ خدا کی دین ہے اپنی کوشش سے مذہب کی طرف ترغیب نہیں ہوتی. راقم سے سوامی جی سے بہت ربط رہا اور خاندان منگل تالاب کے بڑے قدرداں ہیں بہترین آدمی ہیں اور ملنے کے لائق ہیں. گیتا کا بیان خوب کرتے ہیں.

۸۲ گنگو سنگھ راجہ صاحب کے مکان کے قریب رہتے تھے یہ بہت قوی اور وجیہ جوان تھے. اور پہلوان نما تھے. بہت لانبا قد اور ہاتھ پاؤں کے قوی ہیکل تھے. صورت ہی دیکھکر رعب آجاتا تھا. قوی ہیکل گورے تھے. انہوں نے اپنی وجاہت کا مصرف رعب کا رکھا اور ایک گروہ اپنی اور اپنے شاگردوں کے طیار کر لیا. آخر کار پولس کے دفاتر میں ان کا نام برے لفظوں میں درج ہو گیا. اپنی زندگی تو گذار گئے خوب رعب داب رہا خوب مقدمہ بازیاں ہوئیں ان کے بعد مواقعات جاتے رہے ان کے ورثا میں گزرہ بات نہوئی اور اونکا جانشیں کوئی ان کے گھر میں نہ ہو سکا نواب فدا علی مقتول کے مقدمہ خون میں یہ بھی ملزم قرار

دیئے گئے تھے مگر رہا ہو گئے تھے۔ یہ بہت ہوشیار لڑنے والے اور جرح کرنے والے تھے۔ بازار میں جب نکلتے تو جھومتے ہوئے بڑے ٹھاٹھ سے اور بہتیرے چیلے چاپڑ انکے ساتھ رہا کرتے تھے۔ سڑک پر لوگ ان کی ترکیب کو دیکھا کرتے تھے اور مارے رعب کے اپنی اپنی عزت بچائے بیٹھے رہتے تھے۔ حالانکہ بے ضرورت کسی پر حملہ آور نہ تھے۔

۸۳۔ نرائن سنگھ مقتول کا مکان بھی اسی جگہ بہ کالی استھان میں تھا یہ بھی ایک وجیہ قوی ہیکل آدمی تھے۔ یہ دو بھائی تھے۔ مہاجنی وسط پٹی چلاتے تھے۔ ان کے مزاج میں بہت صلاحیت تھی مگر آریہ سماج کے بڑے حامی اور مددگار تھے اور مذہبی جوش بہت تھا ان میں محلہ والوں سے میل نہ تھا۔ ان کے آپس کی تکرار کا نتیجہ آخری یہ ہوا کہ ہر منڈل گلی میں چند آدمیوں نے ملکر ان کو مار ڈالا اور شبہ میں لوگ پکڑے بھی گئے اور چھوٹ بھی گئے آدمی مہذب ضرور تھے اور قدرداں تھے انہوں نے کسی پر کوئی حملہ نکیا جو حملہ تھا وہ مذہبی تھا۔ زبردستی و بدمعاشی کا حملہ نکیا۔ مذہبی جوش میں انسان جو کرتا ہے وہ کوئی اخلاقی یا قانونی جرم نہیں ہے۔ اشاعت کیلئے

چوری کی کوشش کرتے رہے اور اپنے کاروبار کے اندر سختی اور تیز زبانی اور رعب گانٹھتے رہے۔ خدا جانے کس وضع کی عداوت اندرونی کس سے ان سے تھی جو قتل کا ارتکاب ہوا۔ انسان کو زندگی اتنی ہلکی گزارنا چاہیئے کہ وہ خود کسی کا دشمن نہ ہو پھر اوسکا کوئی دشمن نہیں ہو سکتا۔ آدمی دراصل اپنا دشمن آپ کھڑا کرتا ہے اور خود اپنا دشمن آپ ہوتا ہے۔ انسان اگر اپنے کو سنبھال کر چلے تو اوسکا دشمن پیدا ہونا دشوار ہوگا۔ بے وجہ کوئی عداوت جانی نہیں کر سکتا۔ البتہ بغض بے وجہ بھی ہوتا ہے مگر وہ اتنے بڑے ارتکاب جرم کا باعث نہیں ہو سکتا۔ ایسے جرائم اوسوقت سرزد ہوتے ہیں جب کسی کی کوئی بات ناقابل برداشت ہوتی ہے جسکی اصلاح بجز ایسے جرائم کر دینکے دوسری ممکن نہ ہو۔ مگر یہ راز کھل نہ سکا آخر اونکے مارے جانے کا کوئی سبب شدید ہوا تھا۔ جو کچھ ہوا وہ ہوا مگر یہ ایک مفید قومی آدمی گزرے اور بڑے جیدار تھے اور راقم کے جلیخ برنال میں اچھے آدمی تھے۔ برابر ہر کس و ناکس سے صاحب سلامت کر لیا کرتے اور جھککر ملا کرتے تھے

۸۴۷ سنگرجی حکیم یہ نوجوان حکیم ہرمندل گلی میں مطب کرتے تھے۔ یہ پہلے شخص تھے جنہوں نے یونانی

طب کا علاج ہندوؤں میں جاری کیا اور انکے پہلے کوئی ہندو یونانی طبیب بیاقم کی نظر سے نہیں گذرا تھا بہت دیکھا طب یونانی پڑھا ہوا مطب کرنے والا باقاعدہ طبیب نہیں دیکھا تھا۔ ان کے یہاں اچھا مرجوعہ ہونے لگا ہنود بہت خوشی سے اور ذوق سے علاج کرتے رہے انکو پانچ سات برس گذرا ہوگا یہ موجودہ زمانے کی ترقی کا نمونہ ہیں آدمی بہت ذی علم اور متین ہیں نیز فہم معلوم ہوتے ہیں اور طبیب کے لئے جو خوش مزاجی اور دلجوئی لازم ہے اسکو یہ برتتے ہیں مجھ سے راقم سے گفتگو کا موقع آیا ہے یہ بالیاقت ذی علم آدمی ہیں یہ جلدی ترقی پذیر ہونگے۔

۸۵ شمسو خاں کا مکان بھی کالی استھان میں رائے ایسری پرشاد صاحب کے بغل میں ہے۔ یہ چھوٹے خاں کے بیٹے ہیں اور اچھے خاں کے داماد تھے یہ بھی کی دوکان کرتے ہیں اور رامبر کی مسجد کے پاس دوکان ہے۔ ان کا لڑکا حافظ ہوا ہے اور شاہ کمال خان پہادی کی مسجد میں تراویح پڑھتے ہیں۔ ان سے شاہ داجد سے جو کواکھوہ کے رہنے والے ہیں بہت ربط ہے۔ مفصل حال ان لوگوں کا اچھے خاں منت خاں کے ساتھ ملے گا۔ خوشحالی سے زندگی گزارتے ہیں سسرال والوں سے ان سے ساز نہیں

۸۶۔ میاں الٰہی بخش کا مکان بھی راے صاحب کے
بغل میں تھا۔ یہ دوکاندار تھے چوک پر انکی دکان تھی۔ یہ
منظور ڈرایور کے باپ تھے اور اچھے خاں کے دوست تھے۔
مفصل حال انکا اچھے خاں منت خاں کے حال میں ملیگا
منظور ڈرایور کو راے صاحب نے محلہ کاٹر کا جان کر تعلیم
دلوایا تھا اور ڈرایوری سکھلوایا تھا مگر منظور ڈرایور نے
اون کے یہاں ملازمت نہیں کی۔ یہ تجربہ ہے کہ ڈرایور
یعنی موٹربان گاڑیبان فیل بان یکہ بان اور ہر قسم کے وہ
لوگ جنمیں لفظ بان لگا ہوا رہتا ہے اون میں خاص ایک
شان آجاتی ہے اس گروہ کے آدمی دوست پرست مگر
محسن کش ہوا کرتے ہیں۔ یہ پیشہ ایسا ہے کہ جس میں متفرق
مزاج کے متعدد لوگوں کی صحبت رہتی ہے اور اکثر جاہل
ہی اس کام کو کرتے ہیں۔ اسلیے اچھے لوگ بھی برباد ہو
جاتے ہیں۔ یوں تو ہر نوجوان میں ایک نہ ایک طرح کی
شان بمقتضائے سن ہوا ہی کرتی ہے۔ پڑھے لکھے شریف
اونچے اونچے خاندان کے بچے بھی قدرتاً اپنی فطرتی شانکو
بمشکل دبا کر دیکھانا چاہتے ہیں تو غریب اور جاہلوں کی حالت
کو کیا پوچھنا ہے۔ بس دنیا کا رنگ دیکھنے ہی سے قدرت کا
مزہ ملتا ہے۔ ہر چیز کا شباب لاجواب ہوتا ہے ہر چیز کا

وقت زوال کباب کا مزہ دیتا ہے۔ میاں الٰہی بخش کے
اور اولاد کلکتہ میں ہیں جو کچھ اور کارکرکے اوقات گذاری کرتے ہیں کوئی نیا نام
۸۷ رام لال رستوگی کا مکان بر سر سڑک ہر منڈل
جانے کے راہ پر ہے اور منگل تالاب کے سامنے پڑتا ہے
یہ ایک تاجر تھے ان کی آمدنی دوکان سے اچھی تھی یہ نیک
اور ملنسار آدمی تھے۔ ان کے پاس نہایت خوبصورت
عورت ان کے مکان میں تھی۔ دجنگلے سے اکثر جھانکا کرتی تھی
مگر وہ انکی ملازم تھی۔ بعد مرنے ان کے وہ کوٹھے پر رہیں
اور ہنوز زندہ ہیں اور بہت باتمیز اور روزہ نماز کی پابند
ہیں۔ اکثر ہمیشہ ور عورتوں کو روزہ نماز کا پابند پایا اور
خیرات کرتے دیکھا ناکاؤں کے گلے میں تسبیح ضروری ہے
نوجوانوں کیلئے دام اندوزی تجربہ خود ہو جائے گا یہ زور کمی ہے اور دام ہر کسی
دھوکھا فریب ہے اسکا نام عبادت نہیں ہے کہ شریعت پر
چھری پھیرتے ہوئے عبادت اسلامی ادا کیے جائے۔ اس
قسم کی عبادت کو دھوکھا ہی سمجھنا چاہیے۔ چاہے وہ کسی
رنگ میں ہو جبتک اسلامی شعار نہ ہو مذہبی وقار نہ ہو
تب تک وہ مذہبی عبادت نہیں ہے وہ دھوکھے کی
ٹٹی ہے۔ ناتجربہ کار بچے مذہبی دھوکھے میں آجاتے ہیں۔
ہر پیشہ میں یہ فریب بازی ہے۔ نمائشی عابدوں سے لوگ سخت دھوکھا اٹھاتے ہیں

رام لال جی بہت اچھے آدمی گذرے بہت نیک دل و نیک طبیعت اور ملنسار منکسر حسن پرست آدمی تھے ورنہ اونکی تو ای حالت ایسی نہ تھی کہ اونکو عورتوں کو ملازم رکھنا ضروری تھا اون کا آب نزدل اونکے ہر کاموں میں تکلیف دہ تھا مگر دل بستگی کی غرض سے انہوں نے شغلاً ایک عورت رکھ لیا تھا۔ اونکا مکان ابتک موجود ہے اون کا کون وارث ہے راقم کو نہیں معلوم ہو سکا مکان ابتک قایم ہے۔

۸۸ رحمت اللہ وعبد الرحیم راج ان لوگوں کا مکان برسر سڑک تھا۔ یہ لوگ بڑے شوقین تھے۔ چھوٹا سا مکان اپنے ہاتھ کی کاریگری اوسپر سے چمن اور باغ سب تھا۔ یہ لوگ کماتے اور رکھاتے رہے۔ اس خاندان کے لوگ ابتک بہت کاریگر ہیں اسی خاندان کے ایک آدمی نے ڈاکٹر عظیم صاحب کا مکان خواجہ کلاں گھاٹ میں بنایا ہے جو ان کی کاریگری کا پورا نمونہ اور نمایش ہے اور اظہار ہے ڈاکٹر عظیم صاحب ایک مشہور آدمی ہیں اور بڑے شوقین آدمی ہیں۔ یہ حکیم عبد الحمید صاحب کے نانی ہیں۔ انکا مکان دیکھنے کے لایق ہے ان کی شوقینی اور اوسکے بنانے والے کی کاریگری دونوں کا پتہ ملتا ہے۔ اسی خاندان کا لڑکا حکیم محمد اسحاق صاحب کے یہاں بہ نوکری عطار رہے۔ یہ رنجسوں کے بیمار ... [illegible]

عزت داری کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے ابتک یہ گھر قایم ہے
ورثا ہیں یہ لوگ بڑے منکسر اور ملنسار اور روزگار پیشہ
تھے اوسپر سے مذہبی رسم کے پابند تھے۔ ۱۲ برس کے اندر
اس خاندان کے اکثر لوگ مر گئے اب بھی انلوگوں کے ورثا زندہ ہیں اس سے زیادہ راقم کو
واقفیت نہ رہی اس خاندان کی۔ رحمت علی میاں نے مولوی سراج الدین
وکیل جہان آباد کا مکان بنایا ہی کاریگری دیکھنے کے لایق ہے۔

۸۹ سکنو بڑھی کا مکان ظفر شاہ کی خانقاہ کے
پاس تھا۔ اس شہر میں پالکی نالکی بارہ دری بنانے والا
ان سے زیادہ اوستاد کوئی نہ تھا۔ تقریباً ہر کاریگر کے اوستاد
اس فن میں یہی تھے۔ ترین برس کا عرصہ گذرا ہوگا ان کا
انتقال ہو گیا اون کے ورثا اب ہیں یا نہیں راقم کو خبر نہیں ہے
مگر اوس مکان میں کچھ لوگ بڑھی کا کام کرنے والے ہنوز
موجود ہیں گمان ہو سکتا ہے کہ وہ لوگ اسی خاندان کے
ہوں مگر یقین ہے کہ وہ لوگ خود اس نام کو نہیں جانتے
ہونگے اوس وقت راقم نے اونکو ستر برس سے کم سن نہیں
دیکھا ہوگا۔ اونکا سر ہاتھ سب ہلتا تھا آنکھیں بنی ہوئی
تھیں چشمہ یہ گول آتشی لگائے رہتے تھے۔ شہر میں جہاں
ضرورت عمدہ اور جہیز پالکی کی یا بارہ دری کی ہوتی تھی
یہی بنا کر دیا کرتے تھے۔ انہوں نے اپنی زندگی بڑی عزت داری سے

نباہ لیا۔ کسب کمال کن کہ عزیز جہاں شوی۔ کسی فن کا آدمی
اگر کمال رکھتا ہے تو اوسکی قدر دانی ہر شخص پر ہر وقت پر لازم
ہے۔ ذلیل سے ذلیل پیشہ دار بھی اگر اپنے پیشہ میں صاحب کمال
ہے تو اپنی قدر ضرور کرا لیتا ہے۔ دنیا کا کوئی کام دیوڑا کمال
والوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا جسے کمال ہو جاتا ہے اوس سے
برا بدنامی کا کام انجام نہیں ہوتا وہ اپنے نام و نمود کو غارت نہیں کر سکتا
اوسمیں فطرتاً خودداری اور ایمان داری پیدا ہو جاتی ہے
وہ ایسی حرکت نہیں کرتا جس سے وہ دنیا میں اپنے کو ذلیل
کرا دے۔ جو کام دنیا میں کیا جائے وہ صاحب کمال سے
لیا جائے اوسمیں دعو کھا نہو گا گو گراں پڑیگا مگر کام پختہ
اور اچھا ہو گا۔

عنـ۹۰ـ سید شاہ لال صاحب کا مکان منگل تالاب پر
بنایا گیا۔ انہوں نے مینا ایک خوبصورت اور گانے والی
عورت سے عقد کر لیا تھا۔ اونکے آرام کے واسطے یہ مکان بنایا گیا
اس عورت سے ان کو اولاد نہ تھی ان کے بھائی مرزا نقی ہنوز
زندہ ہیں اون کی اولاد بھی زندہ ہے۔ یہ بی بجا طوائف کی
بہن تھیں مرزا نقی کے اولاد محمد عثمان ہیں جو اچھا گاتے ہیں
اور ہارمونیم خوب بجاتے ہیں۔ بی مینا کی پوری دولت
مرزا نقی بھائی کو بعد مرنے بی مینا کے ملی۔ مرزا نقی کی بہن

لاڈلے صاحب ایک مشہور اور سربرآوردہ مختار شی کورٹ سے
بیاہی گئیں اُدن سے اولاد لاڈلے صاحب موجود ہے۔
لاڈلے صاحب کی بعض اولاد اچھے عہدہ پر یونیورسٹی آفس
میں ملازم ہے اور بعض اولاد دوکاندار ہیں اور بعض اولاد
انکی خوشنام نہیں رہی۔ لاڈلے صاحب کا مکان جو مغلپورہ
میں ہے۔ انہوں نے خوب کمایا اور وہ صاحب زبان کہلاتے
تھے۔ اردو فارسی انگریزی کی لیاقت اچھی تھی۔ دو تین برس
گذرا ہے انتقال کر گئے۔ راقم کے کلاس فلو بھی تھے میرزمان
گندھی کے ناتی تھے اور میر عابد حسین یا کوئی اور نام تھا ادکے
بیٹے تھے۔ ان کے والد براتی میاں لو دیکٹر کے یہاں بہت
بیٹھا کرتے تھے۔ بڑے وضع دار آدمی تھے اور بوڑھے
ہوکر مرے یہ عطر فروشی کا روزگار کرتے تھے۔ میرزمان گندھی
اس شہر میں مشہور آدمی گذرے ہیں۔ لاڈلے صاحب کے
والد بھی عزت داری کے ساتھ رئیسوں کے یہاں ملا کرتے تھے
بی بجا کی ماں بہت بوڑھی ہوکر مریں۔ بی بجا کے یہاں کی
تعلیم و تربیت ایسی مہذب اور عمدہ تھی کہ ان کے یہاں کی
دوشت سے بہتر داشت بڑے بڑے پڑھے لکھے لوگوں میں
نہ تھی جو عمدہ گانے والی اور خوبصورت عورت تھیں۔ انکا وطن
ٹانڈہ تھا۔ ان کے پاس دولت بابو رگھوبر دیال سوندھی

سائن علاقہ مالسلامی کی بہت آئی اور بھی دوست محمد خاں پنجابی پولس انسپکٹر سے بھی بہت دولت حاصل ہوئی بی بی باندی انکی بیٹی نے بہت پیدا کیا اور بازار میں دو دریا مکانات حاصل کئے۔ یہ صاحب جائداد ہیں اور اچھے دولت کی مالک ہوئیں۔ ان کی اولاد ذکور سب پڑھے لکھے اور قابل آدمی ہیں انہوں نے اپنا عقد بھی ایک شریف سید مولوی کبیر الدین صاحب ساکن ڈومراؤں سے کر لیا تھا۔ مولوی کبیر صاحب پہلے زہد مشرب تھے پر وہ باخدا شخص ہو کر ۲۹سنہ میں مرے اور خانقاہ منگل تالاب میں مدفون ہیں۔ مولوی کبیر صاحب کی پہلی بی بی کی اولاد بھی زندہ ہے اون کے بھائی پولس میں ملازم ہیں وہ بھی خانقاہ منگل تالاب میں مرید ہیں۔ باندی نے شباب میں بڑا نام پیدا کیا اور اونچی صحبت میں رہیں انکی لڑکیاں بھی قبالمند ہوئیں اور بڑے مجمعوں میں ان کی بڑی قدر تھی۔ ان کے گانے کی تعریف نہیں ہو سکتی اور انکی صورت اور تہذیب کی بھی تعریف نہیں ہو سکتی۔ خدا نے ان کو نوازا لڑکی بی سعیدہ ہیں جو ٹکاری کی رانی کہلاتی ہیں اور دولتمند ہیں اور بڑی فیض رساں لڑکی ہے۔ بہتیرے لوگوں کو ان سے روزی پہونچ رہی ہے۔ کبیر میاں کی بعض اولاد اس بی بی سے بھی ہے۔ بی باندی تائب ہو کر دین و دنیا میں آرام کی

زندگی بسر کرنے والی ہیں دنیا بڑے عیش سے گذر رہی اور
دین کا سامان بذریعہ توبہ خدا نے نصیب کیا۔ خدا ایسی تقدیر
ہر مسلمان کی دے کہ دین و دنیا دونوں میں عیش میسر ہوا
اور اولاد بھی مفرح حال رہی۔ یہ بی بجا کی نیت کا پھل ہے
انہوں نے اپنی زندگی میں کسی بڑے خاندان کو تباہ و برباد
کرنے کا سامان نہ کیا بلکہ خود بھی ایک بی ام ال سے عقد کیا یہ بھی بڑی صورت
دار بہت عمدہ گانا گانے والی تھیں۔ شاہ لال صاحب خود
بھی اچھا گاتے تھے اور بڑے خوش آواز تھے انہوں نے
مکہ میں مدرسہ میں قرآن کی قرأت کی تعلیم پائی تھی اور بڑے
خوش آواز تھے اور خود جامع زیب خوبصورت اور پیسے
والے تھے۔ ان سب باتوں نے ملکر ان کو بی مینا کی طرف
مائل کیا اور دل بستگی کے لئے انہوں نے عقد کر لیا بی مینا
نے بھی آخر تے سن میں غنیمت جانا۔ شاہ لال مرحوم نے
نہایت دیانت اور انصاف کے ساتھ انکے ساتھ اچھا سلوک کیا کہ مکان بنا دیا
وافر اثاث البیت اور زیورات بار ام دیا خوب پریشان زندگی گذارا خوش نصیب بہت
مہیا کر دیا کہ اوتنا بھر اون کی بی بی کے گھر میں نہ تھا
وارثان بی مینا نے تائب شدہ بی بی مذکور کا نام و نشان
قائم نہ رکھا۔ خود بھی یہ بی بی لاولد تھیں اپنی زندگی میں
دین و دنیا کا کوئی کام نہ کر سکیں جو انسان اپنی زندگی میں

اپنے ہاتھ سے خود اپنے خیال کے موافق کوئی کام نہیں کرجا
تو پھر کوئی وارث ان کے بعد کے لئے کوئی ثواب رسانی کا کام
انجام نہیں دیتا۔ عمر بھر میں جو تجربہ ہوا وہ یہ ہے کہ طوائف
تائب ہو کر بھی اپنے خاندان کے سوا کسی کی خیر اندیش نہیں
ہوا کرتی ہیں صرف بی محمدی جان ایک مستثنیٰ طوائف پایا
جنہوں نے دولت حاصل کر کے مسجد و رسہ بنایا دو نہ
ہر نے شوہروں کو تباہ کیا اور اپنے اقربا کو بنایا۔ جس نے
بازاری عورت سے عقد کیا عمر بھر پچھتاتے دیکھا خود بھی راقم نے
ذاتی تجربہ پایا ہے۔ ناظرین عبرت حاصل کریں گے۔ لوگ
رسماً چہلم چہارم تجہیز و تکفین دنیا والوں کے الزام کے
خوف سے کر دیتے ہیں مرنے کے بعد تو ملکیت دوسرے کی
ہو جاتی ہے وہ مفت کا مال دوسرے کے لئے کون صرف
کرتا ہے۔ بی بی مینا نے گو عقد کر لیا تھا مگر اپنا خیال اپنے لوگوں
کے طرف ہی رہا۔ شاہ لال مرحوم اس عقد سے خوش نہ رہے
اور ان کو دلی آرام اور راحت میسر نہ ہوا۔ راقم خود بھی
تجربہ رکھتا ہے کہ عورتوں کو میہر کے طرف زیادہ تر توجہ
رہا کرتی ہے صاحب اولاد ہونے پر شوہر کے گھر کو وہ
اولاد کا گھر جانتی ہیں۔ لاولد عورتیں دائماً شوہر گشن
ہوا کرتی ہیں اور شوہر کے گھر کو اپنا گھر متصور نہیں کرتیں

اور اپنی عافیت اندیشی سے کہیں زیادہ اپنے نیہر کی کینہ پروری پر آمادہ رہتی ہیں اور شوہر کے مزاج کے خلاف امور پیش آیا کرتے ہیں۔ ایسے شوہر کو دلی تکلیف ہوا کرتی ہے راقم کو اپنے سیکڑوں دوستوں سے اسکا تجربہ ملا ہے اور تذکرہ ہوا ہے اور راقم کا خود ذاتی تجربہ بھی ایسا ہی ہوا ہے۔ راقم خود بھی ایسی ہی بلاؤں میں مبتلا ہو چکا ہے اور ابتک زندہ درگور رہا کرتا ہے نوجوان کو ان واقعات سے سبق لینا چاہیئے۔ عشق را نازم کہ یوسف را بہ بازار آورد ہم چو صنعان زاہدے را زیر زنار آورد۔ محبت کا آندھا دکر (؟) جوانی کا جوش خوبصورتی کی قوت برقی اور اداؤں کی قوت مقناطیسی ناتجربہ کاری کی بدحواسی ورغلان شیطانی کا اور منافقی کی برتاؤ اکثر لوگوں کو ان بلاؤں میں پھنسا دیتے ہیں جو انسان کو عمر بھر رُلاتے ہیں اور تباہ برباد کرتی ہیں آخر کا نتیجہ ہمیشہ بد نکلا کیا ہے۔ کرنے والوں کو عمر بھر خون جگر پینا پڑا اور خون تھوک تھوک کر جان گئی۔ خدا ہر نوجوان کو ان بلاؤں سے نجات دے۔ یہ ایک گردش ہے جو انسان پر آتی ہے اور عمر بھر رولاتی ہے۔ مینے پچاس رئیسوں کو سل کے مرض میں مبتلا ہو کر مرتے دیکھا ہے جسکا تذکرہ میری کسی تصنیف میں نام بنام مل سکتا ہے۔ الغرض بی بی مینا بھی دس برس

ہوا ہوگا مر گئیں اور جائداد سب منتقل ہو گئی اور برباد ہوئی

ایک کوٹھی جس میں اب بہار بنک ہے وہ بھی شاہ لال

مرحوم نے ان کے نام سے بڑے شوق اور محبت سے

بنائی تھی وہ بھی ضایع ہو گئی کوئی نام ونشان بی مینا کا

قایم نہ رہا۔ شاہ لال صاحب شاہ تبارک حسین صاحب

ڈیانواں کے بیٹے تھے اور شاہ مبارک حسین صاحب کے

بھائی تھے اور سید میاں نوادہ کے سالے تھے اور مولوی

ال صاحب ساکن روحانی کے داماد تھے۔ خان بہادر شاہ

کمال صاحب کے چچا تھے۔ عجب خوبی کے آدمی تھے۔ بڑے

نیک دل نیک سیرت خوبصورت پابند مذہب خوش عقیدہ

حاجی متخیر نوجوان رئیس تھے۔ راقم کے ساتھ یہ از برادری

ربط تھا۔ مولوی ال صاحب۔ مولوی وحید صاحب کے بھائی

تھے اور میر قادر علی برادر مولوی شبیر علی دادا مرحوم کے

داماد تھے۔ میر قادر علی کے بیٹے مولوی نصیر تھے فرید پور

علاقہ جہان آباد گیا میں انکا مکان ہے صاحب اولاد تھے اور بارہ خاندان امیر علی خاں

صاحب ڈیانواں مگر نہسہ کرائے پر سرائے تمام سے ان کو

تعلق قرابت داری کا تھا اور نوادہ سائیستہ باد ذخیرہ تمام سے قرابت

داریاں تھیں۔ ان کی اولاد ذکور درذات موجود ہے تخورہ

سدن بابو کے خاندان میں دو لڑکیاں بیاہی ہیں عبد الرحمن

ان کے لڑکے شاہ کمال صاحب خان بہادر کے داماد ہیں خلیل الرحمن ایک لڑکے ہیں انکی شادی کٹرہ میں ہوئی تھی منان میاں ایک لڑکے ہیں وہ نہال میاں سملی کے داماد ہیں۔ شاہ لال مرحوم کی ساس راقم کے والد ماجد کی اپنی چچیری بہن تھیں۔ یہ سب لڑکے خوش اخلاق اور باتمیز ہیں مالی حالت کچھ خراب ہوگئی ہے وہ حیثیت نہیں رہی جو شاہ لال مرحوم کے وقت میں تھی۔ بفضلہ خوش حال ہیں اور سب پڑھے لکھے خواندہ ہیں۔ شاہ تبارک حسین کا خاندان بڑا فیض بخش خاندان ہے ہزاروں آدمیوں کو اس خاندان سے فیض پہونچا کیا ہے اور ابتک پہونچ رہا ہے اس خاندان میں مروت اور سخاوت بچہ بچہ میں ہے یہ خاص صفت خدا نے اس خاندان میں دیا ہے شاہ لال مرحوم اپنی زندگی بہت اچھی گذار گئے اور بال بچوں کو بھی تکلیف سے نہیں چھوڑا۔ اس عقد کے بعد کچھ قرضدار ہوگئے تھے۔ اس گھر کے بنانے میں ادنکا اپنا گھر کچھ مصیبت میں آگرا تھا الحمد للہ خدا نے سنبھال رکھا ہے۔ مولوی آل حسن صاحب نے کشمیری کوٹھی میں ایک مکان بزور غلام نبی خاں مختار ہائی کورٹ کلکتہ بنایا اب اسی میں اولاد شاہ لال مرحوم سب موجود ہیں۔ غلام نبی خاں کا مکان منیر میں تھا ادنکی اولاد

واعظ الدین خاں اور قمر الدین خاں کے لوگ منیر میں زندہ ہیں۔
غلام نبی خاں عمر بھر مولوی ال صاحب کے مکان میں کلکتہ میں
رہے یہ مکان ولی الہ لین میں تھا ورثا نے اس مکان کو فروخت
کر ڈالا یہ مکان پٹنہ والوں کا اڈہ گاہ تھا۔ مولوی سراج الاسلام
وکیل خان بہادر کلکتہ ہائی کورٹ کے مکان کے قریب یہ مکان تھا
یہ مکان دراصل مولوی فضل صاحب کا تھا مولوی فضل صاحب
مولوی ال صاحب کے ماموں تھے مولوی امین صاحب کو ترکہ میں ملا
لڑکے مولوی ال صاحب سے قرابت خاص تھی مولوی امیر صاحب
مولوی ال صاحب کے بہنوئی تھے مولوی امیر صاحب کے
لڑکے مولوی معین سب ڈپٹی ہیں۔ مولوی وحید کے لڑکے ڈپٹی
سید حسن ہیں وہ سر علی امام کے داماد ہیں یہ صاحب مولوی
وحید صاحب برادر مولوی ال صاحب کے بیٹے ہیں۔ یہ ڈپٹی
واجد حسین خان بہادر کے قریب تر عزیز ہیں۔ مولوی وحید صاحب
کی شادی بخاندان نواب امیر علی خاں صاحب بارہ ہوئی تھی اس
خاندان سے نیورہ سے جزئیت خاص ہے۔ مولوی شرف الدین
صاحب جج ہائی کورٹ کے بھائی مولوی فخر الدین مرحوم کی
شادی نواب صاحب کے خاندان میں ہوئی سر علی امام کی
پہلی شادی مولوی فخر الدین کے یہاں ہوئی تھی اوسی سے
لڑکے ہیں۔ سر علی امام کے داماد مولوی نجو صاحب دومری ہیں

مولوی فخرالدین ساکن نیورہ جسٹس شرف الدین و مولوی نصیر الدین وزیر
بھوپال کے بھائی تھے۔ ان لوگوں کی ہمشیرہ سر علی امام و مسٹر
حسن امام کی والدہ ہیں۔ مولوی وحیدالدین خاں صدر اعلی ساکن
کرائے پرسرائے سر علی امام و مسٹر حسن امام کے دادا تھے۔ نواب
امداد امام ان کے والد ہیں شمس العلما مولوی وحیدالدین خاں تھے
شمس العلما نواب امداد امام صاحب خان بہادر بھی ہیں۔
ان لوگوں کا تفصیلی حال نیورہ کے حالات میں لکھا جائیگا۔
نواب امداد امام صاحب کے بہن کی لڑکی سید نجم الحسن پسر اکبر
راقم کی اہلیہ ہے۔ ایک بہن راقم کے چچیرے چچا مولوی امام الدین
مرحوم سے بیاہی تھیں جنکے داماد مولوی وحیہ الدین رجسٹرار
ہیں۔ مولوی وحیہ الدین کے داماد حبو میاں ولد شاہ عدن صاحب
ساکن جعفری چک بہار شریف ہیں جنکے میاں سید نظر الحسن پسر اصغر راقم کے
سالے ہیں۔ مولوی امام الدین قاضی مظہر علی کے بیٹے تھے۔
قاضی نجم الدین قاضی نظام الدین برادر قاضی امام الدین کے
بیٹے تھے۔ قاضی شمس الدین قاضی نجم الدین کے بیٹے ہیں۔ قاضی
وحیہ الدین قاضی نجم الدین کے بھائی تھے اور حافظ احمد شاہ
مرحوم کے داماد تھے۔ قاضی نجم الدین کے دادا قاضی مظہر علی
اور اونکے نانا قاضی نیاز علی اور براتی میاں کے والد مولوی
اظہر علی اور راقم کے دادا مولوی شیر علی یہ سب چچیرے بھائی تھے

ان لوگوں کا مفصل حال خواجہ کلاں وارڈ میں ملے گا۔ قاضی
نجم الدین کی شادی سالارپور میں ہوئی تھی۔ حافظ سید احمد
رضا خاں سکندپور نواز جنگ حیدرآباد ہائی کورٹ کے جج
تھے اون کے بھائی محمد یحییٰ تھے۔ حافظ صاحب کے ناتی
سدین تھے۔ بڑے سید اور چھوٹے سعید یہ دونوں ظہیر بھائی
سالارپور کے داماد تھے اور مولوی عبدالحکیم وکیل نگرنہسہ بھی
ان کے داماد تھے۔ اون کے لڑکے بی اے میں پڑھتے ہیں۔
ظہیر بھائی کے لڑکے محمد وزیر تھے اور ایک لڑکے محل دوم
سے ظفر نامی پولس میں ملازم ہیں۔ حافظ صاحب مولوی
امان علی خاں کے خاندان کے ہیں۔ مولوی امان علی خاں و
مولوی افضل علی خاں مولوی شیر علی دادا مرحوم کے چچیرے
بھائی تھے۔ مولوی فخرالدین وکیل گیا حافظ احمد رضا کے چھوٹے
بھائی تھے اور بہنوئی تھے۔ مولوی فخرالدین کے بھائی مولوی
یوسف نتول تھے اون کے بیٹے مولوی منظر ہیں مولوی یوسف کے
داماد خان بہادر شاہ کمال ہیں اونکے ایک داماد بہار کے
محمد سبحان تھے مولوی نعمان نگرنہسہ از خاندان مولوی ظہیر مرحوم
بھی اسی خاندان کے داماد ہیں محمد شکراللہ نتول ولد مولوی
عبداللہ راقم کے بڑے داماد تھے جنکی اولاد محمد نعمت اللہ تھے۔
ان کی شادی منشی وزیر علی ابوالحسن کے یہاں ہوئی

وہ لڑکی لاولد مری دونواولادیں ہو کر مری دوسری شادی انکی
نگرنہسہ میں منشی غفار کی لڑکی سے ہوئی دوسرا لڑکا محمد نوراللہ
راقم کا نانی میر شاہد حسین ولد میر واجد حسین رانی پور کے
لڑکی سے بیاہا ہے اور صاحب اولاد ہے۔ حافظ احمد رضا کے
بھائی محمد یحیٰی کے داماد مولوی محبوب چوہٹہ ہیں اون کے بیٹے
محمد کلیم وکیل ہیں یہ شاہ جلال کے داماد ہیں شاہ جلال شاہ کمال
خان بہادر کے بھائی تھے جنکے بیٹے شاہ اقبال ہیں۔ شاہ جلال
کی شادی مولوی شیر علی دادا مرحوم کی نتنی سے ہوئی۔ شاہ
اقبال شاہ کمال کے داماد ہیں۔ شاہ جلال مولوی علی حسین
بہو بہا مرحوم کے داماد تھے۔ مولوی علی حسین مسٹر نہال بارسٹر
کے والد تھے مسٹر نہال کے بھائی مسٹر جمال بارسٹر ہیں یہ بھی
سیر علی امام کے داماد ہیں مسٹر نہال کے بیٹے مولوی منظور وکیل
ہیں ان کا نانہال ضلع گریا میں ہے مسٹر نصیر صدر اعلیٰ کی شادی
بخاندان مولوی شیر علی دادا مرحوم ہوئی یہ مولوی صاحب کے نانی
حافظ علی شیر مرحوم کے داماد ہیں ان کے لڑکے چھومیاں ہیں۔
مولوی نصیر قاضی رشید کے بیٹے ہیں انکا مکان ضلع گریا میں ہے بھائی
وہ محرر تھے سارا لودیکٹرہ تقریباً ایک دوسرے کی برادری ہے
اور صاحبان فرید پور سے ایک دوسرے کو قربتی لگاؤ ہے۔
فرید پور کے اصل مورث مولوی اسحاق مرحوم تھے جو راقم کے

سکے دادا کے پردادا تھے۔ ان لوگوں کا پورا حال مولوی منظر علی شاہ مرتب کیا تھا
اور کچھ دنوں کے پاس ہم نے کارام اپنا ایک جگہ دیکھا تھا ممکن ہے کہ وارثوں کے پاس
ہو۔ برادری تو برابری سے جاری رہتی ہے شادیات میں
پہلے لوگ ضرور شریک ہوا کرتے تھے آپس میں ایک دوسرے سے
ملتا تھا قرابت تازی ہو جاتی تھی اور ایک دوسرے سے واقف
رہتا تھا لوگ اپنے برادری میں لڑکوں کو ضرور لیجاتے تھے تاکہ
قرابت والوں کو تلاش نسب میں آسانی رہے۔ وہ ہر ایک
جانتا تھا کہ فلاں کا لڑکا اہل قرابت میں موجود ہے نسب نامہ
جلدی سے دریافت ہو جاتا تھا اور کف میں شادیاں ہو جاتی ہیں
اب تو دولت کی تمنا میں غریب بھائیوں کی لڑکیوں کے نسب
میں سخت دقت پیدا ہوا کرتی ہے۔ اہل قرابت ایک دوسرے سے
ناواقف ہوتے گئے آمد ورفت کم ہو گئی اسلئے اغیار کی طرح
حسب ونسب دریافت کرتے ہیں دقت پیدا ہوتی ہے اور غریب
اہل قرابت کی تو مٹی خراب ہے دنیاوی عروج جسکو ہے وہیں
مجمع ہے وہیں قرابت اور غیر قرابت والے جمع ہیں ورنہ اوسط
اور غریبوں کے یہاں ماخوذ قرابت قریب کون جاتا ہے رفتہ رفتہ
لالچ اور غیرت بڑھتی جاتی ہے اور ہمدردی کم ہوتی گئی اقبالمند
کی قرابت داریاں ڈھونڈ ڈھونڈ کر پیدا کی جاتی ہیں اور جسے
دنیاوی اقبال نہیں ہے باوجود خاص قرابت کے اداسے۔

قرابت سے چھانٹ دیا جاتا ہے پہلے خون کے لگاؤ پر لوگ
جان دیتے تھے اور اب مال کی قدردانی کے سوا خون کا لگاؤ
اور قرابت کا لگاؤ محض بیکار بلکہ باعث ذلت جانا جاتا ہے۔
اگر آپس میں لڑائی ہے تو مسلمان تو کمزور ہی ہوتے جائینگے
بجائے نفع کے نقصان ہی ہوتا جائیگا مگر یہ ماننے کے رخ کو
خدا ہی پلٹے تو پلٹے گا انسانی طاقت سے تو باہر ہے یہ سب
بوسیدہ خیال ہے ریفارمڈ خیالات جس رنگ پر چلائیں چلنا چاہئے
نفع و نقصان خود تجربے سے بتائیگا کیا کرنا اچھا تھا۔

۱۱۸ منوہرداس نئی سڑک کے پڑاؤ کے پاس ایک
مارواڑی بہت بوڑھے ہو کر مرے ابتدائی حالت میں یہ گھر
معمولی مارواڑیوں کا سا تھا مگر ان کا اقبال تھا جن دنوں
کی ترقی اللہ نے دیا یہ کثیر الاولاد تھے اولاد در اولاد دیکھکر بہت
سن پاکر قضا کیا ہے اور سات آٹھ برس ہوا ہے ان کا انتقال
ہوا ہے۔ انہوں نے رفتہ رفتہ بڑی زمین حاصل کیا بڑا بھاری
مکان بنایا بڑا بکار خانہ پھیلا ہوا ہے۔ یہ تجارت کرتے تھے گھر
میں سوپنگ کی کثرت ہے اور سب کا خیال روزگار کی طرف ہے
ہر آدمی محنتی اور کمانے والا ہوا ماشاء اللہ یہ گھر روبہ ترقی ہے
مورث نے بوجہ سن و عدم صلاحیت کے جھکر سب کام چھوڑ دیا تھا
اور چپ سے رہا کرتے تھے مارواڑیوں میں مورث کی بڑی قدر

کرتے ہیں مارواڑی اور بنگالی مورتوں کو دیوتا جانتے ہیں۔
اور بہت آرام رسانی کا خیال رکھتے ہیں اسلئے گھر میں کومتی
نہیں رہتی اور بزرگوں کی دعا ملا کرتی ہے اوسکا نتیجہ یہ ہو کہ
دونوں گروہ بہ سر عروج دیکھائی دیتی ہی اور گروہوں میں تو
مورثونکی ایسی ناقدری ہوتی ہے کہ اوسکی زندگی وبال جان
ہو جاتی ہے اوسکی نافرمانی اور دل شکنی کو لوگ فخر جانتے ہیں۔
قدیم اولاہیں ہوکر رہتا ہے اوسکی تجربہ کار رائے ز لوگوں کے مقابل
ہیں ہیچ وہ بھی مصرف کے کبھی ہوتی اوسکے ایذا رسی کی پروا نہیں
کی جاتی ان آنکھوں نے جاہلوں کو دیکھا ہے اور بوڑھوں کی
جو جو سزائیں دیکھی ہیں وہ ناگفتہ بہ ہے بلکہ زد و کوب کی نوبت
دیکھا فاقہ کشی دیکھی ناپرسانی تو علی العموم جاری ہے۔ پڑھے
لکھے اونچے اونچے لوگوں میں مار پیٹ تو نہیں ہے مگر لاپرواہی
تو علی العموم ہے بوڑھے لیکھا بن جاتی ہو اور وہ بیکار اور بڑا نے خیال کا کہا جاتا ہی
حالانکہ وہ معذور مجبور ہیں گھر وراثت پیدا نہیں کر سکتا اپنے لیئے عافیت اور
مزیداری میں سب ہی ہیں اور بوڑھے پر رحم نہیں کھاتے اوسکا
مال کھاتے ہیں دستیئے گذشتہ محفوظ کا پھل پاتے ہیں اسکی زندگی تو ایسی ہے تکلیف سے بسر ہوتی ہے
اور ناانصاف لوگ اوسکی خبر نہیں لیتے۔ وہ دل سے بد دعا
دیتا ہے اور معذور کی مجبور کی دعا حق اجابت اور قبولیت
رکھتی ہی۔ گو وہ تکلیف جھیل لیتا ہے چند روزہ زندگی کاٹ لیتا ہے

پر وہ عادل احکم الحاکمین اس کا بدلا لے چھوڑتا ہے مگر انسان نہیں سمجھتے آدمی میں انسانیت رحم و انصاف اخلاق ہونا لازمی ہے دنیا کی زندگی چند روزہ ہے ایک دن ختم ہونا ہے اور کل چیز چھوڑ کر سب کو جانا ہے پر لگا نہ وہ پورا مالک رہ سکا نہ اس کا جانشین دنیا مالک رہ سکتا یہ تو خدائی مال ہے آج میں منتظم رہا کل تم رہے پرسوں اور کوئی منتظم ہوگا جو کر لیا وہ کر لیا جو برا کیا وہ برا کیا بھلا کیا وہ اچھا کیا ان دو گروہوں میں لوگ سن پا کر ضرور تارک دنیا ہو جاتے ہیں اور اپنے اپنے عقیدہ کے مطابق اچھا کام ثواب کا ضرور کرتے ہیں۔ میری گروہ کو ان سے سبق لینا چاہیے آخری وقت میں خدا خدا کریں بندی وہوس ماکی در عہد شباب دلی ہر جو لوگ آخری عمر تک دنیا کو دانت سے پکڑے رہتے ہیں آخر زندگی میں وہ زوال لیکر مرتے ہیں۔

نمبر ۱۱۱ بڑے گورکھ جی ان کو راقم نے سن دار دیکھا تھا جس وقت یہ کاروبار چھوڑ کر مذہبی آدمی ہو چکے تھے یہ بڑے مذہبی تارک الدنیا اور منکسر اور ملنسار آدمی تھے ظاہری وجاہت تو بوجہ بوڑھاپے کے ان میں باقی نہ رہی تھی جر مر ہو گئے تھے بڑے مخیر اور رحم دل آدمی تھے ان کے بیٹے نند دبابو کا دو دبا کرتے تھے وہ بھی باپ کی طبیعت کے آدمی تھے۔ ملنساری اور انکساری رحم دلی شیر دلی مخیر پن اس خاندان میں سب میں ہے

یہ لوگ بہت ہوشیار اور باقبال مند تھے. بوڑھے صاحب کو
لوگ اقتدار سے دیکھتے تھے اور سب مارواڑی ہاتھ جوڑ کر
سرکار سرکار کہتے تھے. یہ اقتدار اور نئی دولت کا زمانہ تھا دولتمند
اور بھی مارواڑی اوسوقت موجود تھے مگر انکا نیک دل ہونا اور
حسن دار ہونا اور انکی صفات اور اخلاق حمیدہ نے اُن کو عزت بڑھا دیا تھا
نندو بابو کے نام رس اور بہت خلیق ہو گئے تھے چندے بہت دیا کرتے تھے
رائے صاحب بھی ہو گئے مارواڑیوں میں اس شہر میں خطاب پانے
والے یہ پہلے شخص گذرے. میونسپل کمشنر بھی تھے. وہ جوان ہی
مر گئے اون کے بعد رائے صاحب لالہ پاکشن چیلان جانشیں ہوئے
انہوں نے اچھی ترقی کیا مالی اور آبرو کی ترقی اچھی ہوئی.
جہاد گنج میں راقم کے ساتھ آنریری مجسٹریٹ تھے. [illegible]
کھولا موٹر کا کارخانہ کھولا مسٹر روکس صاحب انجنیر کا مکان ن د
باغ بانکی پور میں خریدا گورنمنٹ لاہری کے ٹھیکہ دار ہو گئے قلعہ کا
مکان خریدا نایاب چیزیں خریدا کتب خانہ درست کیا کتابیں قلمی
جمع کیں قرآن مجید نایاب انکے گھر میں ہے شاہی نایاب تصویریں
خریدا ان کا مکان قلعہ ایک عجائب خانہ ہے. قلعہ کا مکان بہت
خراب حالت میں آگیا تھا اچھی جگہ اچھے آدمی کے ہاتھ میں آئی
ان کے لئے قلعہ کا مکان موزوں تھا بہت شاندار اور دولتمند آدمی
میں انہوں نے خوب درست کیا. اس مکان میں گورنر کی پارٹیاں

ہوا کرتی ہیں اس کام کیلئے یہ جگہ خاص موضوع ہے اکثر پارٹیاں
اور تقریبیں ہوا کیں انتظام لاجواب اخلاق بے انتہا انسانیت
اعلیٰ درجہ کی برتا کرتے ہیں۔ ہندو مسلمان انگریز بنگالی ہر مذہب
اور ہر ملت کے آدمی بڑے سے بڑے اور اونے سے ادنے
آدمی کی خاطر داشت ہوا کی۔ ان میں سلیقہ ہر بات کا کوٹ کوٹ
کر بھرا ہوا ہے۔ اقبال بھی بر سر اوج ہے۔ انسان کو جب
اقبال ہوتا ہے اوسکی ہر ہر بات پسندیدہ خلایق ہونے لگتی ہے
اور اوسکا دماغ بھی ایسے ہی کام کی طرف مائل رہتا ہے جس سے
خلایق میں ممدوح ہو جائے وہی شخص جب گردش میں آتا ہے
اور وقت بد کا سامنا ہوتا ہے ایسے حرکات سرزد کرنے لگتا ہے
کہ کوئی بیوقوف بھی ویسا نہیں کر سکتا۔ دنیا کا اتار چڑہاؤ راقم
کی نظروں سے بہت گذرا ہے۔ بیوقوف اور بدنام اور نا کارہ
آدمی کو جب اقبال آیا اوس سے وہ وہ عمدہ باتیں سرزد ہوئیں
کہ تمام دنیا تعریف کرنے لگتی ہے اور عقلمند سے عقلمند پر جب
برا وقت آتا ہے اوسکو دنیا بدترین آدمی کہنے لگتی ہے۔ یہ
اقبال و ادبار خاص ید قدرت میں ہے۔ خدا ہر آدمی کو اقبالمند
بنائے اور مستقل اقبال رکھے۔ رایصاحب ہمہ وجوہ اپنی قوم و
گروہ و خاندان کے روشن کنندہ ہیں۔ سال میں چند پارٹیاں
جاڑوں میں ہوا کرتی ہیں اور ہر طبقہ کے آدمی شریک ہوا کرتے ہیں

باوجود ان سب باتوں کے راےصاحب بہت مذہبی آدمی ہیں۔
اوسپر سے سوشیل اور فن تجارت میں مشتاق ہیں ان کو سیاست
سے زیادہ شوق نہیں ہے یہ سوشیل لائف اور تجارتی لائف
زیادہ پسند کرتے ہیں اور ہر طبقہ کے آدمی سے ربط ہے. مذہبی
وقتوں میں اونکا مذہب جو کہتا ہے اوسکے مطابق برتاو کرتے
ہیں۔ان کے پاس ہنوز کافی دولت ہے اور بہت سچے آدمی
ہیں. کتابوں اور قرآن پاک کا احترام کرتے دیکھا انکے یہاں
مسلمان ہندو سب نوکر ہیں ان کے ظاہری برتاوے تعصب
اور نفرت قومی حقارت کی بو معلوم نہیں ہوتی ہے اسوقت شہر میں
اچھی عزت کے آدمی ہیں۔ آنند باغ اس شہر میں راے راداکشن
بہادر کا ایک مشہور باغ مینن گھاٹ میں برلب دریا تھا پہلے
وہ لاجواب جگہ اس شہر میں تھی اور راےصاحب کے وقت تک
اوس میں گورنر اور حکاموں کی پارٹیاں راےصاحب کیا کرتے تھے
اون کے بعد سے وہ باتیں ختم ہوگئیں تھیں مگر راے امبادرناتھ صاحب نے
اونکی جگہ لی اور یہ دوسرے آدمی پیدا ہوئے جو وہ تہذیب پھر
نظر آجاتی ہیں ورنہ یہ باتیں خواب وخیال ہوجاتیں شہر میں
لوگ ہو دولتمند ہیں مگر اس طرف اون لوگوں کا نہ خیال ہے نہ
ایسے موقعات کا اون کو موقع ملا ہے یا ملتا ہے ان کی ذات
اس شہر کیلئے اسوقت غنیمت ہے لاثانی ہر سیٹھی سے بانکی پور تک

دوسرا آدمی اس وضع کا موجودہ وقت میں نہیں ہے ان کی لائف
قابل الذکر ضرور ہے۔ ان کی رہائش بڑے بڑے جنٹلمین سے
کم نہیں ہے اور بہت عیش سے گذار رہے ہیں ۱۹۴۶ء کے دسمبر
میں انھوں نے بیٹے کی تقریب شادی کی وہ یادگار جلسہ رہا۔

ع۱۱۲ چھوٹے گور مکھ انکا مکان بھی مرجانی گنج ہی میں تھا۔
انکی بھی تجارت اچھی تھی۔ ان کے لڑکے کے پاس ایک نہایت
عمدہ گھوڑا برابر رہا کیا۔ اپنے وقت تک انکا کارخانہ اچھا رہا اس کے
بعد ان کے لڑکے کو جہان آباد میں پورن مل ماڑواری کے کارخانہ
میں ملازمت کا موقع آگیا پھر خبر نہیں ان کے ورثا کا کیا حال
ہوا۔ یہ ایک دولتمند آدمی تھے مگر ان کے وقت ہی میں لڑکوں کی
عدم توجہی اور عیش پسندی و غفلت کی وجہ سے انکا کارخانہ خراب ہونے لگا
تھا۔ بوڑھے ہو کر بیس برس ہوا ہوگا قضا کیا۔ ان سے بڑے
گور مکھ جی سے بہت ربط تھا۔ ان میں علمی قابلیت بھی تھی
اکثر مذہبی گفتگو بھی کیا کرتے تھے اور جواب کافی دیتے تھے قائل
نہیں ہوتے تھے اس سے ان کے دماغ کا موازنہ ہو سکتا ہے۔

ع۱۱۳ بلاسی رام سنہی مل سر جو مل ان لوگوں کی دوکان
نواب فدا علی والے مسجد کے کٹرہ میں تھی۔ بلاسی رام کو مرے ہوئے
۵۰ برس ہو گیا ہوگا راقم کی شادی میں جسکو اندازی ۵۵ برس
ہوا ہوگا ان سے سودا خرید اگیا تھا یہ بہت پرانے تاجر تھے۔

یہ پھیری کر کے کپڑہ فروخت کرتے تھے۔ کچھ اسباب خود لیکر چلتے تھے بڑھاپے تک یہ پھیری کرتے رہے بڑے پر مذاق ہنس مکھ آدمی تھے سودا خوب بیچا کرتے تھے۔ ان کو فن تجارت خوب معلوم تھا۔ بڑے مالی آدمی تھے انہوں نے میر ابو سعید خان بہادر کے دربار میں ان کے بیٹے محمد عمر کے ختنہ میں تاجروں کے مقابلے میں سیکڑوں گز نیا رنگا دو پیسے گز فروخت کر ڈالا اوس وقت کے تاجران اس رنگ کو دیکھکر الگ ہو گئے خان بہادر نے تاجروں سے کہدیا کہ جس شخص نے ان پر اسقدر خسارہ سہا ہے اب سارا سودا شادی کا بجز ان کے دوسرے سے خریدا نہیں جائیگا۔ اوس وقت کے روسا میں یہ خیال تھا کہ ایسے تاجر کو بجائے نفع نقصان ہوا ہے تو نقصان مٹا کر اوسکو نفع پہونچانا چاہیئے چنانچہ ہزاروں ہزار کا نفع ان کو پہونچایا گیا۔ آخر عمر میں بلاسی رام پھیری کے لایق نہ رہے سنہی مل نے دوکان کھولدی دوکان اچھی چلی بعد مرنے بلاسی رام دوکان چل نہ سکی سنہی مل کو ایک حافظ صاحب نے چوریکا لوٹ دیدیا اوس مقدمہ میں بڑی ذلت ہوئی روپیہ صرف ہوا بہوا زیگیا آخر کار دوکان اٹھہ گئی مالی حالت خراب ہو گئی۔ سنہی مل کی اولاد ہوگی کچھ بھیر خبر نہ مل سکی ان لوگوں کا کیا حال ہوا۔ سرجو مل بڑے گورے تسیم و تحیم وجیہہ اور بہت خوش قطع خوش وضع خوش طبیعت پر مذاق مہذب قدردان خوش پسند پہلے مانس

طبیعت کے آدمی تھے۔ یہ بھی مر گئے انکا لڑکا نہایت خوبصورت خوش وضع خوش طبع آدمی تھا۔ وہ کسی مارواڑی کے دو کانیں چاندیکی کاروبار میں ملازم ہو گئے تھے۔ پانچ سات برس سے بغیر کوئی خبر ان لوگوں کی نہ ملی بارہ برس کے اندر یہ خاندان برباد ہو گیا اور گم نام ہو گیا۔ اس خاندان کے لوگ بہت ہی اچھے اور ملنسار لوگ تھے۔ اس دوکان میں غالباً اسی خاندانکا کوئی مارواڑی دوکان دار ہو گا کیونکہ اسی دوکان سے کاروبار محمد عمر مرحوم کا تھا یہ لوگ قدامت پسند تھے اور احسان فراموش نہیں تھے جن درباروں سے بنے ان کا اون کے ورثا کا احترام کرتے رہے۔

۱۱۴۴ مالی رام پالی رام کی گدی بھی مرچائی گنج میں تھی ان کا بڑا بھاری کاروبار غلے کا بہ نیل کوٹھی میں تھا گدام ہی لاکھوں کا بنا ہوا اسوقت تک موجود ہے اسوقت ان کے کاروبار کے مقابلے میں کسی مارواڑی کا کام غلے کا ایسا نہ تھا یہ ریلی برادرس سے مقابلہ کرتے تھے۔ چالیس برس کے اندر انکا کام خوب چلا اور پھر کم ہوتے ہوتے اب گدام بند ہو گیا۔ ان کے جانشینوں کا حال مفصل راقم نے دریافت نکیا عروج و زوال ہر خاندانکا ہوا کرتا ہے کم خاندان ایسے دیکھے گئے جسکا عروج ایکساں رہا ہو ان آنکھوں نے کیا کیا نہ دیکھا کتنے خاندان بنے اور بگڑے

کیا کیا عروج ہوا اور کیا کیا رنگ بدلا اس گدام کے پاس
راستہ بند ہوا کرتا تھا اسقدر بیل گاڑیوں کا اور مال کا ہجوم
تھا کہ ریلوے کمپنی کو سائڈنگ بنانیکی ضرورت ہو گئی تھی۔ ان
لوگوں کا عروج اس شہر میں بہت بڑا ہوا۔ خدا کی خدائی میں
روزمرہ آدمی بنا اور بگڑا کرتے ہیں۔ پھلے پھولے اور مرجھا گئے
باغ دنیا ویران نہیں ہوگا ایک گئے دوسرے طیار ہو گئے۔
یہ چمن یونہی رہے گا اور ہزاروں جانور اپنی اپنی بولیاں سب
بولکر اڑ جائینگے۔ لوگوں کی سوانح عمری کہانی نہیں ہے اور نہ
دنیا کی روش اونکا حال کھلتا ہے عبرت ہوتی ہے دنیا کی بیثباتی
معلوم ہوتی ہے۔ اس سرا کا مسافر آتا اور جاتا ہے بڑے بڑے
لوگ آئے اور گئے کوئی مستقل طور پر یہاں زندگی اور اقبال
پر ڈٹے رہنا کس عقل کا کام ہے آپلوگ غور کریں کتنے آدمی
اور کیسے کیسے دولتمند کیا ہو گئے ہم آپ بھی ایکدن رہنے
والوں میں نہیں ہیں۔

ع۱۵ منشی رام مشہور مارواڑیکا مکان ہنوز مرجانی گنج میں موجود ہے
لاکھوں کا بنا ہوا مکان ہے۔ ان کے وقت میں بھی انکا اچھا
عروج ہوا یہ بھی آدمی خوش اخلاق تھے۔ اپنی زندگی اچھی
گذار گئے اور جوان ہی مر گئے۔ ان کے ورثا ہیں مگر راقم زیادہ
اون لوگوں کے احوال سے واقف نہیں ہے راقم خود گوشہ نشین

ہو گیا تحقیقات کم کرتے اسلئے پبلک سے اب زیادہ واقفیت نہیں رکھا۔ اپنے شباب کے زمانے میں سب سے ملاقات بھی سب کا حال لکھتا رہا اسلئے ایک ذخیرہ راقم کے پاس جمع ہو گیا اور گذشتہ لوگوں کی یادگار آپ لوگوں کے سامنے پیش کر سکا

۱۱۶ء جادو رائے کا مکان بھی ہرجائی گنج میں تھا ان کا کاربار لوہا ڈھالنے کا کل داناپور میں تھا۔ یہ دبلے پتلے آدمی تھے بہ وجہہ آدمی نہ تھے مگر اچھی دولت انہوں نے حاصل کیا اور بہت کچھ چھوڑ کر جوان ہی مر گئے ان کے بھائی اور ورثا ہنوز داناپور میں ہیں اور کارخانہ بھی ہے ان کے مالی حالت پر بھی اثر آگیا تھا مگر ورثا نے سنبھال لیا۔ جادو رائے کا بھی اچھا گذر ہوا۔ انکا بھی نام شہر میں بہت مشہور تھا اب کوئی یاد بھی نہیں کرتا بہتیرے تو نام بھی نہیں جانتے ہوں گے۔

۱۱۷ء اگر وہر چوبے کا مکان کھجوری گلی میں تھا۔ ان کے والد بوڑھے آدمی بہت معتدل آدمی تھے اور بڑے اخلاق مند مہذب بااخلاق غیر متعصب تھے اون کا نام راقم بھول گیا ہے اگر وہر چوبے دو بھائی تھے انلوگوں نے بڑے ٹھاٹھ سے آرام کی زندگی باعزت گذار دیا۔ ایک بھائی بنک میں ملازم تھے دوسرے بھائی بھی کہیں ملازم تھے۔ اس خاندان میں ایک نوجوان اولاد ان دونوں میں سے کسی کی تھی۔ ان لوگوں کے

مرنیکے بعد یہ صاحبزادہ رندانہ زندگی گذارنے لگے اور شاہجی ایلی
میں ایک ایسے موقع کی آمدورفت آغاز ہوئی جہاں جانے سے
اکثر خاندان تباہ وبرباد ہو گئے ہیں اور کتنے نوجوان رئیس خراب
خستہ ہو گئے ہیں اور خود بھی وہ جگہ قائم نہ رہ سکی وہ لوگ بھی پریشان
حال ہو گئے ان صاحبزادہ کے وقت میں یہ گھر تباہ وبرباد ہو گیا
درشاہوں گے مگر راقم کو پھر خبر نہ ملی۔ اس خاندان سے راقم کو
بہت ربط رہا گر دہر چوبے اون کے بھائی اور والد سے بہت
آمدورفت رہی صاحبزادہ بھی آیا کرتے تھے ۳۰ برس کے اندر
یہ سب لوگ ختم ہو گئے اور نام ونمود جائداد سب ختم ہو گئی پہلے
اس شہر کے ہنود میں بھی بڑا اخلاق تھا آپس میں ہندو مسلمان سے
بہت میل جول تھا آمدورفت تھی دوستی تھی کھانا پینا دعوت
مدارات سب تھا شادی وغمی میں ایک دوسرے کا شریک ہوا
کرتا تھا۔ یہ خاندان پرانا خاندان تھا شہر کے اندر ہندو ومسلمان
کے پرانے اکثر خاندان نابود ہو گئے۔ ان لوگوں کی تہذیب بالکل
مسلمانوں جیسی تھی ان لوگوں کی رہائش بہت صاف ستھری
اوسط درجہ کی حیثیت کے آدمی کی تھی اون لوگوں سے کچھ مدت تک
خاندان اچھی حالت میں رہا نوجوان اولاد نے اپنی زندگی بھی
پوری نہیں پایا اور جائداد بھی برباد ہو گئی عورتوں کو اس تباہی کی
کچھ مصیبت اٹھانی پڑی بہت اثاث البیت تھا بیچ کر گذر کرتی تھیں

۱۱۸ء بڑکو مہراج و چھنگو مہراج ان دونوں کا مکان پورن لوہار کے مکان کے پاس تھا یہ دونوں بھائی لکھو وال لباس پہنا کرتے تھے بڑے وضع دار اور خوش وضع خوش لباس تھے پان تو یہ لوگ اپنے ہاتھ سے بناتے تھے مسلمان روسا ان سے پان مانگ کر کھاتے تھے پان کھانیکا حق انہیں لوگوں کا تھا ان لوگوں سے عام مسلمان رئیسوں سے گذری یا لو ویکٹرہ و جا جنگنج سب سے میل جول دوستی تھی۔ یہ لوگ بالکل مسلمان وضع تھے تھوڑی جائداد تھی کچھ جواہرات بھی بیچتے تھے ان لوگوں نے اپنی زندگی بہت ہی عیش کے ساتھ گذارا اور باعزت ممدوح مرے اندازی ۲۰ برس گذرا ہوگا دونوں بھائی چند ہی برس کے اندر قضا کر گئے۔ ان لوگوں سے نوابان گذری سے بڑا ربط تھا ان لوگوں کے دیکھنے والے ابھی تک زندہ ہیں ان لوگوں کے مرنے کا افسوس اوسوقت کے تمام مسلمان رئیسوں کو ہوا تھا۔ خدا جانے ان لوگوں کے بعد انکے ورثا کا کیا حال ہوا

۱۱۹ء سر سکھ داس کا کارخانہ بھولو رگنج میں تھا ان کا کارخانہ اچھی حالت میں ہے یہ لوگ متمول ہیں ان لوگوں میں طریقہ رہائش کم خرچ بالانشیں ہوا کرتا ہے تاجرانہ طور پر مارواریوں کی زندگی بسر ہوتی ہے۔ یہ قوم روپیہ پیدا کرنا اور موقع سے روپیہ کا مصرف لینا جانتی ہے یہ گروہ محنتی ہوتی ہے

وقعت و دولت کی قدر جانتے ہیں اور پکے تاجر ہوا کرتے ہیں
تاجرانہ زندگی سے اور تعیش پسندی سے بڑا فرق ہے۔ کما کر خرچ
کرنے والی قوم یہی ہے یہ لوگ اصول تجارت جانتے ہیں چھوٹے
چھوٹے بچے بچپن ہی سے فن تجارت سیکھتے ہیں اپنی عمر پر آکر
رموز تجارت سے ماہر ہو جاتے ہیں۔ تاجروں کو ظاہری سامان
بھڑک رکھنا لازمی ہے جب تک تاجروں میں ظاہری سامان
درست نہ رہیگا تجارت ا در بیوہار میں نقص پیدا ہوگا۔ اس خاندانیں
سامان امارت سب موجود ہے تاجر جو سامان رکھتے ہیں وہ
ضرورت کے لحاظ سے رکھتے ہیں وہ نمائش کے لئے سامان نہیں
کرتے نہ تعیش کے لئے کرتے ہیں۔

عـ۱۲ رام پرتاب ان کا مکان بھی مارواری ٹولہ ہی
میں ہے۔ انکا کاربار زیادہ گھی کا تھا یہ بابو جانکی داس ایک مشہور
مارواری کے سمدھی ہیں انکا نام دمودا بھی اور مارواریوں
کے مقابلے میں نہیں ہوا ہے بہت بڑا کارخانہ ابھی نہیں ہے۔
مارواریوں کا بڑا ہو جانا کوئی مشکل بات نہیں ہے ان لوگوں میں
تاجرانہ ہمدردی آپسکی ایسی ہے کہ ایک دوسرے کا مددگار ہے
آپس کے بیوہار ایسے ہیں کہ ایک دوسرے کی امداد کرتے ہیں۔
ان لوگوں کا دستور ہے کہ کوئی غریب مارواری بھی جب
ملک سے غربت کی حالت میں آتا ہے تو ایک روپیہ اور ایک تھان سرٹہ

ہر ایک ادنی درجہ کا آدمی سے وہ نیا آدمی ایک مختصر سا تاجر ہو جاتا ہے بعض تو پھیری کر کے اپنا سامان کر لیتے ہیں بعض دوکان کر لیتے ہیں اور آپس کے لین دین میں یہ گروہ بہت صاف رہتی ہے اسلئے اپنی گروہ سے ان کو مدد مل جاتی ہے اسمیں یہ لوگ بے ایمانی نہیں کرتے اسلئے ان لوگوں کے کاروبار میں یوماً فیوماً ترقی ہو جاتی ہے اور چند ہی روز میں ہوا اور تجارت کو فروغ ہو جاتا ہے ٹائم کی اسقدر پابندی رہتی ہے کہ وعدہ پر بھگتان دینا لازمی جانتے ہیں ان سے لیا اون کو دیا غیروں کے روپیہ سے نفع اٹھانا اور روپیہ کو دوڑانا یہ گروہ خوب جانتی ہے۔

ہندی بتری کا غذی گھوڑا ہے جو ادھر سے ادھر خوب دوڑتا ہے دوسری گروہ ایسی تجارت سے محروم ہیں۔ مسلمان تو سود دینے کی وجہ کر اور اپنی بدنیتی کی وجہ کر تجارت میں ترقی نہیں کر سکتے اول تو ان کو دیتا ہی کون ہے اور اگر ان کی امداد بھی ہوئی تو وقت پر وصول نہیں دیتے تجارتی روپیہ کو یہ اپنی ضرورت میں صرف کر دیتے ہیں مہاجنی کا مال ان کے ذمہ صرف ہو جاتا ہے چند ہی روز میں انکا ہوا خراب ہو جاتا ہے ابتدا میں زیادہ منافع کی خواہش کرتے ہیں دوکان کی ترقی کرنا یہ نہیں جانتے مارواڑی کوڑیوں کے نفع پر مال فروخت کرتے ہیں اور پھر مال تازہ لاتے ہیں اور روپیہ کو بٹھا رکھنا وہ پسند نہیں کرتے بس تجارت

انہیں لوگوں کے ہاتھ میں ہے۔ دو چار روز سے نیا دواخانہ کھلا مہینہ ہی دو مہینہ کے اندر ہزاروں کا کاروبار ہو گیا۔ یہی ان کا طریقہ وہی جانتے ہیں اور قومی امداد کی بدولت یہ لوگ ترقی پذیر ہو جاتے ہیں۔ رام پرتاب بانو بحکم و بحکم محنتی آدمی ہیں۔

۱۳۱ منشی ہزاری لال مختار کا مکان دھولپورہ میں تھا اپنے وقت میں انہوں نے اچھا کمایا۔ جھاؤ گنج و صادق پورہ میں ان کی مختار کاری کو اچھا عروج تھا جب سٹی قائم ہوئی پھر سٹی میں کمانے لگے۔ اسوقت اتنے مختار وکیل بھی نہ تھے۔ انہیں آجکل جیسی قانونی قابلیت تو نہ تھی مگر تجربہ کاری کی بدولت کام اچھا کرتے تھے اور حکام وقت سے اچھے سلوک سے ملتے تھے حکام کے ساتھ ان کا برتاؤ اس وضع کا نہ تھا جو آجکل بزور لیاقت تیز زبانیاں ہوتی ہیں اسلئے کام نکلا کرتا تھا اور پبلک ان کو مقدمات زیادہ دیتی تھی۔ اپنی زندگی آرام سے گذار گئے راقم کے سامنے انہوں نے پاس کیا کام آغاز کیا اور دس برس گذرا ہوگا انتقال بھی کر گئے۔ یہ خلیق منکسر آدمی تھے پھر ان کے ورثا کا کوئی حال راقم کو نہ مل سکا۔ جہاں کوئی مر گیا اس کے ورثا سے یکدم تعلقات چھوٹ جاتے ہیں۔ آجکل کے لوگ اپنی روش و قدامت پسندی کو بالکل پسند نہیں کرتے ورثا مرنے والے کے پرانے ملاقاتیوں سے اپنے کو بالکل جدا اور رکھتے ہیں

کر لیتے ہیں اسلئے پرانے لوگ ہر خاندان والوں سے نابلد ہو جاتے ہیں مرنے والے کے ساتھ ہر ملاقاتی بھی، فون ہی کر دیئے جاتے ہیں۔ ورثا اون کے ملاقاتیوں سے ملنا پسند ہی نہیں کرتے یہ تو تجربہ ہو گیا ہے جو ملاقاتی مر گیا اوسکے ورثا سے پھر کوئی تعلق رکھا ہی نہیں جا سکتا۔ پہلے لوگ مورث کے مرنیکے بعد اوسکے دوست و ملاقاتیوں کو ڈھونڈ کر اپنا مورث جانتے تھے اوس سے امداد لیتے تھے مشورہ لیتے تھے اپنے مورث کا ملاقاتی جانکر اوسکا اعزاز کرتے تھے۔ اوسکو اپنا خیر اندیش جانتے تھے ہمراز بناتے تھے۔ لوگ بھی اپنے ملاقاتی کے ورثا کو اپنا عزیز مانتے تھے مگر ابتو بالکل اوسکا اولٹا ہے مورث کا ملاقاتی دشمن سے بدتر مانا جاتا ہے اور اوس سے بہت دور رہنا چاہتے ہیں بے حیائی سے اگر وہ ملنا بھی چاہتا ہے تو لوگ اوسکو ذلیل اور بے ضرورت اور مضر شخص جانتے ہیں اسلئے معذوراً و مجبوراً اوسی اپنے کو جدا رکھنا پڑتا ہے اور بے سروکار ہو جانا پڑتا ہے جب کوئی ملنے والا مر اوسکا خاندان چھوٹ گیا رفتہ رفتہ ہر ملنے والے کے خاندان سے بے سروکاری ہوتی گئی۔ یہ تو ذاتی تجربہ ہے اور ہر کس و ناکس کو بھی تجربہ ہوتا جائے گا۔ زمانے کی یہی روش ہے اسے کوئی روک نہیں سکتا۔

۱۲۲ مولوی محمد خلیل انسپکٹر پولیس ہو کر چوک تھانہ میں
آ گئے تھے۔ یہ مرزا پور کے قریب کے رہنے والے تھے۔ ایم اے
پاس تھے ترقی کرتے کرتے ڈپٹی ایس پی ہو گئے تھے۔ اے ایس
پی ہوئے تھے خطاب بھی خاں صاحب کا ہوا تھا۔ یہ شیعہ مذہب
آدمی تھے اور مذہب کے بہت پابند روزہ نماز کے پابند اور
بہت ہوشیار اور منکسر مزاج اور ملنسار آدمی تھے۔ اب وہ
پنشن پاتے ہیں انہوں نے شہر کے بدمعاشوں کو خوب سہر کیا
بہت کم لوگوں سے ملتے تھے معدودہ چند آدمیوں سے ان سے
ربط رہا۔ مولوی وصی احمد صاحب وکیل مراد پورہ اور راقم سے
بہت ربط رہا مدتوں اس شہر میں رہے اور وطن چلے گئے۔
ہنوز زندہ ہیں صاحب اولاد ہیں ان کے ورثا کا زیادہ حال
راقم کو نہ مل سکا۔ بلیا کے علاقہ میں کسی دیہات میں زمینداری
اور کاشتکاری کر کے مقیم ہیں بہت معقول قابل ملاقات
آدمی ہیں اور وجیہہ اور جی دار آدمی ہیں اب بوڑھے ہو گئے ہیں
۱۲۳ داروغہ اقبال حسن کا مکان کچی کٹرہ گھاٹ میں تھا
یہ سرکاری ملازم تھے۔ انہوں نے بنارس میں عقد کیا تھا
وہاں بھی مکان تھا اور یہاں بھی مکان بنا لیا تھا۔ یہ کہیں
باہر کے آدمی تھے یہ شیعہ مذہب تھے ان کو اسباب اور
بندوق کا بڑا شوق تھا بہت اسباب ان کے پاس تھا

اچھا کمایا تھا مکان وغیرہ پختہ بنایا تھا۔ راقم کے یہاں بھی آیا کرتے تھے اور پنشن پاکر گنجی گھاٹ میں مقیم ہو گئے تھے۔ ساٹھ برس کی عمر میں قضا کر گئے۔ ان کے ورثا میں تکرار ہوئی جائداد کل بک گئی منشی شیو نرائن لال اور سید نجم الحسن پسر اکبر راقم نے ان کی جائداد خرید کیا باغ اور مکان راقم کے لڑکے کے قبضہ میں ہے انکے ورثا چھتر بتر ہو گئے اب پتہ نہیں ہے کون ہے کہاں ہے مورث تو سب کر جاتا ہے مگر ورثا ادے رہنے کب دیتے ہیں شرکت کی ہانڈی چوراہے اور کورہ پر پھیکی جاتی ہے۔ ہزاروں مورث نے ہزاروں الزامات دینی و دنیاوی اوٹھائے سیکڑوں کے حقوق پامال کرکے اپنے سر گناہ لیکر کیا کچھ نکر گئے مگر اون کے بعد خاندان والوں نے سب تہ و بالا کر دیا بہت کم خاندان ہیں جہاں کا انتظام قایم رہ سکا۔ پولس والوں کے خاندان کو اکثر تباہ و برباد ہوتے دیکھا۔ خدا جانے کس وضع کی کمائی ہوا کرتی تھی کہ مرتے دیر نہیں تختہ تباہ ہو جایا کرتے ہیں اکثر خاندان پولس والوں کے برباد ہوتے دیکھا غالباً ظلم کی پیسے میں برکت نہیں ہوا کرتی مورث کی برائیوں کی سزا ورثا بھگتا کرتے ہیں بعض خاندان اچھے رہتے جہاں پاک کمائی ہوا کرتی ہے مگر کرشمے بھی دیکھا ہے کہ بدکمائی کا نتیجہ خراب نکلتا ہے۔ انکے داماد محمد نظیر ولد شاہ حفاظت حسین حاجی گنج میں اور ونمرجی نے عیش کی زندگی گذرا اور ضرب سے علم پڑھتا

۱۲۴ ۔ داروغہ عبدالرحمٰن مونگیر کے علاقہ میں نوکر تھے۔ جوان خوبصورت وجیہہ آدمی تھے انہوں نے حاجیگنج میں آکر قیام کیا تھا پھر ملازمت چھوڑ کر یہ حج کو گئے تھے۔ انہوں نے اپنے اہل وعیال کو کچی گھاٹ میں رکھدیا تھا۔ غیبت میں انکا مال بہت نقصان ہوا اور اہل وعیال نے ان کی کمائی کو بہت ضایع کیا انکا نام برباد کیا اور حج سے واپس آکر یہ زندہ رہے مگر اندرونی صدمات نے ان کی تندرستی خراب کردی جوان ہی مر گئے اون کے ورثا تھے اور مدتوں اس شہر میں رہے۔ ان لوگوں نے داروغہ جی کا نام روشن نہ کیا انکا نام ونمود سب گم ہوگیا۔ مال واسباب مکان وغیرہ سب ضایع ہوگیا ورثا بھی اچھی حالت میں نہیں رہ سکے اب کچھ پتہ نہیں ہے وہ لوگ کہاں ہیں کس حال میں ہیں۔

۱۲۵ ۔ منشی احمد کا مکان للو بابو کے کوچہ میں تھا ان کے پاس کچھ جائداد بھی تھی یہ نیک آدمی تھے اور اوسط درجہ کی زندگی آرام کی گزارتے رہے۔ ان کے بعض لڑکے ڈسٹرکٹ بورڈ میں اوورسیر تھے اور بعض دریس کمپنی ہوٹل میں ملازم تھے اس خاندان میں اکثر لڑکے موجود تھے اور تھوڑا بہت سب خوندہ اور کمانے کے لایق تھے۔ منشی حسیب اللہ مختار کلکٹری ساکن بلاغ ان کا خاص ان کے داماد ہیں حسیب اللہ مختار کی بارات کے روز راقم ہی گھوڑے کی لگام تھامے بارات میں گیا تھا۔ احمد میاں کی روشن زندگی

اچھی تھی پر چھپے طور پر رہتے تھے۔ اب خبر نہیں وہ ہیں یا نہیں غالباً مر گئے انکی اولاد بچے ہونگے اور اون کے لڑکے کس حال میں ہیں مگر یہ گھر ہنوز قایم ہے ان لوگوں کی برادری باغ نانوخاں میں ہے۔

۱۲۶ے چھبے حلوائی دو بھائی چوک پر دوکاندار تھے ان سکا ایک لڑکا بھی پہلوان تھا یہ لوگ بڑے گورے اور موٹے تازے بہت خوبصورت وجیہ پہلوان تھے۔ گائے انکی چندیلی ہوئی سڑک پر چھوٹی رہتی تھی بر دوجاہت وقوت وقومیت چوک پر۔ ان لوگوں نے اپنا خوب رعب جما رکھا تھا۔ مارواریوں کی بدولت اور شہر کے ہندوؤں کی بدولت ان کے دوکان کی بکری خوب تھی چیزیں بھی لاجواب بناتے تھے بالائی کی برفی رابڑی اور پھلوں کی مٹھائیاں تو پھر ایسا بنانے والا اس شہر میں نہیں آیا یہ لوگ بڑے مذہبی تھے اور اپنے مذہب کے بہت پختہ تھے اور متعصب تھے ان لوگوں نے خوب کمایا بڑی بڑی مقدمہ بازیاں ہوئیں ایک ترکی ڈاکٹر فصاحت کے میدان میں آکر اوترے تھے۔ اون کو دور سے ان لوگوں نے سودا دیا وہ سودا زمین میں گر گیا۔ ترکی ڈاکٹر اپنے ملکی رواج کے خلاف بھیکر بگڑے اور اون لوگوں نے قیمت کے لئے تکرار کیا وہ قیمت دینے سے انکار کرتے تھے کہا کہ تم لوگوں نے خود سودا دے کو چھوڑا جو زمین پر گرا میں قیمت دینے کا مستحق نہیں ہوں اس میں

تکرار چلی ترکی مذکور اکیلے تھے۔ اور ایک ہاتھ کے ٹنڈے تھے مگر
وہ فوجی ڈاکٹر تھے ایک عبرت رحمہ مخ کسیو جنکو وہ اس شہر میں آ گئے تھے۔
اور بڑا نام پیدا کر گئے۔ اونکا مطب فصاحت کے میدان میں تھا
انہوں نے بیچارے مرزا صاحب کی لڑکی سے عقد کر لیا تھا چند
رہے اور لاپتہ ہو گئے مسافروں سے عقد کرنے والا بہت پچتاتا
ہے آخر کار وہ لڑکی کلفت میں مر گئی۔ ڈاکٹر مذکور سے ایک
گھنٹہ تک لاٹھی چلی اون کے ہاتھ میں صرف ایک بانکی چھری
تھی اور حلوائیوں کی طرف سے مس پہلوانوں کی لاٹھیاں تھیں
وہ اکیلے لڑتے رہے اور بچتے رہے وہ قواعد جاننے والے تھے
آخر کار جب حلوائی کے ایک بھائی زخمی ہو گئے راستہ بند ہو گیا
تھا پولس کی نوبت آئی بمشکل یہ تکرار رکی ہزاروں تماشہ بین
سڑک پر تماشہ دیکھتے رہے اوس وقت ہندو مسلمانوں میں
ایسی اچھی فیلنگ تھی کہ حلوائیوں کی طرف سے نہ تو کوئی ہندو
مددگار ہوئے نہ ترکی صاحب کی طرف سے کوئی مسلمان مددگار
ہوئے دو فریق جنکے ذاتی معاملات تھے لڑے اور کچہری میں
نالش دائر ہوئی آخر کار ترکی صاحب پر ایک انگریز سٹی مجسٹریٹ
کے اجلاس سے سو روپیہ جرمانہ ہوا۔ ترکی صاحب اس واقعہ
کے بعد شہر سے چلے گئے اور آج تک لاپتہ ہو گئے خدا جانے
کون تھے کہاں سے آئے اور کیوں آئے اور کہاں گئے۔

ڈاکٹر بیارے مرزا صاحب کو دوستوں نے منع کیا تھا کہ وہ
اپنی کواری لڑکی کا عقد مسافر سے نکریں مگر ڈاکٹر صاحب
کی رہائش اسقدر رفٹ فاٹ کی تھی کہ ڈاکٹر بیارے مرزا صاحب
کو دھوکہ میں ڈالدیا اور بوجہ غربت انہوں نے غنیمت جانا۔
اور آخر کو خمیازہ اٹھانا پڑا اور پچتانا پڑا تہ کی ڈاکٹر کے یہاں
بڑا مرجوعہ ہوا اکثر ہر طبقہ کے آدمی راتدن جمع رہے علاج
بھی لاجواب کرتے تھے دوائیں بھی لاجواب ان کے پاس
تھیں آب نزول الحمی کا علاج تین دن میں کرتے تھے اور اکثر
آدمی کو تندرست ہوتے دیکھا بڑے بڑے سخت عارضوں
کا علاج انہوں نے کیا اور لوگوں کو فائدہ ہوا۔ یہ خواجہ اقبال علی
والے مکان میں مطب کرتے تھے بیس روپیہ ماہوار کا تو انگریزی
باورچی ملازم تھا اور کھانا عمدہ عمدہ کھاتے اور لوگوں کو کھلاتے
رہے راقم سے بہت ربط ہو گیا تھا عربی بھی خوب بولتے تھے
اردو بھی صاف بولتے تھے انگریزی بھی جانتے تھے انکے یہاں
روشن چوکی والے ملازم تھے سوتے وقت روشن چوکی بجا کرتی تھی
جب ان کو نیند آجائے روشن چوکی موقوف ہوتی۔ یہ مخمل کی
توشک پر سوا کرتے تھے چائے خوب چلتی تھی ان کے مطب میں
عجب لطف رہا کرتا تھا شہر بھر کی رنڈیاں جمع رہتی تھیں آدمی
رند مشرب تھے اس مقدمہ کے بعد وہ چلے گئے دو ہی تین برس

کے اندر چوبے حلوائی مرے اونکا بھائی بھی مرا وہ پہلوان تھا اُنکا
بھی مر گیا سب نیست و نابود ہو گئے مال و اسباب ورثا سب لے گئے
اب پتہ نہیں ہے ان کا کوئی جانشین نہ ہوا۔ پیارے مرزا صاحب
بھی مر گئے اونکی اہلیہ بھی مر گئیں اب ان کا کوئی وارث نہیں ہے
یہ لوگ بے نام و نشان لاپتہ ہوئے چند روز بعد ان لوگوں کا
جاننے والا بھی نہیں رہے گا بعض آدمی ابھی زندہ ہیں جو ان
واقعات سے واقف ہیں اور جنکا چشم دید واقعہ سب تھا۔

۱۲۷ء خان محمد کی دوکان چوک پر تھی انکی دوکان اچھی
چلی ہوئی تھی یہ عبد الرحیم کے بھائی تھے ان کے مرنے کے بعد انکا
متروکہ تقسیم ہوا عبد الرحیم کو ترکہ ملا عبد الرحیم بھی تباہ ہو گئے
دونوں کی اولاد خستہ حالت میں ہو گئی یہ لوگ روزگار کرتے ہیں
مگر خان محمد کی سی مفرح حالی نہ رہی لڑکے اور لڑکیاں دونوں
خاندان کی ہیں عبد الرحیم کے داماد کہیں مونگیر میں رہتے ہیں

۱۲۸ء عبد الرحیم و عبد الحکیم دو بھائی گوالہوہ کے رہنے والے
تھے ان لوگوں کی دوکان مرچائی گنج میں ٹوپی کی تھی۔ چندے
دوکان خوب چلی امروہے کی ٹوپی پہلے انہیں لوگوں کی دوکان
میں آئی ان لوگوں نے خوب نفع کمایا پھر دونوں بھائی جدا
ہو گئے۔ پھر عبد الحکیم کسی اور شہر میں دوکان اٹھا کر چلے گئے
عبد الرحیم افیون گدام میں ملازم ہو گئے افیون گدام جب ٹوٹ گیا

تو یہ لوگ پریشان ہوئے اوسوقت ظہور خاں کے ازشہر کیدار وارث
اچھے خاں منت خاں نے اپنے فارم سے روپئے قرض لیکر اپنے نام سے
۱۹۱۴ء میں ریلوے فیڈر روڈ پر ایک برف گدام کھولا اور
منشی عبدالرحیم کو ملازم رکھ لیا اوسوقت سے مرتے دم تک
۱۹۲۳ء تک عبدالرحیم برف کل میں تیس روپیہ ماہوار پر منشی
مقرر رہے عبدالرحیم اور منشی کھدیرن ساکن قصبہ پہلواڑی
یہ دونوں برابر برف گدام میں ملازم رہے ۱۹۲۸ء میں برف
گدام نیلام ہو گیا اور بابو منالال بہار کے ایک مہاجن نے
نیلام خرید کیا تاہم کارخانہ برف گدام میں جو ملازم تھے سب ہی
اوسوقت گمانی خاں برف گدام کے منیجر تھے یہ دونوں منشی
اون کے ساتھ رہے لاوس صاحب انجینیر تھے جب کارخانہ
اچھے خاں کا فیل ہونے لگا انجینیر صاحب کو جواب ہو گیا صرف
گمانی خاں بجائے انجینیر رہے اور رام لال مستری ان کے ساتھ
رہا جو ہشیار مستری برف گدام کل کا ہے ۱۹۲۹ء میں گمانی خاں
کو خریدار نیلام نے جدا کر دیا۔ عبدالرحیم کو فصلی ہوا اور انتقال کیا
ان کے ورثا ہیں۔ انہوں نے حج بھی کر لیا تھا روزہ نماز کے پابند
تھے درمیان میں ان کے داہنے ہاتھ میں زخم ہوا تھا تو ان کا
ہاتھ کاٹ دیا گیا یہ بائیں ہاتھ سے لکھتے تھے اور تیز لکھتے تھے
خدا کی قدرت تھی بائیں ہاتھ سے انگریزی لکھتے ہوئے دوہی

شخص کو دیکھا ایک ان کو دیکھا دوسرے ایک بنگالی وکیل
شوشی بھوسن بسو اس ساکن بانکی پور کو دیکھا اونکا بھی داہنا
ہاتھ مفلوج تھا اپنی عمر میں یہ دونوں باتیں نایاب دیکھا انسان
کیا نہیں کر سکتا مشکل سے مشکل کام بھی انسان کر سکتا ہے۔
سر عبدالرحیم بھی بائیں ہاتھ سے لکھتے ہیں۔

۱۲۹ مدد بابو خزانچی بنک آف بنگال تھے انکا مکان
منگل تالاب کے دہرم سالے کے پاس ہے اپنی زندگی آرام و عزت سے گذاری
دولت مند آدمی تھے اور اون کے داماد شاعر تھے انکا مکان
چوہٹہ پر ہے اب اوسمیں عورتوں کا اسکول بنایا گیا ہے اون کے
داماد بہت نیک آدمی تھے شعر گوئی کا بڑا شوق تھا ان لوگوں کی
زندگی بے فکری سے امارت سے کٹی ورثا زندہ ہیں۔

۱۳۰ دیبی پرشاد مکند رلال مارواری ورشن دیال
مارواری کے خاندان کے لوگ ہیں سجاتھ پرشاد کو انہوں نے
گود لیا تھا یہ ہوشیار آدمی تھے کلکتہ میں جاکر چاندی کا سٹہ
کیا اوسمیں ان کو نقصان ہوا مکند اکی دوکان چاندی کی تھی
یہ چوک پر تھی مکندا کا شباب بہت اچھا تھا رندانہ زندگی
چند روز گذارے اوسکے بعد انہوں نے اپنی دوکان کر لی
پھر مہابیر پرشاد نے کپڑے کی دوکان کھول لی اب بہت بڑی
دوکان انکی پھولور گنج میں ہے اور رشن دیال بابو کی دوکان

تھو چودھری کے کٹرہ میں مجھو بر ہر دیو پرشاد کا آڑت ہے بشنا بابو نے
نوجوانان لودیکٹرہ سے بہت فائدہ اٹھایا اور جائداد خرید کئے
اب زمیندار ہیں اور بچو بابو کا کاروبار اچھا ہے جہن جہن الے مشہور ہیں ونگاؤ ورتیک ہے
یہ لوگ اچھی ترقی کر گئے اس خاندان کا عروج راقم کے سامنے
ہوا پہلے یہ خاندان مارواڑیوں میں اسقدر متمول نہ تھا۔ لودیکٹرہ
والوں کی زمینداریاں اس خاندان میں بہت ہیں اب اس
خاندان میں اچھی کافی آمدنی کی جائداد ہے۔ ان کے یہاں
گوبردھن نامی ایک راج پوت پیادہ تھا وہ لودیکٹرہ والوں
کے یہاں پیش پیش تھے بابو بنا کر باتیں کرتے دلالی کر کے جائداد دلوائی۔

ع ۱۳۱ مولانا نور الحق کی خانقاہ منگل تالاب پر ہے۔
دراصل یہ گدی دا حضرت عماد الدین قلندر کے ہیں یہ گدی
پھلواری میں تھی اور میاں صاحب اور لال میاں کی گدی
کہلاتی ہے انسی خاندان کے آدمی اس گدی پر بیٹھا کئے۔ مولانا
عبد الحق گدی پر نہ رہے وہ مرشد آباد چلے گئے وہیں اون کا مزار
ہے۔ اون کے بیٹے تھے مولانا نور الحق قدس سرہٗ بوجہ خانگی
جھگڑوں کے جو قرابت والوں سے پھلواری میں ہوا کے پھلواری
چھوڑ کر شہر میں آگئے میر اشرف کے مقبرہ میں چندے رہے
پھر میر عمر دراز صاحب والے مکان میں کچھ دن رہے پھر یہ
زمین خرید لیا جسمیں اب خانقاہ ہے پھر کچی خانقاہ بنی اور

چھوٹی سی مسجد جو اب پختہ بھی بنائی گئی۔ رفتہ رفتہ یہ یہاں کے ساکن ہو گئے اون کے بعد حضرت مولانا ظہور الحق قدس سرہ گدی نشین ہوئے اون کی چند اولاد ذکور و اناث تھی۔ اولاد اکبر حضرت مولانا نصیر الحق قدس سرہ اپنے والد کے بعد گدی نشین ہوئے اون کو اولاد ذکور نہ تھی اس لئے اون کے ایک بھائی حضرت مولانا علی امیر الحق گدی نشین ہوئے وہ راقم کے حقیقی نانا تھے۔ اون کے بعد حضرت مولانا رشید الحق قدس سرہ بیٹھے اون کے بعد اب حضرت مولانا شاہ حبیب الحق صاحب گدی نشین ہیں اونکے بیٹے مولوی صبیح الحق صاحب ہیں۔ یہ محلہ پہلے شیخ مٹھا کی گڑھی کہلاتا تھا اور نہایت گندی جگہ تھی سارے شہر کا پانی اس وسیع گڑھی میں آتا تھا۔ منگل صاحب کلکٹر نے اسکو تالاب کی شکل میں لایا اب اس جگہ کا نام منگل تالاب ہوا ہے یہ تالاب راقم کے شباب کے وقت میں کھدا ہے اور اسکی صورت چالیس برس کے اندر بدلی ہے۔ موجودہ خانقاہ حضرت مولانا امیر الحق قدس سرہ کی جانشینی کے وقت میں بذریعہ اہتمام حضرت مولانا رشید الحق قدس سرہ بنائی گئی ہے۔ حضرت مولانا نصیر الحق قدس سرہ کے وقت میں کچھ ہو چکی تھی اور عمارتیں بوقت مولانا رشید الحق قدس سرہ بنائی گئی ہیں۔ اس خاندان کے گدی نشینوں میں علم ظاہر اور علم باطن دونوں ہوا کیا یہ خاندان بہت پرانا خاندان ہے

اسکا وجود دہلواڑی میں پیر مجیب اللہ کی خانقاہ سے پہلے بھی تھا
پیر مجیب اللہ قدس سرہ کو بیعت اسی خاندان میں حضرت خواجہ عماد الدین
قلندر سے تھی اونکے سلسلہ سے ہر کو تعلق اسی خاندان سے
ہے اور اس سلسلہ کے لوگوں کو بھی تعلق پیر مجیب اللہ سے
ہے شجرہ میں یہاں کے اور دہاں کے دونوں بزرگوں کا
نام ہے مگر جو تکرار با خود ہا سر مجیب اللہ قدس سرہ کے بعد سے
چلی ہے اوسکا سلسلہ بند نہیں ہوا اکثر جہلا مریدین ان دونوں
خاندانوں کو جدا جانتے ہیں درحقیقت دونوں ایک ہی ہیں اور
ایک ہی بونٹ کی دو دالیں ہیں اور ما سبق بزرگو کے تعلقات
برادری اور تعلقات روحانی اوپر جاکر حضرت عماد الدین قلندر
سے ملتے ہیں۔ مولانا ظہور الحق کے ایک بیٹے مولوی صفیر الحق
تھے جنکا مزار پیر بگہ میں ہے اون کے بیٹے مولوی نذیر الحق
تھے جنکے بیٹے مولوی محی الدین عرف تمنا عمادی ہیں مولوی
نذیر الحق کی شادی سربند میں ہوئی تھی جسکی وجہکر خواجہ
سید حسن کے خاندان سے شاہکی اہلی میں قرابت داریاں ہیں۔
اون کی لڑکی صفی پور میں فدا حسین مرحوم سے بیاہی تھیں
جو ڈاکٹر وارث حسن سول سرجن کی بھاوج تھیں اور لڑکی علی
میں بیاہی ہیں ایک لڑکی محی الدین میاں عرف کٹرو میاں سے
منقی گنج میں بیاہی ہیں۔ یہ حافظ احمد رضا خان کے سالے ہیں

بجھلے بیٹے منا میاں ہیں ان شادی جان پور میں ہوئی ہے۔ میر فضل احمد صاحب کے بیٹے۔ یکنی میاں تھے اونکی لڑکی سے منا بیاہے ہیں میر فضل احمد راقم کے والد کے حقیقی چچیرے بھائی تھے دوسرے شادی محی الدین کی میر فضل احمد مذکور کی لڑکی سے ہوئی کی ایک لڑکی بتیا میں محمد نظیر رجسٹرار سے بیاہی ہیں محمد نظیر از خاندان مولوی اسحاق رجسٹرار بتیا ہیں اون کے بھتیجے میں اور منظہر عالم ولد مولوی اسحاق رجسٹرار کے چچیرے بھائی ہیں مظہر عالم کوری میاں کے پوتی داماد ہیں۔ مولوی تمنا کا ننہال بخاندان مولوی یحیی صاحب و مولوی منظور احمد صاحب و مولوی علی النعمت صاحب پھلواری تھے انکی شادی قرابت میں مولوی صغیر الحق صاحب قاضی مخدوم عالم صاحب پھلواری کے داماد تھے مولوی نذیر صاحب کی بہن مولوی اجمو صاحب پھلواری سے بیاہی تھیں ایک بیٹے مولانا ظہور الحق قدس سرہ کے مولوی فقیر الحق وکیل ساکن چھپرہ تھے لاولد تھے اون کے عقد میں ایک خدمت گزار عورت ہیں جو لاولد مریں اونکا تر کہ حضرت مولانا رشید الحق قدس سرہ اور مولوی نظیر الحق مذکور کو ملا ایک بیٹے حضرت مولانا ظہور الحق قدس سرہ کے مولوی ظہیر الحق تھے اور ابتدائی زندگی اونکی بڑی عیش سے گذری دوسری شادی نوادہ میں شاہ اکبر حسین کی لڑکی سے ہوئی اون کے بیٹے شاہ ریاض الحق صاحب ہیں۔

جنکی اولاد نواده میں موجود ہے دوسرے بیٹے شاہ حسام الحق تھے
جو راقم کے بھائی کے ساتھ اور سید میاں نواده کے ساتھ
مدتوں ملازم تھے۔ اس خاندان کی جائداد خراب ہوگئی غربت
آگئی شاہ ریاض صاحب دعا تعویذ سے گذران کرتے ہیں۔
لڑکے کماتے کھاتے ہیں۔ شاہ حسام کی زندگی نے وفا نہ کیا
شاہ ریاض صاحب کی زندگی بہت عافیت سے گذر رہی ہے
اچھے اچھے اوسط آمدنی والوں سے انکی زندگی کم نہیں گذرتی
ہے ان کے لڑکے سب لائق ہیں ان کی اہلیہ بہت پرسلیقہ اور
عمدہ عورت ہیں جن سے ان کو بہت عافیت پہونچ رہی ہے اور خلیق ہیں
بدعورتکا سامنا مرد کیلئے جہنم ہے۔ زن بد در سرا مرد نیکو ۔ ہم درین عالم است دوزخ او
جہاں زن و شو میں اختلاف ہوتا ہے اوس غریب کی زندگی
اوس پر بھاری ہو جاتی ہے جن لوگوں کے گھر میں زن و شو میں
ساز نہیں ہے اون سے زندگی کی تلخی کا حال پوچھئے۔ عورت
ایک عافیت وہ چیز ہے اور بڑھاپے میں بی بی ہی ایک
چیز ہے جو عافیت رساں ہو سکتی ہے۔ بی بی کا مصرف جوانی
میں اجرائے نسل کا ہے اور بڑھاپے میں خدمت گذاری کا ہے
مگر آجکل کی عورتیں بوڑھے شوہر سے لاپروا ہو جاتی ہیں وہ
اپنی اولاد کی خیر اندیشی میں شوہر کی پرواہی نہیں رکھتی ہیں
جو مرد کے لئے ایک نہایت تکلیف دہ معلوم ہوا کرتا ہے۔

بی بی اپنے پیٹ کے لحاظ اور مادری محبت سے معذور ہے اوسکو
اولاد کی طرف رغبت بڑھ ہی جاتی ہے اور شوہر کی عافیت رسانی
کی طرف بالکل توجہ نہیں رہتی یہ ناانصافی علی العلوم عورت کی
پیدا ہو جاتی ہے اچھی عورتیں پہلے شوہر کا لحاظ رکھتی ہیں وہ
سمجھتی ہیں کہ اولاد کو شوہر کی بدولت اوس نے پایا ہے وہ
جانتی ہیں کہ مذہبی طور پر شوہر کے کیا کیا حقوق ہیں شوہر کی عمدہ خدمت
اور دلجوئی کو فرض جانتی ہے اوسکی تابعداری کو مذہبی چیز جانتی ہیں شوہر کے جان مال کی
محافظ ہوا کرتی ہیں مگر یہ باتیں اب نادر الوجود ہیں اسلئے اکثر مردونکی
زندگی وبال میں رہا کرتی ہے راقم کو خود بھی ذاتی تجربہ ہے
کہ شادی ایک جوا ہے اگر میزان پٹی تو سبحان اللہ ہر کہ زن
ندارد آرام تن ندارد ہے اونکی زندگی عافیت سے گذر جاتی
ہے اختلاف ہوا تو نعوذ باللہ شادی خانہ آبادی نہوئی بلکہ شادی
خانہ بربادی ہوا کرتی ہی یہ مقدر پر منحصر ہے آرام نصیب ہو سکے
تو پو بارہ نہیں تو عمر بھر کچے بارہ شاہ ریاض صاحب کے والد
کو آسائش نہو سکی وہ آخری وقت میں جب بہت بوڑھے ہو گئے
تھے اور بہت معذور تھے تو خانقاہ منگل تالاب میں نانا قدس سرہ
کے گھر بھائی کے یہاں مقیم دیکھا جب وہ بیمار ہوئے اور مرض
الموت میں پڑے تو نواده گئے اور وہیں انتقال کیا اونکے بیٹے
عبدالحی میاں ہیں اوس لڑکی کی شادی مظفرپور سعید پور

میں ہوئی عبدالحی میاں کے دادا مولوی ناظم تھے انہوں نے
اپنی جائداد رندانہ زندگی میں ضایع کر دیا تھا عبدالحی میاں نے
اپنی زندگی آزادانہ بسر کیا اور آرام سے گذارتے رہے انکی
پہلی شادی پھلواری میں حکیم وحید صاحب کی لڑکی سے ہوئی
وہ لاولد مرگئیں دوسری شادی انکی بہ آسے میں ہوئی ان کے
سسرالی برادی پیر بگہ میں ہے انکی پھوپھو سیو ان میں مولوی
شمس الحق سے بیاہی تھیں ان کے چچا ہنوز مظفر پور میں زندہ
ہیں انکی بہن کی شادی جہیرہ میں ہوئی تھی۔ ایک پھوپھا ان
منشی سراج الدین ولد میر قطبی صاحب ڈومری ہیں ان کی
قرابت داری جہیرہ میں مولوی علی حسین ولد مولوی امداد حسین
مرحوم سے بھی تھی مولوی امداد صاحب جہیرہ کرآدمی نہ تھے انکے
اباواجداد بہدانواں کے ہیں وہ کثیر الاولاد آدمی تھے مولوی
عبدالعزیز ان کے بیٹے جہیرہ میں میونسپلٹی کے وائس چیرمین
بھی تھے۔ منشی ابوالقاسم مولوی عبدالوہاب اور مولوی ایوب
صاحب اور مولوی لطیف صاحب بہدانواں اور حاجی عبدالغفور
اور میر الطاف حسین سرانڈی یہ سب لوگ قرابت دار مولوی
امداد حسین کے تھے۔ مولوی ایوب صاحب مولوی امداد صاحب
کے پوتے ہیں مولانا وہ شاہ حبیب الحق صاحب گدی نشین کے
خسر ہیں اور مولوی علی حسین لکے لڑکے محمد عتیق شاہ حبیب الحق

صاحب گدی نشین منگل تالاب کے داماد تھے۔ شاہ حسام صاحب
ولد مولوی ظہیر الحق صاحب مذکور راقم کے بڑے بیٹے مولوی
نجم الحسن کے سسر تھے اسی بی بی سے مولوی نجم الحسن کی اولاد ہے
پہلی بی بی سید نجم الحسن کی مولوی یحییٰ صاحب وکیل مدرسہ
کی لڑکی ہیں جو لاولد ہیں۔ مولوی محمد یحییٰ صاحب کا حال جدا
لکھا ہوا ہے یہ لڑکی سر علی امام و مسٹر حسن امام کی پھوپھی زاد
بہن ہے سر عبد الرحیم و مولوی احمد ہاشم و مولوی رضا کریم و
مولوی احمد حسین عرف ناتھن ڈپٹی مجسٹریٹ سید نجم الحسن مذکور
کے ہم زلف ہیں اور ڈاکٹر دہلی و سر علی امام موجودہ شادی سے
مولوی رضا کریم کے داماد ہیں اس کے علاوہ جدی قرابت بھی
ان لوگوں سے اوپر سے چلی آتی ہی جسکا تذکرہ اور جگہ کیا گیا ہی
شاہ حسام صاحب کے بیٹے محمد ضمیر الحق ہیں جو کلکتہ میں کہیں ملازم ہیں
شاہ حسام صاحب کی ایک لڑکی وحید میاں ولد مولوی یاور حسین
کہرانٹ راقم کے پھوپھی زاد بھائی سے بیاہی ہیں جنکے لڑکے موجود
ہیں ایک کا نام محمد و میاں ہے اور بچے کمسن ہیں وحید میاں
خان بہادر مولوی معین الدین کے حقیقی بھائی ہیں۔ ننو میاں
ولد علیم الدین میاں ولد میر دمڑی صاحب مختا ساکن مرداد
بہار ان لوگوں کی بہن کے لڑکے ہیں اور خان بہادر مولوی
معین الدین کے داماد بھی ہیں جمعہ میاں ننو میاں کے بھائی ہیں

مولوی معین الدین خان بہادر میر کھجو صاحب کے پوتی داماد ہیں اور میر کفایت حسن لودیکٹرہ کے داماد ہیں خان بہادر کے لڑکے مبین میاں اور مولوی قسیم الدین ڈپٹی ہیں مبین میاں مولوی دلی صاحب پنشن یافتہ سب جج پٹنہ ولد شیخ احمد علی صاحب کاغذی محلہ بہار کے داماد ہیں قسیم میاں کی شادی ڈمکا کیطرف ہوئی ہے۔ میر کفایت حسن کے لڑکے مسٹر امیر مرحوم مولوی یوسف حسن صاحب کے داماد تھے اون کا انتقال ہو گیا اولاد ہے۔ میر دمڑی مختار وعلیم الدین میاں کا بھی انتقال ہو گیا دمڑی مختار بہت مشہور آدمی گذرے انہوں نے اچھا کمایا یہ یوسف میاں کے یہاں مینیجر تھے کفایت میاں کے بہنوئی مولوی معین صاحب ولد میر ممتاز علی صاحب بہار بارہ دری تھے۔ چھبیدی میاں ولد مولوی عبد السبحان مرحوم کی شادی معین میاں کے بھائی انور میاں کی لڑکی سے ہوئی تھی وہ لاولد مرگئیں۔ مسٹر منظر اور مولوی علی اشرف و چند لڑکے حافظ علی منظر صاحب کے ہیں۔ حافظ جی مولوی یاور حسین صاحب کے بھائی ہیں مسٹر منظر مسٹر قمر الہدی بارسٹر ولد میر شمس الہدی اختیار پور کے داماد ہیں مولوی بدر الہدی اور بعض لڑکے مسٹر قمر الہدی کے لفضلہ زندہ ہیں اور وکیل ہیں مسٹر قمر الہدی کے بھائی مولوی نور الہدی جج ہیں اور مسٹر نجم الہدی بارسٹر تھے مسٹر نجم الہدی مسٹر نہال

و مسٹر جمال بارسٹر راقم کے پھوپھو زاد بھائی کے بہنوئی تھے پھر انکی
شادی بہار مرداریں بخاندان نواب نصیر خان بہادر و
محمد محسن صاحب مرداد میں ہوئی مفصل حال ان لوگوں کا بہار
میں ملیگا۔ مولانا نصیر الحق قدس سرہ کی تین شادیاں مولوی
احمد عبد اللہ پھلواری کی بہنوں سے ہوئی یکے بعد دیگرے بیبیاں
مرگئیں اور سب سے اولاد موجود تھی مگر اولاد ذکور نہ تھی
ایک لڑکی تہگڑہ میں بیاہی تھیں جنکی لڑکی ستمل پور میں بابو حسین
بیاہی تھیں اون کے بیٹے وحید میاں اور بھی چند اولاد ہیں وحید
کی شادی بخاندان مسٹر رضا بارسٹر کے ہوئی دو لڑکی قضا کر گئی
پھلواری میں مدفون ہے دوسری لڑکی کی اولاد میں خاندان
فرید پور سے تھی اور حافظ احمد رضا خاں سکندر پور جنگ کے
قریب تر رشتہ دار تھے منشی مانت کے بیاہی تھیں اونکے بھائی منشی عبد العلی
صاحب تھے اون کے بیٹے مولوی محمد یحیٰ تھے جنکے داماد خان بہادر
مولوی فضل امام ممبر کونسل تھے جنکے بیٹے ہینگو مرحوم تھے
جنکے بیٹے حیدر امام صاحب بارسٹر ہیں دوسرے لڑکے کالو
مرحوم تھے ہینگو مرحوم مختار احمد صاحب اور فضلو میاں مولد الہ
مولوی خیرات احمد انڈوس کے بہنوئی تھے حیدر امام صاحب
بارسٹر کی شادی مختار احمد صاحب کی لڑکی سے ہوئی. شاہ
وجیہ الحق کی دو بیبیاں تھیں ایک کی اولاد محمد فصیح اور مبین میاں

ساکنان نگر نہسہ ہیں۔ شاہ وجیہ الحق صاحب میر عبداللہ مرحوم نگر نہسہ کے خویش تھے۔ فصیح میاں کی شادی فتوحہ کے علاقہ میں کسی دیہات میں ہوئی مبین میاں کی شادی کا حال راقم کو معلوم نہ ہو سکا۔ شاہ وجیہہ صاحب کی لڑکی بھی کسی دیہات میں بیاہی گئی راقم کو تحقیق نہ ہو سکی۔ میر عبداللہ نگر نہسہ کے دو لڑکے تھے ایک کا نام یحیٰ دوسرے کا نام عیسیٰ تھا ان لوگوں کا پورا حال بوجہ کم آمد و رفت کے راقم کو نہ ملا ملاقات ضرور تھی یہ لوگ جوان ہی مر گئے شاہ وجیہہ الحق کی دوسری بی بی کی اولاد میں صغیر میاں ہیں انکی شادی بخشی محلہ میں ہوئی ہے ان کے بیٹے مہکار میں عبدالرحمن باقی بیاہے گئے لڑکیاں بھی تھیں ایک کی شادی محمد برکات ولد میر شاہد حسین ولد میر واحد حسین رانی پور سے ہوئی ہے محمد برکات محمد نور اللہ راقم کے نانی کے سالے ہیں محمد صغیر کی ایک بہن رانی پور میں بیاہی تھیں وہ بیوہ ہو گئیں۔ بعض لڑکیاں ڈاکٹر عبدالرحمن درگاہ پر شاہ ارزانی کے یہاں بیاہی تھیں دوسرے لڑکے کا نام شاہ حمید الحق ہے وہ نواب نصیر حسن خاں مراد پور کی لڑکی سے بیاہے تھے اور صاحب اولاد ہیں مٹھن گھاٹ میں رہتے ہیں انکو دولت کافی ملی تھی انہوں نے بہت عیش کی زندگی بسر کیا اور اب تک کر رہے ہیں صغیر میاں بھی خوش حال ہیں

شاہ وجیہہ الحق کی ایک بہن شاہ قمر الدین مرحوم سے بہار خانقاہ محلہ میں بیاہی تھیں وہ مکہ میں جاکر مریں اور اونکی ماں بھی وہیں مریں سنا گیا ہے کہ دونوں مدینہ منورہ میں مدفون ہیں ایک بہن میر الفت حسین ولد میر الطاف حسین کتھولیا سے بیاہی تھیں جنکی اولاد محمد عزیز الحسن اور انیس الحسن ہیں اور لڑکی محمد ولد میر ابو سعید خاں مرحوم سے بیاہی تھیں اون کے داماد محمود الحق ولد مولوی رشید صاحب ولد مولوی وجیہہ الحق صاحب سے پھلواری میں بیاہے ہیں ایک لڑکی مولانا کی لاولد مریں جو چودھری عابد علی مرحوم داناپور سے محلہ چودھرانہ میں بیاہی تھیں تینوں لڑکیاں حاجی تھیں مولانا امیر الحق کی شادی بچپن میں کہیں ہوئی جسکے ورثا اب تک مونگیر محلہ توپخانہ بازار میں پائے جاتے ہیں اونکی اولادیں وہاب خاں ولد نواب خاں ساکن راٹن پٹی میں بیاہی ہے بعض لوگ وکیل ہیں وہاب خاں بہادر وایس چیرمن تھے اور انگلینڈ اسٹرن ہیں بعض اولادیں مرزا عبد الغنی بیگ کی ہنوز موجود ہے بعض اولاد کاظم خاں وغیرہ کی موجود ہے بعض اولاد کھہرا میں ہے بعض اولاد سلطان گنج میں ہے بعض آرہ میں بھی اون لوگوں سے بوجہ عدم آمد و رفت سلسلہ برادری قایم نہ رہ سکا مگر راقم کو ان لوگوں کی واقفیت ہے۔ مولانا رشید الحق احمد کی

ایک لڑکی رشید میاں ولد صدو بابو سے مظفر پور میں بیاہی گئیں صدو بابو ایک متمول رئیس اور مشہور آدمی مظفر پور میں تھے ان کا مکان چندوارہ میں تھا اب وہ میدان ہی۔ اس خاندان کی جائداد بالکل برباد ہو گئی صدو بابو کا زمانہ اعزاز کا تھا بڑے زور کی اونریری مجسٹریٹی کیا خوب تجارت کیا مظفر پور میں علم کا مقدمہ شیعہ بھائیوں سے خوب لڑا اوسمیں انکا روپیہ بہت ضایع ہوا ان کو مذہبی خیال بہت تھا یہ حافظ و حاجی بھی تھے بڑے متقی پرہیزگار آدمی تھے آخر زندگی ان کی زندانہ کٹی اور سخت مصیبت کی زندگی گذری صحت بھی خراب ہو گئی اور مالی حالت بھی بہت خراب ہو گئی کل جائداد برباد ہو گئی مکان تک اون کے وقت ہی میں بک گیا کچی سرا کے بھی متولی تھے اس خاندان کی کل جائداد امام الدین خاں کے یہاں بکی یہ مقدمہ سنت پرشاو ڈپٹی کے زمانے میں ان کے خلاف میں تجویز ہوا اور ہائی کورٹ تک انکے خلاف ہوتا گیا اوس مذہبی مقدمہ میں انکی تباہی ہوئی مذہبی اور قومی لڑائیوں میں کوئی ساتھ نہیں دیتا ہے جو پھنسا اوسکو برباد ہی ہوتے دیکھا ہے آجکل تو خدا جانے کتنے برباد ہو گئے اوسوقت بھی بہتیرے اس پھندے میں خراب ہو گئے بے عزت ہو گئے۔ صدو بابو کی بہن میر محمد حسین وندی بازار

کی بی بی تھیں اور میر محمد حسین کی بہن صدو بابو سے بیاہی تھیں۔ رشید میاں کے بیٹے محمد احسان ہنوز بمقام منگل تالاب میں موجود ہیں یہ جناب شاہ حبیب صاحب سجادہ نشین کے بھانجے ہیں دوسرے لڑکے محمد سعید تھے وہ منشی عبد الغفار دار منشی الٰہی بخش مذکور کے ساڑھو تھے اون کی شادی محلہ گندری منظفر پور میں منشی فرحت حسین کے یہاں ہوئی اون کے سالے محمد حسین کی شادی محمود میاں پدر مبارک میاں عرف چھومیاں ساکن میدہ ٹولی محلہ پٹنہ کے یہاں ہوئی۔ صدو میاں تین بھائی تھے ہادی میاں ایک کا نام تھا اونکی شادی چندوارہ منظفر پور میں ہوئی اونکی اولاد وہیں موجود ہے اونکے سسرال والوں کی اولاد بھی موجود ہے۔ دوسرے بھائی کا نام مدے میاں تھا اون کی اولاد بھی ہے ایک بیٹے اون کے علی حیدر میاں ولد میر وزیر حیدر وکیل کے خاندان میں رانی پور میں بیاہے ہوئے ہیں یہ صاحبزادے ولایت سے ہو آئے ہیں اور تجارت کرتے ہیں کلکتہ میں ہیں۔ صدو میاں کے خالو نے ان کو جائداد کافی دی تھی اونکو لوگ میر کھندہ کر کے مشہور کرتے تھے وہ لحیم وشحیم آدمی تھے۔ ان لوگوں کا مکان کچی سرا محلہ میں ہنوز موجود تھا اب کچھ جائداد اس خاندان میں رہ گئی اور بہت ضایع ہو گئی انہیں کے مکان کے

بغل میں راقم کے دادہالی قرابت کے لوگ کچھ رہتے تھے۔
وہ لوگ والد مرحوم کے ماموں کی اولاد تھے اون میں سے
حکیم علی حسن مرحوم کی آمد و رفت اونکی زندگی تک بہت رہی
اون کی اولاد اناث تھی اب اون لوگوں کا حال بالکل نہیں معلوم
نہ آمد و رفت رہی ہے کہ اب کچھ پتہ نہیں ہے وہ لوگ کہاں چلے گئے
صمد میاں تینوں بھائی مر گئے رشید میاں بھی مر گئے ہادی
میاں کے سسرال والے دمر میاں وغیرہ سب مر گئے مہدی میاں
کے سسرال والے بھی مر گئے میر محمد حسین بھی مر گئے اونکا لڑکا
امیر محمد شباب میں مر گیا۔ میر محمد حسین کی اولاد اناث محل ثانیہ
سے زندہ ہے وہ لوگ کسی دیہات میں بیاہے گئے ہیں اونکی
دوسری بی بی زندہ ہیں اور دوندی بازار میں میر محمد حسین کے
مکان میں ہیں اونکی بھی کل جائداد خراب ہو گئی۔ میر محمد حسین کے
ایک بہن صبو با میاں سے بخاندان ناظر ہادی علی خاں بیاہی ہیں
اون کی اولاد شکور و الطاف زندہ ہیں صبو با میاں فقیر ہو گئے
تھے یہ نظیر میاں نون گولہ کے بھائی تھے نظیر میاں و شکور
میاں و بتر و میاں یہ لوگ قرابت دار قریب ہیں ان لوگوں
کی اولاد موجود ہے۔ نظیر میاں کے لڑکے نصیر میاں و سکھو
میاں اور اولاد بھی زندہ ہے خود بھی وہ زندہ ہیں شکور
میاں کا انتقال ہو گیا اولاد موجود ہے نظیر میاں کا ننہال

شیعہ مذہب تھا اور اب تک نانہال والے برادری سب شیعہ موجود ہیں مگر یہ لوگ سب سنی مذہب اور پکے مذہب کے پابند ہیں اور بھی ان لوگوں کا مفصل حال بالسلابی وارد میں لون گولہ محلہ میں ملے گا الطاف دوکانداری کرتے ہیں شکور میاں آرہ میں ملکی محلہ میں بیاہے ہیں۔ میر محمد حسین کے ماموں سید ہمایون مرزا ولد میر الفت حسین حیدر آباد میں بارسٹر ہیں اور نامی گرامی آدمی ہیں ان کی اہلیہ جرمن عیسائی ہو آئی ہیں اور اخباروں میں ان کی اسپیچ چھپی اور ان کی تصنیف کتابیں بھی ہیں یہ خاتون حضور نظام کی قرابت دار ہیں مشہور ہیں۔ شاہ الفت حسین مذکور شہر میں معزز آدمی گذرے فریاد تخلص کرتے تھے۔ خان بہادر شاد کے استاد بھی تھے ان کی سوانح عمری خود شاد مرحوم نے "حیات فریاد" لکھی ہی جو شایع ہو چکی ہے۔ نواب ولایت علی خاں صاحب کے اوستاد تھے اور عمر بھر نواب صاحب ان کا لحاظ کرتے رہے اور کفالت بھی کرتے رہے۔ ہمایون مرزا صاحب کی تعلیم منجھلے نواب صاحب نے کرائی یہ کام منجھلے نواب صاحب نے اپنی زندگی میں بہترین کام کیا ہما یوں مرزا صاحب بڑے لیاقت آدمی ہیں اور ان کی تصنیفیں بھی ہیں شاعر بھی ہیں اور بہت دوست پرست آدمی ہیں پٹنہ والے اگر حیدر آباد جاتے تو ہیں

تو بڑے اخلاق سے اور ہموطن جانکر بہت اچھی طرح ملتے ہیں انکی برادری بخاندان نواب برہان علی خاں ڈپٹی احمد علی خاں سے علیحدہ ہیں ہے جب یہ آتے ہیں تو راقم کی دوستی کو پورا نباہتے ہیں اور وہیں ڈپٹی احمد علی خاں صاحب کے یہاں اترا کرتے ہیں۔ خود مرزا صاحب اور انکی اہلیہ قابل تعریف لوگ ہیں انسانیت سے اور لیاقت سے بھرے ہوئے ہیں انداز رہائش انگریزی اور مزاج نوابی کا ہے۔ ڈپٹی احمد علی خاں اور ہنیگو میاں دو بھائی ہیں یہ لوگ صاحب ولا ہیں شہدو میاں وکیل ہائی کورٹ ان کے بیٹے ہیں۔ ان لوگونکی قرابت داریاں شیخوپورہ میں جو حسین آباد کہلاتا ہے اور ضلع مونگھیر میں ہے وہاں ہے۔ نواب وحید الدین حیدو خان بہادر جہپرہ انسپکٹر رجسٹری ان لوگوں کے قریب رشتہ دار ہیں ڈپٹی احمد علی خاں خان بہادر ہیں اور دولی گھاٹ نواب نجات حسن خاں سے ان لوگوں کی قرابت داریاں ہیں ناصر علی خاں رجسٹرار نجات حسن خاں کے پوتے ہیں تقی حسن خاں کی قرابت داریاں کشمیری کوٹھی والوں سے بھی ہیں پوتے تھے اور جہپرہ میں بخاندان مولوی محمد حسین انکے بیٹے داروغہ اطہر حسن ان کے داماد تھے۔ مفصل حال اپنی اپنی جگہ پر ہے۔ الغرض مولانا امیر الحق کے وقت میں راقم اور

شاہ وجیہہ الحق مرحوم اور حکیم وحید الدین مرحوم خسر عبد الحی میاں
مذکور و لطیف میاں ساکن نواده صفی پور گنگھیا ٹولہ کا پٹھولی میں حسیب جو ہنوز
زندہ ہیں اور شاہ سید حسن سجادہ نشین کچھوچھہ شریف و واجد اشرف
مولوی یوسف کچھوچھہ ملا عبد الصمد امام دانا پوری و مولوی مولا بخش
اوگانواں و مولوی محمد نور استھانواں و مولوی لیاقت حسین
حیدر آبادی جو ہنوز زندہ ہیں سب لوگ عربی ساتھ پڑھا کرتے تھے
بعدہ راقم نے مولانا رشید الحق قدس سرہ سے تفسیر ساتھ مولوی
لیاقت حسین مذکور کے ختم کیا۔ اس خاندان سے بہتیرے مولوی
طیار ہوا کئے مولوی غلام غوث چہرہ خورم پور مولوی عزیز
مولوی معین خورم پوری مولوی سخاوت حسین بہاری عماد پوری
ملا امین الدین او ستاد میر جاہ حسین اور بہتیرے آدمیوں کو طیار ہو کر
نکلتے دیکھا اور اب تک نکلتے ہیں۔ شاہ حبیب الحق صاحب انکے
بیٹے شاہ صبیح الحق شاہ حبیب الحق صاحب کے شاگرد و مولوی
حافظ جو وغیرہ کی دستار بندی کے جلسہ کے دیکھنے والے تو اکثر
زندہ ہیں یہ گدی طالب علوم عربیہ کے لئے بہت مفید ثابت
ہوا کی ہے۔ مولانا امیر الحق زندگی بھر اور ان کے بعد مولانا
رشید الحق و اب مولانا حبیب الحق ہیں چند پشت سے امام عیدگاہ
تھے وہیں مولانا امیر الحق و مولانا رشید الحق حج بھی کر آئے تھے
مولانا رشید الحق کا سفر نامہ دیکھنے کے لائق تھے غیر ممالک میں

عراق و بیت المقدس میں انکی دعوتیں افسران شاہی نے کیا بڑی توقیر کی
جنازہ ایسا نکلا جو یادگار رہیگا کسی دولت مند کو نصیب نہ ہوا
فوجی اور لاٹ صاحب کے ملازمین تک نے جنازے پر سلامی
دی اور شریک ہوئے۔ یہ لوگ سب پھلواری میں مدفون ہیں
سچ ہے بے غرض مذہبی مقدس ہونیکا یہ ثمرہ ہوا کرتا ہے۔ مولانا
رشید الحق کے نانہال لوگوں نے دور دور سکونت اختیار کی ہے
اور ان لوگوں کے اقرباؤں نے وطن اور نہ کچھ انکا لحاظ رکھا اور دور دور
شادیاں ہونے لگیں جناب مولانا امیر الحق نانا قدس سرہ کو
ایک اولاد دکور جناب مولانا سید شاہ رشید الحق اور ایک انکی
کی والدہ ماجدہ تھیں والدہ ماجدہ کی شادی مولوی سید ظہور الحسن
ولد مولوی شبیر علی مرحوم سررشتہ دار افیون ساکن موضع فرید پور
پرگنہ اکل ضلع گیا حال مقام رانی پور سے ہوئی اور مولانا
رشید الحق صاحب کی شادی پوار میں ایک ڈپٹی صاحب
جنکا نام راقم کو یاد نہیں ہے یا رہیں ہوئی اون لوگونکو تعلق
نواب بریلی کے خاندان سے تھا جو دربھنگہ علاقہ میں ہے وہ
لاولد مریں تب دوسری شادی میر مبارک علی صاحب کی
لڑکی سے سوہ سرا بہار میں ہوئی اون کے بیٹے مولانا شاہ
حبیب الحق موجودہ سجادہ نشین سنگل تالاب ہیں۔ میر مبارک علی
کی اولادیں ہیں بعض کا نام وصی احمد اور علی احمد تھا ان لوگونکی

اولادیں بھی ہیں بعض کی اولاد امیرالدین میاں تلہباڑہ سے بیاہی ہے امیرالدین میاں کی پہلی شادی میر نورالعین یالی کی لڑکی سے ہوئی تھی میر نورالعین یالی کے لڑکے شمسو میاں ہیں اور احمداللہ میاں تائید سر علی امام ابتدا میں تھے وہ بھی ایک داماد منشی نورالعین کے ہیں حاجی چند صاحب محسن پور کے ایک بوڑھے متمول رئیس بڑے بذاق اور عمدہ شخص ماموں صاحب کے ساڑھو ہیں اون کی لڑکی حقو میاں سے نتول میں بیاہی تھی حقو میاں شیخ عبدالقادر صاحب نتول کے بیٹے تھے حقو میاں کے بیٹے مولوی مسعود ہیں جو اپنے چچازاد بھائی بہاری میاں کے داماد ہیں اور اسوقت ایک ہونہار نامور کم سن آدمی ہیں اور فن زمینداری میں ہوشیار آدمی ہیں اور ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ وغیرہ ہیں اور خانقاہ منگل تالاب میں مرید ہیں ایک ساڑھو ماموں صاحب کے بہار میں شاہ فضل صاحب ہیں جنکے بیٹے معین میاں بصورت شاہ صاحب ہیں اور پیری مریدی کرتے ہیں ایک ساڑھو ماموں صاحب کے نواب کو تنہتے ماموں صاحب کی ایک لڑکی اگانواں میں بخاندان حسینی میاں بیاہی تھی وہ لاولد مرگئیں شاہ حبیب الحق صاحب کی چند شادیاں یکے بعد دیگرے بوجہ انتقال اہلیہ کے ہوئیں پہلی شادی جناب حضور حضرت شاہ امین احمد صاحب کی لڑکی سے ہوئی

شاہ امین احمد صاحب کی شادی بارہ دری میں میر قاسم
جان کی لڑکی سے ہوئی تھی اوس سسرال سے جو لڑکی تھی اوس سے
شاہ صبیح الحق صاحب کی والدہ تھیں دوسری شادی میر
جلال الدین صاحب محسن پوری کی بیٹی سے ہوئی۔ فرید میاں
موعلیورہ ان کے سالے اور نہال میاں سملی کے ساڑھو ہیں
شاہ صبیح صاحب کی شادی آنگلہ میں قاضی مظاہر امام صاحب
کی لڑکی سے ہوئی وہ صاحب اولاد ہیں۔ شاہ حبیب صاحب
کی لڑکی کی شادی موجودہ سجادہ نشین بہار کے بھائی مسیح
میاں سے ہوئی وہ صاحب اولاد ہیں تیسری شادی اسلام پور
قیوم میاں کی بہن سے ہوئی اوس سے اولاد ہیں ہیں چوتھی
شادی اب چھپرہ میں مولوی ایوب صاحب کی لڑکی سے
بخاندان مولوی امداد حسین مرحوم ہوئی ہے اسلئے مہدانواں
والوں سے قرابت داریاں ہوگئی ہیں مولوی ایوب صاحب
کے لڑکے میاں علیم ہیں۔ مولوی ایوب صاحب کے اور بھی
بھائی زندہ ہیں شاہ حبیب کے ساڑھو ایک وکیل صاحب
جنکا نام محمد صدیق ہے پھر پٹنہ میں کرایہ کے مکان میں ہیں۔
شاہ حبیب صاحب کی قرابت منشی عظیم الدین صاحب
سررشتہ دار سٹی کورٹ سے بھی ہے ان کا مکان مرداد
بہار میں ہے۔

ع۱۳۲ میر فقیر اللہ خانقاہ مذکور کے پھاٹک پر رہتے تھے
یہ مولوی آدمی تھے ان کی دو لڑکیاں تھیں ایک تو پھلواری میں
میر فدا حسین سے بیاہی تھیں۔ میر فدا حسین میر حبیب الدین
ولد میر رفیع الدین ولد مولوی احمد عبد اللہ کے قریب تر رشتہ دار
تھے وہ لاولد مرے دوسری لڑکی میر اقبال حسین سے کسی
دیہات میں بیاہی تھیں اون کے لڑکے محمد کمال ٹوپی والے
تھے۔ محمد کمال کی لڑکیاں تھیں ایک شیخ ثابت حسین مرحوم سے
بیاہی تھیں جو جبھی صاحب کے یہاں رہتے تھے اور پرجون
کے چیزوں کی پھیری کرتے تھے۔ شیخ ثابت حسین مظفر پور کے
رہنے والے تھے اور یہ منشی الٰہی بخش مختار کے بھائی میاں
حسین بخش کے نواسے تھے۔ منشی الٰہی بخش کے بیٹے میاں
عبد الغفار ہیں جو ہنوز زندہ ہیں۔ ثابت میاں کے قرابت دار
قریب اسلام پور محلہ میں زندہ ہیں منی میاں چپراسی ساکن
آرہ ان کے قریب تر رشتہ دار تھے ان کی بہن اسلام پور
محلہ میں بیاہی تھیں یہ سب لوگ مر گئے کمال کے بھائی نعمت
تھے وہ بھی ٹوپی کا روزگار کرتے تھے اونکی اولاد ہے۔ زمین
رنگھی مکان افتادہ خانقاہ کے پھاٹک پڑا ہے اور رہنے
والے سب چلے گئے۔ میر فقیر اللہ کی چھوٹی لڑکی میر اقبال
کی بی بی ہنوز زندہ ہیں اور اولاد سب غائب ہو گئی در اولاد سے

کوئی یہ نہ سمجھے کہ اولاد رہیگی اور مورث مریگا مورث موجود ہے اولاد در اولاد سب مرتی جارہی ہے دنیا میں ہر قسم کی مثالیں موجود ہیں کونسی بات ہے جو دنیا میں انسان نہیں دیکھ رہا ہے دنیا میں انسان سب چیز دیکھ لیتا ہے۔ کل ممکنات نظر کے سامنے آجاتے ہیں دنیا کی ہر چیز انسان چھوڑ کر جاتا ہے حتی کہ اپنا جسم بھی چھوڑنا پڑتا ہے صرف جو اپنے ہی لیکر جاتا ہے دنیا والے کل چیزوں کو چھین لینے والے ہیں فقط ایک ہی چیز ہے جسے دنیا والے نہیں لے سکے وہ اپنی موت ہے اوسکو نہ کوئی لے سکتا ہے نہ دے سکتا ہے اس چیز کے حقیقی مالک ہم ہی ہیں۔ یہ بار امانت خداوندی میرے دم کے ساتھ ہے اور دم لیکر جائیں گے یہی چیز اصلی ہے جو میرا ساتھ دینے والی ہے اور میری زندگی کی بھی محافظ ہے جو بیوقت لاکھ مصیبت پر بھی مرنے نہیں دیتی یہی چیز ہے جو میرے قبضہ سے باہر نہیں ہوگی اور ہم اوسکے قبضہ سے باہر نہیں جاسکتے ساری دولت جلئے سارا علم جائے تمامی صحت خراب ہوجائے دنیا بھر کے رشتہ دار مرجائیں پر ہم وقت کے پہلے اپنی جان نہیں چھوڑ سکتے لاکھ تدبیر کریں ہزاروں مصیبت جھیلیں پر بغیر وقت مقررہ مر نہیں سکتے یہی عقیدہ تو ابکے مسلمانوں میں باقی نہیں رہا

ورنہ صحابہ کرام جیسے اور اگلے مسلمانوں جیسے ایمان والے نہ ہو جاتے
اور ویسی ہی لیر جیدار اور خدا پر بھروسہ رکھنے والے نہ ہوتے
ہم جھوٹے دعویدار اسلام ہیں میری حیات وموت تو خاص
ید قدرت میں رب العزت کے ہے ہمیں دنیا کی کوئی بھیانک
اور ڈراونی چیز خوفزدہ نہیں کر سکتی خوف کا آخری نتیجہ
تو موت ہے ورنہ خوف کسی جانور کا نام ہے۔ انتہائی خوف
کا بس آخری نتیجہ موت ہی ہے کہ ڈر سے مر جائیں گے۔
جب قبل از وقت مقررہ ہم مر ہی نہیں سکتے تو کون سی چیز
ہے جسکا خوف کیا جائے کوئی چیز ہمیں مار ہی نہیں سکتی
مگر اس دل کے لئے خدائی فضل کی ضرورت ہے یہ بات
آسان نہیں ہے ایسا ایمان پختہ ہو جاتا اب ذرا مشکل ہے
جہلا پر اسکا اثر جلد ہو سکتا ہے پڑھے لکھے اگر مگر والے اس
عقیدہ کے نہیں ہو سکتے علم سے آدمی بزدل ہو جاتا ہے جہالت
سے شیر دل رہتا ہے علم والے عقل سے کام لیتے ہیں۔ جاہل
لٹھ مار ہو جاتے ہیں وہ اگر مگر نہیں سمجھتے اور آخری تال
کی طرف توجہ نہیں کرتے علم وعقل دنیا چلانے کے لئے بہترین
چیز ہے جہالت زور دکھلانے کے لئے اور چیزوں پر قبضہ کرنے
کے لئے مفید چیز ہے پڑھے لکھے متفکر ہوا کرتے ہیں جاہل بےفکرے
ہوتے ہیں علم والے زندگی کا مزہ لوٹتے ہیں جاہل زندگی کا زندانہ

پورا کر دیتے ہیں پڑھے لکھے انسان بنتے ہیں جاہل حیوان سے
بدتر ہوتے علم کے ساتھ خدا پر بھروسہ رکھنا اور عقائد کا پختہ
رکھنا اور مذہب کے عقائد کے مطابق سچے طور پر عقیدتاً ماننا
اور ان باتوں پر بلا اگر مگر پورا بھروسہ کرنا ہی انسانیت ہے
اور علم کی روشنی ہے پڑھ لکھکر مذہب ہی چھوڑ دیا اور آخرت
خراب کی تو جاہل سے بدتر دائمی خسارہ میں رہے۔ اس خاندان
والوں سے خانقاہ والوں سے بڑی آمد و رفت تھی۔

۲۳۳ حسیب اللہ مختار کا مکان بلغ مالو خاں کے
مقبرہ کے اوتر اور خانقاہ کے اوتر ہے۔ یہ لوگ پرانے باشندے
اس محلہ کے ہیں ان لوگوں کے خاندان سے خانقاہ والوں سے
پرانی آمد و رفت ہے۔ یہ لوگ خانقاہ عمادیہ کے بڑے
خیر اندیشوں میں برابر رہا کئے۔ ان کی دادی حاجی بی بی کو
راقم نے دیکھا تھا وہ بہت بوڑھی ہو کر مریں۔ مختار صاحب
کی ابتدائی تعلیم محلہ میں ہوئی اور کچھ خانقاہ میں ہوئی۔ ان کو
خدا بخش خاں وکیل مرحوم سی۔ آئی۔ ای نے مختار کاری کلکٹری
پاس کرایا اور یہ باہکی پور میں رہے اور کچہریوں کا کام کرتے
رہے ہوشیار ہو گئے پھر گوشہ نشین ہو گئے کھلانے پھر سسرالی
جائداد احمد میاں دھولپور گئے یہاں سے ملگئی تھی اوسی پر
اکتفا کر لیا اور قناعت کی زندگی اوسط درجہ کی خوشحالی سے

گذارتے رہے۔ انکی صحت بھی خراب ہوگئی تھی۔ بیکاری کا شغل
انھوں نے کتب بینی کرلیا بزرگان دین کے احوالات کی طرف
ان کی توجہ بہت تھی انھوں نے دو کتابیں تصنیف کیں ایک تو
بزرگان دین کا حال حسب گیا ایک خاص خاندان عمادیہ کا
پورا حال لکھا ہے وہ ہنوز زیر طبع نہ ہو سکی دونوں کتابیں مفید
ہیں اور ذخیرہ معلومات۔ مشکل یہ ہے کہ چھاپنے میں اصراف زیادہ
اور پٹنہ میں تصنیف کی پوری قدر نہیں کی جاتی مصنفوں کا جی
چھوٹ جاتا ہے مالی حالت اجازت نہیں دیتی آدمی گھر جلائے
یا کتابیں چھپوا کر اپنا گھر کتب خانہ بنوائے۔ قوم اوسکی محنت
کی قدر نہیں کرتی بلکہ نکتہ چینی پر آمادہ ہے اور اوس مصنف
کی محنت کی داد نہیں دیتی اوسکو مشورہ نیک نہیں ملتا اوسکی
محنت وصرفہ سب ضایع اسلئے بہتیرے لوگ ایسے ہیں کہ اونمیں
صلاحیت تصنیف و تالیف موجود ہے مگر زمانہ مخالفت پر ہے
اپنے حوصلے کو دبا دبا کر مرجاتے ہیں اور کتنوں کا مسودہ اونکے
گھروں میں پڑا ہے علم کو ظاہر نہیں کرتے اور تبادلہ خیال کیونکر ہو سکے
کسی کے دماغ کا ادبھار سلک پر کیونکر ہو غیر ضروری اخراجات
میں اور رسم کی پابندی کی وجہسے انسان کے روپئے بیجا صرف
ہو جاتے ہیں مگر اس مد کے لئے انسان کے پاس روپئے فاضل
نہیں بچتے کتاب کے چھپوانے میں جو دقتیں پیش آیا کرتی ہیں

اوس سے پبلک واقف نہیں ہے۔ چھاپنے والے جانتے ہیں
یا چھپوانے والے جانتے ہیں۔ کاتبوں اور پریسمین سے سابقہ
پڑنے سے زحمت کا حال کھلتا ہے۔ بڑے بڑے لوگوں کی تصنیف
اور دیوان سب پڑے ہوئے ہیں اور سامان اشاعت نہیں
ہوتا اور چھاپنے کے بعد بکری کے وقت دربدر خوشامدیں
کرنی پڑتی ہیں اور کتابیں بمشکل بکتی ہیں۔ ان جھگڑوں پر
توجہ کرتے ہوئے اونکی بعض تصنیف شایع نہ ہوسکی جو خانقاہ
منگل تالاب میں موجود ہے۔ اوس کتاب کا زیادہ تر تعلق
ایک خاص خاندان عمادیہ سے ہے اسلئے عام بکری میں
دقتیں بھی پیدا ہوسکی ہیں وہ مفید عام نہ ہوگی ان وجوہات سے
وہ کتاب پڑی رہی۔ ان کے سسرال کا حال للو بابو کے
کوچہ میں ملے گا۔ ان کا لڑکا موجود ہے جو باپ کے ساتھ
رہتے ہیں۔ انکی برادری دھولپورہ محلہ میں اور باغ مالو خاں
میں ہے۔ ان کے خالو عبدالرحیم میاں تھے جنکی ٹکلی کی دوکان
مچھرہٹہ پر تھی۔ ان کے والد کو راقم نے نہیں دیکھا ان کی
دادی کو راقم نے بہت بوڑھا دیکھا تھا اندازاً ۳۰ برس
گذرا ہوگا کہ وہ مریں ہیں۔ انھوں نے اپنے وقت میں مکان
بھی اچھا آرام کا بنا لیا ہے۔ انکے لڑکے شہر گھاٹی میں
بیاہے گئے ہیں۔

ع ۱۲۴ مولوی عبداللہ پنجابی کا مکان اسی جگہ پر خانقاہ کے دکھن ہے۔ یہ مکان جھلی اور غفر علی سوداگر کا تھا۔ مہر علی بہت بوڑھے آدمی تھے خانقاہ میں ایک بار بریں تھیں اونکے عقد میں تھیں جھلی کے یہ والد تھے جھلی کی اولاد تھی۔ ڈاکٹر محمد جان ہومیا پیتک ڈاکٹر اسی خاندان کے تھے جو فصاحت کے میدان میں بیابے تھے اور حکیم کاظم حسن مرحوم کے مکان میں مطب کرتے تھے۔ اندازی ۸ برس گذرا ہوگا مرگئے۔ ان کے ورثا سے واقفیت نہیں رہی ان لوگوں کے مکان کو مولوی عبداللہ کے سسر نے خرید اتھا وہ پولس میں ملازم تھے اون کے دو لڑکے تھے اون لوگوں کا حال زیادہ نہیں معلوم ہوسکا اون کے سسر کا انتقال ہوگیا مولوی صاحب بھی مرگئے مولوی صاحب کو اولاد تھی ان لوگوں کا حال آگے نہیں معلوم ہوسکا۔

ع ۱۲۵ مہر علی رنگریز اسی جگہ پر تھے۔ اون کے بیٹے بومیاں تھے۔ ان لوگوں کا مکان وہ ہے جو زمین اب پر تی ہے اوس میں فقیرا درزی رہتا تھا۔ مہر علی مرگئے اندازی ۵۰ برس گذرا۔ اون کے بیٹے بومیاں کلکتہ چلے گئے وہاں دعا تعویز کرکے کھانے لگے ۲۵ برس ہوا ہوگا یہ بھی مرگئے۔ مکان والد ماجد نے خرید لیا ان لوگوں کا نام لیوہ وارث لاپتہ ہے فقیرا درزی ایک مضبوط پہلوان آدمی تھا اوسکے دو لڑکے تھے

فدا ایک کا نام تھا وہ درزی کا کام کرتے تھے۔ بھونند ودوسرا لڑکا بازاریوں کے ساتھ اپنی زندگی گذارتے تھے۔ یہ سب لوگ مرگئے اس خاندان کا نام لیوہ میرے علم میں اب کوئی نہیں ہے فقیرا کی بی بی مدتوں راقم کے یہاں بادرچن رہی وہ بھی مرگئی ہے

۱۳۶ شکرو میاں ایک دائی مہرن کے لڑکے تھے۔ یتیم ہوگئے تو خلوت ہی میں حضرت مولانا امیر الحق قدس سرہ نے بڑے ناز نعمت سے پالا وہ جوان ہوگئے شادی کردی مگر بی بی سے ساز نہ ہا وہ موغلبورہ کی تھی بکر دبھی جوان ہی قضا کرگئے یہ مولانا کے منہ چڑھے تھے اور بہت شوخ تھے چونکہ انہوں نے پالا تھا اسلئے خاندان بھر مخالف رہا یہ تجربہ ہے خاندان والے ہمیشہ یہی چاہتے ہیں کہ ادن کے مقابلے میں کسی غیر کی قدر نہ ہو اگرچہ وہ ثواب ہی کی نیت سے یا پالنے کی محبت سے کیوں نہ ہو مورث کو الزامات کا دمس بنا دیتے ہیں اور پالنے والے اور پلنے والے کے دشمن ہو جاتے ہیں۔

۱۳۷ محمد خان مولانا امیر الحق قدس سرہ کے خادم تھے ان کا مکان حاطہ خانقاہ کے اندر دکھن والے پھاٹک کے پاس تھا اس مکان میں مردانہ زنانہ مکان تھا اب کھیت ہے یہ پٹھان تھے ان کے والد بھی مولانا نصیر الحق قدس سرہ کے خادم تھے محمد خاں خود دستکار تھے اور بہت سلیقہ مند آدمی تھے۔

خود روزگار بھی کرتے تب ہی خدمت بھی کرتے تھے اور خلوت کے تعلق پورا کارخانہ خانقاہ داری کا بھی کرتے رہے یہ بہت جپ اور نیک آدمی تھے۔ ان کی زندگی بے ضرر تھی بلکہ یہ خود لوگوں کا کام کر دیتے اور نفع پہونچاتے تھے یہ بہت غریب آدمی تھے انہیں فیضان صحبت بزرگان سے بہتیرے صفات حمیدہ موجود تھے ان سے سب لوگ خوش رہا کرتے تھے اور یہ سرپرست اور خدمت گزار تھے بات بھی سنا کرتے اور برا انہیں مانتے تھے۔ جناب مولانا رشید الحق قدس سرہ کے سجادہ نشینی کے بعد بھی یہ اونکے خادم رہے یہ بہت صابر اور قانع آدمی تھے ماموں صاحب کے وقت میں وہ اختیارات نہ رہے ہر کہ آمد امارت نو ساخت تاہم یہ خدمت سے باز نہیں آئے محمد خاں کو مرے ہوئے ۲۲ برس گذرا ہوگا۔ اون کے بعد نجو خاں ان کے بیٹے اونکی جگہ پر مقرر ہوئے۔ یہ بھی اپنے باپ کی سی طبیعت کے آدمی ہیں۔ ہو بہو باپ کا پرتو پڑا ہے۔ نجو خان کی اولاد بھی ہے اور بی بی بھی تھی اب یہ بالکل آزاد ہیں۔ انکی بہن غریب اللہ نامی ایک پہلوان دیہاتی لڑکے سے بیاہی تھی۔ یہ کلکتہ میں کمانے کھاتے تھے آخر عمر میں یہ مصیبت میں گرفتار ہوئے بیمار ہوئے اور بہت تکلیف کی زندگی گذار کر ۲۵ء میں مر گئے انکی اولاد ہر اون کے ورثا میں محمد خاں کی چند شادیاں ہوئیں ایک سالا ان کا

ملا قرآنی ہو گیا اور مولوی لیاقت حسین صاحب حیدر آبادی کے مکانیں لو دیکیٹرہ میں مفلوک الحال زندگی گذارتے ہیں۔ ان کی ابتدائی زندگی بڑی وضع داری سے گذری۔ یہ روز گار کرتے تھے۔ محذرات میں یہ ہیں کہ ان پر افلاس آگیا۔ اکثر محذرات کے عادی کو آخری وقت میں برے حال میں دیکھا چونکہ آمدنی سے زیادہ اون کے اخرات ہو جاتے ہیں وہ اپنی ضرورت کو پورا نہیں کر سکتے ہیں اور اپنے اخراجات کو محدود نہیں رکھ سکتے۔ ملا وحی اور ملا قرآنی کو فلاحیت میں نہیں دیکھا کتنی ہی آمدنی ہو مگر افلاس زدہ رہتے ہیں۔ ان کے اہل قرابت میں عبدل ٹوپی والے اور امیر اٹوپی والے زندہ ہیں امیر اکی اولاد اور عبدل کی اولاد ہے مگر وہ لوگ نکمے ہیں اور اولاد سے والدین کو کوئی امداد نہیں ملسکی یہ لوگ بہت آزاد اور لابر وا ہیں۔ کمانے والی اولاد نہیں ہے غربا کی اولاد کو اس وضع کا ہونا خاندان کے بربادی کا باعث ہے۔ مسلمان غربا کی اولاد اکثر نکمی اور لالچی نکلتی ہے اونکی بربادی کے سبب والدین ہیں جو بازاری لونڈے بنا دیتے ہیں اور بے جا محبت میں تعلیم نہیں دیتے۔

۱۳۸ ے محمد عظیم منشی طفیل کریم مختار کے بیٹے تھے۔ مولوی طفیل کریم بین صاحب کے مختار تھے اور خواجہ انواری

سسرال کے رہنے والے تھے ان کے بھائی حکیم علی کریم عرف حکیم پاچک تھے وہ بوتل میں پاچک بنا کر بیچتے تھے یہی ذریعہ روزی تھا پاچک ان کا بہت مفید اور نفع کا تھا۔ ان کی شادی باڑھ کے علاقہ میں ہوئی تھی وہ حاجی پور میں مطب کرتے تھے ان لوگوں سے جناب مولانا رشید الحق صاحب سے سسرالی قریب برادری تھی۔ محمد عظیم کو شوق تصوف کا تھا۔ جوان ہی مر گئے۔ انہوں نے بڑے وظیفہ اور چھوٹے وظیفہ کے کتاب کی نقل بھی کیا اجازت بھی تھی دعا، تعویذ کا بہت شوق تھا انہوں نے سرپرستی کے ساتھ اپنے اوقات گذارا اندازتی ۲۲ برس گذرا ہوگا انتقال ہوگیا حکیم علی کریم بھی مر گئے۔ منشی طفیل کریم بھی مر گئے اس کے بعد کا حال اب نہیں معلوم ان لوگوں کے ورثا کہاں ہیں کیا کرتے ہیں جو گئے بس گئے اون کے ورثا سے پھر کوئی تعلق نہیں رہتا یہ زمانہ کا حال ہے کوئی شکایت کی جگہ نہیں ہے۔ ان صاحبزادے نے جناب مولانا رشید الحق قدس سرہ اپنے پیر کی بہت خدمت اور خیراندیشی کی اور ہر وقت کے حاضر باش رہے ان پر دار مدار خلوت کا چھوڑ دیا گیا اور بوجہ آرام رسانی ان کے ساتھ توغل اور مدارت زیادہ کیا گیا لوگ ان کے مخالف ہونے لگے اور حکایت شکایت اور غیبت آغاز کر دیا یہ غریب بہت پریشان تھے زمانہ کا عجب

حال ہے جہاں کوئی مورث اپنے آرام رسان کے ساتھ کچھ
رعایت و مروت اور امداد کرنے لگا اولاد و متعلقین اوس کے
دشمن ہو جاتے ہیں اور سیکڑوں الزامات اوس آرام رسان پر
لگاتے ہیں جس سے وہ گھبرا کر بھاگ جائے نہ تو اوس طرحکی
خدمت اولاد کر سکتی ہے نہ دوسرے لوں اور ملازموں کو کرنے دیتی
ہے یہ کیا غضب ہے کہ خود وہ لوگ اپنے اپنے مزاج کے موافق
کل کام خلاف مورثان کرتے ہیں اور مورث اپنے آرام کا
سامان بھی نہیں کر سکتا اور اگر کرتا ہے تو پریشان کیا جاتا ہے
راقم نے بہتیرے بڑے بڑے لوگوں کو دیکھا ہے کہ اون کے
بڑھاپے میں اونکی عافیت رسانی کا خیال کوئی اہل خاندان
نہیں کرتا اور وہ وقت معذوری اور مجبوری کا غریب بوڑھے
مورث پر آگرتا ہے وہ تنہا پڑا رہتا ہے آخر کار اوسے کوئی
خادم یا خادمہ کی طرف توجہ کرنی پڑتی ہے جسکی وجہ کر اوسے
عافیت پہونچے پھر تو وہ الزامات نامناسب ہو جاتا ہے
اور ملازمین اور مددگاروں پر وہ وہ چٹکیاں چلائی جاتی ہیں
کہ گھبرا کر وہ جدا ہو جائے وہ معذوریاں متعلقین کے کم سننے
کی وجہکر اون کے وہم میں بھی نہیں آتی ہیں اگر اونکا وہ وقت
آجائیگا اوس اسٹیج میں اون کو خود بھی وہی کرنا پڑیگا جو انہوں نے
اپنے مورث کو دیکھا تھا اور وہی سب باتیں آجائیں گی کہ

کردنہ یاقت ہاں البتہ اب حیات ہی کم ہوا کرتی ہے وہ وقت
ہی کم آدمی کو آئیگا مگر ہر بوڑھا واجب الرحم ہے ہر جوان بھی
معافی کے قابل ہے وہ اپنی جوانی کا مصرف کیوں خراب کرے بوڑھا انکی
بوڑھوں کے ساتھ سستی ہو جوان کو اپنے مزاج کے موافق
لذت دنیا اوٹھانا چاہیے اونہیں بوڑھوں کو دخل دینا بھی بے
فضول ہے وہ اپنی گذشتہ وقتوں کو یاد کریں تو اونکو انصاف
حق دست اندازی نہ رہیگا اور جوانوں کو بھی جب بے تعلق
ہو جائے اپنی زبان کو بند کر لینا چاہیے اور بوڑھوں کو اونکے
مواقعات پر چھوڑ دینا چاہیے اسکے اندرونی سبب پر توجہ
ڈالنے سے پتہ ملا کہ نوجوان مورث کے زندگی میں اوسے معذول
کر دینا چاہتے ہیں اوسکی حق ملکیت کو چھین لینا چاہتے ہیں
خود کمانیکی صلاحیت نہیں پیدا کرتے اور مورث کے مال پر
نوابی کرنا چاہتے ہیں مورث اپنا بھائی تو نہیں رکھتا کہ
اپنا مال بال بچوں پر تقسیم کر دے اور خود متعلقین کا محتاج
ہو جائے اور اگر ایسا کر بھی دے تو خود دربدر بھیک مانگنا پڑے
ایک وقت کی چائے وناشتہ کا بھی متحمل کوئی ورثا میں سے
نہیں ہوتا ایک گلوری پان کا کوئی روادار نہیں ہوتا سیکڑوں
واقعات چشم دید دیکھے جنھوں نے اپنے اختیارات اپنے
ملازمین یا متعلقین کے ہاتھ میں دیا یا اون پر بھروسہ کیا

وہ تختہ تباہ ہو گئے اور بدترین زندگی بسر کرنی پڑی ابھی تک ایسے لوگ زندہ ہیں جو اس عذاب میں مبتلا ہو گئے روپیہ اپنی جان بچانے کو ہے اور جان مال پیدا کرنے اور اوسکی حفاظت کیلئے ہے اولاد ایک پھل ہے جو دنیاوی خوشی دکھانے کو ہے بی بی خدمت گذاری اور رنج و غم میں ہمدردی کے لیے ہے سب سے پہلے اپنی آسائش مقدم ہے اوسکے بعد اہل حقوق کا حق ادا کرنا لازمی ہے۔ بالغ بچوں کا حق تو زائل ہو جاتا ہے بلکہ مورث کا حق اون پر عائد ہو جاتا ہے مگر زمانہ اولٹا ہوا ہے مورث زندگی میں لاوارثی کا مزہ چکھتا ہے اور ورثا کا حق زندگی بھر ادا کرتا رہتا ہے یہی باعث تکلیف و خرابی ہے جنکی اولاد سلف سپورٹ ہو گئی ہے اونکو یہ دقتیں نہیں ہیں جو شخص جدا جدا زندگی ایک دوسرے سے الگ اپنے اپنے طور پر زندگی گذارتے ہیں اور فطرتی جوش کے موافق ادائے حق کرتے ہیں پھر ایسے گھروں میں مخالفت پیدا نہیں ہوتی ہر امیر و غریب کے گھر یہ دقتیں موجود ہیں جہاں نکمے لوگ جمع ہیں وہیں ایسے قصے ہوتے ہیں جہاں خود کمانے والے ہیں ایک دوسرے سے بے غرض رہتے ہیں اب زمانہ اولاد کے ساتھ بھی رہنے کا نہیں ہے بجز خدا اور روپیہ کے کوئی مددگار نہیں ہے۔

ع ۱۳۹ چھیدی درزی کا مکان منگل تالاب پیارے پر تھا

وہ محلہ ٹلنس گر ونڈ سیٹی اسکول کے اندر آیا اور میدان ہو گیا
اس محلہ میں درزی ٹولہ تھا بڑے بڑے کاریگر درزی اس
محلہ میں تھے انکی قرابت داریاں برکت میاں درزی سے
تھی وہ بورھے آدمی تھے بڑے کاریگر تھے ان لوگوں کی قرابت
داریاں عالم گنج محلہ میں تھی یہ لوگ قوم کے درزی تھے ان
لوگوں کی خاص گروہ اور ذات تھی آجکل کی طرح ہر قوم اور
ہر گروہ کے آدمی درزی پیشہ ہو گئے ہیں پہلے یہ نہ تھا۔ یہ
لوگ غیر کنبہ میں شادیاں نہیں کرتے تھے۔ پرانے روسا
کے یہاں انہیں لوگوں کا گذر تھا یہ لوگ ناخونی سلائی ہاتھ
سے سیتے تھے جو ناخون کے اندر گھس جاتی تھی دہ دہ ٹنکیاں ٹے
پھول پتیاں انگوں میں لگائی جاتی تھیں جواب مشین سے نہیں
بن سکتی ایک ایک انگہ کے سلائی دس دس روپیہ تو راقم
نے خود دیا ہے ایک ایک ٹوپی کی سلائی دو دو روپیہ لوگوں
نے دیا ہے اوسوقت بھی فیشن تھی لوگ دستکار تھے ان دستکاروں کی
بڑی قدر تھی۔ سنگر مشین نے دست کاریوں کا خاتمہ کر دیا۔
وہ علوم معدوم ہو گئے۔ چھ نخیری کا چاول سستی کا زمانہ
ان لوگوں کی اول زندگی خوشحالی سے گذری آخر زمانہ ان کا بہت
تکلیف سے گذرا۔ ۱۲ برس گذرا ہوگا یہ لوگ سب ختم ہو گئے۔
چھیدی کا لڑکا جھبو زندہ ہے چھیدی کی بھوپھو نے راقم کی انگو

کہلایا تھا۔ اس خاندان کے آدمیوں سے راقم کے خاندان والوں کو اچھا برتاؤ رکھنا مناسب ہے چھیدی نے پھرواب ٹولی میں مرزا عبدالواحد بیگ کے مکان کے پاس مکان بنایا تھا وہ بک گیا۔ ان لوگوں کا خاندان برباد ہوگیا درزی ٹولہ ہی ندارد ہوگیا بانکی پور میں درزی ٹولہ بہت آباد ہے اور پیسے والے لوگ ہوگئے ہیں مگر دست کار نہیں ہیں سب مشین کے محتاج ہیں۔

عنـ۱۴۰ـ سعادت خاں بہت بوڑھے آدمی کا مکان بھی اوسی زمین پر تھا جہاں چھیدی کا مکان تھا۔ اون سے مولانا امیر الحق قدس سرہ سے بڑا ربط تھا سعادت خاں روزمرہ خانقاہ میں آتے اور مغرب کے بعد جاتے ان کے ایک بیٹے حکیم محمود خاں تھے ان کا مطب مانسلامی وارڈ میں تھا انکی ایک بی بی فجا میاں میدان فصاحت کے خاندان کی ہیں دوسری دربھنگہ کے علاقہ کی ایک سیدانی ہیں جب سے خاں صاحب نے سیدانی بی بی سے عقد کیا ان پر زوال آگیا سیدانی عورتوں کو غیر قوم کے یہاں شادی ہونے سے شوہر و عورت دونوں پر اکثر موقع پر زوال دیکھا ہے۔ خاں صاحب کی روشنی گئی مطب خراب ہوگیا آخر عمر ان کی بہت تکلیف سے گذری مگر انھوں نے اپنے باپ کی سنت مرتے دم تک ادا کیا

جناب ماموں قبلہ مولانا رشید الحق قدس سرہ کے یہاں عصر کو
آئے اور عشا پڑھ کر جاتے ان کے بھائی ننھے خاں تھے مدتوں
میونسپلٹی میں چپراسی رہے راقم کے ساتھ جب راقم بھی میونسپل کمشنر
تھا چند برسوں تک کام کیا ان کے بیٹے حافظ سعید تھے۔
انھوں نے بی شہزادی ایک متمول عورت اور گانے والی عورت
شاگرد تاج خاں مرحوم سے عقد کر لیا اور بہت اچھی حیثیت ہو گئی
مگر انھوں نے چند برسوں میں ساری دولت کو رئیسانہ ٹھاٹھ
میں اڑا دیا راقم نے بہت نیک مشورے دیئے مگر نہ مانا بالکل
رئیسانہ شان سے چند برسیں گذار لیں۔ دوکان کپڑوں کی
کھولا آخر کار اپنی جگہ پر واپس آنا پڑا اور ساری دولت خراب
ہو گئی آخر عمر میں ان کو امداد احباب کی ضرورت ہو گئی اور جوان
ہی مر گئے اور مکان ہی میں مدفون ہوئے ان کی ایک لڑکی
تھی وہ بھی مر گئی۔ بی شہزادی ٹکلی سازی کر کے بنارس میں
باعصمت زندگی گذارتی ہیں کلو سادہ کار چھتہ منہ حافظ جی
کے سالے ہیں اب اس خاندان کا کوئی آدمی زندہ نہیں ہے
نہ گھر ہے نہ کوئی نشان ہے۔ نہ قبر زا قع ہے وہ ٹنس کے میدان
میں ہے جہاں پر شیخ مٹھا کا مزار قایم ہو گیا ہے وہیں پر
سیکڑوں مزار تھا حافظ جی کا مزار ان کے ادسار میں تھا
وہیں پر حکیم اسحاق صاحب کا مکان تھا امام باڑہ تھا اکھاڑہ تھا

سب میدان ہو گیا

ع ۱۴۱ حکیم کاظم حسین صاحب کا مکان راقم کے مکان کے بغل میں ہے ان کا مفصل حال حکما کے حصہ میں ملے گا۔ حکیم مجو ان کے نانی ہیں اور نواب صاحب دفعہ دار حکیم مجو کے بھتوئی ہیں۔ حکیم مجو حکیم محمد جان کے داماد ہیں یہ لوگ میر علی اکبر صاحب ایک معزز اور مشہور خاندان کے آدمی تھے اونکے رجرڈ ہیں حکیم صاحب مخیر نامی دست شفا ہمدرد غریب نواز بہترین حکیم وقت تھے رند مشرب تھے

ع ۱۴۲ میر امیر جان صاحب میر پھاٹک کے خاندان کے آدمی تھے۔ اس میر پھاٹک کی وجہ تسمیہ یہ تھی کہ خاندان بھر کا مکان ایک احاطہ میں تھا اور بہت بڑا پھاٹک چوراہے کے موڑ پر دکھن طرف لگا ہوا تھا۔ زمین کی تقسیم سے پتہ ملتا ہے کہ چوراہے کی مسجد سے لیکر باغ مرلی دھر کے احاطہ تک ان لوگوں کا مکان تھا راقم ہی نے بہ حیثیت ثالث اس زمین کو ورثا پر تقسیم کیا ہے جس کا فیصلہ راقم کے دفتر میں ہنوز موجود ہے جسکی وجہ سے تمام حالات خاندان اور جائداد سے واقفیت کا موقع ملا ہے ان کی اولادیں چند محل سے موجود ہیں ایک محل سے کلو میاں ابراہیم میاں پہلوان یعقوب میاں ہیں ایک محل سے احمد میاں میاں و علی جان میاں ہیں و نقی جان بھی علیحدہ بیٹھے تھے اس خاندان کے لوگوں میں فضلو میاں سب سے اچھے

زندگی گذارتے ہیں اور خوش حال ہیں۔ ابراہیم میاں نے اپنی
زندگی بہت ہوشیاری و آرام و ٹھاٹھ سے گذارا آخر عمر میں انکو
مصیبت اٹھانی پڑی۔ اکثر اولاد طبق کا روزگار کرتے ہیں۔
باپ کا نام کسی نے روشن نہ کیا بلکہ دفاتر سرکار میں سب دلال
کا نام ملتا ہے۔ میر امیر جان نے اپنی زندگی اوسط آمدنی پر عزت
آبرو سے گذارا اپنے وقت کے رئیسوں میں برابری کی ملاقات
کیا لوگ ان کے یہاں آتے جاتے یہ بھی ادن لوگوں میں ملا کرتے
تھے پھیک میں بھگنی پانڈے کے شاگرد تھے اس فن کو خوب جانتے
تھے ان کی سب اولاد اس فن کو جانتی ہے انہوں نے حج بھی کیا
تھا مزاجکے غصہ ور آدمی تھے ابتدائی زندگی رئیسانہ نہ تھی آخر زندگی اچھی گذری
پھر مذہبی آدمی ہو کر مرے۔ ان کے دوست رام لال انتو کے
باپ تھے ادن کو کبوتر کا بڑا شوق تھا اور یہی روزگار بھی تھا
انتو کا بھی یہی روزگار تھا۔ رام لال کا اب کوئی وارث میرے
علم میں زندہ نہیں ہے اسی جورا ہے پر لبنتو اور ادن کے بھائی
رام سہلئے کہار تھی ان کے دوستو نمیں تھے یہ لوگ نلی ساز کے
بڑے کاریگر تھے یہ لوگ اس جورا ہے پر دل دل بناتے تھے
اور خوب بناتے تھے شہر میں ایسی سجاوٹ کا دلدل نہ بنتا
ادن کے خاندان میں جو اہر تھے ادن کی زندگی تک یہ دلدل
بنا ان لوگوں کی زندگی دوکانداروں کے جیسے گذری دستکاری

درتا کی زندگی خوشحالی سے نہ گزرسکی اس خاندان کے لوگ زندہ ہیں. میرامیرجان کے سوتیلے بھائی میرعبدالقادر صاحب تھے اون کے بیٹے مولوی غلام قادر وکیل تھے اون کے بیٹے مولوی حفیظ صاحب وکیل ہیں اون لوگوں کا مفصل حال خواجہ کلاں وارڈ دبانکی پوروارڈ میں ہے ایک لڑکے رضی حسن میرامیرجان کے تھے جنکا لڑکا ظہور ہے اوسکی بہن دریاپور میں ایک کمپونڈر سے بیاہی ہے. میرامیرجان کی برادری ہادی میاں دہولپورہ کے خاندان سے ہے. خواجہ سید حسن شاہ کی اہلی کے خاندان سے بھی ہے مولوی حفیظ صاحب وکیل کے خاندان سے ہے. میرامیرجان کی لڑکیاں بعض جہیرہ میں عبدالقادر میاں سے بیاہی تھیں بعض شاہ محمدن صاحب ساکن پھلواری حالمقامی رانی پور کے خاندان میں شاہ علی نعمت سے بیاہی تھیں شاہ علی نعمت منشی عبدالناصر کے بھائی شاید تھے منشی عبدالناصر کی اولاد زندہ ہے. میرامیرجان کا رعب محلہ میں تھا آخر عمر میں روسان سے ملنے لگے. لوگوں کی سوانحعمری اگر انسان بغور پڑھے تو بہت نفع اوٹھا سکتا ہے ہر شخص کی لائیف سے عجب عجب واقعات معلوم ہونتے ہیں کوئی اوائل میں اگر خراب ہے تو آخر اوسکا درست ہو جاتا ہے کوئی اوائل میں بنا تو آخر میں بگر جاتا ہے کوئی عمر بھر بگڑا رہتا ہے

ولی کے گھر میں برے آدمی پیدا ہو جاتے ہیں اور برے کے گھر میں اچھے آدمی پیدا ہو جاتے ہیں عجائب شان کبریائی دکھائی دیتی ہے دنیا میں ایکساں کسی کی زندگی نہ گذری زیادہ سن آنے سے آدمی ضرور معذور ہو کر ایک خاص رنگ پر آجاتا ہے۔

۱۴۳ میر سید علی صاحب بہت بوڑھے آدمی تھے انکا مکان دوندی بازار میں تھا ان کی آمدنی دو سو روپیہ ماہوار کے اندر کی تھی پہیڑہ موضع انکا تھا جو مشہور جگہ ہے وہاں تھانہ بھی ہے۔ اسی آمدنی میں گھوڑا تھا دو خدمتگار تھے لباس بڑا فاخرہ تھا مرتے دم تک عمدہ عمدہ شال دوشالے اوڑھا کرتے تھے روزمرہ خانقاہ منگل تالاب میں آمد و رفت تھی اور رائی پور منشی جمال الدین و منشی امین الدین مرحومین کے یہاں روزمرہ کی صحبت تھی۔ ان کی شادی میر بھیاٹک کے خاندان میں ہوئی تھی ان کے بیٹے ڈاکٹر وحید و تھے جنکا تذکرہ اوپر ہوا ہے دوسری شادی شاہ الفت حسین کے یہاں ہوئی۔ میر محمد حسین کے ماموں ہمایون مرزا صاحب بائیٹ ہیں جنکا تذکرہ اوپر ہو چکا ہے اس خاندان کا مفصل حال اوپر لکھا ہوا ہے۔ ان کے خدمتگار چندو تھے جنکو شادی کے بعد اپنی بی بی سے کوئی اولاد نہ ہوئی ۴۵ برس کے بعد ان کو

دو لڑکا دوسری پہلی بی بی سے ہوئی ایک کا نام دمڑی تھا جو طبق
کوٹتا تھا پھر وہ ملازم بھی ہو گیا تھا دوسرے کا نام یاد نہیں ہے یہ خدا
کی قدرت کا ایک نمونہ تھا اور خدا کی دین کا دکھا دینا۔ اونکی
ایک ماما کے دو لڑکے تھے ایک کا نام چندو تھا یہ بڑا خوش وضع
لڑکا تھا اور بہت خوش آواز تھا جوانی اس لڑکے کی بڑی ٹھاٹھ
سے گذری بہت خوش لباس تھا پھر اسکو احباب نے مخدرات کا
عادی کیا اب اسقدر ژولیدہ حال ہے اور بھیکھ مانگتا ہے
حالت خراب ہو گئی خدا جانے مخدرات میں کونسی لذت ہے
جو انسان سب مصیبت کو جھیلتا ہے اور چھوڑ نہیں سکتا کیا
تاثیر ہے جو عادی ہوا عمر بھر رہا۔ راقم نے مخدرات چھوٹنے
والا اس محلہ کا ایک لڑکا ہینگو نامی دیکھا کیا نتیجہ اوس کی
صحت پر پڑا جان پر آبنی انتہا پھر رخ نکلیا۔ یہ لڑکا ابتک زندہ
ہے اور پوری صحت میں ہے۔ چندو کا بھائی نورا تھا دونوں
ساہیسی میں کماتے تھے نورا کا انتقال ہو گیا ہینگو پیران کلیر میں
جاکر ملنگ ہو گیا یہ تصرف اون بزرگ کا تھا کہ اسکی طبیعت
پھر گئی گو پیروں کی کرامت کو کوئی نہ مانے وہ آدمی زندہ ہے
دیکھ لیجئے کرامت سن لیجئے پوچھ لیجئے

۱۲۴۴ مہندی میاں زردوز کا مکان منشی کشن لال
کے بغل میں چوراہے کی گلی میں تھا یہ دکھائی تھے مہندی میاں

کا دربار بادشاہ نواب صاحب۔ نواب گذری کے یہاں تھا یہ برابر وہیں کام کرتے رہے اور عزاداری کے تکلی ٹھپکے سہرے وغیرہ سال بھر بنایا کرتے اور دمڑی میاں مختار یہاں کے یہاں تھیٹر کا لباس بناتے رہے اسی میں انکی اوقات گذاری تھی ان کے بھائی کا لڑکا ہینگو میاں تھے جنکا تذکرہ موجود ہے اسی لڑکے نے ترک مخدرات کیا۔ منہدی میاں کے بیٹے نور الحسن دندان ساز ہیں وہ وزیر میاں ساکن چاند مارکا گڑھا کے داماد ہیں اور منیر میاں ٹائپسٹ کے بہنوئی ہیں وہ صاحب اولاد ہیں کلکتہ میں رہتے ہیں مکان بک گیا نتھو پیادہ راقم کی اولاد نے خرید کیا۔ نتھو پیادہ ۳۰ برس راقم کے یہاں ملازم رہا اور یہیں مرا نتھو پیادہ شریف خاندان کا بذات خود ایک آدمی تھا اوسکی اولادیں سب اسوقت صاحب اقبال ہیں سب بھائی بسکٹ کا کاروبار کرتے ہیں بعض کا نام جگن بعض کا بدلا و بھاگن و رنگو ہے دشبراتی ہے بعض انہیں کے باپ کے نام کو روشن نہیں کر سکے۔ اب ویسے ملازم نصیب نہیں جو ایک دربار میں زندگی ختم کریں مشاہرہ اوسوقت آٹھ روپیہ خشک تھا

۱۲۷۵ع منشی سکن لال کا مکان اسی گلی میں تھا اون کے بیٹے منشی موالال تھے اون کے بیٹے منشی مہادیو لال و بابو کسول پرشاد مختار ہیں ان لوگوں کے پاس جائداد بھی تھی

موغلپورہ میں ایک ٹھاکر باڑی ہے وہاں انکی قرابت دار لوگ
متولی ہیں پہلے انہیں لوگوں کے ہاتھ میں تھا۔ منشی موالال کا
لڑکا رادھے کشن عرف بچی ہے اب انلوگوں کا مکان میدان
ہے کیول پرشاد کچی گھاٹ میں ہیں کرایہ کے مکان میں دار وغہ
اقبال حسین کے رہتے ہیں اون کے ساتھ دو لڑکیاں مہادیو لال
کی زندہ ہیں۔ یہ گھر بھرا ہوا تھا ادن لوگوں نے اپنی زندگی اچھی
گذار منشی مہادیو لال کے وقت میں سب بربادی ہوئی۔ یہ
کارپردازی کرتے تھے اکثر لوگوں کا کام خراب بھی ہو گیا وہ
لوگ آہ کرتے تھے منشی مہادیو کا آخری وقت بہت خراب گذرا
اور یہ اس بھی جاتا رہا حالانکہ کمسن آدمی تھے ان کی زندگی عبرت خیز
گذری آہ غریباں اپنا اثر کرکے رہتی ہے برے وقت میں اقربا
کام نہیں آتے احباب ساتھ دیتے ہیں راقم نے اون کے آخری
وقت میں شریفانہ بے تعصبانہ خدمت گذاری کی ادسوقت
ہندو مسلمان کا تفرقہ کہاں تھا یہ تو اب ہوا ہے۔

۱۴۷۶ منشی مہیش لال و منشی گنیش لال دو بھائی تھے۔ ان
دونوں کی اولاد میں بہن لالہ تھے جو پوسٹ ادفس میں نوکر تھے
اون کے بھائی بیجناتھ لال تھے وہ جوان مرے اونکی اولاد میں
منشی بچولال تھے جو عالم گنج میں رہتے تھے اونکی اولاد میں منشی
جگدم سہائے داروغہ تھے اونکی اولاد میں منشی کمتا سہائے ہیں

جو مونگیر کے کسی دیہات میں رہتے ہیں وہ جگدم سہائے کے بیٹے ہیں۔ بین لال کے بیٹے منشی راج کشور لال معروف بہ لالہ جی چوراہے لودیکٹرہ کے اوپر مسجد میر بھا ٹک کے کٹرہ میں دوکاندار تھے دستاویزی کچہری میں کرتے تھے ۱۹۲۵ء میں وہ مر گئے۔ بین لال کے بیٹے نندی لالہ دیوان محلہ اپنے سسرال میں رہتے ہیں ایک بیٹے جگل لال ہیں جو بغداد وغیرہ سے بذریعہ ملازمت ہو آئے ہیں انہوں نے کمپوزیٹر اسکول کھولا تھا اس کام میں اوستاد ہیں۔ راج کشور لال نے اپنی زندگی رندانہ بڑے عیش کی گذارا یہ کم آمدنی و حیثیت کے آدمی تھے مگر کوئی حوصلہ ان کا باقی نہ رہا تھیٹر وغیرہ کا شوق تھا اپنے مکان میں قایم کیا باغ کا بہت شوق تھا بلا کے آدمی تھے اتنا محنتی آدمی کم ہوا کرتا ہے اپنی ذات سے کیا کیا نہیں کیا باغ اور تھیٹر تلنگی بنانا گلی ترانہ کرنا تائیدی کرنا دوکانداری کرنا خود سے پکانا اور رکھوانا بازار کرنا گھر کا کام کرنا رات کو تھیٹر کرنا اور مکان کی صفائی کرنا یہ سب روزمرہ کا کام تھا دوکانداری فاتحہ داری وغیرہ مکان رکھتے تھے اور آرام سے کھا پکا کر بے فکری سے زندگی گذار گئے۔ اسی خاندان میں منشی رام لال ماسٹر تھے انکی اولاد سب مر گئی انکے ورثا میں جگدم سہائے دارو غہ کا لڑکا کملا سہائے صرف زندہ ہے جو گوتیا کا لڑکا ہے اور سوتیلے بھائی کا لڑکا ہے بین لالی

چچیرے بھائی تھے بہن لال کی اولاد چھپرے گو تیا میں منشی
رام لال کے بیٹے برنگ بہک تھے وہ بی اے پاس کر کے جوان مر گئے دوسرا
لڑکا کمسن مر گیا اونکی بی بی بدل بیرہ کے دولتمند خاندان کی تھیں اونکے سالا آرہ
میں وکیل تھے اون کے خاندان میں دیو کی بابو ہنوز مشہور زمیندار
ہیں زندہ ہیں۔ منشی رام لال لو دیکٹرہ اسکول میں ہڈ ماسٹر تھے
اور راقم کے پرائیوٹ ٹیوٹر تھے انھوں نے ماسٹری کی
بدولت اچھا کمایا اور اچھی زندگی گذار گئے۔ ودساگر یہاں
خانگی طور پر لوگوں کو پڑھایا کرتے تھے۔ یہ انٹرنس بھی پاس
نہ تھے مگر لیاقت ایسی تھی کہ اوسوقت کے بی اے تک کو
یہ تعلیم دیا کرتے تھے ترجمہ تو لاجواب تھا اوسوقت کی پڑھائی
بالیاقت ہوا کرتی تھی اوسوقت کا علم کھوکھلا نہ تھا۔ ان لوگوں کا
مکان اب تک ہے جسکا مالک وارث جگدم سہائے جگل لال رہتے ہیں۔
ع ۱۴۷ اس محلہ میں **امجد آتش باز** ایک مشہور آدمی
گذرے یہ بہت سیاہ فام لانبے قد کے آدمی تھے مگر آتش بازی
بنانے میں اوستاد تھے اور مذہبی آدمی تھے۔ انکا مکان منشی
محمد امیر مرحوم کے مکان کے قریب تھا اون کے اولاد ہے
شاہ عبد الحی کی تکیہ پر میر بھیا تک کے مقبرہ گو زعر بیمار کے پاس
بر سر سڑک جو مسجد ہے اور منشی محمد امیر کے مکان کے پورب
ہے اوس مسجد کو اچھی حالت میں لانے والے یہی تھے جب سے

وہ آباد ہے۔ ۳۰ برس ہوا ہوگا یہ مر گئے۔ مذہب کی عزت غریب ہی کرتے ہیں۔

۱۴۸ع ہلو مال ساہو یہ ایک بنیان کی دوکان کرنے والے بہت نیک اور لکنت والے آدمی تھے بہت روپیہ کمایا اور لکڑی کا روزگار بھی تھا تمام لودیکڑہ بھر میں ان کی دوکان سے کل کام چلتا تھا اسی میں مالا مال ہو گئے بہت مکانات خریدے ادن کا لڑکا سو۔ شاہو ہنوز زندہ ہے اس لڑکے نے ترقی نکیا جائداد قایم رکھا ہے ان کے لڑکوں نے نقصان کیا اب وہ بے چارہ اولادوں کے ہاتھ میں ہے والدین فطرتاً معذور رہیں اولاد جب جوان ہو جاتی ہے بوڑھے معذور رہو جاتے ہیں ٹک ٹک دیکھتا ہے اور اولاد کی خلاف رائے کچھ کر نہیں سکتا ہندو مذہب میں تو اولاد شریکدار ہنگر موروث کو بیٹی ہو جاتی تھی مسلمانوں کے یہاں بھی ہمکا اثر ہو گیا ہے لڑکے اپنے کو شریکدار ہی جانتے ہیں الغرض اولاد رکھکر بڑھاپے میں کسی کو خوش نہیں دیکھا لڑکے مذہب باہر قدم رکھتے ہیں حالانکہ مسلمان باپ کے وقت میں بالکل حق نہیں رکھ سکتے۔ باپ کی کمزوری بھی ایسی ہی کے ساتھ ہے اولاد کو دبا نہیں سکتی اولاد بہانہ۔۔۔

۱۴۹ع مولوی امین اللہ دوندی بازار کا مفصل حال علما کے حصہ میں لکھا ہوا ہے ان کا لائق قابل دید ہر فن مولی تھے اور مشہور مقتدر دمست تار رودوی ذاکر اللہ

نیک آدمی خوبصورت اور خوب سیرت تھے۔

۱۵۰ء میر جون پوری لکھنؤ کے اطراف کے رہنے والے عطر فروش تپھر کے کٹرہ میں انکی عطر کی دوکان تھی بکری بھی اچھی تھی مال بھی اچھا رکھتے تھے بڑے خوش گپ آدمی تھے اور بہت پر مذاق تھے انکا انتقال ہوگیا پھر دوکان اٹھ گئی جانشیں کا پتہ نہیں ملا۔

۱۵۱ء حکیم میر علی دوندی بازار کا حال پورا حکما کے حصہ میں لکھ دیا ہے یہ اتحمد شکور میاں ولد کلو میاں کے چچا تھے اور میر سید علی کے مکان میں رہتے تھے اور لاولد نہیں تھے شاگرد بھی تھے۔

۱۵۲ء پیارے مرزا صاحب کا حال میر سید علی کے ساتھ حکما کے حصہ میں مفصل ہے۔

۱۵۳ء شاہ مظہر میاں کا مکان اصل نواد ہ میں تھا ان کے والد منشی امیر الدین نواده گئے تھے۔ انکا سسرال میر اسمعیل صاحب صدر گلی کے یہاں تھا۔ مظہر میاں میر اسمعیل کے ناتی تھے مظہر میاں کی شادی میر جعفر علی کے یہاں ہوئی وہ بہت دولتمند آدمی تھے دوندی بازار میں اونکا مکان ہے ایک مسجد ہے جسمیں جائداد وقف ہے مظہر میاں کی ایک اولاد تھی جو نوادہ ہے۔ بخانہ ان واجد حسین خان بہادر بیاہے گئے

اور جوان ہی مر گئے مظہر میاں کی بی بی بہت مخیر تھیں
اون کو دوسری اولاد نہ تھی اون کی بہن بھی لاولد ہین
کل جائداد مظہر میاں کی بی بی کے پاس آ گئی مظہر میاں
نے مولوی فضل امام کی لڑکی سے شادی کر لی چند روز
بعد خود مر گئے بانکی پور لین مین کوٹھی تھی جو اب مسٹر عزیز
کا مکان ہے توڑ کر مسٹر عزیز نے بنایا ورثا کے وقت
مین بھی ان کی جائداد مین بہت تکرار ہوئی اور جائداد
برباد ہونے کا سامان ہو گیا مقدمہ بازیاں آغاز ہو گئی
تھین مظہر میاں کی والدہ اور بہن صاحبہ کی دادی
دونون بہن تھین مظہر میاں خود بھی مخیر تھے مگر قومی
کام یا مذہبی کام ثواب جاریہ کے طور پر کچھ نہ کر گئے
اگر زندگی مین کچھ کر جاتے تو ثواب جاریہ رہتا اور جائداد
بھی خراب ہوتی ان کا ترکہ بہتیری جگہ پہونچ گیا اون
لوگون کو ترکہ پہونچا ہے جو اون کی زندگی مین ان کے
گھر نہین آ سکتے تھے الطاف میاں نواده ان کے گیتیا
تھے اون کی اولاد ڈاکٹر ہاشم اور محمد سالم کو ترکہ ملا۔
ڈاکٹر ہاشم مولانا فاضل صاحب کے داماد ہین مولانا فاضل
صاحب کے بیٹے مولوی ابوالبرکات ہین مولانا فاضل صاحب
شاہ حبیب الحق صاحب کے سمدھی تھے اور شاہ امین احمد صاحب

بہار کے داماد تھے یہ بڑے عمدہ صاحب دل آدمی گذرے
منظہر میاں کا نام مقدمات میں اب ملیگا کوئی یادگار
ان کی نہیں رہی اون کی جائداد بہت جا بجا تقسیم ہوئی
اور غیر غیر لوگوں کو فائدہ پہونچ گیا جن امیروں کو دولت
سے اون کا خیال مذہبی اور قومی کام کا کم ہوا کرتا ہی
آخر نتیجہ جائداد کے بربادی کا ہے لاولد لوگوں کا مال
زیادہ عصبہ گان کو پہونچتا ہے اکثر لاولد کوئی ثواب
جاریہ کا کام انجام نہیں کرتا یہ قدرت خدا ہے اور یہی
روزی رسانی کا ذریعہ ہے۔

۱۵۳ ڈاکٹر وارث صاحب کا مکان رائے پورہ
فتوحہ میں ہے یہ نہال میاں سملی کے پہلی شادی سے
سالے ہیں اور رحیمی میاں رائے پورہ فتوحہ ان کے
بڑے بھائی ہیں ان لوگوں سے شاہ مظفر حسین
کے خاندان سے قریب تر رشتہ داریاں ہیں مگر آپس
میں بڑی خانہ جنگیاں رہیں جیسا کہ ہر دیہات میں
دستور ہے اہل قرابت میں خلوص نہیں رہتا اور
بغض بیشتر ایک دوسرے سے ضرور رہتا ہی یہ وجہ
بھی اہل قرابت سے تکرار رہتی ہے کچھ ایسے اسباب
حکومت کے باعث پیدا ہو جاتے ہیں کہ معذور آ

آپس میں پیچ ہوتی جاتی ہے شاہ صیف الدین بستی ہی
میں ہیں ڈاکٹر صاحب کی طبیعت اوس زندگی کو
پسند نہ کر سکے اور مولوی امین اللہ صاحب مرحوم کا
انتقال ہو گیا سسرال میں کوئی مرد نہ رہا یہ اسی
مکان کے باشندے ہو گئے ان کا لڑکا بڑا ذہین
ہوشیار تھا جوانی ہی قضا کیا ڈاکٹر صاحب نے
اپنی روش زندگی کو بدل دیا گوشہ نشین ہو گئے اور
صحت نے بھی جواب دیدیا ان کی ایک لڑکی بجنتی محلہ
میں ڈاکٹر غیاث الدین مرحوم کے لڑکے سے بیاہی
ہے یہ لوگوں کا علاج مصیبت میں بلاغرض صرف
ثواب جانکر کرتے ہیں اور بوجہ کمزوری کہیں آتے جاتے
بہت کم ہیں خاص خاص جگہ علاج معالجہ کرتے
ہیں اور بہت تجربہ کار ڈاکٹر ہیں رات دن کتاب
ہی کا شغل رہتا ہے آدمی پرہیزگار ہیں مولوی امین اللہ
کے خاندان میں ذہانت بھری ہوئی تھی بچہ بچہ ذہین
ہوا کرتا تھا شاہ وحید بھی کو اس خاندان سے قرب
تھا وہ خدا پرست آدمی اور بہت خوش مذاق
گذرے وہ کسی دیہات کے تھے برادری قریب تھی
لوگ اون سے مذاق کرتے تھے وہ دو بھائی تھے

شاہ حمید شاہ فضل اللہ صاحب حیدر آبادی کے مرید
تھے شاہ فضل اللہ صاحب حیدرآباد مین بہت مشہور تھے
شاہ حمید صاحب مولوی امین اللہ کے سالے تھے مولوی انور صاحب وکیل چوہٹہ ڈاکٹر

۱۵۴ چھپی دراب بہت مشہور اور پیسے والا
آدمی دراب ٹولی مین تھے اون کے ورثا مین ہزاری
وغیرہ تھے دراب لوگ دولتمند ضرور تھے مگر آپس
مین ان لوگون مین مقدمہ بازیان بہت ہوا کرتی
تھین اسی مین یہ لوگ تباہ و برباد رہتے دولت
آتی ضرور ہے ان لوگون کے روزگار مین منافع
بہت ہی اسلئے ان لوگون کو خرچ کرتے ہوئے روپے
کے قدر کم ہے یہ روزگار بہترین منافع کا ہے۔

۱۵۵ مولوی شرف الدین وکیل بلخی کا
مکان دوندی بازار مین راقم کے خاندان کے مقبرہ
کے نزدیک ہے ان کا اصل وطن غربی چک مین
تھا ان کی جدی برادری قاضی رضا حسین مرحوم
خان بہادر سے تھی ان لوگون کا جدی تعلق ستی
شیخ اللہ کے خاندان سے تھا خاندان بابو عبدالکریم
و شیخ تفضل حسین کھجوا مرحوم بھی تھے وہ ساکن موضع
خواجہ پورہ سے تھے یہ لوگ تفضل حسین کھجوا مرحوم کے عصبہ دار ان

مین جائداد بھی پایا ہے ان لوگون کے تعلقات برادری
بیدرآباد پرسائین مین بخاندان خواجہ علی شمس و میان
ہے ظفر نواب گیا کے خاندان کے نیچر ہین غربی چاک
مین اصل وطن تھا جہان زمینداری راقم کے متروکہ کی حیثیت
سے بہ حیثیت متولی آگے ہے ان لوگون کا تعلق برادری
کدائی ایسا کر دیا سے ہے ان کے چچیری بھائی مولوی
محمد نور وکیل ول مولوی مگن مرحوم اچھے عمدہ وکیل
اور تیز بہت کمانے والے اور خوب ادی مین خوب
کام کرنے والے گذرے مگر وہ غیر مستقل زندگی گذار
گئے کمایا کھایا کھلایا وضع رندانہ اور دل فقیرانہ
لاپرواہ بے نیاز مگر با اخلاق آدمی گذرے چند برس
پٹنہ مین چند برس حیدر آباد مین رہے چند برس
چمپارن مین چند برس چھپرہ مین الغرض تمام
رہے اور تمام وکالت جمی اور روانہ ہو گئے یہی
مذاق رہا ایسی لوگون مین استقلال کم ہوتا ہے
اون کی شادی مولوی فضل الرحمن صاحب زمیندار کے
لڑکی سے ہوئی تھی وہ علی شیر بھائی کے ساڑھو
تھے اون کے بیٹے مسٹر ضیاء الدین ہین جو پہلین سکول
مین ہین انگلینڈ بھی گئے تھے ان کے ایک ساڑھو

مولوی ظہور مرحوم تھے جنکا مکان باقر گنج میں ہو نجو بابو
کے مکان کے قریب ہے انہوں نے اپنی جائداد علی ثریا بھائی
کی بی بی کو لکھدیا مولوی نور صاحب نے بڑے دھوم دھام
کی تقریب ضیاء الدین مذکور کی رائے پور میں کیا تھا
جس میں بڑے بڑے عمائدین شہر شریک تھے اور اچھے
اچھے گانے والے بلائے گئے تھے بی حیدر لکھنوی ایک
گانے والی عورت تھی گانے میں ان پر ٹھومریوں کا گانا ختم
تھا اپنی زندگی بڑی آزادی اور خوش بسر کر گئے
یہ بڑے کینہ پرور سخی با اخلاق آدمی تھے اور اچانک
موت ہوئی پچاس کے سن کے ہو کر انتقال کر گئے
مولوی شرف الدین بلخی کے بھائی ڈاکٹر غیاث الدین
مرحوم تھے ان میں تیزی ذہانت بلا کی تھی یہ حاجی
تھے عرب سے ایک عورت کو عقد کر کے لائے تھے
پھر میزان نہ بیٹھی اوسکو واپس کرنا ہوا غیر ملک
و غیر قوم کی عورت سے نباہ ہونا مشکل ہے اسی
لئے کفو کی تاکید مسلمانوں میں اور ہندوؤں میں
ہے ان کی شادی بخشی محلہ میں بھانجی مولوی
عبد الغنی مرحوم ہوئی وہ حافظ احمد رضا سکندر نواب
جنگ سے تعلق قرابت قریب کی رکھتے تھے اون سے

اولاد موجود ہے نام تو لڑکون کا یاد نہین ہی مگر بعض
لڑکے کو جانتے ہین ایک کا نام مولوی حفیظ نبی ہی وہ بھی
باپ کی طرح بلا کے ذہین ہین اور ویسے ہی غیر مستقل
زندگی گذارتے ہین آجکل وہ افریقہ مین ہری بابو
دل دیوان جے پرکاش لال دیوان ڈمراؤن کے
بیٹے کے یہان ملازم ہین پہلے یہ قانونگو تھے بہت
نوکریان لین اور چھوڑا پھر تجارت کے اصول پر پوری
چلایا پھر اُسے چھوڑا دوسرا کام کیا الغرض کوئی کام
استقلال سے نہ کیا ورنہ یہ بڑے شخص ہو جاتے ان کے
ایک بھائی میٹی اسکول مین مولوی ہین ایک بھائی
گھر پر رہتے ہین ان لوگون کی سکونت اب بخشی محلہ
مین ہے پہلے غربی چک مین تھی ہنوز زمین مکانات کی
موجود ہے ڈاکٹر صاحب کی بعض تصنیف حفظان صحت و اول خوراکی
طرز معاشرت کے بابت چھپی ہوئی ہے وہ عربی بھی
بولتے تھے مولوی شرف الدین کے لڑکے قمر الدین مختار
تھے اون کے لڑکے بھی موجود ہین جو ڈسٹرکٹ بورڈ کے
ملازم ہین اور مولوی شرف الدین کو تھوڑی جائداد تھی
اوسی سے گذران کیا پھر قمر الدین مختار نے کمایا سٹی
مین اچھے مختارون مین اور کمانے والون مین تھے

دو تین برس ہوا قضا کیا مولوی شرف الدین کی اوائل
زندگی خوش گذران ہوئی آخر عمر مین ان کو تکلیف ہوئی
پندرہ برس تک مفلوج پڑے رہے ان کے حواس مین
بوجہ سن کے فرق آگیا تھا یہ قریب سو برس کے ہوکر
انتقال کر گئے زیادہ سن بھی انسان کو تکلیف دہ ہوتا
ہے گو زندگی رہے مگر بیکار رہے سخت تکلیف سے گذران
ہوتی ہے اور اسقدر بوڑھے آدمی کو کوئی پوچھتا نہین
ہے اوسکو ذاتی لذت بھی نہین رہتی قوا سب جواب
دیدیتے ہین نہ کھانے کی لذت نہ کہین آنے جانیکی
لذت نہ کسی کو پہچاننے کی صلاحیت الغرض انسان
زندہ درگور رہتا ہے حیات اوتنی ہی اچھی ہوتی ہے
جبتک انسان دنیا کی لذتون کا حس رکھتا ہے
جب دنیا کے ہر محسوسات سے بیکار ہو گیا تو زندگی کا
کوئی فایدہ نہین رہتا یہ قاضی رضا حسین خان بہادر
پھوپھا راقم کے قرابت قریب کے لوگ تھے اور برتاؤ بھی
اچھا ہی رہا ان لوگون کا مقبرہ جھٹلی مین بھی درگاہ پر دریا
کنارے ہے اوہورثا سب بھائیونکی زندہ ہین اس خاندان سے
مولوی ابوالبرکات صدر اعلی اور مولوی ابوالحسنات کیل
دوہی سے تعلقات قرابت قریب کی ہے یہ لوگ قاضی ضیا حسین

کہ میرے بھائی مولوی لطیف جہان آباد کے لڑکے ہین
ان لوگون مین خاندانی ذہانت ہے ایک ایک بچہ ذہین
اور عقلمند ہوتا ہے مگر خاندان بلخی مین ایک طرح کی شان
ہے وہ لااوبالی پن ہے یہ حضرت مخدوم مظفر بلخی کا
فیضان ہے اون کی ہر اولاد مین شان کا ہونا لازمی
ہے اور لاپروا ہوا کرتے ہین راقم نے جتنے آدمی بلخی
خاندان کے دیکھے اون مین یہ مادہ ضرور پایا ورنہ وہ
بلخی خاندان کا نہین ہے راقم کی خوشدامن اور زوجہ
اور لے بلخی تھین موجودہ اولاد ذکور واناث راقم بھی اسمین
خاندان بلخی کے ہین اون لوگون مین بھی بے نیازی
سخاوت لاپروائی ضرور تھی بلخی خاندان والے شاہی
دماغ رکھتے ہین مدبر ہوتے ہین خوش اخلاق منکسر
اور سخی ہوا کرتے ہین یہ راقم کے پچاسون برس کا
ذاتی تجربہ ہے بوجہ قرابتداریون کے سیکڑون آدمی
اس خاندان کے دیکھے سب مین مذکورالصدر صفت
کم و بیش پایا ہے۔

۱۵۶ وزیرامیان دو نئی بازار کے
موڑ پر رہتے تھے یہ غریب آدمی تھا دلی خواہش
امیرانہ تھی اون کا روزگار بظاہر نہ تھا مگر بڑے

ٹھاٹھ کی زندگی گذارتے گئے اور بڑا رعب داب تھا شہر کے
روسا اور غربا ان سے دبتے تھے آخر میں کچھ جواہرات
کی تجارت کرنے لگے تھے جو ایک معمولی حیثیت کی تجارت
کا نام تھا ان کے بھائی زلفی تھے جو بوٹی بوٹی کرکے رانی پور
تالاب پر مقتول ہوئے اون کے قاتلون کا پتہ نہ لگا۔
اون کی اولاد مین محمد حسین وغیرہ موجود ہین زلفی کی
لڑکی سے ڈاکٹر بشیر نے عقد بھی کر لیا تھا اولاد بھی ہے
اور وزیر میاں والا مکان ڈاکٹر بشیر کی بی بی کے لئے
بنایا گیا ہے وزیر امیاں کے بیٹے اچھو میاں میونسپلٹی مین
چپراسی ہین آخر عمر وزیرا میاں کی تکلیف سے گذری
بیس برس ہوا ہو گا ان کا انتقال ہو گیا جائداد تو نہین
تھی مکان تھا بک گیا اولاد پریشان ہو گئی بی بی بچے
تکلیف سے گذران کرنے لگے اب اچھو نوکر ہین اور
کماتے کھاتے ہین زلفی اور وزیرا قریب تر بھائی تھے
وزیر کے حقیقی بھائی امیر رفوگر تھے یہ بھی بڑے داشت
سے زندگی گذار گئے غربت کے ساتھ ان مین بڑی
داشت تھی اور وضع بھی پھر بھی رکھا آخر کار آخر عمر مین
تکلیف سے گذران ہوئی اون کے لڑکے حسنو اور
ایک اور زندہ ہے جو رو رنگاریز ملازمت کرکے گذر

کرستے ہیں غریب کی داشت نہ نہیں سکتی مگر عادتاً غربا امرا کی نقل کرتے ہیں اون کی برابری کا حوصلا کرتے ہیں جسکا نباہ اون کے مالی حیثیت کے اندر غیر ممکن ہے اسلئے غربا کو آخر عمر میں پریشانیاں ہوتی ہیں اور تکلیف دہ ہوا کرتی ہیں آدمی کو اپنی حیثیت کے اندر چلنا ہے اچھا رہتا ہے دنیا میں ایک سے ایک امیر پڑے ہیں کس کس کا مقابلہ کیا جائے آدمی کو لازم ہے، ایاض قدر خود بشناس، جو آدمی اپنی حیثیت سے باہر کام کرتا ہے اور اپنی ذاتی مالی اقتدار کا موازنہ نہیں کرتا وہ دنیا میں بجائے معزز کہلانے کے ہنسا جاتا ہے اور خدا اُسے گرا کر دکھا دیتا ہے۔ ایکہ شیران را کند روبہ مزاج، احتیاج است احتیاج است احتیاج۔ ضرورت انسان کو گرا دیتی ہے جان و مال سب پر زوال آجاتا ہے اس خاندان کے لوگوں میں اب تک بزرگوں کی داشت اور وہی ترکیب اور خراج موجود ہے خود بھی آپس میں ان لوگوں کے وہی جھگڑا فساد لے دن ہوا کرتا ہے اسی مزاج کے وجہ کر زلفی مقتول ہوئے اور وزیر بابا ہوئے امیر میاں کو آخری عمر میں تکلیف اوٹھانا پڑی ان لوگوں کی قرابت داری فصاحت کے میدان

والون مین سے ہے یہ محلہ میدان شاہ فصاحت مشہور تھا اب
اس محلہ کا نام میدان فساد ہے روزمرہ اس محلہ مین
بے ضرورت بھی فساد ہوا کرتا ہے اس محلہ مین تعلیمی اثر
کم ہوا اور لوگ تعلیم پانا بھی نہین چاہتے راقم نے
حکیم خواجہ کی تحریک پر ایک مکتب کھلوا دئے تھے اور سر
فخرالدین منسٹر کے مدد سے سرکاری طور پر مشاہرہ و اخراجات
مدرسہ کے لیے کچھ بھی مقرر کرا دیا مگر لڑکے داخل کم ہوئے
اوبچہ ہوے وہ بازاری لڑکون کے تھے خود بھی ان لوگون
نے پڑھنا پسند نہ کیا اور والدین بھی اس امر کو قبول نکرسکے
لڑکے ہوشیار ہوئے آٹھ دس برس کے ہوئے اون سے
گوٹہ پٹھا بننے کا کام لیا جانے لگا دو چار آنے کی مزدوری
ہو گئی اسی کو والدین غنیمت جاننے لگے آخر کار مدرسہ
ٹوٹ گیا اور بچے اسٹریٹ بوے ہو کر رہے اسلئے اس
محلہ مین فساد ہوا کرتا ہے اور آپس مین جھگڑے بیضرورت
اور ادنے ادنے بات مین ہوا کرتی ہے یہ تو شان جہالت
ہے اسکو ہو کر رہنا چاہیئے جہان علم و صحبت و تربیت
نہین ہے وہان تو فساد لازمی چیز ہے بعض بعض
خوندہ جو ہین اون کی زندگی بھی تلخ ہے جہلا دولت
کیلئے رنج کو برداشت نہین کر سکتے اسکے لئے عالی ظرفی

کی ضرورت ہی دو چار ہی روپے کی حیثیت اگر غربا کی
ہو جاتی ہے تو وہ ابل پڑتا ہے اور اپنے کو خدا جانے
کیا سمجھنے لگتا ہے لباسی نقل یا زبانی انسان کو برباد
کر دینے والی چیز ہے جس گروہ کا لباس انسان نے استعمال
کیا بس اس گروہ کی شان دکھانے لگتا ہے مسلمان
اگر انگیہ پائجامہ پہنتے تو وہ اپنے کو رئیس جاننے لگتے ہیں
اور اعلیٰ طبقہ کا آدمی شمار کرتے ہیں حیثیت ہو نہ ہو
شان آجاتی ہے کمنا کوٹ پتلون مگ پہننے لگے صاحب
بن گئے اور خوددار ہو گئے سستی پیدا ہو جاتی ہے
اپنا منصبی کام چھوڑنے لگتے ہیں یہی وجہ ہے کہ موجودہ
زمانے میں صرف ٹھاٹھ دیکھ لیجئے اندر اندر سب
کھوکھلے ہی ہیں پیسے کسی کے گھر نہیں ہیں لفافہ درست
درست مضمون ندارد ہے لباس کا اثر اخلاقی اور
انسانی باتوں پر بہت گرتا ہے مالی حالت خراب
اور نمائشی چالیں اور پھر اسی سے آخر نتیجہ خراب نکلتا ہے
اپنے حوصلے پورا کرنے کی غرض سے انسان جرائم کا مرتکب
ہو جاتا ہے اور ناجائز طریقوں پر بھی زیادہ ہوتا ہے
اچھا آدمی بھی خراب ہو جاتا ہے لفافہ کے اندر خراب
خراب مضمون کا پتہ چلتا ہے لباس دھوکے کی ٹٹی

ہے اسکو پولس تو بے جانتی ہے کہان کہان کس کس
لباس مین کیا کیا جرایم ہوا کرتے ہین اور اس لفافہ
دارون مین کیسے کیسے مضمون پیدا ہوتے ہین
انسان کے لفافہ پر ہین جانا چاہیے اونکی اندرونی حیثیت
پر پہلے توجہ کرنا چاہیے اگر حیثیت سے باہر کام کرتا ہی
تو وہ آدمی ایک دن مخدوش نکلے گا کم از کم لوگون
کا مال مار کر مفلسی مین درخواست دیگا غربت مین
خودداری پھر کہان رہ سکتی ہے ضرورت فتی انسان
سے ہر کام کرا سکتی ہے اسی مین اچھے اچھے آدمی
خراب ہو گئے اور بدنام ہو گئے موجودہ زمانے مین
لفافہ عمدہ اور مضمون خراب رہتا ہے۔

۱۵۷ مظفر حسین سوداگر لکھنو کا مکان دراب ٹولی
مین تھا لکھنو سے آئے کرایہ کے مکانون مین رہے
پھر مکان خرید لیا دو قطعہ مکان تھا ایک سکاری
چوکی کے پاس تھا جو مہابیر پرشاد کلوار کے مکان
کے سامنے تھا اس مین ان کا عطر کشی کا کارخانہ
تھا مظفر حسین نے اپنی زندگی خوش حالی اور
خوش خوراکی کے ساتھ گذار دیا بڑے بامذاق پچاس
برس کے آدمی تھے تمام رئیسون مین انکا گذر تھا

اچار چٹنی مربے تیل عطر سکنجبین اور عرقیات متعلق بیماریون
کے ان کے یہان فروخت ہوتی اور خوب بکری تھی اور
سال بین دھوم سے مولود کرتے اور عام لوگ مدعو ہوتے
رؤسا شریک ہوا کرتے اچھی طعام داری کرتے رہے
متقی پرہیزگار نمازی آدمی تھے شہر مین عقد بھی کر لیا تھا
۲۵ برس گذرا ہوگا مر گئے ان کے داماد مرزا عبدالوحد
بیگ بھی اوسی انداز طبیعت کے آدمی ان کے جانشین
ہوئے اور اُسی انداز کی زندگی گذارتے گئے اون کے ایک
بھائی اور تھے وہ ریحان کمپنی رانی گنج مین نوکر تھے
غالباً اون کا نام وزیر بیگ تھا وہ بھی مر گئے مرزا عبدالواحد
بیگ نے دونون مکان راقم کے ہاتھ بیچا اور در اب ٹولی
والا مکان ہری چرن حلوائی کے ہاتھ راقم نے فروخت
کیا اب اسمین ہری چرن حلوائی رہتا ہے اور حلوائی کے
کام مین ہوشیار ہے مرزا عبدالواحد نازی ۲۵ برس
یہان رہے اور لکھنو جا کر مر گئے اون کا لڑکا عبدالعزیز
ہنوز زندہ ہے اوس نے ایک چچا کے یہان شادی کر لی
ہے اور حیدرآباد مین کسی رئیس کے یہان ہے
اون کے چچا زاد و عم مطبخ نہیں مرزا جی کی اولاد سے
جو مرتضیٰ خان کے خاندان سے ین لکھنو مین بیاہے ہین

مرتضے خان کے لڑکے ارتضے خان مصطفے خان وغیرہ
ہین جو میر اصغر علی کے مشہور کارخانہ عطر فروشی کے اب
مالک ہین میر اصغر علی کی برادری میر احمد علی پٹنہ سے تھی
میر احمد علی کی اولاد میر علی احمد اور میر عبد الرحمن تھے
حافظ میر علی احمد کے بیٹے منشی سید علی حسن اور منشی سید احمد حسن
چھاپے خانے والے ہین جو شاہ کی املی مین ہین جس مکان
مین مولانا ظہیر احسن شوق نیموی رہتے تھے - زندہ ہین
میر احمد علی خانقاہ منگل تالاب کے بغل مین رہتے تھے
میر اصغر علی کے بیٹے محمد علی تھے اونکی بہن میر قمر علی
ولد میر نجف علی وکیل سے بیاہی ہے میر قمر علی کی لڑکی
مرتضے خان کے بیٹے سے بیاہی ہے اونکی اولاد لکھنو
مین زندہ ہے اس خاندان سے مرزا عبد الواحد بیگ
سے سروکار قرابت داری تھا اور جھوائی ٹولہ مین انکے لوگون کا
مکان تھا میر نجف علی کے داماد خواجہ فخر الدین صدر اعلے
تھے اور خواجہ صاحب کی اولاد مین خواجہ عبد المجید
دیوان محلہ مین رہتے ہین اسی سے مرتضے خان کے
بیٹے کی قرابت داریان اس شہر مین ہین اور وہ اکثر
ایک دو روز راقم کے مہمان رہے راقم بھی اونکا مہمان
لکھنو مین رہا ہے یہ سب کہانیان ہین جو چشم دیدہ ہے

اب ان باتوں کی نہ دید ہے نہ شنید ہے اللہ بس باقی ہوس خواب تھا جو کچھ کے دیکھا جو سنا افسانہ تھا۔

۱۵۸۔ رام دیال ولد رام پرتاب کا مکان بھی دریا ٹولی میں تھا یہ سب معقول شریف النفس آدمی تھے اور مالی حالت بھی اچھی تھی یہ بھی پھر تھے اور اچھے لوگوں سے ملا کرتے تھے۔

۱۵۹۔ امو اور مرزا ری بھی اسی محلہ میں رہتے تھے ان لوگوں کا بھی نام یادگار رہے گا ان لوگوں نے اپنی زندگی میں خوب عیب داب رکھا ہزاری کا تو کاغذ کے مثلون میں نام ملے گا۔

۱۶۰۔ جواہر نامی ایک لڑکے کو جو وزیر کے شاگرد تھے کسی نے روز ہی بازار کے موڑ پر شیخ جمیر کے مکان کے پاس چھری ماردی وہ بڑا خوبصورت پہلوان نوجوان ۱۹ برس کا مقتول ہوا اور پتہ نہ مل سکا کون قاتل تھا حالانکہ اغیار کا کام نہ تھا اپنے ہی والے ایسے کام کرتے ہیں اور ہمراز ہی لوگوں سے خون ریزی تر ہوا کرتا ہے نوجوان لوگ سب کو اپنا دوست ہی جانتے ہیں دوستی کس جانور کا نام ہے جب جب خون میں سفیدی آگئی ہے قرابت اور

قریب تر رشتہ دار اپنے ہی ہاتھوں بربادی کرتے ہیں
اغیار کیا برت سکتے ہیں شاید ہے ہزار میں دو ایک
مثال ملے گی نوجوانوں کو دن کے ناتجربہ کاری ہو
دے رہی ہے سیکڑوں خون اپنے یاد میں سنے گئے زیادہ
تر ہمرازوں کے ہاتھ سے سرزد ہوئے چوتھائی سے
بھی کم دشمنوں کے ہاتھ سے ہوئے دشمن بھی دوست
ہی ہوا کرتے ہیں یا اقربا اغیا سے سروکار نہ دوست
نہ دشمن بعض بعض خون اللچ میں ہوا گیا ہی دوست
ہی تو ہمراز ہے سارے بھید کو کہتے ہیں چور کو کہیں چوری
کا اور سادھ کو کہیں جاگتا رہ خفیہ پولس ڈیپارٹمنٹ
محکمہ ابکاری پولس ڈیپارٹمنٹ کی کامیابیاں دوستی
ہی پر منحصر ہیں مقدمات کا پتہ احباب ہی سے چلتا
ہے جرائم کا پتہ احباب ہی سے کھلتا ہے دوستی نایاب
اور لا وجود چیز کا خیالی نام ہے ملاقات دنیا چلانے
کے لئے ہے اور پولس بھید سے کے لئے برتاؤ اور ربط
کا نام لوگوں نے غلط فہمی سے دوستی رکھا ہے یہ
مخدوش اور مضر چیز ہے آدمی کو اپنا ہمراز بنانا دشمنی
پیدا کرنا ہے خدا کے سوا ہمراز ہونے کے لائق دوسرا
نہیں ہے وہ ستار عیوب ہے انسان میں ستاری کا

مادہ نہین ہوگا یہ صفت کم انسان مین پائیگا اور برائی
چھپ پر چڑھکر آواز دیتی ہے لاکھ پوشیدگی سے برائی
کے فعل کیجیے وہ ظاہر ہوکر رہے گا یا تو برائی سے بچو
بے حسی کرلو برائی مشہور ہوکر رہے گی اور چھپ نہ سکے گی
قانونی سزا مین ملے نہ آئے ہر اعلی صفت ظاہر
ہوکر رہتی ہے مگر دنیا التعریف پر آمادہ نہین ہے دنیا نکتہ چینی پر تیار ہے
یہاں آخر دراب ٹولی مین مہیش تمولی کا مکان
تھا اسکی ماں دولتمند تھی اس نے اپنے وقت مین
اپنا نام دفاتر سرکار مین چند بار درج کرلیے پیوند سرطین لیا
اور پھر بکرے فتر میں جسکا پتہ کا غذات سے مل جاتا ہے تمولی
کی دوکان بدچلنون کا کلب ہوا کرتا ہے نوجوانون کی
آرہت چنڈو خانہ چائے خانہ میکخانہ قہوں کی دوکانین نٹ نونکے کوٹھے
اور تمولیون کی دوکان پر ہے ان جگہوں مین شباب
کا ابھار اور جرایم کی بہار ہے اب تو بعض ہوٹلون
مین بھی انگریزی رسم عادتین ہو گئی ہین اور جرایم کے
پتہ لگانے والے بھی نہین جنکو ہون سے رموز کا پتہ
لگا لیتے ہین یہ جگہین شب کے وقت بیکار لوگون کے وقت
نکالنے اور جی بہلانے کے لئے مخصوص ہین ان صحبتون
مین انسان بیکار ہو جاتا ہے اپنا آپ ہی دشمن

ہوجاتا ہے یہ جگہین جرایم اور جھوٹ کی بیخ یہین بوئی جاتی ہین اور یہین جگہون مین اون کی سیرابی اور شادابی اور راب رسانی کا سامان ہوا کرتا ہے جو باتین یہان ہوا کرتی ہین وہ اخبارون سے زیادہ شایع ہوجاتی ہین یہان کے اطوار بالکل پوشیدہ نہین رہ سکتے بعض بعض پوشیدہ باتون کا اظہار یہین سے ہوا کرتا ہے ساری صلاحین تخلیہ مین انہین جگہون ہوا کرتی ہین بعض کانسٹبل کو بھی کبھی مجرم لاتے پایا خفیہ پولس کو انہین جگہون مین شریک دیکھا ہے دوست بنے ہین ہمنشین اور شریک بھی ہم نوالہ ہم پیالہ ہم عادت بھی بن لوزیم ہزار ہا کام بھی پورا پورا اپنا انجام دے رہے ہین احباب کے ہمراز اور اپنی نوکری کے دمساز ہین الغرض دنیا مین کیا کیا نہین دیکھا اور پھر بندہ کی لایف سے کیا کیا فائدہ نہ اوٹھایا برا اچھی بھلائی کا راستہ بتاتا ہے وہ بھی خلاقی میدان کا ایک اوستاد ہی ہوتا ہے خود اپنی پریشانیون سے دوسرون کو ہوشیار بنا دیتا ہے۔

ع ۱۶۴ دوندی بازار مین حمیدی نامی ایک شخص تھا گو یہ محض گمنام آدمی تھا مگر اسکی سوانح

عمری ایک مفید تر باتین بتاتے ہین اسلئے تذکرتا
اسکا حال لکھنا نامناسب نہ ہوگا یہ شخص بچپن مین
نہایت گورا خوبصورت آدمی تھا اسکی مان اور دو
بہنین بھی بہت حسین عورتین تھین ان لوگون کا
شباب دیکھنے کے لایق تھا ابتدائے عمر مین اس لڑکے
نے راجی کا کام سیکھا اور ہوشیار کاریگر ہوا بہتیرے مکان
اس نے بنائے اور مکانات کے اندرونی قطعات
سے یہ آگاہ تھا جب کچھ سن آگیا مان مرگئی گھر کی باقی
عورتین اپنے پورے شباب پر آگیئن اور خود مختار ہوگیئن
اس شخص سے جدا ہوگیئن اور بعض کلکتہ گیئن اور
بعض اسی شہر مین نوجوانون کے زوجہ اور نعمت
غیر مترقبہ ہوگیئن اون دونون نے اپنی اپنی جوانی کو
خوب روندا اور نوجوانون کی خوب خبر لی اون کا
شباب کثرت بدکاری کے وجہکر ڈھلا اور قوائے
نے جواب دیا ایک تو مرگئی ایک بھائی کے گھر رہی
بے حیائی اور بدکاری کا پیسہ کھانے سے وہ لڑکا
بھی بے حیا ہوگیا اور اوس کی نظرت بھی بدلی
غیرت اور حمیت اوس سے جاتی رہی دن بھر
وہ راجی مین کماتا اور رات کو یاردوست جمع

رہتے اور خاصہ گورہٹہ تمام مکان مالزادیون کا سا ہو گیا رفتہ
رفتہ تیس برس کے عمر مین چھوٹی چھوٹی چوریون کا عادی
ہوا پھر تو بڑی بڑی چوریان کرنے لگا اور اس فن مین
پہلے درجہ کا مشہور اوستاد ہو گیا اور دن بھر گھر بیماری کی
شکل بنائے بیٹھا رہتا اور چند احباب ساتھی رہا کرتے
اور بظاہر سخت بیمار معلوم ہوا کرتا دن کو بھی رات کو
آخرکار ایک دن بمکان منشی محمد امیر مرحوم بوقت مولوی
محمد قایم رجسٹرار جب وہ اپنے ملازمت پر تھے اونکے عقب
مین بذریعہ نقب آپ اس مکان مین تشریف لائے
منشی منور علی محمد قایم صاحب کے خالو اس مکان کے
انچارج محافظ تھے اوسوقت اون کی عمر قریب ساٹھ
برس کے ہوگی بوڑھے آدمی مگر جوانی سے وہ پہلوان تھے
اوسوقت کے امیر و غریب ڈنڈ کشتی پھکیت فن پہلوانی
مین ضرور کچھ نہ کچھ دخل رکھتے تھے) آخرکار دونون مین
ایک گھنٹہ تک دھکم دھکی ہو گئی اور اس نے بھی مارکرنا
آغاز کیا وہ غریب بوڑھے یہ جوان اور زور کا پیشہ ور مشاق
وہ اپنے کو بچاتے ہی رہے وار کا موقع نہ ملا جب انہون نے
اپنے کو پریشان پایا لوگون کو پکارنے کا قصد کیا اوس نے
ان کو یاد دلایا اگر پہلوان مرد ہو تو لوگون سے مدد کیون

چلاتے ہو اور کچھ شوخیان لیکن وہ نہایت شریف طبیعت مزاج آدمی تھے اونہون نے کسی حکمت سے اسپر قبضہ کیکے اسے پٹ گرایا اور کمر پر بیٹھکر اوسکے ہڈی پر ایسا ضرب دیا کہ وہ بیکار ہو گیا اور عمر بھر کے لیئے بیکار کر دیا گیا چور برداشت نہ کر سکا چلایا لوگ جمع ہو گئے پولس آئی اور چوری کا مقدمہ اور ان پر بیکار کرنے کا مقدمہ چلا ان ہر دو

۱۶۳ — مہیش ٹلوہ کا مکان دراب ٹولی مین تھا لکڑی کا روزگار تھا چند برس روزگار کرتے کرتے اچھی حیثیت ہو گئی اب اوس کے وارثان زندہ ہین سونڈی بنئے تیلی تمولی بڑہی لوہار سنار گوالے اور دیگر شودر قوم آجکل خوب پیسے والے ہوتے ہین وہی روزگاری ہین وہی بیوپاری ہین وہی خدمت گذار ہین اون کو کسی کام مین عار نہین ہے محنت کرتے ہین دولت پیدا کرتے ہین مسلمان نکمے بنکر کھاتے ہین اور مزے اوڑاتے ہین انکو دنیاوی ترقی کیا ہو سکتی ہے ہر بات مین ان کو شیخی ہی بھیک مانگنے کو عیب نہین جانتے ہین کما کھانا بلکہ عیب جانتے ہین کرین خدمتگاری اور اوکا لدان ملنے کو عیب جانین جھاڑو دینا برا جانین ان کو افلاس نہ ہوگا تو اسکو ہوگا ہر بات تو عیب مین داخل ہے تو کیا انکو صاحب

بناکر خدمتگاری کی نوکری دیجائیگی ڈرایور تو چچیری بھائی
نہیں حقیقی بڑے بھائی ہونیکا دعوے رکھتے ہیں مصاحب
تو چچا ہی بننا چاہتے ہیں جس طرف توجہ کیجئے گا مسلمانوں
کی غربت ٹلنے کا کوئی سامان مہیا نہیں ہوسکتا قومی
نکبت نے ان کو کسی کام کا نہیں رکھا آیندہ دیکھئے
کس حد کو ان کا غرور ان کو تہ نشین کرتا ہے ان کو اپنی
موجودہ منصب کا بالکل خیال نہیں ہوتا ہر ایک
اپنے کو محمود غزنوی ہی جانتا ہے کیونکر ترقی ہوسکتی ہے
ہر لاین کو تو یہ خود چھوڑتے جاتے ہیں ابھی تک تو صرف
کو ڑھیل روزگار کیطرف توجہ دیکھتے ہیں یعنی صرف پان
کی دوکان بہت کرتے ہیں بقیہ روزگار کیطرف سے یہ جدا
ہیں ہندوؤں کے یہاں اوتم ذات تو نشہ خوار بھی نہیں ہیں
اور مذہباً ناجایز جانتے ہیں مگر مسلمان سادات تاریدن
رات چرسے پائے جاتے ہیں جسوقت سرداران قوم
کی اولاد کا حال دیکھتا ہوں شرم سے ڈوبتا ہوں اور
خدا سے پناہ کی دعا مانگتا ہوں جب سرداران کی ذات
کا یہ حال ہے تو اور گروہوں سے کیا امید ہوسکتی ہے
مسلمان اپنے ہاتھ سے کھانا پکا کر اپنا پیٹ بھی نہیں پال سکتے اپنی ذاتی
ضرورتوں کو خود پورا نہیں کرسکتے دنیا جگی ہے خواب غفلت میں ہیں

انڈکس فہرست حضرات علاقہ چوک وارڈ

حصہ اول

بقید نمبر شماری و صفحہ از تا صفحہ مندرجہ کتاب

نمبر شمار	اسمائے گرامی	از صفحہ	تا صفحہ	نمبر شمار	اسمائے گرامی	از صفحہ	تا صفحہ
دیباچہ	دیباچہ	۱	۱۶	۱۸	میر واجد حسین صاحب	۵۱	۵۲
۱	نواب گوہر علی خاں صاحب	۱	۱۱	۱۹	کوڑی میاں	۵۲	۵۳
۲	للو بابو	۱۱	۱۶	۲۰	میر فرحت حسین صاحب	۵۳	۵۳
۳	میر جعفر حسین صاحب	۱۶	۱۸	۲۱	گنگا بابو	۵۳	۵۴
۴	میر امیر حسن صاحب	۱۹	۱۹	۲۲	ممتاز نواب صاحب	۵۵	۵۷
۵	خان بہادر میر علی محمد شاد صاحب	۱۹	۲۳	۲۳	محمد عظیم صاحب	۵۷	۵۸
۶	پیلے صاحب	۲۳	۲۵	۲۴	حاجی عابد حسین صاحب	۵۸	۶۰
۷	میر سنگی جان صاحب	۲۶	۲۹	۲۵	میر ابو محمد صاحب	۶۰	۶۴
۸	میر نواب جان صاحب	۲۹	۳۳	۲۶	خان بہادر میر ابو سعید صاحب	۶۴	۶۹
۹	آغا امجد حسین صاحب	۳۳	۳۵	۲۷	میر مجو صاحب	۶۹	۷۰
۱۰	شاہ حفاظت حسین صاحب	۳۵	۳۷	۲۸	مولوی علی احمد صاحب	۷۰	۷۱
۱۱	نواب ببو صاحب	۳۷	۳۸	۲۹	پیگو صاحب	۷۱	۷۲
۱۲	جگرناتھ جھوبی	۳۸	۳۹	۳۰	منشی ہیرا لال صاحب	۷۲	۷۳
۱۳	سرفراز خاں چپراسی	۳۵	۴۱	۳۱	محمد ابراہیم صاحب	۷۳	۷۴
۱۴	میر وزیر حیدر صاحب	۴۱	۴۳	۳۲	منشی شیو نرائن لال صاحب	۷۴	۷۶
۱۵	شاہ وزیر جان صاحب	۴۳	۴۶	۳۳	بھتو میاں صاحب	۷۶	۷۸
۱۶	شاہ محمد اکرم صاحب	۴۶	۴۵	۳۴	حاجی تاتا صاحب	۷۸	۷۸
۱۷	میر احمد حسین صاحب	۴۹	۵۰	۳۵	واجد میاں صاحب	۷۸	۸۰

نمبر شمار	اسمائے گرامی	از صفحہ	تا صفحہ	نمبر شمار	اسمائے گرامی	از صفحہ	تا صفحہ
۳۶	ڈاکٹر مہندر ناتھ صاحب	۸۱	۸۲	۵۸	میر احمد حسین صاحب	۱۱۵	۱۱۶
۳۷	ڈاکٹر بشیر صاحب	۸۲	۸۶	۵۹	سکھراج بہادر صاحب	۱۱۶	۱۱۸
۳۸	حافظ احمد اللہ صاحب	۸۶	۸۹	۶۰	جھنڈو لال متھرا پرشاد صاحب	۱۱۸	۱۱۹
۳۹	خواجہ امان اللہ صاحب	۸۹	۹۱	۶۱	خواجہ عنبر	۱۱۹	۱۱۹
۴۰	خواجہ اصد علی صاحب	۸۹	۹۱	۶۲	بابو چنی لال	۱۱۹	۱۲۴
۴۱	خواجہ محمد خلیل صاحب	۹۱	۹۲	۶۳	اچھے خاں منت خاں گاگانی خل صاحب	۱۲۴	۱۲۴
۴۲	خواجہ امن صاحب	۹۲	۹۳	۶۴	نورا کاغذی	۱۲۴	۱۳۰
۴۳	خواجہ بادشاہ	۹۳	۹۴	۶۵	عبد الرحیم	۱۳۰	۱۳۶
۴۴	بابو جان	۹۴	۹۵	۶۶	گھسیٹا دوکاندار	۱۳۶	۱۳۶
۴۵	مولوی یحییٰ وکیل وغیرہ و خواجہ صاحب وزیر حسین	۹۵	۹۹	۶۷	عمر دراز	۱۳۶	۱۳۶
۴۶	سنیہ خان عبد اللہ خان صاحب	۹۹	۱۰۰	۶۸	میاں دلی درزی	۱۳۶	۱۳۷
۴۷	رسول شاہ و عبد الصمد عبد العزیز وغیرہ صاحبان	۱۰۱	۱۰۱	۶۹	ردا ٹوپی والے	۱۳۷	۱۳۷
۴۸	شیو نرائن چودھری	۱۰۲	۱۰۳	۷۰	سنگھو جی باجے والے	۱۳۷	۱۳۷
۴۹	حافظ احمد شاہ	۱۰۳	۱۰۶	۷۱	تسمی رام نبات والے	۱۳۷	۱۴۱
۵۰	سا کھل شاہ	۱۰۶	۱۰۷	۷۲	کستوری لال عطار	۱۴۱	۱۴۱
۵۱	حکا شاہ عبد المجید صاحب	۱۰۷	۱۰۸	۷۳	ڈاکٹر ترکی	۱۴۱	۱۴۳
۵۲	بابا سمیر سنگھ	۱۰۸	۱۱۰	۷۴	بابو کھرج لال	۱۴۳	۱۴۴
۵۳	مولوی اسحاق انسپکٹر	۱۱۰	۱۱۱	۷۵	بابو تارا چند چودھری	۱۴۴	۱۴۴
۵۴	مولوی خورشید انسپکٹر	۱۱۱	۱۱۲	۷۶	بندھو لوہار	۱۴۴	۱۴۵
۵۵	شکور انسپکٹر	۱۱۲	۱۱۲	۷۷	بچہ بابو گوراوہ	۱۴۵	۱۴۷
۵۶	منشی عبد الحکیم سب انسپکٹر	۱۱۲	۱۱۳	۷۸	چھجو لوٹ مہراج	۱۴۷	۱۴۷
۵۷	منشی ٹھاکر پرشاد	۱۱۳	۱۱۴	۷۹	چھجو چودیا بو	۱۴۷	۱۴۸

نمبر شمار	اسمائے گرامی	از صفحہ	تا صفحہ	نمبر شمار	اسمائے گرامی	از صفحہ	تا صفحہ
۸۰	بابو شاپ چند چوہدری	۱۴۸	۱۵۰	۱۰۳	شمسو خاں	۱۸۸	۱۸۸
۸۱	بابو شتی چند چوہدری	۱۵۰	۱۵۲	۱۰۴	الٰہی بخش	۱۸۹	۱۹۰
۸۲	حکیم صبغۃ اللہ	۱۵۲	۱۵۳	۱۰۵	رام لال رستوگی	۱۹۰	۱۹۰
۸۳	وزیر گستار	۱۵۳	۱۵۴	۱۰۶	رحمت اللہ وعبدالرحیم	۱۹۱	۱۹۲
۸۴	گھنستن سونار	۱۵۴	۱۵۵	۱۰۷	سکلو بڑھی	۱۹۲	۱۹۳
۸۵	محمد امیر احسن	۱۵۵	۱۵۶	۱۰۸	رشید لال صاحب	۱۹۳	۱۰۶
۸۶	تلسی تتولی	۱۵۶	۱۵۷	۱۰۹	خاندان رشید لال	ایضاً	ایضاً
۸۷	رحمت خاں انسپکٹر	۱۵۷	۱۵۸	۱۱۰	منوہر داس	۲۰۶	۲۰۸
۸۸	مردن داس	۱۵۸	۱۵۹	۱۱۱	بڑے گورکھ	۲۰۸	۲۱۲
۸۹	جھمو خلیفہ	۱۵۹	۱۵۹	۱۱۲	چھوٹے گورکھ	۲۱۲	۲۱۲
۹۰	سنلیے جی	۱۶۰	۱۶۱	۱۱۳	بلاسے رام سنی مل	۲۱۲	۲۱۴
۹۱	بابو نرائن پرشاد کیلا	۱۶۱	۱۶۴	۱۱۴	مالی رام پالی رام	۲۱۴	۲۱۵
۹۲	بابو ایسری پرشاد	۱۶۴	۱۶۶	۱۱۵	مکھ رائے	۲۱۵	۲۱۶
۹۳	جے نرائن باج پئی	۱۶۶	۱۶۸	۱۱۶	جادو رائے	۲۱۶	۲۱۶
۹۴	رائے ایسری پرشاد	۱۶۸	۱۷۲	۱۱۷	گرو ہر چوبے	۲۱۶	۲۱۷
۹۵	نورالدین شاہ	۱۷۲	۱۷۴	۱۱۸	برکو مہراج جھڈو مہراج	۲۱۸	۲۱۸
۹۶	مہابیر پرشاد	۱۷۴	۱۷۴	۱۱۹	پریم سکھ داس	۲۱۸	۲۱۹
۹۷	فقیر جی	۱۷۴	۱۸۲	۱۲۰	رام پرتاب	۲۱۹	۲۲۱
۹۸	ڈاکٹر مصاحب علی	۱۸۲	۱۸۴	۱۲۱	ہزاری لال مختار	۲۲۱	۲۲۳
۹۹	ڈاکٹر سوامی جی	۱۸۴	۱۸۵	۱۲۲	مولوی خلیل انسپکٹر	۲۲۳	۲۲۳
۱۰۰	گمنگو سنگھ	۱۸۵	۱۸۶	۱۲۳	داروغہ اقبال حسین	۲۲۳	۲۲۵
۱۰۱	نرائن سنگھ	۱۸۶	۱۸۶	۱۲۴	داروغہ عبدالرحمن	۲۲۵	۲۲۵
۱۰۲	سنیہی جی حکیم	۱۸۷	۱۸۸	۱۲۵	منشی احمد حسین	۲۲۵	۲۲۶

۱۷ ھ

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ

اللہ بس باقی ہوس

اس کتاب میں شہر پٹنہ کے ہزاروں امیر و غریب معزز و غیر معزز لوگوں کی سوانح عمری اون کا حالات اون کے تعلقات برادری لکھی گئی ہے اوس کے ساتھ ہی ساتھ مذہبی ہدایتوں کا پہلو بھی موجود ہے اصلاح قومی کیطرف توجہ دلائی گئی ہے تمدن و سیاست پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے بہتیرے معلومات کا ذخیرہ ہے

موسوم بہ

یادگار روزگار
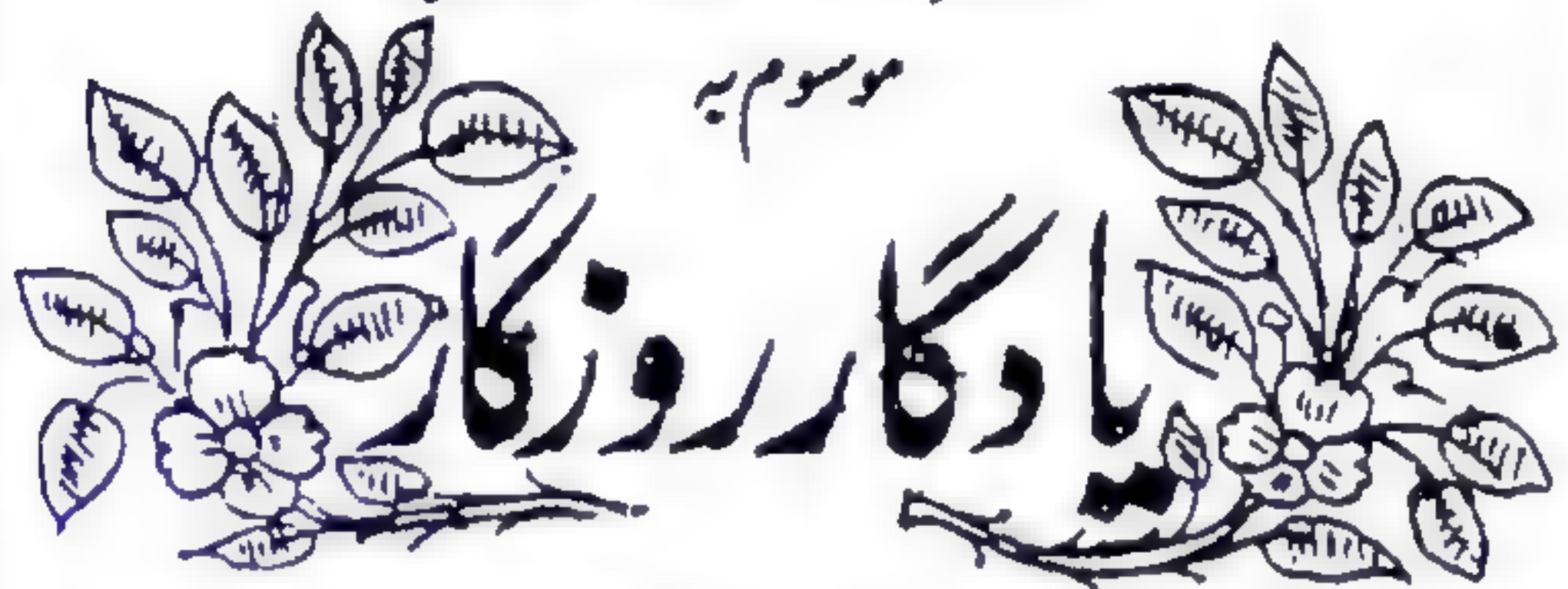
یہ پہلا حصہ خواجہ کلاں وارڈ کا ہے بقیہ باقی لوگوں کا حال حصہ دوم میں ہے جو زیر طبع ہے یہ کتاب چھ وارڈوں پر لکھی گئی ہے۔ مالسلامی۔ چوک۔ خواجہ کلاں۔ عالم گنج۔ سلطان گنج۔ بانکی پور بیر بہوڑ۔ اس کے ساتھ بہتیرے ضمیمہ ہیں جس میں علما۔ مشایخ۔ ڈاکٹران۔ اطبا۔ جراحاں۔ اطراف پٹنہ کے بہتیرے خاندان کا حال اور مذہبی نصیحت آمیز باتیں درج ہیں ہر وارڈ کی قیمت جدا جدا ہے

مرتبہ

سید بدر الحسن سینئر اعزازی مجسٹریٹ سٹی کورٹ و رئیس محلہ لودیکٹرہ شہر پٹنہ ہے

یہ کتاب بغرض نفع نہیں لکھی گئی ہے بلکہ بغرض فائدہ رسانی خلق اصلی لاگت پر بکے گی چونکہ اور حصے زیر طبع ہونے والے ہیں اسلئے مفت کسی کو نہیں دی جائیگی

قیمت خواجہ کلاں وارڈ حصہ اول مع ضمیمہ طیار شدہ

جس کتاب پر مولف کا دستخط نہو گا وہ مال مسروقہ ہوگا کوئی صاحب رکھنے کا قصد نہ فرماویں گے ورنہ نفع کی جگہ نقصان اوٹھائیں گے۔

ملنے کا پتہ مولف کے نام سے ہوگا

دلکش پریس گذری بازار پٹنہ سٹی

انڈکس فہرست حضرات علاقہ خواجہ کلاں وارڈ

حصہ اول

نمبر شمار	اسمائے گرامی	از صفحہ	تا صفحہ	نمبر شمار	اسمائے گرامی	از صفحہ	تا صفحہ
۱	مولوی شبیر علی	۱	۲۳	۲۰	شیخ مودن	۶۴	۶۷
۲	مولوی اظہر علی	۲۳	۲۶	۲۱	مصری لال جونپوری	۶۷	۶۸
۳	مولوی مظہر علی	۲۶	۲۸	۲۱	شاہ اقبال حسین	۶۸	۶۸
۴	مولوی امان علی	۲۹	۲۹	۲۲	لٹو ساؤ	۶۸	۶۹
۵	مولوی نذر علی	۲۹	۳۱	۲۳	مولوی سعادت حسین	۶۹	۷۰
۶	مولوی وارث علی	۳۲	۳۲	۲۴	بخشی میاں	۷۰	۷۱
۷	میر قادر علی	۳۲	۳۲	۲۵	خواجہ سید حسن	۷۱	۷۲
۸	قاضی تبارک حسین	۳۲	۳۳	۲۶	شیخ میاں جان و شیخ سوین جان	۷۲	۷۸
۹	شیخ امداد علی	۳۳	۳۵	۲۷	گلاب شاہ	۷۸	۸۱
۱۰	چھوٹی شیخائن	۳۶	۳۹	۲۸	مکھی واحد علی	۸۱	۸۸
۱۱	شاہ تبارک حسین	۳۹	۴۴	۲۹	نواب فدا علی مقتول	۸۸	۱۰۲
۱۲	شیخ کواں	۴۴	۴۹	۳۰	میر محمد کلیم	۱۰۲	۱۰۴
۱۳	شیخ طہارت حسین	۴۹	۵۴	۳۱	میر اسمٰعیل علی	۱۰۴	۱۱۱
۱۴	قاضی عبد الحمید	۵۴	۵۵	۳۲	ہدایت بیڑی والے	۱۱۲	۱۱۸
۱۵	مولوی شکور مختار	۵۶	۵۸	۳۴	گھسیٹا کنجڑہ	۱۱۸	۱۱۸
۱۶	چھوٹو درزی	۵۸	۵۸	۳۵	لالہ گاڑی بان	۱۱۸	۱۱۸
۱۷	عبد الرحمن خاں	۵۹	۶۱	۳۶	رائے جی گاڑیبان	۱۱۹	۱۲۳
۱۸	حافظ عبد الغفور	۶۱	۶۲	۳۷	عبد اللہ بمبئی والے	۱۲۳	۱۲۵
۱۹	عبد الرحمن مختار	۶۲	۶۴	۳۸	کمی جان	۱۲۵	۱۲۸

نمبر شمار	اسمائے گرامی	از صفحہ	تا صفحہ	نمبر شمار	اسمائے گرامی	از صفحہ	تا صفحہ
۳۹	ہینگو بڑے والے عرف جرمنی	۱۲۸	۱۲۸	۶۰	مولوی ظہیر احسن شوق نیموی	۱۷۳	۱۷۴
۴۰	حاجی رمضو	۱۲۸	۱۲۸	۶۱	مولوی ظہیر سالار پوری	۱۷۴	۱۷۸
۴۱	اچھے صاحب عرف سندر لال	۱۲۹	۱۳۱	۶۲	داناپوری مولوی اظہر علی	۱۷۸	۱۸۶
۴۲	لیاقت حسین قوال	۱۳۲	۱۳۴	۶۳	قاضی نظام الدین	۱۸۶	۱۹۰
۴۳	کریم باورچی	۱۳۴	۱۳۸	۶۴	میر الطاف علی بستلے	۱۹۱	۱۹۳
۴۴	رگھوبر کسیرا	۱۳۸	۱۳۹	۶۵	شاہ محمد منعم	۱۹۳	۱۹۴
۴۵	میاں حسین بخش ڈیرہ محلہ باغ ماموں خاں	۱۳۸	۱۴۵	۶۶	آغا حیدر علی	۱۹۴	۱۹۶
۴۶	امیر جان میاں	۱۴۵	۱۴۹	۶۷	خواجہ جیون	۱۹۶	۱۹۷
۴۷	بیجناتھ لال	۱۴۹	۱۵۰	۶۸	حاجی اسمعیل	۱۹۷	۱۹۸
۴۸	بسنتو	۱۵۰	۱۵۰	۶۹	میاں خاں	۱۹۸	۱۹۹
۴۹	بیکس چوڑی ساز	۱۵۰	۱۵۰	۷۰	بابو کنہیا لال ہیرا لال	۲۰۰	۲۰۳
۵۰	نیاز احمد خاں جمعدار	۱۵۱	۱۵۱	۷۱	حکیم نصیر صاحب	۲۰۳	۲۰۹
۵۱	عبد الغفور جمعدار	۱۵۱	۱۵۲	۷۲	مولوی عبد القادر	۲۰۹	۲۱۵
۵۲	منشی کشن لال	۱۵۲	۱۶۱	۷۳	عبد الحمید	۲۱۵	۲۲۱
۵۳	میاں ریاض مرحوم	۱۶۱	۱۶۴	۷۴	نواب جعفر قلی خاں	۲۲۱	۲۲۹
۵۴	پیارے صاحب گھوڑے سوار	۱۶۴	۱۶۵	۷۵	نواب مہدی علی خاں	۲۲۹	۲۳۳
۵۵	شیو بابو	۱۶۵	۱۶۸	۷۶	کبیر میاں	۲۳۳	۲۳۶
۵۶	حسن نواب صاحب	۱۶۸	۱۷۰	۷۷	نواب برہان علی خاں	۲۳۶	۲۴۳
۵۷	مرزا الیاس حسین	۱۷۰	۱۷۱	۷۸	حاجی خیر دتہ	۲۴۳	۲۴۴
۵۸	مرزا نثار حسین	۱۷۱	۱۷۳	۷۹	مفتی محمدی صاحب	۲۴۴	۲۵۵
۵۹	بنے صاحب	۱۷۳	۱۷۳	۸۰	رمضان خاں ورندیا ہتہ	۲۵۵	۲۸۰

نمبر شمار	اسمائے گرامی	از صفحہ	تا صفحہ
۱۲۳	ہرمزی لکھنوی	۲۹۸	۲۹۸
۱۲۴	اصیہ بیگم لکھنؤ والی	۲۹۹	۳۰۰
۱۲۵	بسم اللہ جان لکھنو والی	۳۰۱	۳۰۱
۱۲۶	بی جدن لکھنو والی	۳۰۴	۳۰۱
۱۲۷	بسنتو دہری کلکتہ	۳۰۴	۳۰۴
۱۲۸	بی بستی	۳۰۴	۳۰۵
۱۲۹	کوڑہ شاہ	۳۰۵	۳۰۸
۱۳۰	شاہ لیاقت علی	۳۰۸	۳۰۸
۱۳۱	مولوی لطیف	۳۰۸	۳۰۹
۱۳۲	شاہ پیر بخش	۳۰۹	۳۰۹
۱۳۳	منجھلے شاہ صاحب	۳۰۹	۳۰۹
۱۳۴	محمد ظہیر مغلپورہ	۳۰۹	۳۱۰
۱۳۵	محمد جان و حسن جان خاں عطر فروش	۳۱۰	۳۱۰
۱۳۶	تراب علے	۳۱۰	۳۱۸
۱۳۷	نواب نجات حسین خاں	۳۱۸	۳۴۶
۱۳۸	محمد نذیر عطار	۳۴۶	۳۴۶
۱۳۹	حکیم قربان علے	۳۴۶	۳۴۷
۱۴۰	حاجی محبت باورچی	۳۴۷	۳۴۹
۱۴۱	محمد نذیر	۳۴۹	۳۴۹
۱۴۲	ڈاکٹر فضل علی خاں	۳۴۹	۳۵۲
۱۴۳	حسن مرزا علی مرار	۳۵۳	۳۵۳
۱۴۴	ڈاکٹر عبداللہ مدنی	۳۵۳	۳۶۱
۱۴۵	خواجہ سلطان جان	۳۶۲	۳۶۸
۱۴۶	بابو گرجا پت	۳۶۸	۳۷۱
۱۴۷	مختار بہادر	۳۷۱	۳۷۴
۱۴۸	رائے سلطان بہادر	۳۷۱	۳۷۴
۱۴۹	مہراج کسل سنگھ	۳۷۳	[illegible]
۱۵۰	داروغہ گوکھل چند	۳۷۷	۳۷۸
۱۵۱	رائے کاشی پرشاد	۳۷۸	۳۷۸
۱۵۲	منشی ڈگین لال انسپکٹر	۳۷۹	۳۸۰
۱۵۳	جدو بابو بنگالی سب انسپکٹر	۳۸۰	۳۸۱
۱۵۴	علی زماں خاں	۳۸۱	۳۸۴
۱۵۵	پاؤں پھلا بسکٹ والے	۳۸۴	۳۸۵
۱۵۶	میر صاحب کباب والے	۳۸۵	
۱۵۷	محمدو کباب والے	۳۸۵	۳۸۸
۱۵۸	چھبو سنار	۳۸۸	۳۸۹
۱۵۹	جانکی گھڑی ساز	۳۸۹	
۱۶۰	دورتی چند کا مکان	۳۸۹	۳۹۰
	فدا علی میاں	۳۹۰	
	منشی رام	۳۹۰	
۱۶۲	جاگی کی دوکان	۳۹۱	
۱۶۳	حکیم علیمو صاحب	۳۹۱	۳۹۲
۱۶۴	منشی امیوہ لال	۳۹۲	۳۹۵
۱۶۵	راجہ رام نرائن	۳۹۵	۳۹۸
۱۶۶	منشی مارواڑی	۳۹۸	۳۹۹
۱۶۷	نتھو چودھری	۳۹۹	۴۰۰

خواجہ کلان وارڈ محلہ لودیکٹرہ وغیرہ

۱۔ مولوی شبیر علی مرحوم کا اصل وطن موضع قریدپور رتنی
پرگنہ اکل ضلع گیا علاقہ جہان آباد میں تھا یہ مولوی محمد اسحاق مورث
اعلیٰ کے خاندان کے آدمی تھے یہ بستی پر سر سڑک ہے۔ یہ چند بھائی حقیقی
تھے اور چند چچیرے بھائی بھی تھے۔ ایک بھائی کا نام مولوی تنظیر علی تھا
ایک کا مولوی وارث علی تھا۔ ایک کا مولوی قادر علی تھا ایک بہن
تھیں جو سید آباد پرسائیں میں بیاہی تھیں۔ اون کے بیٹے میر لطیف حسین
میر راحت حسین میر فضل حسین تھے۔ میر فضل حسین کے بیٹے محمد محسن تھے
جو کاکو میں بشارت مختار کے بہنوئی تھے اون کے بیٹے شمس الدین تھے
وہ کوئیں میں ڈوب کر پٹنہ ہی میں مرے۔ دوسرے بیٹے میر احسن التوحید
ہیں جو لکھنؤ میں منشی عبدالکریم کے لڑکی سے بیاہے تھے اون کی کل
اولاد و بی بی مر گئے اون کا ایک ناتی زندہ ہے جو منشی احمد رضا
مختار ساکن حال مغلپورہ کے بھائی کا لڑکا ہے۔ میر راحت حسین کا
لڑکا گھیسو مرحوم تھے اون کی شادی شاہو بیگہ میں ہوئی تھی
اون کی اولاد اناث نجاندان میر عبدالرحیم سید آباد میں بیاہے
گئے۔ ایک لڑکا ہنوز زندہ ہے جو جہان آباد میں رنگریزی کا کام
کرتا ہے اون کا نام امامی ہے۔ میر لطیف کی اولاد پرسائیں میں

موجود ہے ان کے خاندان میں میر الطاف حسین میر رحمان حسین
مولوی افضل حسین وغیرہ ہیں اون لوگوں کے اولاد در اولاد
موجود ہے۔ مولوی عبدالوہاب وکیل گیا اور مولوی عبدالصمد
وغیرہم ہیں۔ ان کی اولاد میدو میاں رارے اور حلیم میاں
کاکو کے یہاں بیاہی تھی ان لوگوں کی در اولاد موجود ہے
میر الطاف حسین کے بھائی میر ضمیر صاحب تھے اون کے
بیٹے محمد تقی صاحب تھے اون کے بیٹے وکیل ہیں میر ضمیر صاحب
کی شادی پالی میر یعقوب حسن صاحب کے بہن سے ہوئی
تھی۔ میر الطاف حسین کے خاندان کے لڑکے میر واجد حسین مختار
ہیں اون کے والد میر برکت حسین تھے وہ راقم کے چچیرے
ساڑھو تھے۔ میر واجد حسین مختار کے بیٹے مولوی عبدالعزیز تھے
جو افیوں میں بتیا میں گماشتہ تھے وہ بھائی محمد عمر صاحب
پھلواری کے داماد تھے۔ ان کی لڑکی حسین میاں پھلواری کی
بی بی تھیں۔ مولوی عبدالعزیز کا لڑکا بھائی عمر صاحب کا نانی
اب پھلواری میں جانشین بھائی عمر صاحب محرر روڈ سس کے
زندہ ہیں اور زمینداری زندگی گذارتے ہیں۔ مولوی عزیز صاحب
سے سر علی اور حسن امام صاحب سے بغایت دوستی تھی وہ لوگ
عبدالعزیز مرحوم کو بہت یاد کرتے ہیں اون کا انتقال ہوگیا اور
چند ہی آدمی مذکورالصدر میں کے زندہ ہیں سب مر گئے۔ میر فضل حسین کا

لڑکی راقم کی بی بی تھی جس سے راقم کی موجودہ و مردہ اولاد تھی راقم
کو کسی اور بی بی سے کوئی اولاد ہی نہیں ہوئی راقم نے بغیر کف میں
بغرض آسایش دو عقد کر لیا تھا مگر موافقات نے آرام ہونے نہ دیا
آخر مجھے علحدگی اختیار کرنی پڑی اور آزادانہ زندگی گذارنی پڑی۔
مولوی شبیر علی نے بہت کمایا اچھی دولت چھوڑا۔ ہر لڑکے کو آٹھ آٹھ
سو روپیہ بچت کی آمدنی متروکہ میں ملا۔ اون کی چند شادیاں ہوئیں
ایک شادی اون کی قطب پور میں ہوئی وہ لاولد مریں اور اوس
خاندان کی جائداد ان کو متروکہ ملی۔ وہ لوگ قطب پور والے ان کے چچا
کی اولاد ہیں ہنوز اس خاندان میں شاہد حسین علی حسین و میر گوہر علی
از خاندان میر منتھو زندہ ہیں۔ شاہد حسین میاں کے خاندان میں حمید میاں
ولد میر یوسف حسین پور دیکلرہ کے شادی ہوئی ہے اور اولاد موجود ہے
ایک شادی مظفر پور کیچی سرا کے پاس ایک محلہ ہے وہاں ہوئی۔
جن کے ورثا کا حال اوپر لکھ چکا ہوں اوس خاندان کے صرف
حکیم علی حسن مرحوم زندہ تھے جنکی اولاد اناث تھی اب اون لوگون کا
کوئی نشان نہیں ملتا ہے کیا ہوئے مکان تو اب تک دو تین برس
پہلے تک قائم تھا اور یہ زمیندار ان تھا۔ ان لوگوں کے پاس جائداد
تھی اور خوش حال لوگ تھے سب خراب خستہ ہو گئے اور نابود ہو گئے
اس بی بی سے میر نور الحسن مرحوم چچا حقیقی راقم کے لاولد مرے
والد ماجد مولوی سید ظہور الحسن مرحوم تھے جن کے یادگار باقی ہیں

پٹنہ جنکشن اسٹیشن میں ایک مسجد موجود ہے جو اب مسلمانوں کے انتظام میں ہے اور بہت آباد ہے۔ راقم صرف اوس کا متولی ہے۔ والد ماجد کی شادی مولانا سید شاہ امیر الحق قدس سرہ سجادہ نشین خانقاہ عمادیہ منگل تالاب کی لڑکی سے ہوئی اس خاندان کا مفصل حال چوک وارڈ کے حصے میں موجود ہے۔ راقم کے دو بھائی زندہ رہ گئے تھے اور اولادیں والد مرحوم کی سب مر گئی تھی۔ راقم کی دو بہن خورد سالہ اور قمر الحسن مرحوم اور ایک اور بھائی خورد سالہ سب دوندی بازار کے مقبرے میں مدفون ہیں۔ سید شمس الحسن مرحوم کی شادی سیدانی کے مسجد کے پاس حکیم احمد حسن مرحوم کی لڑکی سے مظفر پور میں ہوئی۔ حکیم احمد حسین آرہ کے ملکی محلہ کے رہنے والے تھے اون کے لوگ آرہ میں صاحب میاں وغیرہ موجود ہیں اون کے بعض لوگ منشی احسن التوحید و حافظ عبد الغنی و عبد العزیز سب مظفر پور میں رہتے تھے احسن التوحید کے بیٹے بدر الحسن تھے اون کی شادی مغلپورہ میں بخاندان مولوی ظفر امام صاحب ہوئی تھی بھائی مرحوم کو اولاد نہ تھی وہ ۲۸ برس کی عمر میں قضا کر گئے بہت مذہبی آدمی تھے اور جوان صالح بہت خوبصورت آدمی تھے اون کی بی بی نے اپنے سوتیلے بھائی کی اولاد کو پال لیا اون کے بھائی کا نام بنیادی میاں تھا۔ اون کی اولاد نے بعد مرنے اہلیہ شمس الحسن مرحوم کل جائداد ضائع کر دیا وہ علی رضا میاں پھلواری کے داماد ہیں ہنوز زندہ ہیں۔ بنیاد میاں کی لڑکی خان بہادر مولوی نور صاحب کے بیٹے شمس الحق مرحوم سے

بیاہی گئی۔ شمس الحق مرحوم نے اچھا نمود قائم رکھا تھا۔ جوان ہی مرگئے جائداد اون کے حصہ کی قائم ہے اور یہ انتظام مولوی نورخاں بہادر ہوگئے۔ مولوی شیر علی کا وہیں مکان مظفرپور میں ہے جس میں یہ لوگ رہتے تھے۔ متروکات تقسیم ہوئے اور حصے خریدے گئے مردانے مکان میں مولوی نظیر احمد وکیل رہتے ہیں اور مکانات ورثا نے فروخت کر دیا جس میں اب پادری لوگ رہتے ہیں وہی بلاغ مولوی شیر علی مرحوم کا تھا۔ تعلقہ بسنت پور مسائرکی اور بھی دیہات اون کے ورثا کے حصہ میں ہے۔ راقم کے حصہ میں بھی محال پوجھا اسٹیشن بھگوانپور کے پاس کرہری نیل کوٹھی کے قریب ہے۔ والد ماجد بہت مذہبی اور نیک دل آدمی گذرے اور بہت سن پایا اون کا انتقال سنہ ۱۹۰۰ء میں ہوا اور والدہ مرحومہ کا انتقال سنہ ۱۹۱۰ء میں ہوا۔ والد کا انتقال ۳ر شوال کو ہوا اور والدہ ماجدہ کا انتقال ۳ر ربیع الثانی کو ہوا۔ مولوی شیر علی مرحوم کی ایک شادی شاہ رستم علی صاحب کے یہاں بازیت پور میں ہوئی اس وجہ کر ڈمری والوں سے قرابت داریاں ہوگئیں اون لوگوں سے قریب رشتہ داریاں تھیں۔ اس محل سے مولوی صاحب کو چھ بیٹیاں تھیں بڑی لڑکی میر محبوب ساکن محسن پور سے بیاہی تھیں اون کے بیٹے حافظ علی شیر و حسن شیر تھے یہ جوان ہی لاولد مرگئے۔ حافظ علی شیر مولوی فضل الرحمن صاحب ڈمری کی لڑکی سے بیاہے تھے۔ مولوی

فضل الرحمان کے بیٹے مولوی حلیل صاحب تھے اون کے بیٹے کے بیٹے
مسٹر احمد شیر بارسٹر تھے جو فیروزی بیوی بیاہے گئے اون کے بیٹے
محمود شیر وکیل ہیں اور محمود شیر میں ایک بہن ذکو مرحوم ولد
سید سراج الہدیٰ سے بیاہی تھی دوسرے بیٹے محمد شیر تھے
وہ نواب سرفراز حسین خان کے داماد تھے اور ڈاکٹر مختار احمد
ساکن بیتیا کے سارڈھو تھے اور کاظم میاں بارسٹر ولد میر انور علی
بارہ دری کے سارڈھو تھے اور محمد نظیر ولد مولوی شمس الدین
بنارس کے سارڈھو تھے۔ دونوں لڑکے اولاد چھوڑ کر مر گئے مسٹر محمد کے
دو لڑکے ہیں ایک کا نام تو غالباً احسن شیر ہے اور ایک بھائی کہیں
شوگر فیکٹری میں ملازم ہیں آمد و رفت نہیں ہے اس لئے مفصل
نام یاد نہیں ہے دونوں لڑکے پڑھے لکھے ہیں اور ننہال میں رہتے
ہیں ان لوگوں کی شادی کہاں ہوئی تفصیلی حال معلوم نہیں ہوا۔ ایک
تو غالباً بنارس میں بیاہے ہیں۔ محمود شیر وکیل کے ایک بھائی اور ہیں
اور ہمیں جنکا نام یاد نہیں ہے۔ محمود شیر وکیل بہار میں بیاہے ہیں۔
علی شیر بھائی کے ایک بہن شمس العلما حافظ محب الحق سے بیاہی تھیں
وہ لاولد مریں۔ دوسری بہن بارہ دری میر محمد شیر مرحوم سے بیاہی
تھیں اون کی اولاد موجود ہے۔ قمرو میاں بدرو میاں صدرو
میاں اور اولادان مرتضیٰ شیر صاحب اسی لڑکی کے خاندان کے
ہیں۔ ایک بہن حافظ شاہ نظیر صاحب سے بیاہی گئی جنکی اولاد میں

مسٹر ظہیر بارسٹر اور چھوٹن اور عجن میاں و ظہور میاں وغیرہم ہیں
سدرو میاں وکیل کی شادی اسی خاندان میں ہوئی ہے - اس
خاندان میں جائداد بہت نقصان ہوئی اور اس خاندان کا مال
زیادہ شاہ کی اہلی کے ایک خاندان میں زیادہ تر صرف ہوا الحمد للہ
ابھی تک یہ لوگ خوش حال ہیں - میر محبوب شیر مرحوم کی وجہ کر
محسن پور سے برادریاں ہو گئی ہیں - میر محبوب شیر کے بھائی میر قاسم شیر
تھے - اون کی اولاد بھی ہے - میر اکرم شیر کے اور میر بلاقی شیر کی
اولاد بھی ہے یہ سب لوگ آپس ہی کے قرابت دار ہیں - مرتضیٰ شیر
صاحب کا ننہال بھی براتی میاں کے خاندان میں تھا اور مولوی
نسیم باڑھ بھی اسی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اون قرابت داریاں
قریب ہیں جس کا مفصل حال باڑھ کے حصے میں ملے گا - ایک لڑکی
قاضی رضا حسین خاں بہادر سے بیاہی تھیں وہ لاولد مریں جن کا
ترکہ موضع خواں پورہ وعلی پور راحم کو بھی ملا اور قبضہ میں ہے
قاضی رضا حسین کی لائف تذکرہ کے لائق ہے وہ ساکنہ ہرالا
کے رہنے والے تھے اور ان کے والد صدر الصدور تھے - یہ دو
بھائی تھے ایک میر کاظم حسین منصف تھے اون کی شادی کیدو ہیڑا میں
خاندان منشی امیر علی و ابو سعید خاں بہادر مرحوم ہوئی تھی - قاضی صاحب
کا زمانہ اوایل زمانہ گذرا یہ ستار خوب بجاتے تھے پھر یہ مرید
ہو گئے اور دو ندی بازار مولانا امیر الحسن مرحوم کے صحبت میں

پہلے کالج پڑھایا اور صوفیت کا شوق ہوا تہبند باندھ لیا چندے
بعد سر سید احمد خاں کے اخبارات و تصانیف دیکھا اور شہر میں
پہلے نیچریت تین آدمیوں میں پیدا ہوئی مولوی فضل الرحمان ڈمرتی
اور میر احمد حسین ڈاکٹر سجاد کے والد اور قاضی رضا حسین مرحوم
ان تینوں کا خیال پلٹا اور کچھ کچھ میر شمس الہدیٰ مرحوم یہ چار
آدمی شہر میں ریفارمر خیالات ہوئے۔ سر سید خود آئے مہمان
ہوئے اور خوب تبادلہ خیال ہوا پھر ایک پارلیمنٹ کے ممبر جو
ممبری و مکہ میں بارہ برس رہ چکے تھے معہ میم صاحب آئے اور
قاضی صاحب کے مہمان ہوئے پھر تو قاضی صاحب کا خیال
بالکل انگریزی وش ہوگیا اور یہ حامی سررشتہ تعلیم ہوئے اپنی
جائداد وقف کیا اور تعلیم میں دیا کتنے کو انگریزی پڑھایا کئے لوگوں کو
مشاہرہ دیا۔ ان کی صحبت پولیٹکل کے ہوگی میونسپل کمشنر ہوئے
اونریری مجسٹریٹ ہوئے فیلو آف یونیورسٹی ہوئے طرز معاشرت
بدلی انگریزی انداز ہوا میز کرسی چھری کانٹا سب کرنا پڑا اوسی
انداز کے لوگوں کی صحبت رہی زمانے کے موافق خوب نام پیدا کیا
اپنی یادگار میں ریلوے فیڈر روڈ بنوایا رانی پور کی سڑک چوڑی
کرائی علی گڈھ میں بعض کمرے ان کے اور مولوی فضل الرحمان کے
نام کے بنے ہوئے ہیں۔ انگریزی تعلیم کی بہت امداد کیا۔ اوس وقت
سے انگریزی تعلیم کا چرچہ شہر میں خوب ہوا۔ ان کی صحبت کی جھکر

شمس العلماء مولوی محمد حسین صادق پوری ان کے ہم خیال ہوئے
میر شمس الہدیٰ مرحوم بھی ان کے ہم خیال ہوئے مدرسہ عجالہ نافعہ
قائم ہوا۔ مولوی امین اللہ کا مدرسہ قائم ہوا۔ لودیکیٹرہ اسکول
میر شمس الہدیٰ مرحوم نے قائم کیا پھر تعلیم کا چرچا خوب ہوا۔ میر شمس الہدیٰ
مرحوم نے ابتداءً مسٹر نور الہدیٰ جج کو ولایت بھیجا پھر مسٹر
قمر الہدیٰ دوسرے بیٹے کو بھیجا پھر مسٹر نجم الہدیٰ بارسٹر کو بھیجا
پھر سراج الہدیٰ صاحب ولایت گئے۔ الغرض دیکھا دیکھی ولایت کا
راستہ کھل گیا پھر تو سینکڑوں ہندو مسلمان بنگالی ولایت جانے
لگے۔ نیورے سے جسٹس شرف الدین گئے اب یہ راہ کھل گئی۔
پھر قاضی صاحب کا آخری زمانہ آیا اور بیمار رہنے لگے طرز معاشرت
وہی رہی مگر خیالات بدلے مولوی سائنجوں کا مجمع زیادہ ہونے لگا مثنوی
مولانا روم کی دفتر کھلے قرآن کی تفسیر ہونے لگی یہ بھی دوسری
شاخ تعلیم کی تھی ان کا مذاق ہی تعلیم کی طرف تھا۔ مرتے دم تک
یہی شغل رہا۔ ان کو لاولدی میں جائداد کافی ہاتھ میں تھی ملازمین
سب زیر حکم رہے خوش دامن مانتے رہیں دولت کافی ہاتھ میں
تھی جو چاہا سو کر گذرے کوئی مزاحم نہ تھا اس لئے انہوں نے
اپنے خیال کے موافق کل کام کو اچھی طرح انجام کر لیا لاولدی
خدا کی ایک نعمت ہے انسان ہزاروں جھگڑوں سے بری رہتا ہے

نہ غم دزد نہ کالا ہے۔صاحب اولاد کیا کرے پرورش کرے
بیمارداری کرے۔تعلیم وتربیت کرے۔شادی بیاہ کرے۔متروکہ
چھوڑے تمام عمر خاندان بھر کو پالے یا قومی کام کرے یا خدائی
کام انجام دے اور ثواب جاریہ کا کام کرے کیا کرے کیا نہ کرے
صاحب اولاد کی جان تو ہزاروں بلاؤں اور غم آلودگی میں پھنسی
رہتی ہے اوس کا یکسو ہونا ہی دشوار بات ہے اوس پر سے متوسط
حیثیت والوں کو تو اور مشکل ہے وافر دولت ہو تو کچھ کر بھی سکے
اوس پر بھی جتنی آمدنی وتنا خرچ ویسا پوزیشن ویسے خیال وہ ہی
پریشان حال رہتا ہے۔اسی لئے قرآن میں آیا ہے اولاد اور
ازواج بلا ہیں بھاگو بھاگو اور اگر ہوں تو صبر و شکر و تحمل سے کام لو
خدا اجر دیگا۔اگر نہیں ہے تو لوگ شکر کریں اور اگر ہے تو خدا کی
نعمت جانیں صبر و شکر سے دنیا چلائیں اپنی حیثیت سے باہر
حوصلہ نہ بڑھائیں تو شاید زندگی چین سے گذرے ؎

اگر دنسیلہ باشد دزد مندیم
وگر باشد بہ مہرش پائے بندیم

اور ترقی و تنزلی افزائش عزت تو مقدر اور مواقعات
زمانے پر منحصر ہیں اسکے لئے اعلیٰ پیمانہ کی تعلیم کی ضرورت نہیں ہے
جس کو جتنا ہو کر رہنا ہے وہ ہو کر رہے گا مواقعات سے آجائیگی

تدبیریں ویسی سوجھنے لگیں گی دماغ ویسے خود ہو جائیں گے انگریزی
تعلیم پر دماغ اعلیٰ ہونا ضروری نہیں ہے سیکڑوں مثالیں موجود ہیں۔ بابو
بہاری سنگھ سون پور نے چھ روپیہ ماہوار کے آمدنی سے لاکھوں لاکھ
کی جائداد چھوڑا۔ بابو لنگٹ سنگھ نے بھومیار کالج تک مظفرپور میں
قائم کر دیا۔ ان لوگوں کا ایجوکیشن تو اعلیٰ پیمانہ کا نہ تھا۔ کمال پاشا سپاہی سے
بادشاہ ہو گئے۔ نادر خاں کی پہلی لائف دیکھئے اور کابل کی بادشاہت
ملاحظہ کیجئے یہ سب خدا کی قدرت ہے۔ ہندوستانی جاننے والے جو
بالکل ایسا ہی خیال والے ہندو مسلمان تھے اور انگریزی تعلیم بالکل
نہ تھی اون لوگوں نے مذہبی اور قومی کام کیا نکیا ہزاروں خاندان
موجود ہیں جہاں اولاد رہتے ہوئے اوقاف موجود ہیں جو ثواب جاریہ
اور قومی امداد کے کئے گئے ہیں اپنے اپنے خیال کے مطابق کتنی مسجدیں
بنائیں کتنے کوئے بنائے کتنی سرائیں بنیں کتنے پل بنے کتنے دھرم سالے
ہر ہر اسٹیشن پر موجود ہیں کتنے مسافر خانے اور مدارس کا وجود مدتوں سے
پایا جا رہا ہے سب باتیں گذشتہ زمانے سے چلی آ رہی ہیں اپنے اپنے
زمانے کے روش کے مطابق کام کرتے چلے گئے موجودہ زمانے کے رفتار
کے موافق قاضی صاحب نے بھی کیا جو قابل الذکر تھا۔ انکی نام اوسی
اولاد میں ہے مگر اولاد والوں سے زیادہ انکی یاد کرنے والے ہیں
اور رہیں گے اولاد والوں کا نام تو گم بھی ہو جاتا ہے قومی کام کرنیوالوں

٥٨٩

یاد رہ جاتی ہے یہ خیال اور تجربہ بہت مفید پایا گیا ہے۔ آخر عمر میں
یہ بہت پیر پرست اور اخلاق حمیدہ سے موصوف ہو گئے تھے اور
آدمی کی قدردانی ان میں پیدا ہو گئی تھی اسی لئے گورنمنٹ و پبلک میں شہر کے معزز
لوگوں میں آپکا شمار تھا ہر طبقہ کے آدمی انکو مانتے تھے اور معزز جانتے
تھے۔ بڑے مہمان نواز تھے انکے یہاں غربا کا گذر بمشکل ہوتا تھا۔
مگر پڑھنے والے غریب کے ساتھ ان کا برتاؤ بڑا عمدہ تھا یہ نکمے
اور پست خیال غریبوں کے ہمدرد نہ تھے۔ غیر مستحق کے ساتھ
خوشامد سے سلوک نہیں کرتے ان کے یہاں شہر کے اپاہج کا گذر
نہ تھا۔ اعلیٰ پیمانہ کی سوسائٹی رہی علمی مشغلہ تھا۔ رانی پور میں ہر وقت
بڑے بڑے لوگوں کی آمد و رفت تھی۔ دادا مولوی شیر علی کے
نام روشن کرنے والی اولاد میں یہ بہترین آدمی گذرے
ان کے وقت تک وہ مکان آباد و روشن رہا۔ رانی پور
والا مکان باوجود کثیر الاولادی کے اب ویران ہوتا جاتا ہے
مولوی شیر علی کا نام تو بہت روشن ہے مگر اسقدر وافر اولاد
بفضلہ ہے کہ اب ایک دوسرے سے بہت دور ہوتا جاتا ہے
برادریاں بڑھتی گئیں ہمدردیاں کم ہوتی گئیں اور مغائرت بہت
پیدا ہو گئی حالانکہ ابھی قریب رشتہ داران زندہ ہیں۔ ایک
لڑکی مولوی شیر علی مرحوم کی مولوی یاور حسین کھرانٹ گماشتہ

افیون سے بیاہی ہیں اور سب بہنیں مرگئیں یہ ہنوز زندہ ہیں
اور معذور محض ہیں یہ چند بھائی تھے دلاور حسین ایک کا نام
تھا جن کے بیٹے نصیر میاں ساکن حال بارہ دری بہار ہیں وہ بھی
صاحب اولاد ہیں ان کے لڑکے مولوی معین الدین خاں بہادر
کی سالی ہیں اور میر کفایت حسین ولد میر کھجو صاحب ساکن
بارہ دری بہار کی بی بی ہیں۔ مولوی یاور حسین کے بیٹے وحید
میاں ہیں جو راقم کے بڑے لڑکے سید نجم الحسن کے ساڑھو ہیں
وہ صاحب اولاد ہیں مولوی غفور مرحوم ایک لڑکے تھے جن کی
شادی نتول میں مولوی بشیر صاحب کی لڑکی سے ہوئی ان کے
بیٹے مولوی ولی رجسٹرار ہیں جن کی شادی حافظ علی منظر صاحب
ڈپٹی مجسٹریٹ پنشن یافتہ کی لڑکی سے ہوئی۔ حافظ علی منظر صاحب
مولوی یاور حسین کے بھائی ہیں اس خاندان کو اچھا اقبال ہوا۔
علم و دولت و عزت سب اس خاندان میں ہے۔ حافظ علی منظر صاحب
کے لڑکے سب قابل نکلے مسٹر منظر بارسٹر ہیں سید علی اشرف
ڈپٹی ہیں اور ایک لڑکا پولس افسر اعلیٰ ہیں۔ حافظ علی منظر صاحب
نواب امیر حسن خاں پریسیڈنسی مجسٹریٹ کلکتہ کے داماد ہیں
نواب صاحب کی شادی بہار میں مسٹر احسن الدین ولد نواب
امیر علی خاں بہادر ساکن باڑھ کے خاندان میں ہوئی تھی یہ لوگ

معزز متمول پرانے خاندان کے پرانے لوگ بڑے بڑے نامور
گذرے ہیں۔ اتلوگوں کے تعلقات اعلیٰ طبقہ میں تھے۔ خان بہادر
معین الدین کی اولاد سب قابل ہیں بلکہ مبین میاں بھی ملازم ہیں یہ
یہ مولوی ولی صاحب صدر اعلیٰ بہار کا غذی محلہ کے داماد ہیں
قسیم میاں بھی ڈپٹی کلکٹر ہیں اور بڑی جگہ بیاہے جارہے ہیں
ننو میاں بھی آبکاری کے ڈپٹی ہیں وہ خان بہادر کے بھانجے اور
داماد ہیں جنتو میاں ننو میاں کے بھائی بھی پڑھے ہوئے ہیں
اور امید ترقی ہے۔ یہ لوگ بہار مرداد میر دمڑی صاحب مختار
کے پوتے ہیں اور علم الدین میاں کے بیٹے ہیں اور لڑکیاں مولوی
بہادر حسین کے بیسنا سور بہار ہیں ولایت مرحوم ولد میر عنایت
حسین سے بیاہی تھی اون کی اولاد ہے آمد رفت نہیں ہے نام
یاد نہیں ہے۔ غفور میاں کے بیٹے وصی میاں ہیں وہ بھی صاحب
اولاد ہیں یہ مولوی نثار احمد صاحب کے داماد ہیں اور مولوی
نثار احمد مولوی اظہر علی مرحوم کے داماد تھے۔ مولوی اظہر علی
مولوی شیر علی مرحوم کے چچیرے بھائی تھے ایک بیٹے مولوی
شیر علی مرحوم کی مولوی اظہر علی مذکور چچیرے بھائی کے بیٹے مولوی
منظر علی سے بیاہے ہیں جنکے بیٹے مولوی ابو العاس ہیں یہ مولوی
ضمیر صاحب خان بہادر ساکن صدر گلی کے داماد تھے ان کے

داماد منظور میاں ولد مسٹر نہال حسن مرحوم ولد مولوی علی حسن
ساکن ویاوس پھر مولوی ابوالعاس کے ایک شادی مولوی
غنی حیدر وکیل گیا کی لڑکی سے ہوئی ادس سے اولاد ہے پھر
اب کے شادی کلو رہیں عبدالواسع میاں کے خاندان میں ہوئی
مولوی ابوالعاس اور مولوی امتیاز کریم صاحب وکیل سارٹھو کی
ایک لڑکی مولوی شیر علی مرحوم کی مولوی علی حسین ساکن دیاو سے
بیاہی ہیں اون کے بیٹے مسٹر نہال بارسٹر تھے اون کے بیٹے منظور
میاں وکیل ہیں مسٹر نہال کی شادی بخاندان مولوی علی اعظم
صاحب اون کے بیٹے کے اولاد سے ہوئی وہ لوگ کریا میں
رہتے ہیں مسٹر نہال کے بھائی مسٹر جمال بارسٹر کی شادی
مسٹر علی امام نیورہ کی لڑکی سے ہوئی تھی یہ سب لوگ فرح تال
اور علم والے اور عزت والے لوگ ہیں اور اونچے طبقہ کے آدمی
ہیں اور چوتھی کے آدمی گنے جاتے ہیں مولوی شیر علی کا خاندان
مشہور اور مفتخر اور معزز خاندان بولا جاتا ہے۔
مسٹر نہال کی ایک بہن مسٹر نجم الہدیٰ بارسٹر سے بیاہی تھیں
وہ لاولد مرگئیں - ایک بہن جلال مرحوم ولد شاہ مبارک
حسین برادر شاہ کمال خان بہادر سے بیاہی ہیں جن کے بیٹے
شاہ اقبال ہیں اور مولوی کلیم ولد محبوب میاں جو بیٹے وکیل ہیں

وہ داماد شاہ جلال مرحوم ہیں۔ محبوب میاں مولوی یحییٰ برادر
حافظ احمد خان بہادر کے داماد تھے۔ ایک بہن براتی میاں ولد
مولوی اظہر علی برادر مولوی منظر علی سے بیاہی تھیں جن کے
بیٹے ظفیر میاں ہیں ان کے بہنوں کی شادی بہار میں کہیں ہوئی
ہے راقم کو پورا پتہ نہ ملا۔ ایک لڑکی مولوی شبیر علی مرحوم کی
پھلواری میں بخاندان میر ہمت علی صاحب مولوی علی اعظم
صاحب کے لڑکے مولوی ولی عالم سے بیاہی ہوئی تھی۔ مولوی علی اعظم
کا حال مفصل پھلواری میں ملے گا وہ دولت مند خاندان تھا
مولوی ولی عالم کا مکان اب میدان ہے۔ جسٹس کلونت سہائے
نے جو مکان گور پرشاد سمس وکیل کا پٹنا لوٹہ میں خریدا ہے
اوسی کے سامنے تھا۔ اور شام نرائن بابو وکیل کے بغل میں
تھا۔ اب وہ زمین موسیٰ میاں ٹڈیانواں نے خریدا ہے اونکے
قبضہ میں ہے اور ہنوز میدان ہے۔ مولوی ولی عالم صاحب کو
مقدمہ بازی کا بڑا شوق تھا اپنی ماں سے اور بہتوں سے
بہت مقدمہ لڑے اور سارا خاندان برباد ہو گیا۔ انکی والدہ کے
دربار میں ایک لالہ جی دیوان تھے اونھوں نے اس خاندان کو
لڑا کر برباد کر دیا۔ بڑی آمدنی کی جائداد اس خاندان میں تھی
میر ہمت علی نے بہت پیدا کیا تھا اور وافر آمدنی کی جائداد

چھوڑا تھا مولوی اعظم علی صاحب کے وقت تک کل جائداد قائم رہی مگر منشی جی
نے خاندان کو خوب لڑا چھوڑا جہاں ان حضرات کو موقع ملتا ہے اس کو
مونڈھی چھوڑتے ہیں جو دربار گیا وہ ملازمون کے بدولت گیا مولوی ولی عالم
صاحب بہت وظیفہ پڑھتے تھے اور بڑے مخیر آدمی اور مہمان نواز تھے مگر
مقدمہ بازی کا شوق تھا ان کی آخر زندگی تکلیف کی گذری ان کے یہاں
مولوی احمد حسین وکیل خان بہادر مظفر پور تے رہکر پڑھا تھا وہ لاولد مرگئے
بڑا عروج مظفر پور مین ہوا کونسل کے ممبر بھی تھے مگر بڑے شریف النفس
مہمان نواز تھے آخر وقت مین مولوی ولی عالم صاحب کو لیگئے وہین
اُن کا انتقال ہوا مقدمہ بازون کا آخری وقت بہت خراب گذرا کرتا ہے
ہزارون مثالین چشم دید دیکھا کچہری نشاطین کو بھیک منگا چھوڑتے ہین
ان کے بیٹے محمد اکرم تھے اُن کی زندگی بھی کچہری کے میدان مین گذرتی
اُن کا بھی وہی مذاق تھا جو باپ کا تھا اُن کے شادی پھوپھو کی اولاد سے
ہوئی اُن کے لڑکے محمد ظفر عالم تھے اوس لڑکے نے. بی ۔ اے تک پڑھا
اُن کی شادی محمد حافظ فیروز کمرڈ کی سے ہوئی برس دن کے اندر مین وہ
لڑکا مرگیا دوسرا لڑکا امیر عالم نافی زندہ ہین ان کے پھوپھو مولوی
عزیز الحسن وکیل ساکن ہتیانون سے بیاہی ہوئی ہین دربھنگہ پور مین ابھی ہین
مولوی عزیز الحسن مرگئے مولوی عزیز الحسن محافظ دفتر عدالت تھے انہوں
نے وکالت چھوڑ دیا تھا اور گوشہ نشینی کے زندگی گذاری بہت کم لوگوں سے
ملتے تھے ان کے انتقال مین بہت کم لوگ شریک ہوئے راقم نے تجہیز تکفین

کیا اہل قرابت شریک نہ تھے دفن کے قریب خاص خاص آدمی شریک ہوئے
اہل قرابت میں صرف راقم اور حافظ محبوب الحق اور منشی عبدالرحمان ختنا
اور ملازم اِن کے اور ایک نوکرا ور امیر عالم شریک لاش تھے پھولواری
مین کچھ قرابت والے شریک تھے مولوی نور صاحب حافظ زاہد کے
خاندان میں بیاہے ہیں اُسی دن مولوی نور صاحب کے لڑکے کی
بارات حافظ علی مظہر مذکور کے لڑکی سے تھی شادی انجام ہوئی لڑکے
چند ہی روز میں مرگئے ان سے شادیاں مبارک نہیں ہوئیں تجربہ سے
ایسا دیکھا ہے اب ان باتوں کا خیال نہیں ہوتا پہلے اقربا ان امور کا
لحاظ رکھتے تھے اہل قرابت قرب میں اگر کوئی میّت ہوئی تو تاریخ شادی
چہلم کے اندر مقرر نہیں ہوتی یہ بھی ایک نئی بات دیکھا بڑا بھائی مرتا ہی زیر
زمین مدفون ہوتا ہے ایک بھائی کے اولاد کی بارات جاتی ہے اور نتیجہ یہ
نکلتا ہے کہ غریب دولھن برس کے اندر ہی مرجاتی ہے پرانے لوگ بے
وقوف نہ تھے تجربہ سے دیکھکر ہر بات کا لحاظ رکھتے تھے بعض شادیاں
مبارک نہیں ہوتیں برس کے اندر کوئی موت ہوجاتی تو لوگ اس کو نا
محمود جانتے تھے ظفر عالم بہت ہونہار عمدہ لڑکا تھا راقم نے تجربہ سے
یہ دیکھا کہ ہر پھوپھی راقم کی دولتمند کثیر الاولاد دراولاد دیکھکر میں
مگر کسی دولت آور اولاد سے نفع اوٹھاتے نہیں دیکھا اُن لوگوں کی زندگی
آسائش سے نہیں گذری ان لوگوں کے دولت سے اولاد اور شوہر
ہی کو نفع پہونچا کیا ان لوگوں کے شوہر کا گھر آباد نہوا سب کے سب نیہر

ہی میں رہیں اور وہیں مریں ان لوگوں کے سسرالی مکان آباد نہ ہو سکے
شوہران سب کے سسرال ہی میں رہے صرف مولوی ولی عالم صاحب
بانکی پور میں تنہا رہے اور آسائش خانہ داری کے لئے ایک عقد کر لیا
مولوی منظر علی کا مکان قریب میں تھا وہ اپنے گھر رہے مگر اہلیہ اُن کی
اکثر نیہر میں رہیں اپنے اہلیہ کے بعد اونھوں نے دانا پور شاہ ٹولی میں شاہ
جلیل صاحب کے خاندان میں شادی کر لی یہ شادی بہت سن رسیدہ ہو کر
کیا اوس سے اولاد چند ہیں اب کوئی پھوپھا راقم کے زندہ نہیں ہیں انکے اولاد
در اولاد سب زندہ ہیں مگر ہر شخص قرابت و مورث کے ساتھ دور دور کے صاحب
سلامت رہ گئی ہے حالانکہ سب ایک ہی مورث کے ہیں اور قرابت
قریب کے ہیں مگر اب آپس میں بھی ان لوگوں کے فرق مراتب نہ رہا راقم
چونکہ اس خاندان میں سب سے بڑا ہے خودداری ضرور ہے اس لئے خود
گوشہ نشینی کر لی اور کم ملتا ہوں اس لئے اکثر عزیز قریب تر کو پہچان
ہی نہیں سکتا نہ وہ لوگ ملتے ہیں کہ اس کا موقع ملے مولوی شیر علی کے
دونوں لڑکیاں والد ماجد کے حقیقی بہن تھیں ایک خواجہ پورہ بابو عبدالکریم
کے بیٹے شیخ تفضل حسین سے بیاہی تھیں بابو عبدالکریم مولانا محمد سعید
مغلپورہ کے خاندان میں بیاہے تھے بابو عبدالکریم منشی مسیح اللہ کے ننہ
کے تھے ان کو لگاؤ برادری قریب تر تھی جب تک ان کے نانا جیتے رہے اور
شیخ تفضل حسین کا وارثان منشی مسیح اللہ ترکہ بحیثیت [illegible]
اور مولوی شرف الدین بلخی دو ندی بازار [illegible] منشی محمد کریم [illegible] سائیں

مولوی نور الدین ۔ بلخی عزبتی چک ، لا مولوی منگن صاحب وڈاکٹر غیایت الدین مرحوم نے پایا بابو تفضل حسین لاولد گے اون کے ذاتی جائداد ما بقتے میں عزبتی چک دالوں کو متروکہ ملا اور خاندان خواجہ علی پر سائیں جس خاندان کے شمسو میاں نیجر ظفر نواب صاحب کے ہیں وہ سب قرابت دار بابو تفضل حسین مرحوم کے تھے ان کو ہاتھی گھوڑے کا بہت شوق تھا اور بڑھی کا کام موچی کا کام اور گھوڑے سواری اور فیل بانی خوب جانتے تھے راتدن یہی شغل تھا غصہ ور مگر دل کے بہت نیک تھے انہوں نے مولوی تمنا عمادی کے سوتیلی پھوپھو سے عقد بھی کیا تھا مگر اولاد کسی بی بی سے نہوئے خاندان مولوی محمد سعید سے بھی قرابت داریاں تھیں ۔ راقم نے خواجہ پورہ والی اپنے حقیقی لاولد پھوپی کا ترکہ پایا اور خواجہ پورہ میں سکونت کا یہی سبب ہے منشی مسیح اللہ کے خاندان کے برادری والے اور قرابت دار شیخ صاحبان کا ایک خاص جتھا ہے وہ گھر پہلے سربرآوردہ نہ تھا جس کا مفصل حال خواجہ پورہ کے حصہ میں ملے گا اب اس خاندان میں علم و دولت عزت روپیہ کی ترقی ہے ۔

دوسری حقیقی پھوپھو راقم کی فریدپور میں رہیں وہ قاضی ظہیر الحق ولد قاضی کمال احمد ساکن قاضی چک سے بیاہی گئیں اور ایک بہن قاضی ظہیر الحق کے میر نور الحسن لاولد حقیقی چچا سے راقم کے بیاہی ہیں دوسری بہن اون کی منشی امیر حسن رمضانپور تسے بیاہی تھیں اونکے بیٹے قاضی انیس

ہیں اُن کی شادی ٹالی میں منشی مسعود زاہد وثیقہ نویس جہان آباد کے
لڑکی سے ہوئی مسعود زاہد شاہد میاں کارپرداز ساکن ٹالی کے بہنوئی تھے
انیس میاں کے لڑکی حمدو میاں فریدپور راقم کے پھپھیرے بھائی کی
اولاد محمد عمر سے بیاہی تھیں وہ لڑکے جوان مرگئے اولاد ہے چھوٹی پھوپھی
مذکورہ کے دو لڑکے اور ایک لڑکی تھیں بڑے بیٹے قاضی نعمت مرحوم
تھے اونکی شادی تکیہ پر جناب شاہ میاں جان صاحب کی لڑکی سے
سے ہوئی ایک لڑکی جناب شاہ امین احمد صاحب سے بیاہی گئی وہ بھی
صاحب اولاد تھیں اون کے اولاد موجود ہیں اور مظفر پور میں بابو جمال
کے خاندان میں بیاہی ہیں بابو جمال بی نوازن کے خاندان میں تھے بی نوزن
صاحبہ نے حسینہ صاحبہ کے بہن تھیں بی حسینہ صاحبہ حکیم احمد حسین مرحوم
مذکور کی اہلیہ تھیں اور راقم کے بھائی کی خوشدامن تھیں بابو جمال کے
خاندان میں میر ولایت حسین ساکن نوادہ کی بعض اولاد بیاہی گئی جناب
شاہ میاں جان صاحب میر اقبال علی صاحب شہباز پور کے داماد تھے
میر اقبال علی صاحب کے ایک داماد منشی مبارک محرر گنگا دھر بابو
وکیل تھے دوسرے داماد منشی محمد باقر صاحب شاعر ساکن گورہٹہ
تھے اون کے بیٹے مولوی امیر صاحب ہیں یہ شاہ میاں جان قدس سرہ
کے پوتی داماد ہیں شاہ امیر صاحب شاہ میاں جان صاحب قدس سرہ
کے بیٹے اور جانشین تھے ان کی شادی شاہ امجد حسین صاحب سجادہ
نشین منیر شریف کے لڑکی سے ہوئی تھی امیر میاں صاحب کے سالے

شاہ فرید صاحب سجادہ نشیں تھے اونکے بھائی کی اولاد گدی پر بیٹھی اور
ایک برس ہوا شاہ امان مذکور کا انتقال شاہ گھسیٹا صاحب کے خانقاہ میں ہو گیا
اب اُن کے بھائی گدی پر ہیں امیر میاں مذکور کے بیٹے شاہ حمدو صاحب
اب تکیہ پر کے گدی نشیں ہیں اون کے بھائی حسنو میاں ہیں اونکے
بہنوئی شعیب میاں ہیں یہ سب لوگ صاحب اولاد ہیں قاضی نعمت
کے دو بیٹے ہیں ایک ارشاد الحق عرف منان ہیں ان کی شادی
لطف اللہ خاں ساکن محی الدین نگر کے لڑکی سے ہوئی منا میاں کی
لڑکی حاجی واحد حسین ولد حاجی شبراتی مرحوم کے لڑکے سے منسوب
ہوئی ہے اس خاندان میں محی الدین نگر کے اور لڑکیاں بھی بیاہی
ہیں مرتضیٰ شبیر مرحوم رانی پور کے ایک شادی اسی خاندان میں
ہوئی اور ایک شادی محی الدین نگر میں ہوئی ہیں وہ لڑکی بھی اسی
خاندان میں بیاہی گئی اس خاندان میں علم اور دولت اور اقبال
اور خوش چلنی سب موجود ہے ہر لڑکا تاجرانہ خیال رکھے ہوئے
کمانیوالے ہیں مولوی یوسف وکیل اس خاندان کے ایک ممبر ہیں اور
لطیف میاں حاجی بھی ہیں وہ سب معقول طبیعت کے خوش
اقبال آدمی ہیں حاجی واحد حسین گوشہ نشیں ہیں ان کو تعلق
رشتہ داری مغلپورہ میں میر جلال الدین مرحوم کے
خاندان میں ہے میر جلال الدین کو تعلق بخاندان مولوی اظہر علی مرحوم تھا اور ہے
ان کو تعلق برادری ممتاز الدولہ نواب عرف نواب صاحب فعدا سے

بھی ہے بشیر میاں دوسرے لڑکے قاضی نعمت مرحوم کے اپنے چچا
کی لڑکی سے قاضی حمدو صاحب فرید پور کے یہاں بیاہی ہیں
صاحب اولاد ہیں اور خواجہ پورہ میں رہتے ہیں قاضی حامد
رسول عرف حمدو میاں نے اپنی شادی میر طہارت حسین مفتی گنج
کے لڑکی سے کیا وہ بخاندان حکیم قطب صاحب ہیں حکیم
قطب صاحب کے بھائی کی لڑکی حمدو میاں کے بیٹے
محمد یحییٰ سے بیاہی گئی ہیں میر طہارت حسین کے بیٹے درگاہ
شاہ ارزانی صاحب کے سجادہ نشین کے والد شاہ واجد حسین
کے لڑکی سے بیاہے گئے اولاد تھی اسی خاندان میں جمو میاں
حکیم نجو صاحب سونار ٹولی کے ایک عزیز بھی بیاہے ہیں اسی خاندان
میں میاں خان کے بیٹے نواب خان داروغہ کے بھائی بھی
بیاہے ہیں جو مونسپل کمشنر بھی ہیں اون کا نام غفور خان ہے
اسی خاندان سے اسی خاندان کے لڑکا بودا میاں کی شادی
بخاندان حسینی میاں شملی میں بخاندان محمد حکیم امیر ہوئی ہے۔
مولوی اظہر علی کا مکان لودیکٹرہ میں ہے ان کی چند شادیاں
ہوئیں جنکے اولاد میں کی مولوی واعظ الحق تھے اس خاندان کے بیگ
مسیح میاں کرے پر سرا میں مسیح میاں کے بیٹے سعید میاں ڈارو بنہ
ایکاری اور مولوی مسیح الحق وکیل ہیں بڑے لڑکے شاہ غوث تھے جو شاہ ثنا
ہو گئے تھے ایکا عرس وغیرہ ہوتا ہے ان کے ناتی عثمان میاں فرید پوری تھے

عثمان میاں کے بہنوئی مولوی نصیر صاحب ولد میر قادر علی مرحوم تھے مولوی
نصیر کی بہن مولوی آل صاحب کی بی بی جنکی لڑکی شاہ لال مرحوم کی
اہلیہ تھیں شاہ لال مرحوم کی لڑکی کشمیری کوٹھی میں موجود ہیں جنکا تذکرہ
ہوک وارڈ میں مفصل ہوچکا ہے مولوی اطہر علی صاحب کے خاندان
میں میر جلال الدین مغلپورہ تھے جو امام الدین ڈپٹی کے والد تھے اسی
خاندان کے داماد مولوی نثار احمد تھے جن کے بیٹے مسٹر نومیاں مولوی
بشیر اور انوار میاں ہیں وصی میاں ان کے داماد ہیں اسلم میاں ولد
مولوی ولی عالم مرحوم بھی اسی گھر کے داماد تھے جنکے بیٹے اجمل اور
افضل میاں ہیں ان دونوں کی شادی مولوی عبدالرحمن وکیل کی
بہن سے ہوئی مولوی عبدالرحمان سر فخر الدین کے داماد ہیں سر فخر الدین
کی لڑکی سنگر یا نواں میں سید میاں کے لڑکے سے بیاہی گئی سید میاں مولوی
ولی عالم پھوپھا ہی کے داماد ہیں اور مولوی عزیز الحسن وکیل مرحوم کے قریبی
رشتہ جدی پہلے سے ہے اب سارھو ہوگئے سید میاں کے لڑکے اختر حسین
وکیل ہیں دوسرے کا نام یاد نہیں ہے مولوی عزیز الحسن منشی امیر حسن شرشتہ دار
صدر اعلیٰ کے بھانجے تھے وسید میاں شرشتہ دار صاحب کے نواسے ہیں ان
لوگوں کا مکان سنگر یا نواں میں ہے سبزی باغ اور دریاپور میں بھی
چند قطع مکان ہے سب خوندہ ڈک ہیں مولوی اطہر علی مرحوم کے بیٹے
مولوی لطف الرحمان تھے انکے لڑکے مولوی خلیل مرحوم بی۔ اے مترجم
کلکتہ ہائی کورٹ تھے خلیل میاں دو بھائی ہیں دونوں مرگئے خلیل مرحوم

کے سامنے بھی بہت معقول امیر الدین مرحوم تھے وہ بھی مرگئے مولوی
اطہر علی مرحوم کے لڑکے مولوی حبیب الرحمان تھے یہ مولوی ظفر امام
صاحب مغلپورہ کے بہنوئی تھے مولوی ظفر امام کے لڑکے مولوی
حاجی فضل الرحمان ہیں جو کاشانہ میں ہیں اور مولوی رسید رجسٹرار
کے داماد ہیں اور مفصل مولوی سعید صاحب کے حالات میں علما کے
حصے میں ملے گا میر حبیب الرحمان کے بیٹے ظہور میاں ہیں مولوی
مذکور کے پوتے اور مولوی شیر علی مرحوم کے ناتی مولوی ابو العاس ہیں
مولوی مذکور کے بیٹے براتی میاں تھے جنکے بیٹے ظفر میاں لودی کٹرہ ہیں
انکی بہن سب بیاہی ہوئی زندہ ہیں ایک لڑکی مولوی حبیب صاحب کی حافظ حمید لحق سے بیاہی بگھ
میں بیاہی تھیں جنکے داماد مبین صاحب ہیں حافظ وحید الحق میر لطیف
حسین تحصیلدار کے بیٹے تھے میر لطیف حسین داروغہ فدا حسین شاہ بوڑھیہ
کے بھائی تھے اور داروغہ فدا حسین مرحوم حافظ فضل حق آزاد
اور شمس العلما حافظ محبب الحق کے والد تھے حافظ محبب الحق
کے لڑکے سب ولایت سے ہوآئے ہیں اور خوندہ لوگ ہیں مسٹر محمد
تو بارسٹر ولد فضل حق آزاد ہیں اور لڑکے متفرق لائن میں پاس کئے ہوئے ہیں مسٹر
محمد کی شادی ڈمری میں مولوی فضل الرحمان صاحب کے پوتی سے ہوئی
حافظ محب الحق مسٹر عزیز الحسن بارسٹر کے بہنوئی ہیں مسٹر عزیز الحسن
حکیم مغافظت حسین صاحب خورہ کے لڑکے ہیں براتی میاں کی والدہ
نگر ذسمہ کی تھیں مولوی ابراہیم کے خاندان کے ہیں براتی میاں کی شادی

مولوی شیر علی مرحوم کے نبتے اور مولوی علی حسین کے لڑکی سے ہوئی شاہ جلال مرحوم لو دیکٹرہ مسٹر نجم الهدی مرحوم بارسٹر براتی میاں یہ لوگ ساڑھو تھے مولوی اظہر علی مرحوم مولوی شیر علی مرحوم کے چچیرے بھائی تھے یہ سب لوگ خواندہ اور مفرح حال گذرے اور اپنی اپنی زندگی ارام کی گذار گئے۔ ہنوز سب کے پاس زمینداریاں ہیں سب لوگ خود مختار زندگی گذار رہے ہیں۔

۱۳۔ قاضی مظہر علی و قاضی نیاز علی یہ دونوں بھی مولوی شیر علی کے چچیرے بھائی تھے اور قاضی مظہر علی و قاضی نیاز علی دونوں اپس میں سمدھی تھے قاضی مظہر علی کے دو بیٹے تھے قاضی نظام الدین و قاضی امام الدین قاضی نظام الدین کے بیٹے قاضی نجم الدین عرف ضیاء اللہ شاہ تھے جن کے بیٹے قاضی شمس الدین ہیں قاضی نظام الدین قاضی نثار علی کے داماد تھے قاضی نثار علی کا مکان مغلپورہ میں تھا جو بقبضہ قاضی نجم الدین بہ حیثیت ترکہ ورا آیا قاضی نظام الدین بہت ہی نیک اور رند مشرب زندگی گذار گئے اس خاندان میں جائداد بڑی تھی قاضی نجم الدین کے وقت شاہی میں ضایع ہوئی اب مکان تک کھد گیا۔ مکان قاضی شمس الدین کے وقت میں کھد گیا دوسرے لڑکے قاضی نظام الدین کے قاضی وجیہہ الدین تھے وہ حافظ

احمد شاہ حاجی گنج کے داماد تھے وہ لاولد مرے
ایک بیٹے قاضی منظہر علی کے قاضی امام الدین تھے
جن کی شادی مولوی وحید الدین خاں صدر اعلیٰ کے
لڑکی سے ہوئی تھی اون کے داماد مولوی وجیہہ رجسٹرار
کرائے پر سر لائے ہیں اور کثیر الاولاد ہیں اون کے سب لڑکے
قابل اور خوندہ موجود ہیں اون کے داماد حکیم حبیب تھے
ایک داماد جبو میاں ولد شاہ عیدن جوری چک بہار میں جو
راقم کے چھوٹے بیٹے نظر الحسن کے سالے ہیں اور مسٹر شرف
کے ساڑھو ہیں اور مسٹر نور الہدیٰ جج کے بہنجر ہیں قاضی
منظہر علی کے داماد میر اظہار حسین مرحوم تھے میر اظہار حسین میر
برکت کے خاندان کے تھے۔ میر برکت کے خاندان
سے میر ہانڈی صاحب کو تعلق برادری قریب کا تھا
میر ہانڈی کی اولاد میں مجو میاں لیاقت میاں لکڑی فروش
رانی پور ریاست میاں کے والد تھے اون کے
بڑکو و چھکو دو جایاں لڑکے تھے لیاقت میاں کے
چند اولاد ذکور تھے و اناث اولاد تھی
ریاست حسین و محمد حسین بھی اون کے بیٹے ہیں
ان لوگوں کو تعلق میر اظہار حسین کے خاندان سے ہے
میر اظہار حسین کے بیٹے مولوی لیاقت حسین ہیں جو حیدر آباد میں

ملازم تھے وہیں شادی بیاہ ہوا دہیں کے ساکن ہیں صاحب اولاد ہیں اور راقم نے اور اونھوں نے عربی ساتھ حاصل کیا وہ حاجی بھی ہیں اور خدا پرست آدمی ہیں بہت نیک طینت آدمی ہیں اون کے بھائی حافظ ابراہیم تھے اون کے بیٹے شبلی میاں ہیں جو ٹالی میں بیاہے ہیں اور نامدار شاہ اور ڈاکٹر عبدالکریم سے قرابت داریاں قریب ہیں اس خاندان میں جائداد سب شبلی میاں کے وقت میں ضائع ہوئی ایک بیٹے مرزا اظہار حسین مرحوم کے سکو میاں تھے یہ اور شبلی میاں ساڑھو تھے انھوں نے اپنی زندگی متقیانہ تھوڑی آمدنی میں اچھی گذرا اور مر گئے ان کی اہلیہ نے جائداد برباد کیا اب ان لوگوں کا وقت آیندہ مشکل دکھائی دیتا ہے قاضی مظہر علی و قاضی نیاز علی کے دو اولاد کے وقت میں ان لوگوں کے جائداد تلف ہو گئے اور ورثا کا مالی حال خراب ہوتا ہوا معلوم ہوتا ہے سکو میاں لاولد مرے۔ سکھو میاں اور شبلی میاں نامدار شاہ ڈاکٹر عبدالکریم سب کو تعلق ٹالی والوں سے ہے بشیر میاں والد وزیر علی نصر اللہ میاں راقم کے نانی کے حقیقی سالے کے شادی ٹالی ہے ہیں شاہد میاں کا ریہ پرواز کے نتیجے سے ہوئی ہے ـــ

۴۔ مولوی امان علی خاں مولوی شیر علی کے چچیرے بھائی تھے اور مولوی افضل علی خاں مولوی امان علی خاں کے اپنے بھائی تھے یہ سب لوگ فریدپور کے تھے اور مولوی محمد اسحاق مورث اعلیٰ کے لڑکے ہیں ان دو بھائیوں کے اولاد میں حافظ احمد رضا خاں سکندر نواز جنگ اور مولوی فخر الدین وکیل گیا اور مولوی یوسف متوطن منظر میاں کے والد اور مولوی یحییٰ کلیم میاں کے نانا اور سید دین اور ظہیر میاں اور وزیر میاں سالارپوری ہیں یہ سب لوگ ایک ہی خاندان کے ہیں تفصیلی حال اسی کتاب میں جابجا سب کا موجود ہے جو اپنے اپنے موقع پر مل سکتا ہے۔

۵۔ مولوی نظر علی کی اولاد فریدپور میں

موجود ہے۔ درگاہی میاں مولوی نظر علی کے ناتی ہیں اور میر فضل احمد کے داماد ہیں میر فضل احمد مرحوم مولوی نظر علی کے بیٹے تھے دوسرے لڑکے میر مجد ھو صاحب ہنوز زندہ ہیں اور بہت سن رسیدہ ہیں انکی اولاد اناث و ذکور موجود ہے ان کے چند محل تھے۔ پہلی شادی ان کی راقم کے خسر میر فضل پرساین کے بھانجے میر امیر احمد کی لڑکی سے ہوئی اور اس سے حکیم حمید انمنوا کی بی بی ہیں اور

قاسم مختار کی بیٹی ایک داماد جہان آباد میں ہیں میر فضل احمد کی شادی
جان پور میں بخاندان میر نواب جان ہوئی اون کے
بیٹے بکنی میاں اور رمضانی میاں ہیں۔ بکنی میاں ہی
جان پور ہی میں بیاہے گئے اور رہے اون کی اولاد
بتیا میں نظیر الحسن رجسٹرار سے بیاہی ہے اور ایک
منا میاں مولوی تمنا عمادی کے بھانجے سے بیاہی ہے
اولاد ذکور بھی ہیں اور زیادہ حال ان لوگوں کا بوجہ
انقطاع آمد رفت نہ کھلا۔ رمضانی میاں کا زیادہ
حال راقم پر بوجہ انقطاع آمد رفت ظاہر نہ ہو سکا
میر فضل احمد و میر بڈھو صاحب والد ماجد کے حقیقی
چچیرے بھائی تھے۔ ان لوگوں کے وقت تک آمد
رفت اور خلوص پورا قائم رہا بلکہ حسب دستور زنانی
اور مردانے آمد رفت رہی۔ راقم سے اس خاندان کے
کل بڑی بزرگ عورتیں سامنے ہوائیں اور میرے یہاں کی
عورتیں اپنے عزیزوں سے سامنے ہوتی رہیں شادی و غمی کے
شرکت زنانے و مردانے برابر رہی مگر رانی پور والوں سے
آمد رفت مولوی شبیر علی مرحوم کے مرنے کے بعد سے
بالکل منقطع ہو گئی۔ راقم کے پھوپھوں کی اولاد در اولاد
فرید پور والوں سے شاید ہی کوئی واقف ہو اور پوچھتا بھی نہیں ہے

حالانکہ وہ لوگ خوش حال ہیں کوئی آدمی ابتک محتاج کسی کا نہیں ہوا ہے کم وبیش حیثیت سب رکھتے ہیں درگاہی میاں کے والد موضع فیروزپکے سو لوی عبدالغفار صاحب تھے وہ شہر میں آتے جاتے تھے اور درگاہی میاں کی بعض اولاد پھلواری اور بانکی پور گول گھر کے پاس بیاہی ہے۔ اور اون کے بھائی الو میاں کے تعلقات پٹنہ سے بخاندان نباب میاں تھے و خود اون کی بی بی مینر کے از خاندان حافظ عبدالکریم ہیں اس لئے ان لوگوں کو بعض اہل قرابت جانتے ہیں منشی سراج الدین وکیل جہان آباد اسی خاندان کے ہیں۔ مولوی نظر علی کے ناتی ہیں بعض لوگ جہان پور رہیں ہیں ایک بیٹے خدابخش مرحوم تھے جکی اولاد تھے خدابخش مرحوم منشی سراج الدین مذکور کے حقیقی ماموں تھے منشی سراج الدین منشی امامی مختار جہان آباد کے داماد ہیں مولوی نظر علی مولوی شیر علی کے حقیقی بھائی تھے

۶ مولوی وارث علی مولوی شیر علی کے

حقیقی بھائی کی اولاد کوچ کا میں ہیں اور عثمان میاں کا خاندان ہے اس خاندان کے لوگوں کو تعلقات برادری زیادہ تر خاندان مولوی اظہر علی مرحوم سے رہا اور اسی خاندان کے

تعلق قرابت داری کا خوشدامن میر شمس الہدیٰ مرحوم کو رہا۔ مولوی منظر علی اور مولوی شیر علی کا خاندان بہت پھیلا ہوا ہے اور مولوی امان علی خان و مولوی افضل علی خان کا خاندان بھی بہت پھیلا ہوا ہے تعداد ممبران خاندان کے کثیر الاولاد کی وجہکر بہت ہے دور دور دیہات دیہات برادریاں پھیلی ہوئی ہیں سبحان کا بر کے خاندان میں ہنوز لوگ موجود ہیں جن سے آمد و رفت نہیں ہے محمد حسین پولس میں تھے وہ آرے تھے۔

۷۷۔ میر قادر علی چھوٹے بھائی مولوی شیر علی کے تھے ان کا لگاؤ زیادہ تر روحانی والوں سے تھا اور ہے ان کے لڑکے مولوی ال صاحب روحانی سے بیاہے گئے گھر میں مقیم رہے ان کے قرابت داریاں دیہات اور شہر میں زیادہ پھیل گئی جس کا تذکرہ اوپر ہو چکا ہے پنجورہ اور روحانی اور لودیکٹرہ اور سمبلی تمام در اولادوں کے تعلقات ہیں، جو اپنے اپنے جگہ پر لکھا گیا ہے۔

۷۸۔ قاضی تبارک حسین شہر گھاٹی بھی فریدپور کے ہی ہم جد ہیں اون کے بیٹے قاضی نور صاحب عبدالعلی تھے

اون کے بیٹے مولوی انوار احمد خان بہادر پٹنہ بہیں ڈپٹی تھے اونکے
بیٹے مسٹر زبیر صاحب ڈپٹی ہیں ہنوز فرید پور میں ان لوگوں کے
مکان کے زمین موجود ہے اور حصہ بھی جائداد میں ہے حاجی
مبارک حسین کی شادی شہر گھائی میں ہوئی وہیں کے باشندے
ہو گئے کل تعلقات وہیں ہیں میر انور علی رجسٹرار بھی وہیں بس گئے
اور میر فضل حسین کے لڑکے مولوی فضل حق صاحب ڈپٹی
پٹنہ میں ہیں یہ سب حال جانتے ہیں قاضی نور صاحب اور قاضی
انوار احمد صاحب ڈپٹی کے وقت تک آمد و رفت قائم رہیں
بوجہ دوری سکونت بالکل انقطاع آمدورفت و ترک برادری ہے
یہ سب لوگ ایک بونٹ کے دو دال ہیں۔
شیخ امداد علی مرحوم راقم کے مکان کے متصل میں ایک دولتمند
رئیس کا گھر ہے ان کی برادری اور تعلقات دیہات سے تھی
خاندان شیخ برکت اللہ و شیخ احمد اللہ و منشی محمد میر سے برادری
خاص ہے ان کی دو بیبیاں تھیں بی بی کا جو جیری ڈومری کی
تھیں دوسری بی بی نمہری کی تھیں ان کی آمدنی بہت ہے
قریب لاکھ روپیہ سالانہ کی آمدنی اس گھر میں تھی ان کے ایک ہی
داماد میر ابو سعید صاحب خان بہادر مرحوم تھے جن کے بیٹے
محمد عمر تھے اور جن کے داماد محمود الحق ولد مولوی رشید الحق
ولد مولوی وحید الحق داماد ہیں ان کے ایک داماد قاضی فرزند

احمد خان بہادر نیچے ایک وہاب مرحوم کرڑہ آن کے تین
داماد تھے نواب مرحوم وہاب مرحوم کے لڑکے شاہ منعم صاحب
کے خاندان میں بیاہے گئے مولوی رشید مرحوم ولد میر یعقوب
حسین کرڑہ بھی انہیں کے داماد تھے یہ ابوسعید خان بہادر کے
بھانجے بھی تھے اور داماد بھی تھے مولوی رشید صاحب
پھلواری مولوی محمود الحق کے والد ہیں تیسرے داماد تھے شیخ
کی لڑکی مسماۃ بی بی فصیحن تھیں جن کے لڑکے کلیم الظفر ولد مولوی
عبدالسبحان ہیں ہر ہر آدمی کا حال اس کتاب میں اپنے اپنے جگہ
پر مفصل ملے گا اس دربار میں اچھی دولت رہی اور مقدمہ
بازی اور فضول خرچی میں کئی لاکھ روپے برباد ہوئے ترکا
بٹے تاہم متعدد ورثا اسوقت بھی مفرح حال ہیں سنیوں میں
اس آمدنی کا کوئی گھر نہ تھا کس طرح پر حیثیت بتر ہو گیا اب سنی مذہب
کا کوئی دولتمند پچاس ہزار روپیہ سالانہ کے آمدنی کا اس شہر
میں باقی نہ رہا دو چار ہی گھر دیسوں کا تھا لودی کٹرہ میں شیخ
امداد علی شیخ نثار حسین عرف شیخ چھیمہ میاں نندکنواں و مولوی
شیر علی رانی پور میر اسمٰعیل علی صدر گلی پیارے صاحب کنگھی ٹولہ
اور حاجی گنج میں خاندان گوہر علی خاں تھا ان سب گھروں کے
مالی حالت بوجہ اخراجات متروکات و مقدمات و شادیات
بیماریوں و غفلت انتظام و لاپروائی و نمک حرامی ملازمین

دعادت خبیثہ ہمسران ہر ایک امیر خاندان بو کیمیہ حال میں ہو گیا اب لوگ امیر تو ہیں اپنے مفرح حال ہیں جو رفتہ رفتہ اگر اضافہ نہ کر سکے تو آئندہ نسلیں مفلوک الحال ہو کر رہیں گے ابھی تک تو جائداد منتقل کرنے والوں ہی کو دیکھتے آئے کسی خاندان میں خریداری جائداد نہیں دیکھا ہے رجسٹری آفس کا تجربہ ہے کہ مقرر زیادہ دیکھائی دیتے ہیں جائداد میں منتقل ہو کر اغیار کے پاس جا رہے ہیں آپس میں بھی رد و بدل ہو کر نہیں رہ سکتی افسوس ہے اپنا کوئی چارہ نہیں ہے ایسے میں تو مہاجن بن گئے اور رسوا بگڑ گئے کہیں کچھ وجہ ہوئی نہیں کچھ وجہ ہوئی مگر جائداد خراب ہوتی گئی بڑے بڑے دربار والے دربار اوسط درجہ میں آ گئے آنسو پوچھنے کو بعض گھر لذری کے نوابوں کا قائم ہے اس میں بھی اکثر دربار شیعہ مذہب کا بھی خراب ہو گیا منجھلے نواب بادشاہ نواب الطاف حسین خاں تجن صاحب بھی چار گھر ہے جو امیر کہلانے کے لائق رہ گئے ہیں بارسٹروں میں سر علی امام و حسن امام جناب و مسٹر یونس مسٹر عبد العزیز یہ لوگ خود پیدا کرتے ہیں اور امیر کہلا سکتے ہیں ملازموں میں سر فخر الدین خواجہ محمد نور جسٹس نفضل علی یہ خود پیدا کرنے والے ہیں اور سر سلطان احمد وائس چانسلر مشاہرہ دار اور کمانے والے ہیں ورنہ مسلمانوں میں سارا شہر اوسط درجہ میں آ گیا اور آ رہا ہے اور مسلمانوں کو اس طرف بالکل توجہ نہیں ہے آخر کار اس گروہ کا کیا حشر ہو گا۔

چھوٹی شیخائن کا خاندان تو شیخ امداد علی ہی کا
گھر تھا اور اسی خاندان کی شاخ ہے۔ اور اسی گھر کی دولت ہے
ان کی لڑکی میر کھجو صاحب بہار بارہ دری سے بیاہی تھیں
میر کھجو صاحب کے بھائی میر دمڑی یا پاپین بہار۔ میں تھے اون کی لڑکی
عاسف مرزا صاحب کے والد سے بیاہی تھیں عاسف مرزا
صاحب خاندان گذری کے آدمی ہیں۔ ان کے والد اور چچا
منجو صاحب اور سنجو صاحب دو بھائی تھے اور مہدی نواب
صاحب گذری کے خاندان سے تعلق تھا یہ سب لوگ
میر عبداللہ کے خاندان کے تھے۔ عاسف مرزا موجود ہیں
مہدی نواب صاحب کے داماد تھے۔ میر دمڑی صاحب کا
گھر ویران ہو گیا ہے۔ ورثا میں میر کھجو صاحب کے بیٹے
مولوی کفایت حسین اور مولوی یوسف حسین اونریری
مجسٹریٹ تھے اور لڑکی معین میاں بہار ولد میر ممتاز علی
سے بیاہی ہیں۔ میر ممتاز علی میر کھجو صاحب کے بہنوئی تھے
میر کھجو صاحب اور میر ممتاز علی دونوں پرانے وضع اور
خیال و چلن کے رئیس تھے بہتیرے لوگوں کو فیض پہنچا
یہ لوگ عیش کی زندگی گذار کر مر گئے۔ معین میاں بہاری

زندگی بڑے عیش کی گذرتی ہے وہ بہت منتظم فن زمینداری
میں ہوشیار ہیں اور بڑے وضعدار اور خوددار آدمی ہیں
با اخلاق ہیں۔ ان کے لڑکے بخاندان سید میں سکندر منزل میں
پیلے ہیں اون کا نام سید نظام ہے۔ معین میاں کے داماد
فرید بابو ولد مولوی یوسف حسین آنریری مجسٹریٹ ہیں
ایک داماد میر کفایت حسین کے بیٹے امین میاں ہیں —
معین میاں نے اپنے دونوں سالوں کے ایک ایک اہل ذکور
سے اپنی لڑکیوں کو بیاہا۔ اسی سے معین میاں کے مدبر دماغ
اور کفن پسدی کا اور عقلمند ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ آدمی
کس طرح الیس میں آیندہ کا لحاظ کرتے ہوئے قرابت داریوں کا
سلسلہ قائم کرتا ہے۔ کفایت میاں کے ایک لڑکے شمس الدین
ہیں جو چھاپہ خانہ بنام شمسی کرتے ہیں۔ کفایت میاں کے
ایک سوتیلے بھائی محمد امیر ہیں جو دست کاری کرتے ہیں۔ کفایت
میاں کے قرابت دار حسن جان مرحوم تھے جن کا لڑکا ہے جو
طبق کا روزگار کرتے ہیں۔ کفایت میاں کے ورثا و خاں بہادر
مولوی معین الدین اون کے خاندان کا مفصل حال اوپر
ہوگیا ہے۔ مولوی یوسف حسین کے اولاد ذکور میں مسٹر

محمد سعید ہیں اور ان کے بھائی بابو ملن ہیں حسن بوتی ایک کا انتقال ہو گیا۔ ایک لڑکا محمد ابراہیم ایک محل سے تھے وہ بھی مر گئے ایک محل سے حمید میاں ہیں۔ مولوی یوسف حسن کے ایک داماد مولوی نثار علی صاحب رجسٹرار ساکن مرداد کے ایک بیٹے ہیں جو منصف ہیں راقم کو نام یاد نہیں ہے ایک داماد میر کفایت حسن مذکور کے بیٹے مسٹر منظور تھے وہ صاحب اولاد ہو کر مر گئے وہ میر یوسف حسن کے حقیقی بھائی کے بیٹے تھے اچھے نیک لڑکے تھے۔ ایک لڑکے مولوی یوسف حسن کے مولوی شکور مختار ساکن محسن پور کی لڑکی سے بیاہے گئے۔ لڑکی زندہ ہے داماد کا ان کے انتقال ہو گیا وہ صاحب اولاد تھی اولاد بھی مر گئی۔ یوسف میاں کی زندگی رعب داب عزت آبرو اور عیش سے رندانہ گذری اور مرتے وقت بھی موت اچھی ہوئی بہت عمدہ آدمی گذرے۔ کفایت میاں بھی بڑے نیک دل تھے۔ خاندان میں باوجود تقسیم متروکات ورثا کو خوش حالی موجود ہے۔ مگر اون لوگون کا جانشیں کوئی نہ ہو سکا۔ یوسف میاں کی شادی چاند پورہ میں شاہ عسکری صاحب کی لڑکی سے ہوئی اور میر کفایت حسین کی

شادی کا حال اوپر لکھا ہے مولوی نادر حسین پھوپھا کے
بھائی کی لڑکی سے ہوئی ہے۔

۱۳ شاہ تبارک حسین کا مکان ڈریانواں میں تھا

اون کی پوری قرابت داریاں ڈریانواں والوں سے ہیں اون کے
بیٹے شاہ مبارک حسین تھے۔ شاہ مبارک حسین مولوی احسن
صاحب ڈریانواں کے داماد تھے۔ مولوی احسن صاحب شیخ
احمد اللہ ولد شیخ برکت اللہ کے داماد تھے۔ خان بہادر شاہ
محمد کمال و شاہ جلال مولوی احسن صاحب کے نانی سے تھے
مولوی ولی الحق۔ مولوی احسن صاحب کے بیٹے ہنوز
موجود ہیں۔ شاہ کمال صاحب کے خالہ حکیم نفیس صاحب
بانکی پور کی اہلیہ ہیں۔ شاہ کمال خان بہادر کے لڑکے مولوی
رفیع وکیل ہیں یہ چھیدی میاں ولد مولوی عبد السبحان مرحوم
کے داماد تھے اولاد ہے بی بی کا انتقال ہو گیا۔ دوسرے
لڑکے بھی تعلیم یافتہ ہیں نام یاد نہیں آتا ہے۔ خان بہادر
مذکور کے داماد شاہ اقبال ان کے بھائی کے لڑکے ہیں
اور شاہ لال میاں کے لڑکے عبد الرحمٰن میاں ایک داماد ہیں

شاہ کمال صاحب مولوی یوسف صاحب نتول کے داماد ہیں
اور منتظر میاں نتول کے بہنوئی ہیں۔ شاہ لال صاحب ان کے
چچا تھے جن کا مفصل حال جداگانہ موجود ہے اور شاہ جلال و
شاہ اقبال کا بھی حال لکھا ہے۔ ان لوگوں کی قرابت اوس میں
ملے گی۔ سید میاں نوادہ شاہ مبارک حسین و شاہ لال میاں کے
بہنوئی تھے۔ ان کے بیٹے مسٹر آل حسن مرحوم تھے یہ خان بہادر
کے بہنوئی تھے اور اون کے بیٹے بنو میاں و جھبو میاں جو تھے
ہرداس بیگہ میں جاکر مقیم ہوئے ہیں۔ سید میاں کے ایک بیٹے
مظہر میاں تھے جو نوادہ میں رہتے تھے اور وہ رئیسہ میں
میرا میر حیدر وکیل کے داماد تھے یہ لوگ جوان ہی مر گئے۔ ہرداس بیگہ
میں ایک بھانجے شاہ کمال خان بہادر کے زندہ ہیں ایک
لڑکے سید میاں کے ہنوز نوادہ میں زندہ ہیں جن کا نام بوجہ
عدم آمد رفت راقم کو یاد نہیں آتا ہے غالباً عمرو میاں ہے
شاہ کمال خان بہادر کی زندگی بڑی عیش کی گذری انہوں نے
لاکھوں لاکھ روپئے خود صرف کئے اچھا کھایا اچھا پہنا اچھی
عزت حاصل کی۔ بہتیرا اخراب کیا۔ نہایت سچے آدمی ہیں
زاہدانہ زندگی بسر کر کے آخر عمر میں حج کیا اور مرید ہو گئے۔

اور مذہبی زندگی گذارتے ہیں۔ شیخ احمد اللہ کے والد شیخ
برکت اللہ وکیل تھے اور امیر آدمی تھے اون کے بیٹے
ایک محل سے منشی محمد امیر سرشتہ دار جی تھے انہوں نے
بڑے زور کی سرشتہ داری کی بڑا نام پیدا ہوا اچھا کمایا
آخر میں گوشہ نشین ہو گئے شیخ احمد اللہ کا ترکہ پایا انہوں نے
خود اپنے ترکہ میں سے اپنی بہن کو ترکہ دیا حالانکہ اون کو
اوس ترکہ سے سروکار نہ تھا۔ اوس وقت ایسے بھی بھائی
تھے کہ اپنی دولت اپنی بہن کو بے وجہ لکھدیتے تھے حالانکہ
یہ صاحب اولاد تھے ان کے بیٹے منشی محمد قائم رجسٹرار
تھے یہ بہت خوبصورت جامہ زیب خوددار نوجوان تھے
یہ داناپور میں رجسٹرار تھے۔ اور رجسٹری میں انسپکٹر بھی
ہو گئے تھے۔ ڈپٹی مجسٹریٹ بھی تھے ان کی شادی پھوپھو کی
لڑکی سے ہوئی اون کی لڑکی سرفراز حسن خان کے لڑکے سے
بیاہے تھے ان کی لڑکی قاسم میاں خان بہادر متولی صغرا
اسسٹنٹ سے بیاہی تھے محمد قائم کی اولاد محل اولی کی زندہ
نہ رہی بی بی بھی مر گئیں خود بھی مر گئے جائداد بھی خراب ہو گئی
مکان تک بک گیا اوسی مکان میں خان بہادر مولوی حسن اللہ رہتے ہیں

اور خرید کیا ہے یہ مکان بڑا ابھا گوان ہے جو رہا اقبالمندہا
راقم کے چچا لاولد میر نورالحسن مرحوم اسی مکان میں
مرے تھے۔ قائم میاں اور منشی محمد امیر صاحبان کی زندگی
اس شہر میں بڑی عیش سے گذری۔ ان کے محل دوم کے
بطن کی اولاد ہے جسے بعد مرنے ان کے اون کے احباب نے
پرورشس کیا وہ کہیں مسحر رہیں۔ باپ کی زندگی میں بڑی
عیش کی پرورش ہوئی اور بعد مرنے باپ کے تکلیف سے
گذران ہوا اون لوگوں کا کچھ حال نہیں معلوم کہ کہاں گئے
داناپور کی کوٹھی انکا باغ مرلی دھر کا باغ سب بک گیا
باغ مرلی دہر راقم نے خریدا اثاث البیت اور مکان
سب اون کی زندگی میں بک چکا تھا۔ منشی محمد امیر
حج کو گئے، سمندر میں جہاز پر مر گئے۔ خان بہادر مولوی فضل امام
نے جہاز روک کر بوشہر میں دفن کیا۔ محمد قائم بھٹلی میں
گر لے ہیں مزار تک پختہ نہ بن سکا۔ ان لوگوں کی زندگی کو
یاد کرتے ہیں، اون لوگوں کی رہایش پر غور کرتے ہیں
اور اون کے بعد کے واقعات کو جو دیکھا ہے یاد کرتے
ہیں تو خدائی یاد آتی ہے اور رنگم نامی کو دیکھکر دنیا

یہ سچ معلوم ہوتی ہے جو کر گئے وہ ساتھ گیا جو بھگت لیا
وہی کام آیا بعد از سر من کن فیکون شد شدہ باشد مرنیوالیکو
کیا کسا نہ کیا گذر گئی اور اون پر کیا گذر گیا۔ کسی نے کچھ کیا تو
کیا نہ کیا تو کیا۔ قائم میاں کے پھوپھا میر تفضل حسین تھے
وہ داروغہ تھے وہ چند بھائی تھے ایک کا نام فدا حسین تھا
اور دوسرے کا نام یاد نہیں ہے مگر سب صاحب اولاد تھے
یہ لوگ پن پن کے علاقہ کے کسی دیہات کے رہنے والے تھے
شاید نوری چک کے تھے۔ داروغہ جی کے بیٹے منشی حسن رضا
سرشتہ دار تھے جو ابراہیم میاں کمتولیہ و علی حسن میاں کمتولیہ
کے بہنوئی تھے وہ لاولد مرے ان کی کل دولت اون کے
سالوں کو بعد مرنے بی بی کے ملی۔ ابراہیم میاں کے لڑکے
فضلو میاں مختار اور عثمان میاں وکیل ہیں۔ فضلو میاں کی
شادی اپنے چچا علی حسن میاں کے لڑکی سے ہوئی اولاد ہے
عثمان میاں کی شادی ابھی نہیں ہوئی ہے۔ علی حسن میاں کے
شادی پوجہا کے پاس کے دیہات میں ہوئی ہے۔ ابراہیم
میاں کے شادی بتیا میں مولوی اسحاق رجسٹرار کی لڑکی سے
ہوئی۔ مولوی معروف مختار بتیا انکے ساڑھو ہیں۔ منشی حسن رضا کے

بھائی علی رضا مرحوم تھے اون کا خون خراب ہو گیا تھا وہ لاولد مرے اون کی شادی میر الفت حسین مرحوم کے بہن سے ہوئی نیم تلے والے وہ مشہور ہیں وہ عزیز الحسن وانیس الحسن ولدان میر الفت حسین کی پھوپھی تھیں عزیز الحسن کی بہن عمر میاں ولد ابو سعید خاں مرحوم کی بی بی اور محمود الحق میاں پھلواری کی ساس ہیں ایک بہن حکیم زبیر صاحب پھلواری سے بیاہی تھیں ایک بہن مسٹر مارٹن سے بیاہی ہیں مسٹر مارٹن ڈپٹی دلیل الدین خاں کے نانی ہیں و بیٹے دلیل الدین خاں حیدر آباد میں بہت اعلیٰ افسر تھے منشی حسن رضا اور منشی محمد امیر اور اون کی گھر بھر کو بیعت خانقاہ عمادیہ میں تھی منشی حسن رضا اون کی بی بی پھلواری میں راقم کے مقبرہ سے جو ترے کے پچھم جو ترے پر مدفون ہیں کچھ جائداد موقوفہ خانقاہ میں منشی لکھ گئے ہیں دار وغہ تفضل حسین سے میر شاہد حسین خسر محمد نور اللہ نانی راقم کے خاندان جدے سے قریب تر رشتہ داریاں ہیں میر علی حسن کی لڑکیاں خواجہ سید حسن کے لڑکون سے شاہ کی املی میں بیاہی تھیں اور زادہے زندگی میں منشی جی کا خاندان بڑا مشہور تھا گمنام ہو گیا۔

۱۲ شیخ نثار حسین عرف شیخ کواں کا مکان تیاگندہ پر تھا یہ بہت دولتمند آدمی تھے ان کا نام لوگوں نے بوجہ دولت کے شیخ جیبچہ رکھدیا تھا ان کے پاس وافر خزانہ تھا اِن کو لوگ شیخ کنواں بھی

کہتے تھے ان کے بیٹے شیخ فضل الرحمان تھے یہ بھی میر ابو سعید خان
بہادر کے ایک داماد تھے اور بھی شادیاں اون کی ہوئیں یہ
شادیاں کسی دیہات میں ہوئی تھیں یہ کم سن بھی تھے جب ان کے
والد نے قضا کیا جائداد کا انتظام ان کے ماموں منشی امانت علی
کے ہاتھ میں رہا وہ بھی دہات کے رہنے والے تھے اون کے
وقت تک اون کے والدہ حیات تھیں جب یہ خود مختار ہوئے
ان کی روش زندگی رندانہ ہوئی ان کے یہاں ایک لالہ جی منشی
کالی پرشاد تھے وہ مغلپورہ کے رہنے والے تھے اون کے بیٹے
منشی پانچو لال تھے ان لوگوں نے خوب کمایا اور فضلو میاں کے
وقت میں کل جائداد نقصان ہو گئی متروکات بھی تقسیم ہوئے
اب مکان تک کھد گیا فضلو میاں آخر عمر میں کرایہ کے مکانوں
میں رہے ان کو سسرالی جائداد بھی ملی تھی وہ بھی سب
برباد ہوئی آخری عمر اونکی تکلیف سے گذری اون کے بیٹے خدو
میاں تھے اونکی شادی موسٰی کپتی تول میں ہوئی اون کے
لڑکے محمد ظہیر ہنوز زندہ ہیں اور پوتی محمد یحییٰ خاں ولد اقبال
علی خاں نبیرہ کے لڑکے سے بیاہی گئیں اور ایک لڑکی مولوی
طاہر یار وکیل ہائی کورٹ کے خاندان میں بیاہے گئے فضلو
میاں کی بہن حافظ فضل حق ولد داروغہ فدا حسین مرحوم شاہو گجہ
سے بیاہی گئیں حافظ فضل حق آزاد بڑے شاعر ہیں اور بڑے

نامور آدمی ہیں اون کے بیٹے مسٹر نور الحق ہیں اون کی شادی خاندان مولوی شیر علی مرحوم اون کے ایک تتنی سے ہوئی تھی وہ لاولد مریں پھر ان کی شادی میر جواد حسین گیا کے لڑکی سے ہوئی یہ لڑکے گیا میں ہیں حافظ فضل حق آزاد نے بانکی پور میں مکان بنالیا تھا وہ مکان بسنتال میں خرید لیا گیا امید ان سے اب بہت بوڑھے ہو کر شاہو بگیہ میں رہتے ہیں حافظ فضل حق کے والد داروغہ فدا حسین ٹیکاری میں دیوان تھے بڑے نامور آدمی گذرے اون کے بھائی لطیف حسن تحصیلدار تھے جنکی لڑکے حافظ وحید الحق تھے جو بہن صاحب کے سسر تھے اور وہ براتی میاں لودی کٹرہ کے بہنوئی تھے بہن صاحب کنکھیاٹولہ کی ساس ہنوز زندہ ہیں بہن صاحب کے دادا پیارے صاحب کنکھیاٹولہ ہیں تحصیلدار صاحب عمر بھر رانی پور بدرباد مولوی شیر علی ملازم رہے تحصیلدار صاحب کی بی بی اور راقم کی خوشدامن قریب تر رشتہ کی بہن تھیں یہ بہت کنبہ پرور آدمی گذری ہیں ان ہی کی وجہ کر شاہو بگیہ کے لوگوں کی آمد رفت شہر پٹنہ میں زیادہ ہوئی اور لوگوں کو موقع تعلیم کا ملا کیا یہ بڑی دبدبہ اور دبدبہ کے آدمی تھے اور بادیانت اسے مینجری چلائی اس دربار میں جہاں رہے بہت اچھا انتظام کیا۔ داروغہ فدا حسین کی لڑکی جسٹس شرف الدین ہائی کورٹ کے جج سے

بیاہی تھیں۔ جسٹس شرف الدین حسن امام صاحب و سر علی امام
کے حقیقی ماموں تھے۔ جسٹس شرف الدین کے لڑکے مسٹر
احمد شرف الدین بارسٹر تھے وہ مجید میاں ٹیڑھی گھاٹ
ولد میر احمد حسین مرحوم ولد میر اسمعیل صاحب صدر نگلی کے
داماد تھے۔ اون کی دوسری شادی بنارس میں ہوئی جس سے
اولاد ہے۔ تحصیلدار صاحب کے بھائی منشی عبدالحکیم تھے
وہ بھی برابر سائیں میں قاضی رضا حسین خاں بہادر راقم
کے پھوپھا کے یہاں مینجر رہے اور راقم کے دربار کے
چند مواضعات کے عمر بھر ٹھیکہ دار رہے اون کے بیٹے
حافظ عنایت کریم وکیل تھے وہ راقم کے حقیقی چچیرے
سالے مولوی ضمیر کے پوتی سے پالی میں بیاہے گئے وہ
اظہار وکیل کے بہنوئی تھے۔ مولوی اظہار کے والد محمد تقی تھے
وہ نواب الطاف حسین خاں گذری کے یہاں در بسر تھے
جوان ہی مر گئے۔ مولوی ضمیر پر سائیں کے بیٹے اور میر یعقوب
حسن پالی کے بہنوئی تھے۔ فضلو میاں کی اپنی آمدنی بعد
تقسیم متروکات کے بھی ستر ہزار روپیہ سالانہ کی ہو گی
آخری وقت میں چھ سو روپیہ سالانہ کی آمدنی بمشکل رہ گئی
تھی انہوں نے دولت کی کچھ قدر نہ کی بہت خراب آدمی

گذرے وہ خزانہ ان کے والد کا اب تک نہ نکلا کسی کو خبر نہیں ہے کہاں تھا کیا ہو گیا خدا جانے کس کے نصیب کا ہے۔ ان کا مکان میدان ہو گیا اب اوس میں مسٹر محمد جناح بارسٹر کا باغ ہے۔ شیخ کواں کی یادگار ایک امام باڑہ ہنوز قائم ہے جہاں سال میں ایک دفعہ مجلس عزا ہوتی ہے۔ ظہیر میاں وفضلو میاں کے پوتے متولی ہیں غالباً امام باڑہ کے تعلق کی جائداد ہی رہ گئی ہے۔ وقف کی جائداد کا محافظ خدا ہی ہوا کرتا ہے۔ متولیان تو اسکو بھی منتقل کر دیا کرتے ہیں کتنی جائداد موقوفہ منتقل ہو گئی مورثان بغرض حفاظت خاندان ہی جائداد وقف کیا کرتے تھے جس کی بدولت اکثر خاندان کے ورثا کی زندگی چل رہی ہے۔ بہتیرے وقف ہیں جنکا اصلی منشاء صرف حفاظت جائداد اور پرورش خاندان تھا۔ پرانے لوگ بڑے دور اندیش تھے۔ کچھ کچھ جائداد ہر خاندان میں وقف ضرور تھے جسکی بدولت آیندہ کی تباہ شدہ اولاد کی پرورش ہو رہی ہے۔ مورث کے نیت بھی یہی ہوا کرتے تھے اور یہ مذہباً بھی جائز ہے ذوالقربا کے رہتے ہوئے اغیار کیوں فائدہ اوٹھائیں گے۔ اگر متولیان موجودہ وقت میں صلاحیت ہے تو بیشک

مال ہو تو وہ کھانا حرام ہے جب خود وہ محتاج ہے تو اپنے ابائی
جایداد کیونکر دوسروں کو کھلا سکتا ہے اور خود بھیکھ مانگ
سکتا ہے فطرت کے خلاف کیونکر برداشت کرسکتا ہے مفلس
کو متولی بھی نہیں رہنا چاہیئے اور اگر ہے تو اوسپر الزام بھی
نہیں ہو سکتا مرتا کیا نہ کرتا مورثان در فقدان ہوتے تو وہ اپنی
سچی نیت کو بتا دیتے اور اونکی اندرونی خیالات کیا تھے
استحفاظ جایداد ادر خاندان اون کی اصلی نیت تھے یا نہ تھے
فضلو میاں کا بھی دو تین برس ہوا انتقال ہو گیا جب اونکا مکان بک گیا تو
راقم اون کو اوٹھا کر اپنے مکان میں لے آیا اور آٹھ برس تک
پورا ایک مکان کرایہ اونکی مصرف میں رہا ارام طلب امیرادی
کچے مکانوں میں کیسے گذر کر سکتے تھے راقم نے اون کے گذشتہ
حالات پر غور کر کے اونکو یہ جگہ دی تھی ۔
۱۳۷ شیخ طہارت حسین کا اصل مکان سیلپور مین تھا ان کی شادی
امیر علی خان صاحب کے یہاں ہوئی تھی امیر علی خان کا مکان
شاہ کمال خاں بہادر کے بغل میں ہے امیر علی خان و عبدالرحمان
خان و بہادر علی خاں بہادر برادر زادہ دشنیے خان یہ لوگ قریبہ
تر لوگ تھے شیخ طہارت حسن سسرال ہی میں زیادہ رہے

ان کے لڑکے فصیح احمد میاں نور احمد میاں علی احمد میاں ہیں
فصیح احمد میاں نے سبل پور میں مکان پختہ بہت اچھا اٹھایا
انہوں نے اپنے والد کے وقت سے ترقی کیا حالانکہ متروکہ
تقسیم ہوا انہوں نے آرام کی زندگی گذار دیا جوان ہی مر گئے
لڑکوں کی تعلیم اعلیٰ درجہ کے دیا اولاد موجود ہے یہ بہ
مذاق اور گویا آدمی تھے نور احمد و علی محمد میاں کی زندگی
آجکل کے نوجوانوں کی طرح بہت آزادانہ بسر ہوا ان لوگوں
نے ترقی نہ کیا بلکہ کچھ جائداد ضایع ہوئی آرام کی زندگی گذارتے
ہیں اور آزاد ہیں شیخ طہارت حسین بہت نیک اور کم سخن
آدمی تھے اور بے ضرر زندگی گذار گئے پچاس کے اندر ہی
مر گئے امیر علی خاں صاحب بہت منتظم تھے تھوڑی آمدنی پر
بڑی ٹھاٹھ سے اپنی زندگی گذار گئے ان کے یہاں لودی کٹرہ
کے رئیسوں کا مجمع رہتا تھا خوب چائے چلتی تھی ان کا کل انتظام
مردانہ میں رہتا تھا ان کی مزاج میں صفائی بہت تھی اور عمر
بھر فاخرہ لباس پہنتے رہے ان کے تعلقات برادری شیخ
احمد اللہ مرحوم سے بھی تھی اور قاضی حمید کے گھر سے تھے یہ
لوگ قرابت دار ہیں ان کے ایک ناتی واسع میاں آرہ کے

رہنے والے ہیں امیر علی خاں صاحب جج بھی کر آئے تھے تھوڑی
آمدنی پر یہ کمال کرتے تھے روپیہ بھی جمع کرتے تھے انتظام کیسا
ہوا موقع موقع کا خرچ تھا مکان عمر بھر اچھی حالت میں درست
رہا سال سال مرمت کرتے رہے رہائش ہندوستانی تھی
ہندوستانی رہائش میں جگہ بھی وسیع معلوم ہوتی ہے اور
کم خرچ میں دری چاندنی قالین تکیہ ان سب چیزوں کا صفائی
کے ساتھ انجام ہوجاتا ہے انگریزی طرز معاشرت بہت خرچ
کی چیز ہے میز کرسی فرنیچر وغیرہ میں اس قدر بے ضرورت اصراف
ہوتے ہیں کے کم آمدنی والا برداشت نہیں کر سکتا اور اگر
نقل بازی کرتا ہے تو محض پھٹیچر صاحب کی زندگی گذران
کریگا ہندوستانی زندگی بسر کرنے والے ایک ہی خدمتگار
رکھتے تھے اون کا سارا سامان صاف ستھرا رہتا تھا اور
آسائش کی زندگی گذرتی تھی انگریزی طرز معاشرت میں
بیرا۔ خانساماں۔ باورچی بہشتی مہتر تو ضروری نوکر ہیں جو
چھ گونا خرچ بڑھ جاتا ہے چپراسی اور چوکیدار اگر غیر ضروری
بھی رہی تو آٹھ گوناں اصراف ہوگا اوسط درجہ کے آمدنی والے
اگر انگریزی طرز معاشرت رکھتے ہیں تو تباہ حال ہوجاتے ہیں

ہندوستانی طرز معاشرت والے آج بھی مفرح حال ہیں اور آرام
انگریزی طرز معاشرت والوں سے بہت زیادہ اٹھاتے ہیں ان کو
اتنے نوکر کی ضرورت نہیں ہے ایک کہار ان کے سادے کاروبار
کے لئے کافی ہے بی بی اگر نہیں ہے تو ایک باباجی باورچی کافی ہیں
ہندو خواہ مسلمان جو صاحب انگلش طرز معاشرت کے طرف
راغب ہوئے اونکو وہ عیش جو کم آمدنی والے اوٹھا گئے میسر
نہیں ہوسکتا اس معاشرت کے آدمی کو اسراف کے بھر بار سے
ہو اس کہاں درست رہتا ہے ہندوستانی اصول کے آدمی کو ایک
دولائی کس قدر آرام دیتی جو اور کوٹ والوں کو نصیب نہیں ہے
ایک کانڈھی ٹوپی سارے منہ و سر کی حفاظت کر سکتی ہے جو ۲
میں طیار ہو سکتی تھی اب اوسکی نقل ضرور ہوئی مگر کسقدر گران
پڑی ایک مرضائی روئیدار میں جو عافیت ہے وہ ہرگز کوٹ والوں
کو نہیں ہے لباس و پوشاک کے اسراف کو غور کیجئے خورش
و پوشش پر غور فرمائیے اسباب آسائش پر توجہ فرمائیے سگریٹ
چرٹ کے اسراف کو چھوڑئیے فیشن پر جان دینے کو دیکھئے مکان
کے ضرورتوں کو ملاحظہ کیجیئے ایک آدمی کے سے لئے کمرے درکار ہیں
ملاقات کا کمرہ سونے کا کمرہ آرائش کا کمرہ کھانا کمرہ غسل خانہ

اسباب کمرہ آفس برآمدہ باغ بغیرلن اسباب کے اور اس کے
سجاوٹ کے اور اس کے ضرورتوں کے رفع کرنے والے نوکروں
کے کوئی صاحب جنٹلمین ہو ہی نہیں سکتا دھولائی میلای جوتوں
کے تعداد صفائی ہر کمروں کے روشنی مالی وغیرہ کے اصراف
ذرا غور سے انصاف کیجئے کس قدر ماہوار اصراف کی ضرورت
ہے اوپر سے طرہ یہ ہوا کہ ہر شئی کی گرانی ہوگئی پھر کسی آدمی کو
کم حیثیت رکھکر کیوں کر گنجائش ہو سکتی ہے ہندوستانی طرز معاشرت
والے سیکڑوں راقم کے نظر سے گذر گئے جو سو روپیہ ماہوار
کی آمدنی میں اس قدر بڑی زندگی گذار گئے ویسی زندگی اب اعلیٰ
عہدہ داروں کی بسر نہیں ہو سکتی نہ ہوتی ہے گذشتہ لوگوں کے
لائف پر توجہ کرنے سے اور انکی لائف پر غور کرنے سے پتہ
ملتا ہے کہ آسمان اور زمین کا فرق ہے وہ لوگ آرام سے
گذار گئے اور اب پریشان زندگی گذارتے ہیں اس کے بوبات
پر توجہ کرنے سے پورا پتہ چلتا ہے کہ اپنے چال ڈھال کو چھوڑنے کا
نتیجہ بھگت رہے ہیں اور فیشن بازی کی نقل کرنے کی سزائیں
مل رہی ہیں اسائش کی زندگی گذارنا وہ ضرورت زندگی میں
داخل ہے۔ اور فیشن بازی کرنا تعیش میں داخل ہے تو گذشتی

ضرور ہیں مگر آنکھ نہیں کھلنے اور زمانیکے روش بھی انکو مجبور کرتی ہے اسلئے ان باتوں میں تقلید معذوراً مجبوراً شوق میں ان باتوں میں ہر آدمی فوراً تقلید کرلیتا ہے۔

۲۸۔ قاضی عبدالحمید صاحب کا اصلی وطن باڑھ میں تھا ان کی قرابت داریاں باڑہ میں ابھی تک ہیں خان بہادر قاضی عبدالمجید صاحب کو سروکار اس خاندان سے ہے قاضی عبدالمجید بہت سادے روش کے آدمی تھے ان کے پاس بہت وافر روپیہ موجود تھے یہ مہاجنی کرتے تھے آمدنی کافی اُن کے پاس تھی منتظم جایداد بخاندان شیخ احمد اللہ مرحوم رہے اِن کو قرابت خاص اس خاندان سے بھی تھی قاضی صاحب کی زندگی بڑی آرام کی ساری گذر گئی وہ ادھیر ہوکر چند اولادین چھوڑ کر مرے دونوں لڑکے خونددنکلے ادنمیں سے ایک قاضی وحید تھے یہ مذہب کے پابند نکلے اور بہت متشرع آدمی تھے اون کی سروکار گھسومیاں بخاندان شاہ مبین صاحب کا کوئی بھی تھے شاہ مبین صاحب کے لڑکے شاہ عبدالغفور صاحب وشاہ گھسو صاحب بھی اس خاندان کے قریب تر رشتہ دار ہیں اہلیہ شیخ احمد اللہ مرحوم سے تھے قاضی وددو صاحب کی برادری ہے قاضی وحید کے لڑکے تعلیم یافتہ ہیں اور سب لوگ اس گھر کے خوند؟

اور قابل نکلے اس خاندان کے کل لوگ بڑے ذہین اور گویا گذرے
دولت علم وعزت اس خاندان میں ہنوز موجود ہے اس خاندان
سے سروکار قرابت قریب کا کاشانہ والوں سے ہے اور مولوی
رشید اللہ صاحب وکیل سے اب ہوگیا ہے پوری تفصیل بالتحقیق نہو سکی اس سے
زیادہ حال نہ لکھ سکا جس گھر میں انتظام وعلم واچھی تربیت رہتی ہے
وہاں اقبال مندی رہتی ہے جس خاندان کے لڑکے بے علم وہنر ہوتے ہیں ابائی
جائداد کو برباد کردیتے ہیں اور خود تکلیف اوٹھاتے ہیں عیش کا
یہ مزہ نہیں ہے کہ مفت کی دولت پاکر متروکہ اباہی جائداد کی
قدر نہ کی جائے چند روز تو خوب لطف زندگی اوٹھایا جائے
اور آخر میں مفلس قلندر بن جائے اور باپ دادا کا نام مٹایا جائے
ناکارے نوجوانان اپنے آپ دشمن ہوتے ہیں اور قوم کے ذلت کے
باعث بنتے ہیں خدا جس خاندان کو قائم رکھنا چاہتا ہے وہاں کے
بچے تعلیم یافتہ نکلتے ہیں اور تعلیم کا اثر رکھتے ہیں اس خاندان کا
تین رنگ دیکھا قاضی عبدالحمید کے سادگی اور انتظام دیکھا قاضی
وحید کا بچپن دیکھا اور لڑکوں کا صاحب بن دیکھ رہے ہیں
خدا ان لوگوں کو بھی اوسی خیالات کا بنا دے کہ جائداد قائم
رہے اگر صاحبیت میں فضول خرچیاں ہوئیں تو باوجود علم قیام دولت

شکل ہوگا۔

۱۵۔ مولوی شکور مختار کا اصل مکان محسن پور میں تھا ان کے

نانا میر ناظر سی صاحب کارپرداز چھوٹی شخائن تھے وہ بوڑھے آدمی
دہاتی وضع کے تھے اور برابر شہر ہی میں اُس مکان میں رہے جو ایک
کوٹھا ابتک قائم ہے جس کے پاس میدان میں دو سادہ لوگ
اب مقیم ہیں انہوں نے اپنے زندگی دیہاتی وضع پر سادی گذاری
آدمی ہوشیار اور منتظم تھے ۲۵ پر ۳۰ برس گذرا اُن کا انتقال
ہوا اُن کے بیٹے مدی میاں تھے اسی خاندان میں مرتضی اشیر صاحب
نے اپنی شادی بعد مرنے محل اولی کے کیا تھا وہ مرگئیں میر صاحب
کے ناتی مولوی شکور صاحب ہیں یہ مولوی یوسف حسن صاحب
اونری مجسٹریٹ کے یہاں ابتدا جوانی سے رہے ہیں پڑھا لکھا مختار کاری
پاس کیا اِن کی مختار کاری ابتدا میں اچھی چلی تھی آخر عمر میں تندرستی
خراب رہی مختار کاری میں وہ بات قائم نہ رہی گھر کی جاید اد بقدر
گذران ہے اور کچھ مختار کاری سے کماتے ہیں سرپٹنہ میونسپلٹی اور
ڈسٹرکٹ بورڈ کے طرف سے مختار مقرر رہے اِن کی شادی جکیم
مجو صاحب بہاری کے خاندان میں ہوئی محمد اسمٰعیل جو گیا میں کارپردازی کرتے
تھے اِن کے سالے تھے دوسرے سالے اکرام الدین تھے جو سرتھوا

اونھیں کے یہاں شمشو میاں وکیل نگر نہسہ و لد موسی میاں کی شادی ہوئی ہے
اکرام الدین میاں کو تعلق تھا میاں برادری کے خاندان سے ہیں مختار
صاحب کے لڑکی مولوی یوسف حسن اونربری مجسٹریٹ کے بیٹے سے
بیاہی گئی وہ لڑکا بھی اوس کا لڑکا بھی مر اغالبًا اوس لڑکے کا نام ولی
تھا بعد مرنے اوس کے مختار صاحب کی لڑکی کو ترکہ بھی مولوی یوسف
حسن کے خاندان سے ملا ہے مختار صاحب مشایخوں کے قدر دان
ہیں ہر خاندان کے مشایخوں سے ان کو اعتقاد ہیں اور ہر خاندان
کے مشایخوں سے عقیدتمند ہیں مختار صاحب کے یہاں یعقوب
قوال اور اوس کے چوکی کے بہت قدر ہے اس چوکی کا گانا ان کو
بہت پسند ہے مختار صاحب کو تصوف کا شوق ہے بعض بعض
کتاب تصوف کے بھی پڑھا ہے اب بوڑھے ہو گئے ہیں اور اپنی
زندگی آرام سے گذارتے ہیں ضرورت کے وقت لوگوں سے
ملا بھی کرتے ہیں کچہری بھی جاتے ہیں مشایخوں کے صحبت میں فرصت
کے وقت جی بہلاتے ہیں ان سے کسی کو ضرر نہیں پہونچتا ہے آدمی
منتظم ہیں دولت کی قدر رکھتے ہیں جو کچھ ہے اوسکی حفاظت کرتے
ہوئے سادی زندگی گذارتے ہیں انھوں نے صاحبی ٹھاٹھ نہیں کیا
اس لئے ان کے پاس چار پیسے بھی ہیں اور آرام کی زندگی بھی
گذر رہی ہے اگر یہ بھی طرز و انداز صاحبی کرتے تو تباہ ہو سکتے تھے
مگر یہ عافیت بے فکری نہ ہوتی مختار صاحب سب مشایخوں سے

زیادہ مولوی لاڈلے صاحب کے معتقد ہیں اور واقعی مولوی لاڈلے کا علم بہت اچھا ہے اور بڑے منکسر ہیں یہ غلام حسن میاں کے لڑکے ہیں اور اسی محلہ کے رہنے والے ہیں بہت منکسر آدمی ادھیر سے عمدہ علم رکھنے والے ہیں ابھی علم کی روشنی موجود ہے عجب کا مادہ پیدا نہیں ہوا ہے بہت پرہیزگار آدمی ہیں تجہیز کا روزگار کرتے ہیں محنت کی مزدوری سے اپنی اوقات گزارتے ہیں ان سے مختار صاحب ہی سے تو بڑا ربط ہے مختار صاحب شاہ عصمت اللہ صاحب کا عرس کرتے ہیں ان بزرگ کا مزار ان کے مکان کے قریب ہے گو مختار صاحب کو اس خاندان سے سروکار نہیں ہے مگر حسبنا اللہ عرس کر دیتے ہیں اور مجلس سماع بھی کرتے ہیں ان کا مکان زیگنج بخشے بیچ کنواں کے امام باڑے کی بغل میں اب بنا ہے وہیں مجلس اور عرس ہوتا ہے مختار صاحب بالکل بے تعلق اور آزاد ہیں ضرورت کا کام انجام کر لیتے ہیں بڑے بے سروکار رہتے ہیں۔

۱۶ چھوٹو درزی کا مکان وہیں پر ہے یہ دو بھائی ہیں کھانا پکانے کا فن اچھا جانتے ہیں دونوں بھائی میں ساز نہیں ہے اس لئے جدا ہو کر گنگھیا ٹولہ میں چلے گئے ہیں دوسرا بھائی جدی مکان میں ہے چھوٹو انگریزی کپڑوں کا تراش و سلائی بہت اچھا جانتے ہیں ان کا بھائی باورچی کا کام اچھا جانتے ہیں ۔

۱۷ عبدالرحمان خاں مرحوم کا مکان باغ کالوخاں میں تھا یہ بہت گورسے اور خوش وضع قلیل آمدنی کے آدمی تھے شاید سو ڈیڑھ سو روپیہ ماہوار کی آمدنی ہوگی اور چھوٹا سا مکان مگر پختہ تھا اس قدر صفائی سے اور خوش انتظامی سے رہتے تھے جس کا جواب نہیں تھا عمر بھر خوش غذا اور خوش لباس رہے ہفتہ میں ایک دن ان کے یہاں چائے کا بھی جلسہ ہوتا تھا تلنگی کا بھی شوق تھا وضع اور طرز معاشرت بالکل ہندوستانی حقہ بہت عمدہ تمباکو لاجواب استعمال کرتے تھے ایک خدمتگار بھی برابر رہا چند روز یہ رجسٹرار بھی رہے پھر پرچون کی دوکان بھی کرلی تھی ان کا مکان وہی ہے جس میں اب میر وزیر حیدر وکیل مرحوم مذکور کی بی بی اور میر وصی حیدر ولد میر وزیر حیدر مرحوم رہتے ہیں اور اسی مکان میں مبارک میاں عرف اچھو میاں ولد شیخ محمد و مرحوم رہتے ہیں خاں صاحب کے بیٹے بنے نواب مرحوم تھے وہ حافظ احمد اللہ مرحوم ساکن مدرسہ کے داماد تھے وہ جوان ہی مرگئے اولاد نہ چھوڑا ان کی شادی عرفی بڑی دھوم سے ہوئی تھی ان کا زنانہ مکان اب میدان ہے یہ مکان وہی مکان جو اسوقت ایک اونچی سی قبر امام باڑہ کالوخاں کے سامنے میدان میں واقع ہے اوسی مزار کے دکھن جو زمین افتادہ ہے وہی مکان بہت عمدہ پختہ بنا ہوا تھا عبدالرحمان خاں نواب فدا علی مرحوم مقتول کے

بہنوئی تھے اور یکھی واحد علی سوداگر کے خاندان کے داماد تھے اِن کی برادری
خان بہادر بہادر علیخاں باڑھ کے یہاں تھی خان بہادر ایک مشہور
امیر آدمی گذرے ان کی اولاد محمد حسین خاں احمد حسین خاں یوسف
خاں بہادر اور ایک صاحب مسٹر عزیز بارسٹر ہیں اِسی خاندان
کے منا میاں باڑھ ہیں ان لوگوں کا مفصل حال باڑھ کے حصے
میں ملے گا عبدالرحمان خاں کے قرابت قریب امیر علی خاں مرحوم
مذکور ساکن لودی کٹرہ سے تھی عبدالرحمان خاں کے ایک بھائی
ننہے خاں تھے وہ کامدانی کا روزگار کرتے تھے وہ بالکل ہم
شکل عبدالرحمان خاں تھے خان مذکور بڑے خلیق آدمی تھے
اور چلبلے مزاج کے صاف گو تھے جوان ہی مر گئے ۵۵ کی عمر میں
مرے ہوں گے تجربہ سے یہ دیکھا گیا کہ ۵۰ کے اندر کی نوبت
بہت دیکھا پچاس کے اوپر کا سن بہت کم لوگوں کا دیکھنے
میں آیا اسی زندگی کے لئے دنیا میں کیا کیا نہیں ہوتا ہے اسی
پچاس کے عمر میں دس بارہ برس تو بچپن اور پڑھنے میں
صرف ہو جاتا ہے یہ زمانہ تو بے شعوری کا ہے ۱۴-۱۵ برس
کے سن تک تو دنیا کی لذتوں کا حس پورا نہیں ہوتا ۱۲ گھنٹہ
کے حساب سے ۲۵ برس تو سونے میں ختم ہو جاتا ہے ۳۵ برس
زندگی کے مفت گذر جاتے ہیں اگر پچاس برس کی عمر مانا تو کل
پندرہ برس کی زندگی ملی اسی میں پڑھنا لکھنا شادی بیاہ بچے

بی بی کی خدمت اور دنیا کے سیر تماشے اور سارا کام کرنا پڑا اسی کے اندر دنیاداری دین داری سب ختم کرنا ہے اس کے اندر نیکی بدی بھلائے برائے سب کرکے اس جسم کو چھوڑ کر سفر کرنا پڑتا ہے مگر دنیا کس رنگ پر جاتی ہے اور کیا آندھو بڑا ہوا ہے سب چیز چھوڑ کر جاتا ہے اور ترقی و ملکیت پر کس کس طرح جان دی جاتی ہے مگر کیا دھوکھا ہے موت کا وقت معلوم نہیں ہے ایسے امید حیات پر وقت معینہ کا پتہ نہیں چلتا اور دنیا چل رہی ہے آدمی آدمیت چھوڑ کر شیطانیت کے طرف مایل ہیں جس مجمع میں جائے جوانون کی تعداد بہت ہی اور بوڑھے گنتی کے دکھائی دیتے ہیں اسی سے انداز ملتا ہے زیادہ سن والے کم ہوا کیے ہیں جس موقع کو سوچئے جن سے گذشتہ سال ملاقات ہوئی تھی ان میں کے بہتیرے آدمی دوسرے سال ندارد بعض بعض خاندان کے پانچویں پشت دیکھ لیا چار پشت ندارد ہو گئے ذرا غور سے اپنے حیات پر بھروسہ فرمائی اور انقلابات پر توجہ کرتے جائیگا اس کتاب کے لکھتے وقت پتہ ملا کہ کتنے آدمی جوان مر گئے۔

۱۸ حافظ عبدالغفور کا مکان ہنوز قائم ہے یہ حکیم قربان علی کے مکان کے قریب ہے حافظ جی کے لڑکے محمد شکور مرحوم تھے انلوگونکو آمدنی بہت مختصر تھی یہ نواب فدا علی مقتول ولد لکمی واحد علی

سوداگر کے سسر وسالے تھے حافظ صاحب کی لڑکی سے نواب فدا علی بیاہے تھے ایک داماد منشی علی حسین ساکن نوادہ تھے ان کی اولاد سے اذہلوگوں کا حال کچھ نہ مل سکا ایک داماد منشی عابد حسین ولد میر رفیع الدین ولد مولوی محمد عبداللہ پھلواری تھے عابد حسین میر حبیب الدین ساکن ڈنکہ کی املی کے حقیقی بھائی اور شہاب الدین و شاہد حسین و وجیہ الدین مرحوم کے حقیقی چچا تھے حافظ صاحب بوڑھے ہو کر مر گئے محمد شکور جوان ہی مرے عابد حسین نے مختار کاری چند ہی روز کیا اور جوان ہی مر گئے اولاد تھی وہ بھی مر گئی عابد حسین و علی حسین کی دونوں کی بارات یک روز ہوئی تھی اور نواب فدا علی مرحوم کے مکان میں بڑا جلسہ ہوا تھا محفل ہوئی تھی اس خاندان کا نام ونشان بالکل گم ہو گیا کچھ عورتیں زندہ ہیں۔

۱۹۔ عبدالرحمان مختار سنزاری باغ کے علاقہ کے رہنے والے تھے یہ بہت کالے آدمی تھے جہاؤ گنج سیٹی کورٹ میں مختار تھے اردو داں تھے مگر بہت تجربہ کار اچھا کمانے والے تھے اور بوڑھے آدمی تھے ان کے پاس چند بیبیاں یکے بادیگرے ہیں اور زندگی میں اکثر عورتوں کو طلاق دیتے رہے یہ بہت متقی آدمی تھے اور روزہ نماز کے بہت پابند ورد وظائف خوب پڑھا کرتے تھے مذہبی آدمی تھے انہوں نے وہی مکان مچھرہٹہ گلی میں منگل تالاب کے موڑ پر بنایا جس میں اب وارثان شاہ ظفر مرحوم ہیں جس کا تذکرہ اوپر

ہوا ہے اسی مکان میں مولوی حمید جوراہا کی والدہ مدتوں کرایہ
میں رہیں اب تک مکان موجود ہے مگر مختار صاحب جنھوں نے بنایا
نہ رہے۔ آدمی چلا جاتا ہے چیز رہ جاتی ہے بڑے شوق اور خرچ
سے یہ مکان بنایا گیا اور بہت روپیہ مختار صاحب نے خرچ کیا
ساری کمائی مکان ہی میں لگادی آخر میں پربت نامی ایک عورت
جو زن بازاری تھی اور اوس کے ساتھ لکھنو کے ایک آدمی میرن
صاحب جو اچھے خاندان کے تھے برابر رہے میرن صاحب کے
پاس پربت کی خالہ تھیں میرن صاحب کے لڑکے لکھنو سے اس
شہر میں بھی آئے تھے میرن صاحب بہت عمدہ آدمی تھے اون کے
اطوار سے شرافت ظاہر تھی سن دار آدمی تھے اس شہر کے اکثر
آدمی سے اُن سے ربط تھا اون کے معرفت مختار صاحب کا
عقد ہوا اور دین مہر میں بیع مقاشہ لکھا گیا اوس کاغذ پر راقم
اور مولوی سید یوسف حسن وداد زبیری مجسٹریٹ کی گواہی تھی
اور بھی شہر کے معزز لوگوں کی گواہی تھی راقم نے اوکو بیع مقاسہ
لکھنے کو بہت منع کیا راقم نے سیکڑوں مثالیں دیکھیں ہیں جس نے جائداد
کسی کو بھی لکھا وہ آخر میں پچھتایا جب کے اولاد کو بھی جس نے لکھا وہ
آخر عمر میں پچھتایا اپنا اختیار اپنے زندگی میں جس نے دوسروں کو
دیا اوسکی زندگی برباد ہوتے دیکھا اور عمر بھر اوسے روتے دیکھا ایک
مثال بھی ایسی نہ دیکھی کہ اپنا مال واختیار دے کر کسی کی زندگی خوش گذری

ہو مختار صاحب مکان سے جدا کئے گئے دس برس مقدمہ لڑا مختار
صاحب کو آخر میں رو رو کر مرنا پڑا دانا پور کے کسی عورت سے
جو مولوی ضمیر الدین خان بہادر کے یہاں رہتی تھیں عقد کرنا ہوا
جو مرتے وقت اونکی خدمت کر سکی چھیدی میاں کے مکان میں
مدتوں رہنا پڑا بہت خدا پرست آدمی تھے یہیں چار برس گذرا
مرے ہیں میرن صاحب مر گئے پر بت میرن مکان بھی بک گیا سارا
قصہ سب نیست و نابود ایک خواب تھا دیکھ لیا۔

۲۰ شیخ موذن صاحب نامی اور حلیم حلیم آدمی تھے ان کا مکان ہنوز موجود
ہے اور خان بہادر شاہ محمد کمال صاحب کے مکان کے
قریب ہے وہ پرچون کی تجارت کرتے تھے اس شہر میں دو تین
آدمی کی بڑی دوکان پرچون کی تھی ایک ان کی اور دوسری
حاجی شبراتی مرحوم کی بھی شیخ صاحب بہت بوڑھے اور
نیک آدمی تھے کچھ جائداد بھی خرید کیا تھا موضع دان پور میں
ان کا حصہ تھا جو اب نیو لونین میں خرید لیا گیا اور پوری
بستی کھد گئے اور میدان ہے ان کے بیٹے شیخ ملکھی تھے
وہ والد ہی سے جیسے ناٹے گول بدن کے آدمی تھے اور بوڑھے
ہو کر انتقال کیا ان کی اولاد ہے ان کی شادی اور تصدق
مرحوم ان کے بھانجے کی شادی دانا پور میں حاجی پیر محمد کے یہاں
ہوئی تھی حاجی پیر محمد بھی ایک تاجر تھے اور بہت مشہور آدمی دانا پور

میں گذرے ہیں حاجی صاحب کی اولاد ذکور بھی تھے وہ لوگ
آرہ میں رہتے تھے اب کچھ ان لوگوں کا حال زیادہ
نہ مل سکا حاجی پیر محمد کے بعد اس خاندان کی مالی حالت درست نہ رہی
ہنوز مکان بصورت مبدلہ ہے راقم ان کے یہاں کے تقریبات
میں خود شریک ہوا کیا ہے یہ بڑے خلیق آدمی تھے تاجروں کو
علی العموم خلیق دیکھا تجارت کے لئے خلیق ہونا لازمی چیز ہے اگر وہ
لوگ اخلاق نہ برتیں تو تجارت میں اور کاروبار میں نفع نہیں اٹھا سکتے
یہ اصول تجارت میں داخل ہے تاجر کو ایمان داری اور زبان کی
پابندی اور پختگی اور محنت کی سخت ضرورت ہے ان باتوں کو
جس نے نہ برتا اوسکی تجارت خراب ہو جاتی ہے اور بازار کا
بھوار بند ہو جاتا ہے شیخ لکھی کی اولاد ہنوز زندہ ہے اسی خاندان
میں شیخ مودن کے داماد میر برکت علی تھے اون کے بیٹے تصدق
حسین مرحوم تھے جن کو موجودہ وقت کے کم سن لوگوں نے بھی دیکھا
ہوگا سات آٹھ برس گذرا ہوگا ان کا انتقال ہوا ان کی آنکھ
جاتی رہی تھی آخر عمر میں ان کو مالی تکلیف ہوئی جوانی آپ کی بڑی
عیش سے گذری بڑھاپا بہت تکلیف سے کٹا اون کی اولاد بھی
ہنوز موجود تھی شیخ مودن کے ایک داماد مولوی جان تھے یہ شاہ
منعم مختار برتلے کے خاندان کے آدمی تھے بہت نیک آدمی گذرے
اونکی اولاد بھی ہے ایک داماد میر فدا حسین تھے جن کے بیٹے اسمٰعیل مرحوم

تھے اسمٰعیل مرحوم کو مرے ہوئے پانچ چھ برس ہوا ہے اِن کو موجودہ
وقت کے کم سن لوگوں نے بھی دیکھا ہوگا اون کے اولاد بھی تھے
شیخ مودن جب مرے تو لکھی میاں کم سن تھے تمام گھر کا چارج
میر برکت علی کے ذمہ رہا جب اونکی آنکھ گئی تب مولوی جان سے
جب وہ نہ رہے تب فدا حسین مرحوم کے ذمہ رہا اِن کے وقت
میں بڑی ترقی ہوئی جب وہ نہ رہے تب لکھی مرحوم کے بھائی
وحید مرحوم اور محمد اسمٰعیل مرحوم دونوں کے ذمہ چارج رہا
کیا لکھی مرحوم کو تجارت کے طرف شغل کم رہا اون کی صحت
اور معمولات ایسے تھے کے اونکو تجارت کا موقع نہ تھا گاہ گاہ
دوکان دیکھتے اِن دونوں لڑکوں نے تجارت کو سنبھال رکھا
تھا اِس خاندان کے کل لوگ بہ حیثیت اجمال رہے اور ہر آدمی
اور ممبران خاندان کو بقدر گذران مشاہرہ ملتا رہا تجارت
والے اکثر اجمال رہتے ہیں اِس لئے کارخانہ سنبھلا ہوا رہتا ہے
جہاں آپس کا تفرقہ ہوا اور اشیا منقولہ تقسیم طلب ہوا پھر تجارت
قائم نہیں رہتی اور اس نفاق کے بدولت آدمی کارندہ بھی
نہیں ملتا جس گھر کو برباد ہوتے دیکھا اوسکا پہلا سبب یہی ہوا آپس کا
نفاق ہوا دوسرا سبب تقسیم ترکہ پایا اور مسلمانوں میں یہ باتیں
خاص کر بہت دیکھا تھا جنوں میں کئی کئی پشت تک کارخانہ اجمالی
رہتا ہے اس لئے اون کی ترقی پائی جاتی ہے گو اب تک اسی خاندان

میں تقسیم تو نہیں ہوئی مگر نہ ادستنے لوگ میں نہ کھلا ہوا اتفاق ابھی تک پیدا ہوا ہے اسلئے ہنوز نام شیخ مودن ولکھی کا چل رہا ہے لکھی کی اولاد دوکان وخاندان کو چلا رہے ہیں لکھی میاں کے وقت میں شیخ مودن کا نام پرانے لوگ جانتے ہیں اور اب اونکا نام جانتے ہیں رفتہ رفتہ شیخ مودن کی دوکان کو کوئی نہیں سمجھتا ہے اب لکھی کی دوکان مشہور ہے یہ دوکان پہلے مکان سکونتی میں تھی اور اب چند سے محمدی جان کی مسجد کے بغل میں اونہیں کے کٹرہ میں اندازی پندرہ بیس برس سے ہے اسی خاندان کے نھنے خاں دلال بھی تھے جن سے اس خاندان کو چند طرح کے قرابت داریاں تھیں جس کا تذکرہ ڈاکٹر صاحب علی ساکن کالی استھان کے ساتھ ہوا ہے ڈاکٹر صاحب کے یہ ناتی تھے اور ڈاکٹر صاحب کو بھی اس خاندان سے پہلے سے رشتہ داریاں تھیں دنیا داخل خارج کا سرشتہ ہے جو آیا اُس کا نام چلا جو گیا اوسکا نام مٹا۔

۲۰۔ مدری لال کا مکان شاہ کمال خان بہادر کے مکان کے قریب بغل میں ہے یہ ایک متمول آدمی تھے اور اپنی زندگی عیش سے گذار گئے ان کے لوگ ہنوز زندہ ہیں اور اچھے حال میں ہیں یہ جبو ن پوزی تیلی کہاتے تھے ہندو اجمال خاندان ہونے کے وجہکر ہنوز قائم ہیں۔

۲۱۔ شاہ اقبال صاحب کا مکان وہی ہے جو شیخ برکت اللہ و شیخ احمد اللہ کا تھا یہ اوسی خاندان کے ہیں اُن کا مفصل تذکرہ بہ خاندان شاہ تبارک حسین و شاہ مبارک حسین و خان بہادر شاہ کمال کے ساتھ ملیگا یہ لڑکے شاہ جلال مرحوم کے بیٹے ہیں اور شاہ کمال خان بہادر کے بھتیجے ہیں اور راقم کے پھوپھوزاد بہن کے بیٹے ہیں یہ بہت منتظم ہیں اور آمدنی اچھی ہے ابھی تک ان کو ترقی مالی کا خیال ہے اور انتظام سے اپنی زندگی بعافیت و آرام گزارتے ہوئے جائداد کو بڑھائے جاتے ہیں اِن کو شہر والوں کی ہوا نہیں لگی ہے مگر شہر میں رہکر انسان کہانتک پختہ خیالی کر سکتا ہے ہر طرف بو یکساں ہو رہی ہے خیریت ہے کہ بہت ہوشیار اور اپنے گھر کو برباد ہوتے دیکھ چکے ہیں اسلئے سنبھل کر چلتے ہیں

۲۲۔ لٹو ساؤ کے دوکان بننے کی ہے چند روز پیشتر یہ دوکان معمولی تھی مگر اس دوکان میں دو صفت ایسے ہیں کہ یوماً فیوماً اچھی ترقی ہوگی اولاً مال بھی عمدہ آتا ہے جو جانچ کر آتا ہی دوم یہ کہ عمدہ چیز اور بازار سے کفایت ملتی ہے اس لئے لوگ خریداری پر ٹوٹ پڑتے ہیں تجارت کا اصول ہے کہ کم نفع پر جو کاروبار کرے گا اوسکی بکری زیادہ ہوگی اور اوس کا روپیہ بیٹھا نہیں رہے گا مال بکا اور نفع گھر میں آیا اصل مال پھر بازار میں گیا پرانا مال گیا نیا مال آیا پھر تو لین دین پلٹا کھانے

کہا ہے میں چند جگہ چل جاتا ہے اور ایسی ہی تجارت کو فروغ بہت
جلد ہوتا ہے جو لوگ ابتدا ہی میں زیادہ نفع تلاشتے ہیں انکو
درحقیقت اوس قدر نفع نہیں ہوتا جو کم منافع پر بیچتے ہیں نیوں
اور تاجروں کا مقولہ ہے کہ سوکی سوائی اور ہزار کی پائی مقابلہ
نہیں کرسکتی ہزار پائی اگر گھر میں آئی تو سوکی سوائی سے بہت زیادہ
نفع ہوگا مارواڑی لوگ اسی اصول پر چلتے ہیں اور آناً فاناً ترقی
پذیر ہو جاتے ہیں کہ ہدر ڈ فروش کم حیثیت پر ہر روپیہ نفع کھوجتے
میں بکری کم ہو جاتی ہے بکر وکتی نہیں ہے آخر کار اصل مال بھی غائب
ہو جاتا ہے آجکل لودی کٹرہ میں یہ برسر عروج ہے مسلمان پہلے
ہی ہر روپیہ کھوجتے ہیں اس لئے ترقی نہیں کرسکتے

۲۳۶ مولوی سعادت حسین دیہات کے رہنے والے نے اسی
جگہ پر ایک دوکان کھولی اور خوب چلی اور مسلمانوں نے مسلمان
کی دوکان جان کر خریداری زوروں پر آغاز کیا برس دو برس کے
اندر یہ دوکان اوٹھ گئی افسوس ہے مسلمان اوّلاً تو تجارت
کرتے نہیں ہیں اور ان کے عام ضروریات غیر قوموں کے ہاتھ میں ہے
اگر کسی نے کیا بھی تو وہ قائم نہیں رہتی کوئی نہ کوئی سبب ایسا
ہوتا ہے کہ تجارت غائب لوگ ملازمت ہی پر ٹوٹے پڑتے ہیں
غلامی ان کے مقدر میں ہے یا غلامی کریں یا نکمے ہو کر اپنی زندگی
بیکار کردیں اور دوسروں کے کمائی پر اپنا سارا بوجھ ڈالدیں

یا کوئی ایسا پیشہ اختیار کریں جسمیں نہ لگے پھٹکری بے محنت
پانچوں انگلیاں گھی میں رہیں دراصل میری قوم محنت کی مزدوری
لینا نہیں چاہتی یہ کلکتہ میں کہیں ملازم ہو گئے ہیں مولوی قدیر اس
کے خاندان میں بیاہے گئے قدیر میاں کی بہن راقم کے نانی محمد نصر اللہ بیاہے گئی تھے لڑکی ہو گئی وہ
اولاد بھی تھیں وہ بھی مر گئے قدیر میاں میر وزیر علی ابدال چک کے بیٹے ہیں یہ عالم ہیں
بشیر میاں ان کے بھائی ہیں راقم کے مکان میں رہتے ہیں ۔

۲۴۱ بخشی میاں کا مکان چوراہا غلام پیر پر موجود تھا یہ متمول آدمی
تھے ان کا اکھاڑہ ہنوز موجود ہے غلام پیر بھی کوئی متمول آدمی تھے
محض یہ ہیں معلوم ہے سنا ہے کہ ان لوگوں میں کچھ قرابت داریاں
ہیں دیں سے مسجد کا انتظام چندے بخشی میاں کے ہاتھ میں تھا
بخشی میاں کے بعد ان کے ورثا نے مسجد اور امام باڑہ کا انتظام
اچھا نہ کیا مسلمانوں نے مسجد و امام باڑہ کا انتظام لے لیا امام
باڑہ تو میر کفایت حسین کے ہاتھ میں رہا اور مسجد کے بابت کئی
رؤسا نے ملکر اسکا انتظام مولوی محمد حسین ایک ملازم میر یوسف
حسین آنریری مجسٹریٹ کے ذمہ کر دیا وارثان بخشی میاں میں
سے میاں بلاقی اور ان کی اولاد منور زندہ ہیں جن میں صلاحیت
انتظام کی بالکل نہیں پائی گئی انہوں نے مقدمات وغیرہ بھی کی
اور بہتیرے دعوی کی مگر عدم صلاحیت کی وجہ کر لوگوں نے
پسند نہ کیا اور مذہبی امور میں وراثت کی کوئی دعوی ہو ہی نہیں

سکتا۔ اکھاڑیکے اندر بخشی کا مزار ہے ورثا جو نا قابل ہوتے ہیں
تو خاندان کا نام گم ہو جاتا ہے

۲۵۔ خواجہ سید حسن صاحب کا مکان شاہکی املی ہیں بولا جاتا ہے

اِن کی قرابت داریاں بخاندان ہادی میاں مرحوم دھول پور
اور موضع سرپہدہ اور علی حسن میاں لکھوتیا و نظیر میاں رجسٹرار
ساکن بتیا اور میر بضاعت حسین و میر امیر جان صاحب
بودی کٹرہ سے ہے اِن کے ایک داماد مولوی غنی حیدر
وکیل گیا او لد میر تبارک حسین مرحوم ساکن سکریچہ کے بھائی
عظیم الدین وکیل تھے جنکی اولاد تھے وہ جوان ہی قضا کرگئے
خواجہ صاحب کا گھر خواجہ ذاکر حسین کا بولا جاتا ہے جوانی میں انہوں
نے برابر بیجری منتظمی جائداد کی ملازمت کی مولوی حامد حسین
لودیکٹرہ و بدربا پیارے صاحب دھول پورہ اور بھی
دیگر لوگوں کے جائداد کا انتظام کیا اِن میں مادہ انتظام ہر قسم
کا ہے پر سلیقہ آدمی ہیں تقریبات بھی اچھی اور انتظام سے
کیا جائدادوں کا انتظام جہاں جہاں رہے اچھا کیا یہ مخرب
مالکان و برباد کنندہ لوگوں میں نہیں ہیں نہ اپنے کو برباد کیا
نہ اپنے آقاوں کی جائداد نقصان ہونے دیا بڑے مدبر
اور عقلمند آدمی ہیں اِن کی اولاد ذکور و اناث ... بعض
کا نام محمد نذیر ہے اور بعض کا نام وزیر حسن ہے اور بعض کا نام

راقم کو معلوم نہیں ہے اسی خاندان کے ایک لڑکے کریم الدین حیدر تھے خواجہ صاحب کو بقدر گذران جائیداد بھی ہے ان کے حاطہ کے اندر ایک بھاری مقبرہ ہے ایک مسجد بھی ہے مکان بڑا وسیع اور آرام کا موجود ہے جو راقم کے مکان سے اچھا ہے مکان دیکھکر وسعت دماغ کا پتہ ملتا ہے ان کے اوپر کے لوگوں کو موقع اچھا تھا اور وسیع الدماغ لوگ تھے جنھوں نے اوس زمانے میں اپنا عمدہ آرام کا مکان بنایا جو اس زمانے کے موجودہ روش میں بھی لائق پسند ہیں گو یہ خاندان خواجہ کہلاتے مگر یہ لوگ چند روز کے باشندے مسافر نہیں ہیں بہت پرانے باشندے اس شہر کے ہیں اور تعلقات برادری اکثر خاندان سے پشتا پشت سے چلے آتے ہیں اب بوڑھے ہوگئے اور بیکار ہوگئے ہیں آمد رفت کے لائق نہیں ہیں راقم سے کچھ بڑے ہوں گے۔

۲۶۔ شیخ میاں جان شیشہ گر یہ بہت مشہور اور اُستاد فن گنے جاتے تھے پندرہ بیس برس گذرے مرے ہیں ان کا کارخانہ گورنمنٹ تک میں معلوم ہے انہوں نے نیچے حقے چلم سرپوش گڑگڑی اوگالدان لوٹیا پاندان اور مشکل مشکل چیز شیشہ کے ڈھال ڈھال کر نمائشوں میں بھیجا انعام پائے سارٹیفکٹ ملے اس لئے اوستادوں میں مشہور تھے آدمی مذہبی مزاج تھے

علم تو حاصل نہ کیا اس لئے مزاج میں غصہ تھا اور جلد بگڑ جاتے تھے
اچھا کچھ پیدا کیا اور عزت و آرام سے گذار کر مرے ان کے بیٹے
شیخ احمد ہیں وہ صاحب اولاد ہیں اونکے بیٹے کا نام راقم کو معلوم
نہیں ہے شیخ احمد نے بھی اپنے والد کا نام قائم رکھا اب یہ کارخانہ
ویسا نہیں ہے جو پہلے تھا گذران اوقات کے موافق آمدنی ہے
اب شیشہ کی قدر کہاں ہے یہاں کی دستکاری اور بناوٹ اور
جاپان کی کفایت شعاری اور صفائی اور کلوں کے ذرایع
کیوجہکر دستکاروں کو نفع نہیں ہوسکتا اونکو پڑتا نہیں پڑتا کوئی
روزگار ہندوستان میں مقابلہ نہیں کرسکتا غیر ملکوں سے اشیا
یہاں آکر سستے بکتے ہیں اور یہاں کی بنی ہوئی اشیا گراں پڑتی
ہیں باہر کے مالوں سے ہندوستان والے تقابل نہیں کرسکتے
اور یہاں کی کوئی بھی تجارت فروغ نہیں پاسکتے نہ یہاں کی ضرورتوں
کو دستکاری سے مہیا کرسکتے ہیں یہ فقط حوصلہ ہے اور باہر
کی مالوں کا نہ خریدنا اور اپنے اپنے دلوں پر قابو کرلینا یہ بھی
امر محال اور خلاف فطرت انسانی ہے یہ ایک طرح کا ناممکن
الوقوع مسئلہ ہے مذہب کے قانون کے خلاف باتیں ہو رہی
ہیں ملکی اور مذہبی دونوں قانون اپنا اثر نہیں کرسکتے اور ملک
اوسکی وفاداری اور اطاعت پر آمادہ نہو سکا تو سارا ہندوستان
ہمت کرسکتا ہے کہ باہر کا مال استعمال نہ کیا جائے اور یہ نہیں

ہو سکتا ہے پہلے یہاں کی غربت تو دفع ہونے کے ملکی اشیا کی قیمت
کو برداشت کر سکیں سستی چیزیں چھوڑ کر فطرت کے خلاف
آدمی گراں خریداری کو پسند کریں نئے دستکاریوں کو تو ایسی
ترقیاں ہو جائیں کہ ملک کی مزدوریں پوری نہ کر سکیں اور ہنکا روزی
گذران اوقات بھی تو ہو سکے مگر کتنے ہنرمند باوجود ہنرمندی
بے روزگار مارے پھرتے ہیں اور کتنے کارخانے بند ہو گئے
الغرض جاپانی مالوں نے شیشہ گروں کا دیوالہ نکالدیا یہ غریب
اب کیا بنائیں اور کون لیتا ہے اور کون انکی محنت کی قدردانی
کرکے مزدوری دے سکتا اس سے بہتر مال بازار میں غیر ملکی
بنا ہوا بہت کم قیمت بہت صاف بہت خوشنما بہت نازک مل رہا ہے
تو ملکی مال کون خریدتا ہے الغرض شیخ احمد کے داماد شیخ سوہن ہیں
جو جواہرات کا اب روزگار کرتے ہیں اور بفضلہ اچھی حیثیت ہو گئی
ہے چند مکانات بھی خریدا ہے جو بازار میں ہے اور کرایہ کی
آمدنی قائم ہو گئی ہے خوش حالی سے گذر ہو رہا ہے یہ کثیر الاولاد
آدمی ہیں ان کا لڑکا اختر حسن ہے شیخ سوہن صاحب جوانی
میں اول بکلا سے آدمی تھے لوگ ان کو بیکار جانتے تھے مدتوں
راجم کے ساتھ رہے مدتوں بہن بابو کے ساتھ رہے ان کی
شادی محمد نواب کے مکان میں کسی عورت سے ہوئی ان کو
اولاد نہ ہو سکی ان کے مزاج میں شرم و حیا کا مادہ تھا یہ ابتدا

بیکار و فضول آدمی نہ تھے مالی مشکلات کی وجہ کر کم سنی کے
مصیبتوں کی دقت کو برداشت نہ کر سکتے تھے اس لئے تفکر
زندگی تھی راقم ان کو کلکتہ لے گیا اور تجارت کی طرف
رو جھان دلایا چند ہی روز میں ان کو خدا نے تجارت کی ہیات
دیدئے اور نفع کثیر ہونے لگا بیس روپیہ کے کیپٹل سے انہوں
نے آغاز کیا دو چار مہینہ کے اندر پانچ سو کی پونجی ہوگئی دماغ
روشن ہوگیا اور تجارت کا راستہ معلوم ہوگیا پہلے انہوں نے
دست فروشی کی اور کچھ قیمتی چیزیں فروخت کیا پھر پرانے
برتن اور چیزیں خریدا اور بیچا پھر رفتہ رفتہ زیورات پرانے
خرید نے بیچے پھر جواہرات بیچنے لگے مواقعات آتے گئے خدا
کی دین ہے ۲۵ برس کے اندر سوہن میاں جوہری مشہور ہو گئے
کلکتہ بمبئی دہلی اور بڑے بڑے شہروں میں نام ہوگیا دور
دور کے جوہری آتے اور سوہن میاں کے ساتھ گھومتے اور مال
بیچتے شیخ سوہن نے مکان پختہ بنایا سال میں چند دفعہ کبھی قل اور
کبھی میلاد اور کبھی نیاز بزرگان دین کرتے ہو پر احباب اور
ملاقاتی اور غربا کی دعوت کر دیتے ہیں جب خدا اقبال دیتا ہے از خود
دماغ میں روشنی پیدا ہو جاتی ہے اوسکو جو کام سوجھتا ہے اچھا ہی ہوا
کرتا ہے بڑھنے والے کی ادائیں اور ہوتی ہیں اوس میں اخلاق دانش
نیک چلنی بردباری متانت عمل الغرض اکثر صفات حمیدہ خود بخود

پیدا ہو جاتی ہیں اور جانے والے اور برباد ہونے والے کو ٹھیک اوس کا اوس تاثا
ہوا کرتا ہے جو بات سوجھتی ہے وہ اوسٹی ہوتا ہے چلتا ہے وہ کچھ تو ترکیب
ہوتی ہے وہ بدنما مگر عجب تماشہ ہے کچھ نکلتے یہ باتیں لازمی ہو جاتی ہیں
جیسے خدا بنائے چاہتا ہے اوسے ممدوح خلائق بناتا ہے جیسے برباد
کرنا چاہتا ہے پہلے خلائق کا منہ دل اوسکی طرف سے پھیر دیتا ہے اقبال
کی جانچ یہ ہے کہ خود اوس کا اپنا دل ہر وقت مستقل ہے کسی کا دباو اوسکے
دل پر نہ ہوسکے چاہے کوئی بھی ہو اوسکی دل کو دبانہ سکے شیر دل ہو اوسوقت تک
اوسمین مادہ اقبال موجود ہے جس دن اپنا دل کسی سے دبے بس
اقبال رخصت ہوا گردش مندی کے وقت میں بھی اپنا دل پژمردہ
اور دبا ہوا رہتا ہے الغرض شیخ جی مولوی نما پرہیزگار آدمی ہیں اور
خوش اقبال جن دھن دونوں خدا نے دیا ہے ایک تکلیف کی
بات یہ ہے کہ یہ بالکل ان پڑھ ہیں اقبال ہونے سے عربی او فارسی
کی غزلوں کی معنی سمجھنے لگے صورتاً اور سیرتاً بھولے بھالے ہیں اور
اپنے دنیاوی امور میں بہت ہی تیز و چالاک و ہوشیار آدمی
ہیں ان کا بڑا لڑکا اختر حسن دوسرا نصیر تیسرا البشیر ہے یہ لوگ
بھی ابھی تک نیک حسلنی ہیں ان کے نانا شیخ محمد علی شیشہ گر تھے
وہ بہت بوڑھے ہو کر مرے ناٹے قد کے گول بدن کے آدمی تھے
اور اسی محلہ لودی کٹرہ کے آدمی تھے اور ان کی چند بیبیاں تھیں
ایک بی بی ان کی عورتوں میں بارہ روپیہ بنکر خوب تماشے بنایا کرتی

تھیں اور مرنے بعد اپنے شوہر کے بھی کام کرتی تھیں راقم کے یہاں بہت آتیں اور رہتی تھیں اور تمام رؤساء کے گھروں کے لڑکے اور لڑکیاں اِن کو شوق سے اور قدر سے بلاتیں تھیں شیخ سوپن کے والد کا نام ہمیں یاد نہیں ہے مگر اسی محلہ کے رہنے والے تھے اور روزگار کرتے آدمی تھے شیخ سوپن کے برادری کے لوگ اس محلہ میں ہنوز موجود ہیں فدا حسین حلوہ والے اور ابی حسن لڑکا والد فدا حسین مرحوم سے برادری تھی فدا حسین کی ماں ہنوز زندہ ہیں فدا حسین مرحوم سے خاندان میر مہدی حسین و میر عاصف حسین و عارف حسین صاحب سے انکا قرابت داری کا بھا فدا حسین خانقاہ منگل تالاب میں مرید تھے صدیق نواب صاحب کی بارات کے دن انتقال کر گئے اون کو فصلی ہو گیا تھا ابی حسن لڑکا یتیم ہو کر مدتوں راقم کے ساتھ رہا اب کلکتہ میں اچھی حالت میں ہے اور کسی انگریز کے یہاں ملازم ہے ابی حسن کی دادی ابھی تک آتی ہیں کہ شیخ صاحب سے انکا برادری محی الدین نگر میں بخاندان شاہ واجد حسین مرحوم تھے شیخ ولایت علی سوداگر مرحوم سے بھی قرابت داریاں تھیں شیخ ولایت علی سوداگر کی اہلیہ اور لڑکی راقم کے یہاں بہت آتی تھیں اور عورتوں میں خوب عمدہ عمدہ کہانیاں کہتی تھیں شیخ ولایت علی کی لڑکی ابھی دو تین برس ہوا ہے مری ہیں آخر عمر میں غربت آگئی تھی تو بھی

لیتی کے لڑکوں کو یا میر علی حیدر رانی پور کے یہاں ملازمت
کرکے گذران اوقات کرکے قضا کر گئیں شیخ سوپن کا مکان خواجہ
سید حسن صاحب شاہ کی املی کے مکان کے پاس ہے یہ ماموں قبلہ کے مرید ہیں

۲۷ گلاب شاہ کا مزار شاہ کی املی کے ایک مقبرہ میں ہے

جو بوچی وچو بیا طوائف کے مکان کے قریب ہے یہ مذکورالصدر
عورتیں مٹیا برج کی ہیں ان لوگوں کے مورث نام دار بیگم تھیں
جو بوجہ تعلقات مٹیا برج کچھ وظیفہ بھی بنک سے برآمد کرتی تھیں
یہ بغرض وصولی وظیفہ محمد اکرم ولد مولوی دلی عالم مرحوم راقم
کے پھوپھی زاد بھائی کے عقد میں رہنا مشہور کئے ہوئی تھیں اون
کے زندگی تک وظیفہ بنک سے برآمد ہوا کیا اوس کے بعد کا حال
راقم کو نہیں ملا یہ دربار عام تھا شہر بھر کے نوجوان آنا ہندو
مسلمان کی آمدورفت تھی اس گھر میں یہاں کے متمول لوگوں
کا مال بہت صرف ہوا اور بہتیرے لوگ برباد ہو گئے یہ مدرسہ
عشق مشہور نام تھا اوس وقت بی نڈن اور بنی بی کا وقت برسر
اقبال تھا اون کے زمانے کا انقلاب ہوا کچھ سن زیادہ ہوا تو پھر
بی چوبیا کا اقبال ہوا پھر ان لوگوں کی لڑکیوں کا اقبال چلا میرے
علم میں پٹنہ کا شاید ہی کوئی گھر بچا ہوگا جہاں کی دولت اس
گھر میں کسی نہ کسی عنوان سے یہاں نہ پہونچی ہو اس گھر میں عزا
داری اس دھوم سے ہوا کی اوسوقت میں اور راقم کے چشم دید زمانے

میں نہ اس قدر خرچ کہیں ہوا کرتا تھا نہ اتنا بڑا مجمع ہوتا تھا یہاں
چینی کی رکابیاں بھی کسی کسی سال ہوا فق میں تقسیم ہوا کیں شہر کے
لوگ ٹوٹے پڑتے تھے اور یہاں نوحہ ہوا کرتا تھا جہاں شہر بھر کی
طوائفیں جمع ہو کر ماتم اور نوحہ ادا کرتی تھیں ایک بڑا مجمع رہتا
اور فیضی فیر کا لطف آتا رفتہ رفتہ زمانے نے پلٹا کھایا اور اقبال
مندوں کا بڑھاپا آغاز ہوا جوانوں کے جوانی نے جواب دیا زمانے
نے اپنا رخ بدلا اب اس مدرسہ کا حال وہ نہ رہا بلکہ مکان بھی بر
قائم نہیں ہے جن داموں دولت آئی اونہیں داموں گئی عقل میں
کوئی بات نہیں آتی اور سمجھ سے باہر ہے جہاں اس قدر وافر
دولت کئی پشت کے کمائی سے آئی وہ کیونکر اس قدر جلد ہوا
ہو گئی تجربہ سے ظاہر ہوا ہے کہ دولت کی ناقدری کرنیوالوں کے
پاس دولت کو قرار نہیں ہوتا جس بے رحمی سے دولت حاصل ہوا
کرتی اوسی طرح بے وقری سے واپس جاتی ہے ابھی تک لوگ
اس خاندان کے زندہ ہیں الغرض ضروری بیان کرنا یہ ہے کہ
گلاب شاہ غالبًا باہر کے رہنے والے تھے اور انداز سے
معلوم ہوتا تھا کہ وہ رام پور کے تھے یہ برابر اکیلے نواب فدا علی
والی مسجد کے کٹرے کے اوپر ایک کمرے میں اکیلے رہتے تھے
اور گلابی تہمد اور گلابی کرتہ پہنتے تھے ان کے یہاں جو سا اکثر ملنے
کو جاتے یہ بہت خلیق اور منکسر آدمی تھے اور خوش گپ تھے

یہ چاہ ی بہت عمدہ بناتے تھے اور حقہ بہت نفیس پیتے تھے یہ بالکل
متوکل آدمی تھے مگر کسی سے سوال نہیں کرتے لوگ خود ان کے
اخلاق کی وجہ کر خفیہ طور پر ان کی امداد کرتے ایک کی خبر دوسروں
کو نہ ملا کی اس وقت کے تو لوگ نمائشی سلوک کسی کیساتھ
کرنیکو برا اور گناہ جانتے تھے اون کے خود ملاقاتیوں کو تعجب تھا
کہ شاہ صاحب کی اوقات کیونکر گذرتی ہے جو لوگ سلوک
بھی کرتے تھے کہ اونہوں نے تو اس قدر سلوک نہیں کیا ہے جس سے
اونکی اوقات اس خوش حالی سے بسر ہو سکتی ہے مگر یہ سفر کرتے
تھے ان کو تھوڑا اور نکاری راج سے بہت کچھ ملتا تھا ان کے
پاس وہ وہ کمخواب تھا جو اس شہر میں کم لوگوں کے پاس تھا
کیسے کیسے عبا اور کیسا کیسا قیمتی ان کے پاس تھا اور بیش
قیمت انگوٹھیاں تھیں اور بہت بیفکری سے انہوں نے اپنی
زندگی بسر کیا بہت سن دار آدمی تھے مگر بہت مضبوط بال تو
سفید ہے مگر خضاب لگاتے تھے کبھی کسی نے تمیز نہیں کیا کہ ان کے بال سفید
ہیں سر میں کاکل اور گلابی قصابا باندھتے تھے اکثر ننگے سر
رہتے داڑھی بہت لانبی مونچھ کی ترکیب کڑی کڑی رام پور
والوں کی نیشن کی رکھتے تھے ان کو زیادہ تر ربط خواجہ زادوں
سے تھا اور نواب فدا علی مرحوم آپ کو بہت مانتے تھے بعد نماز صبح
بارہ مہینہ راقم کی والد ماجد سے ملنے آتے اور دس منٹ ٹھہر کر

میر نور الحسن میدان فصاحت کے یہاں جاتے اور دس پندرہ منٹ
وہاں ٹھہر کر نواب فدا علی مرحوم کے یہاں جاتے یہ اُن کا روزمرہ
تھا غالباً صبح کے ہوا خوری کی وورزش قرار دیا تھا اندازی تیس
برس گذرا ہوگا ان کا انتقال ہوگیا یہ متقی آدمی لنگوٹ بند فقیر تھے
اِن سے کسی کو بگڑتے نہیں دیکھا نہ اِن کو کسی سے رنجش دیکھا ان کے
مرنے بعد اِن کی چیزیں دوستوں نے نیلام کرکے اُن کا چہلم چہارم
اور تجہیز وتکفین کیا اور گلابی پختہ قبر بنا دیا جو ہنوز موجود ہے
جس کا کوئی وارث نہیں ہوتا اوس کے احباب وارث ہوجاتے ہیں
یہ اُسوقت تھا اب زمانہ بدلا ہوا ہے تاہم بعض بعض انگریزی داں
بھی جنھیں مذہبی مذاق ہے تو بڑے ہمدرد نکل آتے ہیں ابھی تک اِن باتوں
کا وجود ہے رفتہ رفتہ ان باتوں میں کمی آتی جاتی ہے اب تو زمانہ
بالکل خود غرضی کا آگیا ہے اپنی بھلائی دنیا دی کے سوا اپنے
عاقبت کی بھی خبر کوئی نہیں لیتا غیروں کو کون پوچھتا ہے۔
۲۸۶ لکھمی واحد علی تاجر تھے اور بہت مشہور آدمی تھے ابتک انلوگوں کا
نام مشہور ہے مجھے صحیح تحقیق ہوئی بعض کہتے ہیں کہ شیخ لکھمی اور شیخ واحد
علی دو بھائی تھے بعض کہتے ہیں شیخ لکھمی اور واحد علی کا کاروبار اجمال
تھا اس لئے اس کارخانے کا نام لکھمی واحد علی پڑ گیا جیسے دو متفرق
آدمی کا نام فارم کے حیثیت سے ایک نام ہو کر مشہور ہوتا ہے
جیسے اچھے خان منت خان لچھمی رام مدن گوپال وغیرہ وغیرہ

مگر جہاں تک راقم کو سمعی علم ہوا ہے درحقیقت یہی ٹھیک
معلوم ہوتا ہے اس خاندان کے متعدد ممبروں کو دیکھا اون
کے خاندان والے ہنوز موجود ہیں اون کو پوری تحقیق
ہوگی اسی خاندان کے سید علی ہیں ابتدائی زمانہ اون کا
بہت فروغ پر تھا اور آخر زمانہ ان کا وہ نہ رہا گو تکلیف
نہ ہوئی مگر محض مختصر زندگی ان کو گذارنا پڑا ان کی یادگار
میں ایک صاحب شیخ گڈھی ہنوز زندہ ہیں جن کو تا زندگی
شیخ سید علی اون کے ساتھ دیکھا اور بعد مرنے شیخ سید علی
اور نواب فدا علی اون کے اسباب اور کپڑے ان کو استعمال
کرتے دیکھا ان کو کسی وضع کا تعلق اس خاندان سے ہوگا
شیخ سید علی بہت نیک اور گوشہ نشین آدمی تھے
یہ بہت کم نکلا کرتے تھے ان کو تقریبات میں دیکھا کرتے
تھے اس خاندان کی مسجد بھولوری گنج میں اب تک ہے
جس کے متولی وصی حیدر میاں ہوں گے اس مسجد کے متعلق
جائداد وقف تھے اور چوک پر کا ایک کمرہ وقف ہے بعد
مرنے شیخ سید علی اور نواب فدا علی میر وزیر حیدر میر
وصی حیدر سے ایک مقدمہ تولیت کا لڑا نواب امیر علی کو دعوی
تولیت تھا اور میر وزیر حیدر کو بھی دعوی تولیت تھا
ملکسوال صاحب سیٹی مجسٹریٹ کے وقت میں یہ مقدمہ دائر تھا

اور راقم اس مسجد کا ریسیور مقرر ہوا دو متولی لڑ گئے اور
مسجد کا برا حال ہو گیا فوجداری اور دیوانی میں خوب خوب
مقدمے رہے اب یہ مسجد وارثان میر وزیر حیدر مرحوم
کے تعلق ہے اس مسجد میں نواب فدا علی کی تولیت کے وقت تو
بہت آبادی رہی رمضان میں ختم تراویح اور افطار میں لوگ
مدعو ہوتے تھے اور دھوم دھام سے ختم تراویح
ہوا کرتی تھی اور مسجد اور اوپر کے سب کمرے جسمیں
مسافر یا اوترا کرتے تھے سب درست رہا رفتہ رفتہ
اوپر کے مکانات سب برباد ہو گئے کمرہ موجود ہے
اور اب مسجد بھی کچھ مرمت ہوئی ہے اسی خاندان کے نواب
واجد علی ایک شخص گذرے ہیں جو گھونگھر والے بال رکھتے تھے
اور شاہ لیاقت علی مرحوم نابالغ کے سسرالی خاندان میں
بیاہے تھے شاہ لیاقت کا حال دیوان محلہ میں ملے گا
انکا سسرال کسی دیہات میں سرہدہ کے پاس تھا نواب واجد
علی کارپردازی کرتے تھے اسی خاندان کے نواب امیر علی مرحوم
تھے جن کے پاس بھی وقف کی آمدنی تھی جو نیاز وغیرہ کے لیے
مخصوص تھی ریسیوری کے وقت راقم کی نظر سے گذرے
وہیں چوک پر کا ایک مکان اوس وثیقہ میں درج ہے نواب
امیر علی ناٹے قد کے آدمی بہت نیک شخص گذرے ہیں

تیس چار برس گذرے ہیں انہوں نے انتقال کیا ہے اون کی اولاد ابھی تک زندہ ہیں انہوں نے کالو خاں کے باغ میں اپنا مکان بنایا جو ہنوز موجود ہے اوس کے ورثا کے قبضہ میں ہے یہ مکان میر محمد کلیم مرحوم کے مکان کے آمنے سامنے ہے میر محمد کلیم صاحب کے پوتے مولوی مجید وکیل ہیں جو یتیم خانہ کے سکریٹری ہیں لکھی واحد علی کے خاندان میں ایک شخص ننھے تھے جن کے چہرے پر بہت نشانات چیچک کے تھے ان کو بھی جایداد کچھ ضایع ہوئی آخر عمر ان کی تکلیف سے گذری ایسی خاندان میں محمد میاں تھے جو میدہ ٹولی میں رہتے تھے گو آمدنی تھوڑی تھی مگر بڑے ٹھاٹھ سے اوقات گذاری کیا بہت خوش وضع خوش اخلاق ہنس مکھ آدمی تھے ان کے پاس برابر ایک بہت چھوٹا اور خوبصورت ٹٹو اور ایک پٹنیا یکہ رہا کیا شام کو خود ہانکتے اور اکیلے بیٹھکر نکلا کرتے یکہ پر وسعت ہی ایک آدمی کی رکھا تھا اون کے دو لڑکے تھے ایک کا نام خرا تو میاں غالباً یاد آتا ہے جو جوانی ہی مر گئے سنا ہے اون کی اولاد ہے واللہ عالم سمعی علم ہوا ہے دوسرے لڑکے مبارک میاں عرف اچھو میاں تھے جو میر وزیر حیدر و میر وصی حیدر والے مکان میں رہتے ہیں صورتاً اور سیرتاً

اپنے والد جیسے ہیں اور سال میں مجلس مولود چند دفعہ کرتے
ہیں اور ایک دفعہ طعام داری بھی کرتے ہیں یہ بہت عقلمند آدمی
ہیں اور اقبال مند ہیں انہوں نے ہر بات میں اپنے والد کے وقت سے
ترقی کیا اور بہت آرام سے بے ضرر زندگی بسر کرتے ہیں اور رہائش
بہت پھر چھی ہے یہ بھی گوشہ نشین ہیں اور بڑے منظم ہیں ان سے راقم
اور مولوی یوسف حسین اونریری مجسٹریٹ اور حاجی محمد کبیر اور میر محمد کلیم
مرحوم سے بہت ربط رہا اور ہنوز قائم ہے انکی قرابت داریاں مولوی
نورالحسن انسپکٹر رجسٹری آفس ساکن دربھنگہ سے ہے اور پیارے
صاحب رجسٹرار سے ہے انکی قرابت داریاں بہار میں خیراتو میاں
بہ خاندان حاجی عبداللہ صاحب کے یہاں بہار غسال گڈھی پر بھی
نواب امیر علی کے عقد میں حبابی تھیں حبابی کی بہن بی لالن عقد میں
نواب بہادر سید امیر حسن خاں پریسی ڈنسی مجسٹریٹ کے تھیں اور
بی شرفو ایک بہن بی لالن کی عقد میں میر ابو محمد کے تھیں بی شرفو کو
اولاد نہ تھی اور دو بہنوں کے اولاد تھی۔ لکھی واحد علی کے
خاندان میں عبدالرحمن خان صاحب کی شادی ہوئی تھی۔ اسی
خاندان کے نواب فدا علی مقتول تھے جن کا تذکرہ
جداگانہ لکھنا ضروری ہے۔ نواب فدا علی کے بھائی
نواب واحد علی تھے جن کا مکان صدر گلی
والا گاڑی خانہ ہے اور بعض آدمی اسی خاندان کے

گم نام رہ گئے نواب واجد علی کے نابالغی کے وقت اُن کے یہاں
ایک شخص کالے مگر بڑے وضع دار اور خوش لباس منور میاں
رہتے تھے اونہیں کے وقت میں نواب واجد علی کی جائداد برباد
ہوئی اور یہ زیر نگرانی منور میاں پرورش پائے جوانی میں خود ہی
نواب واجد علی نے نقصان کیا یہ حضرات نام کے نواب بولے
جاتے تھے۔ کوئی شخص اس خاندان کا خطابی نواب نہ تھا
شہر میں جہاں کوئی نوجوان آزاد زندگی بسر کرتا ہے اور ٹھاٹھ
نکالتا ہے تو شہر والے اوسے نواب کا خطاب دیدیتے ہیں چنانچہ
راقم نے سیکڑوں نوابوں کو دیکھا جنکی مالی حالت خراب ہوگئی
اور نام نواب کا رہ گیا یہ قومی خطاب شہر کے لوگ تعظیماً دیا کرتے
ہیں اور تیغزیہ خطاب بھی دراصل اس خطاب کا مطلب یہ ہے
کہ یہ حضرات آیندہ بگڑنے والے ہیں اور اکثر کیا بلکہ یہی ہوا کیا
آخر میں نواب صاحب کے خرابی دیکھا کئے۔ چنانچہ راقم جب بتیا میں
ارزاوادہ خیال لیکر گیا تھا لوگ راقم کو بھی بیتنہ والے نواب کے
خطاب سے پکارنے لگے راقم کو بہت تنبیہ ہوئی اور راقم نے
علمی رُخ بدلا تب لوگوں نے مولوی صاحب کہنا آغاز کیا شاہی
وقت میں بلکہ اس وقت بھی سلطنت موجودہ کی طرف سے
لفظ نواب خطاباً استعمال ہوا کیا۔ اور خطاب یافتہ ممتاز اور
معزز گنے جاتے ہیں اس لئے ہندوستانی لوگوں کو یہ لفظ

پسند آیا۔ بہتیرے لوگوں کے نام میں لفظ نواب بلا منظوری شاہی بھی پیار سے یا افتخار کے لئے لگا دیا ہے۔ جب تک بمنظوری بادشاہ وقت نہ ہو اس لفظ کا کچھ بھی اثر نہیں ہوتا۔ بلکہ دنیا والے تنزیہ خراج اور رلاؤ یا لی غیر منظیم آدمی کو نواب صاحب پکارا کرتے ہیں۔ بہت خاندان ایسے ہیں جہاں خاندانی خطاب نوابی نہیں ہے مگر گھر والے اور شہر والے از خود اس لفظ کو نام کے ساتھ لگا دیتے ہیں جو بالکل بے اثر ہے اکثر ایسا ہی ہے کہ کوئی مورث نواب بولا گیا تو پھر خاندان بھر نواب ہی کہلاتا ہے بعض ہی خاندان میں کوئی خطاب نسلاً بعد نسل شاہی منظوری سے ہوگا موجودہ وقت میں بڑے سے بڑا اور چھوٹے سے چھوٹا خطاب ہے ذاتی خطاب ہوا کرتا ہے اس لفظ کے لگا دینے یا کسی خطابی لفظ کے ضم کرنے سے افتخار نہیں ہوتا بلکہ شاہی حکم سے جو لفظ نام کے ساتھ بڑھا دیا جاتا ہے تب افتخار ہوا کرتا ہے اسی سے ہزاروں ہزار روپیہ خرچ کرکے اور لاکھوں تدبیروں اور خوشامد کے بعد حکاموں کو خوش راضی کرنے کے بعد خطاب ملتا ہے وہ حاصل کرتے ہیں دنیا اسی پر مرتی ہے اور بڑی کوشش اور محنت سے یہ بات حاصل ہوتی ہے شہر والے خود نام زد کر دیتے ہیں جو بالکل آسان ہو گیا ہے اور خطابی لوگوں سے مقابلہ کرنے کو آمادہ ہیں۔

ہزاروں دیکھا ہے اور ایسے ایسے لوگ نواب پکارے جاتے ہیں
جنکی حیثیت اس لفظ کی مستحق نہیں ہے سبجے ہوئے نواب
یا نامی نوابوں کا اعزاز پبلک اور گورنمنٹ میں بالکل نہیں ہے
ہزاروں ہزار نام کے نواب ملیں گے بہتیرے بگڑے نواب
آج بھی شہر میں موجود ہیں بیٹری والے نواب۔ کامدانی والے
نواب۔ پانی بھرنے والے نواب گوشت بیچنے والے پیشے والے اہل
پیشہ ور نواب الغرض جدھر دیکھئے نواب ہی نواب ملتے ہیں
حقیقی نواب تو وہی ہے جسے خدا نے نواب بنایا ہے جس نے
شاہی عزت پایا ہے ورنہ میرے پیارے نواب تو بہتیرے ہیں
ان باتوں پر توجہ کرنے سے اپنی کوتہ خیالی پر خود ہنسی آتی ہے
جب حیثیت نہیں تو نوابی کیسی جب دولت نہیں تو نام کا راجہ کیا
میں نے رنڈیوں اور ڈھاڑیوں کا نام راجہ میاں۔ بیجو راجہ وغیرہ
وغیرہ دیکھا ہے اور سنا ہے۔

۲۹ نواب فدا علی مرحوم مقتول کی سوانح جداگانہ
لکھنے کے لائق ہے یہ اسی خاندان شیخ لکھی نہ احمد علی کے تھے
یہ سانولے رنگ کے گول بدن کے آدمی تھے ان کے ہاتھ میں
خاندانی اوقاف کافی تھے جس کا مصرف انہوں نے اچھا لیا
صورت اصراف مطابق نیت واقف ہوا یا نہ ہوا کا غذ میں کیا کیا
مذہبی بات ہے یا دینی ہے۔ گو بوقت تکرار میر وزیر حیدر

و نواب امیر علی بوقت ریسیوری راقم نے دیکھا ضرور تھا اس
قدر یاد آتا ہے کہ کچھ اخراجات تعلق مسجد پھولوری گنج لکھا تھا
اور کچھ نیازات کا مد تھا اور بقیہ مدات یاد نہیں ہیں اوسی روپیہ
سے اور نیز اپنی آمدنی ملا کر انہوں نے اہل قرابت و احباب
کو بہت فائدہ پہونچایا یہ بڑے خلیق ہنس مکھ پر مذاق آدمی تھے
اوسط سن کے آدمی بڑے خوش لباس اور خوش غذا اچھے رہائش
اِن کی امیرانہ تھی بالکل ہندوستانی طرز معاشرت تھی اور بڑے
منتظم تھے اِن کا مکان ایک طرح کا سوشل کلب تھا پانچ بجے شام
سے اِن کے یہاں امیر غریب متوسط معزز لوگون کی آمد و رفت
شروع ہوتی اور دس بجے تک روزمرہ سیکڑوں آدمی جمع ہتے
متفرق جگہوں میں جدا جدا چوکیوں کا فرش آراستہ رہتا اور
پچاس پچاس صراحی اور گلاس الماریوں پر سجا رکھا رہتا جسکو
ضرورت ہوئی وہ خود اُٹھا اور پانی جا کر پی آیا دو خدمتگار
رہتے تھے وہ اون کے انتظام کو درست رکھتے دس بارہ
حقہ اور تمباکو و چلم و نَل درست کیا ہوا ایک چوکی پر رکھا ہوا
رہتا تھا ہر ایک مجمع کے پاس حقہ بھر کر نوکر رکھدیا کرتا تھا
دس بیس کرسیاں موقع موقع سے رکھوا دیجاتی تھیں اور خود یہ
ایک پلنگ پر بیٹھے یا لیٹے رہتے تھے اور کوئی معزز آگیا
تو اوٹھکر پلنگ ہی پر بیٹھ جاتے وہیں سے کچھ بول لیتے اور

دو چار منٹ اخلاق کر لیتے اور پھر چپ ہو جاتے اس مجمع کا
لطف لیا کرتے خواجہ عزیز اللہ ایک بہت خوبصورت کشمیری
تھے جو بادی میاں ڈھول پورہ کے بہنوئی تھے اور آخر عمر
میں گیا ہی میں رہتے اون کی اولاد نزہت میں ہنوز موجود ہیں
یہ چائے عمدہ بناتے تھے اور شال کا روزگار کرتے تھے
ان کے متعلق چائے بنانا اور چائے لوگوں کو پلانا مقرر تھا
ایک شخص عبدالقادر خاں تھے جنکا مکان خواجہ سید حسن شاہ کی
املی کے مکان کے پچھم سنا ہوا تھا وہ کپڑہ بیکر دن بھر پھیری
کراتے تھے اور خود مزدور کے ساتھ جاتے اور رکھا کھاتے
روسا ان کی خاطر سے ضرور خرید لیا کرتے تھے شام کو یہ
اپنے ڈیوٹی تعلیم چائے پر آجاتے اور چائے بنا کر پلاتے ان کے
دیکھنے والوں میں تین چار آدمی ابھی زندہ ہیں خاں صاحب
کے دو لڑکے تھے نام تو بھول گئے ایک اون کے حیات ہی میں
مر گئے دوسرا لڑکا خاں صاحب کے بعد دوست محمد خاں ایک
کابلی انسپکٹر خفیہ پولس کے یہاں خدمتگاری کرنے لگے اونکے
مرنے کے بعد یہ لڑکے مغلی نواب صاحب گذری کے یہاں ملازم
رہے جسکی دیکھنے والے علی حسین میاں ہنوز زندہ ہیں وہ اُن کا
ماتحت تھا اور بھی دیکھنے والے اون کے پرانے دربار میں ہنوز
زندہ ہیں یہ مقدر کی بات ہے جس کے باپ کے ساتھ روسا اتقابل

سے بیٹھا کی اوس کے لڑکے کا یہ حشر ہوا یہ فقط عدم تعلیم کا نتیجہ ہوا کرتا ہے اور والدین کے بے جا محبت کی وجہ سے اگر بچے تعلیم نہیں پا سکتے تو آخرش ایسے بچوں کا حشر تو خراب ہوا ہی کرتا ہی شہر میں سیکڑوں شریف کے لڑکے اپنی جہالت کی وجہ کر نکمے رہ گئے اور نکمے ہو ہو کر چنڈو خانوں اور افیون کی صحبت پاکر زردہ وز بڑی فروش کا بدانی بنانے والے ہو گئے نکمے پن پر اوتارو ہو گئے اکثر رئیسوں کے بچوں کے مصاحب ہو گئے اور بعض برائیوں کے اوستاد بن گئے بعض رئیسوں کے مسخرہ ہو گئے بعض رئیسوں کے یہاں اون کی بری ضرورتوں کو پورا کرنیکے دلال بن بیٹھے اچھے اچھے خاندان کے بچے کن کن نشوں میں مشغول ہو گئے سے دیکھکر کبھی افسوس آتا ہے اور کبھی اونکی بدنصیبی پر رحم آتا ہے اور کبھی اونکی غفلت پر ہنسی آتی ہے اور اونکی سزا اعمال پر خوشی ہوتی ہے کردہ خویش آید پیش وہ لڑکا بہت ہوشیار باتمیز خوبصورت ذہین اور ہونہار آدمی تھا مگر مخدرات کا عادی ہو گیا تھا صورت سیرت بہت بدل گئے اور بہت تکلیف کی زندگی گذارا اور تیس برس کے سن میں انتقال کر گیا اب آگے اس خاندان کا کچھ حال نہیں معلوم ہو سکا الغرض عابد علی خاں اور خواجہ عزیز اللہ نکور کے ذمہ چاے پانا تھا سماور چار چار طیار رکھے پانی پر پانی بدلا جا رہا ہے لوگ آرہے ہیں

چائے چل رہی ہے ایک ایک پیالی چائے اور ایک ایک بسکٹ
لوگوں کو مل رہا ہے دس بارہ جگہ پر نشست تھے اپنے اپنے
جوڑ میں بوڑھے نوجوان ایک ایک مجمع میں بیٹھے ہیں کوئی شطرنج
کھیل رہا ہے کوئی چوسر کھیل رہا ہے کہیں پر گنجفہ ہو رہا ہے
کہیں ہارمونیم بج رہا ہے کہیں کوئی گا رہا ہے کسی مجمع میں مسائل
چھٹ رہے ہیں ہر طبقہ ہر خیال و ہر حیثیت کا آدمی موجود ہے
اور کوئی تفرقہ منصبی یہاں نہیں ہے اپنے اپنے منصب کے موافق
اپنے اپنے جوڑ میں خود بخود لوگ بیٹھے ہیں اور اور اپنا اپنا جتھ
جدا جدا قائم کر لیتے ہیں کوئی بات خلاف خودداری و
خلاف پوزیشن نہیں ہے اگر کسی نے غیبت کی ایک آواز بھی
نکالی اور فدا علی مرحوم زور سے جھڑپے جناب یہ مجمع غیبت
کے لئے نہیں ہے اب کلہ سے معاف کریں اس مجمع میں نہ آئیں
اوسی وقت بڑے بڑے تور سے روک دیتے اون کو اس کی پروانہ
تھی کہ کون خلاف ہوگا وہ فقط مجمع کی لطف اوٹھاتے تھے اون
کو کسی کے ذاتی خاطر داشت کی بالکل پروانہ تھی سب کو
یکساں جانتے اور سب کو برابر سمجھتے تھے اون مین کنٹرول
کرنیکی طاقت بہت تھی نہ غریب اپنے منصب سے باہر کوئی کام
کر سکتا تھا نہ امیر کسی غریب کو حقارت سے دیکھ سکتا تھا
اوسط والوں کی ایک چوکی خاص تھی اور غریبوں کی چوکی خاص تھی

امیروں کی کرسیاں اون کے پلنگ کے پاس رہتی تھی جس کا جو منصب
تھا اوس کے مطابق خود لوگ اپنی جگہ تجویز کر لیتے تھے بعض آدمی
اُس وقت بھی خواہ دلوکے ڈھسوٹنے والے ایسے تھے جیسے
آجکل نمائشی لوگ ستھرے بندر بہتر پیدا ہو گئے ہیں کہ وہ اپنا منصب
تجویز نہیں کر سکتے یا جان بوجھ کر اپنے کو اوس ہستی سے پیش کیے
دیکھانا چاہتے ہیں جس کے لائق وہ نہیں ہیں اگر کبھی کوئی موقع
ایسا آگیا تو پہلے وہ ملایمت سے کہدیتے جناب یہاں بس
کچھ مشورہ کی باتیں ہیں آپ فلاں چوکی پر تشریف رکھیں بعض
بے حیا ایسے بھی تھے کہ کہنے پر نہیں ملتے اور اون کی خواہش
اونچے طبقہ والوں کے ساتھ بیٹھنے کی رہا کرتی ہے تو نواب صاحب
مذکور غصہ کو ضبط کر کے ٹہلنے لگتے تھے اور آوازہ پھینکا کرتے تھے مجھکو
وہ شخص جدا ہوتا کہ اعلیٰ طبقہ کے لوگوں کو برا نہ معلوم ہو دو چار
ہی منٹ بعد وہ ایسا موقع نکال لیتے کہ وہ مجمع اوس جگہ سے
منتقل کرا لیتے اور کمرے میں اوٹھا کر لے جاتے اور وہیں اون اعلیٰ
طبقہ والوں کی جائے آجاتی اور وہ شخص اپنے غرض کو حاصل
نہیں کر سکتا اکیلا پڑ جاتا اور اوس جگہ کو معذورًا چھوڑنا پڑتا
اور مجمع ہی میں کہدیتے فلاں صاحب اونکی جگہ وہاں ہے جہاں
آپ بیٹھے ہیں پھر اوس مجمع کو کیوں آپ برباد کرنا چاہتے ہیں ان
لوگوں سے تو آپکو سروکار نہیں ہے آپ کیا چاہتے ہیں کہ معزز

مجمع یہاں کا ٹوٹ جائے تو پھر آپ لوگوں کا مجمع بھی قائم نہ رہیگا
بہت استقلال کے ساتھ تمام عمر ایسی ٹھاٹھ کی زندگی گذار گئے
فرسٹ کلاس گاڑی گھوڑا اردی دار سائیس اور ملازم
خود بھی لباس فاخرہ قیمتی پہنکر اکثر بازار میں نکلتے یا مسجد
میں پھولوری گنج ملاحظہ کو جاتے احباب کی مدد کرتے فقرا
کو بھی دیتے اہل قرابت کو بھی مشاہرہ دیتے رہے کنبہ پرور
آدمی تھے روزہ نماز کے بہت پابند زندہ شریف ان کے ایک پیش
خدمت بھی ایک چھوٹی ذات کی عورت تھی جسپر سارا دار
مدار خانہ داری اور رہائش کا تھا وہ عورت مفرح حال
نہ تھی ان کو اوس نے بہت آرام دیا اور ان پر بوجہ آرام
دہی حادی ہو گئی سارا تالا کنجی اوس کے ذمہ آگیا اب وہ
مجمع کو توڑنے کا سامان کرنے لگی اور خالص دوستوں سے
پھٹہ بازیاں کرانے لگی اور بصورت خیراندیشی ان اخراجات
کو فضول بتانے لگی اور نواب صاحب پر پورا وثوق اپنا جما
لیا حالانکہ یہ جبر تہ کا ادنی نسخہ تھا جب نواب صاحب پر پورا
قبضہ کر لیا تو ایک مسافر جو نواب صاحب کے یہاں مفلوک
الحال آنا ہوا تھا جس کا نام اکبر خاں تھا وہ رام پور کا ایک
آدمی تھا اوس کی سفارش کرکے اوس کا کھانا اور رہائش کا
سامان کر دیا عورتوں کی سفارش کسی مرد کے بابت بلا وجہ بھی ہو تو مرد

کو ہوشیار ہو جانا چاہئے اور سوچنا چاہئے کہ اون کے اندر کیا
کیا رموز آئندہ پوشیدہ ہیں اور کیا کیا واقعات ہو سکتے ہیں ہندوستانی
عورتوں کو ہندوستانی مرد پر دہ قابو نہیں ہونا چاہئے جو یورپین
گروہ میں ہیں اون کی تعلیم اور ہے رہائش اور ہے اون کے
عادات اور ہیں اون کے کار بار اور ہیں اور اون کا رعب
داب اور ہے اون کی عورتیں سارے گھر کی منیجر ہیں اون پر
سارا دار مدار گھرستی کا رہتا ہے اونکی عقل اور ہے اور اونکی
نقل ہم ہندوستانیوں کو کرنے میں دھوکھا اوٹھانا ہوگا جبتک یورپینڈیا
نیز زندگی نہ ہو جائے سوسائٹی کا رنگ پورا ویسا نہ ہو جائے
ہرگز ہندوستانیوں کو عورتوں پر دار مدار زندگی چھوڑنا خلاف
عقل ہے چشم دید مواقعات پیش نظر کرتا ہوں اور آئندہ بیسوں
مواقعات اس کتاب میں آپ پائیں گے جس سے پڑھنے والے
خود نتیجہ نکال سکیتے ہیں خاں صاحب مذکور بہت خوبصورت گورے
مضبوط سجیلے نوجوان آدمی تھے رہنے لگے اور کھانا بھی دسترخوان
ہی پر کھانے لگے برس چھ مہینہ کے بعد اون پر وثوق بڑھتا گیا
وہی نواب صاحب کے بوڈی گارڈ مقرر ہو گئے نواب صاحب
شوقین آدمی کپڑے بھی درست ہو گئے اچھا کھانا اچھی رہائش
نے ان کی قوت بڑھا دی اچھے برتاؤ نے ان میں تازگی بخشی
اندرونی اختیارات سے جس کی خبر نواب صاحب کو نہ ہو سکی

ان کا حسن دوبالا کردیا وہ عورت درپردہ اس کے ہوگئی اور
تعلق کرلیا اور رات دن نواب صاحب اوس مکان میں ہیں
اور اتنا بڑا مجمع ہوتا ہے مگر کسی کو یہ راز معلوم نہیں ہوسکا یہ دوسرا
ادنی انسخہ چرتر کا ہے نواب صاحب کے بعض مخلص دوستوں
نے جو برے کٹے اور دنیا کی ٹھوکر کھائے ہوئے تھے ترکیب رہائش
دیکھکر مخدوش ہوئے اور نواب صاحب کو پوشیدہ لفظوں میں
ہوشیار کرتے گئے مگر مشیت نے آنکھوں پہ پردہ ڈالدیا تھا نواب صاحب
کو وثوق نہوا کچھ ایسا جادو چلا ہوا تھا جس نے ان کی عقل پر حجاب
ڈالدیا تھا یہ تیسرا پردہ چرتر کا تھا کہ خیر اندیش کا اثر ہونے ندیا
اور ایک عدتک پر اثر جادو نے مار رکھا نواب صاحب تکیہ شاہ گھسیٹا دہلی
کے سجادہ نشیں شاہ میاں جان قدس سرہٗ کے مرید تھے یا شاید اونکے
بیٹے شاہ امیر صاحب کے مرید ہوں راقم کو تحقیق نہیں ہے مگر اوس
گدی کے مرید ضرور تھے وہاں کسی بزرگ کا عرس تھا وہاں وہ گئے
اوس کے تین چار روز قبل نواب صاحب کے یہاں دس ہزار روپیہ
کہیں سے آگئے تھے جو اونکی خادمہ کے تحویل میں تھے خادمہ مذکور نے
پہلے سے خاں صاحب کے معرفت قاتلوں کا بندوبست کر رکھا تھا
خاں صاحب اور نواب صاحب عرس میں گئے وہ کام میں پھنسے
اور دسترخوان پر لوگوں کو کھانا کھلانے میں مشغول ہوئے خانصاحب
قاتلوں کے مہیا کرنے میں مشغول ہوئے چند بدمعاشوں کو پہونچا کر نواب صاحب

ے مکان میں پوشیدہ رکھ آئے اور خادمہ مذکور کے سپردگی میں رکھ آئے
خادمہ مذکور نے ایسا انتظام کر رکھا کہ وے سب اوسی مکان میں رہے
اور کسی کو خبر نہ ہو سکی ضیاد ای (دوسری) خادمہ کا نام تھا اوس کے لڑکے
باہر کے خدمتگار اور دو ساد اور چند بالیاں سب تھے مگر کسی کو پتہ نہ
ملا یہ چوتھا پردہ جو تر کا تھا یہاں کا سارا انتظام درست کرنے کے بعد
خاں صاحب نواب صاحب کے پاس حاضر تھے راقم ایک بجے ۶ بجے سے
رخصت ہوا اور دروازہ پر نواب صاحب نے کھانے کو روکا نواب صاحب
پر موت سوار تھی میں نے بہت معذرت کی مایوس ہو کر کہا بھائی موت
حیات کا کیا ٹھکانا پھر کہاں ہم کہاں تم کون بچتا ہے جو تمہیں پھر کھانا کھلاؤں
اس کہنے کا راقم کو بڑا احساس ہوا اور اون کی خلوص پر غور کر کے نفس
پر زور ڈال کر راقم کو کھانا پڑا گو راقم کھانا نہیں چاہتا تھا اور
جی بھی نہیں چاہتا تھا اور بھوکھ بھی نہ تھی مگر کھا کر واپسی میں رخصت
ہوا اور بہت خوش اور مشکور ہوے مگر اونکے چہرے پر شادابی نہ تھی
ہوائی سی اوڑ رہی تھی راقم نے اون کی محبت کے طرف خیال کر کے
پوچھا پریشانی کیوں ہے اونہوں نے جواب دیا دسترخوان ختم نہیں ہوتا اور
جی مکان جانیکو پریشان ہے چھوڑ کر جا بھی نہیں سکتا راقم مکان واپس آگیا
نواب صاحب دو کے قریب مع خاں صاحب اپنے قاتل کے پیدل گھر واپس
آگئے امیر آدمی آرام طبیعت شخص بہت پریشان آئے پیاس بہت تھی
خادمہ سے شربت مانگا دو چار گلاس شربت بنا پہلے اونہوں نے اپنے

قاتل کو خوب سیر ہو کر پلایا اوس کے چہرہ پران سے زیادہ ہوائی اوڑی ہوئی تھی وہ اپنے کامیابیوں کے فکر میں پریشان تھا اوس کے گناہگار اور چور دل اوسے پریشان کئے ہوتے تھا گو اوسکو خوف نہ تھا اگر راز کھل بھی جاتا تو نواب صاحب زندہ بھی ہوتے تو اکیلے کیا ہو سکتا تھا یا کیا ہوا جو ہونا تھا وہ ہو کر رہا نواب صاحب مذکور کمرے میں جاکر خستگی سے جھکر فوراً سو رہے اور خادمہ مذکور نے پاؤں دبانا آغاز کیا ضیاداری نے پنکھہ باہر سے کھینچنا آغاز کیا جب بے خبر ہو گئے تب خادمہ مذکور نے آخری چرنر کا پردہ اولٹا پہلے کمرے کے کل دروازوں کو چٹکیوں سے بند کیا اور قاتلوں کو ایک دروازے سے بلایا اور خود دوسرے کمرے میں تماشا دیکھتی رہی قاتل مذکور نے تلوار سے کام لیا وہ پہلی ضرب ہاتھ پر پڑی نواب صاحب جاگ اوٹھے آدمی دوڑ کو رتھے پہلے اوٹھکر بھاگے جس دروازہ پر جاتے ہیں وہ بند پایا آخر میں اوس دروازہ کی طرف چلے جہاں محافظین قاتل کھڑے تھے جوں ہی دروازہ کے قریب پہونچے ویسے ہی قاتل نے وار پر وار تلواروں سے لگانا آغاز کیا مگر وہ زندہ تھے ساتھیوں میں سے ایک نے لاٹھی مارا ایسا نکل پڑا اور گرے جان بحق تسلیم کریا انا للہ وانا الیہ راجعون مینا کو شک ہوا اوسنے جھلملی سے سارا تماشا دیکھا اور چلانے لگی مالی مزدور جو دور پر تھے دوڑے قاتل بھی نکل چکا تھا اور نواب مذکور بھی مرحوم ہو چکے تھے تمام کمرہ خون سے

الوده تھا پولس میں مینا مظہر ہوی مقدمہ خون چلا اصل قاتل نکل
گیا مددگاران شہر میں گرفتار ہوئے یہ تین بجے دن کا دقوع ہے
اِن کے قتل کا شہرہ تمام شہر میں ہوگیا وہ وقت مولوی جنت حسین
خاں ساکن اورنگ آباد کے ڈپٹی سپرنٹنڈنٹی یا اعلی افسری کا زمانہ
تھا اونہوں نے بمشکل شہادت حاصل کیا اور خادمہ کو چودہ برس سزا
دلوایا جو کچھ واقعات اوپر ہین سب کی مثل مقدمہ میں موجود ہے دس
برس بعد اس واقعہ کے اکبر خاں اصل قاتل گرفتار ہو کر آئے اوس وقت جیل
میں ان کی شناخت کئے گئے راقم خود اوس مقدمہ کے تجویز میں فوریمن
جوریوں کا تھا ایک رحم دل ہندو جوری نے جو ہتھیا کہکر پھانسی سے
اختلاف کیا آخر کار وہ بھی دائم الحبس کئے گئے یہ وقت شکور انسپکٹر
پولس کا تھا جنت حسین خاں صاحب یاور حسین خاں صاحب وکیل گیا
کے بھائی تھے اونہوں نے گیا میں بڑی اچھی وکالت کیا اونہوں نے
کلکتہ میں کئی زبان سیکھی تھی بہت مذہبی آدمی تھے دونوں بھائی نیک
گذرے اِن لوگوں کی اولاد ہیں وکیل صاحب کے اولاد مین غفار خاں
سب انسپکٹر پولس ہیں اور قادر خاں ہنوز کالج اسٹوڈنٹ ہیں اور آج
کل پٹنہ ہی میں غفار خاں اچھے پولسوں میں شمار کئے جاتے ہیں انکی
بیوی نہال خاں برادر ابو سعید خاں ساکن سہسرام او نر بی کی بیٹی ہیں
محلہ عالم گنج کے رہنے والے ہیں ابو سعید خاں معزز اور معقول آدمی
ہیں نہال خاں مظفر خاں اسمٰعیل خاں سب بھائی ہیں اور سب صاحب

اولاد ہیں اوس مقدمہ کے بعد سے رام پور والوں سے اس شہر کے آدمی
دور بھاگتے ہیں اور خوف کرتے ہیں اوسوقت عبدالعزیز خاں اور
بدھن خان دونوں کڑیل جوان اس شہر میں مرادآبادی برتنوں کے
دوکان کرتے تھے اور مکمل فروخت کرتے تھے یہ لوگ بڑے وجیہ
تھے خوش لباس وخوش خوراک تھے بہت اچھی دوکان تھی مارے
خوف کے ان لوگوں سے بھی لوگوں نے ملنا بند کردیا اور خریدنا
بھی بند ہوگیا دوکان خراب ہوگئی آخرش یہ لوگ رام پور چلے گئے
بدھن خان دو چار برس بعد آئے مگر شہر کا رُخ دیکھکر واپس جانا
پڑا اوس وقت غلام حضرت خاں ایک رام پوری بھی رہتے تھے
اون سے بھی لوگوں نے ملنا بند کردیا اور لوگ خوف زدہ ہوگئے
آخر اون کو گوشہ نشینی کی زندگی گذرانی پڑی اور مالی حالت
خراب ہوگئی اون کے بیٹے گورے خاں کے ساتھ چند در چند مقدمات
ہوے اون کو شہر چھوڑنا پڑا خبر نہیں وہ کہاں ہیں اوسوقت سے
لوگ پٹھانوں کی دوستی اور ملاقات سے گھبراتے ہیں اور ان
لوگوں کے غصہ اور آنکھ بدلنے سے بہت اکو بچاتے ہیں اور دور دور
دور کی ملاقات رکھتے ہیں ایک برائی کرتا ہے اور قوم بدنام ہوتی ہے
راقم کو بہت پٹھانوں سے تعلقات ملاقات رہا ہو اور ہوا کیا ان کا مجھے
فقط اس قدر تجربہ ہوا کہ جب تک یہ گروہ غصہ میں نہیں آتی بہترین
انسانیت پر رہتے ہیں اور جب ان کو غصہ آتا ہے پھر وا اپنے

ہوش میں نہیں رہتے اپنے بھی جان کو جان نہیں سمجھتے دوسرں کی اُن کو کیا پرواہو سکتی ہے ایک قوی اور جی دار قوم کی یہی صفت ہے کہ جب اوس کے مزاج کے خلاف کوئی بات ہو وہ اپنی جرات دیکھاوے چنانچہ ایسا ہی ہوا کرتا ہے ان لوگوں میں تحمل کا مادہ کم ہوا کرتا ہے اچھے برے ہر قوم میں ہیں یہ قوم نمک حلال بھی بہت ہے بعض اگر نمک کا خیال نہیں کرتے تو اکثر مسلمان بھی اس بلا میں مبتلا ہیں شکایت یہ البتہ ہے کہ جوان مرد ہو کے سے نہیں مارتے یہ بزدلوں کا کام ہے جری قوم کا آدمی بزدلی سے نہیں مارتا یہ حرکت قاتل مذکور سے بُری ہوئی بقول "نمک خوردن نمک داں راشکستن" اور سوتے میں ایسا نہیں کرنا تھا نواب صاحب کو سازش ہے کہ کیلے مضروب ہو کر تھوڑی دیر تک وہ مقابلا کرتے رہے اور قاتل نے اکیلے اکیلے وار نہ کیا بلکہ ایک کے مقابلے میں بارہ آدمی تھے اگیارہ مجرم تھے جس میں اکثروں کی سزا ہو گئی بعض رہائی پا گئے اس دن دھاڑ کی خون کا علاج پولس کے ہاتھ میں کیا تھا پھر بھی پولس قابل تحسین نہیں تھی جس نے مجرموں کو سزا دلوایا جس کی موت جس بہانے تھی گئی اس کا افسوس نہیں مگر ان کا مرنا شہر کو سنسان کر گیا ان سے لگے پر چھری نہ چلی بلکہ سوشل لایف قتل ہو گئے پھر وہ سماں نہ دیکھا سب باتیں خواب خیال ہو گئیں سوسائٹی کا رنگ بھی بدل گیا

وہ باتیں پھر نہ دیکھ سکے ان کا مرنا قومی خون ہوگیا ایسا مفید اور فیض
بخش مخیر آدمی پہلوگوں سے جدا ہوگیا جسکی زندگی ایک مغتنم تھی
اور یہ ہستی کوئی معمولی ہستی تھی مسافروں سے زیادہ خلا ملا
کرنے والے ہمیشہ دھو کھا کھاتے ہیں اور چھوٹی قوموں پر بھروسہ
کرنے والے بے طرح پریشان ہوا کرتے ہیں دوستی برابر والوں
کی نبھ سکتی ہے اونچ نیچ کی دوستی اچھی نہیں ہوتی ادنی سے اعلی
طبقہ والے خود دار ہو جاتے ہیں اور اپنے سے نیچے سطح والوں سے
ریزرو ہوکر ملا کرتے ہیں آدمی کو غیر ملکوں سے بیداری اور ہوشیاری
سے ملنا چاہیے اور اپنا ہمراز نہیں بنانا چاہیے ورنہ آخری نتیجہ برا
نکلتا ہے بدکار عورتوں پر کبھی بھروسا نہیں کیا جاسکتا ایک سے
جب دو ہوئے تب لطف یکتائی نہیں دنیا میں شوہر ایک ہوا کرتا ہے
جس سے پہلی شادی ہوتی ہے اور بی بی بھی وہی ایک ہوا کرتی
ہے زن و شو میں تو یعنی محبت ایک ہی زن و شو میں ہوا کرتی ہے
اس کے علاوہ خود غرضیاں پوشیدہ رہتی ہیں۔

سلہ ۳۰ میر محمد کلیم صاحب کا مکان نواب فدا علی مرحوم مقتول کے
بغل میں ہے ان کو تعلقات قرابت داری قریب از خاندان مولوی
ولی عالم اور مولوی علی اعظم صاحب پھلواری سے تھے اور کبھی ان کی
قرابت داریاں میر نور الحسن مرحوم میدان فصاحت سے تھی یہ مسٹر
نور الہدی جج کے پھوپھا تھے اور میر شمس الہدی مرحوم لودی کٹرہ

بہنوئی تھے ان کے قریب تر رشتہ داریاں چودھرانہ محلہ داناپور میں
بخاندان چودھری عابد علی مرحوم تھے چودھری عابد علی شاہ
وجیہہ صاحب کے خالو تھے منشی علیم صاحب سے قرابت داریاں
تھیں اون کے بیٹے محمد نصیر میر نورالحسن مرحوم کے داماد تھے
و محمد کلیم صاحب کے دو بیٹے تھے ایک حاجی محمد کبیر مرحوم جو لاولد
تھے دوسرے محمد امیر مرحوم جنکے بیٹے مجید میاں وکیل سکریٹری
یتیم خانہ انجمن خادم الاسلام ہیں دونوں بھائی کی شادی مولوی
ولی عالم پھوپھا مرحوم کے بہن سے ہوئی تھی مجید میاں وکیل کے
بہنوئی مولوی باقی صاحب ہیں یہ لوگ صاحب اولاد ہیں میر محمد
کلیم صاحب بغایت منتظم آدمی تھے عمر بھر باہر رہے پژمردہ دلی
کے ساتھ گذران کیا دولت زیادہ بی بی کی تھی لڑکے بادی سے
ان کو سسرالی دولت کا لطف نہ ملا غالباً یہی باعث پژمردگی
کا ہوسکتا ہے گوشہ نشینی کرکے رات دن کتب بینی کرتے ہوئے ادھیڑ
ہوکر انتقال کر گئے اب مکان و دولت ورثا کے پاس ہے امیر
مرحوم نے بڑی ٹھاٹھ کی زندگی گذران کیا یہ گاڑیوں کا اڈا
رکھے ہوئے تھے اور ریچون کی دوکان کیا تھا میر عمر دراز مرحوم
چچیرے ماموں سے ان کو بڑا ربط تھا اور وہ ان کو بہت چاہتے تھے
دونوں بھائی ملنسار خوش اخلاق تھے حاجی کبیر صاحب بہت
نیک دل آدمی تھے اور امیر مرحوم زندہ دل بامذاق رند مشرب

آدمی گذرے پھلواری میں تھیریوں کا مزار ہے جو برسر راہ تھے
اور پیر مجیب کے چبوترے کی چہار دیواری کے بغل میں ہے۔

۱۳۲ میر اسمٰعیل علی صاحب ایک پڑلنے اور بڑی آمدنی کے
رئیس صدر گلی میں تھے اِن کے دو بیٹے تھے میر واجد حسین صاحب
اور میر احمد حسین صاحب اور ایک داماد منظر میاں نوادہ کے
والد تھے جنکا نام شاید مولوی امیر الدین تھا اون کا مفصل حال کسی
جگہہ پر چوک وارڈ میں لکھا ہے دوسرے کا نام پیارے صاحب کنلھیا لوکر
تھا میر واجد حسین بھی بہت متمول آدمی تھے اور حاجی بھی تھے بعد اپنے
والد کے اُنہوں نے دریا کنارے پشتہ تیرہی گھاٹ میں مکان بنا لیا تھا
اور مکہ ہی میں شادی کر لی تھی اونکی پہلی شادی نوادہ میں بخاندان
شاہ قاسم صاحب کے بہن ہوئی اونکے بھائی شاہ واجد حسین مرحوم تھے وہ لاولد
تھیں وہ بی بی حج میں ہمراہ اپنے بھائی شاہ واجد حسین مرحوم راقم
کی ہم سفر تھیں وہ بالکل معذور تھیں بمشکل اوٹھ بیٹھ سکتی تھیں بوجہ
کسی عارضہ کے کمر سے نیچے بالکل بیکار ہو کر لوتھ ہو گئی تھیں اون سے
کوئی اولاد نہ تھی عربی بی بی مکہ والی سے اولادیں تھیں اون کے بیٹے
حاجی مولوی ابراہیم ہیں جو عربی خوب بولتے ہیں یہ شاہ اقبال حسن صاحب
بہار کے داماد ہیں اور خان بہادر بابو حمید شیورا ساکن شاہ پور
پوتھری کے بہنوی ہیں اور خان بہادر محبوب حسن خان وائس چیرمین
مظفر پور ساکن رسول پور بخاندان دیوان مولا بخش کے پوتیکے ساڑھو ہیں دیوان

مولا بخش بہت مشہور آدمی گذرے ہیں ۵۷ھ کے غدر میں انہوں نے بڑا بڑا مفید کام قوم کے جان بچانے کے غرض سے کیا اور پٹنہ میں چند روز کے لئے ٹیلر صاحب کمشنر کی جگہ پر کام کیا اور سرکار انگلشیہ کے بہی خواہوں میں تھے یہ وقت راقم نے نہیں دیکھا مگر معزز لوگوں سے سنا ضرور ہے محبوب حسن خان بیرسٹر تھے اور بہت حسین اور خلیق منکسر ملنسار منس مکھ بہترین آدمی تھے جوان ہی مر گئے اون کی اولاد مظفر پور میں ہیں اونہوں نے اپنی زندگی بہت عیش و آرام سے گذران کیا دولت بھی اچھی تھی اون کے خاندان کے ظفر حسن خاں اور اعجاز حسن خاں اور اون کے بھائی محمد حسن خاں زندہ ہیں سب لوگ صاحب اولاد ہیں اور علم دوست ہیں ظفر حسن خاں نے اپنے جائداد کو نقصان کر دیا اور لوگوں کے پاس جائداد موجود ہے ظفر حسن خاں کے بہنوئی سعادت علی خاں دربھنگہ پنمبر پور کے رہنے والے تھے شاہ اقبال حسین مرحوم کے ایک بیٹے حکیم معید صاحب ہیں جو طبیہ کالج میں ملازم ہیں یہ بیلرے صاحب رجسٹرار ساکن دربھنگہ اور مولوی نور الحسن انسپکٹر رجسٹری کے خاندان میں بیاہے ہیں ان کو اچھو میاں ساکن باغ کالو خاں سے قرابت کے تعلقات ہیں ایک لڑکے شاہ اقبال حسین مرحوم کے کہیں دار وغہ ہیں اسا خاندان کے لوگ سب کمانے والے ہیں اور با خوش اخلاق ملنسار اور احسان کرنے والے لوگ ہیں

حسب خوش زندگی گذارتے ہیں اور ممدوح خلایق ہیں مولوی
ابراہیم صاحب بھی نیک مزاج پرہیزگار بہت گورے اور حسین
آدمی ہیں انہوں نے بورغلان احباب کلکتہ میں اڑھت حجرہ
کھولی تھی اوس میں ان کو بہت نقصان ہوا اور اوس نقصان
کے پورہ کرنے میں چند سے جایداد مورد خطر میں آگئی مگر انتظام
کرنے سے جائداد بچ گئی سال میں ایک مولود ہوتا ہے شہر بھر
کے لوگ کھاتے ہیں عام مولود ہوتا ہے صبح سے کھلاتے کھلاتے
مغرب ہو جاتی ہے ان کے بھائی مسٹر یوسف مرحوم بارسٹر تھے
جو مسٹر شفیع کے بہنوی اور سر فخرالدین کے ساڑھو تھے ابھی ایک
برس گذرا ہے ان کا انتقال ہو گیا بالکل ہی نوجوان مرگئے اوسکے
چند ہی روز بعد اون کی والدہ کا انتقال ہوا یہ بڑی مخیر خاتون
تھیں یہ گھر بفضلہ اچھی حالت میں قائم ہے عرب لوگ بہت آتے ہیں
اور مہمان رہتے ہیں محلہ میں یہ خاندان ممیز اور مشہور ہے میر
احمد حسین دوسرے لڑکے میر اسمٰعیل صاحب کے تھے اون کے
بیٹے حفیظ میاں عدر گلی میں جو ابائی مکان میں ہیں اور رسیدہ
میں وزیر حیدر وکیل کے داماد ہیں اون کے اولاد تھے میر صاحب
نے بڑی اچھی زندگی متقیانہ خودداری کے ساتھ گذارا اون کی
شادی بہار میں محل پر ہوئی اور شاہ سجاد حسین وغیرہ سے قرابت
قریب ہے اون کی دو شادیاں ہوئیں دونوں قرابت ہی میں

ہوئی اون لوگوں سے اولاد موجود ہے بڑے لڑکے مولوی مجید صاحب
ٹیڑھی گھاٹ میں وہ سسرال کے قریب جا کر رہے یہ اپنے
چچا میر واجد حسین کے داماد ہیں چند بیبیاں مرتی گئیں اور یکے بعد
دیگرے اوسی خاندان میں شادیاں کرلیں برابر سالیوں سے بیاہے
گئے ہندوستانی ساس ہوتیں تو دوبارہ دوسری لڑکی نہ دیتیں
مگر لڑکیاں مرتی گئیں تاہم ساس نے دوسری لڑکی سے عقد کردیا
اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مجید میاں کو اون کی ساس بہت مانتی
تھیں اور مجید میاں کا حسن اخلاق اور چلن اور رہن وشو کا
اچھا برتاؤ ثابت ہوتا ہے اون کی وفاداری ثابت ہوتی ہے
اور اون کی ساس کے عقیدہ کا پتہ ملتا ہے کسقدر پختہ اسلام تھا
کے اونھوں نے باوجود مرنے لڑکیوں کے بھی ہندوستانی عورتوں
کی طرح اپنے عقیدہ کو نہیں بدلا اور خدا پر بھروسہ کرکے اوہی
سے دوسری لڑکیوں کو بیاہ گئیں یہ آسان بات نہیں ہے اولاد
نقصان ہونے کے بعد ہندوستان کی عورت اپنے داماد کی دشمن
ہوجاتی ہیں اس برتاؤ سے اون کی محبت اور پختگی مذہب کا
بڑا وزن ہوتا ہے مجید میاں صاحب اولاد ہیں انہکے داماد مسٹر
احمد ولد جسٹس شرف الدین تھے یہ شادی بڑی طول سے ہوئی راقم نے
مجید میاں کی شادیاں دیکھیں اون کی اولاد کی شادی دیکھا انکے
صدمات بھی دیکھ لیا سارے انقلاب دیکھے میر احمد حسین کی پہلی شادی

بخاندان میر بکھو مرحوم ساکن بارہ دری ہوئی تھی اسلئے میر کفایت حسین
و مولوی یوسف حسین او نزیری مجسٹریٹ سے وحید میاں سے قرابت
داریاں قریب ترتھیں بخاندان میر ممتاز علی صاحب بہار بارہ دری
سے بھی قرابت داریاں قریب ترتھیں بعد مرنے بی بی کے مسٹر احمد بارسٹر
ان کے خویش نے بنارس میں شادی کرلی ہے جس سے اولاد بھی
چھوڑ کر وہ بھی نوجوان ہی مر گئے جسٹس شرف الدین شمس العلما
حافظ محب الحق کے بہنوی تھے اور مسٹر محمد بارسٹر کے پھوپھا تھے
اور مسٹر محمد بارسٹر ولد حافظ محب الحق مذکور کے ماموں مسٹر
عبدالعزیز بارسٹر ہیں جو حکیم حفاظت حسین صاحب مرحوم کے بیٹے
ہیں بہا میر احمد حسین صاحب مرحوم کے اور اولاد میں مولوی شکور صاحب
و مولوی عبدالرزاق صاحب صدر گلی میں جو حی القائم ہیں اور
اچھے حالت میں ہیں شکور میاں کی شادی بہار ہی میں اپنے قرابت
ننہالی میں ہوئی اور مولوی رزاق کی شادی مولوی حامد حسین لودیکٹر
کے یہاں بخاندان عالم میاں ہوئی ایک بھائی ڈاکٹر عبدالغنی جو ولایت
سے پڑھکر آئے پروفیسر ہوئے تھے جوان ہی مر گئے ایک بھائی بہت
ہی حسین نابالغ مر گئے حبی صاحب کنگھیہ ٹولہ برادر بن صاحب
از خاندان پیارے صاحب پہلے شکور میاں کے بہن سے بیاہے تھے
پھر شکور میاں کی لڑکی سے بعد مرنے بی بی کے بیاہے گئے میر محمد حسین
صاحب کے داماد خان بہادر مولوی ضمیر صاحب ساکن مرداد بہار شریف

تھے مولوی ضمیر صاحب مولوی امیر صاحب نواب نصیر صاحب مولوی کریم الدین
صاحب یہ لوگ بھائی تھے خان بہادر محمد محسن اور مسٹر ظہیر مرحوم بارسٹر
اور مسٹر ظہیر کے ایک اور بھائی مسٹر شرفو مرحوم سب لوگ ایک ہی خاندان
کے ہیں مودی میاں ولد مسٹر ظہیر اور بھی اس خاندان کے لوگ
زندہ ہیں سید بدر الدین حسین وکیل ولد مولوی ضمیر الدین حسن
خاں بہادر بھی زندہ ہیں اور صدر گلی میں اون مکان میں ہیں جو
سونا نوان ملک فضل کا تھا خرید لیا اور کوٹھی بنا لیا ہے مولوی ضمیر
صاحب مولوی امیر صاحب نواب نصیر صاحب سب نے قضا کیا
صرف مولوی کریم صاحب زندہ ہیں جنکے بیٹے مولوی معین سیٹی کورٹ
میں سب ڈپٹی تھے اب وکیل ہیں مولوی کریم صاحب کا سسرالی
تعلق رسول پور والوں سے بھی ہے مولوی احمد رضا وکیل ہائی
کورٹ ولد میر وزیر حسن لودی کٹرہ و برادر مسٹر محمد رضا صاحب
وائس چیرمین کی شادی اسی خاندان میں ہوئی ہے بہار شریف
میں مرداد میں یہ خاندان مولوی کرامت حسین صاحب کا مشہور
و معروف ہے سب لوگ خوش مقدور اور ذی علم اور پیسے والے
گذرے ہیں میر اسمعیل صاحب مرحوم بہت منتظم اور بالکل ہندوستانی
مزاج و ترکیب کے آدمی تھے راقم اون کے زندگی میں برابر مولود کے
تقریبات میں حاضر ہوا کیا ہے اون کا پورا حلیہ یاد ہے موجودہ مکان کی
ہیئت بدلی گئی ہے آنگن کے دکھن طرف دوہری دار پردہ پڑا رہتا تھا

اور امام باڑہ نما مکان تھا اور پورب پچھم دو صحنچیاں تھیں اوسی میں
میر صاحب رہتے تھے اور صبح کو اپنے ضرورتوں سے فراغت کرکے
باہر وانے او سارسے میں بیٹھتے تھے اور آنگن میں چوکیوں کا فرش
رہتا تھا اور میر صاحب کچہری کرتے تھے پرانے لوگ پرانی ترکیب
خرچ کم آمدنی زیادہ گھر دن دولت جمع رہتی تھی جو صلاحیں زیادہ
نہیں سدھارن زندگی گذار جاتے تھے اب جیسی زندگی نہ تھی ملبا
لفافہ اور اندر مضمون ندارد ان کی زندگی تو توکل کی اور فقیرانہ
زندگی ہے جس نے دیا ہے تن کو وہی دیگا کفن کو سیکڑوں مثالیں
ایسی دیکھا کہ مرنے بعد چہلم چہارم اور خیرات تک کے لئے ایک پائی
نہ بچی اور ملکی رواسم کے موافق اور مذہبی قواعد کے مطابق بوجہ
ناداری کوئی کام انجام نہ ہوسکا کچھ سوٹ نکلے کچھ جوتوں کا ڈھیر کچھ
اخباروں کا کاغذ اور کچھ فرنیچر نکلا اور کرایہ والوں اور نوکر
کا پاونا نکلا بہ بکا وہ بکا زندگی تو خوش ضرور گذری پھر مابعد
پھر کیا گذری جینے والے دیکھتے ہیں زمانا ہے بدلا ہوا ہے طرز معاشرت
ہی بدل گئی ہے سوسائٹی ہی ایسی ہو گئی ہے کہ انسان مجبور ہے
مرنے والا مرا اور پردہ فاش ہوا مذہب جدا گیا دولت جدا
گئی اولاد و ورثا الگ پریشان ہوئے ہیں کئی جگہ قرض ادا کرنا
پڑا وہ روس زندگی اب تھوڑی رہی کے مورث مرا اور کئی
یک پشت کے لئے بے انتہا دولت چھوڑ گیا کہ مابعد لوگ امیر کہلانے

لگے ابھی تک بیسوں خاندان موجود ہیں جہاں جہاں پر دادا کی کمائی کی برکت ہے اور صاحب لوگ عزت سے اوقات گذار رہے ہیں جس نے جائیداد کی قدر نہ کی وہ بڑا ناشکر گذار ہے اور بڑے دھوکے میں پڑا آخر کار پچھتانا پڑیگا مورثوں کے چلن کا خاکہ اوتار نہ لیسے عین الیقین کی حیثیت سے خاندان چند پشت تک اچھے حال میں رہتا ہے مگر جب مذہبی خاکہ رسول اللہ کے چلن کا نہیں اوتر سکتا ہے تو دنیاوی خاکہ مورثوں کا کیا اوتر سکتا ہے یہ قومی بدنصیبی ہے مسلمانوں کے ہاتھ سے دولت و عزت کا تلف ہونا ہے اسکو کون روک سکتا ہے علم ہوا دولت نہ رہی تو کیا بجز غلامی کے کون سی صورت اوقات ہو سکتی ہے خود مختار زندگی کے سب صورتیں بدل دیجاتی ہیں پھر آخر حشر کیا ہو سکتا ہے ایک تو تقسیم ترکہ کی وجھکر مالی کمزوریاں ہوتی گئیں ایک بڑی دولت چند چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں منقسم ہوگئیں اور رہ وہ مال غنیمت تھی مفت کا مال جان کر فیشن داری کے صدقے کیا گیا پھر باقی کیا رہا بنیوں اور تاجروں اور بار واڑیوں کا دیکھئے بنگالی وکلاں کو دیکھئے کیا یکروہ آتے ہیں اور کیا کچھ جھوڑ جاتے ہیں افسوس میری قوم کیا کیا باتیں ہیں اور کس طرح برباد کر جاتی ہیں حاصل کیا کرنے نصولیہ چیز کو بھی غارت کر دیتے ہیں پھر خود ہی پچھتاتے ہیں۔

۳۲ — ہدایت پیڑی والے یہ ایک غریب آدمی تھے صدر گلی میں رہتے تھے اور میر اسمٰعیل علی کے کٹرہ میں رہتے تھے انہوں نے خواجہ کلاں تھانہ کے قریب ایک دوکان کر لی تھی جس میں بسکٹ مٹھائی اور پیڑی اور حلوہ سوہن بکتا تھا چند برسوں کے اندر انہوں نے مکان بھی خرید ا اور اچھی حیثیت بنا لیا تھا جوان ہی مرے اپنی زندگی ہی میں روپیہ کی اینچ برداشت نہ کر سکے مقدمات لڑنے لگے محلہ والے بعض دشمن ہوئے بہت مال ضائع ہوا ان کے بعد لڑکے نے جو دیکھا تھا وہ کرنے لگے اور لڑکوں کے وقت میں تباہی و بربادی آ گئی ہدایت نے اچھا رعب داب حاصل کر لیا تھا دولت کا مصرف اگر اچھا لیا جائے تو آدمی ممدوح خلائق ہوتا ہے برائیوں کی طرف توجہ کیا جائے تو انسان بدنام ہو کر مرتا ہے اس میں شبہ نہیں ہے کہ نیکی اور بدی ہی دو چیز ہیں جس سے دنیا میں نام قائم رہ سکتا ہے نیکی سے نیک نامی اور بدی سے بدنامی رہ جاتی ہے جسے جو پسند ہوتا ہے اوس لائن کو اختیار کرتا ہے یہ کچھ ضرور نہیں ہے کہ باپ اچھا ہے تو بیٹا بھی ویسا ہی ہو باپ خراب ہے بیٹا اچھا نکلتا ہے اور باپ اچھا ہے تو بیٹا خراب ہے باپ ولی نکلتا ہے اور بیٹا شیطان بن جاتا ہے۔

۳۳ — اسلام قلی بسکٹ والے اسی کٹرہ میں رہتے ہیں یہ شاہ نظیر الحسن صاحب انبیر کے ساتھ عمر بھر ملازم رہے اون کے لڑکوں سے

پڑھی نہ کھائی بعد مرنے اون کے دوکان کھولی اور زوروں کی
بکری ہے اچھے ترقی پر آئے جاتے ہیں تجارت میں بہترین تجارت
روزمرہ کے ضرورتوں کے چیزوں کی تجارت ہے لوازمات زندگی
کے لیے کھانا اور پہننا اور مکان ہے سب سے پہلے بنئے بنتے ہیں
جو کھچڑی فروشی کرتے ہیں اور بہت کم پونجی سے آغاز کرتے ہیں رفتہ
رفتہ بنئے سیٹھ جی ہو جاتے ہیں کوڑی کوڑی جمع کرتے ہیں اور صاحب
جائداد ہو جاتے ہیں اس کام کو مسلمان بدترین ذلت اور گناہ جانتے
ہیں یہ اپنے کھانے کا سامان بھی اپنے ہاتھ میں رکھنا نہیں چاہتے ہیں
یہ نہ جوتیں غلہ یہ نہ پیدا کریں ترکاری یہ نہ پیدا کریں اپنا کھانا
خود نہ پکا سکیں اس کو بدترین ذلت جانتے ہیں غیر قومیں مذہبی طور پر
اپنا کھانا اور اپنے ضرورتوں کو پورا کرنا فرض جانتے ہیں وہ دوسروں
کی محتاجی سے اپنے کو بچاتے ہیں اور میری گروہ اپنے ضرورتوں کو خود
انجام نہیں کر سکتے ہر طرح اپنے کو بیکار اور اپاہج بنائے جاتے ہیں
بنئے یہ نہیں تیلی تمبولی دھوبی لوہار بڑھئی گوالے سونار چمار ان میں سے
ایک نہیں اگر اغیار یا غیر قوم بندش کرلیں تو کون سا کام ان کا انجام
پا سکتا ہے اور کیوں کر زندگی کا گذران ہو سکتا ہے کبھی یہ سب ہوا تب
اگر بازار بند رہی ہے تو یکبار تنگ ہو جاتا ہے پس بھائیو ہنر اور
تجارت کی طرف راغب ہونا چاہیے کہ اپنے پیٹ پر قبضہ ہو سکے اور
اس دوزخ کو اپنے ہاتھوں بلا محتاجی کسی کے بھر سکیں تمام پولیٹکس پر

پر مرتے ہیں مگر اس کو نہیں سوچتے کہ کئی دن فاقہ سے کاٹ سکتے ہیں ہر چیز
کو تو از خود دوسروں کے حوالہ کر دیا اور مسافر وار زندگی گذارنے
لگے کمایا اور دوسروں کو پیسہ دیا انہوں نے سودے دئے تو
کھایا نہ دیا تو فاقہ ادھائی از خود بھوکوں مرنا پڑیگا کپڑے کا روزگار
چھوڑتے جاتے ہیں اگر غیر ملکی لوگ کپڑے نہ مہیا کریں تو ننگے
رہنا پڑے گا اور بے کفن گڑنا ہوگا گاندھی جی نے جو چرخہ کی
آندھی چلائی تھی وہ اسی دن کے لئے تھی کے غیر ملکی تجارتوں کی
محتاجی نہ ہو مگر مسلمان اس پر بھی نہ سمجھے کہ وہ ملک کو جگا رہے
ہیں غیر ملکوں کی قبضہ سے باہر ہونا چاہتے ہیں مسلمان تو دانا پانی
کپڑہ سب ملکی ہی لوگوں کے ہاتھ میں از خود دئے جا رہے ہیں جہاں
گھاٹ سے یہ کو گھاٹ ہو رہے ہیں کنواں یہ خود نہیں کھود سکتے
کوئی ہمیشہ یہ خود بھی نہیں کر سکتے ہر ہر ضرورت میں تو یہ دوسروں
کے محتاج ہیں کون سا کام ہے جسے یہ از خود کر سکتے ہیں کیونکر اپنی
زندگی یہ آئندہ بسر کر سکیں گے اگر سرکار انگلشیہ ان کے سر پر
نہ رہتی تو ان کا ہر ہر کام ضروریات زندگی کا بند ہو جاتا غلہ انگریزی
تجار پہونچا رہے ہیں کپڑہ انگریزی تجار مہیا کر رہے ہیں پانی واٹر
ورکس مہیا کر رہا ہے اور قدرت کا فیضان نالہ ندی سے دے
رہا ہے مسلمان کو ہر لائن کی تجارت میں ٹوٹ پڑنا چاہئے اور ہر حرفہ
کو بطور فرض منصبی انجام دینا چاہئے چند ہی عرصہ میں ان کی مالی

حالت درست ہو سکتی ہے اور قومی حالت پر بھی اچھا اثر آجائیگا
اپنی کمزوری قومی پر توجہ نہیں ہے بالکل ناکارے اور بیکار و بے
فکر ہو گئے ہیں کپڑے کی تجارت بالکل نہیں ہے اس تجارت سے
لالہ جی سیٹھ جی بن جاتے ہیں مسلمانی تجارت تعیش کی تجارت ہے
پان و بیڑی اس میں ہی غور کر لیجئے کتنے کی اوقات بسر ہو رہی ہے
حالانکہ یہ ضروریات زندگی میں داخل نہیں ہے اگر ضروریات
زندگی کی چیزوں کی تجارت ہو گی تو کس قدر آدمی بن جائینگے
دیکھئے چق قصائی چمڑے اور چمڑے والے کتنے کتنے بڑے بڑے
آدمی ہو گئے کونسا چق قصائی ہے جو پیسہ والا نہیں یہ تو ادنی
کا ایک ادنی کرشمہ ہے جس کی تجارت میں یہ فائدہ ہے گھی تیل
غلہ اس کی پوری تجارت مارواڑیوں نے اپنے قبضہ میں لے
لیا ہے بہت کم غیر قوم ہیں جو اس لائین کا بڑا تاجر ہے پوری
بازار اور ہر ایک کے پیٹ پر ان لوگوں نے ہاتھ رکھدیا ہے
جس بھاؤ اور جس نرخ سے چاہیں فروخت کر سکتے ہیں اور
جسکو چاہیں فاقہ دے سکتے ہیں کپڑہ کا بھی یہی حال ہے
مکان کے متعلق آپ کے ہاتھ میں کچھ نہیں ہے بڑھئی لوہار
کمہار مکان کے لئے جان ہے اون میں سے مسلمان ایک
نہیں ہے اگر یہ کام نکریں تو اب میدان میں [illegible] لکڑی کے
تاجر آپ نہیں بانس کے تاجر آپ نہیں [illegible] کے تاجر آپ نہیں

پھوس تک کے تاجر آپ نہیں کھانا کپڑہ رہنا سب دوسروں کے قبضہ میں ہے یہ تو خالات ہوئے افسوس میری قوم نے خود بخود قیدی ہو کر رہنا پسند کر لیا اگر یہ حال رہا تو بے شک ملک چھوڑ کر از خود بھاگنا پڑیگا دنیا کا رخ جیسا پلٹ رہا ہے وہ رنگ لائیگا اور جیسی غفلت چھائی ہے وہ آفت ڈھائیگی تباہی کوئی نقصان نہیں ہے ملکی نقصان ہوگا اور قومی تباہی ہوگی بری سخت غلامی کرنی پڑے گی پڑھنا کم ہو مضائقہ نہیں پڑھنے والے پڑھیں وہ عقل کی روشنی دیں جتنے دولت والے ہیں وہ علمی روشنی پھیلائیں عوام الناس حرفہ اور خوراکی اور چھوٹی چھوٹی کام کی طرف متوجہ ہو جائیں جب ہے تو دس بیس برس میں مسلمانوں کی حالت درست ہو سکتی ہے ورنہ سخت برے نتیجہ کو پہونچیں گے دولت گئی تجارت گئی ضرورت اپنی پوری نہیں کر سکتے عزت وعصمت شرافت جانے کا سامان بھی بندھ گیا شادیات کی قید کا آخری نتیجہ بد پیش نظر آئیگا دو تین ہی برس کے اندر جو خرابیاں ہوں گی وہ سامنے آجائینگے میرے پاس صرف فیشن رہجائیگی ذرا غور طلب بات ہے ادنیٰ ترین قوم ڈوم چمار دو سادہ بہتر بھیل تیلی تمبولی سب تو صاحب نما ہو گئے ہیں اور فیشن پر جان دیتے ہیں ادلی ادنیٰ ملازم سوٹ پہنتے ہیں پھر کام کون کریگا سب حاکم نما ہی ہوں گے تو محکوم کون رہے گا یہ تو قدرت سے

لڑتا ہے کیا یورپ میں پیشہ ور نہیں ہیں کیا باوجود ہم مذہب
ہم زبان ہم رہائش ہونے کے کوئی کام بند ہے یا کسی ملک میں
بھی بند رہ سکتا ہے کیا عرب و ترکستان ایران خراسان
بلوچستان چین و جاپان جرمن فرانس یا دنیا کے کسی حصہ میں
کہیں بھی ایک وزن اور ایک تقدیر اور ایک کاروبار کے آدمی
ہیں یا ہو سکتے ہیں ہر کام دنیا کا ہو رہا ہے اور ہوتا رہے گا انتظام
عالم میں فرق نہیں آسکتا ہے قومیں نیچی اونچی ہوا کرتی ہیں اور
ہوتی رہیں گی کوئی ابھریں گے اور کوئی دھنسیں گے ابھرنے
والی قوم جو نیچی ہے ڈوبنے والی قوم پر غفلت آتی جاتی ہے
یہ خدائی کرشمے ہیں ہندوستان کے مسلمانوں کو پستی میں
آنا ہے اوسکے سامان بندھ رہے ہیں کوئی خواب غفلت سے
نہیں چونکتا اپنے چلن کو درست نہیں کرتا کسی سے تکرار کی
ضرورت ہے نہ لڑائی دنگا فساد کی ضرورت ہے اپنے کو درست
کرتے جائیں اپنی ضرورتوں کو خود پورا کرنے کا سامان کریں
پھر یہ کسی کے محتاج نہیں رہیں گے ایک اسلام قلی ہی کو دیکھئے
غریب خدمتگاری میں بوڑھا ہو گیا اب وہ تو دو دوکان پر ملک
بنا بیٹھا ہے دو چار نوکر اوسی کے ہیں اور ترقی ہو رہی ہے ایک
پیادہ تھوڑا قوم کے یہاں ۲۵ برس رہا جس کے پانچ لڑکے اسوقت
جوان زندہ ہیں گلن وغیرہ نام ہے پانچوں نے ملکر عرف اسلٹ کی دوکان

کھولی ہے اس وقت وہ لوگ صاحب جائداد ہیں چند قطع مکان
خریدا ہے سب کی شادیات عرفی ہوئی سب کے بدن پر شال چادر
ہے اور بہتیرے لوگوں کے مثال موجود ہیں جنہوں نے دن دونی
رات چوگنی ترقی کری ہے تجربہ سے دیکھا ہے کہ پہ چون والوں
سے زیادہ ترقی لوہا لکڑ مکان کی تعمیرات معاوں اینٹ والوں
چونہ والوں سرخی کوئلے والوں اور ضروریات زندگی مہیا کرنے
والوں کو زیادہ ترقی ہے اور بہت جلد ترقی کرتے ہیں دیکھا آیا
یہ سب تجارت پکی ہے کنجڑے قصائی کی تجارت باوجود سے کے
کچی ہے مگر یہ لوگ مالا مال ہیں عبدل جگن بھاگن اور رودا ور
بھائی ہیں بھاگن سب میں اقبالمند لڑکا ہے ۔

۳۴ کھیسٹا کنجڑا صدر گلی میں رہتا تھا اور ترکاری کی دوکان
تھی چند ہی روز میں اس نے اپنا مکان بنایا دو دو گاڑیاں
خرید کیا اور کرایہ چلانے لگا اور تین چار برس میں مفرح حال ہوگیا
اپنی حیثیت کے مطابق اچھا کچھ چھوڑ کر جوان ہی مرا اولاد بھی
مگر چند ہی روز میں یک بکا کر اب لالہ گاڑی بان کے یہاں ملازم
ہے ہندوستان میں دو ہی پیشہ آسان ہے ملازمت یا بھیکھ

۳۵ لالہ گاڑیبان ایک محض غریب آدمی تھا چند برسوں کے اندر
پانچ چھ جوڑیاں گاڑی ہوگئی اس کا مکان صدر گلی ہی میں ہے
اور اسی روزگار سے جو ضروریات زندگی کے اندر ہے اور

سواری کی محتاجیاں دولتمندوں کو ہوا کرتی ہے اسی کے بدولت اس آدمی کے پاس اچھا کچھ جمع ہو گیا جائداد خرید ا اور بگڑنے والوں کا اور بگڑنے والے نوجوانوں کا مال گروں ہو ہو کر جمع ہو گیا اب ہزاروں ہزار کا آدمی ہے بڑا آدمی اور جاہل مطلق ہے مگر اقبال ہے اور مزاج میں بےحد انکسار ہے ظرف اچھا ہے بہتیرے تو روپیہ ہضم نہیں کر سکتے دو چار دن روپیہ میں اپنے ہستی کو بھول جاتے ہیں۔

۳۶ رام جی گاڑیبان صدر گلی ہی میں رہتے ہیں ان کی پہلی حالت ابھی نہ تھی لالہ ( ) اور رمیشا کی دیکھا دیکھی انہوں نے بھی گاڑیاں کرلیں ان لوگوں کے نصیب سے گاڑیاں زنانے اسکول میں مقرر ہو گئیں فی گاڑی ... ماہوار ملنے لگا گاڑیاں اسکول کے وقت جاتی اور پھر واپس آجاتی اور بقیہ وقتوں میں باہر باہر کرایہ چلتی ہے آمدنی کافی ان لوگوں کو ہو جاتی ہے اور یہ لوگ چھوٹی سی تجارت سے جلد جلد پیسے والے ہو گئے تجارت چھوٹی سی چھوٹی ہو ہمیشہ مفید ہوا کی ہے انہیں لوگوں کی دیکھا دیکھی شاہ صغیر ولد شاہ وجیہ الحق صاحب نے بھی گاڑی کا روزگار کیا حالانکہ وہ ہنرمند آدمی ہیں گھڑی سازی و سادہ کاری میں بہت ہوشیار ہیں مگر ان کاموں کو ترک کر دیا اور اسی گاڑی گھوڑے کی روزگار سے بہت روپے کمائے اور مالا مال ہوئے اس چھوٹے سے روزگار سے

کتنی مثالیں آپکے سامنے موجود ہیں گوہر کوچبان نے بھی جو قاضی وحید
کے مکان کے پاس رہتے تھے اپنی ہستی اسی روزگار سے بنا لیا
تھا پھر کسی وجہ کر اس کاروبار کو اوٹھا دیا اب ملازمت کوچبانی کا کرنے
لگے اور بدر بار چھیدی میاں ملازم ہیں اسی کاروبار سے حاجی رمضو
دولتمند ہو گئے پانچ پانچ چھ چھ ہزار روپیہ لوگوں کو قرض دینے
لگے اور مہاجنی کرنے لگے اور تین تین سو کی شال چادر اوڑھنے لگے
اور اچھی حیثیت پیدا کر کے گوشہ نشینی کی زندگی گذارنے لگے عابد
کوچبان نے بھی اسی روزگار سے اپنی حیثیت بنالی دیکھنے میں
چھوٹا روزگار ہے مگر فائدے میں بڑا ہے سخاوت کوچبان کوا کھوڑ
کے رہنے والے تھے اونہوں نے رئیسوں کی نوکری بھی کیا انکو
ٹھاٹھ کا شوق رہا جو کمایا ٹھاٹھ میں خرچ کر دیا کچھ مالیت چھوڑ سکی
نعمت کوچبان نے برابر نوکری کی عمر گذر گئی بلا تجارت کے ترقی نہ ہو سکی
ہنوز زندہ ہیں اور گاڑیوالوں کا مقابلہ نہ کر سکے بیرو کوچبان عمر بھر
مارواڑیوں کے یہاں نوکر رہے کچھ ترقی نہ ہو سکی کمایا کھایا ہستی
کوچبان نے برابر ملازمت کی اور ترقی نہ پایا حالانکہ خواجہ گوہر علی جان
کے یہاں بڑے دربار میں رہے خدابخش کوچبان بانکی پور میں رہے
اور بڑے بڑے حکام اور بڑے بڑے درباروں میں رہے
ہنوز زندہ ہیں مگر ترقی یافتہ نہوئے نادر خاں عالم گنج کے رہنے
والے کوچبان بہت مدل ٹھاٹ نکلا کرتے تھے انکو ٹھاٹھ ظاہری کا

شوق تھا میر عمر دراز صاحب مرحوم اور مولوی حامد حسین کے یہاں
عمر بھر ملازم رہے کپڑے تو خوب پہنے مگر حیثیت درست نہ کر سکے
امیر خان ان کے قرابت دار بہت مشہور کوچبان تھے وہ بھی
عالم گنج ہی کے رہنے والے تھے رئیسوں کے برابر ملازم ہی رہے
عمر گذر گئی کمایا اور کھایا۔ ہیرالال سوار چھتر پر کے رہنے والے
تھے رئیسوں کو گھوڑے کی سواری سکھاتے رہتے لنگڑے تھے مگر
گھوڑا خوب بناتے تھے راقم کے بھی اوستاد تھے مگر کمایا اور
کھایا خاکی شاہ سوار کی زندگی بھی ایسی گذری کماتے اور کھاتے انکے بیٹے کی زندگی بھی ایسی ہی
گذری کمایا اور کھایا خاکی شاہ اور انکے بیٹے سید میاں شاہ لال میاں خان بہادر شاہ کمال
صاحب کے یہاں بہت رہے یہ لوگ خوب واقف ہیں اوستاد فن ہونے پر صرف
کماتے کھاتے رہے اور نئے گھوڑوں کے بنانے میں جان کا سامنا رہتا ہے
اسی روزگار میں رحیم اللہ پچھم کے رہنے والے گھوڑوں کی تجارت کرتے تھے
اور حکیم محمد امیر صاحب مرحوم کے یہاں دو دو مہینہ آکر رہتے تھے
دس دس گھوڑے لاتے اور اپنا کھاتے کھلاتے رہے اور ہزار وں
ہزار پیدا کرتے رہے اور امیرانہ زندگی گذارتے رہے اور مر گئے
راقم نے بلا روزگار والیکو ترقی پاتے نہیں دیکھا جس لائن میں ہو کاروبار
خوب چیز ہے نوکری والوں کو کماتے دیکھا پس ماندہ نہ کر سکے
غلامی میں برکت نہیں پایا مہاجن سود میں اور مسلمان تجارت میں
بڑھتے ہیں تجارت میں اصل گر ضرورت ملکی اور شہری کا بھر صحیح تجویز

کرنا ہے زمانے کا رُخ کدھر جاتا ہے کون سی چیز چلتی ہوئی ہے جسکی
بکری زوروں پر روزمرہ ہوا کرتی ہے کس چیز کی ضرورت اور جگہ کے
لوگوں کو پیش ہے جہاں وہ تجارت کرنا چاہتا ہے اُس کا موازنہ
کرنے پر اگر صحیح اندازہ کے موافق کاربار کریگا یقینی کامیابی ہوگی
فینسی چیزیں اندھی تجارت کہلاتے ہیں بازار میں نرخ کھلا ہوا
نہیں رہتا جو پہلے مال لایا ایک کا دس بنا سکتا ہے جب بازار میں
اوسکا نرخ کھلجاتا ہے مال کثرت سے آجاتا ہے پھر سارا نفع کوڑی
کا تین ہوجاتا ہے غیر ملک والے مالوں کے وہ بھرمار کردیتے ہیں کہ
قریہ قریہ یہ چیز وافر اور بکثرت پھیل جاتی ہے ریلم ریل ہوجاتی ہے
اس لیے پرچون میں اب نفع کم ہے اور نازک اشیاء کے ٹوٹنے
پھوٹنے سے نقصان ہوجاتا ہے یہ غیر ضروری تجارت ہے روز
مرہ کی بکری اس کی نہیں ہے مگر لوگ لالچ میں اسی طرف
پائے ہیں اس کا میل لگانا آدمی کو اوپھا دیتا ہے اسلیے اکثر لوگ
فیل ہوجاتے ہیں اصل ملکی تجارت وہ ہے جو قبضہ میں ہے جس وقت چاہا
ایک دن میں سارا مال بک کر روپئے نکل آدیں اور مال خراب
نہوا ایسے تجارت فقط خوراکی پوشاکی اور رہائش کے متعلق کے
چیز لوہا لکڑ تانبا پیتل یا دھات کی چیزیں یا پتھر کے جواہرات ہیں
چھوٹے چھوٹے تاجروں کو ضروری اشیائے خوراکی و رہائش
کی چیزوں کی بکری میں نفع ہے اور بڑے تاجروں کو گرم پوشاکی

کپڑوں میں پوشیدہ نفع رہتا ہے مگر بکری کم ہے جس شئی کی مانگ زیادہ ہے اوسکی بکری زیادہ ہے سو لنگیاں بک گئیں تو ایک بنارسی مال بکے گا بنارسی مال چھ مہینہ میں بکا اور دس روپیہ نفع ہوا تو چھ مہینہ تک سو لنگیاں روز بکیں پائی روپیہ منافع ہوا تو کس قدر گردش روپیہ کی ہو سکتی ہے اور کتنا پلٹا روپیہ کا ہو جاتا ہے کوئلہ اینٹ چونہ وغیرہ کی بکری روزمرہ کی ہے۔

۳ عبداللہ بمبئی والے فینسی کپڑے لیکر اس شہر میں آئے پینتالیس برس کے اندر اونہوں نے یہاں سے لاکھوں لاکھ کما لیا جائداد ین خریدا بال بچے لے آئے کھر ودھر لال کا کٹرہ خریدا جو صدر گلی میں موجود ہے اب جو کپڑہ تین روپیہ نمبر ہے وہ کپڑہ سولہ روپیہ بیس روپیہ فروخت ہوتا تھا اوسوقت مارواڑیوں کا رُخ ادھر نہ تھا بس ان کے پاس دیسی مال ہوتے تھے جو بازار میں نہو جس دام کو چاہا بیچا اب مارواڑیوں کے رُخ بدلنے سے گلی گلی ہر قسم کا مال موجود ہے اس لئے اب کوئی ویسا نفع اوٹھا نہیں سکتے عبداللہ میں خوش سلیقگی کا مادہ بہت تھا زمانے کے ترخ اور فیشن کو خوب جانتے تھے عبداللہ نے راقم کی شادی میں مال بھیجا تھا جسکو ۵۵ برس کا اندازہ ہوا ہے راقم کی شادی کی مادہ تاریخ اور یادگار بھی ہے کہ پہلی ٹرین گیا کی جو بانکی پور سے کھلی تھی تو دوسرے راقم کی بارات گئی تھی اسی جہان آباد [illegible] [illegible]

سے جہان آباد [illegible] تک گھوڑے ہاتھی [illegible] [illegible] کہار پالکی ڈولی

وغیرہ وغیرہ تھی ریلوے ڈیپارٹمنٹ کو صحیح دن و تاریخ سے معلوم ہے کہ پہلا ٹرین کب کھلا پانچ سات برس ہوئے عبداللہ مرحوم کو زمانے کا رخ معلوم ہوا تجارت کو سمیٹنے لگے کچھ بیمار رہا کئے ابراہیم مرحوم اون کے ملکی آدمی نے بانکی پور میں مولوی فضل امام خان بہادر کے کٹرہ میں مرادپور میں بجنسہ ویسی دوکان کھولی اور وہی اصول قیمت کا رکھا جیسے عبداللہ کرتے تھے بانکی پور کا اقبال بر سر عروج تھا اسٹوڈنٹ اور وکلا کی کثرت ملازمین سرکاری کا ہجوم دولت ٹوٹ پڑی مال چھو ہو گیا چند ہی عرصہ میں ابراہیم بڑھ گئے عبداللہ دب گئے عبداللہ نے مرادپور میں دوکان کھولی لڑکے کو بٹھایا مگر اقبال تھک چکا تھا عبداللہ کا انتقال ہو گیا سارا کارخانہ درہم برہم ہو گیا تجارت بند ہو گئی مکانات بک گئے جیتو سردار سری کو ٹری ساکن رانی پور نے خرید لیا جیتو سردار زندہ ہے پہلا کام ٹھیکہ میں جنرل مستری نے راقم کے دریاپور والی کوٹھی بنایا پھر علی شیر بھائی کا کام کیا پھر ٹھیکہ داری سے نفع کرکے زمینداریاں ٹھیکہ لیا پھر نواب سرفراز حسین خاں کا مکان خواجہ کلاں گھاٹ میں بنایا پھر عملہ فروشی کیا جسمیں مالامال ہو گئے دربار سرفراز حسین خاں و دربار مسٹر نور الہدیٰ اور بھی بڑے بڑے عہدہ داروں میں جاکر زمینداریاں ٹھیکہ اور اجارہ لیا مکان بنایا باغ لگایا بیٹے ور سیر ہوئے اب یہ خوش حال آدمی ہیں مزاج دہی ہے غرور پیدا نہ ہوا +

نئی ہوا لڑکوں میں موجود ہیں اونکو کون کہے تم تو پہچان بھی نہیں سکتا نہ وہ لوگ واقف ہونگے مگر آجتک
مستری جی کا یہ خیال ہے کہ ابتدائی کاروبار راقم ہی سے ہوا اور یہ راہ ٹھیکہ داری کی الف با
ہوئی تھی وہی خیال وہی برتاؤ وہی داشت آجتک ہے الغرض مکانات اب ان کے
قبضہ میں ہے عبد اللہ کے چند لڑکے تھے لا ابالی بعض دوکان ان کے لڑکے نے
رنگون میں کھولا تھا کہاں نہ معلوم پیشہ کا کوئی پیشہ والا ایسا نہیں ہے
جو ان سے ناواقف ہے اور کوئی شاید ہی بچا ہو جس نے سودا ان سے
خریدا ہو محمد ابراہیم کی دوکان کا بھی یہی حال تھی چند روز خوب
چلی اوس کے بعد مارواڑیوں نے بازار میں دیسی مال بھر دیئے
ابراہیم بھی بڑے گورے قد اور نوجوان تھے آنکھ تو موتی جو تھی
بہتر بن آنکھ تھی مردانہ حسن تھا مزاج بڑا عمدہ تھا نوجوان ہی مر گئے
اب اونکے بھائی دوکان پر ہیں اب دوکان اوس زور پر نہیں ہے
ملنے کمی جان صدر گلی کے موڑ پر عمدہ طوائف کی ماں کا مکان تھا
جسکو وارثان حاجی شبراتی نے خریدا اور اب اوسمیں اونلوگوں کا
زنانہ ہے وہ مکان دراصل کمی جان کا تھا ان کے پاس ایک منی بور
موضع تھا جب کمی جان مریں بی عمدہ سے مقدمہ پڑا اوسی میں وہ
جائداد کچھ مولوی نور الدین بلخی کے گھر پہونچی کچھ مولوی محمد یحییٰ وکیل
راقم کے مدعی کے گھر پہونچی اور مکانات حاجی شبراتی مرحوم کے
وارثوں کے قبضہ میں آگئے کسی نے مفت نہ لیا بلکہ اپنے اپنے روپیہ
کے عوض میں خریدا بی عمدہ کے ہاتھ میں کاغذ رہ گیا بی عمدہ منشی محمد اعظم

مرحوم ولد منشی بدیع الدین مرحوم ساکن بارہ گھروار انی پور کے عقد میں آگئی تھیں اونکی اولاد بھی تھی الغرض جس وضع سے دولت آئی تھی اوسی وضع سے فوراً دو برس کے اندر ہوا ہو گئے اب نہ کبھی جان نہ بی عمدہ کو کوئی جانتا ہے بی عمدہ منشی عورت تھیں خط گلزار شیشہ پر لکھا کرتی تھیں بعض بعض گھروں میں یادگار ہے بعد مرنے ان کے پریشان ہوئیں یہی روزگار رہا بعد مرنے منشی اعظم مرحوم کے بی عمدہ کا گذر بذریعہ اسی خط گلزار کے ریاست رام پور میں ہوا اور وہیں وہ رہیں اونکے ساتھ ایک نوجوان تھی اسی شہر کے سست گئے تھے برسن دار تھیں اوس نوجوان نے انکی جائداد وغیرہ کو بکوا دیا چنانچہ وہ موضع منی پور ہنوز خریدار ونکے پاس ان کی یادگار موجود ہے زن بازاری سو برس بھی عقد میں اور پردہ میں رہینگی جب موقع ملیگا پردہ کے باہر ہو گی مثل مشہور ہے بازاری عورت اور چیک تو نکلکر رہنگی فطرت تو ہر ذی روح کی آزاد پسند ہے وہ قید کو کیونکر پسند کر سکتی ہے عورتیں زبردستی پردہ میں ایں ہرگز وہ پردہ پسند نہیں کرتی ہیں بازاری عورتیں آزادی کا لطف اوٹھائی رہتی ہیں کیونکر وہ پابند رہ سکتی ہیں جن لوگوں کو اپنے بدنصیبی سے اونلوگوں سے سابقہ ہو چکا ہے اونکو خون تھوک تھوک مرنا پڑا ہے چالیس آدمیوں کو تو راقم نے خود بچشم خود دیکھا ہے کہ بڑے دولتمند تھے مگر اس مصیبت میں مبتلا ہو کر

رسل کے عارضہ سے مرے مگر چونکہ خلاف تہذیب ہے اسلئے میں
نام ظاہر کرنا پسند نہیں کرتا اشارتاً بتاتا ہوں کہ زیادہ تر شہید و مسلمان
رؤسا ہی تھے اور بعض متوسط لوگ بھی اس گروہ نے شہر اور اطراف
کے کتنے بڑے بڑے گھروں کو خاک سیاہ کیا ہے جسکی تعداد نہیں ہے
راقم کے پیش نظر ہے اور راقم نے نوٹ کر لیا ہے اونکے گھروں کی
ورثا ہنوز زندہ ہیں اور مفلوک الحال ہیں اور جن لوگوں نے اون
لوگوں کو تباہ و برباد کیا ہے اون میں کا ہر ایک بجز ایک گھر کے سب
خود بھی تختہ تاراج ہو گیا اور نیست و نابود ہو گیا لاکھوں لاکھ دولت
آئی اور گئی جسکا نوٹ نام بنام راقم کے پاس موجود ہے جسکا شایع
کرنا مناسب نہ جانا مگر نوجوانوں کو اس کوچہ سے دور رہنے کی ہدایت
ضرور کرتا ہوں اور بتاتا ہوں کہ اس کوچہ میں جان و مال و عزت
سب کا خطرہ ہے راقم کو ذاتی تجربہ ہے اور خود بھی ان بلاؤں کو
جھیل چکا ہے اور تازیست اپنے بدنصیبی پر رو رو کر مرنا پڑیگا جسکا
علاج بجز فضل خدا دوسرا نہیں ہو سکتا جو دقتیں پیش آجاتی ہیں وہ
انکو عورتوں کے چرتر کے حصے میں ملے گا راقم نے سات سو چشم دید
واقعات چرتر لکھدیا ہے اگر شایع ہو سکے تو لوگوں کے نظر سے گذر گئی
اگر موقع اشاعت نہ ملا تو میری کتب خانہ میں اوسکا مسودہ مل سکتا ہے
یہ کوچہ عشق بڑا پر لطف اور بڑا مزیدار کوچہ ہے مگر بہت ہی پر خطر
ہے زہر باد کا مادہ ہے دل کا گہن ہے دولت کے لئے دیمک ہے

عزت کا دشمن صحت کے لئے مضر انسانیت کو برباد کرنے والا حیوانیت کو بڑھانیوالا بے حیائی کا نسخہ تباہی کا باعث مخرب اخلاق دین و دنیا کا خراب کنندہ ہے تا در نہ ائی در نہ پائی اندر این کا کھیل ہے دیکھنے کا ہے چکھنے کا نہیں ہے صورت اچھی سیرت بری ذائقہ لذیذ خاصیت جان لینے والے ہیں۔

عـ ۳۹ ہنگو میاں عرف جرمن صاحب ایک مختصر سے دوکان دار تھے پیچھے پیر دوکان برف کی کرتے تھے اور سوتا کوئی کار وزگار تھا یہ ناٹے قد کے آدمی تھے داڑھی جرمنی فیشن کی رکھتے تھے آمدنی بہت نہ تھی مگر چھوٹی سی کار بار میں اپنی زندگی سادی مگر خوشحالی سے گذار گئے یہ بڑے دھنی اور عقلمند آدمی تھے یہ پانی سے پیسہ پیدا کرنے والے تھے برف کی دوکان بھی کرتے تھے دنیاداری کی عقل بہت تھی متقی آدمی گذرے ان کی اولاد ہنوز زندہ ہیں اور تکیہ شاہ گھسیٹا پر مرید ہیں زیادہ راقم کو یاد نہیں ہے زیادہ حال نہ مل سکا اپنی اچھی گذار گئے جوان ہی مرے سات برس ہوا انتقال ہو گیا رئیسوں کے یہاں درخور تھا۔

عـ ۴۰ حاجی رمضو ایک شخص تھے جو مولوی یوسف حسن صاحب اونریری مجسٹریٹ کے یہاں رہتے تھے اور پہلے لکھنو کا پلا بیچتے تھے پھر برف کا کار بار کرتے تھے ان کو مرگی کا فٹ آتا تھا جوان ہی مر گئے اس بیمارضہ والے کی زندگی کم ہوا کرتی

(۲۱) بندر لال عرف اچھے صاحب تحصیل چھوری گڑھ کے رہنے والے تھے
اور چنگلی راجہ وغیرہ کے قرابت دار تھے ان کی کچھ مختصر سی جائداد بھی
تھی ابتدائی عمر میں رندانہ زندگی گزارا جائداد برباد ہوئی کسی وجہ
کر انہوں نے تبدیل مذہب کیا مسلمان ہو گئے اور گھر بار چھوڑا اور
میر کفایت حسین صاحب اونی گڑھ کے مکان پر اور ان کے ساتھ
مصاحبت میں مقیم رہے آمدنی تو کچھ نہ تھی کھانا دربار میں تھا مگر ٹھاٹھ
ظاہری لباس پوشاک اور رہائش میر کفایت حسین مرحوم سے
کہیں زیادہ بڑھے ہوئے تھے ایک کوٹھری میں یہ رہتے تھے مگر
اس قدر صاف ستھرے طریقے پر رہتے تھے اور اتنا خوش وضعی
سے رہے کہ لوگ ان سے ملنے جاتے تھے پان ایسا بناتے تھے
کہ اکثر رؤسا ان کو دس دس روپیہ ماہوار دیتے اور یہ ایک ایک
ڈبہ پان بنا کر رئیسوں کو روز دیتے گویا رئیسوں نے پرورش کا
ایک ذریعہ نکال دیا تھا انھوں نے عمر بھر کسی سے اپنی ضرورت پیش
نہ کی بڑے خود داری سے گذار گئے اور نو مسلموں کی طرح
مسلمان بنکر بھیک نہ مانگا اب تو مسلمان ہونا ایک شامت ہے جو
نو مسلم ہوا اوسکی روزی کا بھیک پہ ہو جاتی ہے اور نو مسلموں کی
شان سوال کنندوں کی ہو جاتی ہے اور ذلیل ترین پیشہ اختیار
کر لیتے ہیں لوگ بھی حقارت سے دیکھتے ہیں تجربہ سے دیکھ لیا
کہ تبدیل مذہب کرنیوالوں کی قدر کسی گروہ میں نہیں ہے بلکہ لوگ

حقارت سے دیکھتے ہیں مذہبی مقدس لوگ کچھ ہمدرد ہوتے ہیں دنیا
دار تو بالکل اونکے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرتے اسی لئے اشاعت
مذہب کو کامیابی نہیں ہے اسلام میں تو داخل مذہب ہونیوالوں
کی بڑی قدردانی بتایا ہے اور بڑی ہمدردی اور بھائی
چارگی بتایا ہے نہ عقیدہ کی حیثیت مذہب کی تحقیقات کرکے
اوس مذہب کی بھلائیوں کو سوچکر کوئی تبدیل مذہب کرتا ہے
نہ مذہب کو مذہب جانتا ہے فقط تبدیل مذہب کسی وجہکر دیتا
ہے اسلئے خدا اونکو اچھا بدلا نہیں دیتا کوئی کھانیکی غرض سے
کوئی افلاس کی سبب سے کوئی عورتوں کی عشق بازی میں
کوئی کسی مجبوری سے کوئی غصے میں الغرض کسی نہ کسی دنیاوی
غرض اور معشوقوں کے وجہکر مذہب بدلتا ہے اوس کا پھل پاتا ہے
ورنہ بندہ خدا کی وحدانیت اور رسالت کا قائل ہو اور
دل سے بہتر مذہب جان کر داخل مذہب ہوتا ہو اوسے خدا
ذلیل کراوے اور بھیک منگواوے سمجھ سے باہر بات ہے
اگر تبدیل مذہب کا یہی صلا ملتا ہے تو کوئی کاہیکو اس بدنصیبی
میں داخل ہو گا مقدس بزرگان جو تبدیل مذہب کراتے ہیں اونکا
فرض منصبی ہے کہ اوسکے عقائد کو پہلے جانچیں اوسکے دل پر وزن
مذہب جما دیں اسباب وجہہ تبدیل دریافت کریں تشفی کئے بعد
داخل مذہب کرکے اوسکی آسائش اور بقیہ زندگی کی گذران کا

معقول راستہ نکالیں نہ کے بھیک منگوا دیں یہ کون سی خوشی کی بات ہے کہ غیر مذہب والے کو داخل مذہب کرکے اوسکو مصیبت کی راہ دیکھا دیں اور اپنے مذہب کو بدنام کرا دیں اور اوسے بھاوے کا موقع دیں اغیار نئے داخل شدہ لوگوں کے ساتھ سلوک کیا کیا برت رہے ہیں اوس سے ہملوگوں کو سبق لینا چاہیے الغرض ایسے صاحب نے اوسوقت کے رئیسوں میں مل جل کر اپنے زندگی ٹھاٹھ سے گذارا لوگ ان سے سودا خرید واسطے یہ دلالی بھی کرنے لگے بیس روپیہ کی گنجائش ان کو ہوگئی تھی اوسکو اس طرح پر پھیلا کر دیکھایا کے سو روپیہ ماہوار میں بھی اسوقت کوئی ٹھاٹھ نہیں دیکھا سکتا یہ نیک دل آدمی تھے دو عورتیں ان کے عقد میں رہیں ایک تو رائے جی گاڑیبان کی سالی تھی اوس عورت نے انکو تنگ جان کر بہت پریشان کیا آخر کار جدا ہوے دوسری عورت سے عقد کیا اور میر کفایت حسین کے مرنے کے بعد آخر عمر میں ان کو تکلیف ہوئی بی بی بچے ہوے خرچہ بڑھ گیا رئیسوں کے موت آگئے حضرت شاہ کمال صاحب ان کے مددگار رہے اسلئے اون کو تکلیف ہوا کی مگر ظاہرا کسی بات میں فرق نہ آیا قاضی وحید صاحب کے ... کے پاس کرایہ کے مکان میں رہے پانچ چھ برس گذرا ہے انتقال ... اولاد ہے آگے ان لوگوں کا حال نہیں معلوم ہو سکا اور ... نہ تھی۔

۱۲۲ لیاقت حسین قوال کا مکان بہار میں تھا یہ غفور ولد علی جان قوال ساکن بہار کے ماموں تھے غفور بہار مونیم و نے پنیت بدلو کے شاگرد بین اچھا بجاتے ہیں اور راجہ رجواڑو نیں گاتے ہیں علی جان کو بیعت خانقاہ منگل تالاب میں مولانا امیر الحق صاحب قدس سرہ سے تھے وہ گانا بجانا کم جانتے تھے غفور اور نذیر دونوں لڑکے ہر دونوں مولوی یوسف حسین او نریری مجسٹریٹ کے یہاں رہتے تھے یہ لوگ گنپت راؤ کے پاس گئے اور گانا بجانا سیکھے لیاقت حسین بھی گانا بجانا کچھ نہیں جانتے تھے یہ کھانا تو مولوی یوسف حسین اونریری مجسٹریٹ کے یہاں کھاتے تھے اور بڑے ہی وضع دار آدمی تھے دبلے پتلے آدمی مگر لباس پوشاک نہایت نفیس پور پور انگوٹھیاں جواہرات کی رکھتے دراصل ان کی یہی تھی مگر رنڈیوں کے یہاں ان کو روز گھومنا او لوگوں کے انگوٹھی لاتے اور نوجوان رئیس زادوں کے ہاتھ فروخت کرنا بھی روزگار کرتا تھا اور گھر گھر والے بان اور خضاب لگانا اور پان تو اچھے صاحب مذکور سے کم نہیں لگاتے تھے ان کا روزگار بھی پان ہے دراصل تھا ایک ایک ڈباپان ان کا رئیسوں کے یہاں مقرر تھا اور دس روپیہ ماہوار پان کی قیمت ان کو رئیسوں کے یہاں سے ملتے تھے او وقت کے لوگ کس طرح پر لوگوں کی پرورش کرتے تھے سیکڑوں آدمی ایسے دیکھے جو ٹھاٹھ میں رئیسوں کا مقابلہ کرتے تھے ہتی کچھ نہیں دوسروں کے سر کھانا مگر انداز رہائش ایسا کر

اب سکے رئیس زادوں کو نصیب نہیں ہے باہر نکلے تو وہ کھانڈھو کے اجب
آدمی الیو تکو نواب زادہ جانتے تھے ایسے لوگ لمبی لفافہ دانے اب
بھی بہت ہیں جو فقط لمبی لفافہ دار ہیں اور ہستی کچھ نہیں ہے کمانیوالوں
سے زیادہ عافیت کی زندگی نکموں اور بے فکروں سکے اوسوقت بھی
گذرتی تھی اور آج بھی گذرتی ہے دراصل اودھن کی چیز ہی بنی بچہ ہے
اسوقت بھی آج بھی اہل دعیال والے پریشان زندگی گذارتے ہیں
لنڈورے اکیلے ذات تو بڑی آرام سے گذار لیتے ہیں ان کا آخری
حصہ عمر بہت بڑا گذرتا ہے لنڈورے جب مرض الموت یا بیمار
یوں میں مبتلا ہوتے ہیں اوسوقت بجز خدا کے ان کا کوئی پرسان
حال نہیں رہتا اور سخت مصیبت میں پڑتے ہیں لیاقت جب مرے کوئی
پرسان نہ تھا مولوی محمد حسین مولوی یوسف حسین مذکورہ کے مصاحب
نے جو گورکھپور یا اعظم گڈھ کے رہنے والے خدا پرست آدمی
تھے اونہوں نے تجہیز و تکفین میں پوری مدد کی اور یہ زیر زمین
ہوئے پیسہ والوں کا دائما عمر بھر یہی دستور دیکھا کہ لاش کو کتہ
سے بدتر جانتے رہے اور ہم نے کتنی امیر خود مختار کو کوئی لاش
مدفون کرتے نہ دیکھا مقبرہ تک بمشکل جاتے اکثر تو نماز تک میں
شریک نہیں ہوتے قبر میں اوتارنا تو بلا ہے عورتوں کے لاش
کو غیر بجز مولا نے قبر میں اوتارا ہے اور پیسہ والے محرم نہیں اوتارتے
والدین کی لاش کو اولاد نہیں اوتارتی ملازمون پر سارا دارمدار

دیکھا قرابت والے چھونا نہیں چاہتے حالانکہ خود اون کا بھی وہی حشر ہوا اون کے ساتھ بھی وہی برتاؤ کیا گیا جس دن سے لوگ ڈرا کرتے ہیں وہ سامنے آجاتا ہے دنیاوی جتنی ترقی ہو سکے لوگ کریں مگر موت کے نتیجہ سے نجات نہیں ہے جو پیدا ہوا ہے نابید ہوگا ڈرو تب بھی نہ ڈرو تب بھی راہ عدم طے کرنا لازمی ہے سوٹ ہو بوٹ ہو خرقہ ہو یا شاہی لباس ہو ننگے انا ننگے جانا ہے کر لو سنگار رچ رے البیلی ساجن کے گھر جانا ہوگا۔ چند روزہ ہر کجا خواہی برو ؎ بازگشتہ آخری کارت منم ہے۔

نمبر ۴۳ کریم باورچی مولوی یوسف حسین کے قریب نان بائی کی دوکان کرتے تھے تجارت سے کچھ روپے ہوگئے تھے روپہ کو ہضم نہ کر سکے اور اچھے کڑیل جوان تھے اونہوں نے روپہ اور قوت کا اچھا مصرف نہ لیا لوگ محلہ والے خوش نہ رہے جوان ہی مرگئے ان کا لڑکا رجوا ہے وہ بھی آبائی پیشہ اور چلن پر ہے خانقاہ سنگل تالاب پر مرید بھی ہو اروزگار دبتا ہوا ہے یہ لوگ جاڑوں میں نہاری لاجواب پکاتے تھے اور فروخت کرتے تھے کھانا بہت لاجواب پکاتے تھے یہ لوگ محبت میاں باورچی ساکن مغلپورہ کے شاگرد تھے حاجی محبت کی اولاد مغلپورہ میں ہے ایک نانی ان کا حافظ ہے اور خوش آواز آدمی ہے دوکان بھی کر لی ہے نانبائیوں میں لال محمد کی دوکان مشہور تھے جو گورٹہ میں

تھی بڑا نام مارے ہوئے تھے دوکان کے بکری بے حد تھی شہر بھر
میں اوسی کے شاگرد شہر کے نانبائی ہوئے دو دوکان نانبائیوں
کی مشہور تھی چوک میں خواجہ امین مرحوم تھے اور خواجہ کلاں میں
لال محمد کی دوکان تھی دو باورچی کریمن کے شاگرد ہیں جو لودیگڑہ
میں قاضی نجم الدین کے مکان کے قریب رہتے ہیں یہ بہترین کھانا
پکاتے ہیں اولاد ہی مگر باپ کی بابت نہیں ہے اب یہ پیسے والے
ہو گئے ہیں اور مکان پختہ بنا لیا ہے کریم نامی ایک باورچی تھا جو
گورسہہ میں تھا راقم کے پاس ملازم تھا سیر کی ساٹھ روٹیاں پکاتا
تھا جو مثل دھنے ہوئے روئی کے ملایم ہوا کرتی تھے ویسی روٹی چپاتی
عمر بھر کسی دوسرے کی ہاتھ کی نہ مل سکی راقم نے ویسے پکاتے
دیکھا وہ گرم پانی میں سات بجے صبح کو آٹا گوندھکر چھوڑ دیتا تھا اوس کی
لوئی بنا کر ٹھنڈے پانی میں کل آٹا چھوڑ دیتا تھا گوندھتے وقت آدھ
گھنٹہ سے کم صرف نہ ہوتا گویا کشتی لڑتا تھا اور پسینہ آجاتا تھا
پانی پھینک کر اوسے لوئیاں بناتا اور ریلا بلنا جو کی کے ہاتھ پر روٹیاں
بڑھایا اور پکاتا جاتا ہے او نیچتا جاتا ہے بس وہ روٹی زود
ہضم ہوا کرتی تھی اور بس ایک ہی لقمہ ہوتی تھی فورس کیپ کاغذ
سے زیادہ پتلی نہ تھی پکانے کی ترکیب یہ ہے کہ وہ کھیری پر پکاتا
تھا ڈالا اور ایک منٹ میں پلٹ دیا داغ کا نام نہیں جب روٹی
پر داغ آگیا وہ دسترخوان پر نہیں بھیجتا تھا وہ آدمی جوان ہی مرگیا

بڑے بڑے باورچیوں کو فرمائش کی مگر وہ بات پیدا نہ ہوئی
خاص صفت وہ اپنے ساتھ لے گیا دوسرا باورچی یہ تو لکھنو کا
آدمی ہے اب وہ ڈاکٹر افضل خان بہادر کے یہاں ملازم ہے
پہلے راقم کے پاس تھا سلیقہ مند آدمی ہے وہ صرف باورچی نہ تھا
کوچبانی وہ جانتے ہیں بیرا کا کام وہ جانتے ہیں میز کرسی وہ صاف
رکھتے ہیں کپڑے وہ پہناتے ہیں کھانا وہ پکاتے ہیں کھلاتے ہیں
آدمی کیا ہیں نورتن کی چٹنی ہیں سر میں تیل وہ لگائیں بدن وہ
دبائیں الغرض اکیلا آدمی اور سارا کام لطف یہ تھا کہ دس
بجے رات کو بانکی پور سے روزانہ کو شہر آنا اور پانچ بجے بھور
کو بانکی پور پہنچنا پیدل آنا پیدل جانا کس وقت وہ آدمی سوتے تھے
کیا کرتے تھے ۔ راقم نے ایسا آدمی نہ دیکھا لکھنو کے آدمی اپنے مالک کو
خوش رکھتے ہیں صوبہ بہار کے ملازم ویسے نہیں ہوتے جیسے پچھم
والے ہوا کرتے ہیں صوبہ بہار والے سستی باز اور بڑے بہت
سست ہوتے ہیں اور دیانت بھی پوری نہیں رکھتے پچھم والے ملازم
ڈبل تنخواہ لیتے ہیں مگر ایک آدمی آرام رسانی کو کافی ہوتا ہے
گورکھپور بلیا کے علاقہ کے نوکر محنتی اور ڈیوٹی کے پابند ہیں مگر
بے سلیقہ کم ملتے ہیں پہرے کے لائق گورکھے ہیں اور کاموں کے لئے
پر سلیقہ نوکر پچھم کا ہوا کرتا ہے اس شخص نے ڈاکٹر صاحب مذکور کے
یہاں کے کسی عورت سے شادی کر لی ہے اسلئے یہ دوسری

دوسری جگہ نوکری کے لائق نرہے وہیں رہتے ہیں ان کی اولاد ہے آگے
بڑھے ہوئے لکھنو کے ایک میر صاحب کو سول سرجن ڈاکٹر محمد وارث
حسین کے یہاں دیکھا جو اس شخص پر بھی ترجیح رکھتے تھے وہ پڑھے
لکھے شریف آدمی تھے کارپردازی بھی کرتے تھے تحصیل وصول
بھی کرتے تھے لڑکوں کے اطالیق بھی تھے اور سارا دار مدار ڈاکٹر
صاحب کا اون پر تھا کل کام وہ انجام دیتے تھے کھانا بھی پکاتے تھے
ایک لکھنو کا نوکر مولانا سلیمان صاحب کے پاس پھلواری شریف میں
ہے اونکو بھی اوس ایک آدمی سے بڑا آرام ہے کل کام پر سلیقہ ہے
مولانا مذکور کو کسی کی ضرورت نہیں ہے ایک دوسرا بھی اودھیں
کے پاس دیکھا جس کا نام وکیل تھا وہ سارا کام اونکا سنبھالے ہوئے
تھا اور بڑا ہی سلیقہ آدمی تھا اوس نے لکھنو میں شادی کر لی تھی اور
آرام دہ آدمی ضرور مالک کا منہ چڑھا ہوتا ہے ورثا اوسکے مخالف
رہتے ہیں اسلیے استقلال مشکل ہو جاتا ہے راقم کے پاس بھی چند ملازم
آرام دہ رہے منہ چڑھے ہو گئے ورثا سے پٹری نہ بیٹھی آخر جدا کرنا
پڑا یا وہ لوگ خود جدا ہو گئے نوکر بلا بی اور گھوڑا حسب خواہ ملنا
نصیب کی بات ہے افسوس ہے ملازمین اپنا وزن قائم نہیں رکھتے جہاں
آرام دینے لگے گھر بھر کو دبانے لگتے ہیں کچھ پیسے اون کے پاس ہوئے
دماغ بدلنا شروع ہو گیا جب کبھی کسی کو تھوڑا روپیہ ہوا برداشت
نہ کر سکا اسی بدہضمی کا نتیجہ ہے کہ استقلال سے ایک جگہ ملازم نہیں

رہتے اور اہل حرفہ کا پیسہ برباد ہو جاتا ہے کسی بات میں کمال
ہوا اور شیطان سر پر سوار ہوا بجائے شکر خداوندی ایسی حرکتیں
سرزد ہونے لگتی ہیں کہ جو باعث بد اقبالی ہے مولوی یوسف
حسین لودی کٹرہ کے پاس کالا نامی ایک باورچی تھا جو خوب عمدہ
باورچی ہے جاڑوں میں میٹھا گھی بناتا ہے مگر غیر مستقل ہے۔
ملک آر رگھو برکسیر اس شہر میں مشہور ہے صدر گلی میں
گذرے ہیں یہ سماور کے کار بار اور نقاشی زیورات اسا سونا
میں بہترین کاریگر تھے سماور تو ایسا بنایا کہ غیر ملکی سماور
رشین و پرشین سماور سے مقابلہ کر دیا اس کام کو شہر میں اون سے
بہتر کسی نے نہیں کیا بہت گورے دبلے پتلے خوبصورت آدمی
تھے بہت پیسہ ہو گیا تھا مزاج بھی بہت متین تھا پچاس برس کے
سن ہی میں قضا کیا ان کے انتقال کو اندازی ۳۰ برس گذر گیا اولاد
ہے مگر وہ بابت جاتی رہی نہ وہ پیسہ رہا نہ وہ کاریگری رہی
ان کی یادگار ایک کتابی سماور خانقاہ منگل تالاب پر ہے۔ جو
ٹکڑہ ٹکڑہ ہو کر ہینڈ بیگ میں بند ہو سکتا ہے اس وضع کا وہ سماور
جناب ماموں صاحب قبلہ مولانا رشید الحق قدس سرہ نے بنوایا
تھا یہ اونکی خاص ایجاد تھی ایک تو مولوی علی حسین ساکن لکھنؤ لیا کو اونہوں
نے دیدیا دوسرا اچھوتا اون کے گدی نشین کے پاس ہے ایک خوبی

پاپخانہ کی ماموں صاحب قدس سرہ نے سفر حج کے لیے بنوائی تھی
یہ سماور اور ویسی چوکی راقم کے علم میں شہر میں دوسری جگہ
نہیں ہے ماموں صاحب مذکور کو دماغی قوت ایجاد بہت تھی
اون کو کاریگر بھی ویسے ہی مل گئے تھے ہر قوم ہر گروہ ہر پیشہ میں
کوئی کوئی دماغ قوت ایجاد رکھتا ہے سب میں یہ مادہ فطرتی نہیں
ہوتا کسی چیز کا نمونہ دیکھکر بنانا بہت مشکل بات نہیں ہے اپنے خیال سے
کسی امر کی ایجاد کرنا یہ قابل تعریف بات ہے جو فطرت کا فیضان
ہے سیکھنے سے نہیں آتا ہے۔

۴۵ میاں حسین بخش کا مکان باغ مالو خانیوں میں یہ حسین لکھی نمدان بنانے
کی اب دوکان ہے یہ نکلی سازی کرتے تھے انہی کے بغل میں میاں
دمڑی رہتے تھے وہ ان کے برادری کے آدمی تھے حسین بخش کے داماد
میاں واجد تھے وہ جوان ہی مر گئے اون کے بیٹے عبدالرحیم ہیں جو حکیم اسحٰق
صاحب کے یہاں عطار ہیں ان کی شادی امیر جان میاں جوتے والے
ساکن مغلپورہ کے یہاں ہوئی تھی اون کے بیٹے خانقاہ کے ڈیوڑھی فیدہ
والی زمین کے بغل میں رفوگری کرتے ہیں اچھے کاریگر ہیں حسین بخش
و دمڑی میاں کا مکان بک گیا ان لوگوں سے وہی واقف ہیں جو
اوس خاندان سے تعلق رکھتے ہیں امیر جان میاں حاجی واحد علی
جونہ والے کے بھانجے تھے حاجی جی لاولد تھے اونھوں نے اپنا چہلم
چہارم سب اپنے زندگی میں کر لیا تھا اونا کی دوکان مرجانی کے ...

میں بھی حاجی جی تنقی آدمی تھے اچھی حیثیت تھی اپنی زندگی اوسط درجہ کی با
آبرو گذار گئے ان کے بعد امیر جان نے دوکان چلائی مگر چل نہ سکی دوکان
اوٹھ گئی واجد میاں نے آخر عمر میں رفوگری کا کام چھوڑ دیا تھا آنکھ کام نہیں
دیتی تھی تو چندیسے راقم کے ساتھ رہے ان لوگوں کے آس پاس عبد ل
میاں رہتے تھے اونکی زندگی خوش نہیں گذری یہیں پر واحد علی رہتے تھے
اون کی زندگی زیادہ تر مولوی آل صاحب کے پاس گذری آخر عمر میں
ان کو تکلیف ہوی ان سے لوگ خوف زدہ رہتے تھے محمد قاسم کا مکان
بھی یہیں پر تھا یہ لوگ ٹکلی کا روزگار کرتے ہیں اور اچھی زندگی کار بار سے
گذارتے ہیں ان روزگار والون کو تکلیف نہیں ہوئی روزگار میں جو نوابی
کرتے ہیں جو محنت سے بھاگتے ہیں وہی پریشان ہوتے ہیں یہیں پر عبداللہ
رہتے تھے اون کی عمر سب سے زیادہ ہوئی تھی یہیں پر لچھمی نرائن کے باپ
کا مکان تھا اچھی حیثیت کے بنیا تھے ان کے تین لڑکے تھے باپ کے بعد
ان لوگوں نے کلکتہ میں تجارت کی گوبند ایک لڑکا وہیں رہتے تھے
مگر آخر میں جائداد کل بکی اور راقم نے خرید کی اور کچھ زمین خانقاہ
منگل تالاب میں در آئی جناب ماموں صاحب قبلہ نے خرید کیا اوس
زمین کا نام بارہ سیا رکھا ادھی بارہ سو میں راقم نے فروخت کیا ابھی تک
اوسی جگہ پر لچھمی نرائن رہتے ہیں اور چھوٹی سی دوکان کر کے اپنی
اوقات گذارتے ہیں جب تک کچھ حیثیت تھی لچھمی نرائن اور ان کے
بھائی لوگ راقم سے بہت مقدمے لڑے اسے جگہ پر ایک زمین تھی

اوس میں راقم کا ایک مکان تھا جس میں فقیرا درزی رہتے تھے یہ
پہلوان تھے مولوی عبد السبحان مرحوم جب اس محلہ میں صاحب عروج
ہوئے تو اون کے مارنے کو یہی شخص مستعد ہوے تھے مگر مولوی صاحب
اقبال مند آدمی تھے کسی سے کچھ بن نہ پڑی پھر محلہ والے سب اون کے
مطیع ہو گئے تھے مولوی صاحب چھیدی بابو کے والد تھے اور ابراہیم
میاں مولوی صاحب کے قرابت دار ہیں مولوی صاحب کے بھائی
بھی تھے اسی جگہ لالہ گنگا پرشاد کا مکان تھا وہ بہت بوڑھے آدمی
تھے مولوی عبد اللہ پنجابی والا مکان لالہ جی کا تھا لالہ جی بہت معاملہ
فہم آدمی گذرے اون کے ورثا کا پتہ نہیں ہے کچھ جائداد ان کی راقم
کے یہاں بکی کاغذات میں ان کی بزرگوں کا نام ملتا ہے یہیں پر جعلی اور
مہر علی طبق گر کا مکان تھا جسمیں اب ڈاکٹر معین صاحب ہیں، وہی مکان
ان لوگوں کا تھا، اُسی خاندان کے ڈاکٹر محمد جان تھے، جو فصاحت
کی میدان میں یگانہ تھے اور حکیم محو کے مکان میں مطلب کرتے تھے اسی
جگہ نراین کوئری تھے اچھی حیثیت تھی اب ورثا میں وہ حیثیت نہیں ہے
یہیں پر امرت جی سونڈھی تھے ان کا خاندان بڑا پڑا تھا یہاں سے ستھان
کے قریب ہے اب اوس خاندان میں ایک لڑکے گنگا کر کے مشہور ہیں
نیک ہیں اسی جگہ پر سینا تیلی بلقی تیلی کی برادری کا آدمی اکبر علی اور
لوٹے کا روزگار کیا چند ہی روز میں مالا مال ہو کر مکان خریدا اور کیول
گولے کا مکان لیا اور ہزاروں روپئے کا بیوپار کرتے ہیں اونہیں تیلی کے

قرابت دار ہین بلقی تیلی کا مکان راقم کے مکان کے سامنے
ہے بلقی کا باپ بہت نیک آدمی تھا بلقی کے دو لڑکے تھے
ایک لڑکا کلکتہ چلا گیا وہ پھر واپس نہین آیا دوسرے لڑکے کا
نام شاید بہاری تھا اسی کا لڑکا اکاشیو ہے اس لڑکے کا نام
وفا تر سرکار مین بہت مشہور ہوگیا ہے اس خاندان کے
لوگ جیسے گرہست تھے اور نیک تھے اوس کا بالکل برعکس
یہ خاندان اب ہے اسی جگہ پر میوا ساہ تھے انھیں کے خاندان
کا لڑکا بال گوبند ہے جس کا نام = فاتر سرکار میں مشہور ہے پوپھیک
میں اوستاد تھے اور دو دیگر ہ اکھاڑہ اون کے وقت تک آباد تھا
مر گئے اب ویران ہوگیا وارثوں نے دوسرا لائن اختیار کر لیا
اسی جگہ پر مہتاب جی کا مکان تھا اون کے وارثوں میں منی جی وغیرہ
ہنوز زندہ ہین شکل کا روزگار پھر پیشہ میں اچھا ہے اوس محلہ میں بہترین انسان
اس خاندان کے ادمیوں میں تھی اور اب بھی جو زندہ ہیں اونمیں
بھی ہے نیز اسکے دو بیٹے تھے بھو دو اور قدو یہ لوگ آزاد وضع
کے گذرے سب مر گئے اور جوان ہی مر سے ہین پر تمرو راجوت کا
مکان تھا جو راقم کے اصطبل میں در آیا یہ مکان ٹھیک سڑک سے پچھم راقم
کے کمرے اوتر واری کے سامنے تھا یہ بہت خوبصورت گورا پہلوان
نوجوان تھا اپنے مورث کے بعد تین برس کے اندر کل پیسے کو برباد کردیا
خوب رئیسانہ عیش کیا ٹم ٹم ایکہ گھوڑا شال دوشالے استعمال کیا نہیں ہی

برس کے بعد کل حیثیت غائب ہوگئی جوان ہی مرگئے ورثا نے مکان
نرائن قسم کے ہاتھ فروخت کردیا اسی جگہ پر بنسی مالی کا مکان تھا یہ بالکل آزاد
غش آدمی تھے محلہ والے ان سے دبتے تھے گانا خوب گاتے تھے ہنوز
اون کے مکان کا ایک کونا قائم ہے اور بقبضہ وارثان جھولال تمباکو
والے کے ہے ان کے لڑکے گھسیٹا مالی تھے جو رانی پور میں جاکر رہے تھے
وہ دلالی کرتے تھے باپ سے کہیں اچھا آدمی نکلا مگر اوس کا تخم خراب
ہوگیا وہ جوان ہی مرگیا بنسی مالی کا بھائی بھی تھا جو دراب ٹوڈی میں رہتا
اوس کا ناتی جیتن مالی ہنوز زندہ ہے اور بنسی مالی کی لڑکیاں زندہ ہیں
جو رانی پور میں زیر مکان مولوی شیر علی مکان بنا کر رہتی ہیں [illegible] ہیں پر
کیول گوالا تھا اوس سے لوگ بہت خوف کھاتے تھے اوس کے دو لڑکے
تھے گنیش دہیش یہ دونوں بھی باپ جیسے تھے ہیش بگھا گوالہ کا دادا
تھا بگھا گوالے کا مکان اسی جگہ پر تھا اور ہنوز بھی اوس کے لڑکے
بلقی تھو بنسے تھے یہ لوگ بس قوم کے گوالے ہیں محلہ والے دیتے ہیں
بلقی کا لڑکا میوہ مصری کندھائی سونا ہے ان لوگوں کا [illegible]
بہت ہے چند سو انگ ایک گھر میں ہیں ہر کس و ناکس ان سے مقابلہ
نہیں کرسکتا اسی جگہ پر بم بم حلوائی ہے یہ تیل کی چیزیں بیچتا ہے لڑکا
اتنی زیادہ نہیں ہے میرا ابراہیم وکلو میاں وغیرہ کے خاندان [illegible]
خریدا ہے ہیں یہ گوری شنکر حلوائی رہتا تھا یہ خود دار تھا بہت [illegible]

بہت اچھا بناتے تھے آدمی بہت نیک اور سخن شنو تھا یہیں پر چنتا من
پاسی تھا جو دفاتر سرکار میں مشہور آدمی ہیں ان سے محلہ والے دبتے
ہیں اور یہ لوگ پورا محلہ آباد کئے ہوئے ہیں تاڑی کی دوکان ہے یہیں
مسجد اگی کی دوکان ہے وہ روہی کہار کا لڑکا ہے روہی کہار عمر بھر
حکیم نجو صاحب سونار ٹولی کے یہاں ملازم تھا چند لڑکے اس کے ہیں روہی
بہت معقول آدمی گذرے سب لڑکے پان کی دوکان کرتے ہیں متفرق
جگہ پر ان لوگوں کی دوکان ہے پان کی دوکان پر ہر تمبولی کے یہاں نوجوانوں
کا کاب رہتا ہے ادنی سطح کے لوگوں کی نشست رہتی ہے اور ہر مزاج و
ترکیب کے لوگوں کا مجمع رہتا ہے جدا گی جوان ہی مرا اوسکا بھائی رام
اوتار مسجد کے کمرہ میں دوکاندار ہے متولیان مسجد کو اکثر جگہ احترام مسجد
سے یا مذہبی بیگانوں میں کرایہ دار ناخواندہ اور چھوٹے گروہ کے لوگ کرایہ دار خود
رکھتے ہیں مسجدوں کے کمرے میں تو نمازی کرایہ دار رکھنا چاہئے ہندو
کبھی اپنے معبدگاہوں میں غیر اقوام کو نہیں رہنے دیتے اور پورا احترام
معبدگاہ کا رکھتے ہیں یہیں پر کشوری بنیا ولد بابو لال ولد پیارے بنیا
ہیں چھوٹی سی دوکان کرتے رہتے ہیں بابو لال نے بڑی ترقی کیا پیسے
والے ہو گئے ۲۵ برس کے اندر محلہ کے اکثر مکان خریدے اور اچھی ہستی
چھوڑا جب پیسے ہو گئے مزاج بدلا کشوری کے وقت میں دوکان و
آمدنی کا اضافہ ہو رہا ہے مگر اخراجات کا بھی اضافہ ہے اور مذہبی باتوں
کا بھی اضافہ ہو رہا ہے جب پیسے ہوتے ہیں تو خود بخود خیالات بھی

کے بعد پھاٹک گلی تھی اوس کے بعد کالہ شیو پرشاد لال کے بھائی بیجناتھ لال کا مکان تھا اوس کے بعد ایک گلی تھی اوس کے بعد شیخ امیر جان کا مکان تھا جو ہنوز ہے اون کے بعد پارا چمار کا مکان تھا شیخ امیر جان کی قرابت داریاں عالم گنج میں ہے اِن کے چچیرے بھائی درگاہ شاہ ارزان کے قریب ترپولئے پر رہتے ہیں کچھ لوگ مغلپورہ میں اون کی شادی صند گلی میں ننھے آغا میاں کے بہن سے ہوئی اِن کو اولاد نہیں ہی انہوں نے اپنے سارھو کے لڑکوں کو پالا تھا عابد حسین نامی ایک لڑکے تھے اون کو پڑھا لکھا کر طیار کیا وہ عمر میاں کے دربار میں کارپردار تھے اون کے تباہ و برباد ہونے کے بعد اور دربار میں کارپردازی کر کے اچھا کچھ کمایا اور بڑے عیش کی زندگی گذار گئے انہوں نے جو کچھ کمایا تقریباً نصف حصہ خود ہی برباد کر گئے۔ اولاد چھوڑی ہے ان کی شادی چھپرہ میں خاندان قاسم علی ہوئی اون کے سالے ڈسٹرکٹ بورڈ میں سید احمد و سیر ہیں عابد حسین کے بیٹے حسن میں جو اسٹوڈنٹ ہیں اور جمال پور ریڈ کراس شوپ میں پڑھتے ہیں اور رکن ہیں اور لڑکیاں چھوڑ کر جوان ہی مر گئے آغا میاں اور ننھے میاں امیر جان میاں کے سالے ہیں اون لوگوں کی حیثیت اچھی تھی اون لوگوں نے جائداد نقصان کیا آغا نے جوتہ کی دوکان کر لی تھی تنتنے بھی کسی جوتہ کے دوکان میں

ملازم ہیں دونوں صاحب اولاد ہیں شیخ پیر علی ساکن شاہ گنج
کے داماد تھے تھیم شیخ پیر علی کے لڑکے جنت حسین تھے ان کے
ورثا موجود ہیں اس خاندان میں شاہ واجد حسین صاحب کے
لڑکے کی شادی ہوئی ہے شاہ واجد حسین کے ایک لڑکے سجادہ
نشین درگاہ شاہ ارزاں ہیں تھے کی ایک لڑکی شاہ واجد حسین
سے بیاہی تھی شیخ پیر علی کے پاس کافی جائداد تھی ہنوز
اونکا مکان قائم ہے شیخ امیر جان مدتوں میر عمر دراز رئیس
لودیکٹرہ کے یہاں رہے بعد مرنے اون کے زردوزی کا روزگار
کرتے رہے اور کارخانہ کھولا اکثر کاریگران کے یہاں رہے
یہ پرحوصلے آدمی تھے اچھا کمایا اچھی حیثیت ہو گئی تھی مگر انہوں
نے تقریبات میں بہت حوصلے کئے اور ہر تقریب میں اپنے حوصلے
میں حیثیت سے زیادہ خرچ کیا گھر میں کچھ مونہیں ہوئیں بیٹیاں ہوئیں
سن گرانہ ما دہ نجح بدلا ادیں تو بلا کے ہوشیار ہیں ان کو زمینداری
حاصل کرنے کا شوق ہوا کچھ ٹھیکہ داری لکھائی کچھ میاں عابد
مرحوم نے مقدمہ بازی ٹھیکہ پٹہ کی شرکت داری کی کرنے لگے رفتہ
رفتہ نقصان آتا گیا جو کچھ حاصل ہو چکا تھا اور گھر بھر چکا تھا
خالی ہونے لگا روزگار بھی دب گیا آخر عمر میں ان کا اقبال
دبا عمر بھر اونھوں نے آرام کی زندگی گذاری عادت بھی ہو گئی
آرام طلب ہو گئے آمدنی بند ہو گئی اور اخراجات قائم رہے آخر کار

کچھ مکان اور زمین فروخت کرنا ہوا گھر میں لوگ کم ہونے لگے
جن لوگوں کو پالا ادیب نہیں نفاق پیدا ہوا گھر ہوٹا اور اقبال
گیا پرورده لڑکے جدا ہو گئے یہ اکیلے رہ گئے اور سن بھی ستر
سے بالا ہوا بیماریوں نے قوی کمزور کر دیا عابد کے مرنے نے
ان کے دل کو چور کر دیا وہ لڑکے خود صاحب اولاد تھا
پوری امداد نہ کر سکا مجو ایک لڑکا پرورده جو ان کا برادری
ہے اور نظیر مجو کا بھائی ان لوگوں نے خانہ داری جدا کر لی
مجو د نظیر کے شادیات کیا ان کی حوصلے اور خیالات کے خلاف
امور وقوع میں آئی جی ٹوٹ گیا صدمات ہوئے مجو کی شادی
رحجی خان سامان گوہر علی خاں کے یہاں ہوئی تھی پھر مولوی افروز
کے یہاں بخاندان عبد المجید تغرہ نویس ہوئی عبد المجید نے ریل میں
دب کر قضا جان دیدی مولوی افروز بڑھے ہو کر مرے مجو کے بی
بی بھی قضا کیا وہ مولود خوانی کرنے لگے نظیر اپنے سسرال میں
رہنے لگے اونکی امیدیں بالکل اپنے خیال کے خلاف میں وقوع میں
آئے لگیں کارخانہ اوٹھانا پڑا مارواریوں نے مسلمانوں سے
مزدوری کا کام لینا اکثر جگہ بند کر دیا غرض زمانے کی مخالفت
نے ان کو تکلیف پہونچایا وہ بات جاتی رہی اب گویا بے کار رہتے
ہیں اور زندگی گذارتے ہیں آدمی تجربہ کار اور بہت دور تک
سوچنے والے ہیں اور بہت ہوشیار ہیں مگر زمانہ جب مخالفت

کرتا ہے ساری عقل بیکار ہوتی ہے انسان سوچتا کچھ ہے اور ہوتا کچھ ہے اپنی تدبیر کام نہیں دیتی ہے جب زمانہ مخالف ہو تو انسان کو اپنے گذشتہ اعمالوں پر توبہ کرنا اور خدا سے پناہ مانگنے کے سوا چارہ نہیں ہے تقدیر پر حوالہ کرکے صبر سے رہنا پڑتا ہے۔

۲۷۔ لالہ بجناتھ لال کا مکان مختصر سا تھا۔ ان کے پاس جورو لڑکا کچھ نہ تھا انہوں نے اسو جہکر شادی نہ کیا کہ وہ کہتے تھے کہ اون کا روزگار اس وضع کا ہے جس سے وہ خوف زدہ تھے کہ ہر وقت اون کا پیر جیل میں ہے عمر بھر بہت کمائے اور کھانے اور کچھ پہننے میں صرف کیا اور اپنے بھانجے لالہ شیو پرشاد کے ذات میں صرف کیا وہ مشبہ نویس تھے اس فن میں وہ اسقدر ہوشیار تھے کہ ہر شخص کا حروف بجنسہ وہ اوتار دیتے تھے اور اس امر میں وہ یکتا آدمی گذرے دو چار صفحہ بھی کسی کا لکھا ہو تو وہ ویسا ہی حروف لکھ سکتے تھے عجیب قسم کے لاجواب منشی گذرے خدا نے اون کے ہاتھ اور آنکھ میں ایسی قدرت دی تھی کے اون کو اس کام میں وقت نہیں ہوتی تھی اس کام کو وہ بدقت نہیں کرتے تھے بلکہ جلدی اور تخلیہ میں کرتے تھے یہی روزگار تھا اور اپنے زمانہ میں وہ مشہور آدمی تھے مقدمہ پرداز آدمی اکثر اونکے پاس آتے اور بہت وافر مزدوری لیتے تھے اور ظلمی آدمی تھے اور شیو پرشاد لال بھی اون سے مشابہ تھے وہ پچاس کے عمر میں فوت ہوگئے

شیوپرشاد جوان ہی مر گئے مکان و اسباب ورثا نے فروخت کر دیا اب کوئی اونکا
نام لیوا نہیں ہے اس زمانہ کو ۵۰ برس سے کم نہیں گذرا ہوگا اونکے دیکھنے والے نقل
کے سننے والوں میں اب تک شیخ امیر جان زردوزی والے ہنوز زندہ ہیں انکے
ہنر سے فائدہ و نقصان دونوں ہوا بعض بن گئے بعض بگڑ گئے ان کا مکان
میدان ہے جو راقم کے اصطبل میں در آیا۔

۴۸ بسنتو و رام لال جواہر لال چوراہے لودی کٹرہ کے رہنے والے
تھے اور ان لوگوں نے اپنا اپنا روزگار کلی سازی کا رکھا تھا اپنے اپنے زندگی میں عیش سے
گذار گئے اسی چوراہے پر ان کا ڈل مکل مشہور تھا جب یہ لوگ مر گئے ڈل
مل کا کوئی کاریگر نہ رہا ہنوز مکان قائم ہے اور ورثا بھی زندہ ہیں۔

۴۹ بھیکھن چوڑی ساز بہت سن دار آدمی قریب نوے (۹۰) کے سن کا
اس چوراہا پر تھے ان کے خاندان کے لوگ سب بہت سن دار ہو ہو کر مرے
ایک نئی بات ان کے بدن میں دیکھا ان کو تین دفعہ دانت نکلا ایک دودھ کا
دانت ٹوٹا دوسرا جوانی کا دانت ٹوٹا تیسرا دانت ستر برس کے عمر بعد ہوا
چھوٹا اور گھنا تھا جوان کے قبر تک گیا راقم نے بچشم خود ان کو دیکھا تھا ان کے
خاندان میں ہر آدمی کو تلا پایا چنانچہ تین چار عورتوں کا تلا پن دیکھا اسکے
خاندان کے عورت رانی تو بہن تھی اب جس مکان میں وحید میاں برادر مولوی
معین الدین خان بہادر ہیں وہ اسی عورت کا تھا شبرن نے بھی بہت سن پایا
وہ بھی اسی خاندان کے تھے نوے کی عمر سے زیادہ عمر ہوں گے ان سب کا قوی اچھا
تھا۔

نمبر ۵۰ نیاز احمد خان جمعدار غازیپور کے رہنے والے بڑے وجیہہ اور قوی ہیکل آدمی مدتوں تو دیکٹرہ چوکی میں رہے اوسوقت پولس کے اتنے اختیارات وسیع نہ تھے جو اب ہیں مگر ان کا وہ رعب تھا کہ اب ویسا رعب کسی انسپکٹر کا بھی نہیں ہے ان کے صورت سے لوگ خوف زدہ رہتے تھے ان کی ڈپٹ غضب کی تھی ٹھیٹ متقی پرہیزگار خوش ملنسار آدمی تھے شرفا اور رؤسا سے بہت ربط تھا اسوقت یہ محلہ جرائم سے خالی تھا اسوقت نہ اتنی آزادی تھی نہ اسقدر شریر نوجوان و جہلا تھے۔

نمبر ۵۱ عبدالغفور جمعدار کا مکان حسین گنج اٹنہ ٹول گھر کے پاس تھا وہ بہت نیک مگر ڈیوٹی کے بہت سخت آدمی تھے اون کے وقت میں بھی محلہ امن سے رہا اور علاقہ میں جرم کم ہوا ان کو عقل سیاست کی خداداد تھی ان سے پبلک راضی بہت رہی ان کی سختی ڈیوٹی مشہور ہے جس کا رعب پڑا ہوا تھا بے لوسی سے کام کرتے رہے اور پنشن پا کر مرے ان کے لڑکے مدتوں جہاں گنج میں کورٹ منشی راقم کے اجلاس میں تھے اور ہنوز پولس لائن میں ہیں نام یاد نہیں ہے پولس جب غیر جانب دار اور ایمان دار رہتی ہے تو جرائم خود بخود کم ہو جاتے ہیں اور تفتیش مقدمات میں کچھ دقت نہیں ہوتی ہے کچھ دنوں بعد نور نبی ساکن علاقہ بہار اس چوکی نو دیکٹرہ میں آگے وہ بہت قد آور وجیہہ اور پہلوان آدمی تھے اور رعب گویا تھے ان کے زمانہ میں بھی ظاہری وجاہت اور باطنی دیانت نے بہت با اثر جمعداری کی

ان تینوں پولس کے وقت میں لوگوں کی شرارت دبی رہی لوگ تو ہر زمانے میں تھے اور رہتے ہی ہے مگر اچھا آدمی اچھا اثر ڈالکر اپنا کام چلاتا ہے اور شر و فساد کو روکتا ہے بعض آدمی تو اپنی ترقی کے لئے مقدمات پیدا کر دیتے ہیں اور خوف خدا نہیں رکھتے اکثر غیر مجرم قانونی چکر میں آجاتے ہیں اور مفت سزا پا جاتے ہیں ان لوگوں میں خاص خاص باتیں قابل تعریف تھیں اسلئے تذکرہ لا دمی تھا ایک زمانہ داروغہ احمد حسین ساکن بدوں کا تھا جب وہ خواجہ کلاں میں تھے انہوں نے بھی بڑے زور کے داروغائی کیا اور اچھا حاصل کیا اون کے ایک بھائی عمر بھر لودی کٹرہ چوکی میں کانسٹبلی کی نعانیا اونکا نام محبوب حسن تھا یہ بہت نیک اور متقی کانسٹبل تھے یہ تقدیری امر تھا یہ بہت گورے اور حسین آدمی تھے اور داروغہ جی بہت کالے آدمی تھے مگر اونکی تقدیر اون سے کہیں اچھی تھی وہ افسر رہے اور یہ کانسٹبل ہی رہے داروغہ جی بہت ہوشیار تھے اونکی اولاد میں لوگ موجود ہیں اور اونکے بھائی کی اولاد بھی ہے دونوں نے پنشن پا لیا تھا۔

۵۲۔ منشی کشن لال و بابو کیشو لال و گوبند پرشاد ان لوگوں کا مکان اسی لودی کٹرہ میں چوراہے کے پاس تھا منشی کیشو لال جوانی میں کہیں چلے گئے تھے مدتوں اون سے ملاقات نہو سکی کچھ حال اون کا راقم کو نہ ملا گوبند پرشاد مصوری کرتے تھے وہ بھی محلہ چھوڑ کر کہیں چلے گئے مصوری میں بہت طناق تھے بابو کشن لال نے

اوائل زندگی بہ تکلیف گذارا مگر متانت اور سنجیدگی ان میں ابتدا سے
رہی کم سخن آدمی تھے خدا نے ان کو اچھا اقبال دیا بدربار فقیر چند
ساؤجی میتن گھاٹ میں ملازم ہوئے آخر کار منیجر ہوئے مہاجنی
کار بار تھا۔ زمینداری بھی اچھا حاصل کیا اور آقا کی خیر اندیشی
بھی کرتے رہے اور اوپر سے اپنے عقل اور اقبال کے زور سے
کماتے رہے انگریزی بھی تھوڑی جانتے ہیں نہ یہ ولایت گئے
نہ بی اے پاس کیا نہ وکالت کیا نہ کوئی دولت مند آدمی تھے
سلف میڈ مین ہیں از خود ترقی یافتہ ہوئے اسوقت اون کی حیثیت
بہت اچھی ہے۔ ہزاروں جونیر وکلا اور سیکڑوں ملازم سرکار سے
اچھی زندگی خود مختاری کی گذارتے ہیں اور ممدوح خلائق اور
بے ضرر آدمی ہیں محلہ والوں کو ان پر بھروسہ ہے۔ عوام آپس کے جھگڑوں
میں فریقین برابر ان کی ثالثی پر اعتبار کرتے ہیں یہ پابند مذہب بھی
ہیں بے تعصب بھی ہیں اور مزاج میں بردباری کا مادہ بھی ہے۔ خدا جسے
اقبال دیتا ہے تو صفات حمیدہ اوس میں خود بخود پیدا ہو جاتے
ہیں۔ آدمی کا نصیب پتہ کے نیچے ہے موقع آجانا شرط ہے ہوا
بدلی رخ پلٹا۔ جو لوگ انگریزی دانی پہ ترقی کا انحصار رکھتے
ہیں وہ باوجود تعلیم یافتگی کے مذہب سے جدا ہیں خدا پر ان کو
بھروسہ نہیں ہے۔ ہزاروں ہزار مثالیں اسی قسم کی ہیں ہزاروں بی
جو نہ بی اے نہ انٹرنس ہیں مگر لاکھوں لاکھ کے آدمی ہیں

گروجی کے پاٹ شالے کے پڑھے ہوئے قسمت کے ایسے تیز ہیں کہ اعلیٰ تعلیم یافتہ سیکڑوں اون کے ملازم ہیں۔ میری گروہ کے اعلیٰ التعلیم یافتہ لوگوں کا اگر یہ دماغ ہے کہ اون میں کوئی نایاب جوہر ذاتی پیدا ہو گیا ہے اور دنیا والوں سے وہ افضلیت رکھتے ہیں تو اون کو غور کرنا چاہیے کہ زیادہ تر حضرات کو ملازمت ہی کی طرف متوجہ ہونا پڑتا ہے اور نہوں نے اعلیٰ التعلیم یافتہ ہو کر کیا حاصل کیا ایک قسم صلاغلامی کا حاصل ہوا اتنے محنت اور جاں فشانی سے کیا پایا تلاش روزگار انگریزی پر اگر روزی کا دارمدار ہے تو غیر انگریزی داں مورثوں نے کیونکر اون سے زیادہ روزی پایا تھا۔ اگر علم کا نتیجہ مصرف ہونا ہے اور عجب پیدا ہوتا ہو تو وہ علم حجاب اکبر ہے علم کی روشنی دماغ میں آئی تو وہ علم کیا ہوا اعلیٰ تعلیم یافتوں کو بردبار متین منکسر مذہبی اقتدار رکھنے والا ہونا چاہیئے اور بالکل خدا پر بھروسا رکھنا چاہیے۔ حصول علم کی تو تاکید رسول اللہؐ نے فرمایا ہے حاصل کرو علم اگرچہ چین جا کر ہو۔ اعلیٰ تعلیم پاکر اپنے مذہب سے ناواقف رہنا اپنے مذہبی عقائد سے پھرنا خدا پر روزی کا بھروسہ ترکھنا کس تعلیم نے بتایا ہے قرآن پاک تو ام الکتاب ہے اوسکی تعلیم کا اثر لیکر اگر دنیاوی تعلیم ملا کرے تو زمانے کا یہ رنگ نہ رہے آدمی آدمی ہو جائے۔ آخر خدا اپنے ہر بندوں کو

تعلیم یافتہ ہوں یا غیر تعلیم یافتہ کس کس طریقہ پر روزی دیتا ہے تعلیم
و تربیت تو دنیا میں عقل معاش کا ایک ذریعہ ہے ایک آلہ ہے علم پر روزی
ہرگز موقوف نہیں ہے جن نوجوانوں کو اس ناچیز کی تحریر پر شبہ ہو
وہ بازاروں میں بہ نظر غور ملاحظہ کرتے جائیں روزی رساں کے
کتنے ذرائع وہ خود دیکھ سکتے ہیں اور پھر وہ ملان کرتے جائیں
کہ ملازمت والوں کی زندگی سے اور خود مختار لوگوں کی زندگی سے
کتنا آسمان زمین کا فرق ہے اور کس کی زندگی آسایش کی گذرتی
ہے اور کون خوش زندگی گذارتا ہے اور کون پس ماندہ چھوڑ
جاتا ہے اور کس میں قدرت اور صلاحیت پس ماندہ چھوڑ کی
رہتی ہے چھوٹے سے چھوٹے حرفت اور صنعت والوں سے
ملیئے اور تجارتی دنیا کی سیر کیجئے اور بنئے مہاجن مارواڑی
اور چھوٹے چھوٹے دوکانداروں کے طرف توجہ فرمایئے آپکو
خود پتہ مل سکتا ہے کہ اعلی تعلیم یافتگی کے بعد آپکو کس لائن
میں آنا چاہیئے اور کیا کرنا چاہیئے اور درحقیقت کون لائف اچھی ہے
مثل مشہور ہے " ادتم کھیتی (بہترین پیشہ کاشتکاری ہے) گرہستوں کی
لائف نیل والوں سے ملکر اونکی فیکٹریوں کو ملاحظہ فرمایئے ایک نواب کی
زندگی بسر کرتے ہیں چھوٹے چھوٹے کاشتکار کیسی خوش زندگی اور
کتنی محنت کے بسر کرتے ہیں اور کیا برکت ہے اور اون کا خانہ ورن کی
چیزوں سے بھرا ہوا رہتا ہے جو لائف اونکی ہے اوس کے اندر اونکا سرمایہ

کافی ہے دس بیس آدمی کے وہ پرورش کر لیتے ہیں گو فٹ فاٹ نہیں ہے
مگر جس حوصلے سے وہ مہمان نوازی بلا تکلف کر لیتے ہیں بڑے لوگوں سے
نہیں ہو سکتے وہ بلا جبر بے تکلف انجام کر لیتے ہیں اور خوش رہتے ہیں فٹ فاٹ
والے پریشان ہو جاتے ہیں - ملہم بیان (گرہستی کے بعد بہ مجبوری تجارت
ہی) ترجمہ شیوہ (ملازمت مکروہ بات ہی) بھیک ندان (بھیک بدترین کام
ہی) مگر دنیا ٹھیک اولٹا جا رہی ہے۔ قدرت کے فیضان سے ہم کو جدا کر رہے
ہیں - زمین ہی سے بنے زمین ہی میں ملیں گے زمین ہی پر رہتے ہیں زمین
ہی سے غلے میوے پھل پیداوار دوا پھول پتے کی خوشنمائی دے رہی ہے
اوسی سے نفرت ہے میری ساری ضرورت زمین سے مہیا ہوتی ہے
مگر ہم زمین سے بھاگنا چاہتے ہیں گورنمنٹ زمینوں کو میرے گلے
میں بذریعہ قانون باندھ رہی ہے مگر ہم اوس کی خدمت
نہیں کر سکتے اور اوس سے فائدہ نہیں لیتے جن کے پاس کچھ ہے
بھی تو جن داموں ہو سکتا ہے پھینکتے جاتے ہیں اب گویا ہند کی
زمین فی الواقع میری نہیں ہے کل خدمت گذار قوم کے ہاتھ میں
ہے میرے پاس رہنے اور گڑنے کی جگہ بھی نہیں ہے کرایہ کا مکان نہ لے
تو رہ نہیں سکتے شاید درخت کے نیچے رہنا پڑے گو عزیزاں نہ ہو تو
مرنے کے بعد گڑ بھی نہیں سکتے - کھیتی سے یوں گئے
گذرے - بڑی تجارت کے لئے روپیوں کی ضرورت ہے
وہ میسر نہیں ہے تقاریب اور رواسم کرنیکے لئے

قرض کر کے کریں گے۔ تجارت کے لئے روپیہ ندارد۔ قرض حسنہ
تو دینے کا نام نہیں اپنا بینک ندارد۔ بیوپار کی عادت نہیں
تجارت کو ذلت کی نگاہ سے دیکھیں رادھا کو نہ نو من تیل ہو
نہ رادھا ناچیں ایک دوسرے پر بھروسہ نہیں کمپنی کا اصول
نہیں آپس میں میل نہیں آپس میں ہمدردی نہیں ایک دوسرے کا
مددگار نہیں با خود ہا کا بیوپار نہیں تجارت یوں ہوا اور غیر ممکن
گھر کا آٹا گیلا کر کے علی ڈگریاں حاصل کیں تو ڈگریوں کے ساتھ
ڈگری کی عدالت بھی لازمی رہی اصراف طول اور طرز رہائش
فضول تیں ڈگریاں گویا مرتے دم کے ساتھ ہوئیں ایک تو
علمی دوسرے مہاجنوں کی تیسری عمر بھر فیشن وہ اصراف
بے جا کی تعلیم پانیکے بعد دو راستے ملے یا قانون پیشہ یا ملازم
پیشہ۔ قانون پیشہ بنے تو مدتوں جونیر رہکر سیکڑوں دقتیں
اوٹھانی پڑی دس بارہ برس پڑھا اور پانچ چھ برس
ڈرافٹ فاقے سے رہو ظاہرداری درست کرو کتابیں خریدو
دلالوں کو دو۔ فیشن سے رہو [illegible] بھا لو۔ تھرڈ کلاس
پر مست چڑھو یکہ لو رتی چھوڑ دو [illegible] و منشی رکھو تا اول
پر کچہری جاؤ جب کماؤ تب ادا کرو [illegible]
یا والدین کا سر کھاؤ تدبیر [illegible]
تلاش کی جائے بدستور رہی [illegible]

ملازمت ہوئی تو تیس ۳۰ برس چلائے وطن رہو ملکوں ملکوں
مارے مارے پھرے ہزاروں مصیبتوں اٹھائیں اجنبی لوگوں
میں رہے کوئی ہمدرد نہیں ہو سکتا پبلک سے جدا رہنا پڑا
ریز روڈ زندگی گذری محدود دائرہ افسران میں ملتے رہے
کوئی بدلا کوئی ادھر گیا کوئی ادھر گیا نہ یار رہے نہ مددگار رہے
مرتے جیتے کوئی شریک نہیں بال بچے اور ملازمین کے ساتھ
بے خان مان کوارٹروں میں کرایہ کے مکانوں میں گذران کرنا ہوا اسٹیشن
ہو بہو پسند کے لائق مکان ہو نہ ہو رہنا ہی پڑتا ہے۔ پوزیشن کے مطابق
اسباب رکھنا بھی ضرور ہے۔ سرکس والوں کی طرح آج یہاں کل وہاں
معہ اسباب ادلتے بدلتے رہے نقصان اسباب ہوا اخراجات میں
چور رہوے تیس برس بعد مکان واپس آئے تو مکان ندارد سامان
ندارد اسباب ندارد آبائی انتظام اور گرہستی سب برباد جو کمایا
وہ کھایا اور گھر کا مال سب گنوا دیا۔ آمدنی تہائی اور اخراجات
بے انتہائی۔ اب کیا کریں بھائی برادری اور متعلقین سے
تو عمر بھر کٹ آوف رہے۔ اب نئے سرے سے دنیا چلانی پڑی
انرجی غائب مالی حالت خراب وطن میں آئے بھی تو مسافر وار
رہنا پڑا جب تک روش زندگی درست کریں وہاں پیغام موت
سر پر سوار ہم گئے اور مابعد کے لئے کچھ سرمایہ نہ چھوڑ سکے وسے
بیچارے پریشان حال ہو کر رہ گئے خوب غور فرمائی یہ کوئی

لائف ہوئی کمایا کھایا یہ تو خدا کی شان ہے کہ دنیا چل رہی ہے ملازمت کا پھل اندرائن کے پھل کا مزہ دیتا ہے جو ہیں وہی سمجھ سکتے ہیں کیسی کیسی ضرورتیں پیش آتی ہیں اور رفع نہیں کر سکتے غریب تر لوگ مرتے ہیں شرکت ندارد۔ بیچینی اور مصیبت کو وہی جانتا ہے جس پر گذر جاتی ہے کہاں پیدا ہوا کہاں پلا کہاں گڑ تا ہے۔ تابعداری اور غلامی کی حقیقت تو یہ ہوئی اب دو پیشے رہ گئے تجارت خواہ بھیک تجارت ایک غیر مستقل پیشہ کا نام ہے۔ ہوا رخ پر چلی تو لاکھ ہوا الٹی تو لیکھ رہ جاتی ہے پتہ بھی نہیں ملتا کہ کہاں پہ تھے اور کس مقام پر آگرے تجارت کرنا کچے سوت میں بندھا رہنا ہے یہ دولت مستقل دولت نہیں ہے مگر مال میں بلا تجارت کے اضافہ نہیں ہو سکتا جسکی روش زندگی تجارتی اصول پر رہی ہے وہی ترقی پذیر ہوتا ہے۔ مگر تجارتی اصول میں پہلی چیز کفایت شعاری لازمی ہے۔ آمدنی زیادہ او خرچ کم جتنا شو کا کام کیا جاتا ہے اوس کے اندر منافع کا خیال پوشیدہ رکھا جاتا ہے ظاہری بھڑک نہ رکھا جائے تو تجارت بڑھتی ہوئی دکھائی نہ دیگی۔ اونچی دوکان اور پھیکا پکوان ہوا کرتا ہے۔ چھوٹی دوکانوں میں جو مال سستا ملتا ہے بڑی دوکانوں میں وہی مال بہت گراں بکتا ہے۔

دوسری شرط ایمانداری ہے۔ ہماری دنیا میں ایک دوسرے پر بھروسہ کرنا لازمی بات ہے۔

تیسری شرط وعدے کی پختگی ہے خلاف وعدگی ہوئی اور بازار بند۔ اعتبار میں فرق آیا۔

چوتھی شرط محنت ہے غفلت کی تو تجارت بیٹھ جائیگی۔

بھیک ندان یہ زندگی بدترین زندگی ہے یہ نکموں کی زندگی کہلاتی ہے اس میں پہلے بیحیائی ضروری ہے اور وقت کی بالکل قدر نہیں رہتی ذاتی عزت خودداری بالکل نہیں رہ سکتی مگر بے محنت مفت کا مال ہاتھ آتا ہے سوال کرنے میں ذرا ہچک نہیں ہوتا اسکی صورتیں سیکڑوں ہیں زیادہ تر مذہبی دھوکے کے شکلوں میں یہ کام انجام پاتا ہے۔ حالانکہ ایسی خیراتیں ہرگز ثواب میں داخل نہیں ہیں بلکہ حرمان حق مستحقین کا گناہ ہوجاتا ہے۔ خیرات اور سلوک کے مستحق معذور لوگ ہیں نہ کہ ہٹے کٹے جو کمانیوالوں سے زیادہ آرام کی زندگی گذارتے ہیں۔ ہندوستان میں بیسوں لاکھ آدمی فقیری پیشہ ہیں جنکی محنت سے کچھ بھی دنیا کو فائدہ نہیں پہونچتا اون کو خیراتیں دیجاتی ہیں وہ پیسے ضائع جاتے ہیں ایسے لوگ مصرف قوم ہیں اور لائق امداد نہیں ہیں مگر یہ سبھی خیراتیں ہرگز نہیں موجود ہے معذور مجبوروں کی پوری امداد نہیں ہوسکتی اون کا حق مارا جاتا ہے۔ بوڑھے اندھے لولے لنگڑے اپاہج بیمار کوڑھی لاوارث یتیم بیوہ عورتیں کوانری بچیاں محروم رہتی ہیں عقلمند حنگا دری کس کس بھیس میں کیسی کیسی عنوان سے

عیش کی زندگی گذارتے ہیں وسلوک خیرات مشتاق کیا کرنا قولاً اور بڑھیانا جائز ہے بہترین امداد اہل قرابت کے ساتھ نمبر اول میں داخل ہے اوس کے بعد یتیموں کا حق ہے اوس کے بعد معذوروں کا جو سفید پوش ہیں اون سائلوں کا جو حقیقتاً قابل امداد ہوں مستحق لوگ مصیبت کی زندگی گذارتے ہیں مشتاق لوگ لاکھ پتی ہو جاتے ہیں نصیب در کمانے والے منشی جی کے طرح کماتے ہیں خدائی دین ہے جس ہاتھ چاہے دے سکتا ہے۔

عشہ میاں ریاض مرحوم کا وہ مکان کشمیری کوٹھی میں تھا جس میں اب عبدالحی میاں نواسہ نے مکان بنایا ہے یہ ایک غریب متوسط آمدنی کے آدمی تھے پٹنہ کے رئیسوں کے صحبت میں اکثر جایا کرتے تھے اور اوس وقت کے رؤساؤں کی ذریعہ سے چیزوں کی خریداری کراتے تھے اور یہی صورت آمداد کی ہوتی تھی اس میں اون کی اوقات گذران ہوا کی ایک شریفانہ زندگی بسر کر گئے اور سفید پوشی سے زندگی بھر رہے کبھی کبھی مولود بھی کرتے لوگ ان کے یہاں جاتے تھے مگر بڑے بڑے خود دار رئیس پہلے غریبوں کے یہاں کسی تقریب میں بھی شریک نہیں ہوتے تھے اوسط درجہ آمدنی سے ملا کرتے تھے اوس وقت بھی اعلیٰ طبقہ والے امرا اوسط والے سے بھی ترک کر سکتے ہیں اور خودداری برتتے ہیں راقم

نے اسوقت کے بعض بعض معزز لوگوں سے اعتراضاً سوال کیا تھا
کہ آپلوگ غربا کو تحقیراً دیکھتے ہیں یہ خلاف مذہب بات ہے تو اون
لوگوں نے جواب دیا تھا کہ یہ ہندوستان ہے یہاں کی تعلیم مذہبی
وہ نہیں ہے جہاں مساوات برتا جائے یہاں کے لوگ ملکی
معاملے کے رو سے دباو پرست ہیں ان کے دماغ میں وہ
صلاحیت نہیں ہے جو مساوات کا استعمال کر سکیں اگر مساوات
برتا جائے تو ان میں شوخیاں بڑھ جائیں یہ اپنے منصب
بھول جائیں اور اپنے سطح سے بہت دور ہو جائیں جو
دوسرے اونچی سطح والوں کے لئے مضر اور باعث بے عزتی
ہوگا غربا کیا ہر کس و ناکس اس قدر خود غرضیوں میں وابستہ
ہے کہ خدا واسطے کوئی کسی سے نہیں ملتا کچھ نہ کچھ پوشیدہ
اغراض دل میں ضرور لیئے رہتا ہے اسلیئے اعلیٰ طبقہ والے
صرف مالی امداد تک اپنے کو محدود رکھتے ہیں اور وقتاً فوقتاً
اونہوں کی ضروریتیں پورا کر دیتے ہیں ہر طبقہ اور سطح کے لوگوں
کا چلن دوسرا ہے اکثر وہ ناجائز امداد کے خواہاں ہوتے
ہیں جو اونچے طبقہ والے کے خودداری کے لئے مضر ہو جاتا ہے
ورنہ دل میں تحقیر کرنا خلاف مذہب ہے اور گناہ ہے
دلی مساوات رکھنا اور ہمدردی کرنا انسانی فرض ہے جوان
تو ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں ایک بڑا مار کر چھوڑتے

تو سیکڑوں برنے جمع ہو جاتے ہیں ایک کوا مصیبت میں آتا ہے تو سیکڑوں کوے جمع ہو جاتے ہیں ایک کتا بھونکتا ہے تو دور دور تک کے کتے بولنے لگتے ہیں انسان کیا جانوروں سے بدتر ہیں جو اتنا بھی ہمدردی اور اظہار ہمدردی نہ کر سکیں گے یہ تو فطرتی بات ہے ہر گروہ ہر قومی وقت پر جوش میں آجاتی ہے اور اپنے اپنے گروہ کی خیر اندیش ہر کوئی کتنا ہی بدچلن ہو فاسق ہو فاجر ہو مگر خدا کی قدرت ہے موقع پر اسے مذہبی جوش آجاتا ہے اور انسان متعصب ہو جاتا ہے مگر روزمرہ کی زندگی میں خودداری اور فرق مراتب دنیاداری کا ضروری کام ہے انسان اگر خوددار نہ رہا وہ دنیا میں بے عزت ہو کر رہے گا جو بڑے کو بڑا اور چھوٹے کو چھوٹا نہیں سمجھتا وہ بد تہذیب اور بے اصول آدمی ہے پیغمبر اور عوام الناس برابر نہیں ہو سکتے حاکم اور مجرم کا رتبہ برابر نہیں ہے چور، چور ہے پولیس پولیس ہے منصب کا فرق کے بغیر دنیا چل نہیں سکتی اگر سب آدمی برابر سمجھیں جائیں اور اونچ نیچ کا فرق نہ رکھا جائے تو باپ بیٹے میں کیا فرق رہیگا دونوں دوست ہی بن جائیں گے آقا ملازم برابر حق رکھیں تو کوئی ڈیوٹی دنیا کی ادا نہ ہو سکے گی افسر اور ماتحت اگر مساوات برتیں تو بد رعبی ہوگی حاکم و محکوم کا فرق نہ رکھا جائے تو انتظام ملکی میں خرابیاں پیدا ہو جائیں استاد و

شاگرد برابر ہوں تو تعلیم میں نقصان ہو گا علی ہذالقیاس اسی لیے
لوگ اپنے کو الگ تھلگ رکھتے ہیں اور خودغرضوں سے اپنے کو
بچاتے ہیں گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی ہے برابر والے آپس میں
خوب ملتے ہیں جہاں بالکل مساوات برتا جاتا ہے وہاں خود
غرضیاں نہیں رہتی ہیں اور اوسیکو نباہ ہے خود غرض اپنے حاجتوں
کے بدولت اپنے دل میں خود اپنے کو ذلیل جانتا ہے ضرورت
مجبور کرتی ہے آنکھ پر پردہ حجاب ضرور آجاتا ہے اور وہ
خوددار رہتے ہیں مجھے یہ جواب اونلوگوں کا تجربتاً صحیح ثابت ہوا
۵۴ پیارے صاحب گھوڑے سوار کا مکان ریاض میاں
مذکور کے بغل میں تھا یہ ایک اوسط آمدنی کے شریف آدمی تھے
اس خاندان میں میر واجد حسین مرحوم ساکن حاجی گنج کے پہلو
کی شادیات ہوئیں تھیں ان سے یہاں کے شرفاسے آمدورفت
تھی لوگ ان کو شریفانہ نگاہ سے دیکھتے تھے یہ بڑے وضع دار
تھے یہ بالکل لکھنو وال کھاتے کی زندگی گذار گئے روزگار صرف
گھوڑے سواری کا تھا یہ ہندوستانی مذاق وقت کے موافق گھوڑے
پھیر کر سناتے تھے اوسوقت رؤسا کے پاس زین سوار کی گھوڑے
بہت تھے ہر شخص کو گھوڑے سواری کا ذوق تھا اندازی ۳۰
برس کے ہوا ہوگا مرگئے یہ اور ریاض میاں دونوں شیعہ مذہب
تھے اوسوقت کے رؤسا بجز شرفا کے اور کسی ذات کے آدمی کو اپنا

اوستاد کسی فن میں بنانا معیوب جانتے تھے۔ اسلئے ماہران فن زیادہ غریب شریف ہی ہوا کرتے تھے کوچبان اکثر میر صاحب یا خاں صاحب یا برہمن وراجپوت کے سوا دوسرا نہیں ہوتا تھا کسی معمولی ذات کے آدمی کے پیچھے سواریوں پہ بیٹھنا قبول نہیں کرتے تھے جب سے اس کی قید جاتی رہی ہر ذات کے لوگ ہر قسم کا پیشہ کرنے لگے اور طرح طرح کی اب شرارتیں ہر پیشے میں موجود ہیں۔ ہمارے صاحب میر واجد حسین حاجیگنج کے سمدھی تھے اور وزیر نواب مرحوم کے سسر تھے ادھیڑ ہو کر مرے۔

۵۵ شیو بابو کا مکان کشمیری کوٹھی میں تھا

وہ بڑے معقول پہلوان خوش وضع خوش لباس خوش خوراک اوسط درجہ کے آمدنی کے رئیس تھے اون کا مکان ہنوز موجود ہے۔ راقم کے علم میں اون کو اولاد نہ تھی مختصر سا مکان تھا جس میں پوجے پاٹ کی اسباب کے ساتھ ساتھ رہایش کے اسباب سنو قینی کے ساتھ بھر تھے طور کے ہندوستانی مذاق کے موافق موجود تھے فرش و فروش صاف ستھرا کھانا ہندوانہ رہایش بالکل مسلمانہ تھی اوائل زندگی آزادانہ کٹی آخر عمر میں مالی نقصانات ہوئے اونھوں نے اپنی روش زندگی بدلا اور بقیہ زندگی پوجا پاٹ میں گذار کر پچاس کے سن کے اندر

انتقال کر گئے اندازی ۲۰ برس گذرے ہوں گے وہ مذہبی زندگی گذار کر مر گئے اون کے ورثا مکان میں ہوں گے۔ راقم کو بعد اون کے پھر کوئی صحیح خبر نہ ملی ان سے مسلمانوں سے بڑا ربط تھا۔ جب تک انسان خراجی کی زندگی گذارتا ہے سینکڑوں یار دوست چلتی میں ساتھ رہتے ہیں اوسوقت احباب کی کیا کمی ہے جب مالی حالت خراب ہوتی ہے اوسوقت ایک ملاقاتی بھی نظر نہ آتے ہر مصرف نوجوانوں کے احباب ہر زمانے میں بہتیرے پیدا ہو جاتے ہیں ایسے احباب دستر خوان کے بلی کہلاتے ہیں انگریزی کی ایک مثل ہے عقلمند کھا جاتے ہیں اور بیوقوف کھلاتے ہیں جہاں کی یہ تعلیم ہے وہاں بجز کھانیکے کھلانیکا سامان اب کون کرتا ہے اسوقت بھی متمول نوجوانوں اور اسٹوڈنٹوں کے کتنے کھانے والے احباب پیدا ہو جاتے ہیں اسکولوں میں جا کر ملاحظہ کر لیجیے کھانے والے اکثر غریب کے بچے ہیں اور اوسط طبقے کے لوگ ہوا کرتے ہیں اعلی طبقہ کا لڑکا اوسوقت بھی کھلانیوالا ہوا کرتا تھا اور آج بھی وہی بات ہے دراصل صحبت کو برباد کرنیوالے ادنی طبقے والے ہوا کرتے ہیں اونکی کوتہ دماغی اپنے منافع کی طرف دماغ کو لے جاتی ہے وہ حضرات قوم کی اصلاح کی طرف توجہ نہیں کرتے اوسط طبقہ والے اپنی حیثیت پر

نہیں چلتے اون کے ملنے والے اعلی طبقے کے لوگ ہوتے ہیں
وے دوست بنکر ادنےطبقے والے سے ذاتی اغراض رکھتے
ہوئے اپنی سطح میں کھینچ لاتے ہیں اسی لئے اپنے اپنے
سوسائیٹی کے مطابق احبابیہ رکھنا ہی مناسب ہے جہاں
اونچ نیچ ہو وہاں دوستی نبھا نہیں سکتی ایک نہ ایک دن کھٹکے گی
کسی ایک کو ذلت وخواری اوٹھانا ہوگا۔ جو سنبھل کر نہیں
چلے گا آخر عمر میں اوس کو زندگی بدلنا پڑیگی سیکڑوں واقع
نظر سے گذر گئے عصمت بی بی از بے چارگی ہے جامہ نذارم
دامن از کجا آرم۔ جو عقلمند ہیں وہ مذہبی رخ پکڑ لیتے ہیں جو
ستار عیوب ہے جو بدنصیب ہیں وہ مفلوک الحال ہوجاتے ہیں
بعضے مذہبی دھوکہ باز مقدس بن بیٹھتے ہیں بگڑے رئیس مکار
فقیر بنکر زندگی گذارنے لگتے ہیں۔ بعضے کا رخ حقیقتاً پلٹ
جاتا ہے وہ اپنا منہ خلق اللہ کو دیکھانا نہیں چاہتے گوشہ
نشین خدا پرست ہوجاتا ہے۔

شیو بابو کا امام باڑہ ہنوز یادگار کشمیری کوٹھی میں موجود ہے
اوس وقت موجودہ فیلنگ نہ تھی مسلمان ہندوؤں کے
پرب میں مدعو کئے جاتے تھے بسنت ہولی جنم اسٹمی
شادی و غمی میں شریک ہوا کرتے تھے۔ راقم خود
ہر موقع پر شریک ہوا کیا۔ خنکہ قبرستان میں ہندو دوستوں کے

مٹی میں شریک دیکھا اور خود تین چار آدمی کے لاش کے
ساتھ دریا تک گیا ہوں۔
۵۷ حسن نواب صاحب کا نام باغ والے نواب
کرکے مشہور تھا۔ آپ کا مکان کشمیری کوٹھی میں ہنوز موجود
ہے۔ جس میں اب محمد نواب صاحب کے از قرابت دار قریب
حسن نواب صاحب کے ساکن ہیں حسن نواب صاحب بڑے
خوبصورت گورے آدمی تھے آمدنی بھی اچھی تھی یہ شیعہ مذہب
تھے ان کی زندگی رندانہ گذری اس محلہ میں جو کشمیری کوٹھی
بولا جاتا ہے اکثر خاندان شیعہ مذہب لوگوں کی موجود ہیں جو
آپس میں سب قرابت دار ہیں۔ ابتدا میں یہاں کشمیری ہی لوگ
آکر بسے تھے اس لئے اسے کشمیری کوٹھی بولتے ہیں ان لوگوں کے
شادیات پہلے آپس ہی میں ہوا کرتے تھے رفتہ رفتہ مغلپورہ
دیوان محلہ نون گولہ میں قرابت داریاں ہوگئیں اور اب
باہر باہر بھی ہے پھر گذری پر سے بھی تعلقات ہوگئے ہیں
اس مکان میں مولوی آل احمد صاحب راقم کے چچیرے پھوپھا
مدتوں رہے اور اس مکان میں بڑا بڑا جلسہ اور مجمع رہا کیا
جسقدر یہ مکان اور محلہ آباد تھا و تنا ہی اب سناٹا ہے ہر گھر
اس محلہ کا متمول تھا اور ایک سے ایک آدمی پر سلیقہ اس
محلہ میں تھا اب تک جو ہیں وہ پُر سلیقہ لوگ ہیں کشمیری لوگ

کسی حال مین رہی مگر سلیقہ مندی ان لوگون کے فطرت
مین ہے عورت و مرد سب سلیقہ مند مین حسن نواب بھتیجے مرحوم
بہت بے ضرر اور بڑے ہنس مکھ اور پرمذاق آدمی ادھیڑ
ہوکر مرے اندازی ۲۰ برس گذرا ہوگا انکا انتقال ہو گیا اب
تک انکے احباب اور دیکھنے والے زندہ ہین ان کے
ایک بھائی یا اخص قرابت کے جعفر میان ہنوز زندہ ہین جو
بوجہ علالت بالکل گوشہ نشین ہو گئے ہین اور مجرد زندگی
گذارتے ہین ان کی مالی حالت پہلے اچھی تھی اخر مین کچھ نقصان
ہو گئے انہون نے گوشہ نشینی کر لی محمد نواب صاحب و علی نواب صاحب
دو بھائی تھے انکے والد مغلپورا مین رہتے تھے انکے ایک
بھانجے یا قریب تر رشتہ دار نہایت خوبصورت ادمی
تھے جو مغلپورہ مین رہتے تھے افسوس ہے کسی نے انکو
مخدرات کا عادی کر دیا پھر تو انکی تندرستی نے ایسا جواب
دیا کہ اونکی شکل بالکل بدل گئے دیکھنے والون کو افسوس
ہوتا تھا اونکا سارا حسن جاتا رہا اخرکار جوان ہی مر گئے غالباً
اولاد بھی راقم کو تحقیق خبر نہ ملی مگر شہر والون کو اون کے
مرنیکا افسوس ہوا حالانکہ اُن سے لوگون سے ربط بھی زیادہ نہ تھا
مگر انکی صورت اور خوش نمائی جامہ زیبی اور نیکی بے وجہ بھی
یاد کر کے دیکھنے والے افسوس کرتے ہین علی نواب صاحب

اون کے والد اور محمد نواب صاحب نے اپنی اپنی زندگی بے
ضرر گذاری آمدنی بقدر گذران تھی اور بہت سیدھی چال
سے چلے علی نواب جوان ہی مر گئے محمد نواب صاحب ہنوز
زندہ ہیں اور صاحب اولاد ہیں یہ بڑے ہنرمند آدمی ہیں
اور دستکار ہیں ان لوگوں میں ایشیائی تہذیب و
ترتیب کا بہت اثر تھا شیعہ مذہب والوں کو لکھنؤ والوں
سے تعلقات آمد و رفت کے رہا کرتے ہیں اسلئے اب تک تو انگریزی وال
نہیں ہیں وہی تہذیب و ترتیب کا اثر رکھتے ہیں اور انگریزی
دانی پھر بھی کچھ اثر سوسائٹی کا نمونہ موجود ہے لیے فیلے کا طریقہ
لکھنؤ والوں سے ملتا جلتا ہے ان لوگوں کی ترکیب ملنساری کو
دیہاتی اور جنگلی لوگ ہرگز نہیں پا سکتے ان لوگوں کی عورتوں
میں بھی جو طریقہ رہائش ہے وہ دیہاتی عورتوں میں تمول سے
تمول گھروں میں نصیب نہیں ہے طرز و انداز گفتگو مردانہ اور
زنانے بول دلی خوش گن ضرور ہیں زبان کا بھی خیال ہے
و تذکیر کا بھی لحاظ اس مذہب والوں میں دیہاتیوں سے کہیں
زیادہ ہے یہ لوگ چونکہ تعداد میں کم ہیں آپس میں میل جول
مجمع کے وقت ضرور دکھاتے ہیں۔
مرزا الیاس حسین لکھنؤ کے ایک آدمی کشمیری کوٹھی میں
رہتے تھے وہ بڑے مذاق والے آدمی بہت گورے بالکل یورپین

رنگ کے آدمی تھے بہت تھوڑی آمدنی کے آدمی تھے مگر بہت
آزاد آدمی گذرے ہر وقت ہنسی مذاق میں ان کی زندگی خوش
گزری وہ وہ نقلیں کہتے تھے کہ آدمی ہنستے ہنستے لوٹ جاتا تھا
جوان ہی مر گئے اون کے ایک عزیز قریب جو محدث کرکے مشہور
ہیں اب تک زندہ ہیں اور ملازمت اور دیگر تجارت سے اپنی
اوقات گذارتے ہیں مرزا الیاس کو مرے ہوئے ۱۵ برس
گذرا ہوگا۔

۵۸ میر نثار حسین ایک بوڑھے آدمی کشمیری کوٹھی میں بہت ریاضی
داں آدمی گذرے ہیں انہوں نے کپاس چند قسم کا ایجاد کیا تھا
اور گورکھ دھندھا سیکڑوں قسم کا بناتے تھے اون کے
دماغ میں قوت ایجاد خدا نے دیا تھا حالانکہ انگریزی بالکل نہ
جانتے تھے اون کے لڑکے تھے ایک نظیر میاں دوسرے کلو میاں
وہاں کے وقت تک ان لوگوں کی زندگی اچھی گذری ان کے بعد
ان لوگوں کے سنگت گورے والوں سے ہوئی اور مے نوشی کے
عادی ہو گئے اور پریشان زندگی گذری وہ لوگ بھی صاحب
اولاد تھے مگر پھر کچھ حال نہ معلوم کلو میاں کا جوانی ہی انتقال ہو گیا
نظیر میاں کا کچھ حال نہیں ملتا حالانکہ دونوں کو انہوں نے اپنے
فن کی تعلیم دیا تھا اور دونوں اپنے اپنے فن میں ہوشیار تھے
اور کچھ جائداد و مکان بھی چھوڑا تھا مگر بعض یار دوستوں نے انلوگوں

کے ساتھ دوستی کے پیرایہ میں دشمنی کر کے ان لوگوں کے آئندہ
زندگی برباد گیا دوستی کا جانچنا آسان نہیں ہے حقیقی دوست
وہی ہے جو اچھی راہ بتائے دشمن وہی ہے جو بُری راہ چلائے
مگر نوجوانوں کو بلا تجربہ پتہ کہاں ملتا ہے کہ اچھی راہ کون ہے
اور بُری راہ کون ہے میں مختصر طور پر

ظاہر کر دیتا ہوں کہ جوانوں کو وقت نہ ہو جو بات مطابق عقائد
مذہبی جائز ہے وہ اچھی راہ ہے اور ہے مذہبی مقدسوں سے دریافت کریں
اور جو بات عقیدتاً اور مذہبیاً منع ہے وہی بُری راہ ہے یہ بھی مذہبی
مقدسوں کو معلوم ہے عوام الناس سے مشورہ نہ لیں اور اپنی
رائے پر بھروسہ نہ کریں مذہبی مقدس اپنے جی کی بات نہیں بتائیگا
وہ خدائی قانون بتائیگا خطائی الاجتہاد ہوگا مگر قانون شکنی نہیں
توڑے گا جب تک ۴۰ برس کی عمر نہ گذر ے اور دنیا کی ٹھوکریں
نہ کھائے اپنی رائے پر چلے گا وہ ضرور دھوکے کھائے گا والدین
اگر خواندہ اور سن رسیدہ ہیں تو وہ بہترین مشیر ہیں اون سے بڑھ
کر کوئی خیر اندیش نہیں ہو سکتا دنیاوی اور علمی اوستاد تعلیم دے
سکتے ہیں مگر دین کی اچھی بُری راہ مذہبی مقدس ہی بتا سکتے ہیں
میر سید فرحت حسین صاحب راقم الحروف کے حقیقی چچازاد بھائی تھے اور
بہنوئی بھی تھے میر عنایت حسین صاحب ولد میر فرحت حسین
یکے از اہل خاندان ہیں وہ اس خاندان کا حال راقم سے زیادہ

Marfat.com

جانتے ہیں۔

۵۹ ۔ صاحب بھی ایک بوڑھے آدمی کشمیری کوٹھی ہی میں گذر رہے ہیں یہ بھی متوسط آمدنی کے آدمی تھے تجارت بھی کچھ کرتے تھے ان میں ایک خاص کمال پگڑی کے بندش کا تھا ایرانی پگڑی جو شادیات میں پہلے باندھی جاتی تھی اور استعمال ہوتی تھی ان سے بہتر شہر میں کوئی بھی باندھ نہیں سکتا تھا شادیات میں سب لوگ ان سے پگڑی بندھوایا کرتے تھے جو بلا معاوضہ یہ باندھتے تھے شہر بھر میں دو ہی آدمی اس کام میں استاد تھے ایک مولوی کاظم حسین ہیڈ مولوی پٹنہ سیٹی اسکول اور ایک یہ تھے مولوی صاحب تو ادیب تھے راقم نے پوری الف لیلا عربی میں مولوی صاحب سے پڑھا تھا یہ اس فن کے آدمی تھے اگر کوئی ایک کام بھی کسی کے ہاتھ میں مکمل ہو جو مفید خلائق ہو تو وہ انسان بہ نظر عزت دیکھا جائے گا کوئی کام ہو تکمیل کے ساتھ حاصل کرنا باعث فخر ہے بنے صاحب نے اقتدار کی زندگی گذارا

۶۰ ۔ مولوی ظہیر شوق نیموی یعنی سالار پور کے رہنے والے ہیں اور شاہ کی املی میں رہتے تھے یہ حکیم اور مولوی دونوں تھے شاعر بھی تھے ان کے تصنیفات ان کی یادگار ہے مطب میں پورا فروغ تو نہ تھا مگر غربا ان کے زیر علاج رہے امیروں میں ان کا علاج کم رہا ان کو شغل پڑھانے اور شاعری کا زیادہ

ترہ۔ اپنا زیادہ وقت یہ انہیں کاموں میں صرف کرتے
رہے کتابیں لکھتے رہے اور عبادت کرتے رہے اس لئے
یہ امرا سے ملتے رہے تھوڑی آمدنی میں اپنی اوقات گذار
کر جوان ہی مر گئے جو آدمی اپنے وقت کو کاموں میں صرف
کرنا چاہتا ہے اور عبادت گذار ہوتا ہے وہ دنیا کی الجھن سے
اپنے کو دور رکھتا ہے اور زیادہ لوگوں سے نہیں ملتا ہے
ضرورت دنیاوی سے ضرورت کے وقت اپنا وقت
دنیاوی کاموں میں بسر کرتا ہے بقیہ اوقات کی حفاظت کرتا
ہے جو آدمی اس وضع کی زندگی گذارتا ہے اسکو گپ بازی
اور امرا کی مصاحبت کا موقع نہیں ملتا ہے ایسے ہی آدمی دنیا
میں کچھ کام کی باتیں چھوڑ جاتے ہیں جو لوگ امرا سے ملا کرتے
ہیں اون کو بہتری باتیں فضول بھی کرنی پڑتی ہیں امرا کی صحبت
سے ہوس بڑھ جاتی ہے لباس پوشاک اور خود داری رکھنا
پڑتی تھی ملنے ملاقات کی ضرورت پڑجاتی ہے بازار کے سیر و سیاحت
کے ضرورت اور امرا کے صحبت سے بچنے کی تاکید مذہب نے
بتایا ہے دنیاداری اور لائن ہے دینداری اور لائن ہے ایسے لوگ
زندگی میں گمنام مرنے بعد اپنا نام چھوڑ جاتے ہیں۔

۶۱۔ سید ظہیر حسن سالار پوری کا مکان تالاب پیر شاہ کی گلی
میں تھا یہ از خاندان قدیم پورب تھے ان کا اصل مکان سالار پور میں تھا

ان کی پوری قرابت داری زید پور سالار پور لو دیکٹرہ
مفتی گنج والوں سے تھے حافظ احمد رضا خاں سکندر نواز
جنگ مولوی فخر الدین وکیل گیا اور مولوی یوسف مرحوم وکیل
ان لوگوں سے قرابت خاص تھی ان کے بیٹے بھیّے وزیر مرحوم
تھے اور لڑکے ان کے دوسری محل سے بھی تھے بعض اولاد کا
نام حسن تھا کہیں پولیس میں ملازم تھے اور بہت لائق لڑکے
تھے۔ زبیر مرحوم نے بھی اپنی زندگی رندانہ گذارا اور عیش کی
زندگی گذار کر جوان ہی انتقال کیا اندازی ۱۵ برس گذرا
ہوگا وہ مر گئے اولاد تھی آگے کا حال نہیں معلوم سے ظہیر بھائی
بہترین اخلاق مذہبی اور ملنسار منکسر آدمی تھے ان کی
زندگی عمر بھر رندانہ گذری نماز روزہ کے بھی پابند تھے جائداد
کافی تھی مگر بہت ضائع ہوئی فدو مرحوم مقتول جو پوتاؤں سے
مارے گئے تھے اوس مقدمہ میں خون کی شرکت کا الزام ان اور
پر لگایا گیا تھا میر امام الدین مرحوم قاضی نجم الدین مرحوم کے چچا
اور میر حبیب الرحمان مرحوم والد مولوی اظہر علی و دیگر چند
اشخاص کو پولیس نے ملزم قرار دیا تھا اور اس مقدمہ میں لو دیکٹرہ
کے اکثر اہل قرابت اور رؤسا پریشان ہو گئے تھے اوس وقت
آپس کی ملت اور قرابت ایسی تھی کہ ایک ایک فرد قرابت
والا پیروی جانی اور مالی سے یاد نہیں رہا آخر کار کامیابی پوری اور

اور گرے صاحب جج کے اجلاس سے بے جرم سب کی رہائی ہوئی ظہیر
میاں کی لڑکی سیدین سکندر منزل سے بیاہی گئی تھیں
اور ایک مولوی عبدالحکیم وکیل نگرہسہ سے بیاہی تھیں سیدین
احمد رضا خاں سکندر نواز جنگ کے نانی تھے ایک صدر اعلیٰ
ہو کر مر گئے دوسرے ڈپٹی مجسٹریٹ ہو کر انتقال کر گئے دونوں
صاحب ملنسار برادر پرور تھے ان لوگوں کی تعلیم حیدرآباد
میں ہوئی پھر ولایت گئے دونوں بارسٹر تھے پھر ملازم ہو گئے
بعض نے پنشن بھی نہیں پایا ازخود بوجہ علالت آپنے استعفا
دیدیا، اور بعض ملازمت ہی میں مر گئے ان لوگوں کے انتقال
کو دو تین برس سے زیادہ نہیں گذرا ہے یہ لوگ سب صاحب
اولاد ہیں منشی عبدالحکیم کے بیٹے بھی ہیں اونکی دو لڑکیاں
مولوی یوسف حسین اونرری مجسٹریٹ کے دو لڑکوں سے بیاہی
ہیں محمد سعید اور ان کے بھائی سے شادی ہوئی ہے سیدین
کی شادی راقم کے اہتمام و انتظام سے لودی کٹرہ میں ہوئی تھی
پھر حافظ صاحب سکندر منزل میں چلے گئے باہر دریں سے
ایک بڑا انقلاب روش زندگی میں ہر شخص کے پیدا ہو گیا اب
قرابت داری کا لطف جاتا رہا اب فقط ربط برادری کا باقی
ہے اور برادری تو ہمیشہ سے برابری پر تھی اور یہ بھی امیر
و غریب سے برادری کیسی یہ پرانے لوگوں کا کام تھا کہ وہ اخوت

اور مساوات برتا کے اور ذوی القربا پر جان دیتے رہے

اب سیدین کی اولادین ہین اور وکیل صاحب کے اولاد
بھی ہین جو بعض تو راقم سے بہ حیثیت قرابت ناواقف ہین
اور راقم بھی بعض لڑکون کو نہین پہچان سکتا اب تو وہ زمانہ
ہے کہ جیسے کچھ اقبال اور پیسے ہین ویسی اہل قرابت مین ہے
اور جیسے کچھ اعزاز ہے وہی سب کچھ ہے بناوٹ اور کھچاوٹ
کی برادریان اور رشتے قائم کئے جاتے ہین بیس پشت پہلے کا
لگاؤ کھینچ کھینچ کر بتایا جاتا ہے اور قریب تر لوگون سے بے تعلقی
رہتی ہے انقطاع برادری کا یہ نتیجہ ہے کہ آپس کی ہمدردی مین
فرق آگیا ورنہ راقم کو ظہیر بھائی کے مقدمے کا زمانہ یاد ہے
سارے لودیکٹرہ کے عورت و مرد اس مقدمہ مین پریشان تھے
اور ہر طرح کے امداد مین موجود تھے افسوس ہے اگر شاد خان بھادر
زندہ ہوتے تو وہ بہترین گواہ ہوتے اونہون نے اوسوقت کی
ہمدردی اور بے چینی کو دیکھا تھا بعض عزیز تو اسوقت بھی زندہ
ہین جو اون ہمدردیون سے آگاہ ہین بنارس کے رہنے والے شیخ عبدالرحمان
ایک عزیز تاجر دوست نے کیا کیا ہمدردیان جانی اور مالی
دیکھایا تھا اوسکا بیان فضول ہے اون کے بھانجے محمد لطیف
بھی اگر زندہ ہوتے جو ابھی تین چار برس گذرے مرے ہین تو لوگ اون سے

پوچھئے فقط دوستی کا کیا اثر تھا اور ایک شیخ عبدالرحمن کے بدولت سارا بنارس ہمدرد ہو گیا تھا
اور اب تو زمانہ آگیا ہے کہ باپ کے ملنے والے دادا کے ملنے والوں اور دوستوں پر لوگ منہ بنایا کرتے ہیں
اونکو ایک بیکار شخص جانتے ہیں اسقدر آپس میں مغائریت برتی جاتی ہے۔ کہ خوددار
عزیب سے ملنا جلنا خود پسند نہیں کرتا اور مقابلے والے کو
خود کسی کی کیا پرواہ ہے بس آمد رفت میں فرق آجاتا ہے۔
سوسائٹی میں کمی پیدا ہو کر آپس کے چند احباب کی ایک ایک چھوٹی چھوٹی
جماعت جدا جدا ہو جاتی ہے اور قوم کی کمزوریاں نمایاں ہوتی ہیں
اسلام نے اخوت و قرابت داریوں کے حقوق سے خاندان کے اور
دیہاتیوں کے خاندان کے اور شہر والوں میں اسقدر استحفاظ قرابتداری ہے
کہ دامے درمے قدمے قلمے سخنے ایک دوسرے پر واری اور پروانہ تھا جب جاکر
قومی مجمع ہر موقع پر نمایاں تھا سخت تاکید فقط تمدنی اور قومی مصالح
کے رو سے بڑی تاکید کی تھی۔ اہل حقوق اور ذوی القربا کے بابت خدا نے
مذہب اسلام میں قران پاک میں آیتیں اُتاری ہیں۔
آپس میں قرابت والے اگر مغائریت برتیں گے
تو خلاف حکم خدا ہے۔ مسلمانوں نے ترک
اخوت کیا۔ اس لئے یہ کمزوریاں محسوس کرتے
ہیں اور آیندہ کریں گے

۶۲ مولوی اظہر علی اور مولوی شیر علی ــ راقم کے دادا اور مولوی نیاز علی

اور قاضی مظہر علی و مولوی افضل علی و مولوی امان علی و قاضی تبارک حسین
کے والد اور میر مبارک علی یہ سب لوگ چچیرے بھائی تھے
مولوی اظہر علی کے بیٹے مولوی لطف الرحمان تھے جن کے
بیٹے مولوی خلیل الرحمان تھے وہ بی۔اے تھے اور کلکتہ مین۔
ٹرنسلیٹر تھے اونکی شادی شیخ پورہ مین ہوئی تھی اونکے ایک
چھوٹے بھائی تھے وہ جوان مر گئے اونکا نام راقم کو خود یاد نہین
آتا میر لطف الرحمان کی اہلیہ ابھی مرین ہین جنکو موجودہ قرابت
کے لڑکون نے خود دیکھا ہوگا مولوی لطف الرحمان صاحب نے
بہت سادی زندگی گزارا۔ بیس برس ہوا ہوگا مر گئے خلیل میان بھی مر گئے
دوسرے لڑکے مولوی منظر علی تھے جو راقم کے حقیقی پھوپھا تھے
اونہون نے اپنی زندگی زیادہ تر زمینداری مین گذاری۔ ان کی۔ اخراجات
مقدمہ مین بہت تھے زمینداری کرتی تھی ان کو اتنی بھی فرصت
نہ ملی کہ وہ اپنی زندگی مین اپنا جداگانہ مکان بنا سکتین عمر بھر
اونہون نے اپنی زندگی اپنے بھانجے محمد عثمان ساکن فرید پور
کے مکان مین گذران کیا جب وہ مکان گرا تو اپنے بھائی
براتی میاں کے مکان مین رہتے تھے اور یہین انتقال ہوا۔ انکا سن
بہت ہوا یہ قریب نوے کے مرے ان کے بیٹے مولوی سید ابو العاص
ہین جو مولوی ضمیر الدین صدر گلی کے لڑکی سے بیاہے گئے

وہ چند روز اونریری مجسٹریٹ بھی تھے اونکی لڑکی مسٹر نہال
بارسٹر ان کے خلیرے بھائی کے لڑکے مولوی منظور وکیل سے
بیاہی گئی۔ ان سے اور انکے داماد سے متروکہ کے بابت مقدمہ بازی
بھی ہونیکو تھی جو بیرونی تصفیہ سے طے ہوا مولوی ابوالعاص کی
دوسری شادی مولوی غنی حیدر ولد میر تبارک حسین ساکن سکرکچہ
کے لڑکی سے ہوئی اوس سے اولاد بھی تھے اس شادیمین
راقم خود سمدھی بنکر گیا تھا۔ بعد مرنے اس بی بی کے پھر جائداد
متروکہ دینا پڑا۔ اب پھر ایک شادی کوٹھلورمین بخاندان محمد
واسع صاحب ہوئی ہے اور مولوی امتیاز کریم وکیل ساکن
برنگہ ان کے اب ساڑھو ہین مولوی مظہر علے صاحب کا
قوی بہت ہی عمدہ تھا رات کو وہ موم بتی جلا کر قرآن مجید
برابر روزمرہ تلاوت کرتے رہے اور خفیہ طور پر انکی خیرات
جاری رہی گاڑی گھوڑا بھی تھا ان کے خیالات بہت پرانے
ترکیب کے تھے ادمی بہت سادے وضع کے تھے انہون نے
کبھی انگریزی وضع کا کوئی لباس استعمال نہ کیا ان کے طرز
معاشرت مین کبھی کوئی اثر نئے زمانے کا نہین ایا بہت ہی پختہ
مزاج ادمی گذرے انہون نے دانا پور مین ایک شادی
بخاندان شاہ جلیل صاحب شاہ ٹولی مین ستر برس کے عمر کے

بعد کیا جس سے ان کی چند اولادین موجود ہین نمبر ے لڑکے
مولوی اظہر علی مرحوم کے میر حبیب الرحمان تھے یہ بہت ہی
معقول یار باش ادمی گذرے یہ ہڈیان خوب جوڑتے تھے اور
مالش اعصاب اوبوروں کے بہترین طور پر کرتے تھے جب بہی
کوئی مریض آیا اوس کو مطلقاً تکلیف بوقت مالش نہین ہوتی
تھی انہون نے اپنی زندگی دوستون مین گذراں کیا احبابون کے
پھندے مین آکر مخذرات مین مبتلا ہو گئے ظہیر بہائی سالار
پور والے مقدمہ خون مین یہ ہی پھنس گئے تھے اوس مقدمہ
مین نیز دیگر مزدرتون مین ان کی مالی حالت بہت خراب ہوگئی
تھی یہ مولوی ظفر امام مغلپورہ کے بہن سے بیاہے ہوئے تھے
ان کے بیٹے ظہور میان ہین وہ ہی اپنے والد جیسی نیک طبعیت
رکھتے ہین اور موروثی جائداد پر اپنی اوقات گذاری بلا فرر
گذارتے ہین ان کو فوٹو کا کام بہت خوب معلوم تھا اور مچھلی
کے شکار کا شوق رہا ان کے اولاد تھے انکی ایک بہن تلہاڑہ
مین ایک رئیس سے بیاہی تہین شاید اون کا نام محمد وصی
یاد آتا ہے وہ صاحب اولاد تھے ایک بہن حنو میان مسٹر ظہر (؟)
بارسٹر کے بڑے بہائی سے بیاہی تھین حنو میان کے والد
میر فضل حسین سے تھے جو مسٹر نور الہدی صاحب کے بہنوئی تھے

مسٹر شریف کی پہلی شادی کالو خان کے باغ مین بخاندان
میر محمد کلیم صاحب ہوئی تھی غالباً امیر مرحوم کے لڑکی سے ہوئی ہوگی
دوسری شادی مولوی وجیہہ رجسٹرار ساکن کرابرسکرا
کے یہان ہوئی تہی اس شادی سے سید نذر الحسن پسر اصغر
راقم کے سالے میر حبیب اللہ ولد شاہ عیدن صاحب چوریکپ
مسٹر شریف کے ساڑہو ہوتے ہین یہ لوگ صاحب اولاد ہین
مولوی اظہر علے مرحوم کی چند شادیان ہوئیں۔ ایک شادی
سے مولوی واعظ الحق لڑکے تھے عثمان میان فرید پور مولوی
اظہر علے کے ناتی تھے عثمان میان کی بہن مولوی نصیر مرحوم
ولد میر قادر علے فرید پوری کی بی بی تھین میر قادر علی کے
داماد مولوی آل احمد صاحب مرحوم تھے جن کے داماد شاہ لال
مرحوم تھے میر قادر علی راقم کے دادا مولوی سنیر علے مرحوم کے
حقیقی بہائی تھے مولوی واعظ کے اولاد اور ان کے والدہ کی
اولاد مین ہنوز لوگ موجود ہین مجید مرحوم گیا انکے خاندان مین تھے
مسیح میان کرابرسکرا مولوی اظہر علی کے خاندان کے ناتی ہین مسیح میان
کی اولاد مین محمد سعید داروغہ آبکاری ہین جو صاحب اولاد ہین اور
ڈاکٹر محمد وارث سول سرجن کے وہ داماد تھے ایک لڑکے کہین ملازم ہین جن کا نام راقم کو
نہین معلوم ہے ایک لڑکے غفور شاہ مرحوم تھے جو شاہ صاحب ہوگئے تھے جوان ہی مرگئے وہ نے وضع

کہ شاہ صاحب تھے پیری مریدی بھی کرتے تھے لاٹ صاحب کے پارٹیوں میں بھی شریک ہو گئے تھے بھی کہا
مرنیکے بعد عرس بھی ہوتا ہے اخباروں میں ونکا نام اور تحریریں بھی نکلا بہت ہوشیار اور
گویا اور تیز آدمی تھے اور اونکا مزار کرائے پر سرائیں ہے دھوم سے عرس ہوا کرتا ہے
مسیح میاں کی چند شادیاں ہوئیں ایک شادی اونکی داناپور شاہ ٹولی میں ہوئی ہے اوس سے
جیسے میاں وکیل ہیں صفی پور میں ڈاکٹر وارث حسین اور میر قدا حسین کے خاندان میں ہاشم میاں
سے اونکی لڑکی بیاہی تھی میر شفاعت حسین سے ان سے قبل کی قرابتداری بھی ہے ہاشم میاں کے والد مولوی علی احمد
مسیح میاں کے والد غالباً میر اصغر حسین تھے ٹھیک نام یاد نہیں ہے اگر غلط ہے تو ورثا
معاف کر کے صحیح خبر دیں گے۔ مسیح میاں نے اپنی جائداد سب خراجی اور تعلیم اطفال میں صرف کیا
اولاد سب قابل نکلی اور لائق ہیں تو وہ ابتک آزاد طبیعت ہیں اور عمر بھر وہ آزاد
طبیعت رہے خوش اقبال آدمی ہیں اور مولوی وحید صاحب صدر اعلی سر علی امام کے دادا
اور مسیح میاں ہم جد ہیں۔ مولوی اظہر علی کی اولاد میں میر براتی صاحب ایک بیٹے نگر نہسہ والی
بی بی سے تھے جو مولوی ابراہیم صاحب مگر نہسہ کے خاندان کی تھیں براتی میاں کی شادی راقم کے
پھوپھی زاد بہن سے ہوئی براتی میاں اور شاہ اقبال حسین کے والد شاہ جلال ساڑھو
تھے۔ مسٹر نہال اور مسٹر جمال بارسٹران کے بہن سے شادی ہوئی ان کی بہنوئی تھے
وہ مولوی علی حسین ساکن ویاؤں کے داماد تھے براتی میاں کی زندگی بڑی
خودداری سے گذری انہوں نے اچھا کھایا اچھا پہنا غریبوں کے ساتھ سلوک
برتا اور ان کے یہاں جانے کا خرچہ رہا کرتا غریبوں کو رحم کی آنکھ سے دیکھا کبھی
بے ضرورت گھر سے باہر نہیں جاتے اور بے ضرر آدمی تھے امیروں سے کم ملا کرتے تھے

حیات میں حضرت شاہ ...

جوان ہی مر گئے ان کے دیکھنے والے اور صحبت میں رہنے والے ہنوز موجود ہیں مگر ایسے روش زندگی کے آدمی لودیکڑہ میں نہیں رہے ایسی صحبت نہ رہی غربا انکو بہت یاد کرتے ہیں ان کے بیٹے محمد ظفر ہیں تقسیم ترکہ کی وجہ کر مالی حالت ویسی نہ رہی اور آپس کے کچھ جھگڑے رہے باپ کی سی زندگی گذار نہ سکے پڑھے لکھے انگریزی داں آدمی ہیں گوشہ نشینی کے ساتھ باعزت اپنی اوقات گذارتے ہیں۔ ان کی شادی کسی دیہات میں ہوئی ہے صاحب اولاد ہیں ایک بہن انکی کسی وکیل سے بیاہی ہیں جن کا نام راقم کو نہیں معلوم ہے۔ براتی میاں کی بہن میر لطیف حسین تحصیل دار ساکن شاہو بیگہ از خاندان داروغہ فدا حسین میر وحید الحق سے بیاہی تھیں جنہوں نے اپنا مکان جداگانہ دوندی بازار کے موڑ پر متصل مکان حکیم محمد جان مرحوم حاجی عبدالحی مرحوم ساکن پونا کسارا سے خرید کر لیا اور وہیں مقیم رہیں۔ وحید مرحوم کی لڑکی بہن صاحب کنگھیا ٹولہ سے بخاندان پیارے صاحب مرحوم بیاہی گئی بہن صاحب کی لڑکی پورنیہ کی طرف بیاہی گئیں ہیں۔ مولوی اظہر علی صاحب کی ایک لڑکی میر نثار حسین نگرنہسہ سے بیاہی تھیں اون کی روش زندگی بہت سادی تھی ان سے سسرال والوں سے بابت متروکات بہت لڑائیاں رہیں اس لئے ان کی زندگی میں ان کو عافیت کم ملی مقدمہ بازی کی زندگی تو بدترین متردد زندگی گذرتی ہے۔ ان کو مکان تک درست کرنیکی فرصت نہ ملی۔ لڑکوں کی تعلیم

ذہنیت مقدمہ کا خرچہ خانہداری وغیرہ وغیرہ نے ملکراِن کو عیش و آرام کا
موقع نہ دیا بہت منظلمانہ طور پر گذران اوقات کر کے ادھیڑ
ہو کر مر گئے ان کی اولاد سے مولوی بشیر کے اسکول
میں نوکر تھے مولوی تھے اون کی اولادیں آرہ میں انتقال کر گئے اونکے
اور بھائی زندہ ہیں انوار میاں شرفو میاں اور ایک بھائی اور ہیں
جنکا نام راقم کو یاد نہیں آتا ہے یہ لوگ سب متہ و کات
سے آمدنی پر اوقات گذاری کرتے ہیں ان لوگوں سے
آمد و رفت کم ہے اس لئے زیادہ حال نہ مل سکا مولوی
نثار کے یہاں وہنی میاں ولد مولوی غفور مرحوم راقم کی پھوپھو
زاد بھائی کے لڑکے اور مولوی ولی رجسٹرار کے بھائی کی
شادی ہوئی ہے وہ صاحب اولاد ہیں اسی خاندان میں ۔
محمد اسلم ولد مولوی ولی عالم برادر محمد اکرم راقم کی پھوپھو
زاد بھائی کی شادی ہوئی جس سے لڑکے محمد اجمل و محمد افضل ہیں محمد اجمل و محمد افضل
کی شادیاں مولوی عبدالرحمن وکیل بانکی پور کے یہاں سے
ہوئی مولوی عبدالرحمان مسٹر فخر الدین کے داماد ہیں محمد اسلم
محمد اکرم بھی مر گئے اونکا لڑکا ظفیر عالم بی اے میں تھا وہ بھی جوان
ہی مر گئے ظفر عالم کی شادی محمد حافظ ساکن فیروزی کی
لڑکی سے ہوئی تھی ایک لڑکا محمد اکرام امیر عالم ہنوز
زندہ ہے ایک لڑکی مولوی اظہر علی کی مسیر جلال الدین

مرحوم ساکن مغلپورہ سے بیاہی تھین اونکے بیٹے ڈپٹی امام الدین تھے اسی خاندان سے تعلقات قرابت داری قریب تر حاجی نمبرانی مرحوم کے اولادون سے ہی ہے میر جلال الدین مرحوم سے قرابت داریان میر الفت حسین ساکن کمتولیہ سے بھی تھین سب لوگ خوشحالی سے گزار گئے جو زندہ ہین وہ بھی سفید پوشش ہین کسی کے دست نگر نہین ہین

۶۳ قاضی مظہر علی کے بیٹے قاضی نظام الدین تھے

ان کی شادی قاضی نیاز علی ساکن مغلپورہ کے یہان ہوئی تھی اوس شادی سے قاضی نجم الدین اور قاضی وجیہ الدین دو لڑکے تھے قاضی نجم الدین کے بیٹے قاضی شمش الدین ہین انکی شادی دربھنگہ کے علاقہ مین ہوئی ہے قاضی وجیہ الدین حافظ احمد شاہ ساکن حاجی گنج کے داماد تھے یہ لاولد مرگئے اور جوان مرے قاضی نظام الدین نے اپنی زندگی رندانہ گذاری آخر مین متقی ہوگئے تھے قاضی نظام الدین نے اپنی جوانی اچھی طرح گذاری اور بڑے عقلمند اور شوقین آدمی تھے محلہ والون سے بہت رابطہ رہا بہت اخلاق مند تھے پھر یہ کچھوچھہ کے خاندان شاہ علی حسین قدس سرہ کے مرید ہوئے خلیفہ ہوئے شاہ صاحب ہوگئے اور حقیقتاً شاہ صاحب ہوگئے اور صبر تا ہوگئے اونہون نے بہت ایثار کیا آخر عمر میں بہت تکلیف برداشت کیا۔ حج بھی کرلیا تھا اگرچہ پیری مریدی تھی

عروج دنیاوی نہین ہوا عبادت گذار آدمی گذرے قاضی وحید الدین کے
زندگی مختصر آمدنی پر گذری قاضی شمس الدین کے وقت مین
مکانات وغیرہ میدان ہوگیا آمدنی نہ ہی قاضی نجم الدین کے
یہان کوئی زیارت انکو حاجی مہدی صاحب کے خاندان سے
ملی جسکی زیارت وغیرہ ہی ربیع الاول مین یہ کرایہ کرتے تھے
اپنے وقت مین مصطفے بازار بھی لگاتے تھے اپنی وجوہات سے
انکی مالی حالت بھی خراب ہوگئی تھی آدمی بہت ہی خلیق تھے
اس عالم تکلیف مین بھی کوئی شخص بلا چائے ناشتہ کے
واپس نہین جاتا امیر وغریب سے برابر ملاکے بہت کام کے
ہمدرد آدمی تھے ایک مسلمان کو جو فقیر دلی اور انکسار
چاہئے وہ اُن مین بزرد عبادت پیدا ہوگیا تھا ان کے چچا
میر امام الدین تھے وہ مولوی وحید صاحب صدر اعلے
ساکن گرائے برسرا کے داماد تھے اور نواب مولوی امداد امام
شمس العلما ساکن نیورہ کے بہنوئی تھے اونکے داماد مولوی توحید
رجسٹرار ساکن گرایبرسرا ہین جو صاحب اولاد ہین اورانکی اولاد
ذکور سب خوندہ بلکے اونکے داماد سید بدر الحسن کے سالے میر حبیب اللہ
ولد شاہ عیدن صاحب چوہری چک بہار ہین اور مسٹر شریف بھی
ایک داماد ہیں ایک حکیم صاحب مدرسہ میں مطب
کرتے تھے اون کا نام یاد نہیں ہے دتا بھی ایک داماد
تھے قاضی نجم الدین کے پھوپھا میر اظہار حسین مرحوم تھے

ان کو جعفرہ والوں سے قرابت تھی جعفرہ علاقہ گیا میں ملحقات
ہیں جائداد ہے ان کو حکیم مہدی صاحب ساکن جعفرہ سے بھی تعلقات
برادری کی تھی۔ راقم کی ساس سے بھی قرابت تھی میر صاحب کے
بیٹے مولوی لیاقت حسین ہیں یہ راقم کے ہم سبق تھے اور عربی راقم نے
اور اون نے خانقاہ عمادیہ منگل تالاب میں مولانا سید شاہ علی
امیر الحق قدس سرہٗ سے اور بھی بعض دیگر بزرگوں سے ساتھ پڑھا
پھر انگریزی میں مائنر تک دونوں نے ساتھ پڑھا کیا تھا ان کی شادی
حافظ سید احمد رضا سکندر نواز جنگ کے ماموں کے لڑکی سے
ہوئی اور اب وہ حیدرآباد ہی میں ساکن ہو گئے ہیں صاحب اولاد
ہیں یہ شادی پٹنہ میں ہوئی تھی یہ شادی اور سیدین مذکورین کی
شادی بیک وقت و بیک روز بہ اہتمام راقم ہوئی تھی اس کو اندازاً
چالیس برس کا گذرا ہوگا اس ۴۰ برس میں کیا کیا انقلاب ہو گیا اور
کئی پشتیں لوگوں کے دیکھا شادی کے بعد لڑکے جوان ہوئے ولایت گئے
پاس کیا ملازم سرکار ہوئے بیمار ہوئے مر گئے حافظ صاحب گئے
مولوی لیاقت حسین کے خسر گئے سیدین صاحب اولاد ہوئے
لڑکے لڑکیاں جوان ہو گئے شادیات ہوئی بعض صاحب اولاد ہیں
معین میاں بہادر کے بیٹے نظام میاں اسی خاندان سیدین میں بیاہے
گئے مولوی لیاقت حسین حیدرآباد میں ملازم رہے پنشن پا چکر
گئے بوڑھے ہو گئے اور حیدرآباد ہی کے ساکن ہو گئے وہ شاہ حبیب الحق

سجادہ نشین منگل تالاب سے مرید ہو گئے اور بہت باخدا
اور نیک دل آدمی ہین اور کنبہ پرور ہین دنیا کا دستور ہے وطن
کی محبت کبھی کبھی جوش کرتی ہے دو چار برسون کے بعد یہ
آتے ہین اور قرابت والون سے مل جاتے ہن دنیا مین بیٹی کر
کم گھر آباد ہوتا ہے جدھر دیکھو اوسط آمدنی والے کی اولاد ذکور
سسرال ہی مین بس جاتی ہے اور آبائی مکان ویران ہو
جاتا ہے عورتون مین کیا کشش مقناطیسی ہے کہ وہ اپنے نیہر
کے طرف شوہرون کو کھینچ لیتی ہین کم گھر آج اولاد ذکور سے
آباد پایا عمر بھر یہی دیکھتے آئے کہ شادی ہوئی اور بیٹے سسرال
باشی ہو گئے البتہ دولتمند لوگ بعض بعض آبائی مکان کو
آباد کر سکے ورنہ اوسط آمدنی والے اور غربا و اکثر سسرال
باشی ہوا کئے ہزارون آدمی نظر سے گذر گئے یا سسرال مین یا
ننہیال مین ہین دادھیال سے لوگ اکثر بے تعلق ہو جاتے ہین
آبائی مکان ویران ہو گئے جدّی لوگ چھوٹ گئے غور کیجئے گا
تو آپ لوگون کو خود تجربہ ہوگا کم گھر پائیگا جہان جدّی مکان آباد
ہو سکے عورتون کے آبائی مکان آباد ہوا کئے اس سے پتہ چلتا ہے
کہ عورتین قوی الاثر ہوا کرتی ہین اور مردان کے زیر اثر ہو
جاتے ہین اولاد وغیرہ ہو جانے سے مرد محبت مین مجبور
ہو جاتے ہین عورتین ساس کی دباؤ کو پسند نہین کرتین اور

ساس مغایرت برتنے لگتی ہے نند سے بناؤ ذہن ہوتا
والدین لڑکیون سے زیادہ محبت رکھتے ہین بہوؤن کے
طرف رغبت کم رہتی ہے انہین وجوہات سے لڑکیان اپنے
نہیر کو مرجح رکھتی ہین اور مرد مجبور ہو کر جلائے وطن ہو جاتا
الغرض مولوی لیاقت حسین حیدر آباد ہی مین بس گئے
جدی مکان مین جو نالہ پر واقع ہے تالا بند ہے اون کے
بھائی ساہو میان جو لاولد مر گئے اونکی بی بی کبھی کبھی رہتی ہیں۔
سکھو مرحوم بہت نیک اور باخدا آدمی جوان ہی مر گئے
سکھو میان کی شادی ٹلی کناری مین غضنفر میان کے یہان
ہوئی تھی اسی خاندان مین شبلی میان بھی بیاہے ہین شبلی میان کے
والد حافظ محمد ابراہیم تھے وہ بھی بہت نیک آدمی تھے اونہون نے
اپنی زندگی سادی گذاردی اور لڑکون کو قران حفظ کراتے رہے
اونکی شادی اسی خاندان نامدار شاہ ہوئی تھی نامدار شاہ کے
لڑکے بھی اسی خاندان شبلی میان مین بیاہے ہین ڈاکٹر عبد الکریم بھی
اسی خاندان مین بیاہے ہین ڈاکٹر صاحب ڈپٹی عبد الصمد صاحب کے
بھائی ہین نامدار شاہ کی شادی غالباً نانی ہی مین ہوئی تھی شبلی میان کے
وقت مین جائداد نقصان ہو گئے سکھو میان کے وقت مین
اوقات اچھی طرح انتظام گذاری اب یہ گھر اچھی حالت مین نہیں
ممبران خاندان مین موقع تکلیف کا دکھائی دیتا ہے اگر کوئی
لڑکا ادھا گرہ دا خیر ورنہ مصیبت کا سامنا دکھائی دیگا

اس خاندان مین صرف مولوی لیاقت حسین کی زندگی بھر کا سامان پنشن موجود ہے اور جائیداد بھی جیسی ہوئی ہے قاضی مظہر علی کا مکان اب کھد گیا اور تمام اثاث البیت خراب ہو گئے بہت اسباب قاضی نجم الدین کے پاس تھا قاضی صاحب عجیب بااخلاق اور عام لوگون کے محسن تھے

۶۴ میر الطاف علی ابڑتلے یہ ایک اوسط درجے کے آمدنی والے رئیس تھے بہت نیک آدمی تھے اور سادی زندگی دیہاتی روش کی گذار گئے ان کو خانقاہ عمادیہ مین راقم کے نانا قدس سرہ سے بیعت تھی اور بہت آمد رفت تھے انکی ایک ہمشیرہ تھیں جن کے اولاد اناث تھی اونکے داماد مولوی مظہر امام تھے یہ گیا ضلع کے رہنے والے قابل آمدنی کے آدمی تھے بعد شادی کے اونھون نے انگریزی حاصل کیا اور گیا مین وکیل بھی ہوئے گیا مین وکلا کیلئے اچھا میدان کھلا ہوا تھا ابتدا سے اور آئندہ بھی رہیگا گیا مین ٹیکاری راج اور دیو مونگا و چند دیگر راج ہین زمینداریان بہت بھاری راجپوتون کے اور مسلمانون کی ہین یہان وکلا کو جلد فروغ ہو جاتا ہے مولوی مظہر امام نے خوب کمایا اور اچھی عزت حاصل کیا اور بڑی کنبہ پروری کیا اور اچھی خاصی آمدنی جائداد حاصل کر کے انتقال کر گئے اندازی ۲۵ برسون سے۔

زیادہ گذرا ہوگا اوس کے دیکھنے والے ہنوز بعض بعض
موجود ہین اون کے دو بیٹے ہنوز گیا مین موجود ہین جو خاندان
خان بہادر میر ابو صالح بیابے گئے بعض بہ سفر ہین ایک
دیوا مین فقیری پسند ہو کر رہتے ہین دوسرے لڑکے جا کھدا د
دیکھتے ہین اور گیا مین نام ور رئیسون مین شمار کئے جاتے ہین
نام تو راقم کو یاد نہین آیا گو اس خاندان سے بہت ربط تھا
مگر امد و رفت ابتا بالکل نہ رہے اسلئے نام تک نہین معلوم رہا
میر الطاف علی کا مزار پھلواری مین درگاہ میان صاحب کے
احاطہ مین ہے ان کے بیٹے ففاو میان تھے جن سے راقم سے
بہت ربط تھا۔ بعد نماز صبح روز آتے اور چوسر چلتی دو
ایک بازی کے بعد وہ خانقاہ چلے جاتے بڑے گورے خوبصورت
اونچے تھے اور بہت نیک منکسر ملنسار تھے وہ بھی جوان ہی
مر گئے اُن کے بیٹے خان بہادر ڈاکٹر سید حسن ہین جو پٹنہ
ہسپتال مین ڈاکٹر ہین اور فن جراحی مین اچھے ڈاکٹر مشہور ہین
وہ بھی صاحب اولاد ہین دوسرے لڑکے میر الطاف علی کے
شکور میان تھے یہ بھی بہت نیک مزاج آدمی تھے یہ لوگون
کم ملا کرتے تھے اور بہت انتظام سے اپنی زندگی آرام سے
گذار گئے ۱۹۲۹ء مین اون کا انتقال ہوا یہ پچاس سے اوپر
سن پا کر مرے ہین انکی شادی مجاندان ڈاکٹر محمد اسحاق

علاقہ نوادہ ضلع گیا کے طرف ہوئی اون کے داماد مولوی رؤف وکیل ہین اب ان کا مکان مولوی عبدالرؤف صاحب کے وجہکر آباد ہے نودی کٹرہ والون سے اکثر گھرون سے قرابت داریان ہین اب اس خاندان مے آمدرفت ہم لوگون سے بالکل کم ہے پرانے لوگ مرے پرانی بات گئی۔

۶۵ شاہ محمد منعم کے والد بہت غریب آدمی تھے۔ اور میر الطاف علے مرحوم ساکن بڑتل کے بغل مین ان کا مکان تھا ذوالفقار علی نام تھا اسی جگہ پر لوگ راسخ مرحوم شاعر کا مزار بتاتے ہین اور یہیں پر عمر دراز رئیس کا مکان تھا یہیں پر۔ آغا حیدر علی رئیس کا مکان تھا شاہ منعم صاحب نے بڑی ترقی کیا پڑھ لکھکر انہون نے صرف کارپردازی کے بہ مطابق انگریزی نہین جانتے تھے صرف اردو فارسی جانتے تھے ان کو اللہ نے اقبال دیا خوب کمایا یہ بدربار منشی محمد امیر میر علی امیر نواب الطاف حسین خان مختار مقرر تھے انہون نے اپنے عقل کے زور سے اتنا کمایا کہ اچھے خاصی آمدنی کے جائداد وکافی مال لوگون کے لیے چھوڑا مکان بھی پختہ بنایا مالکون کو خوش بھی رکھا سب کے دربار مین ممدوح رہے اور سب نے مرتے دم تک ان کو پناہ دیا ان مین چند صفت تھی معاملہ فہمی بہت تھی وثائق خوب لکھتے تھے قانونی سمجھ بہت تھی متین دماغ تھا یہ فطرتی

بات تھی اوسوقت کے وکلا انکی عرضی نالش و بیان تحریری کو مان لیتے
تھے اوسپر سے بادیانت تھے اپنے حقوق مالکوں سے علم سے لیا کرتے تھے انکو اولاد ذکور
نہ تھی اولاد اناث دو اولاد موجود ہیں بعض لڑکیاں نیوڑہ میں بیاہی ہیں تراب میاں کرہ
اسی خاندان میں بیاہی گئے تھے اور بعض لڑکیاں مولوی امیر علی وکیل بانی گلی کے خاندان میں بیاہی ہیں بعض
ان کے بھائی مولوی جامع عرف کبڑو میاں تھے جنکی تصویر ہم لوگوں نے کھینچی تھی وہ مولوی یوسف حسین
اونریری مجسٹریٹ کے البم میں تھی اور رہ گئی شاہ منعم بوڑھے
ہوکر مرے ہیں غالباً پندرہ بیس برس ہوا ہوگا اون کے دیکھنے والے
بہتیرے ہنوز زندہ ہیں بالکل ہندوستانی وضع تھی اور بہت ہی
سادہ روش کی زندگی گذار گئے بہت منتظم دماغ پایا تھا جن جن
دربار میں رہے وہاں بھی انتظام اچھا کیا ان کے دماغ میں انتظامی مادہ
فطری تھا آمدنی کے طرف توجہ بہت کرتے اسراف بے جا و غیر
ضروری کو روکا کرتے تھے اسی نے انکی مالی حالت کو ترقی دیا
نماز روزہ کے پابند تھے میاں جی کرنے والے ہی اقبال مند
ہو گئے ہیں اقبال علم پر موقوف نہیں ہے متمول ہونے کے لئے
انگریزی ضروری نہیں ہے دولت و عزت تقدیری بات ہے

نمبر ۶۶ آغا حیدر علی - بڑے رئیس کا مکان یہیں پر تھا
وہ نامی گذرے وہ ستار خوب بجاتے تھے راقم نے ان کو
اپنے صغر سنی میں دیکھا اون کی صورت تو یاد ہے بہت وجیہ
آدمی تھے مگر موقع دریافت حالات کا نہ ملا مگر انکے بیٹے پیارے

نواب صاحب سے تو بہت بگاڑ رہا اوس وقت کے رئیسون مین
انکا شمار بہترین خوبصورتون مین تھا اور بڑے جامہ زیب تھے
ظاہری وجاہت بہت تھی مردانہ روش کے خوبصورتی تھی آج کل کے
نوجوانون کے طرح زنانہ پن کا نکھار بناو سنگار نہ تھا جتنا کام تھا یہ
مردانہ وار تھا ڈنگدر کشتی بیٹھک لکڑی لاٹھی گدکا سب جانتے
خاصے پہلوان آدمی تھے آدمی بڑے سخی کھانے کھلانے کا بڑا شوق
کارخانہ کل مردانہ مین رہا یہ برابر ملازمون کے ذریعہ سے آرام
اوٹھانے رہے دو چار آدمی ہمیشہ انکے ساتھ رہتے آغا صاحب
کے بعد اکثر مدو د آباد محی الدین نگر کے قریب اپنے نفیس مکان
نفیس باغ بر سر سڑک بے ضرر جگہ نہ کوئی آتا نہ جاتا دو چار ملازم
کے ساتھ رہتے بہت عافیت کی زندگی باسلیقہ گذار گئے مذہب کے
پابند مگر متعصب نہین سنی لوگون سے بڑا ربط انکی مجمع مین کبھی
مذہبی گفتگو نہ رہے افیونیون کا جمگھٹا رہتا تھا مگر صدر مین بیٹھتے عیب سے
مجمع پاک رہا بیٹھے رہتے مگر ملازمون کی ہمت نہ تھی کہ بغیر بلائے
اون کے پاس آجائین مساوات کا یہ نقشہ تھا کہ جو کھائین وہ سب
نوکرون کو برابر کھلائین اور ساتھ کے بیٹھنے والون ملازمون کو
دسترخوان پر ساتھ کھلانے رہے اس اخلاق سے لوگ انکے
دادہ رہے اور بیماری وغیرہ مین ان کی بڑی خدمت ہوا کے
مدتون مظفر پور مین رہے آمدنی بہت کافی تھی مظفر پور میں

بہت خرچ بھی کیا کچھ جائداد نقصان بھی ہوئی تاہم کافی آمدنی

چھوڑ کر مرے ۔ ایک امام باڑہ حاجی گنج میں

اِن کی تولیت میں بھی تھا اپنی زندگی میں

آباد رکھے ہوئے تھے مجالس بھی ہوا کرتی تھی ان کے قرابت داران

مظفر نوبر میں بھی تھیں ان کے بیٹے باقر حسین ہیں وہ اب اس محلہ سے

تعلق نہیں رکھتے مکانات وغیرہ مولوی احمد صاحب وکیل کے ہاتھ

فروخت کر دیا وہ اکثر لکھنو میں رہتے ہیں غالباً وہاں شادی کرلی ہے

مدو دا باد بھی اب وہ مدو دا باد نہیں ہے امد رفت بالکل نہیں

اس لئے زیادہ حال نہیں لکھ سکتا دو چار برس پر کہیں کہیں ملاقات

ہو جاتی ہے یہ لڑکے بھی باپ کے فوٹو تھے اور مزاج بھی قریب

قریب ویسا ہی تھا مگر جوانی تھی اس لئے بوڑھوں سے ملنا بہ

بہ تقاضا حسب دستور معیوب ہے پیارے نواب صاحب کا انتقال حال ہی ہوا اندازی

دس برس ہوا ہو گا اس محلہ سے آغا صاحب کا نام مٹ گیا مکان ویران ہو گیا

۴۷ خواجہ جیبوں ایک بزرگ ۔ کشمیری کوٹھی میں تھے

غالباً جہاں تک یاد آتا ہے اسی خاندان کے خواجہ مظہر حسن خواجہ اظہر حسن یہ دونوں بھائی

بہت حسین تھے خواجہ مظہر حسن وسیری پاس تھے اور خواجہ اظہر حسن بندا ہی پر اوقات گذار گئے

دونوں بھائی پچاس برس کا بھی سن پا سکے اپنے اپنے زندگی اچھی گزار گئے

اون لوگوں کو مالی تکلیف نہ ہو سکی خواجہ مظہر تو بہت ہی نیک بے ضرر

آدمی گذرے خواجہ اظہر نے رندانہ عیش خوب کیا اسی خاندان کے مہدی نواب صاحب ہنوز زندہ ہین ان کے وقت مین جائداد نکل گئی نقصان ہوا یہ غالباً اون لوگون کے بھانجے ہین اور پیر میان ولد ناظر ہادی علی خان ساکن لون گولہ کے لڑکے ہین اسی خاندان سے ایک صاحب اصغر حسین بھی تھے ان لوگون کا مقبرہ کشمیری کوٹھی مین موجود ہے اور بعض قبرین ان لوگون کے قرابت والون کی خان بہادر مولوی معین الدین کے پھاٹک کے باہر ایک چبوترہ پر تھی اب وہ غیر نمایان ہوتی جاتی ہے ورثا مرنے کے بعد مورثون سے بالکل بے تعلق ہو جاتے ہین جو مرا وہ مرا جو رہا اپنے مزے مین پھنسا ورثا سے کیا امید وفا ہے۔

۶۸۷۔ حاجی اسمٰعیل ایک دیہات کے رہنے والے ہین۔ اونھون نے وزیر میان کے کٹرے مین بنئے کی دوکان لے لی ہے انہون نے اپنے تجارت کی کمائی سے اور بنئے کے دوکان کی بدولت حج بھی کرلیا اور ہوشیار آدمی ہین دوسرا حج بدل کا مولوی عبد السبحان مرحوم کے طرف سے اُن کے بیٹے چھیدی میان نے ان سے ادا کرایا ان کی لائف سے یہ پتہ چلا کہ آدمی چھوٹی تجارت سے بھی ترقی کرسکتا ہے اور کنجڑی فروش کی دوکان گو بظاہر بہت معیوب دکھائی دیتی ہے اور مسلمان اسکو حقارت سے دیکھتے ہین مگر اس کام مین بڑی برکت ہے بنئے چندہی دن مین سیٹھ ہو جاتے ہین

اسمیں استقلال اور محنت کی ضرورت ہے برکت کیوجہ یہ ہے کہ دو چار کرسی
والے خریدار ون کا کام چلا کرتا ہے ان کچہری کی فرشون کے محنت کے
بدولت غرباؤں کو بہت آرام ہوتا ہے اون کی ضرورتیں رفع ہوتی ہیں
اس لئے خدا ان لوگوں کو برکت دیتا ہے اور انکی محنت کا صلہ دیتا ہے دن بھر میں
ایک ایک کو کروں پر پچاسوں دفعہ اوٹھنا بیٹھنا تولنا پڑتا ہے اور کوڑی کوڑی نفع ہوتا ہے بنیا خود ہی
کوئی بہی کھاتہ نہیں رکھتا مجز خدا بھروسے کے تجارت ہے حساب وکتاب نفع و نقصان
جانچنے کا کوئی سامان نہیں مجز تقدیر کی کھیل ہے اگر خریدار صاحب
ایمان ہون اور روپے ادھار میں نہ جائیں تو ہرگز بنئے کو نقصان
نہین ہوتا جو ہے چونٹی جون ٹے بہرنے کیڑے اور کتنے جانورون کی
خوراک ان بنیون کے بدولت بلا معاوضہ مہیا ہوتی ہے جس کے بدلے مین
خدا کسقدر دیتا ہے اور برکت دیکھا تا ہے ایماندار کچہری فرشون کو بدحال کبھی دیکھا
نہین گیا جس نے بے ایمانی کی تجارت کی نیت مین بل آیا اور تاس ہوا
تجربہ تو ایسا ہی ہوا کیا ہے جن بنئے نے تول مین مول مین جنس مین
فرق ڈالا گاہک ہٹتے گئے اور تجارت خراب ہوتی گئی جتنے تجار فیل ہوا
کرتے ہین وہ صرف اون کی نیت کا پھل ہے کوئی بے وجہ فیل
نہین ہوتا تجارت کی تاکید مذہب نے کی ہے مذہب
کوئی مضر بات نہین بتاتا ہے ـــ

۶۹۰ میان خان ایک معقول آدمی دو بکڑہ مین گذرتے ہین
یہ بہت ہنس مکھ پر مذاق تھے انکی زندگی مین ان سے کسی کو ایذا نہین پہونچی

انکا سنا کی کسی کو نہیں بایا ان کو مختصر سی آمدنی تھی اور بادشاہ نواب صاحب
کے دربار میں کچھہ مواضعات ٹھیکہ سے تھے اوس سے ان کو کچھہ منافع
بچتا تھا اپنی زندگی بہت آزادی اور آرام سے گذار گئے انکے
بڑے لڑکے نواب خان پولس میں سب انسپکٹر ہیں غفور خان
شاہ واجد حسین درگاہ شاہ ارزان کی لڑکی سے بیاہے گئے
دھمو میاں چھوٹے لڑکے میونسپلٹی میں ملازم ہیں غفور خان میونسپل
کمشنر چند دفعہ مقرر ہوے محمد واعظ مختار سے ان کی قرابت خاص تھی
محمد واعظ مختار جوانی میں بہت یار باش آدمی تھے اور پرلطف
زندگی گذاری رئیسوں جیسے اون سے برابر ربط تھا اچھا کھاتے رہے اچھا کھلاتے رہے
اب ان کی صحت خراب ہو گئی ضعف سے معذور ہو گئے ہیں چلنا پھرنا
دشوار ہو گیا ہے یہ راقم کے ہم سن ہوں گے میان خان پچاس
برس کے اندر ہی مر گئے ان سے اکثر لوگوں سے مذاق ہوا کرتا تھا
چونکہ بے ضرر زندگی تھی ان کے مرنے کا دوستوں کو اور غیر لوگوں کو
بھی افسوس ہوا یہ سنگھا پورہ میں قاضی نجم الدین مرحوم کے مقبرہ میں
مدفون ہیں ان کے بغل میں محمد سعید مرحوم ساکن بیتیا جو راقم کے سالے
ہوتے تھے مدفون ہیں ان لوگوں کے مرے ہوئے پندرہ برس
گذرا ہوگا اون کے دیکھنے والے ہنوز موجود ہیں میان خان کے خاندان سے
مسٹر ظہور صدر علی برادر ڈاکٹر بشیر سے قرابت خاص ہے
مسٹر ظہور پنشن پاتے ہیں اور مہندرو میں رہتے ہیں۔

بٹ بابو کنہیا لال۔ اگروالے سونار ٹولی مین رہتے تھے

ان کا کاروبار زیور بنوانے کا تھا شادیات مین دور دور کے
لوگ یہان آتے اور زیور انکے معرفت بنواتے اور کچھ نگینہ
دار چیزون کو بھی یہ فروخت کرتے رہے یہ آدمی اگرواون مین
بہت نیک اور خدا رسیدہ تھے ان کو مسلمانون سے بہت ربط
اور مسلمانون سے ان کے کاربار بہت رہے بادیانت آدمی تھے
اس لیئے ان کو فروغ تھا ان پر لوگون کا اعتبار تھا مدتون یہ مشیر
اسلام پور اسٹیٹ رہے وبدبار چودھری واحد علی مرحوم وچودھری
ظہور مرحوم جو ایک نامی اور مشہور متمول دربار تھا ونکے یہان کا
کل کاربار دیکھتے رہے بعد مرنے چودھری ظہور صاحب
انہون نے کام چھوڑ دیا اور گوشہ نشین ہو گئے
اوس دربار سے اچھی خاصی تنخواہ ان کو برابر ملا کی
انہون نے اپنی ہستی اچھی بنالی تھی گوشہ نشینی
کے وقت ان کا شغل کلام مجید سے رہا اور تسبیح
پڑھا کرتے تھے لوگون سے بے ضرورت ملنا بھی
چھوڑ دیا تھا وہ آخر عمر مین بنارس چلے گئے
اور کاشی باشی ہو گئے مرنے کے وقت وصیت کی
کے وہ سنیاسی ہین لاش اون کی جلائے نہ جاوے
بلکہ صندوق مین رکھکر بیچ دریا مین چھوڑ دی جاوے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا

بابو ہیرا لال میونسپل کمشنر ہیں بعمر راقم نے ساتھ ساتھ پبلک میں قدم رکھا
تھا اور میٹی اسکول میں ہم سبق تھے اس خاندان سے راقم کو ذاتی ربط رہا
و اس خاندان والوں کو راقم کے نانا قدس سرہٗ خانقاہ منگل تالاب سے عقیدت
مندی کی ساتھ ربط رہا کیا ان کے تین لڑکے تھے ایک کا نام یاد نہیں ہے وہ جوان
ہی قضا کر گئے دوسرے بابو بہادیو پرشاد ڈپٹی کے یہاں مظفر پور میں بیاہے تھے
وہ مظفر پور ہی میں جا بسے بابو ہیرا لال بڑے لڑکے ہو بہو باپ کے اندازہ چلتے
ہیں وہی روزگار اپنے والد کے یادگار ہیں ان کو چند شوق میونسپلٹی کا ہے
چنانچہ ان سے زیادہ پرانا کوئی میونسپل کمشنر پٹنہ میں نہیں ہے یہ دونوں گروہ
ہندو اور مسلمان میں ممدوح ہیں ان کی فطرت احسان کرنے پر ہے رات
دن لوگوں کی خدمت کر کے ہر کس و ناکس کو مشکور بنانے کی کوشش
میں رہتے ہیں یہ بہت مفید قومی آدمی ہیں اور بالکل بے تعصب ہیں میونسپل
کمشنر کا خرچ الکشن میں ہوا کرتا ہے تیس برس سے یہ بلا خرچ ہر سال
ہوتے ہیں اور سیکڑوں کام لوگوں کا نکالتے ہیں۔ اسپتال کے ممبر و
سکریٹری تو مدت سے ہیں اور منگل تالاب کے باغ کے کام ان کے
سپرد رہے جب تک باغ ان کے ہاتھ میں تھا بہت اچھا رہا راقم کے بعد یہ
باغ ان کے ہاتھ میں مدتوں رہا خوب آباد تھا اس میں روشنی الکٹرک پھول لیا تھا آخر
سال میں ایک دفعہ حکام کھو لوگی سیر کرنے آتا تھا جب سے انکے ہاتھ سے گیا اب تو روشوں کا
چراگاہ و جھیلوں کا گھاٹ ہو گیا ڈھور چرنے لگے سڑکیں خراب ہو گئیں روشیں اُجڑ
گئیں لڑکوں کے فٹ بال کا میدان ہو گیا ہے کرا اور عمارت تو ساخت

ہوگیا مگر بابو ہیرالال کے استقلال کی تعریف ہے وہ راقم کے ہم سن اور ہم
سبق تھے مگر تیس برس سے اب تک پبلک کاموں میں دلچسپی لے رہے ہیں
اور یہ لطف اونکے دل سے نہ ہٹ سکا یہی اونکا شغل ہے پبلک وابستگی ہی ہمیں
کام ہے ان کا وقت بھی بہت صرف ہوتا ہے اور آمد و رفت میں
اپنا کرایہ بھی صرف کرتے ہیں اور ہر ایک پبلک کام میں ان کو بڑی
دلچسپی ہے دو لوگوں کے وقت بلا تعصب گذرے اپنے گروہ کے
خلاف بھی ووٹ دیا کرتے ہیں میونسپلٹی میں ان سے زیادہ پیر ڈیش
کوئی نہیں ہے جو قوم کی بھلائی پر جان دیتا ہو ان کو اس کا ایک خاص
مذاق ہے قوم نے تو ضرور قدر دانی کی کہ ہر الکشن میں باوجود مزاحمت پر
برابر کامیاب ہو جاتے ہیں مگر تیس برس کے اندر ان کے کاموں کا گورنمنٹ
سے کچھ نہ ملا ان کے سامنے کتنے خطاب یافتہ ہو گئے مگر ان کو نہ ملنا تھا
نہ مل سکا حالانکہ یہ میدان میں موجود تھے دو ہی آدمی محروم الخطاب ہو کر
رہ گئے ایک تو میں خود جس نے بہت پبلک خدمات کی مگر کوئی نتیجہ خیز صلہ
بھلا میں تو جو کاموں سے بہت دور ہو گیا میں نے اس راہ
ہی کو چھوڑ دیا اس راہ کے لئے جو جو ضرورتیں تھیں ان سکو میں پورا
نہ کر سکا مگر بابو ہیرالال نے اس راہ میں جو جو ضروریں تھی سب کر کے بھی جو کام نے سے
وابستہ رہے گو گورنمنٹ نے بھی کبھی کبھی ان کی تعریف بعض بعض موقع پر
فرمایا مگر کوئی نتیجہ محنت کا ان کو گورنمنٹ سے نہ مل سکا راقم کے سامنے
سیکڑوں خطاب یافتہ ہو گئے بابو ہیرالال کے

لائف میں بجز نفع رسانی کی رات کے علم میں کوئی ضرر رسانی کا مادہ دیکھا نہ گیا مگر قدر دانی نہ کی گئی یہ فقط دولت کی کمی کا باعث ہے مگر یہ کیا کم خوشی کی بات ہے کہ قوم میں اتنا تو حس پیدا ہو گیا ہے کہ کام کرنے والوں کی اب وہ قدر کرنے لگے ہیں جہاں پیسے خرچ کر کے لوگ چھینے جاتے ہیں وہاں یہ بے پیسے ہر الکشن میں ضرور چھنجاتے ہیں تو یہ حس کا پتہ ضرور چلتا ہے ان کے ممدوح ہونے سے پتہ ملتا ہے کہ جو خدمت کرے گا نفع رسان ہوگا وہ ممدوح خلائق ضرور ہوگا اس کے خدمت کا صلہ اوس کی قدر رسان ہے وہ ان کو ملا کرتا ہے ان کی لائف اور ہستی بے ضرورت اور بیکار نہیں ہے یہ زندہ مثال ہیں کہ بے تعصبی سے کام ملک کا انجام دیتے ہیں اور پھر اپنی گروہ کے اندر ہیں اور اون کے لئے بھی مضر نہیں ہیں تو می وقتوں میں یہ اپنے کو جدا رکھتے ہیں۔

۲۲ - **حکیم نصیر صاحب** کا تذکرہ علما اور حکما کیساتھ مختصر ہے اسلئے بیان مفصل لکھنا ضرور ہے یہ حکیم عبد الحمید صاحب قریب تر رشتہ دار بھائی تھے ان لوگوں کا اصل وطن صادق پور میں تھا حکیم صاحب حکیم حاذق تھے اور عالم تھے اور صابر و شاکر اور عابد و زاہد اولی تھے ان کے علم کی قدر دانی تھی یہ بھی کا انفلنس ہے کہ وقت جب حکیم اجمل خاں صاحب دہلی تشریف لائے تو مرف حکیم صاحب کے مطب میں تشریف لائے اور کہیں کسی طبیب کے یہاں وہ نہیں گئے نہ کھانا قبول فرمایا اور کسی کے یہاں نہ گئے نہ دعوت قبول کی ان سے صادق پور والوں سے قرابت

خاص ہے یہ لوگ ہم جلد ہیں وہ بہت بوڑھے ہو کر مرے اندازی دس
برس گذرا ہوگا ان کا انتقال ہوا ہے ان کے بیٹے حکیم نظیر الدین صاحب
حکیم ہیں اس وقت طبیب شہر ہیں ان میں بعض صفت خاص ہے جو شہر
میں کم لوگوں میں ہے یہ وضع کے پختہ ہیں دوستی کے پختہ ہے پیر اسکے
روش کی چلن ہے اور خیالات نور کھتے ہیں رہائش اب تک وہ
ہے اور مزاج ایشیائی ہے اور انگریزی نہیں جانتے مگر گھر
میں لڑکے بچے اہل قرابت سب انگریزی تعلیم یافتہ ہیں مگر اور لوگوں پر
بیاسا تو زمانے کے رفتار سے اثر ضرور پڑا ہی مگر تہذیبا اور تربیتا حکیم
صاحب کا اثر زمانے کے رفتار و کرنٹ کے خلاف دلوں میں پہونچ
رہا ہے یہ بڑی تاثیر ہے کہ ہندوستانیت سے مزاجا کوئی باہر نہیں ہو
سکا ان کا دماغ مدبر ہے جس سے خاندان کے لڑکوں پر پوری
جبروتیت جما رکھا ہے جس کسی سے یہ جس وضع سے ابتدا سے ملتے آئے ہیں
انہیں فرق نہیں آتا جہاں سے ایکدفعہ فیس لیا عمر بھر لیں گے اور جہاں سے ایکدفعہ نہ لیا عمر
بھر نہیں لیں گے آمدنی وافر ہے پریکٹس اچھی ہے مکان عمدہ بنایا۔
تو تیہیں لاجواب کیا جائیداد میں بہت ہیں دل شریف بے نیاز ہے چھچھوری طبیعت کے آدمی نہیں
ہیں انگوٹھی کی اور مقدر پروا نہیں ہے آدمیت پسند یہ آدمی کی قدر کرتے ہیں اور آدمیت کی قدر
کرتے ہوئے انسانیت برتتے ہیں ہمدردی کا مادہ ہے کنبہ پروری بہت ہے
اعزا زندیا و کھا ہی نہ وہ خلائق بھی ہیں عافیت کی زندگی گذارتے ہیں
موثر بھی ہے نوکر چاکر بھی ہیں منتظم بھی ہیں بے جا بے موقع صرف

نہیں ہے کارخانہ بند رہا ہوا ہے موقع وقت بھی دیکھتے ہیں وقت پر روپیہ کی پروا نہیں کرتے موقع پر خرچ بھی کر دیتے ہیں ان کو پانچ چار گھروں سے خاص دلی تعلق ہے راقم کے ساتھ پورا خلوص خاندانی برتتے ہیں اور ذاتی طور پر مجھے بہت دوست رکھتے ہیں خانقاہ منگل تالاب کے سجادہ نشین کی عظمت کرتے ہیں ان کو دوستی اور کنبہ والوں کا بہت خیال و لحاظ ہے تمام قریب تر کنبہ والوں کی تعلیم و تربیت میں صرف کیا سب کو نوکریاں دلوائیں سب کی روش زندگی درست کر دی اپنے قریب تر رشتہ داروں کی اولادوں کی شادیاں ان کے ذریعہ اور خرچ سے کئے گئے ان کو عربی کا علم بھی ہے یہ مذہب کے پکے حنفی ہیں اور عقیدہ ان کا آبائی نہیں ہے ان کے تمام بزرگان غیر مقلد تھے نماز روزہ کے پابند ہیں صوفیائے کرام کے معتقد ہیں یہ گدی شاہ گھسیٹا صاحب تکیہ پر کے خالص دوست ہیں تمام تقریبوں اور اعراس میں باوجود ہجوم کار کے شریک ہوا کرتے ہیں ہر غریب امیر کے یہاں تقریبوں میں ضرور شرکت دیتے ہیں جہاں تک ان سے ممکن ہے اسلامی اخوت برتتے ہیں اچھے والد کے اچھے نمونہ ہیں اور ممدوح خلائق ہیں منہ۔ ون میران کو چندی باتو دیوان محلہ کے خاندان سے بہت ربط ہے ان کی شادی نراوہ میں ہوئی ہے خسرو نور نراوہ میں شاہ ریاض حسن صاحب کے مکان کی بغل میں ان کی سسرال ہے ان کے لڑکے قطبی میاں ہیں جو ابھی پڑھتے ہیں ان کی شادی بخاندان شمس العلما مولوی جلال الدین وکیل ساکن مہوچی پور کے یہاں مولوی وصی الدین کی لڑکی سے ہوئی ہے ان کے بھانجے محمد رفیع ولد رفعت حسین کی شادی

باغ کالو خاں میں میر اصغر حسین مرحوم منیجر کی لڑکی سے ہوئی ہے اصغر مرحوم
بھوٹان میں ملازم تھے اور اچھا کماتے تھے محمد رفیع پٹنہ یونیورسٹی میں ملازم ہیں
محمد رفعت حسین طبابت کرتے تھے اونکے بھائی عالم گنج میں رہتے تھے اور
پٹنہ ٹرمجوے میں ملازم تھے اب وہ کلکتہ کے طرف رہتے ہیں محمد رفیع کی بھائی
کی شادی نظیر میاں ساکن نون گولہ کے خاندان میں غالباً نصیر میاں کے
لڑکی سے ہوئی ہے نصیر میاں نظیر میاں کے بیٹے ہیں اس لڑکے کا نام نہال
میاں ہے یہ بیٹی کوٹ میں ناہیپسٹ ہیں ایک لڑکا اس خاندان کا درگاہ شاہ
ارزاں پیر شاہ واجد حسین صاحب کے یہاں بیاہا ہے بعض لڑکی حکیم صاحب کے
خاندان کی ڈاکٹر عبد الرحمن ساکن سادہ گنج کے یہاں بیاہی ہیں اس خاندان میں
نواب حمید اللہ شاہ وجیہ الحق مرحوم ساکن کشمیری کوٹھی جال بھاگی میتن گھاٹ
کی بعض لڑکیاں بیاہی ہیں نواب حمید کی بہن اونکی سالی بھی اسی خاندان میں بیاہی
گئی ہیں ڈاکٹر صاحب خلیق اور متمول آدمی ہیں اور اونکے خاندان کی لڑکی سب تعلیم یافتہ ہیں
خود بھی وہ ملنسار منکسر ممنتج آدمی ہیں اور خوب بکا فر ہیں حکیم صاحب کی ہستی
غنیمت ہے ایک مرد مسلمان کے جیسی زندگی گذارنی چاہیے اوسکا نمونہ ہے حکیم صاحب کا
جیسا اقبال اور آمدنی ہے اوسکا منشا تو غرور تکبر اور تفاخر کا تھا مگر اللہ کا
فضل ہے کہ ان میں عجب شان شیخی پیدا نہ ہوا یہ اونکے والد کے نیک نیتی
اور تربیت کا فیض تھا حکیم صاحب نے باوجود دولت و موٹر وغیرہ
کے کبھی انگریزی کپڑا نہیں پہنا اور طرز معاشرت نہیں بدلا شہر میں کون
ہے جو اپنی تنگی سے ساتھ زندگی بسر کرتا ہے زمانہ کا اثر سب پر پڑا ہے

لباس سب کے بدل گئے ہیں تہذیب سب کی بدل گئی ہے صرف دو مثالیں فخریہ طور پر بیان کے لائق ہیں ایک حکیم صاحب دوسری سر فخر الدین منسٹر ہیں ان دونوں پر زمانے کے جھونکوں کا اثر نہیں پڑا یہ خود تو انگریزی نہیں جانتے اور سر فخر الدین تو رات دن انگریزوں کی صحبت ہی میں اور اعلیٰ طبقہ کے افسروں میں ہی رہتے ہیں۔ ہندوؤں میں بابو گنیش دت منسٹر ہیں جنہوں نے باوجود اس اعلیٰ عہدہ کے کبھی اپنی وضع نہیں بدلی اور ان لوگوں نے باوجود دولت اور عزت اور تعلیم یافتگی کے ایشیائی اور آبائی چلن کو نہیں چھوڑا دنیا بھر کا کام کیا کرتے ہیں اعلیٰ سے اعلیٰ طبقہ کی سوسائٹی میں ملتے جلتے ہیں مگر ان لوگوں پر کوئی اثر زمانہ کا نہ پڑ سکا پختگی اسکو کہتے ہیں ان تینوں ہستی کو خاکہ بنانا چاہیے خواہ حمد نور بھی قابل اللہ کریم وہ بھی پختگی میں کم نہیں ہیں یہ لوگ قابل تعریف ہیں قابل تحسین ہیں قابل توصیف ہیں انسان اگر چاہے تو سب کچھ کر سکتا ہے دولت و عزت و علمیت و مذہب کے انقطاع کا نہیں یہ بدنفسیاں ہیں کہ غربا امرا اپنے چلن کو چھوڑتے جاتے ہیں اور زمانے کے اثرات پر الزام دیتے ہیں کیوں ان لوگوں پر زمانہ کا اثر نہیں پڑا کون سی چیز مانع تھی ان لوگوں کی لا ریب زندہ مثال موجود ہے یہ لوگ مذہبی لیڈر بھی نہیں ہیں ایسا چھوڑ دیا ہے۔ مذہب اندر رکھ کیونکہ دنیا کا بڑا بڑا کام چلا رہے ہیں اور بڑے بڑے جوابدہی کا کام انجام دیتے ہوئے اپنے ایشیائی تہذیب و ترکیب کو برت رہے ہیں اپنا اپنا استغفار مذہب کر رہے ہیں نماز روزہ عقیدہ لباس وضع قطع رہائش سب اپنے

جگہ یہ ہم نوجوانوں یہ ہستیاں کیا قابل سبق ہیں یا یہ ہستیاں قابل قدر ہیں کیا ہم لوگوں کی
تعلیم ترقی و دولت انلوگوں سے زیادہ ہیں تبدیل لباس و طرز معاشرت و تبدیل
عقائد و طرز معاشرت دنیاوی ترقی کے لئے لازمی چیز ہے راقم تو تین چار
ہستیاں پیش کرتا ہے جو سب کی نظر کے سامنے ہیں آپ لوگ خود ملاحظہ کر
سکتے ہیں یہ وجود نمونہ جو ہم کہیں ڈھونڈھنا بھی نہیں پڑیگا اسی شہر کے اندر
ہے اور روزمرہ انلوگوں کے آنکھ کے سامنے ہے ان لوگوں کے بعد انلوگوں کی
زندہ مثال کم ملینگے آئندہ نسلوں کو تاریخوں میں ڈھونڈھنا پڑیگا ہر ایک قابل ترین معزز محترم کو
ایشیائی تربیت و تہذیب کا مانند اور جواہر بنا لازمی ہے مسلمان خواہ ہندو مذہب کے ہوں مانند اور جواہر
ہیں یہ باتیں مجسم اور زندہ نظیر ہیں ان بولتی چیزیں ہیں بے زبان ہیں
ان کا تحفظ انکی پاسداری آئندہ اور موجودہ لوگوں کے سپرد ہیں زندہ
رکھی جائیں یا انکا گلا گھونٹ گھونٹ کر دم نکال دیا جائے اب عقائد طرز معاشرت
مذہب تربیت اور رسم الشنای سب تو بستر مرگ پر پڑے
ہوئے ہیں زمانے کے مخالف اب وہ کسی اصلاح و تدبیر کو اثر
پذیر ہونے نہیں دیتے بجز حفاظت خداوندی کوئی بات اسے روک
نہیں سکتی ان چیزوں کے بدلنے کا اثر جو قوم پر آگرا ہے اوس پر
غور کرے جائے جانی مالی عزتی قومی گردشوں میں پھنس
گئے لائیف کیا ہی کہ ایک وبال جان ہو ایک
طوفان مایوسی ہے ایک گردش تقدیر ہے کس بلندی
پر تھے کس پستی میں آگرے اور کس امن کی زندگی گذر رہی

کس مصیبت میں آپھنسے دولت گئی، صحت گئی، عزت گئی۔ ہمت گئی حرمت گئی۔ خودداری گئی۔ دلداری گئی۔ خلوص گیا۔ یاری گئی مذہب گیا۔ ملت گئی۔ عقائد گئے۔ آرام گیا چین گیا یقین گیا صرف اُمر میں تو رہ گیا۔ زندگی ہے یا کوئی طوفان ہے۔ ہم تو اس جینے کے ہاتھوں مر چلے۔ ان قومی بیماریوں کا علاج یا حکیم صاحب فرمائیں یا ملکی منسٹران بچائیں ہم لوگ کہاں جائیں کیا کھائیں کیونکر کمائیں مر کر کدھر جائیں۔ جنت پائیں یا دوزخ میں جائیں مذہبی قوانین کے رو سے تو ہم لوگ بالکل خدائی باغی ہیں اور ملکی مصالح کے رو سے یکدم لاغی ہیں وطن بھی گیا دنیا بھی گئی سب کے دل تو داغی ہیں سہ

کہاں لے جاؤں دل دونوں جہاں میں سخت مشکل ہے
یہاں پریوں کا جھرمٹ ہے وہاں حوروں کی محفل ہے

۱۴۷ مولوی عبدالقادر کا مکان پکی گوریا میں تھا

یہ میر امیر جان مرحوم ساکن لودی کٹرہ کے بھائی تھے۔ اور خاندان میر بھاٹاک مرحوم کے یادگار رکھتے ان کا مکان وہی تھا جہاں پر راقم کے مکان کی سیڑھی ہے انھوں نے اس مکان دو دوکان کو راقم کے والد ماجد کے ہاتھ فروخت کر دیا اور خود پکی گوریا میں جا بسے یہ حاجی بھی تھے۔ یہ مذہبی آدمی تھے اپنی ذریعہ روزی

اور طریقہ معاش بطور حلال دست کاری سے رکھا تھا یہ ٹین کی لالٹین سماور لوٹے ڈھبری وغیرہ بناتے اور بیچتے اور اوسی کو کھاتے رہے۔ ایسے لوگ اب کہاں پیدا ہوتے ہیں جو اپنے محنت کی مزدوری سے کماکر اکل حلال کھائیں اور اپنی زندگی عبادت میں گذاریں ایسی ہستیاں نایاب ہیں اس وقت ویسی ہستیوں کا ہونا نادرات میں داخل ہے نہ وہ لوگ ہیں نہ وہ وقت ہے انہوں نے عمر بھر ریاضت جسمانی کر کے گذران اوقات کیا گو اور ذریعہ روزی کی بقدر گذران تھی اوس آمدنی سے بال بچہ کی پرورش کیا۔ آخر میں مفلوج ہوگئے تھے اور معذور ہوگئے تھے نہایت سادہ ہی زندگی بسر کر گئے انہوں نے زندگی کا ماحصل عیش نہیں جانا تھا بلکہ مال زندگی آخرت کا سنبھالنا جانا تھا خوردن برائے زیستن کھانا جینے کے لئے ضروری جانتے نہ کہ جینا کھانے کے لئے جانتے تھے۔ بس دنیا میں مسافروار زندگی گذارا ضرورت کی سب چیزیں تھیں مگر بہت سادی فٹ فاٹ نہ تھا مگر تکلیف بھی نہیں اوٹھایا اون کے ایک بیٹے مولوی غلام قادر وکیل تھے یہ بہت دوست پرست تھے انہوں نے خوب کمایا ا۔ ب خرچ کیا صرف دوست پرستی اور کھانے کھلانے میں صرف کیا پس ماندہ نہیں چھوڑا یہ ممدوح خلائق زندگی بسر کر گئے ان کو ملاقات کا بہت پاس تھا۔ ملاقاتیوں کا سیکڑوں کام مفت کیا کرتے تھے

ان سے لوگ خوش تھے جوان ہی مر گئے ان کے بیٹے مولوی حفیظ وکیل ہیں ان کا اقبال والد سے زیادہ ہوا مزاج کی ترکیب بھی وہی ہے بہت اچھا کماتے ہیں اور بڑی عمارت بنائی ہے قدم کوان میں ان کا مکان ہے ان کے والد کے موکل تھے ان کو وکالت چلانے میں کوئی دقت نہ ہوئی متخاصمین دلال سب تو موجود ہی تھے بہت جلد ان کو فروغ ہوا ان کے والد کے احباب اور خود ان کے احباب موجود تھے زمانہ موافق ہوا موافقات ملتے گئے چند ہی دن میں یہ فیلو آف یونیورسٹی ہو گئے۔ مونسپل بورڈ کے پریسیڈنٹ ہو گئے وکالت بھی عروج پر آگئی ان کی شادی کورانواں منشی ظہور صاحب کے یہاں ہوئی وہ دولت مند آدمی تھے اون کا انتقال ہو گیا۔ ساس نے ان پر دارمدار رہا نذاد کا چھوڑا اون کے یہاں کے ملاذمین زیر نگرانی انکی رہتے۔ ان کے لڑکی کی شادی حکیم عمر صاحب جہان آباد کے خاندان میں ایک لڑکے سے ہوئی جو ولایت سے ہو کر آئے ہیں اور کلکتہ میں کوئی کام کرتے ہیں انسان کو جب اقبال ہوتا ہے اوس کے ہر کام خود بخود درست ہوتے جاتے ہیں جب زمانہ موافق ہوتا ہے تو ہر بات اوس کی مزاج کے موافق ہوا کرتی ہے۔ الٹی کھول تدبیر خود بخود سوجھنے لگتی ہے جس کام میں ہاتھ ڈالئے حسب خواہ ہو کر رہتا ہے جب زمانہ ناموافق ہوتا ہے جو سوچئے وہ اولٹی

سوجھ نج ہی ہوگی کبھی سیدھی بات اوس کے دماغ ہی میں نہیں آئیں گے
تدبیر اولٹی اور تقدیر پلٹی ہوتے والی بات کی تدبیر بھی موافق
پڑا کریگی نہیں ہونیوالی بات کی تدبیر بھی اولٹا اثر دکھائیں گے
تدبیر دراصل اپنی قوت سے نہیں ہے بلکہ تقدیر ہی قوت سے
ایسے راستے نکلتے رہتے ہیں جس سے دماغ ہی بدل جاتا ہے مواقعات
ہی ایسے آجاتے ہیں یہ کسی کی ذاتی پرکھارت نہیں ہے لوگ اپنی
تدبیر بتاتے ہیں اپنی طرف اپنے عقل و دماغ کی طرف منسوب
کرتے ہیں۔ اپنی محنت کی طرف رجوع کرتے ہیں یہ غلط ہے
یہ سب آلات ہیں سبب ہیں کوئی ذریعہ کوئی سبب کوئی خیال
کوئی موقع ایسا ہی آجاتا ہے جو مرضی کے موافق دنیا سے نرالی
بات نا ممکن بات بھی ہو کر رہتی ہے جو کسی کے وہم و خیال میں
نہ آئے وہ ہو کر رہتا ہے۔ جو نہیں ہوتا ہے اوس میں بھی از خود
رخنہ اندازیاں پیدا ہو جاتی ہیں ایسے مواقعات آجاتے ہیں
کہ انسان کا چھکا چھوٹ جاتا ہے تدبیر میں انسان مختار ہے
اور تقدیر سے لاچار ہے۔ حضرت علیؓ کا قول ہے کہ خدا کے
ارادوں کو انسانی ارادوں پر فضیلت ہے۔ میں نے خدا کو اسی سے
پہچان لیا کہ میرے ارادوں کے مخالف باتیں اکثر ہو گئیں
میرے اختیاری ارادوں کو اوس نے توڑ دیا بس معلوم ہوا
کہ مجھ سے زیادہ قوی الحکمت اور قوی الارادہ قوی الحکم

کوئی پوشیدہ شے ہے جسے ہم نہیں دیکھ سکتے نہ سمجھ سکتے۔
بس وہی ہے جو ہمیں معذور کرتا ہے وہی خدائی قوت ہے
یا وہ ہے قدرت ہے۔ ہزاروں بی اے ہزاروں وکیل سیکڑوں
بارسٹر موجود ہیں سب کا علم برابر سب کے امتحان یکساں سب کے
لیاقت برابر سب کا کام ایک مگر سب کی تقدیر بالکل جداگانہ ہے
سب کی دولت جداگانہ سب کی کمائی جدا سب کی عزت جدا سب کا مذہب جدا سب
کی تقدیر جدا ہے اپنی سی کئے جاؤ بنی تو بنی نہ بنی نہ بنی اس کے
سوا دنیا میں چارہ نہیں ہے اسی میں عافیت ہے اسی کا نام قناعت
ہے صبر ہے تحمل ہے، استقلال ہے دُمن رسے دھنیا اپنی دھن
دنیا کی دھنیکا کیا فائدہ اپنی سی کئے جائے جو ہونی ہے ہو کر
رہے گی السعی منی والاتمام من اللہ میرا کام کوشش کا
ہے خدا کا کام انجام کرنے کا ہے روزمرہ کے زندہ لوگوں کی لائف
پر غور کرتے جائے اصلاح نفس خود بخود پیدا ہوتا جائیگا۔ آپ کا
نفس خود ماسٹری کرتا ہوا پوشیدہ سبق اندرون دل چھپا آتا
جائیگا۔ ناکامی، مایوسی، محرومی، مصیبت یہ کتابیں جو خاص
تصنیف قدرت ہیں بہترین تعلیم آپکو دینگی دنیاوی کتابیں آپ
خود ردی جاننے لگیں گے زمانہ بہترین استاد ہے جیسے بچے نیستی
سے ہستی میں آتے ہیں معصوم نکلتے ہیں ویسا ہی جسمانیات اور
روحانیات دونوں میں ملائمیت معصومیت ظاہر ہوتی ہے

پھر شادابی اتی ہے اور جس سے لذات پیدا ہوتی ہے وہ زمانہ
شباب ہے پھر زمانہ پیری آتا ہے جو قدم قدم پہ ہر طرح پر روحانی
ٹھوکریں کھلاتا ہے زمانے کا اوتار چڑھاؤ جس طرح ابتدا سے
ہوتا آیا ہے ایسا ہی ہوتا رہے گا کوئی بڑھا کوئی گھٹا یہ تو رفتار
زمانہ ہے مگر جس محتاجی اور لاچاری سے انسان ایا اوسی محتاجی اور لاچاری سے جاتا ہے سنئے وقت
خود مختاری کبھی نہ جائے وقت خود مختاری رہتی ہے آنا و جانا
دونوں وقت محتاجی کا ہے اور معذوری کا درمیانی زمانے
میں انسان جو چاہے کر لے سکتا ہے کتنا ہی کوئی معزز ہو مفخر ہو اوسے
یہ دونوں وقت ضرور پیش آتا ہے بچے رہے تو معصوم اور مرنے
بعد مرحوم ان دونوں لفظ میں ایک راز پوشیدہ ہے معصوم
اس لئے کہ وہ راز الٰہی کو ظاہر نہیں کر سکتا وہ پردہ پوش رموز
الٰہیہ ہے بے ضرر ہے وہ اپنے ضرورتوں کو کسی پر ظاہر
نہیں کرتا کسی پر اپنا توجہ نہیں ڈالتا کیا قدرت خدا ہے کہ
اونکی ضرورتوں کے پورا کرنے کے لئے سارے سامان قبل از وقت
موجود رہتے ہیں اور خدا کی بندگی خود بخود خیر مقدم کو حاضر ہو جاتی ہیں
اور وہ معصوم آزاد آتا ہے ساری ضرورتیں ساتھ لاتا ہے اور
بے فکر ہے اور جاتے وقت اپنے کل ضرورتوں کو رکھتے ہوئے
ایسا کچھ معذور و مجبور ہو جاتا ہے واجب الرحم اور بے
بس جاتا ہے ساری موجودہ و محصولہ چیزیں کھلتے ہوئے

خود اس قدر محتاج ہو جاتا ہے کہ دوسرے اس کی امداد کو خود بخود حاضر ہو جاتے ہیں وہ اپنی سے کچھ نہیں کر سکتا اپنا کل انتظام دو سروں کے ذمہ چھوڑنا پڑتا ہے ان دونوں کے بیچ کا زمانہ البتہ ہر مسافر کے اختیار میں ہے جو انتظام چاہیں کریں جس قدر عیش و آرام چاہیں کر لیں جتنا اچھا برا کام چاہیں ختم کر لیں بس زندگی کے انتظامات ہر آدمی کے ذمہ ہو جاتے ہیں زندگی کے مقررہ زمانیں پچاس ساٹھ ستر برس کے لئے دنیا میں ہے کیا کیا کرنا پڑتا ہے اور کتنے الجھنوں میں بسر کرنا ہوتا ہے اسکو جینے والے ہی برداشت کر لیتے ہیں یہ زمانہ بھی سب کے لئے برابر نہیں کٹتے وہ بھی مشیت اور تقدیر کے حوالے ہیں جدھر اور جس طرح جس طرف مقدرات کھینچ لے جاتے ہیں وہی انجام پاتے ہیں اور رشد نی ہے سامنے آتی ہے مگر دنیا دار الاسباب ہے ہر چیز کے لئے ایک سبب پیدا ہو جاتا ہے انھیں اسباب میں انسانی زندگی اور بلکہ ہر ذی روح کی زندگی ختم ہو جاتی ہے

۳۷ عبدالمجید صاحب ایک نامی گرامی طبیب شہر اور معزز اور مفخر آدمی گذرے ہیں جسکو راقم نے دیکھا تھا اور اون کا زیر علاج رہا کیا ہے ان کا مطب خواجہ کلاں گھاٹ میں تھا در اصل یہ صادق پور کے خاندان سے تھے صادق پور کا خاندان مشہور خاندان تھا وہ لوگ غیر مقلدین

تھے اور ۱۸۵۷ء کے واقعات کے متعلق جو کتابیں ہیں اونمیں پورے
حالات اس خاندان کے ہیں مولوی عبدالرحیم صاحب نے جو حالات
اپنے اور اپنے خاندان کے اور اپنے کالا پانی جانے کے متعلق لکھا
ہے اور ۱۸۵۷ء کی مصیبتوں کو لکھا ہے اس میں مفصل حالات
ظاہر ہونگے ان لوگوں کا ابتدائی زمانہ علم و دولت سے مالا
مال تھا۔ زمانہ کے رفتار نے جب رخ بدلا اکثروں نے محلہ
چھوڑ دیا ادھر اودھر رہے حکیم صاحب کو بھی محلہ چھوڑنا پڑا
حکماء کے حصہ میں ان کا مفصل حال لکھا ہوا ہے یہ عالم تھے۔
طبیب تھے بہت قابل آدمی تھے بہت معزز آدمی تھے فارسی
میں اوستاد وقت تھے علم ہندسہ حساب فلکیات عقائد اصول
فقہ علم حدیث اسماء الرجال علم الادیان علم الابدان ان سب
میں کامل تحقیقات رکھتے تھے بڑے ذہین اور گویا بے حد پرمذاق
شخص تھے بہت سادی وضع ہندوستانی ترکیب و مزاج اور رہائش
کے آدمی گذرے شاعر بھی تھے مگر ان کا تذکرہ نقش پائدار
مؤلفہ خان بہادر علی محمد شاد میں ہے مانا غالباً اور جلدوں
میں ہوگا اخبار البنچ میں ان کی تحریریں بہت چھپی ہوئی تھیں
یہ بھی پٹنہ میں ایک خاص ہستی تھے یہ خان بہادر میر علی محمد
شاد کے ہم اثر تھے دور دور راجہ راجواڑہ بڑے بڑے
حکام ان کی قدر علمی و تجربہ کی کرتے رہے اوس وقت کے بڑے

بڑے ڈاکٹر ان کے تجویز و معالجہ کے قابل تھے مشکل مشکل
اونلجھے ہوئے مریضوں کا علاج انکے یہاں پیش ہوا کرتا تھا
مذاقاً یہ فرماتے رہے کہ یہ صیغہ اپیل میرے یہاں مریض
لایا جاتا ہے بہتیرے اچھے بھی ہوا کیے جبکہ موت ہوتی یہ
کہدیا کرتے کہ میں مایوسانہ علاج کرتا ہوں طبی اصول کے
روسے اس کا زندہ رہنا دشوار ہے بہتیرے معرکہ
ان کے علاج کے راقم نے خود بچشم خود دیکھا ہے بڑے بڑے
ماہران فن کی عقل دنگ ہو جاتی ان میں یہ ایک عجیب
بات تھی کہ اونلجھے عوارض میں مرکبات سے کام نہیں لیتے
بلکہ مفردات میں سے کوئی ایسا جزو اختیار کرتے جس کا اثر
دوسری عوارض کے لئے مضر نہ ہو یہ بڑی واقفیت کا کام
تھا خواص الاشیاء پر بڑا عبور تھا ان کی عمدہ نسخے تین
جزو سے زیادہ نہیں ہوتے یوں تو مطب ہی تھا علی العموم
علاج ہوا کرتا تھا مگر جب کوئی خاص علاج فرماتے تو بہت
روپے صرف ہوتے اور بڑی محنت سے یہ کام کرتے وہ
نسخے البتہ دیکھنے کے لائق ہوا کرتے تھے انہوں نے
بہت کچھ کمایا اور اچھی حیثیت چھوڑا ان کو اولاد ذکور
نہ تھی ان کے ناتی حکیم نعیم ان کے جانشین ہوئے وہ
بھی بہت ہی معقول ہستی تھی اور بہت ملنسار اور

اخلاق مند مفید آدمی دوستی کے پختہ اور آدمی
کے قدر دان شخص گزرے جوان ہی مر گئے انکی
تعلقات برادری بخشی منیدان ہیں تھے انکے
بھائی ڈاکٹر عظیم الدین ہیں جو بہت لایق اور قابل
آدمی ہیں اور سرکاری خرچے سے تحصیل علوم کے
لئے یورپ گئے تھے اور علوم حاصل کر کے خدا بخش
خاں سی آئی۔ ای کے کتب خانہ سرکاری میں ملازم
ہیں کتابیں ان کے زیر نگرانی ہیں
کسی کالج میں پروفیسر ہیں یہ بنفس خاص علم کی روشنی
سے فیضیاب ہیں تعلیم کے بعد جو باتیں درکار ہیں
ان میں موجود ہیں کم سخن آدمی ہیں کم لوگوں سے ملتے
ہیں کماتے ہیں اور اپنی ڈیوٹی ادا کرتے ہیں پٹنہ کے
لوگوں کی طرح ان کی زندگی گتا خمی میں نہیں گذرتی
علمی مذاق ہے علمی کام کرتے ہیں رحم دلی موجود ہے
بعض آدمیوں کے ساتھ سلوک بھی کرتے ہیں بعض شریف
غریب کی تنخواہ بھی مقرر ہے کنبہ پرور بھی ہیں باہر
وضع انگریزی ہے ان کے لڑکے کی شادی پوناکسارہ
میں محمد عبد الرزاق ماسٹر کی لڑکی سے ہوئی ہے حکیم

فہیم کے لڑکے بھی ہیں سب لڑکے خوندہ ہیں نام تو لڑکوں کا مفصل معلوم نہیں ہے راقم نے لڑکوں کو دیکھا ضرور ہے مگر چونکہ آمد و رفت نہیں رہی ہے اس لئے واقف نہیں ہوسکا اس خاندان سے خاندان منگل تالاب راقم کے ننہال سے بڑا ربط تھا اور اسی وجہ کر والد ماجد مرحوم اور حکیم صاحب مرحوم سے بہت تفریح دونوں میں ہوا کرتی تھی حکیم صاحب کے بعد آمد و رفت کا سلسلہ بند ہوگیا گاہ گاہ حکیم فہیم سے کہیں ملاقات ہوگئی وہ راقم کو اور راقم اون کو پہچانتا تھا ڈاکٹر عظیم چونکہ تعلیمی سلسلہ کی وجہ کر شہر میں کم رہے اس لئے آجتک راقم اون کو پورا پہچان بھی نہیں سکتا وہ شاید واقف ہوں گے یہ تو تجربہ برابر دیکھا آیا کہ مورث مزاوزنا کی آمد و رفت بند اب کے لوگ خاندانی ربط کا بالکل اثر نہیں لیتے پہلے خاندانی ربط کے لوگ اور دادوں سے زیادہ برتا کرتے تھے وہ جانتے تھے کہ قرابت والے تو آپس میں ضرور ہی مل جاتے ہیں اغیار تو ملنے سے ملیں گے مگر راقم کے تجربے میں یہ بات آئی ہے کہ کوئی دوست یا ملاقاتی اگر مرا تو وہ

اکیلا نہیں چھوٹتا اوس کا گھر بھی چھوٹتا اس کے اندر کیا مصلحت خداوندی ہے یہ راز راقم پر آجتک نہیں کھلا راقم نے بہت سوچا مگر میرے دماغ نے کوئی نتیجہ جواب نہیں دیا نہ فیصلا ہو سکا بجز اس وجہ کے کہ مورث کے ملاقاتی ورثا کو عزیزانہ نگاہ سے دیکھتے ہیں اور مساوات کے بے تکلفی نہیں برتتے اونکی برائیوں کو روکنے کی نصیحت کرنا چاہتے ہیں وہ اونکے ارادوں میں مخل ہوتے ہیں اسلئے ورثا بائی کاٹ کر دیتے ہیں اور مورث کے ملاقاتی بھی خودداری کے اصول پر اپنے کو جدا رکھنا چاہتے ہیں اس لئے خاندانی ربط ذاتی خطاب کیطرح ذاتی دوستیاں ختم ہوجاتی ہیں۔ جو قرار اوس کے دم کے ساتھ اس کا اعزاز گیا اوسکی ساری باتیں ختم ہوجاتے ہیں ویسے ہی اوس کے ساتھ والے بھی ختم ہی سمجھے جاتے ہیں اسلئے بزرگ دوست نئے سوسائٹی نئے تعلیمی ترکیب سے نئے روشن زندگی ہوجاتی ہے کوئی روک تھام کرنے والا تو رہتا ہی نہیں کوئی نیک مشورہ دینے والا لقب ہی نہیں ہوتا آزاد خود روداں زندگی ہوجاتی ہے

جو بہت نقصان رسی کے بعد زمانہ ٹھوکر دیدے کر ایک راہ پر مدت کے بعد لے آتا ہے المختصر یہ ہے کہ حکیم صاحب طبیب شہر تھے اور اپنی زندگی بہت اچھی گذار گئے۔ ۳۰ برس ہوا ہوگا اُن کا انتقال ہوگیا حکیم فہیم صاحب کو مرے ہوئے بھی اندازی دس بارہ برس گذر گئے اب ڈاکٹر عظیم صاحب جانشیں ہیں حکیم صاحب کے کل قرابت والے صادق پور میں ہیں جن میں بعض کی اولاد زندہ ہیں حکیم بنجو صاحب کے والد اور حکیم صاحب بھائی ہوتے تھے حکیم صاحب کے اور دو بھائی تھے جنکا تذکرہ صادق پور کے حالات میں مفصل ملے گا۔ ڈاکٹر فہیم کا مکان بھی ولایتی اصول پر بنا ہے دیکھنے کے لائق ہے۔

۲۷ نواب جعفر قلی خاں صاحب خواجہ کلاں گھاٹ میں ایک بڑے رئیس تھے ان کو تعلقات بھکنا پہاڑی اور رحنا ندان مرشد آباد سے تھا ان کی اہلیہ بیگم صاحبہ ہیں اونکے پاس جائداد کافی تھی اون کے یہاں منشی علی حسین کارپرداز تھے اون کے ذریعہ سے راقم کے والد ماجد نے بہتیری جائداد علاقہ کھانہ پھلواری شریف کی

خریدار الحال حمید پور دوست پور انہیں کا تھا جو خواجہ پورہ کے علاقہ میں ہے نواب صاحب پورے نواب ذی ل تھے ان کے کل کار بار منشی علی حسین کے ہاتھ میں تھے منشی جی جو چاہتے تھے کرتے تھے نواب صاحب بڑے خلیق آدمی اور بہت جو ند آدمی تھے اون کو صرف کھانے کھلانے کا شوق تھا اور آرام سے رہتے تھے ان کو زیادہ لٹ پٹ کی زندگی پسند نہ تھی بے ضرر گوشہ نشیں رہے لوگ خود ان سے ملنے کو جاتے تھے اون کے محدود احباب ان سے ملا کرتے تھے راقم نے ان کو بہت بوڑھا دیکھا اوایل زندگی اور اوس کا حال راقم کو بہ تحقیق نہ ملا اسلئے نہ لکھ سکا ان کا امام باڑہ بھی ہے مجالس بھی ہوا کرتے تھے یہ شیعہ مذہب رئیس تھے ان کے دو بیٹے تھے ایک نواب تصدق حسین خاں تھے جو رجسٹرار بھی ہوئے تھے پھر اونہوں نے استعفا دیدیا ایک بیٹے نواب علی محمد خاں مرحوم تھے ان کے بیٹے نواب مظفر حسین خاں ابکاری انسپکٹر میں تصدق حسین خاں صاحب آخر عمر میں گوشہ نشیں ہوگئے تھے یہ بھی اپنے باپ جیسے مزاج کے آدمی تھے اون کے دو بیٹے تھے نظیر نواب صاحب نے

نے کبھی ملازمت کیا کبھی تجارت کیا کبھی لوری چلایا کبھی
ہوٹل کیا کبھی دوکان جوتہ و پارچہ کی کیا ایک بیٹے کہیں
رجسٹرار ہیں ان لوگوں کے جائداد وہ تھی جس میں مدتوں دریا
کنارے سیٹی اسکول تھا گورنمنٹ نے اب خرید لیا گلزار
باغ کے پاس اکثر مکانات ان کے تھے بانکی پور میں بعض بعض
کوٹھیاں تھیں یہ سب جائداد رفتہ رفتہ بک گئے ان لوگوں
کی ہستی ایسی تھی کہ مدتوں ملازمت کی ضرورت بھی نہ تھی
ابھی تک ان لوگوں کے مزاج میں نوابی کی بو باقی ہے وہی
سلیقہ وہی جوادی وہی اخلاق وہی ترکیب ایشیائی ہے
یہ لوگ پرانی ترکیبوں کے مابقے نمونہ ہیں پرانے خاندان کی
نشانیاں ہیں پرانے خاندانوں کے اولاد میں وہ تیز مادہ
غرور کا نہیں رہتا جیسا کہ نو خیز لوگوں میں رہتا ہے رئیس
اور پرانے خاندان کی ساخت یہی ہے کہ وہ خود دار ہوتے
ہیں مغرور نہیں ہوتے ملنسار اور منکسر ہوتے ہیں غرور اور
خود داری میں بہت باریک فرق ہے غرور وہ ہے جس میں
دوسرے کی حقارت پیدا ہو سکے اور خود داری وہ ہے
جو اپنے کو حقارت آمیز باتوں سے بچا سکے غرور الفنس ہے
دل شکن ہے خود داری ڈیفنس ہے جو اپنی داشت رکھ سکے

اور دوسروں کے دل کو چور نہ کر سکے ایسے ہی غلطی ہوتی ہے
خودداری ذرا بڑھی اور حد اعتدال پر نہ رہے تو مغرور
ہوجائیگا اور غرور اگر ہر وقت اپنے جگہ پر رہا تو آدمی کبھی
نہ کبھی بے عزت گنا جائے گا یورپین قوم نے اس کو برت کر
دیکھایا ہے وہ بڑے خوددار ہیں اپنے کو لئے دئے رہتے ہیں
خودداری سے رعب رہتا ہے مغروریت سے لوٹنا پڑتا ہی
خوددار خلایق میں ممدوح رہتا ہے مغرور خلایق میں
بدنام ہوجاتا ہے پرانے لوگ صرف خوددار ہوا کرتے تھے
بعض ہی جاہل مغرور گذرے ہیں غرور جاہلوں کی نشانی ہی
خودداری عقلمندوں کی نشانی ہے بے عقل خوددار نہیں
ہوگا وہ مغرور ہوجائے گا جتنی جہالت ہوگی اتنا ہی غرور کا
مادہ بڑھا ہوا ہوگا اسی لئے جاہلوں کی صحبت انسان کو برباد
کردیتی ہے شیخ سعدی نے اخلاق و تمدن کو خوب
گلستاں میں لکھا ہے دنیا درست کرنے کے لئے گلستاں کریما
مانقیماں سے بہتر کوئی کتاب فارسی میں نوکیڑوں اور نو
عمروں کے لئے نہیں ہوسکتی جس سے آجکل کے بچے بالکل
جدا اور بے بہرہ کردے گئے ہیں اور دین کے لئے قرآن
با تفسیر و ترجمہ سے بہتر کوئی دوسری کتاب اصلاح نفس

کے لیے نہیں ہو سکتی اور فارسی میں کیمیائے سعادت اور مثنوی مولانا روم ہے جس سے دین و دنیا دونوں ساتھ ساتھ درست ہوتے ہیں مگر یہ کتاب موجودہ تعلیم کے نصاب میں نہیں ہیں سررشتہ تعلیم نے تربیت کی طرف سے بالکل بے توجہی کر لی ہے اسلئے ہمارے لڑکوں کی اخلاقی تربیت بالکل از خود رفتہ ہو کر رہ گئے ہیں رفتہ رفتہ چند روز بعد اخلاقی اور تربیتی اور تہذیبی حالت بالکل نابود ہو جائیگی صفات حمیدہ کی فہرست اوسکا نشان کتابوں میں ملے گا آدمیوں سے یہ باتیں پوشیدہ ہونگی اور ہوتی جاتی ہیں آدمیت کم اور حیوانیت نمایاں ہوتی جائیگی ترقی یافتہ قومیں درست ہو چکی ہیں انکی آپس کی سوسائٹی میں ملتے تو پتہ ملتا ہے کہ تمام مجالس میں اخلاق و عادات و صفات حمیدہ کسقدر پیدا ہو گئے ہیں اور سب غیر قوموں سے سیکھے ہوئے ہیں البتہ مذہبی حرمت نہیں رکھی گئی ہے اور تعیش کے متعلق جو باتیں ہیں اونمیں آزاد برتی جاتی ہیں مگر تمدن اور سیاست اور کفایت شعاری اخلاق حمیدہ اور صفات پوشیدہ میں بڑی ترقیاں موجود ہیں اور گلستاں اوٹھا کر ملاحظہ کیجیے کونسا مسئلہ ہے جسکی تعلیم نہیں ہے مثلاً عرض کرتا ہوں

شعر

نہ کوئی بابداں کردن چناں است ✦ کہ بد کردن بجائے نیک مرداں

دروغ مصلحت آمیز بہ ز راستی فتنہ انگیز ✦ راستی موجب رضائے خدا است

دشمن اگرچہ قوی است نگہباں قوی تر است۔ خوردن برائے زیستن
نہ کہ زیستن برائے خوردن است از ایں قبیل وغیرہ وغیرہ مگر لوگ
تو کتنا حقتی میں پڑ گئے کہ جو نے کاٹا کتے کو کتے نے کاٹا بلی کو بلی نے کھایا
چوہے کو میری ابتدائی تعلیم اچھی ہوئی ہوا کرتی ہے مردہ مردہ میرے
مزاج میں سہولیت ابتدا سے پیدا نہیں ہو سکتی مری تعلیم ابتدا سے
نہیں دیہاتی میرے پختے عقائد اور ارکان کی پابندی کو پختہ ہو سکتے ہیں والدین
کی نگرانی سے دور ہو سٹل کا رہنا جہاں سب کا ایک ہی رنگ
اپنے اپنے گھروں کی تعلیم و تہذیب سے نابلد ہر لڑکے کا گھر اور کے لئے قاعدہ
اور کا کار چین بحافظہ اپنے گھر کے فوج کا کرنیل چھوٹی چھوٹی جماعت
ایک ایک افسر خاندان کے ماتحت ہوسٹل میں آزادی والدین کے
مالی حالت کی بربادی اسراف کثیر کا سامنا غربا کے لئے مشکلات
کتابوں کی سال سال الٹ پھیر خریداری کتب کی بھرمار تعلیم کتنی
مشکل ہو گئی اور پرسے ترتیب بالکل غائب الشہادی تہذیب مدار و
آبائی ترکیب و مذہبی اقتدار روانہ فیشن سے پروانہ اور گھر کی دولت
روانہ نہ اہ کیا تعلیم پائی اور ماحصل وہی غلامی ہمارے تو افسر ضرور ہو گئے
مگر اپنے افسر کے ماتحت بھی ضرور ہو گئے خود مختاری گئی بے اختیاری
پائی نتیجہ سے مسافر بن گئے گھر کی لذت گئی سفر کی شدت اٹھائی بنا بنایا
گھر ویران ہوا کرایہ کا گھر آباد ہوتا گیا ملازمت سے تو عزیزوں کا روزنہ
اچھا گذرتا ہے دن بھر کمایا رات کو گھر آیا بال بچوں میں بیٹھ کر زندگی

گذران کیا ملازمت کی پراگندہ زندگی پر لوگ جان دیئے جاتے ہیں
اور اس چیز کو برباد کرنے پر آمادہ ہیں جو اونکے آبا و اجداد نے
پشہا پشت کے لئے کافی چھوڑ رہے اور مابعد کو غلامی سے نجات
دلانیکے غرض سے اون بیچاروں نے اپنے حوصلوں کا خون کیا ہے
میری طرح وہ بھی فیشن دار ہوتے اور زمانے کے روش پر ساری دولت
صرف کر دیئے ہوتے تو آج کسی خاندان میں دولت کا پتہ نہ چلتا جیسا کہ
ملازم کا زندگی کے بعد خندیاں ہیں اور لٹ جاتی ہیں ویسا ہی اولٹا
ہوا ہے گھر چلتا مگر گذشتہ بزرگوں کا احسان مانئے جس نے منہ وکھ چھوڑ
ہے اور افسوس ہی ہملوگوں نے اونلوگوں کے تمناؤں کا خون کیا ہے کوئی پرورش
اگر ورثا کا حال جانتا ہوتا تو ہرگز وہ اپنے زندگی میں پس ماندہ کا سامان
نہ کر جاتا جن لوگوں نے اپنے ہاتھ سے کمایا ہے وہی قدر جانتا ہے جن لوگوں
نے مفت کی دولت پایا ہے اوس نے ناقدری سے لٹا دیا ہے اگر فطرتی حضن
سے انسان لاچار نہ ہوتا تو کتنے کی فیشن داری کا حال کھل جاتا مگر
والدین معذور ہیں جس رنگ پر اولاد چلائے چلنا ہی پڑتا ہے
مگر زمانہ آرہا ہے کہ کرو کہ نہ یافت جس طرح لوگ اپنے والدین کو
معذور کر رہتے ہیں عنقریب خود بھی وہی آموختہ پڑھنا پڑیگا
زمانہ عنقریب پلٹا کھائے گا اور غربت اور اثر زمانہ ہندوستانیوں
کو اپنے جگہ پر واپس لائے گا وہی لہنگا وہی ساری جو چلتے تھی
وہی ہوگی ترقی نے اسقدر تنزل پکڑا کہ وہ فیشن میں داخل

ہو گیا ہے۔ بڑھیاؤں کے سر منڈا کرتے تھے باتوں کے انداز تو بدل ہی چکے ہیں صرف مونڈنا باقی رہ گیا ہے رفتہ رفتہ یہ بھی فیشن میں کچھ عرصہ بعد آجائے گا خوبصورت لباس بدل کر گھنگریوں اور جانگیوں کے حد تک پہونچ چکے ہیں زمانہ آرہا ہے کہ اس حد سے بھی زیادہ تجاوز کرنا پڑیگا بعض حصہ دنیا میں ننگوں کی سوسائٹیاں تو قائم ہو چکی ہیں ننگے ناچ میں انعام ملنا آغاز ہو گیا ہے پردہ دری ہو ہی رہی ہے۔ راز فاش ہو ہی جائے گا مذہب جا چکا دین میں رخنہ اندازیاں ہوتی ہی جاتی ہیں۔ پیغامبر ہندوستان میں پیدا ہو ہی گئے دو تین آدمیوں نے خدائی کا دعویٰ کر ہی لیا ہے خدائی تک جب پہنچ گئے اب باقی کیا رہا خاتم النبیین کے جانشیں ہو ہی گئے سارے مذاہب پر پانی پھرتا ہی جاتا ہے مسلمان شدھی اور ہندو مسلمان ہو ہی رہے ہیں آدمیوں کا ادلا بدلا ندست کے ذرائع سے ہو ہی رہا ہی لباس چھوٹتا ہی جاتا ہی انداز بدلتا ہی جا رہا ہی غیر کفو اور مذہب کی عورتیں ازدواج میں داخل ہی ہو رہی ہیں عادتیں بدل ہی چکیں طرز معاشرت نرالا ہو ہی گیا مصرف زندگی اختیار کر ہی چکے ہیں تہذیب و تربیت خائب آزادی بے انتہا کی پہنچی آخر ہر چیز کے لئے

حد ہے اعتدال ہے جو حال حد سے بڑھا وہ مسا ہوا
ہوا غربت آہی رہی خدائی ٹھوکریں آغاز ہو چکی ہیں
جس دن ہوا کا رخ پلٹا پیسے کم ہوئے اور ساری
باتیں ہوا ہیں ایک سال کی گرانی موجودہ روش کو بدلنے
کے لئے کافی ہے ایک سیلاب دنیا کو اولٹ پلٹ کر
سکتا ہے ایک ہوائے ردی ملک کو برباد کر سکتی ہے
ایک زلزلہ پل بھر میں کیا سے کیا کر دیکھا سکتا ہے
خدا کی ایک ادنیٰ جنبش دنیا کو اولٹ سکتی ہے
اگر ہو رہا ہے وہی مشیت ہے صبر و شکر سے دیکھنا ہی پڑیگا
اور خدائی حکمت پر کوئی حق اعتراض نہیں ہے جو ہو رہا ہے
اوس میں کچھ راز ہے کچھ حکمت ہے اوس کے مرضی ہے بس
ٹک ٹک دیدن دم نہ کشیدن ہرچہ باشد قاضی جی کو شہر
کی فکر کی کیا ضرورت ہے جو سامنے آوے فیصل کی
جائے انتظام ملکی تو بادشاہی کام ہے ملک چلانے
والے کو متفکر رہنا جائز ہے جو تدبیر چاہیں کریں
خدا کا ملک ہے اوسکی دنیا ہے جس طرح چاہے
چلائے جسکو جس طرح چاہے چلائے جسے چاہے ہنسائے
جسے چاہے رولائے۔
۷۵ نواب مہدی علی خاں صاحب ایک پرانے

خاندان کے بوڑھے رئیس سنگی دالان محلہ میں
گذرے ہیں راقم کا جب شباب تھا اوس وقت
یہ بزرگ بہت بوڑھے تھے بمشکل چلتے تھے ان
کے خلوص اور تہذیب دیکھنے کے لائق تھے راقم
اون کے لڑکوں کا ملاقاتی تھا مگر نواب صاحب سرو
قد کھڑے ہوجاتے اور نہایت خلوص اور محبت
سے ملا کرتے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ راقم کو اور
آنے والوں کو وہ بزرگانہ شفقت کے نگاہ سے
دیکھتے تھے اون کے ملازمت سے لوگ خوش واپس
آیا کرتے حالانکہ لوگوں کو وہ کچھ دیتے نہیں تھے نہ
کوئی ناشتہ چاے کا اخلاق اوس وقت تھا یہ اخلاق
نواب چلا ہے اوس وقت کا اخلاق تو صرف پان
حقہ تھا مگر میٹھی میٹھی باتیں اور دل جوی اور خوش
اخلاقی کے برتاؤ ملایم الفاظ میں دریافت حالات
ہر کس و ناکس کے انداز سے اوس کے حیثیت کے انداز
والی باتیں ہوا کرتی تھیں اور بہت ہی کم وقفہ میں
ملاقات کا خاتمہ ہوجاتا نہ دیر تک کوئی ٹھہرتا نہ وہ
خود دیر تک ٹھہراتے کچھ ایسے انداز سے ملا کرتے تھے
اور ایسے اصول کی ملاقاتیں تھیں کہ لوگ خود ہی اوٹھ

جایا کرتے تھے وہ بہت سادہ مزاج کے آدمی تھے سادی وضع تھی ڈیلیانہ کھا یہ
ہمارا راقم کو چند بار شرف ملاقات حاصل ہوا اندازی چالیس برس
گذر گئے اونکا انتقال ہوگیا وہ شیعہ مذہب تھے اس
خاندان میں وہ باتیں تو اب نہیں ہیں جو اونکے وقت
میں تھیں مگر تمامی اہل خاندان اولاد در اولاد میں ابتک کی
تہذیب و تربیت کا اثر نمایاں ہیں سب لوگ خلیق اور
اور منکسر مزاج اور خود دار ہیں اور ملتے ہی ہیں اونکے
لڑکے بھی تھے ہادی علی خاں صاحب تو ہو بہو اونہیں کے
مزاج اور ترکیب کے تھے تقی علی خاں صاحب بھی
قریب قریب اوسی انداز کے آدمی تھے وہ لوگ بھی
اندازی ۱۵ برس گذرے ہوں گے قضا کر گئے وہ لوگ صاحب
اولاد تھے اسی خاندان میں محمد و میاں تھے وہ بھی بہت ہی
نیک مزاج آدمی گذرے اور جوان مرے اوسی خاندان
میں آغا حسین صاحب ایک نوجوان تھے وہ بھی اچھی زندگی
گذار کر جوان مرے اوسی خاندان میں احمد و نواب صاحب
زندہ ہیں جو بہت ہی عمدہ زندگی بے ضرر گذار رہے ہیں
وہ صاحب اولاد ہیں اون کے لڑکوں نے انگریزی پڑھا ہے
مگر خاندانی اثر نہیں گیا ہے احمد و میاں کا لگاؤ دیہات سے
بھی ہے ان کی نانیہال کسی دیہات میں تھی جہاں تک یاد آتا ہے بدھ کے دیہات ہے

دیہات میں سے راقم کو زیادہ موقع تحقیقات کا نہ ملا اور زیادہ تر اس
سن میں اتفاق بھی نہیں ہے اسلئے بہتر ہے واقعات جو یاد بھی آئے
ہیں اگر ذرا بھی شبہہ ہوا تو چھوڑتا جاتا ہوں اوسی خاندان میں
جعفر میاں تھے اونہوں نے بھی اپنی زندگی بے ضرر گوشہ نشینی کے
ساتھ گذار دیا دو تین برس گذرے ہیں انتقال کیا امنّے دو رتا بھی
ہیں اسی خاندان میں نبا میاں ہیں جو اپنی زندگی چین سے گذار رہے ہیں
ان لوگونکے پاس ہنوز زمینداریاں بقدر گذران ہیں انکے خاندانی زمینداریاں
بوجہ تقسیم متروکات کم ہوگئیں ہیں مگر اب تک دربارہ کی چند شاخ ہے جو
سب مفرح حال ہیں اور متمول ہیں ان لوگونکا امام باڑہ سنگی دالان
میں ہے جو آباد ہیں اور محرم میں عزاداری ہوا کرتی ہے
اس کے متعلق جایداد کافی بھی ہے اس خاندان میں
پرانے خاندان کی شان ہر ایک موجودہ ممبروں
میں نمایاں ہیں ان لوگوں کے گھروں میں سلیقہ مندی
کی نشانیات پائے جاتے ہیں ان لوگوں کے رہائش
سے یہ پتہ چلتا ہے کہ کہیں پر نوخیز لوگوں کی طرح
کوئی بات سرزد نہیں ہوئی ہے جس سے کوئی بھی شبہہ کر سکے
کہ یہ لوگ نوخیز ہیں اس خاندان کے ایک لڑکے حیدرآباد
میں بیاہے ہیں یہ خاندان نواب جعفر حسن خاں صاحب کا بولا
جاتا ہے نقش پائدار میں ان لوگوں کا تذکرہ موجود ہے

کبیر میاں ساکن ڈمراؤں۔ یہ دیہات کے رہنے والے تھے ان کے والد برابر نواب حسین آباد کے یہاں ٹھیکیدار رہے اور اون کا کاروبار دیکھتے رہے اون کے بعد خود بھی یہ ٹھیکیدار رہے اور اپنے والد کے جگہ پر اوسی دربار میں کام بھی کرتے رہے اور اور لوگوں کا بھی کام کرتے رہے۔ پہلی زندگی رندانہ رہی پھر انہوں نے ایک نامی گرامی گانے والی دولتمند عورت بی باندی سے عقد کر لیا اور بہت دولت پیدا کر لیا میونسپل کمشنر بھی ہو گئے اور تریری مجسٹریٹ بھی ہو گئے تھے۔ ان کو پہلے محل سے بھی اولاد تھی اور اس منکوحہ سے بھی اولاد تھی اونہوں نے عزت کے ساتھ زندگی اپنی گذاری آخر عمر میں یہ خانقاہ منگل تالاب میں مرید ہو گئے اور عابدانہ و زاہدانہ زندگی چند برسوں تک گذار کر یکایک شب کو فالج آیا اور سنہ ۱۹۲۹ء میں ۹ ربیع الاول کو قضا کر گئے ان کا قل بھی ۹ کو ہوا کرتا ہے۔ ان کو اپنے پیر سے بڑی محبت تھی خانقاہ ہی کے میدان میں مدفون ہیں۔ اور اپنے پیر کے احاطہ خانقاہ کے اندر مدفون ہوئے۔ ان سے اور بھی رام مارواڑی اور حکیم بجو صاحب سے بہت ربط تھا اور خانقاہ مذکور کے بہترین مریدوں میں تھے۔ ان کی قرابت داریاں شاہ عیدن صاحب ساکن چوڑی چک بہار سے ہے اور راقم کے پسر اصغر سید نظر الحسن سلمہ کے سسرالی قرابت کے دجھکر اون کے سالے ہوتے تھے انہوں نے بی رمضو طوائف کا بھتیرا مال گردن رکھا اور

بی بی چھوٹن و رمضو کا بنگلا اکز بیشن روڈ پر خرید کر لیا اور اپنے وقت میں بہت کچھ کما لیا اون کی دو بیبیاں ہنوز زندہ ہیں اور دونوں کی اولادیں بھی زندہ ہیں۔ ایک لڑکا محل ثانیہ کا ولایت میں ڈاکٹر سول سرجن ہے اور بعض لڑکے مہاراجہ ٹیکاری کے دربار میں اچھے عہدہ پر معمور ہیں۔ محل اولی کی اولادیں بھی متفرق حال ہیں ان سے شیخپورہ حسین آباد سے از خاندان میر ابوالحسین قرابت داریاں ہیں ان کے بہار میں اکثر خاندان سے قرابت ہے۔ ان کے ایک بھائی دہلی میں ڈاکٹر ہیں اور نامور آدمی ہیں ان کے مولوی مہدی حسین وکیل کے خاندان سے قرابت داریاں قریب تر ہیں۔ مولوی امتیاز کریم وکیل کے خاندان سے قرابت داریاں ہیں ان کے یہی بام مارواڑی سے لین دین اور کاروبار رہا اور بڑا ربط تھا۔ مچھر ہٹہ پر بڑا عمدہ مکان ان کی یادگار ہنوز موجود ہے جس میں تمام سنگ مرمر اور عمدہ عمدہ نقوش بنے ہوئے ہیں۔ یہ جائداد ان کو محل ثانیہ سے حاصل ہوئی یہ قسمت کے دھنی اور خوش اقبال آدمی تھے حالانکہ یہ کوئی انگریزی داں پاس شدہ یا کسی علم کے اعلی درجہ کے ماہر نہ تھے معمولی طور کے خواندہ آدمی گذرے دولت کچھ علم پر موقوف نہیں ہے خدا کی دین ہے جسے چاہے جس تدبیر سے دیدے یہ بہت ہی آزاد خیال کے صاف گو آدمی گذرے کسی سے دبتے نہیں تھے بہت خلاصہ بول دیتے تھے بعضوں کو برا بھی معلوم ہوتا تھا مگر یہ منافقانہ باتوں سے بہت دور رہتے آخر زندگی تو پکے مسلمان کی ہو گئے متقیانہ حیثیت سے گذرا اور خدا نے ان کو نوازہ دین و دنیا دونوں ان کو نصیب ہوئی ان کے ایک بھائی پولس میں سب انسپکٹر ہیں وہ بھی نیک آدمی ہیں اور

خانقاہ منگل تالاب پر یہ دونوں چہارم کبیر میاں مرید ہو گئے ہیں لڑکے بھی سب برسرکار ہوشیار اور لائق ہیں ہر ایک خود مختار اور کمانے والے ہیں۔ لچھی بابو حیدر بھائی کی طبیعت سب میں معقول اور منکسر اور فقیر دوست مسلمان پسند نیک آدمی لچھی بابو گذرے جو حال ہی میں دو ایک برس گذرے مرے ہیں انہوں نے عبدالسمیع میاں جوتہ فروش کا مکان بھی خرید لیا اور گھیسو حق والا کٹرہ بھی مولوی یوسف حسین اور آنریری مجسٹریٹ سے خریدا اور ایک بھاری مکان سڑک پر بنا لیا اور ہیرجون کی دوکان اور المونیم کی دوکان کر لیا تھا۔ پہلے ان کی حیثیت محض معمولی سی تھی دس پانچ ہی برس کے اندر ان کا عروج ہو گیا آدمی منتظم تھے آمدنی زیادہ خرچ کم خیرات میں اور لوگوں کی امداد میں ان کا خرچ تھا بے تعصب جو ہر ہندو مسلمان دونوں کی خدمت کرتے تھے رحم دل آدمی گذرے۔ کبھی فٹ فاٹ کی زندگی نہیں گذارا ان کا سکونتی مکان وہیں پر گلی میں واقع ہے یہ اکثر فقراؤں کے معتقد بھی تھے خانقاہ منگل تالاب کے لوجہ کبیر میاں بہت معتقد تھے اور برابر نذورات بھی حاضر کیا کرتے تھے۔ کبیر میاں اور لچھی رام کے مر جانے سے خانقاہ مذکور کو بھی نقصان پہونچا مگر متوکلوں کا کام بند نہیں رہتا ہے

خدا گر بہ حکمت ببندد درے ۔۔ کشاید بفضل و کرم دیگرے

یہ نہیں دوسرے سہی یہ تو خدا کی قدرت کا تماشہ ہے کسی کے مرنے سے دنیا کا کام بند نہیں ہوتا اس کا انتظام خدا خود کر لیتا ہے جسکی دنیا ہے وہ اپنا انتظام آپ ہی کر لیتا ہے امراکو تو اپنے ضروری اخراجات ایسے رہتے ہیں کہ وہ خود بدحواس رہتے ہیں

حقیقت پر توجہ کی جائے تو اون بیچاروں کی جان پر بن آتی ہے وہ
اپنی عزت بچاتے بچاتے حیران ہیں اون کو دنیا میں رہکر مواقعات بچانے
پڑتے ہیں جان چھپانا ہوتا ہی دولت تو بخیل کے گھر میں ہوا کرتی جو چیلڑی
چھوڑ کر رکھتا ہی وہ دولتمند ہو سکتا ہی۔ جو خرچ کم کر سکتا ہی وہ دولتمند
ہو سکتا ہی۔ جو مصرف خراج ہیں شوقین ہیں پوزیشن کو بچانے والا ہے
جو فیشن کا متوالا ہی وہ ہرگز دولت کی قدر نہیں کھ سکتا اور دولت اوس کے
پاس نہیں ٹھہر سکتی اوسکی ہماری کمائی نمائش نے کھائی جسے دولت وہ آسانی آئی
چھپر پھاڑ کر خدا دیا کرتا ہی یہ مثل غلط نہیں ہی۔ روزی کے لئے بے ضرورت مرتے ہیں
جتنا تقدیر میں ہی وہ باسبب اور بےسبب پہونچکر رہتا ہے اوس میں تدبیر کو
دخل ہی نہیں ہی فقط بہانہ درکار ہوتا ہی جو تقدیر خود کرا لیتی ہی اس کے لئے
نہ علم کی ضرورت ہی نہ ہنر کی بے محنت کے بے مشقت کے آتی ہے

۷۶ نواب برہان علی خاں ایک معزز اور مفخر خاندان کے آدمی
گذرے ہیں ان کی حالات مفصل کچھ راقم نے نہیں دیکھا ہی اور لوگوں نے ان کے
بابت لکھا ہی۔ میں نے ان کی زیارت بھی نہیں کی تھی اسلئے ان کے حالات کو بہ تحقیق
نہیں لکھ سکتا راقم نے جن لوگوں کو بچشم خود دیکھا ہی اون کے بابت لکھنا آغاز
کیا ہی اور جو اپنے بزرگوں سے سنا ہی اوسے لکھا ہی۔ چنانچہ ان کے بابت بھی
اسیقدر سنا ہی کہ اس خاندان سے بھی راقم کے خاندان سے اوپر کی قرابتداریاں
تھیں۔ راقم نے ہادی علی خاں صاحب ولد نواب برہان علی خانصاحب جگرا

کے برتاؤ کو دیکھا ہے وہ والد کے ساتھ برادرانہ برتاؤ کیا کئے اور راقم
کے ساتھ بھی عزیزانہ برتاؤ رکھتے تھے جب وہ گیا میں رجسٹرار تھے تو والد ماجد
کو اور راقم کو مہمان کیا کئے دوسری جگہ اترنے نہیں دیتے تھے حالانکہ یہ
بہت منتظم آدمی تھے ان کے اخراجات بہت بندھے ہوئے تھے
یہ فضول مدارات میں خرچ نہیں کرتے تھے۔ اس خاندان سے مسٹر
ہمایوں مرزا بارسٹر سے بھی قرابتداریاں ہیں چنانچہ ہمایوں مرزا صاحب
قریب تر اہل قرابت کا برتاؤ رکھتے ہیں اور ان کے یہاں یہ حیثیت
قرابت دار کے برابر مہمان اترا کرتے ہیں۔ میر محمد حسین صاحب
دونڈی بازار کو بھی قرابت تھی ہادی علی خانصاحب پرانے روش کے
مذہبی آدمی گذرے اور بہت سن پاکر قضا کے آخر عمر میں یہ پنشن یافتہ ہو کر ما
معذور ہو گئے تھے یہ خاندان شیعہ مذہب ہے ان لوگوں کی زیادہ تر
قرابتداریاں اب شیعہ سوسائٹی میں ہے دولی گھاٹ والوں سے ان لوگوں سے
قرابتداریاں ہیں۔ نواب نجات حسین خان دولی گھاٹ والوں سے برادری کا
لگاؤ ہے حسین آباد والوں سے قرابتداریاں ہیں چھپرہ میں نواب وحیدالدین
خاں بہادر سے لگاؤ ہے۔ ہادی علی خاں صاحب کے دو لڑکوں سے ملاقات
تھی ایک ڈپٹی احمد علی خاں بہادر ہیں دوسرے ہنگو میاں ہیں بڑے
ہنگو میاں سے راقم سے دوستانہ برتاؤ بہت رہا۔ ڈپٹی صاحب سے بھی
آمد و رفت رہی ہے اور ہے راقم نے اس امر کو حس کیا ہے اور تجربہ دیکھا ہے کہ یہ بس

قبل تک شیعہ و سنی میں ہر موقع پر آمد رفت رہی اب دونوں فریق ایک دوسرے کے
یہاں شادی و غمی میں بہت کم شریک ہوا کرتے ہیں رفتہ رفتہ عندالدریافت
ظاہر ہوا کہ یہ دونوں گروہ آپس میں بذریعہ ہدایت مقدسین جدا جدا ہو گئیں
اور ایک طرح پر بائی کاٹ ہوتی جاتی ہیں شادی بیاہ حرام کر دیا گیا ہے
بس ان دونوں گروہوں کی ملاقاتیں اب ظاہری رہ گئیں خلوص جاتا رہا
راقم سے سیکڑوں شیعہ گروہ سے ربط رہا او سوقت آپس میں خلوص بہت تھا
اس مخلصانہ تفرقہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ اغیار پر کمزوریاں ثابت ہو گئیں اور
اجتماعی قوت میں کمی محسوس ہونے لگی اور تمدنی نقصانات پیش آ گئے
موجودہ وقت اس کا مستحق نہیں تھا کہ آپسمیں ایسے تفرقے نمایاں رہیں
مگر مرضی خدا میں کیا چارہ ہے دنیا جو دیکھاوے دیکھنا ہی پڑے گا
ہینگو میاں کی اولادیں ہیں اور خوندہ ہیں کلکتہ میں کہیں رہتے ہیں زیادہ
حال نہ کھلا اب اس خاندان سے گذری پر چھوٹے نواب کے یہاں سے
بھی قرابت داریاں ہیں۔ ڈپٹی احمد علی خان کی اولادیں سب خوندہ ہے
سید محمد بابو ہائی کورٹ کے وکیل ہیں اور بڑے ملنسار تیز اور ہوشیار
آدمی ہیں۔ اس خاندان میں پرانی تعلیم کا اثر ابتک باقی ہے برادری کا لحاظ
ہنوز موجود ہے گو آمد و رفت تقریبات تو نہیں رہی مگر ملاقاتوں کے وقت پرانی
تہذیب اور اخلاق کا اظہار ضرور ہو جاتا ہے۔ ڈپٹی مذکور کی موجودہ زندگی مذہبی
گذرتی ہے ہینگو میاں کی زندگی بہت ارادہ اور لاپروائی کی ہے۔ سید محمد بابو اپنے
وکالت میں گذران کرتے ہیں اور حسن جان خان صاحب سینیر وکیل دربھنگہ کے ساتھ ہائیکورٹ

میں ابھی کام کرتے ہیں حسن جان خاں صاحب بہت ہوشیار سلیم وکیل ہائی کورٹ ہیں اور
بالکل ہندوستانی مذاق کے آدمی ہیں خان بہادر وحید الدین مذکور رجسٹری محکمہ کے
انسپکٹر تھے بڑے خلیق ہیں ۔ ناصر علی خاں صاحب مدتوں جہانگنج میں جب رجسٹری
بھی رجسٹرار رہے یہ اصل نواب نجابت حسین خاں صاحب رئیس کے خاندان سے ہیں
ان کی شادی شیخ پورہ میں ہوئی ہے وہیں کے ساکن ہو گئے ہیں اور وہیں ابتک
رجسٹرار ہیں ان کی اولاد ہے۔ گذری پر جماری میاں رہتے تھے اون کو بھی اسی خاندان سے
تعلقات ہیں۔ اس خاندان کے لوگ ہنوز دلی گھاٹ میں بھی ہیں۔ اس خاندان میں
ابتک پرانی اخلاق اور تہذیب کی بو موجود ہے۔ پرانے خاندان والوں کے یہاں
کچھ نہ کچھ باتیں پرانے وضع کی پائی جاتی ہیں۔ ڈپٹی احمد علی خاں کا مکان آلو فیکٹری
کے پچھم ریلوے فیڈر روڈ پر واقع ہے ۔ ناصر علی خاں صاحب کے خاندان کا آبائی
مکان دولی گھاٹ پشتہ پر واقع ہے وہیں پر علی خاں صاحب کا پشتہ مشہور ہے یہیں پر
میر عنایت حسین مرحوم اور کاظم میاں مرحوم کا مکان تھا۔ ڈپٹی صاحب سے
تاحیات گمانی خاں سے بڑا ربط قائم تھا اور وہ بڑی خلوص سے اس خاندان سے
ملا کرتے تھے ۔ رات دن کی صحبتیں رہتی تھیں وہ بھی عجائب آدمی گذرے
ہر کس و ناکس کے ساتھ مخلصانہ ملا کرتے تھے اور سب کی خدمت گذاری میں
حاضر رہتے تھے مگر جب وہ بیمار رہے اور مرے راقم نے کسی امیر دوست
واحباب کو اونکی لاش کا شریک نہیں دیکھا عجیب عبرت خیز واقعہ ہے زندگی
میں سینکڑوں دوست تھے جب مرنے کا وقت آیا کوئی امیر شریک نہ تھا
محض غربا ہی غربا شریک تھے مرنیکا وقت بھی عجائب وقت ہے کس کو پرسید
کر بھاکون تھے ۔ میر علی محمد شاد کا انتقال [illegible]

اور تمامی ارکان تجہیز و تکفین سُنی شرفا کے ہاتھوں حسب ہدایت شیعہ انجام پایا یہی لوگ اون کی فاتحہ خوانی سال بسال کیا کرتے ہیں ایصال ثواب کرتے ہیں۔ مزار پر چادر چڑھاتے ہیں یہ پہلی مثال ہے کہ ایک شیعہ مذہب شاعر کے ساتھ بعد مرنے کے یہ سلوک ثواب رسانی کا کیا جاتا ہے اور بے تعصبی برتی جاتی ہے وہ کوئی مشائخ نہ تھے مذہبی مقدس بزرگ نہ تھے ایک فن کے ماہر تھے صاحب زبان تھے مگر اون کے شاگردوں نے اونکی جوہر ذاتی کی کسقدر قدر دانی کی ہے محمد نواب صاحب مرحوم اور ممتاز نواب مرحوم سلطان صاحب نواب ولایت علی خاں صاحب مرحوم کے لاشوں کے ساتھ واقف سنی شریک رہے۔ خان بہادر مولوی فضل امام والئس چیرمین کی نماز جنازہ سینیوں نے بھی پڑھا جس میں راقم خود شریک تھا وہ کیا وقت تھا کونسی شریعت تھی اور اب کیا وقت ہے کون حدیث اب مل گئی اور کون نیا راوی پیدا ہوا کیا اختلاف ہے کہ آپس ہی شادی و غمی کی شرکت بھی موقوف ہے اس اختلاف باہم کا اثر اغیار پر کیا پڑتا ہے اور اولاً تو پوری جماعت مسلمانوں کی اور گروہوں سے کم نہیں اوس کے اندر اندر کتنی جماعتیں متفرق پیدا ہو گئی ہیں جو آپس میں جدا جدا ہیں اگر ۷۲ فرقے کر دئے جائیں اور ہر کی تعداد جدا جدا شمار کئے جائے تو اور گروہوں کی تعداد سے کسقدر کمی محسوس ہو گی گو اوروں کا بھی یہی حال ہے چھوٹی چھوٹی جماعتیں تمام الگ ہیں مگر ایک ہی قوم میں شمار کی جاتی ہیں اگر ہر ہر ذات کی گنتی جدا جدا کیجائے تو وہاں

اجماعی قوت میں فرق آجائے مگر اور گروہوں میں بیداری کا حس موجود ہے
ہر دینی اور دنیاوی موقع پر باوجود فرقہ بندیوں کے تہوار، مذہبی اور
دنیاوی ضرورتوں کے وقت سب یکساں معلوم ہوتے ہیں اور ایک
بڑی جماعت ہوجاتی ہے اور آپس کے میل جول میں سب ایک ہیں اور
ایک طرح پر شریک حال میں ایک دوسرے کے ہمدرد و مددگار
ہیں اجماعی حقوق کے طلبگار رہا انکہ ہر کے عقائد جدا ہیں ہر ایک فرقہ
عقیدتاً جدا جدا حیثیت رکھتا ہے اور ایک دوسرے سے رہائش
میں بھی جدا کیفیت رکھتا ہے بلکہ چھوت چھات کے وجہکر کھانے پینے میں
رہنے سہنے ملنے ملانے میں مذہبی طور پر اونچا نیچا دیکھا تا ہے کوئی اونچا
کوئی نیچا کہلاتا ہے سب کے عقائد الگ ہیں سب کے طریقہ جدا ہیں اور
سب کے خدا اور دیوتا جدا ہیں مگر وقت پر ذات ہر ذات سب ایک
ہیں صرف تین خدا البتہ اجمالی ہیں گو ماتا گنگا مائی اور ماتا میا کو تو سب
یکساں جانتے ہیں مگر اکثر گروہ ان پر بھی دانت لگا دیتے ہیں شدر کلاس یا
میں چمار ڈوم دوسادھ ان دیوتاؤں کی پرواہ نہیں کرتے نشے
مدفون ہوا کرتے ہیں اسلام میں تو بالکل مساوات برتا جاتا ہے کس قدر
حفاظت جماعت کی تعلیم دی گئی ہے مساوات کا مسئلہ اسی قوت
اجماعی کے لئے تو تھا گو شادی بیاہ آپس میں نہیں کرتے مگر قومیت کے
وقت سب ایک نہیں کھانے پینے کے وقت سب ایک نشست و برخواست
میں سب مساوی مگر ہندوستان کے دو اسم نے ہمیں تو کل باتوں میں

بجز سے اثر ڈالے اور جنہوں کے رسم و اسم کی تقلید یں ہملوگوں نے کی ہیں وہ اپنے کو سناتے گئے الغرض ڈپٹی صاحب کے چند لڑکے ہیں جن میں سے ایک مشہد و بابو ہای کورٹ کے وکیل ہیں اور بڑے خلیق اور ملنسار اور بہ ہوشیار آدمی ہیں یہ بھی صاحب اولاد ہیں اس خاندان سے تعلق بہادر ہی کا اب گذری یہ دالوں سے بھی ہو گیا ہے مولوی جواد حسین وکیل سیشن کورٹ ڈپٹی احمد علی خاں بہادر کے بھانجے ہوتے ہیں یہ بہت نیک اور خلیق آدمی ہیں اور ابھی جونیر وکیل ہیں مگر انداز یہ ہے کہ ایک دن یہ ترقی یافتہ وکیل ہوں گے انہوں نے بمشکل و بہ محنت تعلیم پایا اسلئے قلق ان کو صلہ بھی دے رہا ہے جس طرز رہائش سے یہ چل رہے ہیں یوماً فیوماً اسیں ترقیاں نمایاں ہیں ان کی مالی حالت بھی درست ہو رہی ہیں ان کی شادی پیر بہو میں افضل پور میں بخاندان ماسٹر محمد نوشہ صاحب ہوی ہے اب قرابتداریاں اوس محلہ میں بھی ہو گئیں ہیں اس خاندان میں پرانے خاندان والی باتیں ہنوز موجود ہیں سب تعلیم یافتہ انگریزی داں ہیں مگر مذہبیت موجود ہے اور رشد و تانیت بھی موجود ہے احمد علی خاں صاحب کے ایک بہت تیز لڑکے اسٹوڈنٹ ہیں احمد علی خاں صاحب مذہب کے بہت پابند ہیں اس خاندان میں کوئی نیم ٹرانگریزی داں نہیں ہیں بلکہ متعدد بی اے ایم اے ہیں مگر تربیت چونکہ عمدہ ہے اس لئے رہائش پر اور مذہب پر برا اثر نہیں پڑا ہے اور انسانیت اور اخلاق پر آزادی کا اثر نہیں پڑا ہے کفایت شعاری کا بہت لحاظ ہے پر سلیقگی بہت

ہے عورتوں میں سلیقہ مندی کے آثارات پائے جاتے ہیں، راقم نے ان لوگوں
کے یہاں اچانک طور کر کھانا کھایا ہے پتہ چلتا ہے کہ یہ لوگ مزیدار اور
نفیس کھانا کھاتے ہیں ملکیوں اور دیہاتوں کی طرح کفایت شعاری
کھانوں میں نہیں کرتے خوش غذا ہیں یہ بدنصیبی صرف ملکی لوگوں میں
ہے کہ کھساری کی سیاہی دال اور بھات اور بے روغن کی ترکاریوں کے
سوا عمدہ غذا استعمال نہیں کرتے دنیا بھر کی کفایت شعاری صرف کھانے
ہی میں برتی جاتی ہے شہر والے علی الخصوص شیعہ مذہب کھانے اور کپڑے
میں کفایت شعاری نہیں برتتے ہیں، اور باتوں میں چاہے منتظم ہوں
مگر گھر کی رہائش اور رکھ رکھاؤ ان لوگوں کا علی العموم اچھا ہوا کرتا ہے
پر سلیقہ زندگی گذارنے میں اس گروہ کا خرچہ انجام امورات مذہبی
میں رسماً بھی زیادہ ہوا کرتا ہے ملکی کند پرور ہوا کرتے ہیں اون کا
دسترخوان سادہ مگر کشادہ رہتا ہے اس لئے کھانا اچھا نصیب نہیں
ہوتا کھانے میں مساوات کا لحاظ رہتا ہے ایک طرح کا کھانا گھر بھر
کھاتا ہے۔

۷۷ حاجی فیروز گورکن کنگھیا ٹولہ میں رہتے تھے یہ معمولی
حیثیت کے آدمی تھے مگر بہترین آدمی تھے یکم پشیمہ بیڑ تے
آدمی گذرے محض غریب آدمی تھے عمر بھر ان کا یہ پیشہ رہا کے
مردوں کو اوٹھا دیں اور اجرت پا دیں انہوں نے ایک گروہ دس
بارہ آدمی کی قائم کر لی تھی کہ مرے نہلا دیں قبر بنا کھودیں اور

اُجرت پائیں خدا جانے کتنے مردے اِن کے ہاتھ سے دفن کیے گئے اور کتنوں کو غسل دیا اور کتنی لاشیں اوٹھائیں اس کام کو وہ پیشہ کی حیثیت سے نہیں کرتے تھے بلکہ مذہبی حیثیت سے کیا کیے اور عقیدتًا اس کام کو وہ بہترین کارِ ثواب جانتے تھے غریب بہت تھے اس لئے مزدوری لیتے تھے ورنہ اِن کا پیشہ ہمیشہ اور تنکی بیچنے کا تھا آن کے بعد یہ دونوں چیزیں ناپید ہوگئی امرا تو لاش چھوتے نہیں ہیں برادری والے نہلاتے کفناتے نہیں اس لئے اس غریب نے یہ کام کیا۔

۱۵۷ مفتی محمدی صاحب ولد شیخ محمد معصوم سرشتہ دار کلکٹری

رانی پور کے رہنے والے تھے اِن کا اصل وطن کوٹھیا متصل کسارہ میں تھا پٹنہ میں بغرض تحصیل علم آئے اور رانی پور میں مقیم ہوگئے ملازم سرکار ہو کر مفتی کا کام انجام دیتے رہے ان کے بیٹے مولوی عبد اللطیف و محمد حسن و مولوی تصدق حسین صدر اعلیٰ پورینہ تھے مولوی محمد حسن کمشنری میں محافظ دفتر تھے مولوی عبد اللطیف کے لڑکے مولوی تصدق حسین مولوی محمد فرید مولوی عبد الغنی و شیخ افضل حسین تھے مولوی فرید سرشتہ دار محکمہ دیوانی میں تھے مولوی ولایت حسین عدالت میں محرر تھے مولوی عبد الغنی بڑے نوبین بابو وکیل کے تائید تھے افضل حسین کی زندگی پریشانی کی گذری اِن کی تندرستی بھی خراب تھی اس لئے یہ کوئی کام نہیں کر سکے مولوی محمد حسین کے لڑکے احمد حسین

ومظہر حسین و امیر حسن تھے اور محل ثانیہ سے حمید حسن وعابد حسن تھے
منشی احمد حسن کے لڑکے منشی نظیر الحسن تھے جو مینو سپلٹی میں اسٹور کیپر
تھے اون کے بیٹے منشی بدر الحسن ہیں منشی نظیر حسن کے بھائی مولوی
نور الحسن ہیں جو اسکول میں سکنڈ مولوی تھے اون کے بیٹے ابوالحسن
وآل حسن ہیں یہ دونوں بھی کہیں ملازم ہیں منشی نور الحسن کے ایک بھائی
ظہور الحسن ہیں جو بلا شادی جوان ہی مر گئے ایک بھائی محمد قدیر
تھے یہ بھی بغیر شادی کے جوان ہی مر گئے مولوی منظر حسن کے دو
لڑکے ماسٹر فیاض حسن ہیں جو بدر بار شاہ لال مرحوم ملازم ہیں دوسر
بھائی ڈاکٹر اصغر حسین ہیں فیاض حسن کے لڑکے عنایت کریم عرف
عیدو میاں ہیں۔ ڈاکٹر اصغر حسن کو اولاد ذکور نہیں ہیں اونکی
لڑکی محمد ہادی خواجہ پورہ سے بیاہی ہیں منشی امیر حسن کو اولاد ذکور
نہ تھی صرف ایک لڑکی تھی جو ڈاکٹر عبد الحکیم کی ماں تھیں منشی عابد
حسن کی شادی نہوی منشی حمید حسن کے لڑکے محمود حسن و محبوب حسن تھے محمود حسن کے داماد اصغر حسین
تھے جو عیسائی مذہب رکھتے ہیں قاضی یونس قاضی چک محمود میاں
کے سسر تھے محمود میاں کے بہنوی یونس خاں ساکن پریسہ تھے
محبوب حسن کی شادی نہوئی وہ جوان ہی مر گئے محمود میاں بھی جوان
ہی مر گئے یہ کلکٹری میں نقل نویس تھے مولوی معصوم صاحب کے
تین بیٹے تھے مولوی احمدی صاحب جنکا حال اوپر لکھا گیا ہے ایک
بیٹے مولوی احمدی و منشی لطف علی تھے مولوی احمدی کے تین بیٹے تھے۔

منشی جمال الدین سرشتہ دار ابکاری تھے دوسرے منشی امین الدین صدر امین مظفر پور کے تھے تیسرے منشی بدیع الدین ناظر عدالت پٹنہ تھے مولوی جمال الدین کے بیٹے منشی ظہیر الحق مولوی محبوب عالم تھے اور دیگر محلے سے منشی قسیم الدین سب ڈپٹی اسکول تھے منشی شجاع الدین طلازم تھے جوان مرگئے منشی اظہار الدین سب انسپکٹر پولس تھے منشی قسیم الدین کی شادی کاکو میں ہوئی جن کے لڑکے سجادہ شاہ صاحب ہوگئے ہیں خود بھی تفضیلیہ مذہب کے آدمی تھے اولاد بھی اوسی عقیدہ پر ہے راقم نے انگریزی الف با انہی مولوی قسیم الدین سے آغاز کیا تھا بتیا میں مدتوں یہ اور ان کے لڑکے جو شاہ صاحب ہوگئے ہیں راقم کے سسرالی مکان میں کرایہ دار رہے منشی امین الدین صاحب کے دو لڑکے تھے حکیم مولوی وزیر الحق و منشی علی اکبر داروغہ ابکاری تھے منشی وزیر الحق کے بیٹے منشی محی الدین احمد نقشہ نویس ہیڈ میونسپلٹی تھے منشی محی الدین کے لڑکے شرف الدین و رفیع الدین کو راقم جانتا ہے شرف الدین ریلوے میں ملازم ہیں رفیع الدین کوئی تجارت کر رہے ہیں داروغہ علی اکبر کے بیٹے منشی فخر الدین ہیں جو کاکو میں بیاہے ہیں وہیں ساکن ہیں انکے بیٹے زین الدین عرف ضیاء الدین عرف جمہ میاں ہیں اور دوسری بی بی سے عبد الغفور عرف ثبات میاں ہیں اور رحمن میاں ثبات میاں کے بھائی ہیں محمد یٰسین برادر منشی فخر الدین نے شادی نہیں کیا مولوی عبد اللطیف کے بیٹے مولوی ولایت حسین تھے جنکے بیٹے مولوی مہدی حسین

تھے اون کے بیٹے ڈاکٹر عبد الحکیم اور محمد یوسف حسن ہیں محمد یوسف حسن
کے دو لڑکے جمال یوسف و محمد اقبال ہیں ڈاکٹر عبد الحکیم نے شادی نہ
کی مولوی مہدی حسن راقم کے ساتھ انگریزی پڑھتے تھے پھر لودی کٹرہ اسکول
میں ملازم ہو گئے تھے مولوی محمد فرید کے دو بیٹے مولوی عبد العزیز و عبد الحفیظ
تھے دونوں لاولد تھے عبد العزیز مر گئے مولوی عبد الغنی کے لڑکے محمد صدیق
و محمد ظہور تھے اور محمد صدیق کی شادی ہوئی محمد ظہور کی شادی شاہ
صغیر صاحب کی بہن سے ہوئی میاں بی بی دونوں لاولد مر گئے منشی
بدیع الدین کے بیٹے منشی محمد اعظم تھے جو اردو میں اوستاد وقت گنے جاتے
تھے راقم کے اوستاد بھی اردو میں تھے اور راقم سے بہت ربط رکھتے تھے
بلا کے ہوشیار اور وجیہ آدمی تھے انھیں نے البنچ میں تحریریں لکھیں اور
میر علی محمد شاد نمائی بہادر کے مقابلے کو کھڑے ہو گئے تھے خوب خوب
تحریریں اوسوقت البنچ اخبار میں نکلا کیں اخبارات دیکھنے سے پتہ
چلتا ہے کہ ان میں قلم کا زور بہت تھا اون کا لڑکا فضل الرحمن ہے
جو کسی دیہات میں رہتے ہیں وہ میر فرحت حسین ساکن کھرانٹ کے ناتی
ہیں میر فرحت حسین اکثر شہر میں آیا کرتے تھے بہت بوڑھے اور لنگڑے
آدمی تھے محبوب عالم صاحب رودھمس میں محرر ہیں بعد منیو سپلٹی میں
انسپکٹر ہوئے تھے جوانی ہی مر گئے اون کے دو لڑکے تھے منظور خالق
مشکور خالق تھے ان دونوں نے انتقال کیا اور اون کی یادگار اب کوئی
نہیں ہے منشی ظہیر الحق کی کوئی اولاد زندہ نہیں رہی دارو غہ یا عمر

الدین کے والد منشی ظہیر الدین مفتی صاحب کے ناتی تھے ان کے دادہال
حاجی پور میں تھی مفتی صاحب ایک ناتی میر فضل حسین تھے اون کے بیٹے
باقر میاں تھے جو ہملوگوں کے ساتھ رہتے تھے بہت عمدہ آدمی تھے
دوسرے بیٹے میر علیم الدین تھے وہ تلنگی بناکر اوقات گذاری کرتے
رہے ایک بیٹا ۔ منشی ظہیر صاحب کے لڑکے منیر الدین جوان مرگئے
جو رجسٹری میں محرر تھے اور رکمرار میں ایک جلسہ میں انتقال ہوگیا تھا
اوس مقدمہ میں اکثر شرکایان جلسہ ملزم تھے مگر ان کے والد نے
مقدمہ ہونے نہ دیا ایک لڑکا دار وغہ ریاض الدین ہیں ابکاری میں
موتیہاری میں ملازم تھے نوکری نہ رہی مختار کاری پاس ہیں گوشہ
نشین ہیں معین خان بہادر کے دوست ہیں دار وغہ جی کے بھائی امام
الدین حیدر ہیں جو کورٹ اوف وارڈ میں ملازم تھے اور منجھلے نواب
اسٹیٹ کے منیجر ہوگئے تھے اور اپنے ہی بد ولت اون کو اپنے جگہ
سے ہٹنا پڑا امام الدین کی شادی ڈاکٹر یادو صاحب ولد حکیم مہدی صاحب مغلپورہ رکھ تو کی
سے گیا میں ہوئی ہے حکیم مہدی صاحب راقم کے ساس کی حقیقی چچا تھے ڈاکٹر یادو صاحب
ہمایون مرزا صاحب بارسٹر کے بہنوی ہیں میر کھیس صاحب بمکان بر تھو کے دو لڑکے تھے ایک
کا نام امداد حسین سب انسپکٹر پولس تھا دوسرے کا نام سید فدا حسین تھا یہ شاہ محمد یحیی صاحب
شاہ کی اہلی ذریت ہوتی تھے جنکے لڑکے میر وارث حسین تھے ان کے بہنوی مولوی محمد فرید تھے
جو مولوی عبد الحفیظ و عبد العزیز کے والد تھے میر وارث حسین کے بھانجے محمد نجم الدین
پانڈہ پور سے بیاہی تھیں میونسپلٹی وارڈ میں محرر تھے اور راقم

راقم کے ماتحتی میں بھی بہ حیثیت میونسپل کمشنر کے رہے تھے یہ لا ولد
مرے مولوی امداد حسین مذکور کے دو لڑکے مولوی ارشاد حسین اور
میر واحد حسین تھے مولوی ارشاد حسین کے بیٹے عبد الکافی و عبد
الرزاق و عبد القادر تھے عبد الکافی میونسپلٹی میں ملازم تھے عبد القادر
بھی محرر تھے و عبد الرزاق نے پھلواری شریف کی بڑی گدی
میں خدمت گذاری میں اپنے کو داخل کیا عبد الکافی بنگلے میں جا
کر مرے یہ بھی مفتی صاحب کے پرتے ہی ہوتے تھے میر واحد حسین
کے بیٹے میر شاہد حسین ہیں جو نیچ محرر تھے اور راقم کے ساتھ ۱۵
پندرہ برس پیشکار رہے اور محمد نور اللہ راقم کے ناتی کے خسر
ہیں ان کے ایک بھائی سید محمد ہیں جو چھپرہ میں رہتے ہیں اور
حافظ احمد شاہ حاجی گنج کے ساڑھو کے بیٹے ہوتے ہیں میر واحد
حسین شاہ حافظ احمد کے تیسری شادی سے ساڑھو ہوتے تھے
ایک بھائی شاہد میاں کے عبد الحی عرف بدھو تھے جو چھپرہ میں جوان
ہی مر گئے یہ لوگ تین ماں سے تھے میر امداد صاحب کے ناتی مختار
عبد الرحمان جہان آباد و حبیب الرحمان نقل نویس کلکٹری یہ اور
مولوی فضل الرحمان سینیٹری انسپکٹر میونسپلٹی مین بھائی ہیں فضلو میاں
شاہد میاں کے پھوپھیرے بہن کے داماد ہیں اور حقیقی پھوپھو کے لڑکے
ہیں شاہد میاں کے لڑکے ڈاکٹر محمد خلیل الرحمان حکیم عنایت کریم گیا
کے خویش ہیں اون کے تین لڑکے جمیل الرحمان فضل الرحمان و حبیب

الرحمان ہیں دوسرا لڑکا محمد برکات تھے جو شاہ وجیہ الحق صاحب کے پوتی داماد ہیں شاہ وجیہ الحق صاحب راقم کے خلیرے بھائی تھے راقم نے تقریباً کل آدمیوں کو بچشم خود دیکھا ہے بجز مفتی صاحب کے والد کے اور لوگوں کو یقینی طور پر دیکھا ہے مفتی صاحب اور مولوی احمدی صاحب کا نو جیال بھی نہیں آتا ہے مگر بعد کے آدمیوں کا تو چہرہ وضع رہائش طرز و انداز اور ان کے زندگی کے کل کارنامے چشم دید یاد ہیں اس خاندان میں پرانے لوگ جتنے گذرے اونمیں دیہات والوں کے پوری بو و انداز و خاص تھے وہی ملکیا نہ اخلاق جو دیہاتی بھائیوں میں ہوا کرتا ہے بھرا ہوا تھا اون لوگوں سے ملنے میں خلوص کا اظہار ہوتا تھا ہمدرد تھے یہ لوگ باخود ہی ہی مدتوں تک بیاہتا کرتے رہے ان لوگوں کو پہلے کف کا بہت خیال تھا مگر اب زمانہ بدلا ضرورتیں بدلیں دولتیں گئیں کہاں تک کوئی کف کا خیال کر سکتا ہے اکثر بڑے بڑے گھروں میں غیر کف کے لوگ بھرے پائے جاتے ہیں بعض بعض معذوریاں پیش آجاتی ہیں اکثر گھروں میں غیر کف کے اولادیں بھی پائی جاتی ہیں سب تو بنی آدم ہی ہیں مسلمانوں میں تو اس کی شرط لکھی ہوئی نہیں ہے کہ غیر کف کے آدمیوں کو کوئی نظر حقارت سے دیکھے وہاں تو نطفہ صحیح اور عقد صحیح کی قید ہے باپوں کی طرف اولاد کو منسوب کیا جاتا ہے مگر ہندوستان والے شریعت محمدی کے خلاف غیر کف کے اولادوں کو بہ نظر حقارت دیکھے

لگے یہ فقط رسمی باتیں ہیں اگر ادھر کی طرف توجہ کی جائے گی تو ہزاروں
سو واقعات ملیں گے کہ بڑے بڑے مذہبی مقدس بزرگان کے نسبت
صرف باپوں کی طرف منسوب ہو گئے ہیں مسلمانوں کو ایسی جہالت
کی طرف راغب ہونا اخلاقی اور مذہبی جرم ہیں اس حقارت سے قومی
نقصان ہوتا ہے دل شکنی ہوا کرتی ہے اس جاہلانہ رسومات نے عقد ثانی
کو روکا ہے جس کے بدولت دنیا میں ہزاروں فسادات اور ذلتیں
برداشت کرنا پڑتی ہیں بزرگان ماسبق اور مقدسان مذہبی سے زیادہ
وقعت ہندوستان والوں کی نہیں ہو سکتی اون بزرگوں نے جو کچھ حسب ہدایت
مذہب برتا ہے اوس سے تجاوز کرنے کا حق مسلمانوں کو نہیں ہے
اگر دنیا میں غور کرتا جائیگا تو کوئی خاندان ایسا نہیں ہے جہاں
پشتا پشت تک سب کف ہی کف میں شادیات ہو گئے ہوں ایسے
چند ہی لوگ ملیں گے کم خاندان ملیں گے جو دس بیس پشت کی
صحیح خبریں رکھتے ہوں جن بزرگوں میں ایسے خیالات دل میں جگہ دیئے
ہوئے ہوں اون کو مذہبی کتابوں کی طرف توجہ کرنا چاہیے مسلمان
کسی دوسرے مسلمان کو تحقیر سے نہیں دیکھ سکتا مسلمانوں کے
مذہب میں کسی قسم کی تحقیر کرنا یا کسی کو ہیٹا سمجھنا سخت گناہ ہے جو اپنے
قومیت بچانا چاہتا ہے وہ بیاہتا نہ کرے اس سے زیادہ کا حق
نہیں ہو سکتا مسلمان ذرا غور کریں مفتخر خاندان والے سب تو پریشان
حال اور بے علم ہوتے جاتے ہیں لوگ جسے تحقیر کے نظر سے دیکھنا چاہتے

ہیں خدا اون کو دین و دنیا میں سر بر آوردہ کرتا جاتا ہے خدا جسے نوازتا جاتا ہے بندہ مشیت کے خلاف کیا کر سکتا ہے وہ صرف اپنے زبان تیز کر سکتا ہے اپنا دل خراب کرتا ہے اپنے اپنے اینٹھ میں رہتا ہے دوسروں کا کیا نقصان پہونچا سکتا ہے جسے خدا اقبال دیتا ہے بندہ اوسے بگاڑ نہیں سکتا آدمی کو موجودہ حیثیت کی نگاہ سے دیکھنا چاہیئے اس کے ذاتیات سے کیا بحث ہے۔ آدمی کی آدمیت اس کی انسانیت اور اس کی لیاقت اوس کی فطرت اس کے حسن اخلاق اوس کے صفات حمیدہ اس کی عمدگیوں کی طرف توجہ کرنا چاہیئے۔ جو محقر جانتا ہے اوسے معزز ماننا پڑیگا۔ مشیت اوس کا اعزاز کرا چھوڑیگی۔ اس خاندان کے پرانے لوگوں میں اخلاق و انسانیت بہت تھے۔ پرانے لوگوں میں ہمدردیاں بے حد تھیں۔ منشی امین الدین و منشی جمال کے وقت میں شلم کو ہمسن لوگوں کی صحبت جما کرتی تھی۔ خواجہ مقبول علی میر سید علی اور اسی وضع اور سن کے امیر و غریب اوسط درجہ کے لوگ یہاں آتے جاتے حقہ پانی چلتا اور اچھی اچھی باتوں کا تذکرہ ہوا کرتا یہ لوگ اپنے کو غیبت اور حسد سے بچاتے رہے غربا کے ساتھ حسن اخلاق اور بقدر وسعت مالی امداد بھی کرتے تھے۔ راقم نے اپنے والد ماجد سے سنا ہے کہ جب والد ماجد کو اپنے آبائی مکان مولوی کشمیر علی مرحوم واقع رانی پور کو چھوڑنا پڑا سخت مصیبت کا وقت والد ماجد پر تھا اور وہ اسوقت بے بس اور بے بیشاہ کر دیئے گئے تھے اور

پریشان ہو گئے تھے منشی جمال الدین و منشی امین الدین صاحبان نے
سا کنان محلہ کا بالکل خیال نہ کیا بلکہ مولوی شیر علی کے ملاقات کا
خیال رکھتے ہوئے والد ماجد کو شب بھر اپنے مکان میں روک
رکھا میر نورالحسن چچا راقم و والد ماجد نے اپنا انتظام کرایہ کے مکان
میں کر لیا اوس ایک احسان کا خیال ابتک والد ماجد اور راقم
کو برابر رہا کیا جب جب اس خاندان کے لوگوں کو کوئی ضرورت
آئی بلا عذر اوس کو انجام دیتا آیا اگر وہ لوگ زندہ ہوتے تو
ان امور کی تصدیق کرتے بعض لوگ زندہ ہیں وہ شہادت
دے سکتے ہیں کہ راقم اس خاندان کے لوگوں کے ساتھ کس طرح
پر ملتا آیا محی الدین میاں اگر زندہ رہتے تو وہ بتا سکتے مولوی
اختر حسین زندہ ہوتے تو وہ کہہ سکتے منشی بدیع الدین و منشی
اعظم صاحب جانتے تھے وہ لوگ ہوتے تو فرما سکتے تھے منشی
افضل حسین ہوتے تو کہہ سکتے داروغہ علی اکبر صاحب ہوتے تو بیان
فرماتے اب تک فخر الدین میاں زندہ ہیں جو بتا سکتے ہیں کہ راقم نے
کس طرح کا برتاؤ اس خاندان کے ہر ہر آدمی کے ساتھ رکھا چنانچہ
تقسیم مکانات منشی جمال الدین و منشی امین الدین صاحبان کا فیصلہ
ثالثی راقم ہی کے ہاتھ کا ہے لیاقت میاں کی زمین شاہد میاں کی زمین
فخر الدین میاں کے حصے منشی بدیع الدین کے حصے منشی قسیم الدین
کے حصے اور بہت سی الجھنوں کو راقم ہی نے سلجھایا ہے اور اس

خاندان کے جھگڑوں کو مٹایا اور آپس میں تکرار ہونے نہ دیا مولوی فضل الرحمان سنٹری انسپکٹر واقف ہیں کہ راقم کا کیا برتاؤ رہا کیا میر شاہد حسین جانتے ہیں اون کے ملازمت کیوقت جب وہ راقم کے ماتحت تھے کیا برتاؤ کیا گیا میر مہدی حسین مرحوم زندہ ہوتے تو وہ بتا سکتے تھے کہ جب کسی کام کو اونہوں نے کہا حتی المقدور اوسکے انجام میں کوتاہی نہ کئے گئے منشی نذیر حسن جب راقم کے ماتحتی میں بحیثیت میونسپل جمعدار رہے اور راقم بحیثیت وارڈ چیرمین رہا برابر اون کے مدارات میں فرق نہ کیا ڈاکٹر اصغر حسین سے برابر ملتا جلتا رہا ڈاکٹر تفضیلات حسین کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آیا گیا اور برابر ہر ممبر خاندانی سے مسلمانانہ برتاؤ برتا کرتا ہوں آدمی وہی ہے جو ایک ادنے احسان کو نسلاً بعد نسلٍ نہ بھولے شرافت نفسی اسی کو کہتے ہیں کہ انسان ہر بندہ خدا کے ساتھ حسن اخلاق برتے ہر شخص کے ساتھ خاتمہً مخلصاً خلوص رکھتے مسلمان کو نکتہ چینی کی نگاہ رکھنا گناہ ہے شعار اسلام یہی ہے کہ عیسیٰ بدین خود موسیٰ بدین خود اسلامی حیثیت سے ہر ایک کو ہر ایک کے ساتھ مخلصانہ برتاؤ رکھنا چاہیئے اس میں اگر فرق آتا تو قومی بدنصیبی ہے بے وجہ بے سبب بے ضرورت کسی مسلمان کو کسی مسلمان سے نفاق و نکتہ چینی منع ہے گذشتہ لوگوں میں ان باتوں کا بہت لحاظ تھا اسلئے آپس میں میل جول ہمدردی روز افزوں تھی اور جماعت میں قوت نمایاں

ہوتی تھی جب سے زمانہ پلٹا خلوص ایک دوسرے کا بے سبب ختم اور نکتہ چین ہوتا گیا کوئی مادر زاد ولی تو پیدا نہیں ہوا حکایت شکایت سن سن کر برتاؤ میں فرق ہوتے ہوتے ایک دوسرے سے جدا ہو لئے اس کا میل جول جاتا رہا اجتماعی قوت میں کمی محسوس ہونے لگی بہت طور پر خلوص و نفاق کے ملاقات میں فرق ظاہر ہو جاتا ہے آدمی کا دل آئینہ ہے جس سے انسان ملے خلوص برتے کوئی کسی کا محتاج نہیں ہے للہیت برتنا ثواب ہے۔

۷۹ لہ رمضان خاں ایک سارنگی بجانیوالے بی بی چھٹن اور رمضو کے ساتھ کے تھے یہ عورتیں شہر میں طوائفوں میں مشہور ہیں ان عورتوں نے لاکھوں لاکھ کمایا اور شہر کے رؤسا کے کوئی گھر ایسے نہ تھے جہاں سے کچھ نہ کچھ فائدہ اوٹھایا اس شہر میں ان عورتوں نے بڑی عزت داری کے ساتھ ابتدائے زندگی گذارا یہ لوگ باندے کی طرف سے آئیں تھیں جیسا کہ بزرگوں سے سنا گیا راقم تو کمسن تھا اس کی تحقیق نہ کر سکا اور بزرگوں سے تہذیباً پوچھ بھی نہیں کر سکا تذکرتا جو سنا وہ لکھا مگر ان لوگوں کا عروج تو چشم دید دیکھا یہ طوائف کا مکان نہ تھا بلکہ اسوقت کے دو باشوں کی خانقاہ تھی ایسے ہی لکھ پتیاں پشت تک کے آدمیوں کو جمع ہوتے دیکھا چنانچہ ایک دفعہ محرم میں نوحہ سننے کے غرض سے راقم بھی گیا وہاں اسقدر رؤسا کا مجمع تھا کہ سوچکر ندامت ہوئی ایسے ایسے بزرگان بھی تھے جن سے راقم کو بے حد لحاظ تھا مگر محرم میں عزاداری نہ پیدا ہوئی۔

میں دس روز تک اس گھر میں جانا معیوب نہ تھا گویا وہ مکان امام باڑہ تصور ہوتا تھا اور متبرک جگہ مانی جاتی تھی بے تکلف بڑے چھوٹے امیر و غریب اوسط درجہ والے ڈھاڑی بھڑوے ذلیل ترین اور بہترین معزز لوگ راجہ رجواڑہ رئیس و سائیس بہ حیثیت مساوات جانیکا حق رکھتے تھے اور سب کی خاطر داشت بھی مذہبی حیثیت سے ہوا کرتی تھی اس مکان کا نام سنگھاڑا ہے یہ مکان موقوفہ ہے اسکی تولیت بڑی گدی پھلواری شریف کو ہے نیچے دو کاندار رہتے ہیں اور چند کمروں میں برابر رنڈیاں ہی بہ کرایہ رہتی ہیں اور اب بھی وہی لوگ آباد رکھتی ہیں یہ مکان ہی اوسی مصرف کا ہے اور چھنگی خاں کے ٹھیکہ میں چلا آتا ہے مالگذاری پھلواری میں ادا کرتے ہیں اوس مکان میں کسی جگہ پر پوشیدہ طور پر راقم بھی معہ اپنے احباب کے موجود تھا جب مجمع کم ہونے لگا اور ایک دوسرے کو دیکھ سکتا تھا اوسوقت راقم نے اپنے اکثر بزرگوں کو دیکھا حتی کہ والد ماجد بھی موجود تھے سخت ندامت ہوی پھر جو دیکھتا ہوں تو ایسے ایسے عزیز موجود ہیں جن کو ہم سے لحاظ تھا اور مجھے اون لوگوں سے لحاظ لازمی تھا حتی کہ میری خاص اولاد بھی موجود تھی راقم سے نہ رہا گیا راقم نے مالک مکان سے کہدیا کہ مجھسے زیادہ کوئی اقبال مند نہیں ہے اور آپ سے زیادہ بھی کوئی اقبال مند نہیں اس لئے کہ میری تین پشت حاضر ہے آپ اس لئے تین پشتوں کی

حاضری کرائی یہ کہکر راقم رخصت ہوا اور راقم نے اوسی دن سے
نوحہ سننے کی قسم کھالیا اور پھر عمر بھر مجلسوں میں جانا چھوڑ دیا
کیسے کیسے خوانندہ آئے مگر راقم نے اپنا اصول ہی بدل دیا
کبھی بھی مجلسوں میں شریک نہیں ہوا کرتا گذشتہ سال مرزا
طاہر کا مرثیہ سننے کے لئے صرف اسوجہ کر امام باندی بیگم کے امام باڑہ
میں گلزار باغ گیا کہ اون کی خاندان کے مرزا دبیر کا کلام
سنتا مرزا اوج کا سنا میر موج کو سنا ان کا بھی سن لینا
چاہیئے الغرض ان عورتوں کا اقبال قابل بیان ہے انلوگوں
نے شہر میں اس پیشہ کو فروغ دیا اور اسقدر اس پیشہ
کے اندر عزت پائی کہ کوئی رئیس ایسا نہ تھا جو مداح نہ ہو کوئی
نوجوان ایسا نہ تھا جو خلاف میں بول سکے کسی بازاری عورت
کی ہمت نہ تھی جو اس دربار کی چوکھٹ نہ چومی کوئی ڈھاڑی
اور گوّیے ایسے نہ تھے جو شہر میں رہیں اور حاضری نہ دیں
بے انتہا اقبال ہوا اور بے حد دولت حاصل ہوئی ان لوگوں
کا اخلاق ایسا تھا کہ بڑے بڑے راجاؤں کو بھی میسر نہیں
ہوسکتا اس قدر خلق بڑھا ہوا تھا کہ کونسا آدمی تھا جس کے
زبان پر تعریف کے الفاظ نہ تھے اور کس کی تمنا نہ تھی جو اس
دربار میں حاضری نہ دے میں نام لکھنا نہیں چاہتا مگر چشم دید
عرض کرتا ہوں مولوی مشایخ پیر میاں مذہبی مقدس کو بھی جاتے دیکھا

گذرتی ہی محرم میں اور دونوں میں دور دور کی صاحب سلامت تہی
بی رمضو تو اسقدر بخیر تھیں کہ ہزاروں غربا پرورش پاتے رہے
اور بی چھبٹن اسقدر آرام طلب تھیں کہ بعض رؤساے وقت
پیر دباتے رہے دونوں کی دولت کتھی اور دو طبیعت کتھی
بی چھبٹن نے گانے کی بدولت زیادہ پیدا کیا اور بی رمضو نے
ملازمت کی بدولت زیادہ پیدا کیا دونوں قرابتدار کہلاتی
تھیں اجمال رہیں جب رؤساے شہر تباہ و برباد ہو گئے مر گئے
نوجوانوں نکے پاس دولت نہ رہی زمانے کا رُخ بدلا اقبال نے
جواب دیا بی رمضو کی دولت جن سختیوں سے آئی تھی اوسی آسانی
سے ضایع ہو گئی اون کا آخری وقت قابل افسوس گذرا اونکی
دولت ایک اون کی ہندو دوست کی وجہکر ضایع ہوئی
اوس ہندو غریب کی جان و مذہب پر بن آگئی وہ جان سے گیا گذرا
راقم نام لکھنا نہیں چاہتا اون کے اقربا جانتے ہوں گے اون پر کیا
کیا گذری راقم کا وہ شخص بہترین دوست تھا اور نہایت حسین جوان
تھا کتس کس الفاظ کو اوس نے برداشت کیا اور کیونکر برداشت
کیا اور کیا کیا ظلم سہے آخر کار مرنا ہی قبول کیا اور اچھا ہوا جان
تو گئی مگر عذاب سے چھوٹا بی رمضو کا مال سب برباد ہوا صحت گئی
دماغ خراب ہو گیا وہ خودداری گئی و عزت داری گئی آخر کار اونکا
انتقال ہوا۔ بی چھبٹن ہنوز زندہ ہیں آنٹے کے ساتھ گھن بھی پسا ان کی

مالی حالت بھی خراب ہوگئی کوٹھیاں بکیں زیورات بکے بعض مکان
رہ گئے جس کی کرایہ کی آمدنی پر ان کی اوقات کٹتی ہے وہ اقبال
گیا وہ دولت گئی وہ عزت نہ رہی وہ گانا بجانا گیا زمانہ آگیا آخرکار
زیارت کربلا کیا اور گوشہ نشیں ہوگئیں کسی لڑکے کی پرورش کی تھی وہ
لڑکا پوسٹ ماسٹر ہوا وہی لڑکا اب ساتھ ہے اور اون لوگوں کے
ساتھ اوقات گذارتی ہیں اوس لڑکے کا نام غالباً امیر تھا ٹیڑھی گھاٹ
گاڑی خانہ میونسپلٹی کے قریب ایک مکان بنا کر اوس میں گوشہ نشیں
ہیں ان کے یہاں خود دربار رہتا تھا اونکو چھوٹی چھوٹی رنڈیوں کے
یہاں بغرض دل لستگی جانا پڑا ان کی پہلی حقیقت کو یاد کرکے ایک
حیرت ہوتی ہے مگر اس شہر کے اندر بلکہ جہاں جہاں خیال جاتا ہے
سب کی سوانح عمری پر نظر توجہ ڈالتے ہوئے پتہ چلتا ہے کہ اس گروہ
اقبال اوسی وقت تک رہتا ہے جبتک ان لوگوں کا شباب رہتا ہے
گیا شباب کے ہمراہ حوصلہ دل کا راقم مختصراً چند مثال پیش کردیتا ہے
زہرا بائی علم موسیقی میں اوستاد فن گنی گئیں بڑی عزت کے ساتھ زندگی
اونھوں نے اپنا عقد بی عشمت کے بھائی سے کیا اس فرقہ میں یہ بات
معیوب ہے اپنے فرقہ میں بری نظر سے دیکھی گئیں خود مریں لڑکا مری
کل دولت شوہر کو ملی مقدمہ بازی میں برباد ہوئی فنا ہوگئے
نام و نمود گیا مکان ٹیڑھی گھاٹ میں ہنوز موجود ہے جو یادگار ہے
یگراموفون کی ریکارڈیں جو گویوں کی یادگار ہیں روضہ پر گڑی ہوا

بی بگن کا عروج دیکھا جو ایک حسین عورت تھیں اور شیعہ مذہب تھیں
اور بڑے بڑے لوگوں میں ممتاز تھیں اونکا آخری زمانہ قابل افسوس
گذرا بی لالن کا بہترین زمانہ دیکھا اونکا حسن مشہور تھا نکاح میں
آکر بی گوہر جان کی غلامی کرتے دیکھا بی ملکہ کلکتہ والی کو دیکھا آخری عمر
اونکی وہ نہ کٹی جو آول گذری بی گوہر جان کلکتہ والی تو طوائفوں
میں گویا رانی تھیں اب اون کی وہ حالت نہ رہی مکان اسباب سب
ختم وہ دبدبہ وہ نام وہ حسن سب ندارد ہو گیا کسی طرح بہ خوش
حالی سے مگر پہلے سے بہت کم اوقات چل رہی ہے آخر میں کسی سے
عقد کر لیا تھا بی بندہ کی ماں بی عباسی کو دیکھا بندہ کی زندگی میں
جوڑی نقش اور گوہر جان کا مقابلہ رہتا بی عباسی کو چھوٹی چھوٹی طوائفوں
کی امداد کی ضرورت آگئی بی فیضن کا گانا لاجواب شہر میں مشہور آخر عمر
میں تکلیف سے گذری بی حسنی کا زمانہ تھا آخر عمر میں ایک ہندو
رئیس نے تجہیز و تکفین کی جن سے ملاقاتیں تھیں بی شباب کا زمانہ
ایسا تھا کہ بعض افسران خوشامدیں کرتے رہے رؤسا منہ چوہتے
رہے بدمعاش دبتے رہے مرتے دیر نہیں محمد حیات لڑکا پاگل
ہو گیا دولت ضایع ہونے لگی بی نازنیں اونکی لڑکی کا نام و نمود
ہوا کہ شہر میں اور باہر اطراف میں دور دور تک بغیر اونکے محفل
جمتے ہی نہیں تھی آخر عمر میں لوگوں کو خیرات دینا پڑا بی بگا کے عروج
کو بھی دیکھا اون کا نزول بھی قابل افسوس ہوا ماہ لقا کو بھی دیکھا

اچھے اچھے لوگ گردگھومتے رہے بیمار ہوتے سخت مصیبت میں گرفتار ہوئیں مرگئیں بیّا نے ملاقاتیوں کے امداد کی حاجت ہوگئی بی بتولن کا عروج بھی دیکھا زوال بھی دیکھا گاڑی کرلی تھی اوسکی آمدنی سے اوقات گذارتی تھی سنہ ۱۹۳۰ میں مرگئیں بی ہیگن کو دیکھا کیا عروج ہوا اون کی بہن امیرو کو عقد میں آجانا پڑا ماں کو تکیہ تمباکو کی دوکان کرتے دیکھا بی ملکہ کا عروج بھی دیکھا ہزاروں ہزار کا زیور بھی دیکھا مکانات پختہ بنائے گئے آخر میں باوجود جوانی وہ آسائش نہ رہی بی چینی کو دیکھا حسن لاجواب تھا مرتے دیر نہیں لگی ورثا تباہ و برباد ہوگئی بی اللہ جلائی کی دولت و اقبال کو بہتیرے نوجوانوں نے بھی دیکھا ہے سونے سے آراستہ مکان میں رہتیں حسن لاجواب مرتے دیر نہیں لاکھوں لاکھ کی جائداد ہوا ہوگئی ماں پریشان ہوکر مریں بھائی کہیں اپنا پیشہ کرتے ہیں اون کی قبر بھی درگاہ میں ہے بی میری کا عروج بھی قابل الذکر ہے اونکا گذر ایسی ایسی جگہ ہوا جہاں بڑے بڑے لوگوں کا قدم نہیں جاسکتا تھا پھر اون کی تباہی دیکھی بی شرفو کو عقد میں آنا پڑا بی جیا کو آخر عمر میں عقد کرنا ہوا بی شہزادی کا عروج بھی دیکھا اور کلی سازی سے اوقات گذارتے بھی دیکھا چھوٹی گوہر جان کی اوٹھان دیکھا پٹنہ اور گیا ایک تھا اون کو برقع پہنکر شہر کے اندر بھیک مانگتے دیکھا اونکا حسن بیم سے کم نہ تھا بی ننھی کا زمانہ دیکھا لوگ صورت

دیکھنے کو ترستے تھے اب اونکو نماز روزہ کے سوا کوئی کام نہیں ہے
مگر بازار ہی میں بسنا پڑا بی سوبح مکھی کا عروج دیکھا اون کی بھی کمی
دیکھی بی اچھن کی عروج کو دیکھا اور سوال کرکے گذران اوقات
دیکھا بی کامنی کا عروج دیکھا اون کا زوال دیکھا بی قلم تراش کا عروج
دیکھا بے نسان ہوتے دیکھا بی معصومن کی عروج کو دیکھا اونکو بے نشان
ہوتے دیکھا بی بوٹنگہ کو دیکھا اونکی پریشانیوں کو دیکھا بی رام شیری کی
عروج کو دیکھا لامکان ہوتے پایا بی چھوٹی چھٹن کے عروج کو دیکھا اونکی
سوال کی حالت بھی دیکھا بی سندر کی کلکتہ کے ٹھاٹھ کو بھی دیکھا حکیم کاظم حسین
کے مکان میں اون کی تجہیز و تکفین بھی غیروں کو کرتے دیکھا جس میں راقم
کا بھی ہاتھ تھا بی تمری منظفر پور والی کی عروج کو دیکھا اون کی نانی
بی باندی کے اعزاز کو بھی دیکھا بی حسینہ اون کی والدہ کی مسی
لگائے کے اصراف کا موازنہ بیس ہزار روپیہ سے کم کا نہ تھا اوس مکان
کو میدان بھی دیکھا جس میں خان بہادر احمد حسین وکیل منظفر پور کا کلب
قایم کردہ موجود ہے بی نامدار بیگم کے عروج کو دیکھا جہاں محرم میں چینی
کے رکابیوں میں ہزاروں حصے تقسیم ہوا کیے اب وہ مکان شاہ کی املی
والا میدان ہے بی یحیی کے عروج کو دیکھا اون کا مکان شاہ کی املی
والا میدان ہے بی چھیا کے عروج کو دیکھا بڑے بڑے لوگ برباد ہوے
اب اونکی موجودہ حالت کو بھی دیکھ رہے ہیں وہ لامکان تھیں اون کی
خانہ ازاں کی بی لڈن کا اوٹل زمانہ دیکھا اور آخر زمانہ بھی دیکھنے کے

لائق ہے مونگیر میں جاکر دیکھ لیجئے بی محمدی بتیا والی کی عروج کو بھی دیکھا اون کے مکانات جائداد بھی دیکھے کاشتکاریوں کا نظم بھی دیکھا موجودہ حالت کو جاکر بتیا میں ملاحظہ کر لیجئے بی بندی جان کا شباب بھی دیکھا اسٹوڈنٹوں کا اور شاعروں کا ہجوم بھی دیکھا اب جاکر کوڑہ شاہ کے درگاہ کے مجاوری بھی ملاحظہ کر لیجئے نہ وہ حسن ہے نہ وہ صحبت نہ وہ بات بی گیپی کی اتنا ای حالت بھی دیکھی اون کی موجودہ حالت کو ملاحظہ کر لیجئے بی بوٹا کے حسن کو دیکھا مرتے دیر نہیں اون کے متعلقین کے بربادی بھی دیکھا بی مینا کے نام ونشان لوگوں نے دیکھا ہوگا اون کا زمانہ لڑکوں کو یاد ہوگا عقد میں آنا بھی دیکھا صاحب جائداد ہونا بھی دیکھا مال و اسباب جائداد سب ضائع ہوتے بھی دیکھا بی علی جان کا عروج اور عقد میں آنا بھی دیکھا خاندان کا تباہ ہونا قلعے کا بک جانا بھی دیکھا صرف دو تین مثال مستثنیٰ دیکھائی دی ہے ایک خاندان بی نجایہ اپنی زندگی عیش سے گذار گئیں باغ مالو نماں کے گورغریباں میں گڑیں قبر کا پتہ بھی نہیں ہے یہ بڑی مہذب باتمیز عورت تھیں اور بڑی مخیر تھیں و بی باندی کا اقبال ہنوز بر سر عروج قائم ہے دوسرا نام بی محمدی جان کا روشن ہے انہوں نے ایک رئیس سے عقد کر کے دولت حاصل کی اور مسجد اور مدرسہ بنوایا کافی جائداد وقف کر دی جدھر جدھر خیال دوڑاتا ہوں تمام کا

یہی حال ملتا جاتا ہے کہ ابتدا عمدہ انتہا بہت خراب بہتر سے
نام تو یاد بھی نہیں ہیں اور بعض یاد بھی ہیں تو طوالت کے خیال
سے چھوڑتا جاتا ہوں۔ سمجھنے کے لئے اتنی مثالیں کیا کافی نہیں ہیں
بی سنتی کی ابتدا کو دیکھئے اور رحج کرنے کے بعد کا حال ملاحظہ فرمائیے
اب ان کو اپنی لڑکی بی چندہ کی خدمت گذاری ہے بی عظمت کی
جوانی ہے ابھی کلکتہ میں عروج ہے بی چندہ کا بھی وہ زمانہ
عروج اب نہیں ہے جو ابتدا میں تھا راقم نے ان باتوں پر غور
کیا ہے کہ کیا سبب ہے جو اتنی مثالیں بد ترین پیش
نظر ہیں اوس کے اسباب معلوم ہوئے وہ یہ ہے کہ انسان کو چند
قوتیں برباد کرتی ہیں دولت کی قوت سے آدمی مغرور ہو جاتا
ہے حسن کے زور سے آدمی مخمور ہو جاتا ہے علم کے زور سے
آدمی مجذوب مثل منصور ہو جاتا ہے اقبال سے آدمی فرعون
بے سامان ہو جاتا ہے مرد تو ان میں سے ایک بات کو بھی ضبط
نہیں کر سکتا عورتیں ناقص العقل اوس پر سے ہر بات کا مجموعہ حاصل
ہے دولت بے محنت آرہی ہے علم مزیدار مفت مشق ہو رہا ہے
حسن موجود ہی ہے خوشامدیں حاضر کی ہوئے جاتے ہیں تعریف
و توصیف ہو رہی ہے شباب موجود ہی ہے سارے سامان تعیش
حاصل ہی ہیں جتنی صورتیں فرعونیت کی ہو سکتی ہیں سب سامنے
ہیں کیا یہ بیچاریاں فرشتہ ہیں جو ان باتوں کے ساتھ اپنے کو

سنبھال سکیں ان کی برداشت سے سب باتیں باہر ہیں ان دیو زدگان سے ان میں ظلم اور ایذا رسی اور مغرودیت اور لاپرداہی اور مادہ نفسانیت پیدا ہوجاتے ہیں جنکا خمیازہ ان غریبوں کو آخر عمر میں بھگتنا پڑتا ہی اور جتنے حق العباد اُن پر آید ہوتے ہیں اونکا بدلا ان سے دنیا ہی میں بھگتوایا جاتا ہے مگر اس لائن کی ابتدائی زندگی وہ خوش آئند ہے کہ آئندہ کا خیال رکھنا ہی محالی ہے یہ آدمی کا کام نہیں ہے بلکہ فرشتے یا ولی اللہ کا کام ہے جن نوجوانوں کو ذرا بھی اس کوچہ کی ہوا لگتی ہے اُن پر اندھو پڑ جاتا ہے ساری دنیا ایک طرف ہو جائے تمامی خاندان سمجھائے جمعیت العلما کے پورے عالم فہمائش کریں لیڈران ہزار قوم پرستی کا لکچر دیں گاندھی جی کی آندھی چلی پنڈت جی روتے رہیں مشایخ قوالی میں لگاتے رہیں اطبا و ڈاکٹران علاج فرماتے رہیں مہاجنان جائداد لوٹتے رہیں والدین اور گارجین چلاتے رہیں تب بھی یہ بھوت سر سے نہیں اتر سکتا اس بھوت کو اوتارنے کا نسخہ صرف افلاس ہے خود بخود یہ بھوت اوتر جاتا ہے دوسرا نسخہ زوال تندرستی ہے ان دو راہوں کے سوا تیسری راہ ہدایت خداوندی ہے اس گروہ کے اظلام کو راقم یہ جو خود گذر گئے ہیں کسی موقع پر پیش کریگا اوس کے بعد لوگوں کو یہ راہ بھیانک دکھائی دے گی حرام تو حرام ہے اس راہ میں حلال کرکے بھی انسان خون تھوک کر مرتا ہی

افسوس ہے کہ میں نام بنام لکھ نہیں سکتا مگر لوگوں کو یہ یقین دلاتا ہوں کہ وہ دوستوں اور ملاقاتیوں کے موت خون تھوک تھوک کر سل دق میں ہو چکی ہے اور ۵۳ نمبر میں راقم اپنے کو شمار کرتا ہے اور انتظار وقت رکھتا ہے یہ مرنے والے اسی شہر کے معزز ہستیاں تھیں موجودہ نوجوانوں کے آبا و اجداد سے ہیں اپنے اپنے خاندان کے بزرگوں کے حالات گذشتہ کو دریافت کریں گے تو بن نام بتائے لوگ خود سمجھ سکیں گے کہ یہ تحریر ٹھیک ہے یا غلط ہے اس سے زیادہ تفصیل وار کتاب میں ظاہر کرنا اور مردوں پر دھبہ لگانا راقم گناہ جانتا ہے عبرت کے لئے اپنا تذکرہ کافی ہے خدا کی شان دیکھئے جسے بناتا ہے یوں بناتا ہے میاں رمضان سارنگی والے نے دنیا کا رُخ بدلا ہوا دیکھا زوال کا وقت آغاز ہو چکا تھا بہار شریف کے سجادہ نشیں حضور شاہ امین احمد قدس سرہٗ سے مرید ہو گئے حضرت مخدوم شرف الدین بہاری علیہ الرحمہ کی فیض نے ان پر توجہ فرمایا انہوں نے مطلقاً اس پیشہ سے توبۃ النصوح کر لیا اور باوجود غربت اپنے کے ہر پریشانیوں کو قبول کر لیا بعض رئیسوں نے بھی ان کی امداد اپنے سر لے لی ان کو بقدر گذران بی چھبن اور بی باندی کی خاندان سے بھی شاید کچھ مقرر ہو گیا یہ بالکل فقیر ہو گئے اور ان کی توبہ قبول ہو گئی حج بھی کر آئے اور بالکل فقیرانہ لباس ہے فقیرانہ عادتیں ہیں

فقیرانہ عبادتیں ہیں فقیرانہ دل ہے خدا ہر مسلمان کو ایسی توفیق دے اور ہر کی دعا قبول کرے یہ قدرت خدا ہے بت خانہ سے خدا اٹھتا ہے موسیقی تو عبادت ہے موجد ان مضامیر راگ ورا گنی وسر تال والوں نے جوش عبادت وطلب خدا کے ذوق وشوق میں ایجاد کیا مگر رنڈیوں اور ڈھاڑھیوں نے اسے پیشہ بنا اور گویے اور بھگتیے کی ایک گروہ طیار ہو گئی اور اوباشوں نے دل بستگی کا مصرف لیا شریعت نے اس کو لغویت کی وجہکر لہو ولعب میں داخل کیا ہے اور حرام فرمایا ہے وقت نقصان ہوتا ہے اب موسیقی شنئے سننے سے زیادہ تر آوارگی ہے اور شہوت پرستی آتی ہے اور دل پرستوں کے لئے یہ چیز برق اثر دہندہ ہے جو خدا پرستی چاہتا ہی موسیقی کے آوازوں سے اوس کے دل کے اندر پوشیدہ آوازیں آتی ہیں وہ مقتضاء ضمیر کے ضمیر کو سمجھنے لگتا ہے بے زبان کے زبانی پوشیدہ آوازوں کی کہانی سنتا ہے تار کے اندر کون بولتا ہے کون گونجتا ہے کہاں سے آواز پیدا ہوئی ڈھولک وطبلا میں کیا آواز پیدا ہوئی وغیرہ وغیرہ رہروان راہ طریقت کے لئے مفید اور لازمی چیز ہے اور یکدم حلال ہے حلال ہے وبغیرہ حرام اور روافقان راہ شریعت کے لئے بالکل حرام مطلق ہے جس طریقہ پر آجکل مروج ہے فی الحقیقت ناجائز ہے

اور جن شرائط کے ساتھ واقفان امور طریقت نے لکھا ہی کہ بالکل
جائز اور حلال ہے کیا حضرت خواجہ اجمیری رحمتہ اللہ علیہ ولی
الہند اور مخدومین ماسبق نے باوجود علوم ظاہری اس کو نہیں
سنا اور لذتیں نہیں لوٹیں اور مدارج نہیں پایا کیا وہ خلاف
شرع ہو کر ان درجوں کو حاصل کر سکے کیا رسول نے نغمہ
خوش الہانی سے نہیں سنے کیا آپ نے گھنٹے کی آواز سے اثر
نہیں لیا کیا آپ نے آوازوں کے ذریعہ سے جہاں کوئی
آلات ظاہری نہ تھے وحی نہیں پائی جو چیز عرب میں نہ تھی وہ
کہاں سے کھاتے پیتے سنتے اسقدر تو کافی ہے جن امور یا
کو منع فرمایا ہے وہ نہ کرو جن باتوں کا تذکرہ نہیں ہے
یا سکوت ہے اوس کو قیاسیات پر تو مسئلہ قائم نہ کیا جائے
اور اگر واقعی کوئی کرتا ہے تو گناہگار ہے خطاوار ہے
خدا اوسکا ستار ہے غفار ہے وہ مسلمان ہے کافر تو نہیں ہے
وہ کچھ گالیاں تو نہیں بکتا بلکہ گالیوں کا مطلب ہے وہ خدا کی
طرف منسوب کرکے اچھے مفہوم نکالتا ہی نا صحیہ تو فرماؤ تو برائے
وصل کردن آمدی یا برائے فصل کردن آمدی ایک بدعتی
خدا سے لو لگاتا ہے اور ایک متشرع اوسے اوس راہ سے
روکتا ہے وہ گناہگاری قبول کرکے بدعتی بنکر سزاواری
قبول کرتا ہوا ہی خدا کی وحدانیت پر رسول کے انسانیت

اون کی صداقت پر مرتا ہے اور ناصحین بدعتی بنا کر اوسے
اوس کے خیال سے دور رکھنا چاہتے ہیں اور جنت دلانیکا
وعدہ فرماتے ہیں وہ دوزخی ہمت دار ہے یا جنت کا امیدوار
لالچی خیر خواہ سرکار سمجھے گئے مولانا اور کتنے واعظین اور کتنے
مصنفین کو ثواب جاریہ خلقت اپنے صرفہ سے بخشوا رہی ہے
اور کتنے غیر متشرع فقرا دوسروں کے سر جیتے مرتے
کھیلتے ہیں تکہ چھوڑ نہیں گئے اور ہزاروں برس سے یادگاریں قایم
ہورہی ہیں نیازات و خیرات کئے جارہے ہیں کس بادشاہ
کو یہ نصیب ہے کہ ملا کو یہ صلہ وعظ و نصیحت ملا ہے کتنے
پروفیسر صاحب مستفیض ہوے کون کون کرنیل اور
جنریل کو لنڈن میں فاتحہ دلوا رہے ہیں نیپولین کا عرس کون کرتا ہے
یورپ کے کس بادشاہ کو ہندوالے یا اون کے ملک والے
ثواب رسانی کر رہے ہیں شاہان دہلی میں سے کس کا نیاز ہوتا ہے
کس کا مزار روشن ہے کئے مقبرے امرا کے آباد ہیں اکبر ہمایوں
بادشاہ درانی تیمور لنگ و اورنگ زیب محمد شاہ رنگیلے و ظفر
شاہ وغیرہم کا دیوسہ کون کر رہا ہے عرب و ہندوستان چین
و جاپان میں شہداے کربلا و بلا شہداے جنگ عہد شہداے
جنگ بدر اور صحابہ کرام امین اولاد رسول کے یادگاران
حضرت فاطمہ بتول پر اپنا جان و مال قربان کر رہے ہیں اور کہاں

کہاں کس کس ملک میں کس کس طرح پر حضرت رسول کی میلاد
شریف کس کس عنوان سے غیر غیر ملکوں میں ہو رہا ہی بجنہ
حضرت عیسیٰ کے کرسمس کے اور حضرت موسیٰ کے عید کے کس
پیغمبر کا فاتحہ آپ لوگ دیتے ہیں کتنے صحابی راویان حدیث و
کاتبان وحی کا و جامع قرآن مجید و حفاظان و امامین جامع
تفقہ و جامع حدیثان و محدثین کے یادگار کرتے ہیں اور کس
کس کے نام ایک پیسہ خیرات دے کر اون کے ارواح
پاک کو بخشتے ہیں یہ سب بات تو بدعت ہی ہے تو بدعت حسنہ
میں نہیں داخل ہو سکتی ہے یہ تو بدعت سیئہ نہیں ہے افراط
و تفریط البتہ نمائش کی وجہکر لوگ کرتے ہیں مردوں کا
کیا قصور ہے خیرات تو بدعت نہیں ہے البتہ افراط و تفریط
تو جہالت کا شعار ہے اگر کوئی کرتا ہے برا کرتا ہے گنہگار ہے
افراط و تفریط پر اگر توجہ نہیں کئے گئے تو یہ افراط و تفریط ایذائی ہے
میلا ہے جی لگی ہے نمائش ہی پیشہ چلاتا ہے ناموری حاصل
کرتا ہے اشاعت ہی ایڈورٹائزمنٹ ہے اشتہار ہے
سائن بورڈ ہے بیٹھ ڈنٹا ہے اصول طریقت پر کوئی اعتراض
نہیں ہو سکتا راہ شریعت ظاہر پرستی ہے اصول طریقت رموز
پرستی ہے یہ کھلم کھلا کرتا ہے وہ چھپا کر کرتا ہے بے شک تسبیح بائیں ہاتھ
میں ایک سرک تک ٹکا کر چلنا ضرور نہیں ہے جبہ قبہ کوئی

لازمی بات نہیں ہے آسا سونٹا اگر جان بچانے کو ہے تو جائز ہے اپنی
شان دکھانیکو ہے ناجائز یہ امیارت فخر یہ کرتے ہو ناجائز ہے قابلیت
کے اعتبار سے ہے میرا سرنگوں ہے اقتدیت بہ ہذا الامام
پیری مریدی طلب سے ہے بسم اللہ سما ہے استغفر اللہ
شاہ صاحبیت خدا کی راہ بتانے کو ہے سبحان اللہ پیٹ جلانے
کو ہے نعوذ باللہ وعظ و نصیحت تبلیغ کیلئے ہے الحمد للہ تحصیل
کے لئے ہے توبہ تلا چلی چلا الغرض کوئی راہ ظاہری ہو خواہ
باطنی طریقت ہو یا شریعت سب میں للہیت اور خلوص ضروری ہے
یہ نہیں ہے تو دنیا داری کرو نہ درجہ اعلیٰ اور افضل ہے
اینٹ ذرنگ بی امری دکھاؤ یوں خوش رہو جو ہوتا ہی ہوگا مذہب
میں دھوکہ داری ہر بات میں بہواری ہر جگہ یہ تہواری یہ
غلط اصول ہے جس راہ پر چلو استوار چلو جس رنگ کو
اختیار کرو پختہ رہو مرضی خدا پر مقبولیت اور مردودیت
کو چھوڑو جنت اور دوزخ جہاں وہ چاہے جانے کو طیار
رہو طلب صادق رکھو خدا کی وحدانیت ڈھونڈھو یقین کرو
رسول کے حقیقت کو پہچانو انکے کارناموں کو دیکھو اور یہ صحیح
مانو وہی سچائی پیدا ہو وہی بے نیازی ہو وہی استقلال
ہو وہی نیت ہو جو بزرگوں کے تھے موت بہت قریب ہے
اپنے یاد میں بچا سو موت ایسے دیکھے کہ ایک منٹ بھی آپ تو

اپنی زندگی پر بھروسہ کا حق نہیں ہے چند مثالیں میں بلا نام
و بعض معہ نام دیکر دیکھاتا ہوں راقم کے دادا مولوی
شیر علی مرحوم اپنے ایک دوست مولوی واعظ الدین وکیل مظفرپور
کے یہاں گئے باتیں کرتے کرتے حقہ ہاتھ میں لیا حیرت ہوئی
کش نہیں کھینچا تھا ورنہ دوست صاحب پر آفت آجاتی قلب
میں درد ہوا آہ کیا اور روح نکل گئی۔ بات کرنے کی فرصت نہ ملی
دوسرا واقعہ جٹھلی میں ایک بزرگ نے (نام لکھنا نہیں چاہتا)
بھنے ہونٹ چکھنے کی غرض سے منہ میں دئے چبائے سب ہونٹ
پیٹ میں ایک حلق کے نالی میں رہگیا ہاتھ میں تاڑی کا پیالا
اور سانس بند پیالا جدا اگرا خود جدا گرے روح فنا ہو گئی
علاج کا موقع بھی نہ ملا۔
تیسرا واقعہ ایک اہل قرابت رات کو ایک کوٹھے پر بازار
میں مقیم رہے صبح کو اون کی لاش صدر گلی ٹرک پر شالہ اوڑھے
پائی گئی خوش خوش گھر سے گئے مگر واپس نہ آئے راہ عدم
ہو گئے گھر والے منتظر بیٹھے ہیں شہر میں ہلا ہوا پولس آئی تحقیقات
ہوئی جان نکل گئی کچھ نہ ہوا لاش چیری گئی اسباب موت کچھ لکھا
دیا گیا۔
چوتھا واقعہ عبد المجید نامی طغرا نویس ریل کے لائن پر گئے اور
ریل سے دب کر مر گئے موت کھینچکر لے گئی۔

پانچواں واقعہ محمد ابراہیم نامی ایک صاحب ہمارے لوگوں کے دو ستوں میں اور قرابت داری میں تھے سنگلی میں ریل سے اوتر پلیٹ فارم پر ٹہلتے رہے ریل کب کی خبر نہیں لوٹا یا ڈن پھسلا ریل سے کٹ کر فوراً مر گئے نیچے بچا نیکی مہلت نہ ملی۔

چھٹا واقعہ لکھی میاں سوداگر کا مال چھپتر گیا کشتی اور لٹ گئی سب مال غائب تہہ دریا ہو گیا نفع نداد نقصان نصیب ہوا اوسی کشتی میں ایک ملاح مر گیا مال تو چند روز بعد خراب ہو کر کچھ نکلا اونکے ورثا جانتے ہوں گے جس کے حیات تھی نکلے اور جس کی موت تھی ملاح تھا اور وہی مرا۔

ساتواں واقعہ چند آدمیوں کو متفرق موقعوں پر دیکھا۔ کواڑ کھولنے گیا سانپ نے کاٹا روانہ راستہ جارہا ہے سانپ نے کاٹا روانہ میدان گئے وہیں کسی جانور نے کاٹا اور مرا پانی بھرنے گیا کوئیں میں گر امرے نہانے گیا ڈوب گیا۔

آٹھواں واقعہ راقم کے ایک ماما گوشت لانے چلی ٹھوکر کھا کر گری اور مر گئی یہ تو اسی محلہ کا واقعہ ہے اور زندہ پلٹونان بائی کی لڑکی تھی جسے لوگ جانتے ہیں نہ گری

گری تھی نہ لو لگی   اور پیالا ہاتھ میں خود روانہ۔

نواں واقعہ عرس میں چلتے راقم کے حقیقی سالے کا لڑکا سید شمس الدین کوئیں میں گرا گرتے وقت راقم کے چھوٹے لڑکے سید نظیر الحسن کا ہاتھ سہارا لینے کو پکڑا دونوں کوئیں کے اندر لوگ دوڑے دونوں نے آواز دی لالٹین لگائی گئی آدمی اوتارے گئے راقم کا لڑکا بے ہوش نکلا اور چند روز بیمار رہ کر زندہ رہ گیا وہ لڑکا دوسرے ہی دن مرگیا اس کے حرام مغز کی ہڈیاں بیکار ہو گئیں تھیں

دسواں واقعہ مولانا شاہ محمد حبیب الحق صاحب کا ایک لڑکا جس کا نام محمد نفیس تھا محفل میں راقم کے بغل میں بیٹھا تھا اوس نے دو تین انگڑائی لی راقم نے اوسے نیند ور جان کر مکان روانہ کر دیا وہ گھر آیا اوسے کزاز کی بیماری ہو گئی وہ کمان ہو کر مرگیا آدمی گیا محفل سے واپس آیا گھنٹہ کے اندر واقعہ ختم

گیارہواں واقعہ گوپال نامی راقم کے ملازم کی ایک خوردہ سالہ لڑکی رات کو سوئی صبح کو لاش تھی۔

بارہواں واقعہ حکیم نجو صاحب کے یہاں ایک لڑکی رات کو سوئی صبح کو لاش تھی۔

تیرہواں   واقعہ نتھو گوالا تمبا کو پی رہا ہے بائیں طرف فالج آیا حلق بند پانچ منٹ میں ختم۔

چودھواں واقعہ مولوی کبیر الدین مراد آباد رات کو ۹ بجے تک خانقاہ منگل تالاب میں رہے پھر مسجد مکان واپس گئے نماز پڑھی کھانا کھایا ہاتھ دھویا لیٹ گئے بی بی کو کہا مرتے ہیں نا بجے آیا صبح تک ختم۔

پندرہواں واقعہ مولانا سید شاہ رشید الحق صاحب قبلہ سجادہ نشین منگل تالاب نے صبح کی نماز ادا کی وضو کیا دو لائے اور دوا پیا سو رہے ختم ہو گئے۔

سولہواں واقعہ بعض آدمیوں نے اپنے اولاد کے ہاتھ سے دوا لی اور ختم۔

سترہواں واقعہ بعض لوگوں کو اولاد نے اپنا نک تار کی پتھروں سے دبا کر ختم کر دیا ایک تو جانی سے مر گئے دوسرے کا حوال اب تک پریشان زندگی گذار رہا ہے

اٹھارہواں واقعہ ایک عورت پیسے والی بیمار ہو کر اپنے داماد کے گھر آئی خدا جانے کس طرح پر کس وقت انتقال ہوا چار روز کے بعد محلہ والوں کو معلوم ہوئی تو لاش کا پتہ چلا کے کئی دن کے مرد ہے کسی کو خبر نہیں ہوئی اور مکان کے رہنے والوں نے کوئی خبر نہ لی اور لوگوں کو سن کر بات نہ معلوم ہوا۔ دولت ورثا نے پایا محلہ والوں نے تجہیز تکفین کیا

انیسواں واقعہ ایک ڈپٹی معہ اپنے لڑکے کے بہاث موٹر میں چلے سر نوت کے قریب موٹر نے ٹکر کھایا آپ دونوں

اپنے ہی موٹر سے دب کر مر گئے انکا نام لطیف عالم تھا اپنے ہی
سواری سے دب گئے ۔ ؟
بیسواں واقعہ راقم کے بڑے لڑکے سید نجم الحسن کا حقیقی
سالا مولوی یحیٰی صاحب وکیل کا لڑکا مدرسہ کے گھاٹ
گیا دریا میں ڈوب گیا پتہ نہ ملا بعض احباب و اقارب بستی
میں آ گئے ڈاک لگی مر گئے نام لکھنا مناسب نہیں ہے واقعات
چشم دید ہے ۔
اکیسواں حافظ بلال کا لڑکا منگل تالاب پر کھیلنے گیا ڈوب
گیا لاش ملی کتنے لڑکے کموئیں میں گرے اسٹوڈنٹ تھے اور
لڑکے کتنے گاڑیوں سے دب کر مر گئے چشم دید واقعے تھے ۔
بائیسواں ڈاکٹر رام جی کے خاندان کے دو لڑکے عدالت
گھاٹ میں نہانے گئے ڈوب گئے دونوں کالج اسٹوڈنٹ تھے
تئیسواں لوری موٹروں سے اچانک کتنی موتیں ایک
برس کے اندر اسی شہر میں ہو گئے ہیں اور رہوتی ہیں ۔
چوبیسواں واقعہ ایک کنواں ڈول والا کنواں میں صاف
کرنے گیا باہر آیا ہوا لگی اور لٹ گیا ۔ ؟
سیکڑوں نے امتحان پاس کیا محنت کی لذت نہ اوٹھایا
اور مر گئے بعضوں کی شادیاں ہوئیں اور مر گئے ۔
الغرض راقم نے بے بیماری کی موتیں سیکڑوں اپنے

زندگی میں دیکھا ہے موت کے لئے کوئی وقت نہیں حیلہ بہت
کوئی عارضہ مخصوص نہیں ہے ہاں بہانہ ضرور ہے جب آئیگی
ایک سکنڈ بھی عذرات کا موقع نہیں ہے سامان سو برس کی
ہے اپنی خبر نہیں مرنا برحق ہے تو اس قدر دنیاوی انہماک
کیا ہے مگر یہ مکر نکا جال ہے نکلنے کب دیتا ہے خدا ہی
زبردستی نکالتا ہے۔ موت سے نکلنا تو ذرا کار ے دارد
اللہ اگر فضل کرے تو رمضان خان کی طرح نکال لے آئیں
انکی اولاد بھی یہاں گھسے بھی ان ہی کے پوسیا نک ہیں جو
مولوی یوسف حسین مرحوم کے یہاں پیش پیش ملازم تھے
اب تک زندہ ہیں اب یہ بی مستری کے یہاں رہتے ہیں
راقم نے زہرہ بائی کا وقت بھی دیکھا جو علم موسیقی میں بہترین
مشہور عورت تھی اون کا خاندان مٹتے ہوئے بھی دیکھا
بی منی قوالن خوب گاتی تھیں اونکا اقبال بھی دیکھا اونکی
بربادی بھی دیکھی۔ بی جدن کا نمود بھی دیکھا اونکا گوشہ
نشیں ہونا بھی دیکھا اون کا انتقال بھی دیکھا۔ بی لطیفن
کو بھی دیکھا اونکے بعد کوئی یاد بھی نہیں کرتا۔ بی مستری کا
عروج کو دیکھا مالکوں کے بعد اونکے تعلقات بھی دیکھ لیا
بی منی کے اولاد کا حال بھی نظروں کے سامنے گذرا اونکی
برتاؤ شوہروں کے ساتھ بھی دیکھا۔ اسی گروہ کی تعلیم

بھی کچھ نرالی ہوا کرتی ہے۔ پہلا اصول ان لوگوں کا یہ ہوتا ہے کہ ظاہری اخلاق کی بہترین تعلیم ہوا کرتی ہے تو جہ دینے والیوں کی خاطرداری اور غرضمندوں کی خواری سکھائی جاتی ہے۔ اپنے چاہنے والوں کی بدترین دشمن ہوا کرتی ہیں اوس کو جانی اور مالی تکلیف پہونچائی جاتی ہے اور بےغرض دلالوں اور دھاڑیوں کے ساتھ بہترین برتاو کیا جاتا ہے ان سے ملنے والوں کو غلطی ہوا کرتی ہے عورتوں کو جب معلوم ہو جاتا ہے کہ کوئی مرد اونکا ماننے والا ہے تو اوس مرد پر غضب خدا نازل ہو جاتا ہے جب مرد پنجہ محبت میں گرفتار ہو جاتا ہے وہ دین و دنیا دونوں جگہ سے جاتا رہتا ہے جو مرد باوجود محبت اپنے کو اکھڑ بنا رکھتا ہے اوس کو کچھ آفت کم ہوتی ہے بدمعاشوں نکے لیجوں سے زیبا کرتی ہیں رئیس اور ماننے والوں پر جب ہو جاتی ہیں ان کو استادوں کے ذریعہ سے ظلم رسائی سکھائی جاتی ہیں ناز بے انداز کی تعلیم دی جاتی ہے بچپن سے زدی اور تیز زبان بنائی جاتی ہیں کمال تو یہ ہے کہ ان کے آشنائی میں رقابت پیدا نہیں ہوتی اس مادہ پر ان کو پورا قابو رہتا ہے ان میں کنٹرول کرنے کی قوت پیدا ہو جاتی ہے دس دشمنوں کو بیک وقت اپنے قابو میں رکھ سکتی ہے یہ موقع وقت خوب سمجھتی ہیں اور وقت کو

نہایت خوبصورتی سے ٹال لیتی ہیں ان کو جبلتی کوئی غرض
نکالنا ہوتی ہیں اسوقت اون کے اور رسان ہوتی ہیں اور
دوسرا مزاج رہتا ہے اور رہی ترکیب کا بڑا دُہوتا ہے وقت
نکلنے بعد طوطے سے بدتر نظر ہوتی ہے اِس سے بدتر بیرحمی
بستنے کا مادہ وجود رہتا ہے موقع پر رحم دلی اور موقع پر
قصاب سے زیادہ بیرحمی ڈاکوں سے زیادہ ظالم ضرورت
کے وقت نرستے صفت وقت نکلنے پر جان و فلک الغرض
راقم نے سات سو چشم دید چیتر ایک خاص رسالے میں
بلا نام ناواں اصول پر فرضی ناموں کے ساتھ لکھدیا ہے جو
ایک بھی غلط اور مصنوعی نہیں ہیں بلکہ سب واقعات ہیں اور
ذوقیات پر مبنی نہیں ہیں اس لائن کی انتہا نہیں ہے نہ یہ علم
تکمیل کو پہنچ سکا نہ پہونچسکتا ہے جتنے آدمی دنیا میں پیدا ہوتے
گئے ہوتے جائیں گے اوتنے ہی چیتر بھی پیدا ہوتا جاتا ہے و
ہوتا گیا اور آئندہ ہوتا جائے گا اور مواقعات کے ساتھ ساتھ
بدلتا جاتا ہے شکلیں بدلتی جاتی ہیں جیسے مقدمات کے حال ہیں
دو مقدمے ہم قالب ہو سکتے ہیں مگر بجنسہ دو مقدمے ایک سال
نہیں ہوتے اوسیطرح دو چیتر ہر ایک سال نہیں ہوا کرتے
کچھ نہ کچھ فرق ضرور ہوتا جاتا ہے یہ اسکول ہی اور ہے یہ
یونیورسٹی ہی اور ہے یہ علم سنہ بہ سنہ سیکھنے سکھانے کی چیز

نہیں ہے تا درنہ ای ذرہ نہ پائی ہے اللّٰھم احفظنا ہے خدا
نوجوانوں کو اس کی ہوا نہ پہنچائے آمین راہ کی ہوا جس
سے کھائی تباہی آئے زندگی برباد ہوئی راحت گئی
زحمت پائی دین و دنیا دونوں غارت ہوئی راقم کی
سوانحعمری ایک مرتبہ ہے ایک تجربہ کا جیسا ہے راقم
کے دماغ میں چشم دید واقعات کا ایک ہزاروں کا خزانہ
ہے جس کا دل ہی دفن ہی ہو جانا اچھا ہے ایک طرف
قانونی سزاؤں کا خوف ہے دوسری طرف ناانصاف
لوگوں کے نکتہ چینیوں ڈر ہے البلاء الموکل بالمنطق چپ ہی رہنا
اچھا ہے چند ایسے واقعات جو غیبت اور ذاتیات
سے تعلق نہیں رکھتے عبرت انگیز ہیں اور مفید قوم
ہیں اور لوگوں کی یادگار ہے اسے زیر طبع
کر کے پبلک کے سامنے پیش کر دیتا ہوں غلطیوں
کی معافی اصلاح خیال کی امیدواری رکھتا ہوں اگر
کوئی بات کسی کے خلاف ہو تو مجھے بذریعہ کارڈ مطلع فرما دیں
میں خود اسکی ندامت ظاہر کرنے کو موجود ہوں میری
غرض اصلاح قوم ہے نہ مصنف بننا چاہتا نہ کتاب کی تجارت سے
منافع اٹھانا چاہتا نہ تعریف کا مستحق نہ توہین کا مستلزم محض مثلاً تذکرہ پرانے
لوگوں کی یادگار چھوڑنا چاہتا ہوں اور چشم دید صحیح واقعات کا اظہار ہے۔

نمبر ۸ میاں علی قدر شاہ کی املی میں رہتے تھے یہ بہترین اوستاد طبلے کے تھے دور دور کے لوگ ان کو اوستاد مانتے تھے

اسی گھر میں ایک لڑکا بہترین شاعر گذرا ہے یہ خداداد بات ہے دوسرا لڑکا بہترین خوش آواز ہے جو گاتے ہیں ان کی یادگار

ہنوز موجود ہے۔ علی قدر کا دونوں ہاتھ کلائی کے پاس سے لوہے کا معلوم ہوتا تھا۔ بجاتے وقت ان کے جسم کو لغزش نہ ہوتی تھی جیسا کہ طبلئے بجاتے وقت لرزہ نما کیفیت دکھاتے ہیں ان کے بعد حفیظ طبلئے بھی اچھا بجاتے ہیں۔ یوں تو شہر میں بہتیرے طبلئے ہیں مگر یہ دونوں قابل الذکر ہیں یہ دونوں مزاجاً بھی اور لوگوں کی طرح مغرور نہیں ہیں۔ موسیقی جاننے والے یا وہ گو اور ناز سے انداز کرنے والے ضرور ہوا کرتے ہیں یہ لوگ تو ناز سکھانے والے اوستاد ہوا کرتے ہیں ناز و نخرے بھاؤ عورتوں کو یہی لوگ سکھاتے ہیں تالوں کو بھی بتاتے ہیں جنتوں میں لچک تو یہی پیدا کراتے ہیں ان لوگوں کا مزاج تو یقینی اونچا رہنا لازمی ہے مگر ان دونوں میں مغروریت کا مادہ پایا نہ گیا جب آدمی کامل فن رہتا ہے تو دھیمے مزاج کا ہو جاتا ہے اور بے نیاز رہتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ میرا کمال ہی خودداری کے لئے کافی ہے جو جتنا ناقص الکمالی رہتا ہے اوتنا ہی بنتا ہے اور اپنے کو اونچا دکھانا چاہتا ہے جو بات نہیں ہوتا

اوس میں نہیں ہیں اوس کا چھوٹا تیور دکھانے کے غرض سے نمائیشی باتوں کو عمل میں لاتا ہے شریفوں میں منشی الفت رائے سے بہتر طبلہ کوئی نہیں بجاتا ان کے بہتر سے شریف شاگرد بھی ہیں مظاہری اور گوئے کا یہ دستور ہے کہ وہ شریفوں کو شاگرد نہیں کرتے اگر کرتے بھی ہیں تو رموز فن چھپا رکھتے ہیں۔ یہ جب بتائیں گے تو چھوٹی قوموں کو بتائیں گے شرفا سے چوری رکھیں گے۔ ہزاروں روپیہ دیجیے مگر فن حاصل نہیں ہوگا۔ اسی سے موسیقی اچھے لوگوں میں کمیاب ہے اس کے اندر راز ہے۔ شرفا ماہرین موسیقی نہ ہونگے تو جاہلانہ تعریف کرینگے۔ جیسے جاہل ہوں گے

۱۸۔ ننھے جوڑیا ایک بہت کالے ناٹے آدمی تھے مگر بڑے وضع دار اور بہت خوش لباس تھے یہ بی چھوٹن اور بڑی طوائفوں کے ساتھ بجاتے تھے ملک ظہور صاحب ساکن سنا ماں کے مکان میں عبدر گلی میں رہتے تھے اب یہ مکان مولوی ضمیر خان بہادر کے اولاد کے قبضہ میں ہے ننھے کا لباس فاخرانہ تھا وہ باہر نکلتے تھے تو رئیس معلوم ہوتے تھے شال ہی دو شالے مخمل ہی پہنا کرتے تھے انکی وضع بالکل لکھنؤ وال رئیسوں کی سی تھی اور بہت ہی خوش گپ تھے انہوں نے اپنی زندگی ظاہری تو بہت عیش نما دکھایا کھانا یہ بی چھوٹن کے یہاں کھاتے تھے اور روزمرہ کا خرچ

ملک ظہور کے ذمہ تھا۔ یلیٹو میاں کے ساتھ رہتے تھے ملک ظہور ملک فضل حسین کے لڑکے تھے ان لوگوں کی حیثیت بہت اچھی تھی اون لوگوں کو خود موسیقی کا شوق تھا۔ ملک ظہور ستار بہت عمدہ بجاتے تھے جہاں رئیسوں کو موسیقی کا شوق ہوا کرتا ہے اس قسم کے لوگوں کا گذر ہو جاتا ہے اون لوگوں کو معذوری بھی رہتی ہے۔ اچھے لوگ تو اس فن کے ماہر نایاب ہوتے ہیں پھر موسیقی تو کسیلے کی چیز نہیں ہے طبلیہ بجانا تو لازمی ہے ورنہ سما نہیں بندھتا اور موسیقی کا مزہ نہیں آتا الغرض میانہنے کی ٹھاٹھ دار زندگی خوب گذر گئی اس طرح کا کوئی دوسرا آدمی اوس حیثیت کا اون کا مقابلہ آج تک تو نہیں کر سکا ادھیڑ مر گئے۔

۸۲ **چھولو میاں** بھی سنگھر دا میں بی چھٹن کے یہاں ایک آدمی رہتے تھے وہ اپنی زندگی برابر اوس وقت کے رئیسوں کی بدولت ٹھاٹھ سے اور سفید پوشی سے نباہ گئے رئیسوں میں بیٹھتے بیٹھتے ان کے معلومات ایسے ہو گئے تھے کہ گفتگو کے وقت بہت واقفیت کے آدمی معلوم ہوتے تھے انہوں نے سنگھر دا کی سکونت کی وجہ سے بہت ہی آرام کی زندگی گذارا ادھیڑ ہو کر مر گئے وضع شریفانہ تھی

۸۳ **عنایت خاں** پچھم کے ایک ستاریہ اس شہر میں مدتوں سے رہے اون سے بہتر ستار طیار بجانے والا نہیں سنا گیا اسی شہر میں اونکا انتقال ہو گیا اون کے خاندان کا ایک لڑکا بھی مدت کے بعد طیار ہو کر آیا تھا قریب قریب ویسا ہی طیار ہو رہا تھا۔ سنگھر دا میں بڑا جلسہ ہوا تھا پھر اوس کا پتہ نہ لگا کیا ہوا

۸۵۔ تاج خاں ایک گوئے اس شہر میں قصر بیت کے استاد آئے تھے اد مخفیں کی بھوبی امراؤ جان تھیں جو اب رئیسہ ہیں تاج خاں اپنے فن میں بہترین گوسے تھے اونہیں کے شاگرد سوہن والی شہزادی تھیں وہ نایال میں ملازم تھے وہیں وہ مر گئے ۔

۸۶۔ محمد صدیق خاں اکبر آباد کے قریب کے رہنے والے ہیں اب بوڑھے ہو گئے ہیں وہ ستار لاجواب بجاتے ہیں اور بلا مضراب بول کاٹتے ہیں اور راگ بجاتے ہیں اپنے فن میں لاجواب دانست کے آدمی ہیں یہ خاندان گویوں کا ہے پہلے اسلامپور میں ملازم تھے پھر شاہ محمد اکبر صاحب دانا پوری کے مرید ہو گئے قوالی بھی کرنے لگے بی چھوٹی زہرہ کی لڑکی کو گانا سکھانے لگے ان کے وقعت میں فرق آگیا بڑھاپا بڑی بلا ہے عافیت کی زندگی گذارا ہوا ۔ آدمی آمدنی کم خرچ زیادہ بڑھاپے میں ضرورتیں بڑھ جاتی ہیں اخراجات کثیر آرام کے غرض سے بڑھ جاتے ہیں آرام طلبی آجاتی ہے ضعف آجاتا ہے کمانیکی شکلیں بند ہو جاتی ہیں صحت جواب دیتی ہے محنت ہو نہیں سکتی تکلیف تو لازمی ہے مستقل آمدنی والے پریشان ہو جاتے ہیں تو کل کے آمدنی والے

لوگوں کو کون پوچھتا ہے ان کو شہر چھوڑنا پڑا وطن میں
ان کا لڑکا طیار رہو رہا ہے کہیں ملازم ہیں رئیسوں کے
لڑکے تو محنت سے بھاگتے ہیں ہر نوجوان والدین کی
زندگی تک لاپرواہ رہتا ہے غربا کے لڑکے تو اور بھی آرام
طلب ہوتے ہیں جبتک نوجوانوں پر دنیاوی ضرورتیں پورا
بوجھ نہ ڈالیں آدمی تلاش روزگار میں تکاسلی کرتا ہے
لڑکوں کی آزادی روکنے کا نسخہ شادی کر دینا ہے اور
اونکی خانہ داری جدا مگر قانون شادی نے اس راہ کو
بھی روکا اگر شادی کے بعد ساتھ رہے تو مفت میں اپنی
زندگی بھی وبال میں آجاتی ہے شادی کیا جدا کیا پھر دیکھے
تلاش روزگار اور درستگی گرہستی میں کیسا چکر کھانے لگتے
ہیں کہ ہواس درست نہیں رہتے کمزوردل والدین از
خود پریشان ہوتے ہیں بی بی بہترین استاد بھی اور
اتالیق بھی ہے

۸۷ بہادر خاں سارنگی کے اوستاد کا مکان گورسٹھ میں
ہے یہ بہترین سارنگی بجانے والے ہیں ہزاروں آدمی کو سنا مگر
جو رس ان کے ہاتھ میں خداداد ہے وہ کسی کے ہاتھ میں نہیں
ہے اس شہر کے اوستاد مانے جاتے ہیں ان کے دل میں
خود مزہ ہے جو رل سے اومنگتا ہے وہ ہاتھ سے نکلتا ہے

یہ بدرہ بار ٹکا ری راج میں ملازم ہو گئے ہیں اور اب نڈیوں
کیساتھ بجانا چھوڑ دیا ہے جس جس رنڈی کو انہوں نے
گوایا وہ سیپو لنے پھلنے لگی اب تک جوان ہیں مگر دمہ کی
بیماری ہے کمزور ہو گئے ہیں مشاقی بھی کم ہوئی جاتی ہے
موسیقی اور حساب اور خوشنویسی تو مشاقی کی چیز ہے چھوڑا
اور وہ بات جاتی رہی ابھی تک ان کے ہاتھ میں رس موجود
ہے اسی خاندان میں انکے قرابتدار حیدر حسین ہیں ہدایت حسین
بھی ہیں ان لوگوں کے ہاتھ میں وہ باتیں پیدا نہ ہوئی۔

امداد خاں اسی خاندان کے آدمی ہیں انہوں نے
کلکتہ میں بڑا نام پیدا کیا یہ کلکتہ والی گوہر جان کے یہاں انکی
ساتھ بجاتے تھے اور نیچے طائفے کے سنگت میں رہے خوب
کمایا خوب کھایا خوب سیر کی خوب بانیٹے پائے انہوں نے
مرچا مرچی کے قریب فتح پور بیریا کے آس پاس کچھ حصہ کچھ
کا سٹّت خریدا ہے اپنی حیثیت اچھی بنالی ہے ان کے بھائی
مرتضیٰ ہیں اون کی تقدیر ویسی نہیں ہے نہ وہ علم پا سکے نہ
وہ نام پیدا ہوا تقدیری بات ہے ایک ہی ماں کے دو
اولاد ہیں اور نصیب جدا جدا ہے انا لوگوں کی کچھ پنشن
لکھنؤ میں ہے جو راقم کے ذریعہ سے کبھی کبھی وصول کرائی گئی ہے
یہ کلاونت ہیں حیدر حسین اور ہدایت حسین وغیرہ سب اسی

خاندان کے ہیں بہادر خاں کے بھائی ہیں ان لوگوں میں قرا
داریاں ہیں۔

۸۹۔ **مسمجو گرو** ایک ہندو استاد شہر میں معروف گزرے
مگر ان لوگوں کے ایسے استاد نہ تھے علم جانتے تھے یہ رس
ہاتھ میں نہ تھا۔ ان لوگوں کے ہاتھ میں خدا نے کیا قدرت
دی ہے اور بجانے میں ایک خاص تاثیر تھی۔

۹۰۔ **سرودت گرو** بھی پرانے استاد مشہور تھے وہ بھی
تعلیم کے لائق تھے عورتوں کو گوایا کرتے تھے ابتدائی تعلیم کا
اچھا سلیقہ انکو تھا تلی گرو بھی اس شہر میں مشہور سارنگیے تھے

۹۱۔ **مخدوم بخش** استاد زہرہ بائی کے ساتھ بجاتے
تھے انکو راگ کی واشنت تھی موسیقی میں استاد تھے۔ وہ
اس شہر کے ایک عورت کیساتھ ہوکر اپنے کو برباد کر دئے
اب پتہ نہیں ہے کہاں ہیں۔

۹۲۔ **بھورے خاں** استاد بھی اچھی واشنت کھتے ہیں تعلیم
دیا کرتے ہیں بعض بعض بھلے مانسوں کو بھی نیم تر شاگرد بنا رکھا ہے۔

۹۳۔ **سر دیو پنڈت** خواجہ پورہ کے قریب بھائی پور کے
پاس کے رہنے والے اسرار ہیں استاد ہیں وہ بھی خیدبجتی
ہیں مگر ایک جگہ قرار نہیں ہے گھومتے ہیں کماتے ہیں کہ دانشمند ہیں
مہاجنی کرتے ہیں

۹۴ بینی پانڈے ساکن دریاپور کا ہاتھ طبلے میں باوجود
پنڈت ہونیکے بہت مشق تھا وہ صاحب جائداد ہیں اور
مندروں کے پوجیری ہیں اونکا پیشہ نہیں ہے۔

۹۵ غفور قوال علی جان قوال بہار کے لڑکے ہیں علی جان
خانقاہ منگل تالاب کے مرید تھے غفور لیاقت قوال مذکور الصدر
کے بھانجے ہیں گنپت راؤ چندر بھاگا ایک مشہور عورت کے
شاگرد تھے اور ہارمونیم میں اوستاد تھے اونھیں کے شاگرد
ہیں اون کے بھائی محمد نظیر ہیں وہ بھی گا لیتے ہیں غفور راتھوں
میں کچھ کما لیتے ہیں علم و دانست سے زیادہ ان کے ٹھاٹھ
میں مزہ آتا ہے۔

۹۶ مہراج گنج منڈل میں ایک پنڈت پوجیری ہیں نام
یاد نہیں ہے بہت ہی اچھا اسرار بجاتے ہیں اور خوب گاتے
ہیں علم و دانست سے زیادہ ان کی ٹھاٹھ میں مزہ آتا ہے
فقیری ٹھاٹھ ہے سادگی ہے جوش ہے۔

۹۷ گورارہ محلہ میں ایک پنڈت جی ہیں اونکا نام یاد نہیں
ہے مہو جی کے بغل میں رہتے ہیں ستار خوب بجاتے ہیں اچھا
گاتے ہیں مگر بھجن کرتے ہیں یا پیشہ ور نہیں ہیں۔

۹۸ وزیر جان پانی پت کرنال والی بڑی گویا عورت
اس شہر میں تھیں قدر جاتی رہی بنارس چلی گئیں غالباً زندہ ہیں

ملـ۹۹ خیراتی خاں مغنی قوال و بساون قوال کے باپ تھے ستار خوب بجاتے تھے وہ پچھم کے سیون کے علاقہ کے آدمی تھے ان لوگوں کی برادری بتیا میں ہے وہیں انکے ماموں ہیں وہیں لڑکوں کے شادی ہوئی ہے ان کے قرابت کا ایک لڑکا احمد سرود جانتا ہے شہر میں کبھی کبھی کوئی موقع آجاتا ہے۔ جو سرود جانتا ہے یہاں سرود بجانے والے کوئی نہیں ہیں موہ خاں خیراتی خاں کے بڑے بیٹے ہیں بشارت خاں بتیا لڑکوں کے ماموں ہیں

ملـ۱۰۰ بنارس کا ایک اندھا خالی گھڑے پر طبلہ لا جواب بجاتا تھا خدا جانے مر گئے یا جیتے ہیں ۳۰ برس ہوا ہوگا ایسے قیم

ملـ۱۰۱ پچاس برس گذرا ہوگا چکارا بجانے والے تین فقیر تھے اس باجہ سے شہر کے لوگ واقف بھی نہیں ہیں اس طرف بجانا کوئی جانتا ہی نہیں ہے۔

ملـ۱۰۲ پچھم کا ایک نوجوان لڑکا آیا تھا جو منہ سے طبلہ بجاتا تھا اس کو ۴۰ برس گذرا ہوگا خبر نہیں زندہ ہیں یا مر گئے۔

ملـ۱۰۳ شہر کے اندر روشن باجا والا لودی کٹرہ میں ایک شخص ہے اس نے بینڈ و کلارنٹ و بیگ پائپ کی تعلیم لوگوں کو دیا انکے ورثا موجود ہیں اس کے پہلے شہر میں اس عنوان کا باجہ نہ تھا تنبورہ ڈھول نرسنگھا سنکھ کا رواج تھا جو سادھو ڈنڈی

ساتھ بجتا ہے۔

۱۰۴ شہر کے اندر محفوظ خاں پہلے شخص گذرے جو بینگ پائپ لاکر بجانا آغاز کیا اون کے ورثا موجود ہیں جو بیڑی دسونی دکل والے برف بیچتے ہیں یہ سب چار بھای تھے سونا ٹولی میں تھے۔

۱۰۵ مالسلامی میں جھمن خلیفہ بہترین شاہنای بجانے والا شہر میں مشہور آدمی گذرا اوسکے ورثا موجود ہیں بفاتی میاں استاد ہیں۔

۱۰۶ اس شہر میں تمامی مشایخوں کے یہاں یعقوب قوال ولد بخشی قوال کا بڑا دار دوزہ ہوا بخشی شبو کے بھای تھے یہ لڑکے تین بھای تھے عبدالغنی عبدالرحیم یعقوب اب یعقوب اور ایک اور بھائی زندہ ہیں ایک بھای مرگئے یہ لوگ دراصل نوادہ پہار کے ہیں مونگل پورہ میں رہتے تھے۔ یعقوب پھلواری میں سسرال میں جا بسے ہیں یہ کترو خاندان میں بیاہے ہیں یعقوب نصیر صاحب مشاہ کے مرید تھے

۱۰۷ اخیر آباد کے قوال میاں عبدالواحد واصغر حسین آئے تھے جسکو ۲۵ برس گذرا ہوگا ان لوگوں نے یہاں کے قوالوں سے زیادہ کمایا اور نام پیدا کرلئے اوس وقت قائم میاں مرحوم شاہ فضل صاحب بنارسی سے مسترشد

ہوئے تھے شاہ فضل صاحب نے اپنی زندگی راجی کر کے گذارا شہر میں خواجہ حکیم محمد حسن اون کے مرید ہوئے حکیم اسحٰق صاحب نے اون سے ارشاد لیا اور بہی چند لوگ مرید ہوئے ان کے زمانہ میں ان قوالوں کا بڑا عروج ہوا شاہ صاحب کے انتقال کے بعد پھر یہ لوگ نہیں آئے اصغر حسین زندہ ہیں ایک برس ہوا آئے تھے مگر چوکی کی حیثیت نہیں رہی۔

۱۰۸۔ محمد رضا قوال بہار کے اچھا گاتے ہیں اور ستار بجاتے ہیں یہ تکیہ شاہ گھسیٹہ پیر کے مرید ہیں اور وہاں کے ذریعہ سے خوب کماتے ہیں اور ڈھاکہ تک ان کا گذر ہو گیا ہے ڈھاکہ کے نواب تکیہ پیر کے مرید ہیں اسلئے ان قوال کی آو بھگت بہت ہے۔

۱۰۹۔ صوبہ اور راونکی چوکی بہار کی ہے۔ ان کے ناتی لوگ اچھے قوال ہیں مشایخوں میں موجودہ زمانے میں آو بھگت ہے ان لوگوں کو بہار گدی سے تعلق ہے۔

۱۱۰۔ یوسف قوال بہار کے ہیں ان کی چوکی بہت اچھی ہے مشایخوں میں بہت پسند خاطر ہیں یہ چوکی کسی قوال ... کی ہے کبھی اپنے وقت میں مشہور گانے والے ... کے بڑی گدی کے مرید تھے۔

۱۱۱۔ امین قوال کی چوکی نوادہ خسرو پور کی ہے یہ چوکی مشایخوں میں ممدوح نہیں ہے بلکہ ستار وغیرہ بجاتے ہیں رئیسوں کے یہاں سے پرورش ہے شادیات وغیرہ میں جاتے ہیں ان لوگوں کو نوادہ سے تعلق ہے۔

۱۱۲۔ کالے خاں قوال نوادہ کی چوکی کو عروج ہوا انکی کمائی قوالی سے زیادہ نہوئی لودیکٹرہ میں زیادہ رہے اونکا لڑکا ماجد جوان مر گیا یہ لوگ رئیسوں کے ساتھ رہے اور وہیں سے پرورش پاتے رہے۔

۱۱۳۔ غلام حسین قوال پھلواری کے تھے قوالوں میں سب سے زیادہ نامور یہ چوکی گذری حالانکہ گانا عمدہ نہ تھا مگر تمامی پرانے مشایخین ان کے گانے پر کیفیت کرتے اور بہت پسند کرتے تھے فارسی کی پرانی غزلیں بزرگان دین کے گاتے تھے وہ با اثر ہوتی تھی بزرگوں کے کلام کا اثر تھا اونہیں لوگوں کے کلام مقامات کے ہوتے ہیں آجکل کے قوال ادھر اودھر کی اردو غزلیں گاتے ہیں اور داب مجلس نہیں جانتے رنگ مجلس نہیں پہچانتے اسلئے لوگونکو انقباض و انشراح ہوتا رہتا ہے پرانے قوال پرانے مشایخوں کی آنکھ دیکھنے والے اونکی صحبت پانے والے لوگوں کی طرف اونکی کیفیت کی طرف توجہ کرکے اوسی رنگ پر جاتے تھے اسلئے سننے والوں کو مزہ آتا تھا وہ لوگ پرہیزاور

تجربہ کار تھے نہ وہ قوال ہیں نہ وہ مجلس ہے نہ وہ وقت
ہے نہ ویسے سننے والے ہیں نہ ویسے کا سبب ہیں نہ طالب
اب قوالوں کو روپیہ ملنا چاہیئے ایک رنگ ہے تو ایک
ہی رنگ پر چلے جار ہے ہیں وہ لوگ مجلس جماتے تھے
تین بھائی تین آواز کے تھے تاہم مجلس روشن تھی۔

۱۱۴ نتھے و کبیر قوالوں کی چوکی پھلواری کی تھی یہ
لوگ بڑے اقبالمند گذرے منشی محمد امیر صاحب کے دربار
میں مدتوں اس کام پر ملازم رہے کہ رات کو وہ مراقب
ہوتے اور قوال گاتے رہتے تھے منشی جی کے مرنے کے بعد
تک کبیر کی چوکی مشائخوں میں بڑی ممتاز رہی کبیر غلام
حسین قوال مذکور کے بیٹے تھے حسن قوال کے بیٹے نتھے
ستارہ خوب بجاتے تھے قوالی کم کرتے تھے آخر عمر میں انکی
تکلیف سے گذری کبیر جوان ہی مر گئے نتھے کے آخری
عمر خراب گذری انکے اولاد تھے مگر ان لوگوں نے
اپنے والدین کی امداد اپنے عروج کے وقت میں نہ کیا
بجنسہ انکی اولاد نے کبھی ان کی خبر نہ لی کبیر کے خاندان
میں صغیرہ وغیرہ ہیں مگر اس خاندان کی حالت خراب
ہوگئی ہر آدمی کا خاص خاص اقبال ہوتا ہے اور اسکے دم
کے ساتھ جاتا ہے گھر میں سب اقبالمند نہیں پیدا ہوتے

کبیر کا بھائی قدیر تھا وہ تکلیف کی زندگی گذار گئے ہر شخص میں اقبال و ادبار ضرور ہوتا ہے ہر آدمی کو عروج و زوال لازمی ہے دنیا میں کسی کی ایک ساں کٹتے نہیں دیکھا کسی کو بچپن میں کسی کو جوانی میں کسی کو بڑھاپے میں عروج ہوتا ہے اس طرح اس تین زمانوں میں کسی ایک زمانے میں زوال بھی ضرور ہوتا ہے یہ نظام عالم ہے مگر انسان اپنے وقت کو بھول جاتا ہے اور آئندہ وقت کو یاد نہیں کرتا کسی کو کیا معلوم ہے کلہ عروج ہوگا یا زوال موجودہ وقت کو میراث جانتے ہیں اور اس پر دائمی بھروسہ کر لیتے ہیں یہی انسانی غلطی ہے۔

۱۱۵ بخرو اسی خاندان سے ایک جو کی تھی اس کے لڑکے نے خاندان کا نام اونچا کیا اس کے مرنے کے بعد پھر اس خاندان میں عروج بڑھا کبیر مرحوم کے بعد اس لڑکے نے تمام خاندان کی پرورش کی کچھ لوگ اس خاندان میں ہیں صغیر بخرو کے ساتھ رہے بخرو غلام حسین کے ناتی تھے صغیر کبیر کا لڑکا ہے۔

۱۱۶ بخشی قوال شہسرام کے تھے اون کی اولاد بھی ان کو زیادہ عروج نہ ہوا۔

۱۱۷ انور اسمٰعیل شہسرام کے قوال تھے اور لوگوں کا دائرہ اچھا تھا ہارمونیم ستار اچھا بجاتے تھے قوالوں میں یہ گویے مشہور رہتے تھے باتر کیب گانا گاتے تھے یہ لوگ گیا میں تجارت

بھی کرتے تھے دونوں بھائی تجارت کرنے لگے پھر مر گئے ہمیں زندہ ہیں خوبصورت لوگ تھے نوجوان مرے

۱۱۸ عبدل اور حرمت دو بھائی شہسرام کے قوال تھے عبدل عربی شرح وقایہ تک پڑھے ہوئے تھے ان سے بہتر مخرج الفاظ گانے میں کوئی نہیں گا سکتا تھا جس غزل کو گاتے تھے معنی و مفہوم کو سمجھکر گاتے تھے حرمت ڈھولک بجاتے تھے عبدل کا جوان لڑکا مر گیا جب سے ان کی حالت خراب ہو گئی تھی دونوں مر گئے۔

۱۱۹ پناہ علی شہسرام کے رہنے والے قوال گانے میں استاد کہلاتے تھے ستار دار بست کے ساتھ بجاتے تھے پکا گانا بھی گاتے تھے بوڑھے اور کبڑے آدمی تھے قوالوں میں انکی عزت اچھی تھی رؤسا اور مشایخین بھی پسند کرتے تھے مگر انکے گانے میں مجلس روشن نہیں ہوتی تھی پکے گانے میں کچھ تاثیر نہیں ہوتی کہ مشایخوں کو لذت ملے ان کے لئے رد ان گانا اور چلتے ہوئے اشعار کی ضرورت ہے وہ علم موسیقی کی لذت نہیں پاتے موسیقی جو حرام ہے وہ پکا گانا ہو سکتا ہے اوس میں ارواح کو ترتیب کی لذت نہیں ملتی عمدہ مضمون والے گانے کو فقرا پسند کرتے ہیں پکے گانے [illegible] کو فائدہ نہیں ملتا اس لئے قوالوں کا خاص عمر تیار

کیا گیا اون کو تال وسر کی ضرورت نہیں رہی الفاظ کو مینچ کرلمبا کر دینا کافی ہے زندہ پیر کو اچھالنا کون کمال ہے - زندہ لو کا سب لوگوں کے جذبات ذاتی میں پھر تنگو والے تو مردے بھوتوں کو شیشہ میں اتار لیتے ہیں بیٹھکی کا گانا تو پورا پھر تنگو ہے شکور ہارمونیم والے اسی خاندان کے ہیں جوانی میں بہت حسین تھے اب وہ تجارت کرتے ہیں قوالوں کے جلتے تو اوده بہار - پھلواری اور شہسرام میں ہے کچھ الہ آباد میں ہے کچھ خیر آباد ہیں کچھ دہلی والے ہیں - پچھم کی قوالی سے اور صوبہ بہار کی قوالی سے بڑا فرق ہے پچھم والے دوہا ملا کر اردو کی غزل بہت گاتے ہیں اب جہالت بڑھ گئی ہے فارسیت غائب ہے عوام اردو پسند ہیں اس لئے قوال بھی یرا و تارو ہوگئے ہیں رنڈیاں بھی زیادہ تر اردو وہی گاتی ہیں قوالی دھن آسان ہے بس جس طائفہ کو بھی دیکھئے قوالی دھن، اندھا دھن جاری ہے اب راگ کہاں معلومات کہاں ٹھمری کدھر ٹپہ کدھر خیال ندارد دھرپت غائب جب یہ چیزیں نہیں ہیں تو گوئے اپنا وقت کیوں ضائع کریں اور کاہے کو سیکھیں کس کے لئے محنت کریں الغرض اب موسیقی بھی ذبح کر دیں گے -

اب گانا بجانا بھی خود رداں ہے لے کس کو کہتے ہیں سم کہاں پر ہے سار کہاں پر ہے اور تال کہاں پر ہے سُر کس جانور کا نام ہے جو گانے کے شوقین اور دھرپٹ کا رہیں اون کو اب گانے کا لُطف نہیں ملتا عام پسند گانا جاری ہوگیا۔ صوبہ بہار میں ہنوز ہیپت کی دھن ایک خاص چیز ہے جو پچھم والے نہیں جانتے۔ جانتا ساری یہ خاص صوبہ بہار کی چیز ہے اسے عورتیں عام طور پر گاتی ہیں جو ایک پرتاثیر دھن ہے۔ اب کسی قوال یا طائفہ پر راگ کی فرمایش کی جائے تو دو چار ہی ادا کرسکتی ہیں رفتہ رفتہ ہر قسم کا علم ایشائی اور ہنر سب غائب ہوا جاتا ہے۔ کتابوں میں علوم و ہنر کی خبر رہجائیگی۔ چندے بعد ظاہری وجود باقی نہیں رہیگا ۱۲۰ علی بخش قوال کی گروہ الہ آباد سے آیا کرتی تھی۔ وہ لوگ شاہ محمدی صاحب الہ آبادی کے مرید تھے ربیع الاول میں آیا کرتے تھے راقم کے والد ماجد ۱۲ ربیع الاول کو مولود کرتے تھے مجلس قوالی ہوتی تھی طعام داری ہوتی تھے باغ کے مکان میں کھانا کھلایا جاتا ہے راقم کے لڑکوں نے اس مکان کو میدان کردیا چونکہ راقم نے زبانی نذر الحسن دیدیا عمارت غایب ہے۔ اس گروہ کی مقرری بھی ۲۵ عہ سالانہ دی جاتی تھی۔ مغل پورہ میں مولانا محمد سعید شمس العلماء

مرحوم کے یہاں دس تاریخ کو مجلس ہوتی تھی وہاں مقرری تھی۔ ۱۱ تاریخ کو خانقاہ منگل تالاب میں مقرری تھی ۲۵ تاریخ کو پیر دمڑیا میں مقرری تھی۔ وہ تین آدمی آتے تھے۔ شاہ نیاز احمد صاحب کی فارسی غزلیں گاتے تھے۔ وہ زمانہ گذر گیا وہ لوگ گئے یہ گروہ مر گئی اب کچھ حال نہیں معلوم یہ لوگ کوئی وارث چھوڑ گئے یا نہیں۔

۱۲۱ محمد عباس قوال گورکھپور سے خلیل داس کے ساتھ شہر میں آئے تھے یہ لوگ بہت اچھے قوال ہیں خوب اچھی قوالی جانتے ہیں مجلس کا رنگ خوب پہچانتے ہیں۔ خوندہ لوگ ہیں۔

۱۲۲ بی حیدری لکھنؤ والی طائفہ شہر میں نام مارگئیں ٹھمری ان پر ختم ہو گئی۔ لکھنؤوال مرگیاں ان کی دم کے ساتھ گئیں۔ ان کا عروج اس شہر میں بیحد ہوا لکھنؤ میں بھی ہاتھی بندھا ہوا تھا ان کا گذر بڑے دربار میں تھا ان تک پہونچنا آسان نہ تھا۔ صورت تو بد نما تھی مگر سیرت لاجواب تھی آخر میں ان کے یہاں لکھنؤ میں چوری ہوئی اور حیثیت خراب ہوگئی وہ بھی مرگئیں۔

۱۲۳ ہیر جزی لکھنؤوالی تھیں۔ بتانا ان پر ختم تھا۔ شہر میں رہیں خوب نام مارا لکھنؤ جا کر کسی بڑے گھر میں متاہ

میں رہی صورت چیچک کے داغ کے ساتھ تھی سیرت بہت
اچھی تھی بتانے وقت بے انتہا خوبصورت معلوم ہوتی تھی
اور اس رئیس کے مرنے کے بعد اس کا حشر بھی اچھا نہ رہا۔
۱۲۴ ر اصفیہ بیگم لکھنؤ سے شہر میں آئیں یہ بہترین
صورت دار ہیں ان کو مرتضےٰ سار نگیئے نے گھر لیجا کر رکھا
چند روز بعد یہ بُرے حالت سے لکھنؤ واپس گئیں باوجود
صورت داری انکی مالی حالت برباد ہوگئی یہ کسی اچھے
خاندان کی عورت تھی تقدیر نے طوائف بنا دیا تھا۔
ڈھاڑیوں کے پنجہ میں آکر برباد ہوئیں۔ پہلے یہ اچھے خاندان
میں متاہ میں تھیں ڈھاریوں کی صحبت غنیمت ہے یہ مخرب
اخلاق صحبت ہے۔ اچھے اچھے خیال والیکو ان کی صحبت
شیطان مجسم بنا دیتی ہے۔ نوجوان بابو سرکار بنکر برباد
ہوتے ہیں۔ عورتوں کو برباد کر دینا ادنیٰ کام ہے۔ جس
عورت کو ایک ہفتہ ان کی صحبت میں رکھا جائے
پھر وہ عصمت دار حیادار نہیں رہ سکتی یا وہ گونگی اور
تندرا کی زبان اور جھوٹی تعریف اور خیالی امیدوں کا
میدان انسان کو خبط بنا دیتا ہے۔ یہ گروہ انسانی عزت
دین و ایمان جان و مال پوزیشن کے لیۓ ڈاکو ہیں ان کی
چندروزہ صحبت آدمی کو شیطان مجسم بنا دیتی ہے۔

جن رنڈیوں کی نائکائیں رہتی ہیں وہی چلتی ہیں نہ ڈھاریوں کی
بھی اوستاد ہوتی ہیں اون کے انداز کو وہی خوب جانتی ہیں
جن کے نائیکا نہیں ہے اوس طائفہ کو برکت نہیں ہو سکی
ڈھاڑی کچھ کھاتے ہیں اوسی طرح نوجوانوں کے گارجین
جہاں ہیں وہ خاندان سنبھل سکتا ہے جو نوجوان خودرواں
ہیں وہ خاندان بمشکل سنبھل سکتا ہے طوائفوں کی نصف
کمائی ڈھاڑی کے گھر جاتی ہے گلے کی کمائی میں تو قریب قریب
نصف حصہ ان ہی لوگوں کا ہوتا ہے زناکاری کی کمائی دسترخوان
کھا جاتا ہے۔ شاید ہی کسی کا دسترخوان ایسا ہوگا جہاں عمدہ
و بہترین بالائی کی چند جو کئی دسترخوان پر نہوں اور کوئی
دسترخوان ڈھاڑیوں سے خالی نہیں ہوتا کچھ حصہ تمبولیوں
کے گھر جاتا ہے آشنا کو ایک دو گلوری ملی جسکی قیمت دو دو ہیں
تو ضرور ہی ہیں پاندان خاصدان خالی چھوڑنا تو وساؤں
کے لئے بدترین ذلت تھی اور اغیاروں کے لئے دس
دس گلوریاں مفت حاضر ہیں وہ کھا رہے ہیں خاطر نہ کیجائے
تو بیٹھیں کیسے چلے دہی دلال لوگ چاروں طرف سے بابو لوگوں
کو بودا بنا کر اندھا بنا دیتے ہیں اور بھونچال میں ڈالتے ہیں
آخری نتیجہ بھگتے ہیں باہر میاں تھل چکنیاں گھر میں ننگی جو
رہتے ہیں کسی کو برکت نہیں ہوئی رفتہ رفتہ زمانہ جواب

دیتا ہے حسن رخصت ہوتا جاتا ہے جوانی کی فضا بدلتی ہے اقبال مدار د
پھیر دیتی ہے تکیہ تماکو کی دوکان یہ گروہ بالکل بھروسہ کے لائق
نہیں ہے عقد میں آکر بھی چیچک کی طرح نکلا کرتی ہے سیکڑوں
مثالیں موجود ہیں جو چشم دید ہیں افسوس ہے بوجوہات چند
نام بنام لکھ نہیں سکتا۔ مگر جن کو تجربہ ہے وہ خوب جانتے ہیں
جنہوں نے دیکھا ہے اور نہیں یاد ہے جنہوں نے برتا ہے انکا
دل جانتا ہے مختصراً لکھتا ہوں کہ راقم کا بھی ذاتی تجربہ ہے اور
دل ہی جانتا ہے شہر میں رنڈیاں داق جانور کی طرح لگن کی
فصل میں آتی جاتی ہیں کہاں تک نام یاد رکھا جائے یہ تو جس
جگہ جاتی ہیں پہونچ جاتی ہیں ان کی راہ کھلی ہوئی ہے جو شہر آوارہ بنا وہاں موجود ہیں

۱۲۵ بی بسم اللہ لکھنو کی ایک طوائف شہر میں آئیں مدتوں
صدر گلی میں رہیں یہ بہترین ناچتی تھیں اور بتاتی تھیں شہر میں اد
دور دور انکا نام تھا ابتدا ان کی بڑی عیش سے گذری
انتہا ان کی لکھنو جا کر خراب گذری مرگئیں۔

۱۲۶ بی حیدن لکھنو والی شہر میں آئیں اور گئیں
بہترین گانے والی ناچنے والی گذریں ابتدا بہترین گذری
انتہا خراب گذری لکھنو والے جانتے ہیں ان کی خبر نہیں
ہیں یا نہیں مگر غالباً نہیں ہیں ورنہ شہر میں ضرور آتیں۔

۱۲۷ بنتو دھری دونوں ماں بیٹی کلکتہ کی شہر میں

آئینا دونوں کا زمانہ کلکتہ میں بہترین زمانہ تھا دونوں عورتیں
حسن میں کلکتہ میں مشہور تھیں اور آگرہ والی ملکہ نامی گرامی تھیں اس
شہر کے بعض لوگوں نے ایک شب کی فیس ہزار روپیہ دیا
یہ شہر بھی غنیمت ہے اس شہر کے رہنے والی بھی بڑے ہمت
والے تھے اور بڑے آن والے تھے باہر کا جب کوئی نامور آیا
اوس کے داشت کو ضرور توڑا کیا اس شہر کا دستور
ہے کوئی نیا آدمی کسی لائن کا جو آیا اوسکی قدر اوس کھگت
ابتدا میں کرتے ہیں کہ اوسے آسمان ہفتم تک پہونچا دیتے
ہیں پھر جس طرح ہو سکے اوسکو ہفتم طبق زمین تک کی سیر
کرا دیتے ہیں وہ بھی کیا یاد کرینگے کہ کس شہر میں گئے تھے اس
شہر کی عادت ہے ابتدا میں لوگ خود بے وقوف بن جاتے
ہیں اپنی دولت ضایع کرتے ہیں مگر آنے والوں کی دولت
کو مٹا چھوڑتے ہیں راقم کے یاد میں کوئی باہر والا ایسا نہ آیا
جا ہے کسی لائن کا ہو جو پوجا نہ گیا ہو بدنصیبی سے دوبارہ
اگر آگئے بس غضب ہو گیا اور نظروں سے اوتر اہوا رہتا ہے
اول بار تو وہ نفع میں رہتے ہیں دوسرے بار گھر کے
جمع کھو کر جاتے ہیں اور سیکڑوں لزام اپنے سر لے
جاتے ہیں سیکڑوں شکائتیں سنکر جاتے ہیں یہ تو اس
شہر کی معمولی پرانی روش اور عادات ہیں الغرض جب حسن پیلا ہوتا

چلا سب باتیں گئیں پہلی باتیں سب غائب اب کلکتہ میں کوئی نام
تک نہیں لیتا ہے یہ کہ گلی گلی میں نام تھا کلکتہ کا چھوکرہ چھوکرہ جانتا
تھا کتنی عورتیں جو چالاک ہیں رسن کو دیکھکر کسی ایک ایک
کو بیوقوف بنا کر پھانس رکھی ہیں اچھا الو بنا کر بیٹھی ہیں جہاں اونکی آئندہ
زندگی چین سے گذرتی ہے اور مفلسی سے بچ گئیں ہیں اس کوچہ
کی ابتدا بڑی خوش اور مزیدار اور انتہا بد ترین زندگی ہے یہ کل
عورت و مرد دونوں کے لئے ہے وہ آبتدا کے لئے تھا یہ انتہا
کے لئے ہے خبر نہیں وہ ہیں یا نہیں قرینہ ہے کہ نہیں ہیں افسوس
ہے راقم نام بنام لکھ نہیں سکتا راقم کو اخلاقی مذہبی قانونی
معذوریاں ہیں ورنہ راقم کے پاس نوٹ موجود ہے راقم
نام بنام بتا سکتا ہے کہ کون خاندان کس طرح برباد ہوا اور
کس کی بدولت خراب ہوا اور کس گھر کی دولت کہاں گئی
اور کس کس طرح برباد ہوئی مختصراً عرض کرتا ہوں اور باستی
اول وجہ زوال دولت کی ہے غفلت دوسرے وجہ ہے
خوشامد پرستی تیسری وجہ ہے۔ نشہ خواری چوتھی وجہ ہے
استعمال مخدرات پانچویں وجہ ہے مقدمہ بازی چھٹی وجہ ہے
رسم پرستی ساتویں وجہ ہے بیماری اور تیمارداری۔ آٹھویں
وجہ ہے حیثیت سے زیادہ خانہ داری نویں وجہ ہے
اخراجات تقریبات دسویں وجہ ہے قہر خدای گیارہویں وجہ ہے

گیارہویں وجہ ہے چوری بارہویں وجہ ہے بس یہ ایک درجن
اسباب غربت کے ہیں اور یہی سبب زوال دولت کا ہے
اب تیرہویں سبب فیشن داری پیدا ہوئی ہے جو انسان کو
چند روز میں تین تیرہ کر دیتا ہے اور سردست یہ بات مسلمانوں میں
درجہ اول میں ہے ہر قوم نے درجہ دویم میں قائم کر لیا ہے

۱۲۸ بستی گورکھپور والی خوبصورت خوب سیرت طوائف شہر میں آئی ٹھہری گھر میں پڑی
بیمار ہو کر گھر سے نکلی اپنے گھر گئی دولت بھی گئی عزت
بھی گئی جان بھی گئی مر بھی گئی نام و نشان بھی مٹ گیا
دیکھنے والے ہنوز زندہ ہیں جب آئی تو خالی گئی تو بھرتی
گئی یہ تو اصول بھی ہے

۱۲۹ کوڑہ شاہ بہترین مجذوب اور باخبر فقیر اس شہر
میں گورسٹہ میں گذرے اون کا مزار بندی جان طوائف کے
گھر کے اندر ہے خدا کی دین ہے یہ دو بھائی تھے ایک قطب اللہ
تھے جو کامدانی بناتے تھے یہ خدا رسیدہ ہو گئے بندی جان طوائف
ان کی بہن ہنوز زندہ ہیں جنکی توجہ لی گئی ہیں راقم کو
ذاتی تجربہ ہے یہ باخبر باخدا آدمی گذرے ان کا یہ کمال
کیا کم ہے کہ جس جگہ مرے ہیں وہیں پر گڑے ہیں اور ۳۰
برس وہیں پڑے رہے ہیں ہلے تک نہیں ہاتھ پاؤں خشک
ہو گئے تھے درخت کے نیچے پڑے رہے ایک جہان لوگوں نے

لگا دیا تھا اوہوں نے کسی سے سوال نہیں کیا نہ روزہ نہ نماز نہ کپڑہ نہ اوڑھنا نہ بچھونا چوہا بلی سانپ بچھو چھپکلی ادھر ادھر پھرتے ہیں کوئی ضرر ان کو نہ پہونچا نہ جانے والوں کو ضرر ہوا یہ تو صاف بات تھی مذہبی اصول پر ایک کام بھی نہیں کرتے تھے اپنے رنگ میں خدا جانے کیا بکتے تھے غیر متشرع ہونیکی سزا مجذوبوں کو دینا دی تکلیف کیا کم ہوتی تھی ساری لذتوں سے محروم رہتے ہیں شریعت کے خلاف چلنے کی سزا تو وہ پا لیتے ہیں مگر اندرونی عبادت کا صلہ کیا نہیں ملتا تو برداشت کون کرسکتا ہے وہی الصاف باطنی تو ظاہری مصیبتوں کو برداشت کراتے والی چیز پیدا ہو جاتی ہے ظاہری حس نہیں رہتی باطنی لذات میں مستغرق رہتا ہے واللہ عالم کیا عقدہ ہے خدا کا راز خدا جانتا ہے ولی کو ولی پہچانتا ہے راقم ان کا معتقد تو نہ تھا مگر تجربتاً چند باتیں جو واب اٹ پٹ اوہوں نے دیا سب کا ظہور ہو کر رہا میں ان کی باخبر ہونیکی عقیدت ضرور رکھتا ہوں اور اب تک بارہا فاتحہ خوانی کو جاتا ہوں۔ خدائی معاملے اون کے ساتھ ہیں

۱۳۰۷ شاہ لیاقت علی کا مکان بالو کی باغ میں تھا یہ بوڑھے ہو گئے تھے مگر شاہ لیاقت علی نابالغ مشہور تھے انکی جائداد کورٹ تھی اسلئے ان کو لوگ شاہ لیاقت علی نابالغ کہتے تھے بڑی

وجیہہ آدمی گذرے شاہزادے معلوم ہوتے ہیں چہرہ
بڑے رعب داب کا انگریزی بھی جانتے تھے ان کو مذہبی
شوق بہت تھا چند حج کئے عرب ان کو زیادہ پسند تھا
عرب میں بہت رہتے تھے گاہ گاہ گھر آتے تھے بہت پر سلیقہ
آدمی تھے اسلامی اخلاق عرب کے عادات ان میں بھرے
ہوئے تھے یہاں آتے تو گاڑی گھوڑا بھی رہتا گھوڑے کی
سواری اچھی جانتے تھے بالکل لباس پوشاک رہایش
کھانا پینا سب عرب کا سا تھا آمدنی بہت کافی تھی ان کے
قرابت والے سرہیدہ کے طرف ہنوز ہیں ان کی جایداد
آخری میں بالکل خراب ہو گئی بمبئی میں جا کر مرے ان سے
لوگوں نے ایک مقدمہ خدا بخش خاں وکیل سی۔ ای۔ ای
سے لڑا دیا جرح میں اونہوں نے کوئی سوال کیا تھا
کہ شامت آئی ہے۔ بس اسی لفظ پر اونہوں نے مقدمہ
دائر کر دیا بریٹس ادس صاحب بارسٹر کلکتہ کے ہزار روپیہ
پر بلائے گئے تھے اس مقدمہ میں ان کی تباہی ہو گئی ان
کی بی بی بہت لائق و مذہبی عورت تھیں نواب واجد علی
برادر نواب فدا علی ان کے ساڑھو ہوتے تھے وہ انکے
کارپرداز رہے یہ برابر مکہ میں رہتے پیچھے میں انکی
جایداد برباد ہوئی بی بی سے میل کم رہا وہ اپنے ماں

بہن کے ساتھ رہیں ان کو مرزا حمیند و کے لڑکے سے عقد کرنا
پڑا وہ اوسی محلہ کے ایک سوار تھے اوس سے اولاد تھی وہ
لڑکی بیا رے صاحب گیا کے بھائی سے بیاہی گئی شوہر کے
مرنے بعد ماں بیٹی نے ملکر مقدمہ بازی آغاز کی ساری
دولت عزت سب ہوا ہو گئی مکان تک گیا شاہ صاحب بھی
جا کر مر چکے تھے میدان خالی شیخ حمیندو نے گھر لڑا کر
سب برباد کیا نہ خود فائدے میں رہے نہ بیٹی یا نتنی
کو چین سے رہنے دیا یہ بھکا بھکا کر مر گئے بیٹی زندہ ہیں
جو بہت خراب حالت میں ہے یہ گھر نیست و نابود ہو گیا
شاہ صاحب بہت معقول آدمی گذرے اس گھر کے مٹنے کا
سخت افسوس ہے اس مکان کو اشرف میاں نے خریدا
اشرف میاں بغل کے رہنے والے تھے اور قرابتدار بھی تھے
اون کی آمدنی بھی اچھی تھی چند روزہ خوب عیش کیا اوس کے
بعد اونکی حالت خراب ہو گئی سوال کی نوبت آ گئی مکان
بکا لطف اللہ خاں نے خرید لطف اللہ خاں کارپردازی کر کے اپنی
زندگی گذارتے تھے خوب کمایا خوب مقدمہ بازی کی بڑھاپا
آیا پریشانی ہو گئی قوئی نے جواب دیدیا خرچ وہی رہا رفتہ
رفتہ ان کی مالی حالت بھی خراب ہو گئی ہنوز زندہ ہیں
یہ مکان شاہ بھکو کے قبضہ میں چند روز رہا تھا اب شاید

مولوی حلیم کے قبضہ میں تھا اس مکان میں ہمت خاں رہتے
تھے اس مکان میں جو رہا وہ فلاحیت نہیں پایا ہمیشہ لوگوں
کو خراب ہوتے دیکھا گیا۔ خدا کا بھید خدا کو معلوم ہے۔

۱۳۱ حکیم مولوی لطیف حسین سے صاحب قبور والوں سے
قرابتداریاں تھیں۔ ان کا مکان پاتو کی باغ میں ہے یہ بڑے
وجیہہ آدمی گذرے اور بہت عزت دار مذہبی آدمی تھے
اور بڑے مہذب تھے۔ ان کی اولاد ہیں مگر اُس انداز کی
روش زندگی نہیں ہے یہ ڈاکٹر تھے حکیم تھے رئیس تھے۔
عالم تھے ان سے قاضی رضا حسین خان بہادر راقم کے پھوپھا
سے و نیز پھلوگوں کے خاندان سے بہت ربط رہا مولوی امین اللہ
دونڈی بازار کے خاندان سے بہت ربط رہا ان کے بھائی کے
لڑکے عبد الحکیم بارسٹر ہیں جو ڈیا نواں بیاہے تھے جوان ہی مر گئے
اون کے لوگ ڈیا نواں و نگر نہسہ میں موجود ہیں۔ عبد الحکیم
محمڈن اسکول کے سکریٹری بھی تھے بڑے اچھے آدمی تھے جوان
مرے اولاد ہے۔ مولوی لطیف صاحب بوڑھے ہو کر مرے
ہیں اون کے بھائی کی اولاد ہیں مولوی حلیم بھی زندہ ہیں
یہ ہمت خاں تاجر ہیں یہ چون اچھے خاں منت خاں کے آپ
خسر تھے پہلے شاہ پھلو کے خاندان میں شادی ہوئی تھی۔

۱۳۲ شاہ پیر بخش یہ پاتو کی باغ میں تھے بہت بوڑھے

آدمی تھے ستار خوب بجاتے تھے یہ میر نخیف علی وکیل گودہٹہ۔ حافظ
احمد شاہ حاجی گنج خواجہ فخر الدین صدر اعلیٰ پیا ئیسے صاحب
دیوان پوری محلہ وغیرہ کے جلسے کے آدمی تھے۔ راقم سے بھی ربط
تھا۔ گو آپس میں تفرقہ تھا مگر بوجہ شوق موسیقی بہت ربط رہا
ان کی اولاد بھی بہت بوڑھے ہو کر قضا کیا۔ بہترین آدمی نیک
بے تکلف بڑے پُر مذاق تھے یہ باتیں تیس برس پیشتر کی ہیں
اون میں کے اب ایک نہیں ہیں صرف راقم اور نواب
سرفراز حسین خان صاحب خواجہ کلاں زندہ ہیں ۔

۱۳۳ منجھلے شاہ صاحب راقم کے اور فریدپور والوں کے
ہم جلسہ اور قرابت دار ہیں۔ ان لوگوں کا مکان چوالال کی
گلی میں تھا میر رضا حسین کے خاندان کے ہیں ان کے ایک بھائی
جواہرات کی انگوٹھیاں بیچتے تھے مر گئے یہ شاہ صاحب ہو گئے
پیری مریدی کرتے ہیں ڈاکٹر بشیر کے لڑکے ڈاکٹر مسعود کے یہاں
ملازم بھی تھے ان کی زندگی پیری مریدی پر گذر رہی ہے توکل کا
پیشہ ہے۔ آدمی خلیق ہیں شاہ نصیر صاحب
نواده کے مرید ہیں ۔

۱۳۴ میاں ظہیر مغلپورہ کے رہنے والے ہیں یہ بھی
زردوزی کا کام کرتے ہیں یہ خوش لباس گویا آدمی
ہیں ان کو لوگوں سے ملنے جلنے کا شوق ہے علما اور رؤسا کے

ضرورت ہے سنی سنائی مثالیں بھی معلوم ہیں سفید پوش ہیں ان کا زیادہ وقت گھومنے میں صرف ہوتا ہے اکثروں کا چار چار گھنٹہ وقت ملاقات میں صرف ہو جاتا ہے اسلئے ان کے روزگار میں ترقی نہ ہوسکی جو وقت کی قدر نہیں کرتا وہ دنیا کا کوئی کام پورا نہیں کر سکتا اور ترقی نہیں پا سکتا جن لوگوں کو گپ کا مزہ آجاتا ہے وہ بیکار ہو جاتا ہے۔

۱۳۵ احمد جان خاں عطر فروشی کرتے تھے اور مغلپورہ میں رہتے تھے وہ مولانا سعید صاحب مغلپورہ کے معتقدوں میں تھے اون کے بیٹے حسن جان خاں ہیں یہ بھی وہی کام کرتے ہیں یہ مدتوں قاضی نجم الدین مرحوم کے صحبت میں رہے اور لودیکٹرہ کے کل لوگ تقریباً ان سے اور ان کے والد سے واقف ہیں ان کے ایک بھائی اور تھے جو پٹنہ ٹریژری میں ملازم تھے وہ جوان ہی مر گئے حسن جان خاں مولود بھی پڑھتے ہیں اور مکتب بھی قائم کئے ہوئے ہیں اپنا پیشہ بھی کرتے ہیں غربت سے اپنی عافیت کی زندگی گذارتے ہیں لڑکا ہے نہیں زردوزی کرتے ہیں

۱۳۶ تراب علی نامی ایک غریب آدمی شاہ کی املی میں رہتا تھا یہ ۱۳۶۵ھ تک تو زندہ تھا بہت بوڑھا آدمی اوسی وقت تھا اور بہت غریب اور کثافت کے عالم میں اس

شخص نے اپنی زندگی گذار اگر کبھی اس شخص نے اس سن تک بھیک کی طرف توجہ نہ کیا حالانکہ اوسکی معذوریاں مستحق ہیں کہ اس سن میں وہ بھیک مانگتے اور اونکی معذوریوں کی طرف توجہ کرکے لوگ دیتے مگر اوسوقت کے آدمی بھی اوسوقت تک لوگ محنت کے مزدوری کو حلال جانتے تھے اور کمائیکو بہتر اور بھیک کو ذلیل جانتے تھے آجکل کے طرح لوگ نہیں تھے کہ بیٹے کے جوان ادھیڑ بوڑھے عورت و مرد شہر کے والے باہر والے ہر گروہ ہر قوم ہر مذہب وہر ملت ملکی غیر ملکی سب کے سب اسی بھیک کے اور مفت کھانیوالے ہوگئے ہیں جسے دیکھئے بس بے وجہ بے ضرورت بلا سبب اونکو خیرات دیکئے حالانکہ ہرگز نہ معذور نہیں ہیں مستحق نہیں ہیں کس کس بھیس میں کس کس ترکیب سے اپنے کو مستحق بناکر بارہ روپ بھر کر تلاش روزگار کر رہے ہیں جسکی تفصیل وار حقیقت طول و طویل ہے یہ آسان پیشہ کس کس عنوان اور پیرایہ میں چلا ہوا ہے جو مذہبی دھوکے میں ڈالتا ہے درحقیقت ایسی خیراتیں فعل لغو ہیں بلکہ مخرب اخلاق اور باعث بربادی قوم ہیں بجائے ثواب عذاب ہے مگر مذہبی پیرایہ میں لیکر بہ آسانی مانگی جاتی ہے عوام اور پڑھے لکھے بڑے بڑے عاقل اور قابل دھوکہ میں آتے ہیں اور فریب کھاتے ہیں اور یہ

ایک طرح کی مذہبی بربادی ہے قومی تباہی ہی بڑھنے والی
غور کرتے جائیں کون کون مدات میں چندے کی بھرمار ہے
کونسا کام رہ گیا ہے جس میں چندہ نہیں ہے اگر مفصل لکھوں
تو ایک دفتر ہو جائے راقم نے ایک رسالہ ہی جدا کر دیا ہے جس کا
نام سچی اور جھوٹی خیرات ہے فقط ایک اشارہ اور خیال
دے دیتا ہوں۔ اپنی اپنی زندگی کے اندر کتنے مستحق کو خیرات
ملنے پایا ہے اور کتنے غیر مستحق نے کیا کچھ نہیں کمایا ہے اور کتنے مستحقین
محروم رہ گئے ہیں اور کس کس مصیبت میں مبتلا ہیں کتنے شرفا قابل
رحم و امداد ہیں۔ کتنی عورتیں معذور ہیں کتنے بچے بے پناہ ہیں
کتنے مردے قوم نے گاڑنے کا سامان کیا۔ کئے یتیم بچے آدمی
بنکر نکلے۔ کئے آدمی کو قوم نے کماتے والا بنایا۔ کتنے آدمی کو
حرفت اور صنعت سکھایا بلکہ دست کاریوں کو کلوں سے تختہ تباہ
کر دیا۔ کتنی خانقاہیں قومی خدمات کے لئے مستعد ہوئیں البتہ
عرس حال قال قوالی خوش حالی پلاؤ دقلیہ چراغ میلے ضرور
ہوا کرتے ہیں ایک خانقاہ بھی انگریزی خانقاہوں کی طرح پر
ایجاد نہوئی بزرگوں کی یادگاریں ضرور ہوا کرتی ہیں رسمی بات
مذہب کے پیرایہ میں مذہبی ارکان ضرور کئے جاتے ہیں مگر آدمی طیار
نہیں کئے جاتے اشاعت مذہب کا کام انجام نہیں پاتا تبلیغی
کاموں میں کامیابی نہیں ہوتی چندے بھی آئے ہیں کوئی انتظام اجتماعی اخراجات

کا مسلمانوں نے انجام نہ کیا کوئی مذہبی جگہ ایسے قوم نے نہیں بنایا
جہاں لڑکے مفت تعلیم پائیں انکی اخلاقی تربیت ہو انکو
کوئی روزگاری تعلیم دیجا سکے باہر والے کھا جائیں اور گھر
والے گیت گائیں دولتمندوں نے کیا اصلاح قوم کیطرف
توجہ فرمائی علما اور مقدس مذہب نے کونسی صورت
نکالی غربائے کب اپنے کو اس کام کے لیئے طیار کیا اگر کسی
نے کوشش بھی کی نہ تو خود شریک ہوئے نہ لڑکوں کو
شریک ہونے دیا سب کے دل میں صرف انگریزی تعلیم گھسے ہوئے
ہیں بھیکھ مانگیں اور لڑکوں کو یتیم بنا کر چھوڑ دیں نہ اعلیٰ تعلیم
کا صرفہ برداشت کر سکیں نہ اپنا آبائی پیشہ سیکھائیں کیسے
کیا کھائیں اور کس کے پاس جائیں بہروپ بھریں اور مذہبی
دھوکہ میں لاکر بھیکھ مانگتے پھریں کوئی مذہبی کام ہی بلا
فیس ادا نہیں ہوتا ہر کا معاوضہ دینا پڑتا ہے انصاف کیجئے
کونسا مذہبی کام ہے جس کا معاوضہ دئے بغیر چھٹکارا ہے
مرید ہوجئے دیجئے مولود پڑھوائیے دیجئے وعظ کہلائیے دیجئے
اذان دلوائیے دیجئے امام بنائیے دیجئے
تراویح پڑھوائیے دیجئے نکاح پڑھوائیے دیجئے قرآن بخشوائیے
دیجئے مردہ نہلوائیے دیجئے قبر کھدوائیے دیجئے مکتب
پڑھوائیے دیجئے علم سیکھئے دیجئے مرثیہ پڑھوائیے دیجئے

تعویذ لکھوائے دیجئے الغرض کوئی مذہبی کام بھی بلا ادائے
فیس ادا نہیں کیا جاتا للہیت سے نہ کوئی کام کرتا ہے نہ ہوگ
انجام ہونے دیتے ہیں پھر ثواب کے مستحق بنتے ہیں و از یں
قبیل وغیرہ وغیرہ مسلمان ہی بتائیں کونسا کام للہیت سے کیا
جاتا ہے مسجد کی کیا حرمت کی جاتی ہے اذن گاہ ہے جہاں
اذن غریب کو کھانا تک نہ پہنچائیں مسجدوں کے مسافر
بن جاتے محلہ کے لوگ پاخانہ پیشاب کو جائیں مگر نماز
میں نہ آئیں مسافریں ٹھہرا کریں فاتحہ پڑھیں حج کو شوق سے
جائے واپس آکر پھر وہی لغویات کا شغل رکھے حج ہوا
یا سیر کر گئے وہی پرانی چال وہی پرانا حال وعدہ
فرمائے پورا نہ کیجئے جھوٹ فریب عیب سب اپنے
جگہ پر کونسا عمل صالح ادا کیا جاتا ہے صرف نمائشی نماز
و روزہ پر تو انحصار اسلام نہیں ہے اسلام تو عقائد
و اقوال اور افعال کی حفاظت کا نام ہے کتنے روپے
آپ کے سامنے پیش کئے گئے مسلمانوں نے کئے بیوہ کی
خدمت کئے کتنے بڈھوں کو آرام پہونچایا کتنے کوڑھیوں
کی خبر لی کتنے اندھوں کی پرورش کا سامان کیا کتنے بچے
یتیم خانہ میں پرورش ہو کر کام کے آدمی نکل سکے کتنے
۔ا۔ بنائے گئے ۱۰ ام سرا۔ پڑھائے گئے قومی فنڈ سے کئے

آدمی اعلیٰ تعلیم یافتہ بنائے گئے بادشاہ وقت اپنے خرچ
سے ولایت بھیجے قومی فنڈ سے کئے گئے کون دار العلوم
قائم کیا کتنے لڑکیوں کی شادیاں کردی گئی کتنی عورتیں
باعصمت وہ تحفظ مذہب کے لئے تعلیم دی گئیں کیا اشاعت
مذہب کا خالصاً للہ سامان ہوا کتنے نو مسلموں کی آئندہ
زندگی کا سامان کیا گیا آریہ سماج نے کسی عملی اصول
پر کتنے دنوں کے اندر کیا کیا قومی کام کردیکھا یا بستی
بستی ان کی دائرے موجود ہیں کتنے لوگ اشاعت
اصول پر موجود ہیں کیا کیا ہمدردیاں وہ کرکے دیکھا سے
ہیں یا دڑیوں نے کیا کیا کام کئے ہیں کس کس عنوان سے
عوام کی خدمت کر رہے ہیں کہاں کہاں زنانے اسپتال
ہیں۔ کہاں کہاں دائی جنائی کا انتظام ہے ہمارے زچہ
بچہ کے لئے کیا کیا نظم ہے قید سے رہائی کے بعد بنیا میں
ڈوموں کے لئے کیا کیا انتظام کرلیا ان کے قید کا زمانہ
بربیت ایک جگہ میں گذرتا ہے جہاں ان سے کام لیا
جاتا ہے اور وہ چور بدمعاش ڈاکو صاحب بہادر ہو کر
کیا کیا دستکاریاں کرکے اپنے گذشتہ زندگی کو اور پیشہ
کو ترک کرکے کیسے شائستہ ہوگئے یہ انگریزی سیاسی
لوگوں کا کارنامہ ہے سالویشن آرمی Salvation Army وہ تبلیغی کوئی ایک شاز

بھی ہم لوگوں کے پاس ہے جو پیش کر سکیں کون غریب سے
غریب ہے جس نے خیرات نہ کیا مگر بے جا بے مصرف بے
موقع اس سے کوئی نتیجہ خیز کام ہم دیکھا نہیں سکتے بلکہ بہر قسم
تیار کئے گئے اور دھوکہ باز جماعت تیار کئے گئے جو ہم کو دھوکہ میں ڈالتی ہے چندے
کے روپیوں سے وہ تعلیم دی گئی جو مذہب کے لئے مضر
ہوا کی شخصی خیرات سے نتیجہ بد نکلا کہ لینے والوں کو
کبھی کافی نہ دیا اور میرا جیب کبھی خالی ہوتا رہا سو کی
لاکھی ایک کی بھینس ہو کر رہ گئے سیکڑوں کا چندہ
ایک ہی پیٹ میں داخل ہوا جب تک مد خیرات شخصی
طور پر بند نہ ہوگی اور بجائے اوسکی قومی خیرات اجماعی
کا بندوبست نہ ہوگا اور علما اور مشائخین اصلاحی کاموں
کو اپنے اپنے ذمہ نہ لیں گے اور دوسری قوموں کے خاکہ پر
نہیں اوتاریں گے جب تک قومی اصلاح کی امید فضول ہے
جب تک اس کام کے کرنے والے مشاہرہ دار نہ ہوں گے
یہ کام انجام نہیں پا سکتا۔ اجماعی فنڈ جمع کیا جائے اور ہر
خانقاہ میں ایک معقول مد مقرر کر دیا جائے اور اس مد سے
صرف قومی اصلاحی کام لیا جائے ہر خانقاہ و دائرہ تو خود
مختار ہے بلکہ ہر ہر جگہ ایک خاص دربار ہے کسی کے ماتحت میں
نہیں اور نہ کوئی اون کا افسر ہے خود مختار زندگی ہے جو چاہیں کریں اس خود

مختاری کے ساتھ ان کے ذمہ اصلاحی فنڈ دیا جائے
اون سے حساب لینے کا حق رہے تو کچھ کام چلے وہ اپنے
ضرورتوں کے روپئے اس کام میں کیونکر صرف کرینگے
علما مشاہرہ دار تبلیغی کام پہ مستعد ہو جائیں ہر شہر میں ہر
دیہات میں جدا جدا ویسا ہی انتظام ہو جیسا اریوں کا
پادڑیوں کا ہے تب تک یہ قوم سدھر نہیں سکتی معذوروں
کا داخلا خانقاہوں میں کر دیا جائے اونکی ضرورتیں محدود
کی جائیں اون کو آرام سے رکھا جائے جب جا کر شخصی
خیرات بند کر کے قومی خیرات کا اجرا ہوگا تبھی بھوکھ مری کے
تب کام کریں گے کام کرنے کی صلاحیت رکھنے والوں
پر خیرات حرام کر دے جائیں یا کوئی قانون ہی بن جائے
جب ملک کی اصلاح ممکن ہے لوگ کارندوں کے لئے
ترستے ہیں نوکر اور ماائیں نہیں ملتی میں خیرات ۔ لینے
کو بلائیے تو سیکڑوں ہٹے کٹے مرد و عورت آپ
مہیا پائیں گے اونھیں کھانا پکوا کے کھلاتے جائیے کھانا
گھٹ جائے گا آپ مٹ جائینگے کھانے والوں کی کمی نہ ہوگی
اس جماعت کا آدمی اور ایسے زمانے میں ایک غریب
مفلس نے اپنے کو خیرات لینے اور بھیکھ مانگنے سے روکا وہ
بڑا مرد تھا اور قابل تحسین تھا عمر بھر اُس نے وہ تین

روپیہ کی مالیت سے ناشتہ کی چیز پکایا اور اسکول والوں
میں لیجاتے اور بیچا کرتے تھے وہی اون کا ذریعہ روزی
تھا تمام عمر یہی کرتے رہے اور اپنے اور اپنے بال
بچوں کی پرورش کرتے رہے گو سب کی غربت سے
گذری مگر اسی پیشہ پر اکتفا کیا یہ بیسن کا ایک طرح کا
زمبوردار خمیر دیا ہوا پتوڑا بناتے تھے جو ہضم میں بہت
مفید تھا ایک طرح کا صرف مصالہ اور پیاض کا گلاب
جامن نما کباب بناتے تھے اور سیند اکباب اور سیخ
کباب اور ایک خاص قسم کی ضمیری پوری بناتے تھے
یہ سب چیزیں نہایت لذیذ و مفید صحت اور سریع الہضم تھیں ان
کھانوں کا نسخہ اونکے دم کے ساتھ گیا ۱۹۳۶ء کے بعد پھر
یہ چیزیں ہندوستان کے کسی شہر میں راقم کو نہ مل سکیں گو
بہت تلاش کیا یہ پرانے رئیسوں کے یہاں بھی بہت بیچا
کرتے تھے اوس ۱۹۳۶ء تک کے اسکول لڑکے جو زندہ
ہوں گے وہ اس کی تصدیق بھی کر سکتے ہیں نام تو اونلوگونکو
یاد کبھی نہ ہوگا مگر چیزیں یاد ہوں گے۔

۲۳۷ نواب نجات حسین خاں صاحب دولی گھاٹ کے
رہنے والے پرانے خاندان کے رئیسوں میں تھے ان کے
یہاں اچھی آمدنی تھی یہ بہت بوڑھے پرانے روش کے

رئیس تھے وضع ان کی بالکل ہندوستانی تھی گھوڑے سواری
میں استاد تھے مرتے دم تک یہ گھوڑے ہی پر سوار ہو گئے
روزانہ شام کو گھوڑے پر نکلا کرتے تھے۔ گھوڑوں کا علاج
خوب کرتے تھے اس فن میں استاد تھے گھوڑوں کی
شناخت خوب کرتے تھے اس خاندان سے اور خاندان
نگل تالاب کے علما سے بہت ربط تھا ان کے دو بیٹے تھے
ایک کا نام تو یاد ہے منّے صاحب لوگ کہتے تھے اسی
خاندان کے لوگوں کو شیخپورہ کے لوگوں سے تعلقات
برادری کی آجتک تھیں حسین آباد شیخپورہ میں
شیعہ مذہب کے نواب لوگ بہت ہیں اس بستی میں
بیا ہتا اس شہر کے شیعہ مذہب کے لوگوں کا زیادہ ہے
دونوں لڑکوں کے اولاد تھے اور تقی حسن خاں صاحب
جو آنریری مجسٹریٹ بھی ہوئے تھے اسی خاندان کے
تھے نواب نجابت حسین خاں صاحب کے پوتے تھے اونکے
اولاد ہے انھیں کے خاندان میں داروغہ اظہر حسین ولد مولوی
محمد حسین ماکس جیرہ کی شادی ہوئی تھی داروغہ اظہر حسین
کلکٹری کے تھانہ میں مدتوں رہے مولوی محمد حسین بہت
معقول آدمی پرانے روش کے گذرے ہیں تقی حسن خاں
صاحب کی شادی کشمیری کوٹھی میں ہوئی تھی جوان تھا

یادہے خواجہ اظہر حسین کے خاندان میں ہوئی تھی ان کے اولادوں نے جائدادیں خراب کردیں اور اچھے حالت میں نہیں رہے انہیں کے اولاد کے خاندان میں سلّو میاں ساکن بالی کے شادی ہوئی ہے تقی حسن خاں کا ایک مانہ تھا اونکو حکام رسی کا بہت شوق تھا وہ بہت پرسلیقہ اور دولت پرست اور ملنسار آدمی تھے تمام رئیسوں سے خوب ملا کرتے تھے اونکو برادری سنیوں میں بھی تھی شاہ عطا حسین صاحب بہار بارہ دری اور میر محمد شیر صاحب بہار بارہ دری سے قرابتداریاں تھیں اوسوقت شیعہ سنی میں شادی بیاہ بھی جاری تھا اور مردانی زنانی آمدورفت بھی تھی میر اکبر شیر بارہ دری ان کے رشتہ دار تھے یہ وجہ قرابت کی ہے میر اکبر شیر محمد شیر مرحوم کے والد تھے محمد شیر مرحوم راقم کے پھوپھی زاد بہن سے بیاہے تھے ناصر علی خاں صاحب اسی خاندان کے ہیں جو رجسٹرار ہیں اور جنہیں آباد شیخپورہ میں ان کی سسرال تھی اور منشی احمد علی خاں بہادر کے سسرالی قرابت میں قریب تر رشتہ دار ہیں ان سے راقم سے بغایت ربط رہا ان کے اور لوگوں سے بھی راقم کو ربط رہا کیا راقم سے شہر کے شیعہ بھائیوں سے بڑا ربط رہا کیا

اور اب تک ہے چونکہ راقم کو کسی کے ذاتیات سے بالکل بحث نہیں رہی کسی کے مذہب سے کوئی سروکار نہیں رہا ان کے اوصاف حمیدہ اور ذاتی ربط و خلوص کی طرف توجہ رہا کئے اسلئے سنی شیعہ وہابی قادیانی دہریہ ملحد توحیدیہ تفضیلیہ خارجی صوفی سالک مجذوب عشق متقی آزاد خیال نیچری سناتن دھرم سدھی مسلمان غیر مسلم کرستان عیسائی موسائی آریہ سب سے برابر رابطہ رہا کیا اور سب کا شریک رہا سب کے مذہبی رسم میں بھی شریک رہا کیا سب کے لکچروں وعظوں میں رہا کیا اسلئے راقم سے لوگ ملا کئے اور کسی سے راقم کو مذہبی تکرار نہیں رہی بلکہ راقم سے جب جب کسی سے مذہبی گفتگو آئی تو راقم نے اپنے اصول کو بیان کر دیا اور کسی پر حملہ نہ کیا مناظرہ نہ کیا ان کے عقائد کی درستگی کے طرف مجھے توجہ کرنے کی ضرورت نہ ہی عیسیٰ بدین خود موسیٰ بدین خود ہر کہ جوابدہی اوس اسکے خاص ذات کے ذمہ چھوڑی اپنی جوابدہی اپنے ذمہ لیا راقم اپنے عقیدہ کا سخت پابند رہا اگر کسی نے کوئی اعتراض جمایا تو اپنے عقائد کے متعلق جواب کافی دے کر سمجھا دیا اور کہدیا کہ یہ میرا عقیدہ ہے اور ان کے اعتراض

کا یہ جواب رکھتا ہوں ماننے اور نہ ماننے کا اختیار آپکو ہی
میرا پیشہ واعظ کا نہیں ہے میں مولویانہ زندگی بسر نہیں
کرتا۔ آپ لوگوں سے دنیاوی ملاقات رکھتا ہوں
دنیاوی امور میں مذہبی امور کی شرکت کرنا فضول
ہے دنیاداری کی لائف میں میل جول رکھنا ہی زندگی
کا لطف ہے چند روز بعد مرنا ہی ہے پھر لڑنے کی
ضرورت کیا ہے بغض حسد و کینہ و فضیلت کی ضرورت
کیا ہے اپنے گھر کوئی کیا کرتا ہے اس سے کسی کو سروکار
کیا ہے ملاقات تو دو چار منٹ کی ہے آئیے جائیے کھائیے
پیجئے اچھی اچھی دنیاوی باتیں کیجئے دل خوش کیجئے واپس جائیے
میری کوئی ضرورت ہے ہو سکے پورا کر دیجئے نہ ہو سکے
کنارہ ہو جائیے اس سے زیادہ کسی کو کسی سے کیا غرض
ہے اس اصول کی زندگی گذارنے والے کو کبھی دلی تکلیف
نہ ہوگی بلکہ نقش چیں آنکھیں خود دائما پریشان رہتی ہیں
اور ایسے رسومات مذہبی میں ہر شخص آزاد ہے کسی کو
روک سکتا م کا کیا حق ہو سکتا ہے ایسے مواقعات پر جہاں
مذہب کے خلاف کوئی کام ہوتا ہے شرکت کی ضرورت
ہی نہیں ہے اپنے کو اس موقع سے دور ہی رکھنا اچھا
ہے پبلک موقعوں پر ایک دوسرے کی مذہب کی

توہین کا حق نہیں رکھتا، کوئی بات شعلہ انگیز بولنا ہی خلاف اخلاق و انسانیت ہے کسی کے رد اسم مذہبی میں کسی کو روک تھام کرنا ہی فضول ہے ان چھیڑ چھاڑ والے ترقی مذہبی و قومی نہیں ہوتی بلکہ سوسائٹی کا نقصان ہوتا ہے جماعت کی کمی ہوجاتی ہے کسی کی ذاتیات پر چھیڑ چھاڑ کسی کے اوپر مذہبی چھیڑ چھاڑ کرنے کا نتیجہ بجز نفاق کے کچھ حاصل نہیں ہوتا پرانے خاندان والے پرانے لوگوں کی تعلیم یافتہ اپنے کو نفاق سے بچاتے رہے اسلئے آپس میں بیاہ چلتے رہے شاباش ہے اس تعلیم کو کہ زن و شو مختلف مزاج نہ رہے حالانکہ اختلاف مذہب رکھتے ہوئے خوش زندگی گذار گئے وہ کیسے لوگ تھے کیا تعلیم تھی اور زن و شو قرابت والے ہر ہر شغل و فنون میں ایک دوسرے کی ہمدرد رہا کیے اب کون سے نئے راوی پیدا ہو گئے اور کون سی نئی حدیث نکلی کہ ہر فرقہ ایک دوسرے فرقہ والوں کو دائرہ اسلام ہی سے خارج کئے دیتا ہے سب تو کافر ہی ہو جائینگے تو اپنے منہ آپ مسلمان تو اکیلے ہی رہجائیں گے جماعت کلمہ گویان تو ایک دوسرے کو کافر بناتی ہی پھر مسلمان کون رہیگا بعض علما اس خیال کے ملے آخر ان کو اپنی بات واپس لینی پڑی۔ آخرکار ہندوستانی قوم میں اور بت پرستوں میں ملی ملے جائیں گے۔ ہندوستان میں اگر حقاً اور ایماناً انصافاً غور کیا جائے تو قریب قریب

ہر گروہ اور ہر ہر فرد تو نفس پرست ہی ملے گا خدا پرست کو جھگڑوں کی فرصت کہاں ملتی ہے وہ تو ایک خیال میں مخبوط رہتا پھر ہر اسلامی فرقہ تو ایک ہی خدا ایک ہی رسول ایک ہی قران ایک ہی رسول کی اولاد رکھتا ہے کوئی تفرقہ عقائد میں تو نہیں ہوتا ہے ذہانت کے بدلے میں تفرقہ مذاہب ہوتے ہیں کوئی کسی پر مرتا ہے کوئی کسی کو مارتا ہے مسلمان کو جو حکم خدا ہے اوسے پر مرنا چاہیئے اوسی پر چلنا ہے جن کا مونہ رسول نے کیا ہے اوسی خاکہ پر چلنا ہے اسلام تو یہی بتاتا ہے جو دوسری راہ جاتا ہی اوس سے ہمیں پرخاش کی ضرورت کیا ہے وہ اپنے جرائم کا خود جوابدہ ہیں اپنے سمجھ کا اپنے عقیدہ کا جوابدہ بہت جلد ہونیوالا ہے لوگوں نے کیا سمجھ لیا ہے کہ دنیا کا ٹھیکہ چوکا نا ہے یا انتظام عالم کسی کے ہاتھ آیا ہے ؎

بیک گردش چرخ نیلوفری
نہ نادر بجا ماند و نے نادری

موت آئیگی ساری اصلیت کھل جائیں گی کون برسر حق تھا کون برسر غلط تھا ان جھگڑوں میں پڑنا ہی دنیا دی زندگی کو برباد کرنا ہے انسان دنیا میں فقط اس کام کو پیدا ہوا ہے کہ کمانیکا طریقہ سیکھے خود کھائے خلق اللہ کو کھلائے

انتظام عالم میں مدد پہونچائے قدرت نے ہر ایک کو اصول
بتا دیا ہے جو اوس کے اندر اندر خود بخود پیدا ہیں اوسمیں
تو تربیت کی ضرورت ہی نہیں ہے وہ جانتا ہے کہ جو
باتیں دوسرے کے لئے مضر ہیں وہی برائی ہے گناہ ہے
اور جو دوسرے کے لئے مفید ہے وہی ثواب ہے جس
کام کو اپنے لئے ہم مفید جانیں ویسا ہی کام دوسروں کے
ساتھ کریں جس کام اور جس بات سے اپنے کو بچانا چاہتے
ہیں اوسی بات کو دوسرے کے ساتھ نہ کریں بس یہی
ثواب ہے اور یہی کرنا نہ کرنا ثواب وعذاب ہے ہر گروہ
کے اندر اصولی گناہ ایکساں ہیں اصول تو سب ایکساں ہی
ہیں اختلافی مسائل سب رسم میں داخل ہیں ہر ملت
و مذہب والے محرمات سے عزیز تر سے قربت شہوانی کرنیکو منع
جانتے ہیں جان مارنا چوری کرنا جھوٹھ فریب دغابازی
چالبازی چوری غیبت دھوکہ گوبندگی کرنا ٹھٹے
بازی لڑا دینا بے وجہ خلق اللہ پر الزام لگا دینا تہمت لگا دینا
آپس میں لڑا دینا یہ سب باتیں معیوب ہیں کون فرقہ ہے
جو ثواب کہتا ہے طریقہ خورش پورش میں اختلاف ہے
کوئی کسی جانور کا گوشت کھاتا ہے کوئی حرام جانتا ہے
کوئی جان بچانا چاہتا ہے دبونا بنا لیتا ہے کوئی شکار کو جائز

جانتا ہے کوئی کسی ذی روح کو مارنا نہیں چاہتا کوئی
خود غرضیوں میں اپنے اپنے آرام کی چیزوں کو حلال
کر لیتا ہے دوسرا حرام جانتا ہے اس سے نفس مذہب
پر کوئی اچھا بڑا اثر نہیں پڑتا اس کا تعلق خدا اور اس کے
بندے سے نہیں ہے بلکہ دوسری دوسری خلقت سے
ہے خدا سے اور بندے سے تو ایسی قدر تعلق ہے کہ وہ
خدا اپنی بڑائی چاہتا بندوں سے عاجزانہ برتاؤ چاہتا ہے
اپنی بنائی ہوئی دنیا کی حفاظت کا خواہاں ہے اوس کے
انتظام میں امداد چاہتا ہے جس کے بدلے میں وہ ثواب
و عذاب کا بیان کر دیتا ہے لالچ والوں کو جزا اور خوف
والوں اور بزدلوں کی سزا بتاتا ہے انتظام دنیا کے لئے
خورش و پوشش رہائش و معاملات و طریقہ و عبادات
ملکی ضرورتوں پر توجہ کر کے انسانوں کی سہولیت کے
لئے مسائل بنا دیتے ہیں جو دونوں سے بے نیاز ہیں اوس سے
خالص عاجزی کا خواہاں ہے رسالت اسی لئے آئی
بزرگان دین اسی وجہ کر پیدا ہوئے کہ اوسکی بڑائی
بتائیں اوسکے احکام کو برت کر دکھائیں غلطیوں کی
اصلاح فرمائیں اس سلسلے میں اونکو بزرگ اور بہترین
اوستاد ماننا انسانیت کا منشا ہے نہ کہ مقدس بزرگ

کو خدا کے حد تک پہونچانا اور اونکے سپرد خدائی کردینا ہے
یہ توحید اور قدرت میں بٹہ لگانا ہے یہ تو خدا طلبی نہیں ہے
یہ تو روا سم پرستی ہے آدمی پرستی ہے قبر پرستی ہے
نفس پرستی ہے بت پرستی ہے علم پرستی ہے عقل
پرستی ہے خدا کو تو بن دیکھے قدرت والا مان لینا ہی ایمان
ہے دلائل پتہ پتے سے مل رہے ہیں اپنا وجود اوسکی قدرت
اور موجودیت احدیت وحدانیت خلاقیت
رزاقیت الجبریت وغیرہ کو بتا رہے ہیں ظاہر ہے
اور غیر نمایاں ہے اور پوشیدہ ہے بجلی
کی قدرت کو آپ دیکھ رہے ہیں مگر اس کا کرنٹ اور
اثر غیر نمایاں ہے اثریات سب موجود ہیں مگر ماورت
اور حقیقت اور اصلیت کا پتہ کسی کو نہیں ملتا صفات
خداوندی کے اظہار سے ذات کی اصلیت معلوم ہوتی
ہے ہر خاندان والوں کے صفات ان کے ذات کا ثبوت
کرتے ہیں راقم نے ان پرانے رئیسوں کو بچشم خود دیکھا ہے اونکی خاندانی حالتیں پڑھی ہیں زندہ
بزرگوں کی ملنساری اون کے خلوص واخلاق کو دیکھا ہے ہر
پرانے اور عالی خاندانوں میں جو باتیں اب بھی ہیں وہ
باتیں نوخیز خاندانوں میں میسر نہیں ہیں نہ چند پشتوں تک
ہوسکتی ہیں اس خاندان کے بابت ایک کتاب جس کا نام

تذکرہ ہے نظر سے گذری ہے جسمیں مفصل حال بزرگوں کا
لکھا ہوا ہے جس سے ظاہر ہوا کہ محمد مکّی روسائے نگر کے
پوتے مخدوم شاہ شمس الدین فریادرس بن شاہ نظام الدین
بن محمد مکی اصل مورث اعلیٰ اس خاندان کے تھے اونکا مزار
فیض آباد میں محلہ گاڑیاں میں ہے اون کے اولاد میں
شاہ منجن تھے ان کو شاہ منجن شہید لوگ کہا کرتے ہیں شاہ
منجن بن شاہ بڑے بن شاہ بدھن بن شاہ الہ داد بن
شاہ بدیع الدین عرف تمن الدین بن شاہ شمس الدین
مذکور الصدر تھے شاہ منجن کی بی بی اصل میں شیخپورہ
آئیں شاہ منجن کے دو اولاد میں شیخ مصطفے و شیخ جنید
شیخپورہ ضلع مونگیر میں مقیم رہے ان ہی لوگوں کی
اولادیں اب حسین آباد میں بھی مقیم ہیں اوسی بستی کا وجود
زمانہ عالمگیر میں پایا جاتا ہے اوسی خاندان کے شعیب
خاں اور فدائی خاں تھے جو سپہ سالار فوج کے
تھے اونھیں لوگوں کے متعلقین میں ملا محمد نصیر تھے اونکا
مزار پاتو کی باغ میں ہے ان کا حال سیرۃ المتاخرین
میں مذکور ہے یہ سالشتہ خاں کا زمانہ تھا آخوند صاحب
ملا محمد شمیر ازی بنگالہ آئے اور اونھیں کے ساتھ
ملا محمد نصیر شیراز تحصیل علم کے لئے گئے مسلمان کے تقدس

کستعد دور دراز علم سیکھنے کو جاتے تھے ایک شخص میر غلام محمد بہاری اوسوقت صفدر کا کام انجام کرتے رہے اونہوں نے اپنی جگہ ملا محمد نصیر کو مقرر کردیا اون کو کچھ جاگیر بھی تھی اونہیں کے مکانات میں اون کے پوتے کی اولاد رہتی آئی ملا محمد نصیر کے بیٹے داؤد علی خاں معروف زائر حسین خاں تھے یہ داؤد علی گنج پٹنہ میں مدفون ہیں جو دلدلی گنج ہوگیا۔ اون کے بعض لڑکی کی اولاد میں محمد اکبر خاں ولد امیر حسن خاں ولد نجابت حسین خاں ہیں ایک لڑکی کی اولاد سے محمد رضا خاں مرحوم منسوب تھے یہ دونوں ملا نصیر کے بھتیجے تھے۔ محمد رضا خان کے دو لڑکے تھے ایک علی ابراہیم خان دوسرے علی قاسم خاں تھے۔ علی ابراہیم خاں میر محمد قاسم ناظم بنگال کے ممتاز لوگوں میں تھے۔ عالم شاہ بادشاہ کے وقت میں امین الدولہ کہلاتے تھے جاگیر و آلتمغا بھی پایا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کا وقت بھی پایا اور اوسوقت بھی اعزاز تھا۔ لارڈ ہسٹنگ کے وقت میں ۱۷۸۰ء میں بنارس میں جج بھی تھے علی قاسم خاں بھی عزت دار آدمی گذرے ان کو گورنمنٹ سے پرگنہ امرتھو و پرگنہ راجگیر بندوبست دیا ۱۱۰۹ھ میں بندوبست ہوا نواب محمد یحییٰ خاں کے داماد نواب فدا علی خاں ولد نواب علی جواد خاں تھے۔ نواب فدا علی خاں ممتاز لوگوں میں سے تھے

مضامین صدر کتاب تذکرہ سے نقل کیے گئے راقم کے چشم دید واقعے نہیں ہیں۔ نواب فدا علی خاں کے بیٹے نواب علی خاں صاحب ساکن شیخپورہ حسین آباد تھے جن کو راقم نے خود دیکھا اور بیسیوں برس دربار لیوی میں کلکتہ میں ساتھ رہا یہ ہستی فقیرانہ دلی کے ساتھ امیر ادمی کے تھے ان میں بہتیرے صفات حمیدہ موجود تھے پابندی مذہب نیکی طبعیت سخاوت بے ضرر آدمی گذرے اور بہت سن پایا بے نفس رئیس تھے اور فیض بخش آدمی تھے اس گھر سے بہتیرے سنی المذہب آدمی امیر ہوگئے۔ کبیر میاں ڈومرانواں کے والد اسی گھر میں ٹھیکہ دار و منتظم تھے پھر کبیر میاں بھی اپنے وقت میں اپنے والد کے جگہ پر تھے اسی گھر میں نوابی شان اور تہذیب اب تک مابقے لوگوں میں پائی جاتی ہے پرانے رؤسا کی وضع انداز و ترکیب و تہذیب اگر دیکھنا ہے تو اب بھی کچھ نقش گزشتگان کا پتہ ملے گا ابھی تک نواب دلدار علی خاں صاحب کا دم غنیمت ہے۔ اونکی عمر تو زیادہ نہیں ہے مگر قوی کمزور ہیں یہ ہستی پرانوں کی یادگار ہے اب اس ترکیب کے آدمی کے زیارت خواب ہو جائیگی۔ نواب علی خاں صاحب مرحوم نے بوجہ کبر سنی کلکتہ میں کوٹھے سے گر کر انتقال کیا اور وطن میں لاش آئی

ان کا انتقال ۲۹ ربیع الاول ۱۳۱۷ھ میں ہوا اون کے خاندانی حالت کو تو راقم نے بچشم خود نہ دیکھا مگر کتابوں سے جہانتک پتہ چلتا ہے وہ یہ ہے کہ نواب قاسم علی خاں ساکن شیخ پورہ حسین آباد ضلع مونگیر کے دو بیٹے تھے ایک محمد یحییٰ خاں دوسرے علی جواد خاں تھے۔ علی جواد خاں کے بیٹے فدا علی خاں تھے جو اپنے چچا کے لڑکی سے منسوب تھے اون کے لڑکے نواب علی خاں صاحب مرحوم تھے اون کے بیٹے دلدار علی خاں۔ زوار علی خاں ۔ ابرار علی خاں۔ نثار علی خاں تھے۔

راقم نے ان سب لوگوں کو اور ان کی اولادوں کو دیکھا مگر یہ لوگ غیر ضلع کے لوگ ہیں ان لوگوں سے زیادہ ربط کا موقع نہ ملا اس لئے مفصل کیفیت سب کی نہیں لکھ سکتا ان لوگوں کا بیاہ اس شہر میں اکثر رؤساء کے یہاں ہوا کیا تقریبات میں بہ حیثیت خادم الرؤسا ہونیکے راقم بھی شریک ہوا کیا اس لئے تعریف ہی تک رہا ذریعہ معلومات نہ ہو سکا مگر اس خاندان میں نواب علی خاں مرحوم کے بعد کوئی کارساز نہ رہ سکا جائداد منقسم ہوئی اور بعض لوگوں کی جائداد کو نقصان بھی پہونچا۔ تین دوران مقدمات راقم نے اپنے احباب وکلاء کے یہاں کچھ کچھ حالات متفرقہ کی تحقیقات کیا اور معلومات بھی کچھ کچھ حاصل ہوئے اس خاندان کی وہ اجتماعی حیثیت جو نواب مرحوم کے وقت میں

تھی نہ رہی وہ مالی طاقت بھی کم ہو گئی متروکات تقسیم طلب ہو گئے ایک ور یا سے چند دربار ہو گئے دولی گھاٹ کا بہترین پشتہ جو اس شہر میں ایک نایاب بر لب آب دریا ہے کچھ آباد ہے اور کچھ ویران ہو گیا ہے۔ ان لوگوں کی قرابت داریاں سنگی دالان نواب جعفر حسن خاں و نواب مہدی علی خاں کے خاندان سے ہیں۔ نواب نجات حسن خاں مرحوم مذکور کے خاندان سے ہیں۔ نواب برہان علی خاں مغل پورہ بخاندان ڈپٹی احمد علی خاں خاں بہادر و چھپرہ میں بخاندان نواب وحید الدین حیدر خاں بہادر سے ہیں و اب بخاندان گذری چھوٹے نواب صاحب کے خاندان سے بھی ہے و محمد نواب صاحب کشمیری کوٹھی کے خاندان سے برادری ہو گئی ہے و اب سر سلطان احمد با القابہ کے یہاں سے بھی قرابت داریاں ہیں بعض لڑکے اس خاندان کے سنگی دالان میں بیاہے گئے نواب دلدار علی خاں خاں بہادر ہیں ان میں خطاب نوابی کی صلاحیت موجود ہے مگر بوجہ اولاد رکھنے کے اتنے اخراجات نہ کیے گئے جو خطاب نوابی حاصل کرنے کے لئے لازمی ہیں۔ ان کے ایک لڑکے جابر علی خاں کی شادی چھوٹے نواب اکبر علی خاں گذری کے یہاں ہوئی ہے اسلئے مبارک علی خاں صاحب سے بھی قرابت ہو گئی ہے اور چھوٹے صاحب کے لڑکے میاں کی

سسرالی قرابت داریاں بھی اسی خاندان سے ہیں۔ احمد علیخاں خان بہادر و ناصر علی خاں رجسٹرار کے قرابت داریاں بھی ہیں و محمد اکبر خاں دولی گھاٹ سے بھی ہیں ایک لڑکے باقر حسن خاں ولد دلدار علی خاں صاحب کشمیری کوٹھی میں سجا نذان محمد نواب صاحب بیاہے ہیں راقم نے ان جواں صاحبزادوں کی تہذیب و تربیت کو بھی غور کیا ہے اُمید کی جاتی ہے کہ یہ لوگ اپنے اپنے ابا و اجداد کے نام کو روشن کنندہ ہونگے ان لوگوں میں ہنوز پرانی تہذیب، و ترکیب اور استحفاظ مذہب کی بو باقی ہے اور اخلاق حمیدہ جو اوصاف اسلامیکا جزو اعظم ہے ان لوگوں میں فطرتاً پایا جاتا ہے یہ ابتدائی تعلیم و تربیت کا فیضان ہے جس نے فطرت کے اندر اوصاف اسلامیہ پیدا کر دئے ہیں۔ اس خاندان کا مذہب شیعہ ہے تمامی اہل خاندان اپنے اپنے اصول و عقائد کے پختہ ہیں۔ اور خیالات بھی اعلیٰ ہیں اس خاندان میں واقفیت علمی بھی موجود ہے۔ انگریزیت تو بالکل نہیں بلکہ مذہبیت زیادہ ہے اور معقولیت بھی ہے۔ راقم کو زیادہ ربط اس خاندان سے نہیں ہے عمر بھر میں دس یا پانچ ملاقاتیں ہوا کی ہیں اور غالباً چار، پانچ بار ان لوگوں کے دولت کدہ پر دولی گھاٹ میں جانیکا اتفاق ہوا ہوگا نواب جعفر حسن خان

سنگی دالان والوں سے بھی جدی قرابت کا پتہ کتابوں سے ملتا ہے نواب جعفر حسن خان کے مورث یا وارث نواب مہدی علی خاں تھے ان کو تعلق نواب علی قاسم خاں کے خاندان سے بھی تھا جس کا نشان۔ کتابوں سے ملتا ہے اس خاندان کو تعلق بڑہن پورہ مظفر پور سے بھی ہے اور امام باندی بیگم مرحومہ کے خاندان سے بھی تعلقات برادری قریبہ دکھائی دیتی ہے۔ بیگم صاحبہ مذکورۃ الصدر کا امام باڑہ اون کی یادگار ہے وہ گلزار باغ میں ہے وہ نواب سعادت علی خاں کی بی بی تھیں بہ راقم نے نواب مہدی علی خاں صاحب کو دیکھا اون کے خاندان کے کاظم علی خاں ہادی علی خاں تقی علی خاں چھمو میاں و رضا علی خاں و نبا میاں و محسن میاں و احسن میاں و جعفر میاں و احمدو میاں اور کل لڑکوں کو اس خاندان کے دیکھا اب بھی جو بہت کم سن لڑکے اس خاندان کے ہیں۔ سب کو دیکھا ہے خدا ان لوگوں کو پرانے خاندان کی یادگار بنا کر اپنے آبا و اجداد کے روش پر قائم رکھے متروکات کے تقسیم کی وجہ کر جائداد ٹکرہ ٹکرہ ہو گئی ہے مگر سب لوگ خوش حال اور عزت دار ہیں۔ اب تک

تو ان لوگوں کی پُرانی ترکیب و تہذیب پائی جا رہی ہے
لڑکے انگریزی داں بھی ہیں مگر صاحبیت کا جوش
نہیں ہے یہ گھر بہت پُرانا گھر ہے راقم اپنے جوانی کے
وقت ان کے امام باڑے میں بہت گیا ہے اور گذشتہ
لوگوں سے بہت ربط رہا علی الخصوص کاظم علی
خاں و تقی علی خاں و رضا علی خاں و چھٹن میاں سے
بہت ربط رہا ان لوگوں کی معصومیت اور انسانیت
قابل یاد ہے۔ بہترین لوگ گذرے اب ایسے آدمی
پیدا نہیں ہوتے۔ احمد میاں میں پُرانی باتیں اب تک
نمایاں ہیں وہ بہترین نمونہ اس خاندان کے ہیں۔
خاندان بھر میں خودداری اور داشت ہے مگر غرور
اور شان و شیخی کا نام نہیں ہے ان گھروں کی
تہذیب و تربیت لائق تعریف ہے۔ اب یہ باتیں
نئے خاندانوں میں نصیب نہیں ہیں علی الخصوص تیہاسے
گروہ اور ملکیوں کے گروہ تو اس تہذیب سے محروم ہیں
رہی ہے موجودہ زمانے کی روشنی تو کوئی اور ہی
چیز ہے کسی دوسرے ہی ملک کی تہذیب ہے نئے دنیا
کی باتیں ہیں پُرانے لوگوں کے لئے تکلیف دہ اور پریشان
کرنے والی باتیں ہیں نئے دنیا والے پُرانے دنیا والوں کو

بیوقوف بتاتی ہیں خدا کی شان ہے صاحب بیوقوف
بیوقوف کہلاتا ہے۔ اور مصرف قاطع الشریعت
والمذہب وملت ذی شعور بنجاتا ہے مگر خدا
کیا فرماتا ہے خیال رہے وہ آخری وقت دیکھتا ہے
اور مرنے کے بعد مزہ چکھتا ہے جہاں کوئی کام نہیں آتا وہاں
اپنا قصور یاد آتا ہے اوسوقت انسان پچھتاتا ہے
نئے روش پر چلنے والے لطف دنیا اوٹھائیں گے مگر مذہب
اور عقاید پر چھریاں پھروائیں گے دنیا میں پھر واپس نہ آئینگے
آخر وقت میں سخت پچھتائیں گے اسلام تعیش کو نہیں
روکتا دولت عبادت کو نہیں منع کرتی علم دنیا دینیات
پر پانی نہیں پھیرتا عزت عاقبت کو برباد نہیں کرتی ہمت نیک
چلنی کو منع نہیں کرتی تمدن ملت کا مخالف نہیں ریاست کیلئے سیاست لازمی ہو
انکسار ملغ شرعیت نہیں ہے حسن اخلاق موجب عربت نہیں ہے
ناقدری اشیا ناشکری ہے مطمئن دل رکھنا بےفکری
ہے خدمت خلائق ہمدردی ہے صلہ رحم لابدی ہے
بایکدیگر ملنا ضروری ہے خوددار ہونا واجبی
ہے ہوشیار رہنا لازمی ہے ذی اختیار رہنا
خوش نصیبی ہے باوقار ہوتا فضل خداوندی
ہے۔

جتنے صفات حمیدہ کسی میں ہیں وہ دروغی اور وہبی ہے گو
بظاہر اکتسابی ہو مگر وہ بامداد غیبی حاصل ہوا کی ہے جتنے
برائیاں کسی میں ہیں وہ فطرتی ہیں آدمی برائی اور بھلائی
کا خزانہ ہے اور خزانہ قدرت سے برائیاں نکالکر صرف
کیجئے خواہ بھلائیاں صرف کی جائیں ہر بندہ کو اختیار ہے
بھلائی برائی پر لگنے کا آلہ مذہبی تھرمامیٹر ہے وہ ترقی
گرمی حرارت برودت کو بتا سکتا ہے کس درجہ کی برائی
ہوئی اور کس درجہ کی بھلائی سرزد ہوئی۔ اور ہر کا نسخہ
صرف ایک ہی جزو کا کامیاب ہوا کرتا ہے ہر مرض کی دوا
درود شریف ہے یہ دوا ہردبائی اور متعدی اور مہلک
عوارض مذہبی سے انسان کو بچاتی ہے اور صحیح صحت عطا
فرماتی ہے مذہب کے تھرمامیٹر ہاتھ میں لیکر اپنے اندرونی
عوارض مذہبی کی تشخیص کرتے جائیے کسی معالج اور ڈاکٹر کی
ضرورت نہیں تیسو علاج کے طور پر چند بندھے ہوئے
نسخے ہیں ہر مرض میں وہی نسخے اولٹ پلٹ کر کام دیتے
وہ مفردات مرکب کرکے کام نہیں آتے جس ترکیب سے موجد نے
بتایا ہے اوسی راہ پر چلنے سے شفا ہوتی ہے یہ تو ایجاد مذہب
اسلام گذشتہ مذاہب کا کھچا ہوا ست ہے اور چند ادویات
جانچی ہوئی سفوف کرکے بتائی گئی ہیں کہ اور کسی دوا میں کی

ہذورت نہیں تھی جب کوئی نقص اندرونی مکلف ارواح پیدا ہوا اس جدید تحقیقی کتاب سے علاج کر لیا جائے ہرگز مرض مجمل نہیں ہو سکتا صحت ہو کر رہیں گے اگر دماغی بیماری ہے بس لا الٰہ الا اللہ کا دور کافی ہے بجتے بجتے دماغ درست اگر دل کی کوئی خرابی ہے محمد الرسول اللہ اضافہ کرکے ورد فرمائے بجتے بجتے قلبی اور دماغی بیماریاں ساتھ ساتھ غائب اگر معدہ خراب ہے روزہ رکھئے اگر مالی تکلیف ہے مصیبت پر صبر کیجئے۔ اور شکر ادا کیجئے دن بدلتے دیکھ لیجئے۔ صبح ہوئی ہے تو شام ہوگی رات ہے تو دن ضرور آئے گا نہ ہمیشہ دن رہے گا نہ رات رہیگی نہ واللہ صحت رہیگی نہ بیماری آخر حد یہ ہے کہ مرض خود مریض کو لیکر مر کر رہے گا وہ اگر ہمیں نہیں چھوڑ سکتا تو مرنے والا بھی اوسے چھوڑ کر نہیں مر سکتا لیکر ہی جائیگا اگر مہلک عارضہ نہیں ہے تو صحت ہو کر رہے گی جسمانی عوارض میں کوئی حل نہیں سکتا تو نمازیں پڑھیئے نماز ہی الکشن غائب ورزش کرنا ہے اور زور آور ہونا ہے تہجد کا ٹونک استعمال فرمائے سیکڑوں ڈنڈ کا لطف اوٹھائے بیٹھک اور کشتی کا شوق ہے مذہبی ورزشیں کیجئے بسمل لائے علم اوٹھائیے اودکار رجھیری سے کیجئے حال قال کیجئے کتنی خرکیتن جسم میں خود

بخود پیدا ہو جائے گی ترکہ متروکات کی بیماریاں ہیں قرآن
کو حکم قرار دیدیجیے مدعی مدعا علیہ بیٹھے اور خود فیصلہ کر لیجیے۔
معاملات کا عارضہ ہے قانون مذہبی کا لعوق چاٹیے سب
باتیں دفع کوئیا مہلک عارضہ ہے انا للہ وانا الیہ
راجعون کا ورد فرمائیے یقینی جھوٹی بیماریوں سے
نجات ہو گی اصلی صحت سامنے موجود گر بد چلنی کی بیماری
ہے تو صرف عام سپارہ مع ترجمہ روز پڑھئے ۲۱ دن
میں خود بخود صحت بد چلنی کا نام تک باقی نہ رہے گا ادنی
ہوئے عوارض ہوں تو ایک رکوع قرآن پاک با ترجمہ تا
صحت یومیہ صبح و شام ورد فرمائیے اگر کل عوارض میں
فائدہ نہو تو حکیم حاذق کا نسخہ غلط ٹھہرے گا تجویز غلط ہو گی
مگر یہ غیر ممکن ہے حکیم الحکما کا نسخہ کبھی غلط نہیں ہو گا ہر
مرض کی دوا قرآن شریف ہے عقیدہ راسخ کی شرط ہی
منافق کو اثر پذیر نہ ہو گا مگر ایک موثر حکیم کا نسخہ قبل نہیں
کرے گا۔ یہ نو ایجاد دوائیں لاکھوں برسوں کے
تجربے کے بعد طیار کی گئی ہیں جس پر عدم تاثیر کا گمان کرنا
واقعہ اصلی کے خلاف ہے تمامی عوارض روحانی اور
جسمانی کی دوائیں اس نو ایجاد تحقیقات نے ایک محقق
کے ذریعہ سے بر تو اکر جھنو اکر اعلان کر دیا ہے یا نئ

ہی عارضہ ہیں جو لاعلاج ہے ایک تو عارضہ بداعتقادی ہے اسپر کوئی دوا اثر نہیں کرتی اس کا علاج غایت بھوکی ہے جو تحقیق تک جھوا چھوڑتی ہے جو نہ کرنا ہے کروا بھوکی ہے دوسرا عارضہ بدنفسی ہے جو قابو ہی میں نہیں آتا اس کا علاج صرف افلاس ہے آنکھ شیر ان راکند روبہ مزاج احتیاج

است احتیاج است احتیاج۔

تیسرا عارضہ تیز زبانی ہے اوسکا علاج صرف نالج ہے ٹک ٹک دیدن دم نہ کشیدن۔

چوتھا ظلم اوس کا علاج تٹ فورٹاٹ اس ہاتھ سے اوس ہاتھ لے یہ خود بخود یہ عارضہ متعدی روپوش ہو جائیگا۔ مگر یہ نحوس علاج ہے یہ چھپر بند سے کے جھاڑ میں جینا ہے توجی نہ تو مرا ایسے علاج عاقل پسند نہیں کرتے یہ علاج نہیں بلکہ وبال جان ہے جسمیں خطرہ ایمان بھی لگا ہوا ہے۔ بہترین دوا صبر وتحمل ہے۔ جو دیر میں اثر پذیر ہوتی ہے۔ اور بہت کڑوی ہے مگر فاسد مادے کو جڑ سے کھود کر نیست ونابود کر دیتی ہے مستقل شفا دینے والی دوا ہے مگر مشکل ہے۔

پانچواں عارضہ لاعلاج ہے یہ بدنصیبی ہے بجز فضل کے کسی کے پاس کوئی علاج نہیں ہے خدا نے اس کا علاج ہی

بتایا ہے وہ بہت ہی مشکل ہے اور تلخ ہے وہ صرف عاجزی
اور اظہار ندامت ہی رونا ہے گڑگڑانا ہے یہ امراض اندرونی
اور نہ ہبی ہیں اور علاج بھی مذہبی ہیں ایک نیا علاج تمامی
عوارض روحانی کا محقق لوگوں نے نکالا ہے وہ اوپریشن سے
ہوا کرتا ہے مخلصانہ ریاضت کے آلہ سے دل کے اندر اوپریشن
کیا جاتا ہے۔ جسکے بعد تمامی فاسد مادے کی پیدائش ہی غائب
ہو جاتی ہے پھر کوئی عارضہ ہی بجز مرض موت کے نہیں ہوتا یہ
پہلا اوپریشن جناب رسول مقبول صلعم کو ہوا دوسرا حضرت
جناب امیر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہوا تیسرا جناب امام
محسن علیہ السلام کو ہوا چوتھا امام حسن علیہ السلام کو ہوا
پانچواں حضرت امام حسین علیہ السلام کو ہوا۔ اب کوئی قلب
اس کا تحمل نہیں کر سکتا۔ اب سوئی کا علاج نیا نکالا
گیا۔ یہ سوئی فقرا کے دل میں گڑا گڑا کر اونکی عوارض
کا علاج ہوا کیا تذکرہ بزرگان دین ملاحظ کیا جائے کوئی
پیغامبر ایسا نہیں ملتا جو مصیبت میں گرفتار نہ ہوا۔ کوئی
بزرگ ایسے نہیں ملتے جن پر سخت مصیبت نہ آئی ہو سے

ہم خدا خواہی وہم دنیائے دوں ؛ ایں خیال است ومحال است جنوں

آدمؑ بہشت سے نکالے گئے۔ نوحؑ کی بی بی طوفان میں
دبا دی گئیں۔ ابراہیمؑ آگ میں پھینکے گئے۔ یونسؑ مچھلی کے

پیٹ میں پڑے ایوبؑ کے خون بگرلے بعض پیغامبر آرہ سے چیرے گئے بعض پر کیا کیا
آفتیں آئیں کوئی سولی چڑھا کوئی طرح طرح کی آفت میں پھنسا کوئی دیوانہ کوئی مجنوں کوئی
جادوگر ہوا اور کوئی کچھ کوئی کچھ آفت میں مبتلا ہوا لوگوں کی زبان بدزبانی سے بچا اب کیا
کوئی بچ سکتا ہے خلق اللہ کے زبان کی پرواہی کرنا حماقت ہے اور کس کے تعیش
کے ساتھ خدا کو پایا ہے یا دین کا صحیح راستہ طے کیا ہے اگر اب
فقرا پر ملامت بیجا ہوتی ہے گالیاں سنتے ہیں الزامات لگائے
جاتے ہیں تو اونکو خوش ہونا چاہیے کہ خلق اللہ اونکو برا کہتی
ہے اور اللہ اون کے نفس کو توڑتا ہے اون کو راہ راست
پر چلنے کو تیار رہا ہے اون کو شکر و صبر سے کام لینا چاہیے
اونکو مدارج کی ترقیاں ہوتی ہیں۔ بشرطیکہ وہ مشایخ اور
فقیروں جو دنیا دار ہے اور دھوکہ باز ہے وہ ضرور مستحق
ملامت ہے۔ اون پر صحیح ریمارک ہوتا ہے اور جو فی الحقیقت
غیر مستحق ہیں اونکی اصلاح نفس ہوا کرتی ہے اون کیلیے
ملامت ایک طرح کی مصفی ہے۔ علما کا بھی یہی حال ہے
اظہار مسایل حقیقیہ شرعیہ اون کا شعار ہے اور ڈیوٹی ہے
بشرطیکہ حقانیت ہو اور نفسانیت کا لگاؤ نہ ہو وہ ثواب
میں داخل ہے جہاں نفسانیت کا لگاؤ ہے بدتہذیبی کے
الفاظ میں دلشکنی باتیں ہیں وہ ایک طرح کا مذہبی دھوکا
ہے بجائے ثواب وہ مرتکب و مستحق عذاب ہیں ڈیوٹی رحمانی
ادا نہیں کی جاتی ہیں بلکہ وہ شیطانی ڈیوٹی ہوجاتی ہے فقرا

اور علما میں کوئی اختلاف فرق نہیں ہے اونکی علوم ظاہری
و باطنی کا احترام خلق اللہ پر واجب ہے بشرطیکہ وہ
احترام کے لائق اور مستحق ہوں اگر وہ دھوکہ بازہیں تو
خلق اللہ اُن پر غلط الزام نہیں دیتی ہر ایک کو تنبیہ ہوتا
لازمی ہے حقانیت کی تاثیرات ظاہری باتوں میں ہو خواہ
باطنی رموز کے متعلق ہو ظاہر ہو کر رہتی ہیں بشرطیکہ حقیقتاً
ہو لفظاً ہو دل میں کچھ رکھتا ہو اور حقانیت اوپر
اوپر سے کر برائیوں کو ٹھیک کرے گی تاثیرات نہ ہونیکی
وجہ یہی ہے کہ وہ لفظوں میں پھیل کر رہجاتی ہے نمائشیوں میں
مل کر گھل جاتی ہیں جیسے ہومیا پیتی کی دواؤں کی تاثیر کسی
غیر مانوس چیز کے بو سے بے اثر ہو جاتی ہے اور بے
لوث رہنے سے اکسیر کا اثر ظاہر کرتی ہے اوسی طرح
حقانیت ظاہری ہو یا باطنی بے لونی کے ساتھ اگر ہے تو
اکسیر کا اثر ظاہر کرے گی جہاں فیس خندہ اور بدلا پلاؤ خوری
خود غرضی کا لگاؤ ہے وہاں داہا داہی ہو کر رہجائیگا
تاثیر ہرگز نہ ہوگی یہی وجہ ہے دونوں گروہ اپنے ویکھر اپنے
خود غرضیوں کی وجہکر اپنے کو ذلیل وخوار کر دیتے ہے بے
نیاز ہو کر کوئی کام کیجئے ضرور کامیابی رکھی ہوئی ہے آریہ
سماجی پادری بے نیازی کی وجہکر کامیاب ہو رہے ہیں سادھو

فقیر علما پنڈت سجاڑے بی پنڈت سجاور کتنا ہی یا تو میں صرف اپنے لیے اظہار خود غرضی کی وجہ کر پورے کامیاب نہیں ہوتے اور پبلک ہیں اپنے کو ہلکے بنا لیتے ہیں حالانکہ مذہبی مقدسین بہتر بن مستحق تعظیم ہو سکتے ہیں ادر میں مگر معاوضہ طلبی اور پیشہ نما صورتوں نے ان لوگوں کو برباد کر دیا ہے قدما جو بڑے بڑے نامور گذرے اونھوں نے اپنی ضرورتوں کو محدود رکھا خلق اللہ سے بے نیاز رہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ آج وہ نامور گئے اوس کا کام تبلیغ کا تھا اشاعت اسلام اون سے ہوئی ملک دل پر اون کا قبضہ ہوا ملک زمین بادشاہ مجازی کی ہے ملک دل بادشاہ حقیقی کا ہے۔ اب محسوس ہوتا ہی کہ مسلمانوں کو آپس کی ملاقات میں محض مخلصانہ ملنا چاہئے دنیا میں کوئی امیر یہ نہیں کہہ سکتا کہ غربا سے وہ بے نیاز رہے کوئی غریب یہ نہیں کہہ سکتا کہ امرا سے وہ بے تعلق رہے گا یہ دنیا ہے اسی بساط دنیا میں نیا نقشہ شطرنج کا ہوا کرتا ہی خدا جانے کس کس کو کس کس سے ضرورتیں پیش آتی ہیں اور کس کس کے نتیجہ میں انسان پھنس جاتا ہے اور کس کس سے کس کا کام کس وضع کا نکلتا ہی انسان کو اپنی وضع ایسی رکھنا چاہئے جو بے ضرر ہو اور بے غرض ہو ایسے آدمی کو اگر کوئی مشکل وقت آئے گا تو ہر شخص سے اوس کا کام بہ آسانی نکل جائے گا اگر دلوں میں بل رہے گا تو کاموں کے نکالنے میں

دقتیں پیش آیا کریں گی۔ پرانے لوگ بے غرض تھے لوگوں کے دل جوئی مدارات کیا کرتے تھے بے غرض مخلصانہ ملا کرتے تھے۔ صلاح الاباء - فلاح الابناء بزرگان کی بھلائی کرنے کا نتیجہ آئندہ نسلوں کے لئے مفید ہوا کرتا ہی سلاموں کا کرنا خود ہی اپنی ذات کے لئے مفید نہیں ہے ہم خرمہ و ہم ثواب ہے اپنے کو ثواب اور آئندہ والوں کے لئے فائدہ بے حساب ہے پرانے خاندان والے بیوقوف نہ تھے وہ آئندہ کو سوچا کرتے تھے اون لوگوں نے دنیا کی ٹھوکریں کھا کھا کر مواقعات کو دیکھ دیکھ کر اپنے کو درست کر رکھا تھا۔ جو آج ہم لوگوں کے کام آرہا ہے مگر آج کل کے دنیا والوں کی تعلیم جدا گانہ ہے وہ اپنے اپنے زیست ہی کو خودداری اور عزت داری جانتے ہیں غربت اور مجبوریوں کے وقت بڑے بڑے عقلا کی خودداریاں بیکار ہو جاتی ہیں برے وقت میں آدمی کو ادنیٰ ترین کی خوشامدین کرنی پڑتی ہیں اوسوقت ساری داشت ہوا ہو کر رہتی ہے اور بدترین خلائق کی بات برداشت کرنی پڑتی ہے آدمی اپنی وضع ہی ایسی کیوں نہ رکھے جو نہ چنداں نہ چندیں نہ بے حد خوددار رہے نہ بے حد انکسار رہے اپنے چلن کو حد

اعتدال کے اندر رکھکر زندگی بسر کرے جو ہر وقت ہر موقع پر کام دے سکے کم سن عزیزوں اور ملاقاتیوں کو دنیا کے ٹھوکروں کا مقابلہ ہوا ہے خدا نہ کرے ہوا ہو سو قت راقم کے چند سطروں کو پڑھکر ملا تے جائیگا تو نفع پائیگا۔

۱۳۸ محمد وزیر عطّار کا مکان امتھا ایں تھا

یہ دو بھائی تھے ایک محمد نظیر تھے دوسرے وزیر میاں لودی کٹرہ کے یہاں مصاحب تھے اون کی اولاد تھی یہ خبر نہیں کیا ہوئی۔ محمد وزیر نے باڑہ کے گلی کے موڑ پر عطاری کی دوکان کھولی تھی اور اچھی ترقی کرلی تھی پیر بخش درزی کے مکان کے بغل میں پختہ مکان بنا لیا تھا زندگی آرام کی گذاری ادھیڑ ہو کر مرے اولاد ہے دوکان بھی ہے لڑکوں نے گھر سنبھال لیا۔ ان سے کچھ سسرالی قرابت راقم سے بھی تھی یہ ملنسار تھے لودی کٹرہ کے سب لوگ مانتے تھے۔

۱۳۹ حکیم قربان کا مکان ہنوز باغ کالوخان

میں موجود ہے اون کی ایک لڑکی تھی وہ محمد صغیر نامی ایک شخص سے بیاہی تھیں وہ لاولد تھیں اونہوں نے محمد نظیر کی پرورش کی تھی حکیم قربان سے راقم کے

خوشدامن سے قرابت قریب تھی وہ بہت بوڑھے اور پرہیزگار آدمی تھے۔ محمد صغیر بہت نیک مزاج آدمی تھے محمد صغیر کی بی بی سے آمد رفت راقم کی اہلیہ سے بہت تھی دونوں قریب تر رشتہ کی بہنیں ہوتی تھیں حکیم صاحب کا برتاؤ بالکل اخص لوگوں جیسا تھا وہ خدا رسیدہ بزرگوں میں تھے محض فقیرانہ زندگی گذار گئے۔ محمد صغیر لکھمی واحد علی کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے اون کی اہلیہ ہنوز زندہ ہیں محمد نظیر کی بی بی آتو جی کا کام کرتی ہیں وہ کسی اسکول کی ملازم ہیں

نمبر ۱۴۱ حاجی محبت مغلپورہ کے رہنے والے باورچی کا کام کرتے تھے ان کے شاگرد شہر میں بہت ہوئے یہ کھانے پلاؤ قورمے مضعفر شولے میٹھے ٹکڑے مرغ مسلم اور عمدہ عمدہ ہندوستانی کھانے خوب پکاتے تھے اور تمام شادیات میں بڑی بڑی تقریبوں میں تمام یہی کام کیا کرتے تھے ان کے ساتھی اور ماتحت بہت تیار ہوگئے اب محلہ محلہ باورچی ہوگئے پہلے سارا شہر حاجی محبت ہی کا دم بھرتا تھا انہوں نے اس پیشہ کو بڑی خودداری کے ساتھ برتا سوان کے کسی باورچی کی مجال نہ تھی نہ ایسا تک ہے کہ رؤسا کے ساتھ بیٹھکر باتیں کرسکے یا

اون کے دسترخوان پر ساتھ کھائے ان کی خودداری اور کمال نے ان کو ایسا موقع دیا تھا چونکہ اور اور پیشہ بھی یہ کرتے رہے اس لئے بے نیاز تھے لوگ ان کو خود بلا بلا کر ان سے کام لیتے رہے۔ باورچیوں کی جو عادتیں ہوا کرتی ہیں وہ ان میں نہ تھیں باد یانت کام کرتے رہے۔ اس لئے ان کی قدر تھی۔ آج کل کی طرح تہہ دیگی میں بے ایمانی اور باورچی خانہ کی چوریاں نہ تھیں لوگ ان کے سپرد پورا باورچی خانہ کر دیتے اور وہ خود سارا انتظام خود کر لیتے اور حفاظت بھی کرتے اس لئے یہ نامور ہو گئے دیانت ہی عجیب چیز ہے خود بخود اس صفت کی وجہ سے انسان میں ایک طرح کی عزت پیدا کر دیتا ہے۔ جب سے باورچیوں نے بے ایمانی اور چوریاں آغاز کر دیں ہیں یہ گروہ بے عزت ہو گئی۔ ہر باورچی خانہ میں ایک سخت آدمی جنگر نگراں بتایا جاتا ہے اور پھر بھی ناتجربہ کار آدمی بھاگ کھا جاتا ہے۔ ان کے نانی حافظ ہیں جن کا تذکرہ حفاظ کے کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اب وہ بہت سن دار ہو گئے ہیں اور گوشہ نشین ہو گئے ہنوز زندہ ہیں انھیں کے قریب جمہو خلیفہ رہتے ہیں وہ درزی کا کام کرتے ہیں ان کو اکھاڑہ وغیرہ کا شوق ہے چنانچہ چوک پر کے اکھاڑوں کا

اہتمام ان کے ہاتھ میں تھا اب یہ بھی بوڑھے ہو گئے ہیں۔
اور ہنوز زندہ ہیں اور درزی کی دوکان چونکہ یہ
کرتے ہیں

۱۴۱ محمد وزیر کا بھی مکان مغلپورہ میں تھا

یہ رفوگری کا کام کرتے تھے ان کا کارخانہ اچھا خاصا خوب چلا ہوا
تھا۔ مگر رفوگروں کی حالت یہ ہے کہ ان کے یہاں ہر قسم کے
لوگ کاریگر رہتے ہیں ہر مزاج کے ہر چلن کے آدمی سے سروکار
رہتا ہے اکثر کام میں نقصان دینے والے گروہ ہے اکثر کارخانے
کاریگروں کے بدولت اور بعض اپنی نیت کی بدولت خراب
ہو جاتے ہیں بعض کو تو ایسا دیکھا ہے کہ جھوٹے مال لگا دیتے
ہیں اور سچا کہکر دام لیتے ہیں نفع میں تو رہے مگر چند روز
بعد سارا کام سیاہ ہو جاتا ہے پھر گاہک رخ نہیں کرتا
اور یہ راز چھپ نہیں سکتا ایک کان دوکان ہو کر باتیں
مشہور ہو جاتی ہیں اور کارخانہ بند ہو جاتا ہے اور
کوئی آدمی توجہ نہیں کرتا۔

۱۴۲ افضل علی خاں کا مکان مغلپورہ

میں تھا یہ مکان زمان گندھی اور مولوی سعید شمس العلماء کی
خانقاہ کے قریب میں تھا یہ نواب ولایت علی خان بہادر
سی، ایس، آئی گذری کے یہاں کارپرداز تھے نواب صاحب

ان کی عظمت کرتے تھے بڑی عزت کے ساتھ زندگی گذار گئے
یہ خانقاہ منگل تالاب کے مرید تھے ان کے بیٹے حشمت علیخان
بھی اپنے باپ کی جگہ یہ ہوئے وہ بھی جوان ہی مر گئے
بڑے آزاد منش آدمی تھے اور رندانہ زندگی رہی راقم
کے کلاس فیلو تھے۔ رحمت علی خاں ان کے دوسرے
بھائی تھے اوسط زندگی بسر کر کے جوان ہی مر گئے اون کے
ایک بھائی اعظم علی خان تھے یہ محمڈن اسکول میں ہیڈ ماسٹر
تھے مدتوں سٹی سکول میں رہے پھر وکالت پاس کیا مگر نہ
چلی پھر محمڈن اسکول میں عمر بھر رہے یہ منگل تالاب پیر ماموں
قبلہ سے مرید تھے بڑے عابد زاہد خدا پرست نیک دل
نیک طبیعت روزہ نماز کے پابند تہجد گذار زندگی گذارا پانچ
سات برس ہوا ہے انتقال کر گئے ان کی اولاد ہے ان میں
ڈاکٹر صدر الحق کے لڑکے مولوی عین الحق صدر اعلیٰ سے بہت
ربط تھا اب اس کی خبر نہیں رہا ہے کہاں ہیں خاں صاحب ۵۰
سے اوپر اور ۶۰ کے اندر ہی مرے ان کے بہنوئی حافظ
عبد الغفور رہتے تھے اون کے انتقال کو ۲۰ برس سے زیادہ ہوا نیک
عمدہ آدمی تھے اور قرآن بہت اچھا پڑھتے تھے تجارت کر کے
گذران اوقات کرتے تھے خاں صاحب کے اولاد چھ میں
بیاہے ہیں۔ افضل علی خاں کے بڑے بیٹے عبد العلی خاں تھے

وہ بہت نیک اور پرہیزگار آدمی تھے مگر کچھ مخدرات کا استعمال تھا دنیا میں وہ نام و نمود نہیں کر سکے اون کے لڑکے تھے وہ بھی پیری مریدی کر کے کھانے لگے تھے کسی دیہات میں رہتے تھے ایک لڑکا اونکا اقبال نامی ہے جو خدمتگاری کرتے ہیں یہ خدا کی شان ہے ایسے اچھے خاندان کا لڑکا اس قدر بے حرمتی کا کام کرتے ہیں یہ فقط فیضان صحبت کا اثر ہے وہ مخدرات کے عادی ہیں اوسی قسم کی صحبت ہے مزاج کی ترکیب بدلی ہوئی ہے اوس کا خمیازہ اوٹھانا پڑتا ہے بد صحبت کا نتیجہ خود انسان کو ملتا ہے۔ اس خاندان میں اب کچھ عورتیں ہیں کچھ خبر نہیں ہے کس طرح گذران ہوتا ہے اعظم علی خاں مرحوم سارے گھر کو سنبھالے ہوئے تھے اپ نے فقیرانہ گذر گیا کنبہ پروری کیا باوجود انگریزی دانی اور دو کالت پاس کرنے کے ان میں مذہبی احترام بہت تھا پیر پرست تھے صوفیت کا مذاق تھا ان کو کیفیت بھی مجلسوں میں آیا کرتی تھی انکی قرابتداریوں کا مفصل حال راقم کو معلوم نہ ہو سکا کون کون قرابتدار ان کے ہیں یہ لوگ پٹھان تھے اقبال ایک لڑکا اس خاندان کا زندہ ہے جو تمام حالات سے واقف ہوگا خاں صاحب کے لڑکے کو وقت آیا کرتا تھا اس لئے وہ عرس

ولد عبدالعلی خاں

معذور رہے اور دنیا کے کسی کام کا نہیں رہے ہنوز مکان
موجود ہے خاں صاحب کے یہاں ہفتہ میں ایک دن حدیث
خوانی کا ایک جلسہ ہوتا تھا شاہ حبیب الحق صاحب جا کر
فرماتے تھے مولوی قیوم صاحب صادقپوری ضرور شریک
ہوا کرتے وہ بھی اوسی اسکول میں ملازم تھے غربا بھی جمع ہوتے
چائے بھی چلتی تھی حقہ بھی رہتا تھا خاں صاحب
نے اس جلسہ کو زندگی تک نباہا۔ اب کوئی جانشین نہیں ہے
کون نباہ سکتا ہے نواب ولایت علی خاں صاحب انلوگوں
کا احترام و خیال کرتے رہے نوابوں کا ہندوستانی دربار
ایسا ہی ہوتا ہے وہ نسلاً بعد نسلاً کا خیال رکھتے ہیں ہندوستانی
دربار انگریزی دربار نہیں ہے کہ پنسن کے بعد پھر کچھ خبر
نہیں رہتی کوئی برتاؤ آقا اور ملازم کا نہیں رہتا۔ ہندوستانی
درباروں میں پشتہا پشت تک کی مہربانیں ہوا کرتی ہیں
اگرچہ لوگ بے وقوف کہیں گے مگر کسقدر انسانیت کی
بات ہے عمر بھر جو شیوہ کرے اوس کی اولاد ماری
پھرے جب ایسا تھا تب ایسا تھا کہ آقاؤں پر ملازم جان
قربان کر دیتے تھے ایمان کھو دیتے تھے اور آقا پشتہا
پشت تک خدمت پسند رہا کرتے تھے اب تو بیدیہ کا لوپس
پیسے ہی کا پیشہ دار کارہ گئی بدخواہی ہو کر اوا نہیں نہ ایمانیوں ہے تحفہ اولٹ دیا ہے

۱۴۳ حسن مرزا بکی گوریا میں رہتے تھے ان کے والد علی مرزا
تھے یہ شیعہ مذہب آدمی تھے کچھ روپئے ان کے پاس تھے
اوسی سے کاربار کرتے ہوئے اپنی زندگی اچھی گذار گئے
مدتوں یہ مکان مین شاہ وجیہہ الحق صاحب کے کرایہ دار تھے
پھر کچھ ایسے اسباب پیدا ہوگئے کہ آپس میں نفاق ہوا اور ان کو
مکان بدلنا پڑا۔ اور یہ بکی گوریا مین جا بسے۔ علی مرزا صاحب
پچاس برس کا سن پاکر مر گئے اون کے بیٹے حسن مرزا تھے
وہ بھی باپ ہی کی طرح زندگی بسر کر گئے ان کے وقت مین
روپئے تو زیادہ ہو گئے مگر باپ کی سی بابت نہ رہی۔ اس خاندان کی
ایک لڑکی ہنوز زندہ ہے جس کے اکثر مقدمات بھی ہوئے۔ اور
کاغذات سے کچہریوں کے پتہ چلسکتا ہے کہ اوس کی شادی
کہاں ہوئی۔ راقم کو یاد آتا ہے کہ سٹی کورٹ مین بھی کچھ
دعویٰ ہوا تھا۔ یہ خاندان برباد ہو گیا۔

۱۴۴ ڈاکٹر عبداللہ ڈاکٹر وزیر خاں کے لڑکے

بچھم کے رہنے والے مکہ سے حاجی وحید الحق مرحوم پیر الٰہواں
کے ساتھ آئے چند روز پیر الٰہواں میں رہے پھر راقم کے
مکان میں چند برس رہے یہاں مطب کھولا مگر نہ چلی۔
پھر انھوں نے صدر گلی میں ایک عطار کی لڑکی سے عقد
کرلیا چند لڑکیاں ہو گئیں انکی مکہ کی رہایش۔ راقم نے

بچشم خود مکہ ہی میں دیکھا اسقدر آرام وچین کی زندگی انہوں نے
گذارا کہ متمول عربوں کے مطابق چلتے تھے اسباب بھی
وافر تھا ان کے والد مکہ میں مہاجر تھے۔ بس شادی کرتے
دیر نہیں کہ کثیر الاولاد ہوگئے رفتہ رفتہ بہت مفلوک الحال
ہوگئے اس شہر میں ان کو احباب کا دست نگر ہونا پڑا
مگر بچوں کی پرورش تو لازمی تھی کوئی دقیقہ ان کے تکلیف
کا باقی نہ رہا ان کی زندگی قابل افسوس ہوگئی اور بڑی
بڑی مشکلیں ان کو جھیلنا پڑیں لڑکیاں ہی لڑکیاں تھیں
بمشکل سب کی شادی کردی تب بھی ان کو تکلیف رہی پھر
ان کی اہلیہ نے قضا کیا پھر بعض لڑکیوں نے قضا کیا ہر طرح
کی تکلیف جسمانی اور روحانی ان کو اٹھانی پڑی آخر کار
ایک لڑکی میاں اشرف کے پوتے سے پھلواری شریف
میں بیاہی تھی وہ بھی قضا کر گئی چند بچیاں چھوڑ گئی ان کو
پرورش کرنا پڑا۔ داماد نے دوسری شادی صفی پور میں
کرلی یہ پھلواری میں ساکن ہوگئے وہ لڑکی اپنے چچا کے
لڑکے سے بیاہی گئی اب ڈاکٹر صاحب بے پناہ بے یار و مددگار
تن وتنہا بیمار بوڑھے اکیلے مکان میں پڑے ہیں نہ یہ چل
سکتے نہ پھر سکتے نہ کوئی آمدنی ہے نہ کوئی پرسان حال ہے
مکہ چھوڑنے کے بعد اور حاجی وحید الحق مرحوم کے مرنے کے بعد

انکی تقدیر پھر گئی ان کی مصیبتوں پر توجہ کر کے راقم کو حیرت
ہوتی ہے اور عبرت ہوتی ہے کیونکر اتنی تکلیفیں خدا نے
ان سے برداشت کرا دیا مگر یہ آدمی اب تک اس حال میں
بھی جواد سخی مہمان نواز ہیں وہی عربوں کی عادت ان میں
موجود ہے۔ کوئی مہمان بھی بلا ناشتہ و چائے کے واپس نہیں
آسکتا حالانکہ بالکل توکل ہے مولانا سلیمان صاحب کا
دم پھلواری شریف میں غنیمت ہے جو ان کی امداد کرتے ہیں
اکثر وقتوں میں ان کی چائے و ناشتہ اور کھانے سے خبر
لیتے ہیں۔ مولانا سلیمان صاحب کی لائف قابل دید ہے
پھلواری شریف کے حالات میں ملیگا۔ عربوں کے عادات
سے راقم خود بھی واقف ہے۔ بڑے بے مروت اور سخت
ضرور ہیں مگر بڑے مہمان نواز ہوا کرتے ہیں یہ خاص تعلیم
مسلمانوں کی ہے۔ مہمان نوازی میں خوش دلی اور
مہمان نوازی کی خوشی جیسی عربوں ترکوں کو ہے اور
مسلمانوں کو ہوا کرتی ہیں کسی قوم میں یہ باتیں نصیب
نہیں ہیں۔ آج کل تو لوگ مہمان کو بلاے بے درماں جانتے
ہیں اور در حقیقت آجکل والے مہمان بھی بیوقوف بناتے
ہیں آج کل تو یہ تعلیم ہے کہ عقلمند کھا جاتے ہیں اور
بیوقوف کھلاتے ہیں جہاں یہ خیال پیدا ہے وہاں

کسکی ہمت ہوسکتی ہے کہ کھلائے اور بیوقوف بنے اب تو مہمان نوازی کی ثواب سے انسان فیضیاب نہیں ہوسکتا مہمان نوازی ثواب کا کام بے وجہ نہیں تھا اس کے اندر بڑا بھاری راز بھی پوشیدہ تھا۔ دل جوئی اور اظہار ہمدردی اور تکمیل انسانیت حسن اخلاق انداز رہایش و تہذیب و تربیت خلق دلی رحم دلی اور بہتیری باتیں اس کے اندر پوشیدہ ہیں۔ دعوت شیراز میں تکلف نہ تھا اب تو نمایش مارے ڈالتی ہے۔ مثلاً کسی مہمان کے لئے آپنے اگر تکلف کیا تو کئے دن تک آپ اوس کو برداشت کر سکتے ہیں انکی مالی حالت کہاں تک اجازت دے سکتی ہے آپنے خوش دلی اور سخاوت برتا ہے یا نیک دلی سے کام لیا ہے رسول نے جو سادگی کو ہر بات میں شرف دیا ہے اوس کے اندر یہی بات ہے کہ دعوت شیراز میں ان کی اندرونی حالتیں بالکل پوشیدہ رہجاتی ہیں بنوٹ کا پتہ چل جایا کرتا ہے نمایش کا حال کھل جاتا ہو اسلامی تعلیم میں ہر جگہ یہ نمائش اور بنوٹ بالکل ناجائز ہے اے ذوق تکلیف میں ہے تکلیف سراسر روزمرہ کی رہایش اور طرز و انداز کے موافق بلا جبر جس کام کو ہمیشہ کرتے رہے کچھ بھی تکلیف محسوس نہ ہوگی آپ کی تعلیم و تربیت کا راز آپ کی طرز معاشرت سے ظاہر ہوجایا کرتا ہے ان کے جذبات اندرونی اور سلیقہ

کا حال ان کی رہائش اور روزمرہ کی عادتوں سے کھل جاتا ہے
مہمان نواز بھی اپنی حیثیت سے زیادہ نمائش میں اور دکھاوا
نہیں کرتے روزمرہ کی معمولات میں کچھ اضافہ ہو جانے سے انکی
مالی حالتوں پر برا نہ اثر ڈالتے ہیں ان کو بل پیش کرنے کی ضرورت
نہیں ہے جیسے آپ اپنے ویسے آپ کا مہمان مثل اپنے گھر
کے آرام پا سکتا ہے وہ خلوص جواب برتتے ہیں اوس کا وہ
مشکور ہو جاتا ہے۔ ہمدردی اور دوستی ہو جاتی ہے امداد
قوم امداد انسانی کا ظہور ہوتا ہے اخلاق حمیدہ اور صفات۔
پوشیدہ کا نمود ہوتا ہے مہمان نوازی نام کی ایک صفت ہے
مگر اس کے اندر سیکڑوں رموز پوشیدہ ہیں البتہ موجودہ
وقت کے لوگوں کے ساتھ ایثار کرنا بھی مشکل ہو گیا ہے جاں
مہمان خود اپنے کو آپ ذلیل و خوار بناتے ہیں نہ مسافر ہیں
نہ ملاقاتی نہ ضرورت ہے نہ کبھی کے ساتھی نہ صاحب نہ سیاست
بے وجہ کبھی کسی کے گھر جا دھمکے وقت بے وقت ہونا کارے نکمے
ہمیشہ وریح ہلائے بلا وجہ بے ضرورت دسترخوان کے
کے بلی بنے بیٹھے ہیں۔ ان بے حسوں کو کسی کے وقت کی قدر
نہیں کا ئی آدمی غریب ہو یا امیر مفت کی مصاحب بنکر اپنا
وقت کیونکر ضایع کر سکتا ہے۔ ایک بلائے مستر آئے یہ تو
کسی مذہب اور رسو سائٹی میں روا نہیں ہے۔ جہاں جانے کی اجازت

فرمائے مجھے دودھ کی چائے چاہیئے مجھے سادی چاہیئے مجھے
پان میں الائچی کی عادت ہے نہ مجھے یہ چاہیئے وہ چاہیئے اسکا
حق تو مہمان کو نہیں ہے المہمان کلاسٹر بنکر مہمانی ہونا چاہیئے
جہاں میزبان بیٹھائے بیٹھے جو اوسے میسر ہے کھائے جو
بات آپ کی عادتوں کے خلاف ہی معذرت کریجئے اور قبول
نہ فرمائے جب جاکر آپ مہمان بن سکتے ہیں اور کوئی مرد مسلمان
آپ کا میزبان ہوسکتا ہے جہاں آپ نے اپنے احاطہ مہمانی کے
دائرہ سے کوئی بات باہر کی میزبانی پر جبر ہو جائے گا آپ احسان
نہیں مانتے اس کا شکریہ نہیں کرتے ایک آدمی ان کی آرام رسانی
کو ان کی خدمتگزاری کو بے وجہ حاضر ہے سا اور آپ اس کو جان
وحال و وقت و عادات واخلاق پر چھری چلانا چاہتے ہیں
تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ وہ رفتہ رفتہ پہلوتہی کرے گا۔ آپ خود ذلیل
ہوں گے اور اپنے مہمان کو بھی ذلیل فرمائیں مہمان کو تو مثل
خوشبودار پھول کے رہنا چاہیئے۔ ان کی مہمانی کی خوشبو سے
میزبان کو فرحت ہو اور وہ ان کی خوشبو سے اس کا دل دماغ
معطر اور خوش رہے اگر یہ صلاحیت نہیں ہے تو ہم پر خود
کسی کا مہمان ہونا اخلاقی اصول پر حرام ہے۔ اسلام نے انہیں
باتوں کی تعلیم دی ہے کہ مہمان کو سرامور کی تہذیب برتتے ہوئے
اور مہربانی کی ہر بات پر توجہ رکھتے ہوئے۔ آپ مہمان ہو سکتے ہیں

اور میزبانی پر مہمان نوازی واجب ہے۔ اگر مہمان اپنے حد
مہمانی سے تجاوز کرتا ہے تو میزبان بھی چشم پوشی ضرور کرنے
لگتا ہے ایسی باتیں مہمان نواز ملکوں میں نہیں ہیں تمام سوسائیٹی
کا ایک رنگ ہے اس لیئے وہاں برت لینا کوئی مشکل بات نہیں
ہے۔ ہندوستان میں جہاں سوسائٹی کا رنگ ہی نرالا ہے
اسلامی اصول کو برتنا ناممکن الوقوع ہو گیا ہے۔ مصرعہ
اگر گویم زباں سوزد وگر دم درکشم پرسم کہ مغز استخواں سوزد
ہے جو جتنا بڑا مہمان آیا اُتنا ہی مصیبت اور آفت کا سامنا
ہو گیا۔ یہ لانا وہ لانا۔ کرسیاں لانا سگریٹ لانا جرمن والی
چینی لانا کہاں جاؤں کہاں لاؤں کدھر بٹھاؤں۔ الغرض مہمان
کیا آئے بھاری انتشار لائے اگر کہیں کوئی مذہبی مقدس آئے
تو کفر و اتحاد تھپے لائے سر پر آفت آئی ایک مہمان کے ساتھ
بیسوں مضافات موجود ایک کے خاطر کرنا گویا شرعی بارات
سمانا پڑا۔ سعادت کیا سمجھئے آفت سمجھنے لگے پھر تو جناب
ایک ساتھی سمدھی بنا بیٹھا ہے ہر ایک کی فرمائش اُدا کیجیے
ایک ایک کا آوازہ سننے کا دل طیار کر لیجیے۔ چلتے وقت گھر کے
جمع بھی لائے اور چار دن مہمان کھلائے بقیے آئندہ چار مہینے
فاقہ اُٹھائے اگر اس کا نام مہمان داری ہے تو ٹھیک صاحب
لوگوں کے طرح ان اخلاقوں سے باز آئیے۔ اور ملکوں میں ایسی

اونہیں
باتیں نہیں ہیں اس لئے اخلاق وسیع اور اوصاف حمیدہ قائم رہے ہیں ڈاکٹر صاحب مذکور گو زولیدہ حال میں ہیں مگر انسانیت شرعی اور عادات حربیہ میں بالکل فرق نہیں آتا افسوس ہے جہاں وہ ہیں وہ اُن کے لئے موضوع نہیں ہے اور قدر نہیں ہو سکے وہ ایک زندہ نمونہ ہیں جن سے آدمی صبر و استقلال چشم دید دیکھکر سیکھ سکتا ہے اونکی رہائش اور معذوری سے آدمی کو رحم دلی خودبخود پیدا ہو سکتی ہے اور پھر ان معذوریوں پر وہ خوش اخلاقی سے ملا کرتے ہیں راقم نے آدمی کو کبھی کسی امر کا شاکی نہیں پایا اونہوں نے اپنے نہ غرض بیان کی نہ دست سوال پھیلایا۔ راقم کے ساتھ دس دس آدمی گئے اور سب چاے اور ناشتہ ایک ہی نمرہ بسکٹ کا ضرور کھلایا بعض دفعہ ایسا ہی موقع آیا کہ اونہوں نے صاف ظاہر کر دیا کہ بھائی چینی نہیں ہے نمک دے کر چاے قبول کر لو اون کے اس سادگی اور معذوری پر بہت خوشی سے اور جو صلے سے نمکین چاے سادی قبول کرتا ہوا اور اس خلوص کی چاے کو بڑی چاہ سے پیکر بڑا لطف ملا افسوس ہے کہ میر محمد دفتری بازار مولوی وحید صاحب رو ا ہی مولوی آل احمد صاحب اونہا ی نہ رہے وہ بوڑھے ان کی گذشتہ زندگی کے دیکھنے والے تھے مولانا یمان صاحب

ان کے بے حد قدر داں ہیں ان کو مدنی صاحب کہتے ہیں ان سے کے ہر حال کے شریک ہیں ان کے گھر جاتے ہیں یہ کوئی فقیر آدمی نہیں ہیں فقیری ان کی فقط فاقہ کشی کی ہے قناعت کی ہے ریاضت تو نہیں سکتی معذور ہیں مگر ان کو نہ کھکر فقر ضرور ہوجاتا پڑتا ہے ان کی عمر قریب اسی کے ہے یہ صدر گئی شاہ کی اہلی میں بہت رہے ان کے لئے شادی مناسب نہ ہوئی شادی کے بعد سے کثیر الاولادی پھر کثیر الاموانی اور بے شغلی روزگار نے انکو بہت پریشان کیا۔ بلا روزگار کے آدمی کو شادی کرنا ایک عذاب ہے شریف غریب کو تو جب تک خودمختار زندگی کی صلاحیت نہ ہو اور کوئی ذریعہ مستقل آمدنی کا نہ ہو شادی کرنا ہی اپنی زندگی کو برباد کرنا ہے ہاں وہ گروہ جن کے بی بی بچے خود کما لیا کرتے ہیں ویسے تو نہیں ہیں چار چار عورتیں کر لیتے ہیں ان کے بی بی بچے کما کر خود پل جاتے ہیں بلکہ ایسے لوگ تو رئیسوں کے ماماؤں سے خاصکر باورچیوں سے ضرور تعلق رکھتے ہیں اور رئیسی کھانے ان کے گھر پہونچا کرتے ہیں انہیں ماماؤں کے ذریعہ سے رئیسوں کے گھروں کے نایاب مال ان تک پہونچ جاتے ہیں چوریوں کا انتظام ہوا کرتا ہے ان پر بروقت شادیاں جائز ہیں۔ شرفا کی تو موت ہی بہتر ہے اور ننگوں دلچوں کے لئے ہر شادی ایک آمدنی کا ذریعہ ہے۔

۱۴۵ خواجہ سلطان جان کا مکان دو ہے جس پر اب
مدعو میاں سا ہیا یہ ایک رئیس مغلیہ یا خواجہ خاندان کے تھے ان کی
والدہ حکیم بی بی صاحبہ کو راقم نے دیکھا تھا وہ بڑی قوی الجسم
بہت بوڑھی آدمی تھیں اور ان کی ہمشیرہ خان بیگم صاحبہ بھی حال
کی بالکل فوتو تھیں یہ دونوں عورتیں شہر میں نذی کے حیثیت سے
یکتائے روزگار تھیں اور اعتقاد کی نمونہ تھیں خواجہ زادوں میں
پیر پرستی کا مادہ بہت رہتا ہے خان بیگم صاحبہ راقم کے نانا
سجادہ نشین منگل تالاب کی مرید تھیں راقم اونکو مثل خالہ
کے مانتا رہا والدہ ماجدہ کو وہ بو بو فرمایا کرتی تھیں بیگم صاحبہ
کے شوہر ہتھیاواں کے ایک سلطان خاں نامی تھے اونہوں نے
اپنی زندگی مخدرات اور مسکرات میں گذاری اور صدر گلی
میں رہا کرتے تھے زن و شو میں ساز نہیں رہ سکا اونکی طبیعت
بیگم صاحبہ کے خلاف مزاج تھی یہ مذہبی خیال کی عورتیں روزہ
نماز کی پابند اور وہ رند مشرب آدمی تھے وہ علی مرداں خاں
کے خاندان کے آدمی تھے ہتھیاواں میں اون کے لوگ زندہ
ہیں خان بیگم صاحبہ آخر عمر میں مونگیر میں رہتی تھیں وہیں قضا بھی
کیا خواجہ سلطان جان کی آمدنی بہت اچھی تھی رئیسی ٹھاٹھ
سے رہتے تھے ان کی اور بہن بھی تھیں ایک بہن کی اولاد
میں خواجہ تقی جان صدر اعلیٰ تھے یہ بارسٹر بھی تھے بڑے

نازک اور حسین اور دل کے نیک نیت منکسر ملنسار آدمی تھے
مذہبی خیالات درست تھے تکیہ شاہ گھسیٹا پر امیر میاں سجادہ نشین
کے مرید تھے باوجود انگریزی وضع اور طرز معاشرت کے پابند
روزہ نماز کے رہے جوان ہی مر گئے اونکی اولاد بھی ہے
یہ خواجہ سلطان کے خویش بھی تھے ایک خالہ ان کی وہ تھیں
جنہوں نے ڈاکٹر ایثار الحق ساکن دربھنگہ کو مثل اولاد کے پرورش
کیا شادی بیاہ کیا وہی اون کے جانشین رہے ڈاکٹر صاحب
بہت اچھے آدمی تھے مولود وغیرہ بھی بیگم صاحب کے مکان میں
ہوا کرتا تھا محلہ کے لوگوں سے ڈاکٹر صاحب سے ربط تھا لوگ
اون کے ملاقات کو جاتے اور یہ اخلاق سے پیش آیا کرتے انہوں
نے اپنی زندگی چین سے بسر کیا اونکے ایک لڑکے بہار میں ڈاکٹر
مولا بخش کے لڑکی سے بیاہے گئے۔ ڈاکٹر مولا بخش ڈاکٹر قیوم صاحب
کے والد تھے ایک بہنوی ڈاکٹر قیوم کے ڈاکٹر لطیف صاحب
کاغذی محلہ بہار میں ڈاکٹر قیوم صاحب متول میں مولوی خلیل مرحوم
کے خاندان میں بیاہے گئے ہیں ڈاکٹر ایثار الحق کے دو لڑکے
تھے ایک کا نام پیارے میاں دوسرے لڑکے کا نام ننھا میاں ہے یہ دونوں
ہنوز زندہ ہیں ان لوگوں کو مریدی کا تعلق متین گھاٹ میں
خانقاہ شاہ عزیز الدین مرحوم سے تھا بیگم صاحبہ کے مرنے کے
بعد اپنے وقت تک ڈاکٹر ایثار الحق نے بیگم صاحبہ کا گھر روشن

رکھا اب وہ میدان ہے اور کھیت ہے اوسمیں ایک بنگلہ
عمدہ تھا اندر بڑی عمدہ حویلی بنی ہوئی تھی اس مکان میں مولوی
آل صاحب وہاں کی مدتوں کرایہ میں رہے پھر ڈاکٹر صاحب خود
رہتے تھے پھر مولوی وجیہہ رجسٹرار رہے متروکہ تقسیم ہوا
بس شرکت کی ہنڈیا چورا ہے پر ہوگئی ویران ہوگیا مسلمان
اگر اجمالی خاندان رہتے تو ہرگز کوئی خاندان برباد نہ ہوتا
الگ ہوجانے پر بھی اگر مکان کی قیمت لیکر ایک شریک اگر
دوسرے کو دیدیا کرتا تو بھی آبائی نام ونشان قائم رہ سکتا
مگر یہ مسلمانوں کی فطرت میں اب نہیں ہے یہ لوگ آپس میں
لڑتے ہیں اور آبائی نام ونشان کو خود مٹاتے جاتے ہیں اسلئے
خدا بھی اس گروہ کو جو اپنے ہاتھوں اپنے کو مٹاتے ہیں ان کی
مدد کو تیار نہیں ہے وہ بھی ڈھیل دئے جاتا ہے اور یہ گروہ
پستی میں دھستی جاتی ہے مسلمانوں کا کوئی گھر جو شرکت میں
پڑا ہے آباد نہیں رہ سکا الا ماشاء اللہ کوئی کوئی گھر
تقسیم ہوکر بہ نیت مبدلہ تنزل یا بہ حق تدبیر ہو رہا ہے مگر ایسی
مثال کم ہے گویا نایاب ہیں خواجہ کلن جان کے بعد یہ گھر برباد
ہوگیا میدان ہوگیا اب یہ جگہ اون کے سالے مدھو میاں کے
متعلق ہے جن کے پاس وسعت وہ نہیں رہی جو اپنے والد کے
در بیٹھے پردہ سے رکھیں شریفانہ زندگی گذار رہے ہیں اب اپنے لڑکے

کی شادی گیا میں امیر جگہ کر لی ہے اب شاید مالی حالت ترقی
پذیر ہو سکے مختصر سا مکان رہ گیا ہے بقیہ ساری زمین کھیت ہے
اسی میں سے ایک جزو بند و بست یکہ قاری صاحب نے
اپنا ایک مکان بنایا قاری صاحب کا مکان اسلام پور میں تھا
مدتوں وہاں رہے پھر یہ چلے آئے قاری صاحب بھی صاحب اولاد
ہیں باپ بیٹے سب خوش آواز ہیں اب شادی بیاہ بھی اسی شہر میں
ان کی اولاد کا ہے خواجہ سلطان جان گرم مزاج کے آدمی تھے
بہت گورے بہت لحیم وشحیم آدمی تھے آخر میں ان کے خون میں
جوش آگیا تھا اور معذور ہو گئے تھے خواجہ تقی جان کے ایک منکوحہ
عورت سے جو راقم کے مکان کے بغل میں ساکن تھی قصائن کی
لڑکی کہلاتی ہے بعض اولادیں جو کلکتہ میں کسی معمولی ملازمت
میں ہیں اچھے اچھے اونچے اونچے گھروں کے حالات اس شہر
میں اکثر خراب ہو گئے یہ گھر مقدمہ بازی اور فضول خرچی سے تباہ
ہوا اس گھر میں آوارگی نہ تھی آوارگی کا مارا پنپ بھی جاتا ہے
جونک آئی تو انسان سنبھل سکتا ہے جس گھر میں جگاہوا اوستی گھرت لگ
لگتا ہے جس گھر میں مقدمہ پیدا ہوا وہ مٹتا ہے پنپ نہیں سکتا
وہ گھر گھرانے گھر لیار ہوتے ہیں یہ مقدمہ بازی کا نتیجہ ہے
کہ زمینداروں کی سوسائٹی گندی وکلا کی جماعت خوش
حال ہو گئے بانی پورجا کر دیکھیے زمینداروں کی وسائق

کا رنگ ہی بگڑا ہوا ہے یہ گروہ بالکل پستی میں آگئے حالانکہ انکا
پیشہ خود مختاری تھا یہ کسی کے محتاج دست نگر نہ تھے ان کو
ہر طرح کی آزادی تھی ان سے زیادہ اعزاز کے لائق کوئی گروہ
نہیں تھی اور ایسا ہی دیکھتا آیا۔ گورنمنٹ کے درباروں میں
انگریزوں کی ملاقات میں حکاموں کی برتاؤ میں عمر بھر یہی دیکھتا
آیا کہ جس کی جو حیثیت زمینداری کی تھی اوسی کا اعزاز اوسی
انداز سے تھا مگر شوق غلامی اور رفتار زمانہ نے اپنا ایسا کچھ
رخ بدلا کہ اس گروہ کا وجود ہی خراب وخستہ ہوتا گیا یہ گروہ
دبتی گئی اور اپنی عزت کو ان لوگوں نے خود خراب کر دیا اس
گروہ کو مقدمہ بازی لازمی تھی ان کے تعلقات مالی متفرق
لوگوں سے رہتے ہیں ان کو ترکہ متروکہ کا قضیہ پیش آتا ہے
اس میں ایمانداری کا اصول نہیں رہا قانون بھی ایسے ایسے
ہیں جس کے وجہ اوسی راہ سے ان کو چلنا اور محافظت
جائداد کرنا ہے اور ان کو معذوری ہو گئی ہے کہ یہ کچہریوں
کی خاک چھانیں وکیلوں اور حکام کی خوشامدیں کریں عملہ سازی
کریں بس انہیں وجوہات سے ان کی خودداری قائم نہ رہ سکی
اور ان کی ضرورتیں ان کو مجبور کرتی رہیں کہ وہ بستہ
بغل میں رکھیں اور اپنی زندگی پریشان کریں خود غفلت کی
زندگی گذاریں اور ملازموں کے پنجہ میں پھنسے رہیں پٹواری

اور گماشتہ کارپرداز جو چاہیں کریں علمی لیاقت سے دور
اور بدرابطہ اور بولسا ہیں تحفہ رقم غیر معمول سے جو رقم جور
اور گھر میں بیا خباب حضور بنے بیٹھے ہیں رفتہ رفتہ زمینداریاں
بکتی گئیں اور کاشتکاروں کے ہاتھ لگیں یہ گروہ دہقی
گئی کسانوں کی حالتیں درست ہوتی گئی بڑے بڑے
زمیندار خاندان کی تباہی اور بربادی ہوتی گئی جو ما
بقیہ موجودہ زمانے میں زندہ ہیں اونکی حیثیت اس
لائق نہیں رہی کہ وہ اپنے کو زمیندار سمجھ سکیں اون کی
غربت ماتحتوں پر رعب نہیں رکھ سکتی اونکی عزت تو دو
اون کے ماتحتوں اور زمانوں پر نہیں رہ سکتی قانون لگان
کی آزادی نے کاشتکاروں کو شیر بنا دیا اب زمینداریاں
نام کی ہیں بڑے زمیندار تو پریشان ہیں اوسط درجے تو
اسے جنجال ہی سمجھتے ہیں بلکہ مکڑے کی جال میں پھنسے ہیں نہ
چھوڑتے بنتی ہے نہ رکھتے چھوڑیں تو کھائیں کیا نہ لیاقت ہے
کہ کوئی دوسرا دھندھا کریں نہ ہمت ہے کہ کمائیں اور بیتائیں
پھر کدھر جائیں اسی جال میں پھنسے پڑے ہیں ہر قسط کا جدا خوف
ادائی مالگذاری کی جدا مصیبت ہے روز سیس تیکس
وقت پر ادا نہیں کر سکتے میونسپل ٹکس مالگذاری سے چلا ادا
کرنا پڑتا ہے۔ گورنمنٹ کے ٹکسوں میں اور ادائی مالگذاری

ورو ٹیمیں میں سررشتہ کی کارروائیاں ہوتے ہوتے
دو تین مہینہ کا وقفہ بھی ملتا ہے میونسپل باہی للا اور قانون
تو ان کو چکر میں ڈالے ہوئے ہے آبائی مکان ہے اور
صلاحیت ادا کاری ندار د اور شخصی کی بھر مار مرمت تو ہو
نہیں سکتی اور تین تین مہینہ پیشتر پیشگی وصولی کی نوٹس موجود
یہ اپنے مقرر کردہ مکھیایوں کے بنائے ہوئے قانون کا منشا ہے
زمینداری اور مکان وجائداد رکھنے والوں کے زندگی کا پریشان
حال ہے وہ گھر چھوڑ کر کمانے کو نکل بھی نہیں سکتے اگر جائیں تو
عقب میں ان اداروں کا سمجھانے والا کون ہے آخر کار ٹھیرا
عملہ فروشوں کے ہاتھ مکانوں کو بیچنا پڑتا ہے آبائی یادگار
نیست و نابود کر کے کھانک بھرے میں اور انا پڑا اور
مکان کیست کرنا پڑا جائداد میں برباد زندگی پریشان ہوگئی
دولت گئی پھر عزت کہاں ہمت کہاں اس لئے بڑے
بڑے خاندانوں کے اولاد در اولاد پستی میں آگئے بعض
لوگوں کے ساتھ زمانہ موافق ہوا بڑھے پڑلنے خاندان
والے سب دبے کوئی یہ نہ سمجھے کہ موجودہ حالت دائما
قائم رہیں گے دنیا بدلتی رہے گی
منشی بابو گرجا پت سہائے کا مکان دیوان محلہ میں تھا یہ
ایک متمول کایستھ کا خاندان ہے یہ لوگ برابر خوندہ اور

مالدار اور معزز رہے اس خاندان کے لوگوں سے شہر کے
روساسے بہت آمد ورفت رہی اسوقت ہندو مسلمان
رئیسوں میں کوئی فیلنگ نہ تھی ان دو گروہوں میں بہت میل
جول تھا اسلامی سلطنت کے وقت سے جو محبت بات ان
دو گروہوں میں قائم تھی اوس کو کسی مدبر نے توڑا اور کیا
تفرقہ پیدا کرا دیا قوم کے لیئے یہ کوئی ترقی نما بات نہوی بلکہ
استقرار حکومت کے لیے مفید بات ہے ملک میں بجائے
امن کے فطور پیدا کرنا یا کرانا تو مذہبًا بھی گناہ ہے اس دربار
سے مسلمانوں کو بہت بھی فائدہ بڑا اربط تھا بابو کرجاپت تمام
زندگی اونریری مجسٹریٹ صادق پور بنچ کے رہے حکام
رس رہے ملنسار کفایت شعار ایماندار غم خوار آدمی گذرے
اسی خاندان کے بابو سبھاپت سہائے بھی ہیں یہ بھی آدمی قابل
ملاقات تھے بالکل پرانے لوگوں کی طبیعت ترکیب وضع
ملنساری طرز معاشرت تھی یہ جوان ہی مرگئے بابو کرجاپت سہائے
نے ۵۰ سے اوپر کا سن پاکر قضا کیا۔ اب اس خاندان کے نام
روشن کرنے والے بابو چندری پت سہائے ہیں جو ممبر کونسل
ہیں اور ان کی لائف موجودہ روش اور خیالات کے مطابق
اب چند دن سے ہو گئے ہیں آدایل زندگی میں گلے اندازہ بھی دہی

پرانے روش کے تھے ان کے وقت میں مکانات وغیرہ کی
ترکیب بدل گئے طرز معاشرت بھی بدلا ہے ہنوز پرانی
روش اور خاندانی بو موجود ہے ملنسار خوش اخلاقی موجود
ہے آمدنی اس خاندان کی اچھی ہے ایک دولت مندانہ طریقہ
پر عزت داری کے ساتھ اپنی زندگی گذارنے میں یہ سب
لوگ بقدر ضرورت انگریزی داں بھی تھے یہ خاندان
یہاں تک یاد آتا ہے منشی ہرکہ لال وکیل کا بولا جاتا ہے
ان لوگونکی کوٹھیاں پادری براڈون صاحب کے گرجہ کے
پاس دریاپور میں بنی ہے اس خاندان سے کئی پشت کا ربط
راقم کے یہاں سے بھی ہے پہلے تو آمد رفت بہت تھی اب
جب سے قومی تفرقہ اندازیاں ہوئی ہیں ہندو مسلمانوں میں بھی
ایسا ربط میں جول نہیں رہا جو پہلے تھا پہلے تو ہندوؤں کے یہاں ہر طرح کی
امداد مسلمانوں کی ہر موقع پر تھی اور مسلمانوں کے یہاں ہندوؤں کی امداد ہر
طریقہ پر ملا کرتی تھی ایسی کا اتحاد ایسا تھا کہ عوام پر اس کا
اثر پڑتا تھا جس مدبر نے تفرقہ اندازی کی ہے وہ کوئی
خیر اندیش قوم نہیں تھے بلکہ قوم کا نقصان ہوا اور انتظام
عالم میں فرق آگیا اور آویگا امن میں فطور پیدا ہوا اور
ہوگا اس خاندان سے خاندان حکیم نجو صاحب سے برابر ربط
تھا و ہنوز ہے پرانے لوگوں میں قدامت پسندی بہت ہوا

کرتی تھی پشتہا پشت تک لوگ قدامت کا خیال کیا کرتے تھے
یہ خاندان بفضلہ تعالیٰ ہنوز قایم ہے اور رو بہ ترقی ہے

۱۴۷ مختار بہادر کا خاندان ایک مشہور خاندان تھا اور
اچھی دولت تھی اون کے ورثا نے اس خاندان کو اوسی ہستی
پر قائم رکھا چندروزا دس خاندان کے لوگوں نے بہت عیش کی
زندگی بسر کیا اور بہتیرے آدمی اس گھر سے بن گئے اب
ان لوگوں کی اولاد میں کون ہے کیا حال ہے راقم کو نوجوانی
سے بالکل آمدرفت نہ ہی اسلیئے کچھ حال نہ ملا ہیں پرانے
مودنرائن کا خاندان تھا مشہور خاندان برباد ہوا ہیں پرایک
ہندو کایستت سرشتہ دار انیون تھے اونچی روش زندگی
رئیسانہ رہی بہت اچھی زندگی گذار گئے اون کے اولاد ہیں
وہ بابت تو نہیں ہے مگر خوش حال ہیں غالباً منشی ہربنس سہائے نام تھا

۱۴۸ رائے سلطان بہادر دیوان محلہ کے رہنے والے
پرانے خاندان کے رئیس گذرے وہ نہایت کالے آدمی تھے
مگر دل اونکا نہایت چمکدار تھا پٹنہ کے لئے واجد علی شاہی زندگی
گذار گئے آمدنی تو بہت نہ تھی نہ بڑے زمیندار تھے چالیس؟ پچاس
ہزار کے اندر رہی ہو گی بلکہ اتنا بھی بچت نہو گی مگر مکان راجواڑوں
کا سا سجا ہوا تا اب جیزیں پرانے زمانے کی دستکاریوں
کی یادگاریں ان کے کمرے میں سجی رہتی تھیں اون کا مکان ایک

سیر گاہ تھا کمروں میں جائیے ایک ایک چیز کو دیکھئے اوس
صحبت کو ملاحظہ کیجئے اوس کے مکانیت کو دیکھئے تو چند گھنٹے
صرف ہو جاتے تھے انکا وسیع اخلاق نوابی کے انداز
شاہی دماغ طرز و انداز رہائش گذشتہ نوابوں جیسا تھا
الغرض ایسی تعیش کی زندگی شہر میں راقم کے یاد میں نہیں گذری
گویئے نوکر گانے والے طوائفین ملازم تلنگی والے باجے والے
ستار یئے، آتش بازی والے دھوبی حجام چوسر والے گنجیفہ والے
شطرنج والے سر میں تیل دینے والے داستان گو غرض کس
فن کو لکھوں ہر فن کے ماہرین اور خندہ لوگ تھوڑے ہی
تھوڑے مشاہرے پر ضرور نوکر رہے رات کو سوتے تو
گانے والیاں گاناگاتی رہتیں مذہبی طور پر ان لوگوں کے یہاں
شراب خواری ناجائز نہیں ہے مگر ان میں روزہ نماز وظیفہ کی
پابندی تھی ان کے یہاں مولوی ارشاد حسین شاہد میاں رائی
پور کے چچا برابر دعا تعویذ کے لئے ملازم رہے ان سے مسائل
تصوف پوچھا کرتے بزرگوں کا حال سنا کرتے تھے ظاہری عیش
کا وہ عالم اور باطنی دل کا یہ عالم متقی پرہیزگار ذات کے
کایستہ تھے دل کے اسلام پسند پوجا پاٹ کی سب چیزیں
موجود انکے ہم نشین اپنے اصول مذہب کے مطابق سب کرتے
یہ خرچ دیتے مگر خود اس کام کو نہ کرتے آج تک یہ نہ کھلا یہ ہندو

تھے یا مسلمان عادات و عبادات سب مسلمانی مگر چھوت
چھات کا بہت لحاظ دو خانقاہوں کے معتقد تھے پھلواری
بڑی گدی اور خانقاہ منگل تالاب پر بہت جاتے اور سجادہ
نشینوں کو نذر دیتے اعراس میں شریک ہوتے رہے عمر بھر
پرزر کپڑے پہنتے رہے گو جامہ زیب نہ تھے مگر بہت شوقین
تھے اپنی زندگی تو بہترین زندگی گذار گئے اولاد نہ تھی برابر
گود لیا لئے مگر وہ لوگ زندہ نہیں رہے اس خاندان میں
کوئی مرد جانشیں دولت کو زیادہ دن نہیں بھوگ سکا
جو جانشیں ہوا جوان ہی مر گیا خدا جانے کیا بھید ہے باوجود
اس تعیش کے ان کا دل خوش نہیں تھا ان کو صدمات بہت ہوئی
تھیں ان کی امیدیں پوری نہ ہو سکیں جانشیں ان کے وقت میں مزاج
کے موافق نہ مل سکا اس لئے ان کا دل چور ہو گیا اور اندرونی تندرستی
نہیں ہو گی راقم یقین کرتا ہے کہ یہ بت پرست نہ تھے موحد نہ
خیال تھا اور مذہبانہ بزرگان دین کی تعظیم تھی شکستہ
دلی کے وجہ کر عبادت گذار تھے بے تعصب تھے انصاف
پسند تھے سخی تھے رحم دل تھے غربا پرور تھے بہت سی
صفت حمیدہ سے متصف سیکڑوں کی پرورش
تھی لکھنو کے ایک اچھے خاندان کو گود لیا تھا
اون کے والد منگل تالاب پر مرید ہوئے تھے اس لڑکے کی

بھائی گوپال بھا وہ بھی مرید منگل تالاب پر کے تھے سب مر گئے
اسی خاندان کے اہل قرابت بابو بھیرو پرشاد دیوان
تھے اون کے خیالات بالکل رائے صاحب مذکور کے موافق
تھے وہ بھی خانقاہ منگل تالاب پر مرید ہو گئے تھے کایستہ آدمی
گذرے صاحب کیفیت تھے بظاہر تو یہ بھی ہندو ہی مرے
اسی خاندان کے کنجی لال تھے وہ بھی منگل تالاب پر مرید تھے
ہر سہائے لال تو جھاڑ پھونک کرتے تھے میونسپلٹی میں ملازم
تھے کنجی لال کے بھائی ہنوز زندہ ہیں اور عدالت میں
سررشتہ دار ہیں اون کے چشم دید واقعے بہت ہیں وہ خود
بھی بہت آتے رہے اب وہ آمد و رفت نہیں رکھتے دار وغیرہ
گوکھل لال شیو پرشاد لال فوٹو گرافر اور بابو الفت رائے
جنکا تذکرہ اس کتاب میں اوپر ہو چکا ہے وطبلے میں اوستاد
ہیں سب اس خاندان کے قرابتدار تھے آخر جانشیں بادشاہ
بہادر رکھتے رائے صاحب کے ایک سوتیلے بھائی بھی بجنسہ
رائے صاحب کے ترکیب سے تھے مگر وہ بات ان میں نہ تھی
رائے صاحب کے مرتے دیر نہیں اس دربار میں مقدمہ بازیاں
اور دربار برباد ہو گیا ہزاروں چیزیں برباد ہوئیں مکانات
گرے جائیداد و نقصان ہوئی اب وہ گھر خراب حالت میں ہی
کچھ لوگ ان کے ورثا ہو گئے ہیں کچھ جائداد بھی کورٹ سے

واپس ہو گئے ہیں نام اب تک چلا جاتا ہے جن لوگوں نے ان کی لائف دیکھی ہے وہ موازنہ کر سکتے ہیں اسوقت کے بہتیرے راجاؤں اور بڑے بڑے خوندہ لوگوں کو میسر نہیں ہو سکتے وہ زمانہ بھی نہیں ہے اور وہ لوگ بھی نہیں ہیں وہ اندازہی نہیں ہے وہ وقت بھی نہیں ہے خواب وخیال ہے خواب تھا جو کچھ کے دیکھا جو سنا افسانہ تھا عروج وزوال اسی کو کہتے ہیں کیا تھا کیا کیا ہوا ان کے مرتے دیر نہیں کتنے لوگوں کی روزی بند ہو گئی کتنے لوگ بے روزگار رہ گئے کتنے لوگ ان کے لئے مثل اولاد کے روتے تھے لائف اس کا نام ہے کہ مرنے بعد لوگ دست افسوس ملیں ایسی زندگی کیا کہ مرنے بعد سنڈیا لوٹے یہ خاندان رائے نندلال کا بولا جاتا ہے ان کا حال نقش پائدار مصنفہ میر علی محمد شاد میں ملے گا اس خاندان کے سنبھالنے والے رائے الفت رائے اب ہیں جو بہترین مسلمان دوست آوہ رہنے وہیں اور طلبہ میں اوستاد ہیں دل بھی بیدار پیدا ہوا ہے۔

۱۲۹۸ مہاراج کسل سنگھ کا خاندان ایک مشہور خاندان صوبہ دار کا تھا ان کے حالات اور لوگوں نے لکھا ہے تواریخی کتابوں میں دفاتر سرکار میں مل سکتے ہیں راقم نے ان کو تو بچشم خود نہیں دیکھا اتنا یقینی طور پر جانتا ہوں کہ یہ جب

سے ملتے تھے دوکاندار کھڑے ہو جاتے تھے اور کوئی حقہ انکے
سامنے نہیں پیتا تھا ان کا دربار بنا ہوا تھا بڑی ذاشت اور
رعب سے ان کی زندگی گذری جائداد کثیر تھی بڑے حلقہ
میں مکان تھا دروازہ پر پہرہ پڑتا تھا راقم نے ان کے لڑکوں
کو دیکھا تھا ان لوگوں کا وقت بھی برا نہ تھا وہ عزت اور بات
تو نہ رہی مگر حکاموں میں ان کی قدر تھی ان کی جائداد آخر
میں کورٹ ہو گئی تھی ایک بیٹے ان کے گلزار باغ میں افیون
گدام کے سامنے رہتے تھے اور ایک ہوجی رانی صاحبہ رہتی
تھیں یہ مکان گورنمنٹ کے اہتمام سے کننگ صاحب انجنیر صاحب
کے معرفت بنایا گیا جس میں یہ لوگ رہتے تھے اب وہ مکان
مندل کے متعلق کر دیا گیا ہے اور کرایہ پر چلتا ہے رانی جی کے
وقت میں منشی شیو پرشاد ولد داروغہ گوکل چند ان کے
منتظم ہوئے ان کے وقت میں گھر کے اثاث البیت تک بکے
جائداد نقصان ہوئی رانی جی نے قسنا کیا مہاراج کے بیٹے
بھی مر گئے یہ خاندان تخت تاراج ہو گیا دیوان محلہ کے
مکانات سب میدان ہو گئے خدا جانے زمین کسی کو ملی یا
گورنمنٹ کی ہے اس خاندان کا کوئی جانشین نہیں ہوا بابو
پرمیشر سہائے متولی سمجھے اب ان کے خاندان کے لوگ اور بعض

بنگالی کے انتظام میں منڈل اور مکان جو گلزار باغ میں بنایا گیا
یہی انقلاب زمانہ اس کو کہتے ہیں چڑھاو اتار اس کا نام ہے پھر
دنیا پر کیا کوئی بھروسہ کر سکتا ہے جب ایسے خاندان کا حال یہ
ہوا تو اور خاندان والے کیا ناز کر سکتے ہیں کہ اون کا نام و نشان
قائم رہے گا اقبال و دولت کا بھروسہ کرنا بالکل خام خیال ہے
دنیا ایکساں نہیں چلتی واقعات زمانہ پر غور کرنے سے اللہ کا شکر بھیجنا
چاہیے جسکی جسطرح کٹتی ہے لائق تشکرات ہے کلہ کیا ہو گا
خدا ہی کو خبر ہے یہ گمنامی اون مرنے والوں کے وہم و گمان
میں بھی نہو گی جو سامنے آئی۔

۱۵۰ داروغہ گوکل چند کا مکان دیوان محلہ میں تھا
اونہوں نے اچھی حیثیت پیدا کر لی تھی اور اچھا چھوڑ کر مرے
ان کے بیٹے شیو پرشاد کے یہاں خوب خوب جلسے رہے راقم
اور مولوی یوسف حسین بھی جلسوں میں شریک رہے راقم نے اونکو
نصیحت بھی کیا تھا کہ ان کے اخراجات ان کی ہستی او حیثیت سے
زیادہ ہیں مگر اونہوں نے پروا نہ کی تین چار برس کے اندر اونکی
حیثیت بگڑ گئے وہ رائے کشن سنگھ کے رانی جی کے یہاں گئے
اونکی بھی حیثیت خراب ہو گئی وہ جب مر گیا تب اونہوں نے
فوٹو کا کام کیا نہ چلا تو کلکتہ میں بانس کوب کا کام کیا اور وہ
نہ چلا تو ان کو دوستوں کے امداد کی ضرورت ہوئی آخر کار

ان کی تکلیف میں گذری مکانات تک نرہا بال بچوں کا حال کچھ
نہیں معلوم کیا ہوئے کیا گذری یہ مرے ہملوگوں سے بالکل بے
تعلقی اور مغایرت ہو گئی کوئی زمانہ تھا کہ یہ ہم نشیں اور ہم
جلیس تھے بغیر ہملوگوں کے یا بغیر اون کے ہم لوگوں کا کوئی جلسہ
خالی نہیں جاتا تھا جب دولت گئی مصیبت آئی خود اونکی آنکھ
جھپتی رہی ملنا چھوڑ دیا اور یاران طریقت بھی کھسکتے نظر آئے
گاہ گاہ راقم اور مولوی یوسف حسین صاحب اونریری مجسٹریٹ
سے بضرورت ملنے کو آجاتے تھے اوس وقت ہملوگ افسوس
اور حسرت سے ان سے ملا کرتے تھے۔ اور خدمت کیا

(۱۵۱) رائے کاشی پرشاد کا خاندان شہر میں متمول
اور ممتاز تھا حکام بھی قدر کرتے تھے اس خاندان کے چند
نوجوان زندہ تھے رفتہ رفتہ یہ خاندان گھسکتا چلا اب اس
خاندان کی حالت خراب ہو گئی اب راقم کو خود پتہ نہیں چلتا
کون آدمی اس خاندان کی یادگار ہے راقم نے اس گھر کا عروج
جو دیکھا ہے وہ باعث فخر تھا ملاقات کو لوگ فخر جانتے تھے اب
اوس خداہ کوئی نہیں چلتا مکانوں کی حالت قابل افسوس ہے
جب اتنے بڑے بڑے گھر نیست و نابود ہو گئے تو ہم لوگوں کو
کون پوچھتا ہے کہ کیا حشر ہوگا موجودہ زمانے میں جسکی جو زندگی
گذرتی ہے غنیمت جانیں اور آئندہ کے پرواہ نہ کریں جو جسکے

مقدر کا لکھا ہے سامنے آئیگا۔

۱۵۲ منشی ڈیگن لال انسپکٹر پولس خواجہ قلاں تھانہ
میں ایک جابر انسپکٹر تھے اونہوں نے بڑے بڑے لوگوں
پر رعب جمایا اور بڑے زور کے داروغا ئی کیا پنشن کے بعد پھر
اون کو کوئی پوچھتا بھی نہ تھا اوس وقت پولس کے اختیارات
اس قدر نہ تھے جو اب ہیں اوسوقت لال پگڑی کا رعب ایسا تھا
کہ اگر ایک پولس کسی دیہات میں پہونچ گیا تو بستی کے آدمی چھپ
جاتے تھے پولس کا رعب حکاموں سے بھی زیادہ تھا کسی داروغہ
کے ملاقات اور ربط کو لوگ لاٹ صاحب کے ملاقات سے
زیادہ فخر کے نگاہ سے دیکھتے تھے اوسوقت کے پولس کا
دماغ اوسوقت کے بڑے بڑے عہدہ دار سے بہت زیادہ
تھا جیسے جیسے اختیارات بڑھے موافعات بدتے گئے رعب
میں کمی آتی گئی اب پولس لائن کو لوگ کوئی معزز لائن نہیں
جانتے یہ انگریزیت کے تعلیم کا اثر ہے جہالت کے وقت
رعب اور علم پڑھنے سے بدرعبی نماعل لوگ قانون سے
واقف ہوتے گئے اپنے حقوق کو سمجھنے لگے لوگوں کے قانونی
اختیارات سے واقفیت ہوتی گئی اب پولس کا وہ زمانہ اقتدار
نہیں ہے جو تھا اب تو خود اس لائن کے ملازمین باوجود اختیارات
کے خود سنبھل کر چلتے ہیں نہ چلیں تو اونکی نوکری پر زوال آجائے

اوسوقت داروغہ لوگ بڑے بڑوں کی آبرو ایک
پل میں مٹا دیتے تھے اوس وقت کے پولس اپنے علاقہ
کے خدائے ثانی تھے اب جو اس لائن میں ہیں اون کے جان
وعزت خود مورد خطر میں ہر وقت ہے اوسوقت سیکڑوں کام
خلاف قانون بھی ہوجاتا تھا ظلم بھی ہوجاتا تھا اس قدر تعلیم تام
دور شرفا خاندان کے لوگ بھی اس لائن میں کم تھے سنہ ۹ تک
اس لائن کا بڑا رعب داب رہا رفتہ رفتہ لوگ ڈھیمٹ
ہوتے گئے ڈیگن لال کا آخری وقت بدرجہ کیساتھ خراب گذرا وہ ممدوح نہ تھے

۱۵۳ جدو بابو ایک بنگالی سب اسپکٹر خواجہ کلاں
تھانہ میں تھے ابتدائی زمانہ اون کا ایسا گذرا کہ اون کے
رعب سے لوگ پناہ مانگتے تھے کسی وجہ کر اونکی ملازمت
جاتی رہی اوسوقت پٹنہ میں گھوڑا والا ٹرامو سے چلنے والا اتحاد دہ
کمپنی کا حصہ فروخت کرتے رہے جب وہ کمپنی موقع جاتا رہا
ان پر مالی اور جانی دونوں مصیبت آئی ان کو متمول
لوگوں سے امداد کی ضرورت پڑ گئی آخر میں ان کے خون میں
خرابی پیدا ہوگئی اور معذور ہوگئے تھے خدا کو کونسی بات
ناپسند ہوئی اور کونسی آہ پڑی جو ان کو سخت مصیبت
اوٹھانا پڑی عروج کے وقت انسان کے ذہن میں زوال
کے زمانہ کی خبر نہیں ہوتی آئندہ کا واہمہ بھی نہیں آتا کہ تقدیر تو

اپنے اختیار کی چیز نہیں ہے کلہ کیا ہو گا اسے کون جانتا ہے
انسان کو اپنے موجودہ لائف پہ دائمی یقین رکھنا اور اقبال پر بھروسہ
کرنا عقلمندی سے باہر ہے ہر انسان کو اپنے موجودہ لائف کا بہتر
خاکہ طیار کرنا چاہیئے اور شکر کرنا چاہیئے اور آئندہ کیلئے
ہر وقت دعائے خیر کے ساتھ بہتری کی اُمید خدا سے طلب
کرنا چاہیئے چند روزہ زندگی کے اندر ہزاروں تبدیلیاں
دیکھی ہیں ہر کے لائف کے اندر عروج وزوال لازمی ہے
آرام و تکلیف ضروری ہے صحت اور بیماری یقینی ہے
شادی و غمی کا سامنا کرنا ضروری ہے برائی ظلم کا پھل ملکر رہتا ہے۔

۱۵۴۔ علی زمان خان خواجہ کلاں تھانہ میں ایک داروغہ
تھے ان کی صورت بہت وجیہہ تھی چہرہ رعب داب کا تھا
صورت ہی دیکھکر لوگ خوف کرتے تھے یہ بڑے جابر
داروغہ تھے ان کے وقت میں اس علاقہ کے لوگ تھر تھر
کانپتے تھے بے لوثی سے کام کرتے رہے کام میں ذرا بھی
رعایت و مروت نہیں کرتے تھے ڈیوٹی کے بہت سخت پابند
تھے روسائے وقت پر ان کا داب بڑا ہوا تھا یہ کسی کے
دوست نہیں تھے بہ اپنے نوکری کے دوست تھے تنہائی
مزاج تھا ماتحت بھی ڈرتے تھے ایماندار آدمی کی ایمانداری
اور خشک مزاجی کا اثر لوگوں پر از خود پڑتا ہے لوگوں کی ہمت

رہی نہیں ہوتی کہ اپنے ناجائز ضرورتوں کی کوئی گفتگو بھی کرسکے
ایسے آدمی از خود خوددار مشہور ہوجاتے ہیں لوگ خود
نہیں ملتے ہیں گو مغرور مشہور کرتے ہیں مگر خوددار کی زندگی
مروت دار سے زیادہ آرام کی گذرتی ہے خوددار کو ایک
تکلیف تنہائی کی برداشت کرنی پڑتی ہے کوئی ملتا ہی نہیں ہے
بے نفع تو دنیا والے ملتے ہی نہیں ہیں مروت دار کی نیکی برباد
ہے نیکی برباد گناہ لازمی ہے نہ اوس کے پاس دولت رہ
سکتی ہے نہ سچائی نہ عزت اوسے لوگ اس قدر اپنی ضرورتوں
کے لیے پریشان کرتے ہیں کہ اوسے اپنا کام انجام کرنے کا
موقع جاتا رہتا ہے ایک آدمی ہزاروں کی ضرورت کو پورا
نہیں کرسکتا اوسے جھوٹا بننا پڑتا ہے خلاف وعدہ ہوجاتا
ہے اس کے پاس وقت کی قدر نہیں رہتی اس کا وقت ضایع
جاتا ہے وہ بے مصرف ہوجاتا ہے ایک صفت مروت داری
کے عوض میں ایک سو عیوب کا مرتکب ہونا لازمی ہے خدا نے
ممدوح خلائق ہوتا ہے مگر منافق ہونا لازمی ہے جو آدمی ہر شخص
کو خوش کرنا چاہتا ہے وہ دھوکہ باز ہے حقیقتاً خلوصاً کسی
کو خوش نہیں کرسکتا ممدوح خلائق ہونا آسان ہے مفید خلائق
ہونا دشوار ہے ہر اخلاق مند ہر دل کو خوش کرسکتا ہے مگر ہر
کا کام نہیں نکال سکتا اوس کے اختیار سے باہر ہے موجودہ

وقت میں کوئی بھی بذات خاص ذی اختیار نہیں ہے اصول
سلطنت کے خلاف بھی کوئی ہندوستانی حاکم اعلیٰ سے اعلیٰ
بذات خود کسی کو فائدہ نہیں پہونچا سکتے اور ایک ایک ادنیٰ
ترین ملازم شاہی ضرر پہونچادے سکتا ہے ایک ادنیٰ ڈوم
چمار انسان کو ہائی کورٹ تک پہونچوا دے سکتا ہے اور
کسی ڈیپارٹمنٹ کا کوئی اعلیٰ ترین ہندوستانی افسر ایک
چپراسی کبھی بغیر منظوری افسران انگلشیہ کے بحال نہیں کر سکتے
موقوفی کا رپورٹ کر سکتے ہیں جسکی شنوائی فوراً ہو جاتی ہے
مگر کوئی سفارش نفع بخش کام نہیں ہوتے ہندوستانوں کی
خوشامد کا نتیجہ فقط یہ ہے کہ وہ ضرر نہ پہونچاویں اس سے
زیادہ اوس کی حد اختیار سے باہر ہے ادنیٰ انگریز جسقدر
بے انتہا نقصان پہونچا سکتے ہیں اوسی قدر بے حد نفع بھی
پہونچا دیتے ہیں غرض ہندوں کے لیے بہترین راہ یہی ہے کہ وہ
انگریزوں کی خوشامد کریں حکاموں سے ملیں اگر وہ چاہیں
تو اعلیٰ اعلیٰ کام انجام ہو سکتا ہے نفع رسانی کا مادہ بے
حد اون میں بھرا ہوا ہے ذی اختیار صاحب وقار ہیں اس وقت
جو چاہیں سو کر سکتے ہیں اون نے آپس کا اعتبار ایسا ہے کہ
کسی ایک کی تحریر کو آپس میں وہ جھوٹا نہیں جانتے اور وقعت
کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور وہ واقعی غلط لکھتے بھی نہیں ہیں

چھوٹی مروت برتتے بھی نہیں ہیں ظاہری اخلاق معمولی اخلاق سے زیادہ نہیں ہے وہ جھوٹا اخلاق دیکھاتے بھی نہیں ہیں اس لئے صاحب لوگ خشک معلوم ہوتے ہیں مگر جس سے یہ ملتے ہیں خلوص سے ملتے ہیں خشک آدمی کو لوگ بُرا جانتے ہیں حق گو ہی تو آدمی ہے جو بہت خوش اخلاق ہے وہ مدبر ہے جس کو ممدوح بنایا جاتا ہے وہ کام کا نہیں ہوگا نفع نہیں پہونچا سکتا ہنس ہنس کر ہنسا ہنسا کر لوریاں دیگا تھپکی دے دے کر بچوں کی طرح بہلا دے گا لوگ دھوکھا کھاتے ہیں کام نکالنا ہو تو خشک مزاجوں سے نکلا کرے گا خلیق آدمی کے ملنے سے صرف ظاہری خوشی ہوگی امدادی خوشی نصیب نہ ہوگی مدت کے تجربے ہیں زمانہ آپ کو بتا دے گا دستر خوانی ذہنیت اور چیز ہے قبرستانی ذہنیت مذہبی لوگوں سے ہوا کرتی ہے یا غربا بغرض خاص اس کو برتتے ہیں کالی والے پکے دوست ہوتے ہیں وہ جان پر کھیل جاتے ہیں ہم نوالہ پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا بلکہ ہم پیالہ قابل وثوق ہوتے ہیں۔

۱۸۵۵ء پاؤں پھلا بسکت والا صدر گلی میں ایک دوکاندار تھا وہ بہت غریب آدمی تھا مگر بڑا اچھا آدمی تھا میر اسمعیل صاحب کے کٹرے میں دوکان تھی سب سے پہلے بسکٹ کو فروغ دینے والا آدمی بھی گذر اچھا سو لڑکوں کو اس نے بسکٹ بنانا سکھایا۔

اب پچاسوں دوکان بسکٹ کے شہر میں ہو گئی اور سیکڑوں
کاریگر پیدا ہو گئے تجارت میں ایسا ہی ہوتا ہے پہلے جس کام کو کرتا
ہے جاکر سیکھتے ہیں پھر خود مختار ہوتے ہیں جو بن سیکھے کرتے ہیں
وہ جلدی فیل ہو جاتے ہیں جو سیکھنا چاہتا ہے اوسے پوری
غلامی کرنا لازمی ہے بغیر اس کے کوئی آدمی کسی کام کو مکمل
طور پر سیکھ نہیں سکتا استاد ضرور کچھ چوری کر کے اپنے
ہاتھ میں چھپا رکھتا ہے جب آدمی استاد کے دل میں گھستا
ہے تو کام اور ہنر اس کے قبضہ میں جلد آجاتا ہے شیخی بازوں کو
کوئی کام مکمل معلوم نہیں ہو سکتا سیکڑوں نیم تیر ہو کر
رہ گئے اور بیکار ہو گئے۔

۱۵۶ امیر صاحب کباب والے یہ اپنے کو لکھنوی بیان
کرتے ہیں پسندے کباب اور سیخ کے کباب لاجواب بناتے
ہیں روزمرہ لوگوں کے یہاں بھیجتے ہیں واقعی ان سے بہتر
کباب شہر میں کوئی نہیں بناتا ہے ان کے کباب میں خاص مزہ
ہے۔ بکری بہت اچھی ہے یہ شاہ واحد حسین صاحب
درگاہ ارزاں صاحب پر بہت رہتے ہیں مغل پورہ میں
کہیں رہتے تھے یہ شیعہ آدمی ہیں کمجم دروازہ میں ...

۱۵۷ محمد و کباب والے کباب والے بھی اس شہر میں
بہت مشہور آدمی گذرے ہیں یہ بھی کباب خوب بناتے تھے

ان کی بکری بھی بہت اچھی تھی یہ بھی شیعہ مذہب آدمی مغلپورہ
کے رہنے والے تھے۔ ایک دفعہ لوگوں نے ان پر
الزام دیا کہ یہ کُتّا کا کباب بنا کر بیچتے ہیں حالانکہ
یہ الزام غلط تھا لوگوں نے بے ضرورت ضرر پہونچانا چاہا
پر تحقیقات سے غلط بات ثابت ہوا۔ اس شہر میں انڈے کا
بچہ اڈرا کرتا ہے جس پر جو الزام چاہئے لگا دیجئے۔ اس شہر کے
اندر نکمے اور چٹھ باز ہمیشہ سے بہت تھے جھوٹے فقرے جھوٹی
باتیں چانڈو خانوں سے تصنیف ہو کر بہت اوڑا کیں اور
ہمیشہ اوڑا کرتی ہیں۔ خبر کے معنی تو یہ ہیں کہ جس میں احتمال سچائی
اور جھوٹائی کا ہو سکے مگر یہاں تو بے بنیاد باتیں تصنیف ہوا کرتی
ہیں اور ایک نے ایک فقرہ گڑھا دوسرے نے حاشیہ لگایا رفتہ
رفتہ ایک جھوٹی روایت پوری طیار ہوئی اور سیر قصہ ہو جاتا ہے
اس شہر کے کسی افواہی باتوں پر بھروسہ کرنے سے انسان
دھوکے میں پڑتا ہے اور تیسری واقعات اور فسادات
پیش آجاتے ہیں یہاں گپوں کا انبار ہے جھوٹے مصنفوں کا
کیا اعتبار ہے اچھے اچھے خوندہ لوگوں نے غلط تعریفوں کے
قصے لکھ ڈالے جس نے چاہا بڑھا دیا جسنے چاہا گھٹا دیا بہتیری
کرامتیں غلط بیان کردیں ایسی ایسی گپیں فضول سنائے
گئے کہ کان بہرے کرتا ہوا نکتہ چیں آنکھیں اس شہر میں بہت

ہیں انصاف پسند آنکھیں کم ہیں باتوں کی تحقیق نہیں کرتے
کوئی ایک بات سچی یا جھوٹی سن لینا کافی ہے دوسرے
دن پھر مجمع میں معہ اضافہ اور حاشیہ مشہور موجود ہے
کان نے کیا کچھ نہیں سُنا ہے اور یہ سارے کرشمے نکموں کے
ہیں جنہیں کوئی کام نہیں ہے اور رات دن ادھر کی
اودھر کرتے رہتے ہیں سینکڑوں اچھے نفوس کو بدنام
کردینا تو اس شہر کا دستور ہے جب تک کوئی بات
درجہ تحقیق کو نہ پہونچ لے بیان کی کسی چیز کو باور کرنا
بالکل ناجائز و نامناسب ہے بہتیرے حضرات اس
شہر میں چیٹہ باز ہیں اون کا کام صرف فساد پیدا کرنے کا ہے اور
لوگوں کو سزا دینے کا ہے اور ضرر پہونچانے کا ہے اس میں
اپنی سوسائٹی میں بولنا تو ایک معمولی بات ہے۔ اعلیٰ
حکاموں سے غلط بیان کر کے لوگوں کا ضرر پہونچانیوالے
بھی موجود ہیں۔ راقم ناظرین کو متنبہ کر دیتا ہے کہ افواہوں پر
ہرگز کوئی رائے قائم نکریں بلکہ ایسے لوگوں سے پناہ مانگیں مگر
چارہ نہیں ہے سوسائٹی اسقدر عادی ہو گئی ہے کہ ایسے لوگوں کا
گذر ہر صحبت میں ضروری ہو گیا ہے لوگ از خود بھٹکتے رہتے ہیں
اور غلط چھٹے بھی لڑاتے ہیں اس شہر میں گوشہ نشینی کی
زندگی بھی بعافیت نہیں گذار سکتے آپ بے تعلق رہیں بہ ہر کیف

رہیں بے نیاز رہیں تاہم الزامات سے بری نہیں ہو سکتے اچھے
برے کوئی کام الزامات و بدگوئیوں سے خالی نہ ہوگا۔ چونکہ یہاں کے
لوگ کامی نہیں ہیں دن بھر لوگوں کی اوقات بیکاری میں
صرف ہوتی ہے بس بیکاری اور گپ ہی دو شغل ہے ایسے
فضول اور واہیات جھوٹی خبریں رنڈیوں کے کوٹھے سے
چنڈو خانوں سے یا سبی خانوں سے اور مذہبی مقاموں
سے اور بیکار نوجوانوں کے جھگڑوں سے شایع ہوا کرتی ہیں
جہاں کامی لوگ ہیں وہاں ان کی فرصت کہاں ہے موقع
کہاں ہے ضرورتوں سے فراغت کس کو ہے وقت کہاں
ملتا ہے کامیوں کو گپ کی فرصت کہاں ملتی ہے بامبی یورپ
جا کر دیکھیے کبھی وہاں کی سوسائٹی کا رنگ ہی جدا ہے
ہر ایک اپنے اپنے دھندے میں لگا ہوا ہے اپنے اپنے مذاق کے مطابق
اپنے اپنے کام میں سب لگے ہوئے ہیں مگر وہاں بھی بیڑی
والوں کے دوکان سے ایسی ہی فضولیات اب شایع ہونے
لگے ہیں یہاں کے اکثر لوگ باتوں کو ملا کر اپنے طرف اضافہ
کرکے ادھر کے ادھر کرتے ہیں راقم نے پبلک مجمعوں اور مذہبی
مجمعوں کا حال بھی دیکھا ہے وعظ کچھ سنا ہے اور کچھ کیا گیا
جس سے فساد کچھ پیدا ہو گئے ۔

ملفوظ ۱۵۸ جمعہ ۶ نومبر شکار پور کا رہنے والا اکھا لودی کٹرہ

ہیں دو کان متفرق جگہ پر کیا ابھی اس محلہ میں پھر چند روز دوسرے محلہ میں بدلتے رہے کاریگر تو ضرور تھے مگر اون سے گاہکوں سے بنتی نہیں تھی بظاہر وہ آدمی نہایت مدہم اور ملایم تھے ہزاروں بات کہئے مگر گول گھر پر باتوں کی گولی پڑتی ہے۔ جواب ایک کا ندارد اون کو جو کام کرنا تھا وہ کرتے رہتے لوگ تھک کر بیٹھ جاتے تھے یہ بڑی صفت تھی کہ تحمل کیوجہ کر وہ اپنے کاموں میں کامیاب رہتے تھے اپنی زندگی تمام عمر اسی طرح پر ختم کیا مگر اب کوئی نام لیوہ ان کا نہیں رہا تیس کی برس گذرا ہو گا انتقال ہو گیا۔

۱۵۹۔ جانکی گھڑی ساز جیتا ٹولی میں رہتے تھے کاریگر لاجواب تھے اپنی زندگی اچھی گذار گئے خوب کماتے رہے اون کے اولاد نے اون کا نام روشن نہ کیا کاربار کے لئے وہ بہت مشہور ہے اور اوسکو میاں جانکی بہت رہنا پڑا ایسا ان کا گھرانہ گھر سے گئے ہنوز اون کے اولاد زندہ ہیں۔

۱۶۰۔ دولی چند کا مکان یوسف میاں کے مکان کے قریب تھا بہت ہی عمدہ سادہ کار تھے اونہوں نے جو چاندی کا چونگا ایک اندرس کا چاندی کا خول بنا کر انجمن ارتباط کو دیا تھا جو ولایت تک گیا اوسمیں اونہوں نے انگریزی حروف کھودے ہوئے اور اوبھرے ہوئے لکھا تھا اور لاجواب

پانش کی تھی اوسوقت کے انگریز حکاموں نے اوسے ولایتی جانا تھا مولوی خورشید انسپکٹر کے جاتے وقت انگوٹھی پر اوبھرے ہوئے حروف لکھے تھے بالکل ولایتی سے ملا ہوا تھا یہ کاریگر لاجواب سادہ گر تھے سری چندان کے عزیز اور شاگرد رشید ہنوز زندہ ہیں۔

فدا علی میاں بھٹی پر دوکان دار ہیں ان کا بھائی فوج میں وار کے وقت میں کسی ملازمت میں نوکر ہو کر گیا تھا واپس آکر محلہ میں خوب پینترے دکھائے اور بالکل فوجی بنکر اُئے مزاج بھی فوجی ہو گیا تھا۔ یہ لوگ دوکانداری کرتے ہیں اور اوقات گذارتے ہیں۔

منشی رام خیمہ دوز کا مکان شکور میاں مختار کے پاس تھا اونہوں نے اچھی ترقی اس کام میں کیا تھا جوان ہی مر گئے ان کے ورثا ہیں مگر وہ بات اب اس خاندان میں نہیں ہے جس کی بات اوس کے ساتھ گئی یہ آدمی منکسر اور ملنسار تھے۔

علاؤ الدین جاگی کی دوکان بھٹی پر تھی یہ دوکانداری کرتے کرتے اچھی حیثیت کے آدمی ہو گئے تھے مہاجنی کرنے لگے محلہ کے رئیسوں کے لڑکے ان کے یہاں چیزیں گرو کرنے لگے اودھار لینے لگے ہینڈ نوٹ لکھنے لگے اسی میں دن

دونی رات چوگنی بہت ہی چند دنوں میں ہو گئے مگر چند ہی روز کے اندر ایک ڈبل چوری ہو گئی جسقدر آسانی سے مال ملا اوس سے زیادہ آسانی سے نکل بھی گیا جاگی مر گئے اونکی اولاد ہیں دونوں جدا ہیں ایک رگھوناتھ ہیں جو بانکی پور دریاپور میں جا بسے ان کو خدا نے مفت کی دولت بذریعہ ایک متمول عورت کے دیدئے تھے یہ بہت اچھی زندگی بڑی عیش کی گذارتے ہیں لوہی بھی ہے دوکان بھی ہے پختہ مکان بھی ہے عیش و آرام بھی ہے اون کے بھائی اپنے والد کے طریقے پر چل رہے ہیں۔

۱۶۲؎ حکیم علیتو صاحب جھٹلی کے رہنے والے ہیں یہ حکیم ندو صاحب کے لڑکے ہیں ان کی برادری تمام تر دیہات میں ہے۔ ان کے والد بھی لودی کٹرہ میں مطب کرتے تھے وہ جوان ہی مر گئے اون کا مطب بہت زیادہ چلا ہوا نہ تھا آدمی قابل تھے مگر اون کو مطب کا موقع بھی کم ملا یہ لوگ گھر کے خوش مقدور ہیں والد کے بعد انہوں نے مطب کیا ان کے ہاتھ سے رئیسوں کے یہاں کے مشکل علاج ہوئے اور کامیابی ہوئی اس لئے یہ مشہور ہو گئے اور مطب بھی چل رہا ہے آدمی بہت خلیق ہیں۔ شاہ کمال صاحب خان بہادر کے مکان میں مطب ہے ان کی برادری وسیع ہے اور

دیہاتی لوگوں سے تعلقات ہیں محلہ نہسہ ڈیانوان اور اس
اطراف کے اکثر لوگوں سے قرابت قریب ہے۔

۱۶۳ منشی موہن لال کا مکان مہراج گھاٹ میں تھا
یہ ایک ہندو مذہب کے آدمی تھے اردو فارسی جانتے تھے
ان کے بھائی بھاگلپور میں رہتے تھے وہ وہاں بہت امیر
مہاجن تھے منشی جی اوسط آمدنی کے آدمی تھے عمر بھر یہ ہندو
مذہب پر رہے مگر نماز روزہ تہجد گذاری کرتے رہے انکو
بیعت راقم کے نانا منگل تالاب کے سجادہ نشیں سے تھی روز
آنے کی آمد و رفت تھی پانچ بجے شام کو روز آتے رہے ۵۰
سے اوپر کی عمر پا کر قضا کیا ان کے انتقال کے وقت راقم
موجود تھا نہایت نیک آدمی اور سیدھے چال کے آدمی
گذرے ان کے دو لڑکے تھے مرنے کے بعد ان لڑکوں کی
آمد و رفت بالکل بند ہو گئی اب خبر نہیں ہے وہ کہاں ہیں انکی
آخری وقت کے کریا کرم تجہیز و تکفین وغیرہ سب اپنے ظاہری مذہب کے
موافق ہوئی بہتر سے ہندوؤں کو دیکھا جو پوشیدہ طور پر
ان کے عقائد اسلامیہ تھے اور ظاہری عقائد ہندوانہ
رہی چنانچہ رائے سلطان بہادر بابو بھیرو پرشاد منشی
لچھن لال منشی گوکل پرشاد و بابو ہیرا لال کارپرداز بابو
موہن لال بابو مہر سہائی لال اور بھی چند لوگوں کو دیکھا یہ لوگ برابر

اسلامی عقائد کے موافق اپنی زندگی گذار گئے اور ظاہرا یہ اپنے مذہبی مراسم
کے پابند بھی رہے اور جلائے بھی گئے واقعہ یوں ہے کہ عقائد ایک پوشیدہ
راز ہے وہ درمیان خدا اور بندہ کے ہے۔ مذہب اور سوسائٹی کے پابندی
تو رواسم دنیا ہے جس رسم پر چاہیے اپنے کو پابند رکھا جائے۔ تدا سے
معاملات تو عقاید کے متعلق رہتے ہیں عبادت ہندوانہ کیجئے یا مسلمانہ
بت پرستی البتہ اسلام میں منع ہے اور شرک ممتنع ہے یہ لوگ اپنے کو ان گناہوں
سے بچاتے رہے اوسوقت اسقدر مذہبی چلنگ اور چھیڑ چھاڑ بھی نہ تھی
و منع سکھ ہندوانے تھے۔ ان لوگوں سے کسی کو مزاحمت بھی نہ ہی
بہتیرے ہندوؤں کو عقاید کا درست دیکھا اور اپنی سوسائٹی میں
وہ ملے رہے گڑنا اور جلنا دونوں مرنے کے بعد یکساں ہے یہ تو رواسم
ملکی ہیں ملک کے رواسم کے متعلق ایسے مسئلہ مقرر کئے گئے ہیں۔ بہتیرے
مسلمان کیا جلکر نہیں مرے ہیں پانی میں ڈوب کر نہیں مرے ہیں اونکو
مدفن کہاں میسر ہوتی ہے۔ مرنیکے بعد کسی طرح ملیا میٹ ہو جانا چاہیے
جلکر ہو گلکر ہو یا سڑکر ہو یا سوکھ کر یا چیل کوئے کھا جائیں یا درندہ
کے غذا ہو جائیں۔ سب کا اصل نیستی ہے۔ ہستی تو بڑی نیستی کی امانت
ہے وہ اس قید جسم سے نکلے اور واپس گئے جو مقام اوس کا بعلم غیب
وہاں پہونچ گئے جسم تو مادیات سے بنا ہے کسی طرح ہو مادیات میں ملنا ہے
اور یہی انتظام عالم ہے نہ کوئی رہا ہے نہ رہے گا چند روزہ زندگی ہو خود
جس طرح گذر رہا ہو گذریگی بس فنا ہی فنا ہے سارے جھگڑے زندگی کے ہیں

یہی زمانہ تکلیف کا ہے۔ عالم وجود اور زندگی بلا کا زمانہ ہے عالم نیستی میں
اتنے قصے جھگڑے کہاں ہیں نہ اپنی خبر ہے نہ پھر یار کی اور اگر ہے بھی تو
ان رازوں سے دنیا والوں کو تعلق ہی کیا رہتا ہے نہ وہ میری خبر رکھتے
ہیں نہ ہم کو اون سے سروکار رہے۔ زندگی کے سارے بکھیڑے ہیں اور تفرقہ
مذاہب اور بکھیڑوں سروکار سب بیکار رہو جاتے ہیں یہ سوسائٹی کی پابندی
ہے۔ ایسے کھاؤ ایسے پیو ایسے رہو ویسا کرو وہ مت کرو اوس عالم
برزخ میں تو فقط اسکی پرستش ہے کہ عالم وجود میں رہے تو کیا کر کے آئے
اور میرے لئے کیا تحفہ لائے یہ ہر مذہب میں ہے۔ جواب ہی آخرت سے
کوئی مذہب خالی نہیں ہے۔ مذہب ایک پابندی کا نام ہے قواعد مذہبی
کے موافق عادات و عبادات رکھے گئے ہیں اپنی اپنی سوسائٹی کے مطابق
سب چلاتے ہیں اور آخری جواب ہی سے سب ڈرتے ہیں کون سچ کون جھوٹ
ہے اس کا راز پوشیدہ ہے۔ مذہبی کتابوں نے صرف خبر دے دی ہے
اپنے اپنے عقائد کے مطابق اپنے کو سب سیدھی راہ پر چلتے ہیں پھر اسمیں
جھگڑے کی اور تفرقہ کی ضرورت کیا ہے ہر مذہب والا خدا کا معبود ہونا
قایل ہے اور یہی منشا خداوندی ہے کہ ہم کو نہ بھولو اور میری خلقت
اور مخلوق کے ساتھ بھلائی کرو اوسے تکلیف نہ دو اوسے برباد
نہ کرو جو خدائی کا قائل نہیں ہے اوس کی عقل پر پردہ ہے خدا سے بھاگ کر
کوئی دوسری جگہ کہاں ہے جہاں مخلوق جائیگی خالق سے مخلوق بھاگے
اوسکی وجود سے انکار کرے اسکو عقل بھی قبول نہیں کرتی لاچاری ہے جانا

کیا ہے۔ ماننا ہی پڑے گا اور نہیں ماننے سے اوسکا خسارہ ہی کیا ہے جس طرح
ہو اوسکی ایکائی اور قدرت کا قائل ہونا ہی پڑیگا کسی چھوٹی چھوٹی
قوت کو خدا ماننا غلطی ہے قوی القوت البتہ خدا ہو سکتا ہے جو سب قوت
والوں کو بری طرح ناس کر دینے والا ہے اور سب کو ناس اور فنا کر کے
اوس نے دکھا دیا ہے مگر اوس کا نام نہ مٹ سکا جس کا نام روشن رہیگا
وہی خدا ہے۔

۱۶۴ راجہ رام نرائن کا مکان مہراج گھاٹ میں
وصتہ شاہ تاج منگن کے قریب دریا کنارے ہے یہ اس شہر میں پڑانا
خاندان ہے اور شہر کے صوبہ کا خاندان ہے راقم نے راجہ درگا پرشاد کے والد
ماجد کو دیکھا تھا وہ بہت بوڑھے آدمی تھے اور اخلاق حمیدہ سے بھرے
ہوئے تھے اون کے وقت تک جائداد پر زوال نہ تھا ایک بابت بنی ہوئی
تھی ایک دربار تھا۔ رائے درگا پرشاد اور راقم فارسی شاہ ریاض
الدین مرحوم ساکن اوگانواں سے پڑھا تھا۔ اس خاندان سے ربط
خاندانی راقم کے دادیہال و ننھیال سے تھا اور ہنوز ہے۔ رائے درگا پرشاد
کے چند سوتیلے بھائی بھی تھے منجملہ اون کے ایک رائے ایشری پرشاد
کالی استھان تھے۔ بعد مرنے باپ کے سوتیلی ماں سے نہ بنتی اور راجہ
درگا پرشاد کے وقت میں مقدمہ بازی ہوئی بٹوارہ ہوا سوتیلے
ماں بھائی کالی استھان میں آبسے ان لوگوں میں بھی باخود باہم تینوں
بھائیوں میں مقدمہ بازیاں ہوئیں بٹوارہ ہوا مسلمانوں کے خاندان کے

طرح جائداد ٹکڑہ ٹکڑہ ہو گئی مقدمہ بازی میں کچھ خراب ہوئی - جدا جدا
دربار قائم ہوا خراجات بڑھ گئے - راجہ درگا پرشاد جوان ہی مر گئے
رائے مہابیر پرشاد ان کے سالے جانشین ہوئے اب اون کے
لڑکے موجود ہیں یہ گھر راجہ کے گھر سے اوسط آمدنی کا گھر رہ گیا مکانات
کھدے تمام مکان تک بک گیا میدان ہو گیا مختصر کارخانہ رہ گیا - راجہ
درگا پرشاد بہت ملنسار اور دوست پرست آدمی گذرے اور ان میں
بہت سے صفات حمیدہ تھے - ملازموں نے اس دربار کو مٹایا اور عورتوں نے
جھگڑوں نے اس کو تخت و تاراج کیا یہ کوئی معمولی دولت و عزت کا
گھر نہ تھا اس گھر میں لوگوں کا گذر ہونا دشوار تھا اب وہی گھر ہے شہر کے
لوگ ان موجودہ لڑکوں سے واقف بھی نہیں ہیں راقم خود ان
جانشینوں کو نہ پہچانتا ہے نہ نام جانتا ہے راجہ مہابیر پرشاد کے وقت
تک آمد و رفت رہی وہ آنریری مجسٹریٹ بھی ہوئے تھے راقم کے
ساتھ چھاؤ گنج میں بیٹھتے تھے جوان ہی مر گئے بچے نابالغ تھے - اس
گھر سے بالکل تعلق آمد و رفت کا جاتا رہا - رائے ایشری پرشاد کا حال
کالی استھان میں لکھا گیا ہے جو چوک وارڈ کے حصے میں مفصل ملیگا اوس
خاندان سے ہنوز آمد و رفت ہے - دنیاوی عزت و دولت پر کیا بھروسہ ہے
اسی خاندان کے عروج و زوال کو کس کس طرح پر دیکھا ہے اس اوتار
چڑھاؤ کو دیکھکر ایک عبرت ہوتی ہے کیسے بڑے بڑے گھر کس طرح
برباد ہوئے اور شخصی تقدیر پر توجہ کرنے سے پتہ ملا کہ ہر آدمی جدا جدا

تقدیر لیکر چلا ہے ہر کی زندگی اوس کے تقدیر کے بھروسہ چلتی ہے کتنے
بڑے بڑے گھرانے مٹے اور کتنے چھوٹے چھوٹے گھر بڑے گھر ہو گئے جس نے
ان واقعات کو چشم دید دیکھا ہے وہ کسی کے چڑھاؤ اور اوتار عروج
زوال پر کیا خوشی اور افسوس کر سکتا ہے اور کسی کے اقبال اور
بداقبالی پر کیا بھروسہ کر سکتا ہے بڑے بڑے خاندان والوں کو ایسا
ایسا بے عزت ہوتے دیکھا ہے جن کا نام بنام لکھنا مناسب نہیں بلا نام
اشارات دیتا جاؤں گا جس سے دنیا والوں کو عبرت ہوگی خود
رائے ایشری پرشاد صاحب پر ایسے ایسے سخت مقدمات پڑے کہ جس کا
اثر اون کے جائداد پر پڑا ان پر تو لوگوں نے تلوار کھینچ لیا مگر یہی شخص تھے
جو بچتے گئے اور سزا دلوایا بعض لوگوں کو اسی شہر میں مجسٹریٹی کرتے
دیکھا اور اسی شہر میں دورہ سے سزایاب دیکھا اور جلاوطن ہوتے
دیکھا سنیاسی فقیر کے صورت میں دیکھا یہ بھی دیکھا کہ ساتھ کے بیٹھنے
والوں نے جو ملنا جلنا فخر جانتے تھے اونہیں لوگوں نے جوری میں
بیٹھکر سزا کا فیصلہ سنایا وہ لوگ سزا دہندہ اور سزایاب ہنوز زندہ
ہیں - اس زمانے کی دوستی پر بھروسہ کیا ہو یہ موجودہ تعلیم کا اثر ہے
پرانے زمانے والے ہرگز جوری میں بیٹھنا قبول نہ کرتے اور ایسے مقدمات میں
کوئی حصہ نہ لیتے انکار کر دیتے بڑے بڑے مدبران عزت داران جیل میں
ہو آئے جیل جانا پہلے بے عزتی تھی اب فخر ہے - قوم بڑے عزت سے
جیل بھیجا جاتی ہے نہ والیٰ کر مگر زن پر جو گند دیا جاتی ہے اوس کا کوئی

شریک نہیں ہوتا کیا کیا نہ بدلا ہے آسمان زمین پر آگیا اور زمین آسمان پر گئی۔ دونوں تہ نشیں ہوگئی بھارتی پہاڑ اڑ کر آسمان کے طرف گئے جو خبر پیغمبر رسول خدا نے دیا تھا چشم دید دیکھ رہے ہیں گیا غیب داں رسول کتنے چودہ سو برس کا زائچہ بتا گئے اور موجودہ زمانے کی خبر دے گئے۔

نمبر ۱۶۵ بشنی مارواڑی شہر میں اور مارواڑیوں کی طرح خالی ہاتھ آئے چھوٹی سی دوکان کرلی تھی رفتہ رفتہ خدا نے عروج دیا۔ لو دیکھو مرہ کے رئیسوں کی دولت ان کے یہاں بہت گئی تھا جنہوں نے ترقی کرتے کرتے بڑی زمینداریاں حاصل کرلیں اور اب مارواڑیوں میں متمول اور عزت دار گھر ہے انہوں نے اپنے وقت میں حاصل کیا ان کے قریب رشتہ دار مکند بابو تھے انہوں نے بڑی محنت کی بشنی جی اب بہت بوڑھے ہوگئے کام کے لائق نہیں ہے بڑھاپے نے معذور کردیا یہ بہت اقبالمند ہوئے اچھا مال حاصل ہوا اچھی عزت حاصل ہوئی ان کے یہاں تقریب میں چیف جسٹس اور دو ہندوستانی جج جسٹس کلونت سہائے اور جسٹس جوالا پرشاد شریک تھے اور شہر بھر کے معزز ہندو اور مارواڑی تھے اکثر معزز مسلمان بھی شریک تھے۔ دیبی پرشاد بھی ان کے قریب تر رشتہ دار ہیں وہ بڑے کامی اور محنتی ہیں ان کے کپڑے کی دوکان پر بھی بیٹھتے ہیں بشنی جی کی چاندی سونے کی دوکان بھی ہے ان کے قریب تر رشتہ دار اور جانشیں سیجنا تھ لال جھن جھن والے ہیں اون کو کلکتہ کی صحبت بہت رہی وہاں پانی اور افیون کے کھیلے میں بڑا نقصان ہوا اوس وقت سے بشن دیال کا کاروبار دبا مگر پھر سنبھلے زمینداری موجود ہے اور اخراجات بندھے ہوئے ہیں یہ گھر سنبھلا ہوا ہے اور خود بشنی بابو اقبالمند

بھگوان کا مال تھا اوسی نے دیا اوسی نے لیا میرا تو کوئی حق زبردستی کا نہیں تھا البتہ آرام کی زندگی گذار رہے تھے ظاہری تھوڑی جسمانی تکلیف ہوتی ہے سو تحمل کے لائق ہے دنیا میں کیسے کیسے بدتر لاعلاج رہیگا اور بیمار اور مفلس ہیں آخر وہ بھی تو زندہ ہیں اور زندہ نہ رہیں تو خود سے کیسے مریں خودکشی سے تو دین میں نرکھ ملیگا تو کیا دین دنیا دونوں برباد کریں دنیا تو چند روز میں ختم ہوگی جنما جنم کون تکلیف اوٹھائیگا۔ دنیا کی تکلیف سے گھبرا کر جان دینا تو نامردی کا کام ہے کوئی ایسا قصور ہم سے ہوا ہوگا جس کا بھگت مان کرنا ضروری ہے جس کی خبر مجکو نہیں ہے۔ بھگوان تو ضرور جانتا ہوگا پانچ برس اون کو تکلیف رہی آخر کار وہ مر گئے سارا نام و نشان اون کا نیست و نابود ہو گیا اون کی نشانیاں موجود ہیں۔ اللہ اکبر اس غریب نے تو بجز بھلائی کے برائی کا کام ہم لوگوں کے جانتے نہیں کیا ایک دفعہ لڑکا فصلی میں بیمار ہو کر اچھا ہوا تھا تو تیس ہزار کا غلہ اور کپڑہ مظفر پور اور مچھر ہٹہ پر ملا کر راقم کے یاد میں تقسیم ہوا تھا بابو رام انوگرہ بذات خود بہترین دوست اور صاحبی مزاج کے جنٹلمین تھے ایسا وقت بھی آگیا کہ اونکی احباب نے اونکی امداد کی نوکری بھی چلی گئی تھی اور جلدی موت بھی آگئی ورنہ کا حال بھی خراب ہو جاتا مصلحت اور مرضی خداوندی میں کچھ چارہ نہیں ہے اور کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی راقم جیسے دس ہیں کو وہ خرید سکتے تھے ایک برس کے اندر بالکل نادار ہو گیا ایسے دولت عزت اور عیش و عشرت پر کیا بھروسہ کیا جائے ــ تمام شد

(بقیہ لوگوں کے حالات حصہ دوم میں ملیں گے)

کل من علیہا فان ویبقیٰ وجہ ربک ذوالجلال والاکرام

ہر کہ آمد عمارت نو ساخت
رفت منزل بدیگرے پرداخت

گور سکندر ہے نہ قبر دارا
مٹے نامیوں کے نشاں کیسے کیسے

دنیا کے جو مزے ہیں ہرگز یہ کم نہ ہوں گے ۔ چرچے یہی رہیں گے افسوس ہم نہ ہوں گے

پڑھیے یہ کتاب

یادگار روزگار

اس میں ہے زندہ اور مردوں کا پکار کہاں گئے حاکم کدھر گئے چپراسی
اور پیشکار کہاں ہیں گذشتہ وکیل و مختار نہ رہے متخاصمین نہ رہے رشتہ دار

بس یہ ہے دنیا کی بہار

دنیا دار ہو جاؤ ہوشیار اور رہو مرنے پہ ہر وقت طیار

گر ہمیں دانی کہ مردن لازم است
تا قیامت زندہ مانی بازچہ

مرنا تو یہ مجبوری ہے ۔ پھر لطف ہی کی زندگی غیروں سے
آغوش لحد میں جبکہ سونا ہوگا ۔ جز خاک نہ تکیہ نہ بچھونا ہوگا
تنہائی قبر میں کون ہوگا انیس ۔ ہم ہوں گے اور قبر کا کونا ہوگا

بھائیو اپنی عمل درست رکھو پر عاس نہ جاو پشیمین ہو

مؤلفہ

سید بدرالحسن خادم قوم ساکن لوکیرہ بلیہ بستی

فہرست مضامین سٹی کورٹ حصہ اول

نمبر	نام	از صفحہ	تا صفحہ	نمبر	نام	از صفحہ	تا صفحہ
۱	حکاموں کا تذکرہ	۱	۱۲	۲۳	برکھ نندن بابو	۳۵	۳۶
۲	الفت حسین	۱۳	۱۴	۲۴	قمرالدین بلخی	۳۶	۳۶
۳	لاڈلے صاحب	۱۴	۱۵	۲۵	محمود علی خاں	۳۷	۳۷
۴	برکشور لال	۱۵	۱۵	۲۶	مولوی عظیم الدین	۳۷	۳۹
۵	کملا پرشاد	۱۵	۱۶	۲۷	منشی عبدالحکیم	۳۹	۴۶
۶	میرن صاحب	۱۶	۱۶	۲۸	نقی قلی خان	۴۷	۴۷
۷	میر سید جان	۱۶	۱۶	۲۹	ناگیشر سہائے	۴۷	۴۸
۸	میر نبی جان	۱۶	۱۷	۳۰	حفیظ الدین حیدر	۴۹	۵۲
۹	منشی ہزاری لال	۱۷	۱۷	۳۱	منشی مدن گوپال	۵۲	۵۳
۱۰	منشی دولت رام	۱۷	۱۸	۳۲	نور محمد میاں	۵۳	۵۴
۱۱	منشی رحیم بخش	۱۹	۱۹	۳۳	پسران دولت رام	۵۴	۵۶
۱۲	عبدالکریم	۱۹	۲۵	۳۴	کیلس صاحب	۵۶	۵۶
۱۳	محمد خلیل	۲۵	۲۶	۳۵	مقبول احمد سب ڈپٹی	۵۶	۵۶
۱۴	مولوی شمس الہدی	۲۶	۲۸	۳۶	معین الدین سب ڈپٹی	۵۷	۵۷
۱۵	مرلی دھر	۲۸	۲۹	۳۷	مولوی فضل الرحمن سب ڈپٹی	۵۷	۵۷
۱۶	مہابیر پرشاد	۲۹	۲۹	۳۸	بینی مادھو بابو	۵۷	۵۷
				۳۹	سب ڈپٹی	۵۷	۵۷
۱۷	کیول کشن	۲۹	۳۰	۴۰	عبدالحمید سب ڈپٹی	۵۷	۵۷
۱۸	محمود شیر وکیل	۳۰	۳۲	۴۱	محمد یحییٰ پیشکار	۵۷	۵۷
۱۹	مولوی مجید	۳۲	۳۳	۴۲	بچھمی بابو کورٹ	۵۷	۵۷
۲۰	سید محمد حکیم	۳۳	۳۴	۴۳	منی لہتو بابو کورٹ	۵۷	۵۷
۲۱	مولوی جلیل	۳۴	۳۴	۴۴	محمد کاظم منصرم	۵۷	۵۷
۲۲	رام کشن لال	۳۴	۳۵	۴۵	حالات چپراسیان	۵۷	۵۷
				۴۶	حالات پیشکاران	۵۷	۵۷

عالم گنج وارڈ

سٹی کورٹ کے مختاروں کا حال

دسٹی مجسٹریٹ کا بیان

۱۔ سٹی کورٹ میں پہلے پہل ایچ بیمز بر صاحب سٹی مجسٹریٹ مقرر ہوئے۔ شہر میں خون خرابا بدمعاشوں کیوجہکر زیادہ ہونے لگا تو یہ سٹی قائم ہوئی انہوں نے خوب رعب داب جمایا اور شہر کو سر کردیا اوسوقت کی باتیں قانون کی اسقدر پابندی کی نہ تھی مصلحت وقت کے رو سے جو صدر[illegible] ملی کیے گئے صاحب مذکور ترقی کرتے کرتے گورنر ہو گئے تھے۔ اون کی شادی اسی شہر میں ہوپ کن صاحب کمشنر کے لڑکی سے ہوئی تھی ہوپ کن صاحب بہت بوڑھے تجربہ کار رئیس پسند حاکم تھے۔ بہتیرے شرفا کے ساتھ احسان کیا ان کے بعد حکمران بہتیرے آئے گئے۔ جن کا نام یاد ہے لکھدیتا ہوں بہتیروں سے راقم کو ملنے کا اتفاق بھی ہوا ہے۔ ایم کری صاحب وڈین صاحب ٹی انگلس صاحب

دوسرے انگلس صاحب۔ آوون صاحب۔ سی سی گوئین ڈپٹی
صاحب۔ مری مین صاحب۔ اسٹیون صاحب۔ ہلیڈے صاحب
کمشنر ٹومسن صاحب۔ ولزلی صاحب ان لوگوں سے تو راقم
خوب واقف تھا اور سلام کرنے کا فخر حاصل تھا۔ سٹی مجسٹریٹ
میں۔ میکسول صاحب۔ ببنو صاحب۔ مم فرڈ صاحب۔
کری صاحب۔ ڈمھاولے صاحب۔ راوس صاحب۔ لویس
صاحب۔ ہیوز صاحب۔ میلسن صاحب۔ کمنگ صاحب۔
چندرا صاحب۔ سرین بابو۔ خان بہادر حامد صاحب۔
رنجیت بابو آروی۔ اودھ کمار رلد گجادھر پرشاد وکیل
بی کے رائے صاحب کے ماتحتی میں کام کیا ہے۔ ہر گلے را
رنگ و بوئے دیگر است پایا۔ ہر کا مزاج و ترکیب جداگانہ
ہر کا انداز جدا پایا۔ افیشل لائف عجب لائف ہے اون کو
ڈیوٹی پورا کرنی پڑتی ہے اور مناسب وقت جو مصلحت
ہوتی ہے کرنا ہوتا ہے اگر کسی کی دوستی برتیں تو کام نہیں
چل سکتا ان کو سب سے بے تعلق رہنا پڑتا ہے ضرورت کے
معاملات خودداری کے ساتھ برتنا لازمی ہے ورنہ ادائے
فرض منصبی نہیں انجام کر سکتے اس لئے حکام ریزرو رہتے
ہیں اور رہنا بھی چاہئے۔ ہر قسم کے لوگ ہیں اپنا فخر دکھانے کو
حکاموں کے اخلاق کو بدنام کر دیتے ہیں اور پبلک پر برا اثر

ڈالتے ہیں اس لئے وہ ہر سے اپنے کو دور رکھتے ہیں کسی کام اگر
نکل جاتا ہے تو اوس کی تقدیر کا زور ہے۔ راقم نے
بڑا تجربہ پایا آخر میں سمجھ میں آیا۔ حکام کی ملاقات نفع کی
غرض سے کرنا خیال خام ہے۔ بلکہ ضرر سے بچنے کی غرض سے
واقفیت رکھنا ہی بہتر ہے وہ اتنا واقف ضرور رہیں کہ
حکایت شکایت پر اون کو رائے قائم کرنیکا موقع رہے
دنیا میں نام پیدا کرنا ہے تو اون کی ڈیوڑھی میں ہر طرح
کے امداد دیجئے۔ اچھا کام کیجئے رپورٹ آپ کے حسب خواہ
ہوگا۔ خطاب وغیرہ کی خواہش ہے تو پبلک کاموں میں حصہ
لیجئے چندے دیجئے خوب درخور دکھائے اور جب موقع
آئے اسپیچ بازی فرمائے سب سے بہترین طریقہ خرچ کا
ہے موقع موقع سے چندے دیجئے پبلک اسپرٹ ثابت کیجئے
مقدر میں ہے اور کوئی حاکم خوش ہوا تو خطاب بھی مل جائیگا
بغیر دوڑ دھوپ خوشامد خرچ حکایت شکایت کے بغیر اس
راہ میں کامیابی غیر ممکن ہے کوئی اپنے ذاتی محنت اور
لیاقت کے ذریعہ سے اس راہ میں کامیاب نہیں ہوتا۔
جب راقم پر یہ ثابت ہوگیا۔ راقم نے اپنے میں صلاحیت
نہ دیکھکر اوس ہوس سے باز آگیا اور دنیا سے کنارہ کش
ہوکر زندگی بسر کرنے لگا راقم کی مالی حالت اور گھر کے

مواقعات ایسے ہیں کہ اوسی اولجھن سے فرصت نہ ملسکی اور غیر ضروری اخراجات کو برداشت نہ کرسکا اون تدابیر کے انجام کو نہ پہونچا سکا جو اس راہ کے لئے لازمی تھے. بعض حکام نے قدر دانی کی عزت افزائی کا سامان کیا مگر زد پر جاکر راقم سے کوشش نہ ہوسکی راقم نے اپنے میں صلاحیت نہ دیکھا ایک رخ ہوگیا اوس ہوس ہی کو اوٹھا دیا کتب بینی بے ضرر شغل اختیار کرلیا اس کم حیثیت کی عزت افزائی اور اخراجات حصول عہدہ بے کمالی کی خواہش ہی اوٹھالی ایک بے نیاز زندگی گذارنے لگا اور خوش ہوں کہ دنیاوی جھنجھٹے کم ہوگئی اتنے مردوں کا حال پیش نظر ہے اب کیا ہوس ہی دنیا کا رخ پلٹ گیا بڑے بڑوں کی عزت خاک میں ملی کتنے جیل میں چلے گئے خطابوں کی وقعت پبلک میں جاتی رہی دنیا میں مساوات کے مدعیاں کھڑے ہوگئے راقم بھی کنارے لگ گیا. سٹی کورٹ کچہری اوس بنگلے میں تھی جو میر ابوسعید کا بنگلہ تھا اور جس میں جواد حسین وکیل کرایہ دار تھے اب دوسری بلب بابو کے خاندان کا ہے پھر اوس کوٹھی میں جو دربھنگہ راج کی تھی اور اب سب ڈپٹی رہتے ہیں اوٹھا لیجا کچہری اور سکونت دونوں رہی جب میکسول صاحب فضلی عارضہ میں اسی کوٹھی میں

مرے تب سے سٹی مجسٹریٹ کا کواٹر افیون گدام میں چلا گیا۔
سٹی کچہری بینت کے پٹارے والوں کا مکان خرید کرکے بنی جو
اب کچہری ہے۔ پٹنہ سٹی میں صادق پور رینج اور جھاؤ گنج رینج
تھا دونوں ٹوٹ گیا اور ملا دیا گیا۔ دونوں خود مختار بنچ
تھے اودون صاحب کلکٹر نے ایک بنچ کر دیا سٹی بنچ ہو گیا
بہتیرے کا ٹرم پورا ہو گیا بہتیرے نئے مقرر ہوئے بنچ کے
اختیارات کم کر دیے گئے۔ وہ وقت جاتی رہی۔ یہ اپنی
گروہ کی کرنی کی بھرنی ہوئی۔ سہ

چو از قومے یکے بیدانشیں کرد
نہ کہ را منزلت ماند نہ مہ را

کسی نے کوئی غلطی کی ہوگی اوس کا اثر یوں ہوا۔ اب
سب ڈپٹی مقرر ہو گئے۔ کل کام سکنڈ افسر کے متعلق ہے
کچھ چھوٹے چھوٹے غیر ضروری کام بنچ مجسٹریٹوں کے پاس
آجاتے ہیں۔ شہر کی حالت دن بہ دن بدلی تن کی۔ پنشن
کے وقت سے مقدمات بھی کم رہنے لگے۔ عزت بھی گئی
پرانے بدمعاش اوٹھے اور تجربہ کار مقرر ہوئے۔ اذم رئے
بہتر فسادیا بھی کمی آگئی بہتیرے مقدمات آپس ہی میں
طے ہو گئے۔ بہتیرے جرائم کا عزت کی وجہ سے بدلا لیا کرا
دیتے کچہریوں کی لوجہم چوکتی سے گھبرا گئے کچہریاں تہا

انفصال مقدمہ میں دیر ہونے لگی لوگ مجبوراً بعض بعض
موقع پر نالش دائر کرتے ہیں. پولس کیسیز بھی کم ہو گئے
دفتری کام بڑھ گئے مختاروں کی اور وکیلوں کی تعداد
بڑھتی گئی چند اجلاس ہو گئے قانون پیشوں کے افراد
بڑھ جانیکی وجہ کر سب کی آمدنیاں کم ہو گئیں اب کچہری
وہ کچہری نہیں ہے جو پہلے تھی زیادہ تر سیاسی مقدمات
رہتے ہیں جس میں قانون پیشوں کو کچھ بس نہیں ہے ادن کے
اصول ہی نرالے ہیں آمدنی کے ذرایع بہت کم ہو گئے۔
اس لئے وہ رونق اور بابت نہیں رہی۔ جس وقت سٹی
قائم ہوئی تھی تینوں اجلاس سٹی کورٹ جہاؤگنج اور
صادقپور آباد تھا مختاران و قانون پیشے بنچوں میں
جانیکی فیس ڈبل لیا کرتے تھے کوئی صادقپور گیا۔ یہ
کچہری منوسپلٹی میں ہوا کرتی تھی۔ کوئی جہاؤگنج آیا کوئی
سٹی میں رہا ادھر سے ادھر دوڑتے رہے گاڑی بانوں
نفع یکہ بانوں کو نفع شہر میں آبادی مقدمہ والے
و متعلقین مقدمہ و گواہ سڑک پر جا رہے ہیں جہاؤگنج
آرہے ہیں موسپلٹی جا رہے ہیں ایک عجب سماں
تھا۔ قانون پیشہ ابھی یہاں ابھی وہاں آرہے گئے۔
ان لوگوں کو نفع بہت تھا اب تو ایک جگہ جمع ہیں

ایک ہی حاطہ میں کام ہے کچھ دیا اور کام لیا اس اجلاس
سے وہاں۔ وہاں سے یہاں اب وہ لقمہ ندارد ہوگیا کسی کی
وہ آمدنی نہ رہی جب تک صادقپور اور جھاڑو گنج رہا
بعض بعض چلتے ہوئے مختاروں نے بڑی بڑی شکایتیں
بنج مجسٹریٹوں کی کیا جب مقدمات سپرد ہونے لگتے تو
اپنے نفع ذاتی کی وجہ کر کہ وہ سستی چھوڑنا نہیں چاہتے
تھے غلط اور فضول عذر کر دیتے مگر سویلین لوگ
کب سننے والے تھے معذور کر دئے گئے اور مقدمات
باوجود بے سود عذرات کے سپرد ہوتے رہے کسی و جھکر
ہو جب سب کچہریاں ایک جا ہو گئیں اور فیس کا ڈبل
نفع جاتا رہا تب پچھتانے لگے۔ دوربینی تو سوجھی نہیں
اب اوس کا اثر سب کے سر آن گرا اب رونے سے
کیا ہوتا ہے۔ سرکاری انتظام گھروندہ تو نہیں ہے کہ
کھیلا اور توڑ دیا وہ تو سب سمجھ بوجھکر کوئی کام کرتے
ہیں چار و با بو سٹی مجسٹریٹ چند روز کے لئے آئے اونہوں نے
بذریعہ رپورٹ بنچوں کو ایک جگہ کر دیا سب گذشتہ
انتظام رد و بدل ہوگیا راقم چونکہ ۷ جنوری ۱۸۹۰ء
سے برابر کام کرتا آتا ہے اور بفضلہ تعالی کوئی بدنامی
کاغذی یا پبلک میں نہیں ہوئی ہے بلکہ پبلک و حکام

راقم کے بے لوثی سے واقف ہے اسلئے اتنی قدردانی ضرور
ہوئی کہ راقم کی حیاتی مقرری ہوگئی۔ راقم پرانے قاعدے کے
مطابق مقرر ہوا تھا اس لئے سقا کی سلطنت سے بچا رہا
اور راقم کی میعاد سہ سالہ نہیں رہی بلکہ تا بعمر بقید عہدہ
رہنے کی چٹھی آگئی۔ راقم بھی ہفتہ میں ایک دن باقاعدہ
اور پابندی کے ساتھ اجلاس کو بروز پنجشنبہ اپنے ہی
سلام کر آتا ہے اور سال میں دو ایک دفعہ حکام بالا کی
قدم بوسی کر لیتا ہے۔ الحمد للہ اب تک تو کسی قانون پیشہ سے
مخالفت کا موقع نہیں آیا اور پبلک کو بھی ناراضی کا
موقع نہ دیا اور حکام کو بھی حتی المقدور ناراض ہونے
نہ دیا اور ایمان کو بھی بچاتا رہا۔ تین برسوں میں تو آدمی
پورا کام بھی نہیں سیکھ سکتا اسے جگہ چھوڑنی پڑتی ہے
جب کچھ تجربہ آتا ہے آدمی جدا ہو جاتا ہے۔ پہلے
اصول یہ تھے کہ حکیم و حاکم و حجام کہنہ می باید تھا
اب نئے دنیا نے پرانے اصول کو بدل دیا نیا نو گذشتہ پرانا
تھیم گذشتہ کا مضمون ہے مگر دنیا میں رہنا ہے جدھر دنیا
چلے چلنا پڑتا ہے۔ جو پسند ہو انسان اس کام کو کرے
ناپسند ہو چھوڑ کر جدا ہو جائے۔ کسی کے انتظامی اصول
میں دست اندازی کا کیا حق ہو سکتا ہے مصنف کے

عہدوں کو لوگ قبول ہی کیوں کرتے ہیں اور اس کے لئے جان
کیوں دیئے پھرتے ہیں کچھ تو اپنا فائدہ ضروری سمجھتے ہیں
جب تو جان توڑ کوششوں کے بعد حاصل کرتے ہیں اس میں
شبہ نہیں ہے کہ توصل شاہی سے اور حکام رسی سے اپنے
قوم میں مشہور و نام و نمود ضرور ہو جاتا ہے عزت افزائی
ضرور ہو جاتی ہے یہی ہوس انسان کو اس راہ پر لاتی ہے۔
گو موجودہ فضا میں یہ توصل برا جاننے لگے مگر نام و نمود کی
خواہش سے یہ فضا بھی خالی نہیں ہے اخباری دنیا میں
قدم پھیلتا ہے کیسے کیسے گمنام لوگ اور کیسے کیسے نابرساں
لوگوں نے شہرت حاصل کرلی جب کسی بڑے کی مخالفت پر کوئی
شہرا ہوتا ہے اوس کا نام برائیوں یا بھلائیوں کے ساتھ ضرور مشہور
ہو جاتا ہے ذاتی اغراض سے نہ وہ فضا خالی تھی نہ یہ فضا خالی ہے
پبلک خدمات تو ایک دھوکے کی ٹٹی ہے۔ ہندوستانی آدمیوں
میں بلا خود غرضی کے خدمت خلائق کا مادہ اب تک تو پیدا نہیں
ہوا ہے ورنہ آپس میں نفاق قائم نہیں رہتا اور تفرقہ گروہی
باقی نہیں رہتا اور ہر کے حقوق برابر کے حیثیت رکھتے اور قومیت
پیدا ہو جاتی لباس ایک ہو جاتے خوراک ایک ہو جاتی رہائش
ایک ہو جاتے روش ہوتی قومی حیثیت سے سب ایک ہی قوم
اعتدین رہتی طرح ہر ایک پیشہ وروں کی چھوٹی چھوٹا منہ لیتا

جدا جدا ہیں جو ایک دوسرے کا مذہبًا اور اصولاً مخالف ہے اگر
ہر ایک کی گنتی جدا جدا کی جائے تو تھوڑی تھوڑی تعداد سیکڑوں
گروہوں کی بٹ گئی اور تفوق بہت فرق ہر گروہ میں ہوگا - اور
بکھرا ہوا شیرازہ ملے گا - آپس ہی میں ایک دوسرے کو ہیٹا اور
بُرا جانتا ہے اور جانور سے بدتر برتاؤ کیا جاتا ہے - انسان سے
انسان بھاگتا ہے اوس کے سایہ کو پسند نہیں کرتا بدن چھلانا
بُرا جانتا ہے - حقارت سے دیکھتا ہے ایسے لوگوں میں دلی سازگار
ہونا غیر ممکن الوقوع ہے - جتنی باتیں ہیں سب زمانے میں خیالی
ہیں چندروزہ ہیں - جہالت ہی ہو عوام اپنے آیندہ نفع ونقصان کو
نہیں سوچتے - بھیڑی کی طرح بلا سمجھے بوجھے ہوا پر اوڑے پھرتے
ہیں جاہلوں میں شر و فساد کا مادہ بھرا رہتا ہے - دیوانہ را
ہوئے بس ست، جدھر کوئی لکچرار آیا خلقت ہی کہ دوڑ رہی ہے
مقرر کیا بول گیا اوس کی رموز اور نفع ونقصان سے مطلب نہیں
جو ہوا بندھی اوسی رخ پر دوڑ گئے جن لوگوں کو سمجھنے کی صلاحیت
بھی نہیں ہے وہ بھی ظاہری رنگ بدلے ہوئے دکھائی دیتے
ہیں اس کی جانچ تو ووٹروں سے ہوا کرتی ہے - ہزار در ہزار
روپیہ لیکر امیدوار ہو جائے اور ووٹ خرید لیجئے - پھر کہاں
قابلیت کی جانچ ہے [illegible] قومیت کی قدر [illegible] جتنا ووٹ ہے
سب اون کا [illegible] جو [illegible] روپیہ کی کشش [illegible] سمجھئے

جس آدمی جس بات میں چاہئے شریک کر لیجئے ایسے لوگوں میں
پولیٹکس اور سیاست کو پھیلانا سراسر غلطی ہے اور شرو فساد
کو ترقی ہوسکتی ہے تعصب پھیل سکتا ہے۔ قومی نذاق اور
رخنہ اندازیاں ہوسکتی ہیں جو تجربتاً ثابت ہو رہی ہیں۔ ہندوستان
کے آدمیوں نے اپنی تہذیب و تربیت کو کب درست کیا ہے
جو سیاست مدبری کیطرف ہو گئے اپنی رہائش کب درست کی ہے
اپنا مذہب کب درست کیا۔ اپنا لباس کب مہذب بنایا
اپنی صفائی جسم کب کرتے ہیں پاکی ناپاکی کا خیال کب درست
ہوا ہے جو ملکی اصولوں کو درست کرنے لگے جو پیشاب پاخانہ
کو پاک جانتے ہیں۔ جانوروں کے پیشاب پاخانہ سے ایمان کو
پاک کرتے ہیں اون سے عقل کی باتوں کا سرزد ہونا کس حد تک
جائز ہے۔ عوام الناس کو ایک خاص گروہ کے فتوی پر سے
جو چاہیں کرالیں اور مذہب کی واہمہ پرستی کو جدھر چاہیں
گھمادیں اور خود متوزا کے پیڑے اور پوری کچوری کھائیں
اون کو تو قدر دانی کے لئے بیٹھے تو نفع کرتے ہوئے ایکدن بھی سودہ
نہ کریں اور فروخت کر ڈالیں ایسے لوگ انصاف پسند کب ہوتے
ہیں اور مذہب کے سچے قدرداں کب ہیں جنکا نہ کرنا علی الخصوص
اعزازی عہدہ ایمان و انصاف سے چلانا بہت مشکل ہے خود
غرضیوں کے وقت اپنے حصول مطلب کے لئے کون جائز نہ

دنیا جائز وسیلا ہر خود غرض عمل میں نہیں لاتا اور دوسروں کے
ایمان پر حملہ نہیں کرتا اور اپنی ایمان فروشی نہیں کرتا اور ہر
ذرائع ممکن الوقوع سے اپنا بر آر مطلب نہیں کرتا ایمانداری
ہی ہوتی تو دنیا کا یہ حال کیوں ہوتا۔ شہر کے رؤسا تین برس کے بعد
شہر ہی والوں سے غرض و تعلق کے سروکار رہکر کام چلانا اور
سب کو راضی رکھنا اور تین برس بعد پھر اونہیں لوگوں میں
ملنا اونہیں سے تعلقات اونہیں کے امداد کے محتاج اونہیں
سے کاروبار و بہوار وہی لوگ ہر حال کے شریک و مددگار
کس طرح پر اون سے برتاؤ کیا جائے ایک وبال جان ہے
الکشن اور ووٹ تو پبلک کے ہاتھ میں ہے۔ اُمیدوار کی
بڑی غرض پبلک کے ید قدرت میں ہے بے نیازی سے
کیسے کام چلے۔ خود غرض لوگ بڑے بڑے پرہیزگار
ملنے والے سعی سفارش کی بھرمار ان اُلجھنوں کے ساتھ
جس نے ایمانداری سے کارگذاریاں کیں ہوں وہ لائق
وقار و تعریف ہے اگر دنیا قدردانی نکر سکے نہ کرے اپنی
کوشش تو ضرور خوش رہتا ہے۔ راقم کو تین برس بعد جدا
ہونیکا خوف نہیں رہا۔ یہ خدا کا شکر ہے ورنہ اوس اونچ
کو راقم برداشت نہ کر سکتا اور چھوڑ کر بھاگتا نظر آتا۔
راقم نے بھی اس کام عہدہ بینچ مجسٹریٹی کو پہلے اعزازی

اور نام وری کا عہدہ حاصل کر لیا تھا جب رُخ پلٹا وہ باتیں
جاتی رہیں مگر راقم کو دل بستگی کا ایک ذریعہ رہ گیا اور
روز نیا نیا تجربہ ہوتا جاتا ہے اور شہر کے لوگوں سے
واقفیت کا ایک اچھا ذریعہ ہے بہت سے واقعات کا ذریعہ
ملتا ہے اس لئے راقم ہنوز اوس کام کو کرتا جا رہا ہے اور دنیا
کی تبدیلی و ترقی و تنزلی پر غور کرتا جاتا ہے۔ نئی روشنی
کے لوگوں سے ملتا ہے نئے زمانہ کا حال کھلتا ہے لوگوں کے
اخلاق و ایمانی ترقی و تنزلی کا موازنہ کرتا جاتا ہوں۔ ذریعہ
آدمیت پرکھنے میں آتی ہے الغرض تعلیم عملی اسکول
دنیا کا ایک طالب العلم ہوں کچھ نہ کچھ روز سیکھتا جاتا ہوں

ہمارے پرانے مختاروں میں منشی الفت حسین

ولد وزیر خان بہادر جنے صاحب نے جو ایف اے تک
پڑھے ہوئے تھے اور راقم کے پڑھنے کے وقت سے سکول
میں نیچے کلاس میں تھے۔ خوب کمایا اور زوردار مختار ہوئے
اچھی انگریزی بولتے تھے اور بہت تیز آدمی تھے ان
ان کے والد متمول تھے آخر عمر میں [illegible]
غربت سے گذری جنے صاحب بڑے بیٹے [illegible]
وارڈ جمعدار رہے بڑے خوددار شخص تھے [illegible]

ادھیڑ مرے بنے صاحب اور الفت حسین جوان مرے
ان لوگوں کا مکان اور مقبرہ بہ میر سڑک بہت اونچے پروا مودر
بابو کے مکان کے سامنے پورب واقع ہے پھر اس خاندان کا
حال نہ ملا ایک بھائی ان کے تذکرہ تھے۔

۳۔ لاڈلے صاحب مختار

بھی بہت تیز اور اچھی انگریزی جاننے والے بڑے
چلتے ہوئے مختار گذرے یہ بھی سٹی اسکول میں راقم کے
ہم کلاس تھے۔ انہوں نے خوب کمایا پبلک میں ذاتی عزت
اچھی حاصل کیا صاحب اولاد تھے ان کا مفصل حال خواجہ
کلاں وارڈ مغل پورہ میں ہے۔ میر زماں گندھی ایک مشہور
آدمی کے ناتی تھے اردو اور شاعری اچھی تھی میر علی محمد شاد
خان بہادر کے شاگردوں میں تھے بعض اولاد کو پیٹر کے دفتر
کے علاوہ تھیں ادھیڑ ہو کر چند برس گذرے مر گئے آخر عمر میں مزاج
میں غصہ زیادہ آگیا تھا۔ بظاہر تو زندگی اچھی گذری مگر اندرونی
اذیتیں تھیں جسکو وہ بار بار آپس میں بولا کرتے تھے دل سے
خوشی نمایاں نہ تھی یہی باعث مزاج کے چڑچڑا ہونیکو تھا اکثر
حکام سے بزور رکھائی ان سے پیشرفت نہ کمائی تھی اور ادھر
عمر ہندوستانی افسر ہاتھ کے نیچے تھے مجھے سامنے ایسے ہمت بھی

کسی کی نہیں ہو سکتی اون کے انداز ہی جداگانہ ہوا کرتے ہیں جس شخص میں مذہب سمایا ہے
بھی جو سولین نمازِ پنجے کو بنا لیتے ہیں وہاں بھی وہی رنگ ہو جاتا
بدرعبی تو اخلاق مندوں کے اجلاس میں بہ ہوا کرتی ہے جو ملک
میں اپنے کو ممدوح بنانا چاہتا ہے وہی وسیع الاخلاق اور بدرعب
ہوتا ہے جہاں نفس کا لگاؤ ہوا خود ستائی کی لالچ ہوئی وہاں
رعب نہیں ہو سکتا اور خشک مزاجی سے بڑی بوٹی ادا کرتا ہے وہ
بے نیاز ہو کر بلا غرض تعریف و توہین کام کرتا ہے وہ ضرور
خود دار رہتا ہے مگر ممدوح خلائق نہیں ہو سکتا ـ جو ممدوح
خلائق ہوگا اوس سے بھلائی کی امید کم ہے جو خشک مزاج ہوتا ہے
بڑے کام کا ہوتا ہے ـ

۴ ـ بیر کیشور لال کو مکان کالو خاں کے
باغ میں تھا یہ کایست خاندان کے آدمی تھے پرنسپ وغیرہ بھی کچھ زور
تھا پانچ سات برس انہوں نے بڑے زور کی مختارکاری کیا اور روپیہ
کمایا جوان ہی مر گئے ان سے حکاموں سے بڑی نہیں بیٹھتی تھی
ان کے گھر میں ورثا موجود ہیں یہ متعصب مذہبی آدمی گذرے حکام سے
الجھ پڑتے تھے۔ آخر میں پیشہ دب گیا تھا قانون پیشہ اوجھا کر لیا تو
ترقی پذیر نہ ہوگا بہت متانت کی ضرورت ہے ـ

۵ ـ بابو کملا پرشاد ہنوز زندہ ہیں یہ منشی
بہاری پرشاد دختر زادہ منشی ستی کے لڑکے ہیں ان کے

ایک بھائی پوسٹ ماسٹر ہیں ان لوگوں کا مکان چھپر ٹھہ گلی میں دو منزلہ پختہ ہنوز ان کے والد کا بنایا ہوا موجود ہے منشی بھاجیر پرشاد بہت نیک دل اور بوڑھے آدمی تھے۔ بابو کملا سہائے کی انگریزی بہت اچھی ہے۔ اور قابل مختاروں میں ہیں اور اچھا کام کرنیوالوں میں ہیں نامور ہیں خوب کماتے ہیں اور خوددار آدمی ہیں بوائے اسکوٹ کے سکریٹری ہیں سیوہ سمیتی کے ممبر ہیں دھرمی ہیں تین بھی ہیں صاحب اولاد ہیں زمانہ کے ٹھوکر کھائے ہوئے ہیں زمانہ کے ہوا پانی کو سمجھتے ہیں۔

۶۔ میرن صاحب نوزرکٹرہ کے رہنے والے پرانے اردو دان مختار تھے۔ جی خداوند جناب حضور والے آدمی تھے بقدر ضرورت کما لیتے تھے حکام خوش رہتے تھے حکاموں کے بدولت ان کی کمائی تھی شیعہ مذہب کے تھے ادھیڑ ہوکر مرے ان کے بعض وارث کو بہت ہی ژولیدہ حال دیکھا ان کے مرنے بعد ان کا گھر برباد ہو گیا زیادہ حال نہ ملا خوش لب اور مرثیہ خوان تھے۔

۷۔ میر سید جان گوکھپور کے رہنے والے اردو دان مختار تھے مگر بڑے تجربہ کار تھے یہ میر آفتاب میر مہتاب کے نانا گو یا کے علاقہ سلطان گنج کے رہنے والے تھے اچھا کمایا اور عزت داری سے زندگی نباہ گئے ادھیڑ ہو کر مرے۔

۸۔ میر نبی جان سنگلپورہ کے رہنے والے انگریزی دان مختار تھے چند برس انھوں نے بھی بقدر گذران کمایا اور

اور ادھیڑ ہو کر مرے۔ راقم کے کلاس فیلو تھے۔ نیک آدمی تھے زیادہ واقفیت راقم کو نہیں ہے۔

نمبر ۱۰ منشی ہزاری لال پرانے روش کے مختار تھے غالباً چوک علاقہ کے رہنے والے تھے اچھا کچھ کماتے رہے ادھیڑ ہو کر مر گئے بہت معقول آدمی گذرے۔ زیادہ حال معلوم نہیں ہے۔

نمبر ۱۱ منشی دولت رام نے اچھا کمایا اور نام پیدا کیا یہ حمام محلہ کے رہنے والے تھے اچھا مکان بنایا اُن سے حکام خوش رہ گئے انہوں نے مکان بھی اچھا بنایا بیتن گھاٹ میں ایک پشتہ بھی تھا مگر بیماری اور بڑھاپے دونوں نے ان کو معذور کر دیا اقبال کم ہو گیا وہی آدمی ہیں اب ان کو کوئی پوچھتا بھی نہیں ہے۔ بمشکل ان کو مقدمات ملتے ہیں ورنہ ہر مقدمہ میں ایک فریق کی طرف سے ان کا رہنا لازمی تھا۔ لڑکیوں کی تعلیم کر دی ہے ایک لڑکے منشی مہادیو لال مختار ہیں۔ اور سنے روشن کے آدمی ہیں مگر وہ بات جو باپ میں تھی ہنوز حاصل نہ ہوئی ہے کام سے پٹری نہیں کھاتی نوجوانی کا جوش تجربہ اور متانت کہاں سے حاصل ہونے دیتا ہے جنہیں رفتہ رفتہ ہو جائیگی آدمی اچھے ہیں زمانہ بدلا ہوا ہے گذشتہ باتیں اب کے لوگوں میں واقعی ہونا دشوار ہے جبکہ لوگوں کو وکلا اور بارسٹروں کے مقابلے کی زندگی

بسر کرنا اور بڑے لوگوں کی کمائی کے برابر ملنا اب دشوار ہے
دو دو چار چار روپیہ میں تو وکلا ملتے ہیں اور دس پانچ میں
بار سٹر ملجاتے ہیں مختاروں کو اب کون پوچھتا ہے البتہ جسکی
تقدیر زور آور ہوتی ہے اقبال کے زور سے کما لیتا ہے۔ اوس کے
لئے قابلیت اور غیر قابلیت کی ضرورت بھی نہیں ہے ہر وقت
ہر زمانے میں ایسے لوگ ملا کئے اور ملتے ہیں اور ملا کریں۔ مگر
وہ انتظام الٰہی اور قدرت کا کھیل ہے خدائی ہاتھ اور امداد
کوئی تھام نہیں سکتا رائز اور فول ہوتا ہی رہتا ہے ایک ایک
وقت بقدر نصیب سب کو اقبال بھی ضرور ہوتا ہے اور زوال
بھی ہوتا ہے ہزاروں تماشے دیکھے نہ رائز پر تعجب ہے نہ
زوال پر افسوس ہے۔ تندرستی ہے تو بیماری لازمی ہے
بیماری ہے تو تندرستی کا لطف اوٹھایا گیا ہے۔ اقبال ہے تو
زوال بھی دیکھنا ہوگا۔ زوال ہے تو اقبال بھی ضرور ہو کر رہیگا
گرمی ہے تو سردی آئیگی سردی ہے تو گرمی بھی پڑےگی۔ نرمی
و گرمی زمانہ ہر انسان کیلئے لازمی ہے۔ آدمی وہی ہے جو ہر حال میں
خوش رہے اور صابر و شاکر زندگی بسر کرے لالچی لوبھی کی زندگی
خوش اور چین کی نہیں گذرتی کوشش انسانی فطرت میں داخل
ہے۔ موہ کرودھ لابھ لوبھ میں ساری دنیا پھنسی ہے ورنہ
ہر انسان بھگت ہو جاتا۔

نمبر ۱۱ رحیم بخش مختار کا مکان عیدگاہ
والی سڑک پر ہے یہ عبدالکریم مختار ساکن شاہ گنج کے خسر تھے
اور محمد یعقوب اور مٹرو میاں منشی رحیم بخش کے لڑکے تھے
منشی رحیم بخش اردو دان مختار تھے مگر بلا کے ہوشیار اور
تجربہ کار تھے پبلک سے اون سے بڑا امر و کار تھا بڑے بڑے
مقدمات میں ایک طرف ان کا رہنا بڑے بڑے وکلا و بیرسٹروں
کے ساتھ بھی رہنا لازمی تھا انہوں نے خوب کمایا اور زندگی بھر
مختار کاری کیا انکی قرابت داریاں خلیل مختار سے بھی تھی۔
محمد یعقوب مختار نہیں ہیں مگر وکیل گر ہیں۔ اسقدر تدبیریں یاد
ہیں کہ وکلا ان سے تدابیر طلب کرتے ہیں یہی کام ہے یہی پیشہ ہے
آزاد پیشہ ہیں اور خوب کماتے ہیں بعض بعض وکلا سے زیادہ کماتے
ہیں۔ مٹرو میاں کار پردازی مقدمات کی کرتے ہیں اور مختاروں سے
زیادہ کماتے ہیں۔ منشی رحیم بخش والے مکان میں بابو محمد [illegible]
کرایہ دار ہیں۔ ورثا میں سازنہ رہا گھر آباد نہیں ہو سکا کوٹھی جو تھی
بنکر نہ رہا ان لوگوں کی قرابت داریاں شاہ گنج میں زیادہ ہیں
منشی رحیم بخش ادھیڑ ہو کر مرے

نمبر ۱۲ عبدالکریم مختار پہلے سیدوں کے ساتھ
رہتے تھے بلا کے آدمی تھے ہوشیار با اخلاق تھے کچھ دنوں
مولوی غلام قادر وکیل کے ساتھ تائید میں منشی مقرر ہو کر

علاقہ کے تھے ساتھ رہے اور منشی منیر و عبدالکریم ان دونوں نے
بڑی اچھی تائیدی کی اور مولوی غلام قادر وکیل پدر مولوی حفیظ
وکیل کے پاس بیحد متحاصمین جا دیا تو جو بھی ٹھاٹھ اسے زندگی گذران
کرتے رہے۔ دونوں تائید نہیں معلوم ہوتے تھے بلکہ اپنے اپنے کمائی
پر منشی عبدالکریم صاحب بنے رہے اور منشی منیر لکھنؤ وال نواب کی
فش کی زندگی گذار گئے ان لوگوں کو اچھی صحبت میں بڑے بڑے
لوگوں سے سامنا ہوا سلیقہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا ایک نے انگریزیت کو
پسند کیا دوسرے نے ہندوستانیت پسند کیا۔ منشی عبدالکریم کے
خاکہ پر محمد خلیل مختار ٹھیک چل رہے ہیں وہی انداز ہے وہی ترکیب
اون کی قرابت دار بھی ہیں اوسی تائیدی کے وقت میں عبدالکریم نے
مختار کاری پاس کر لیا تھوڑی بہت انگریزی بھی بقدر ضرورت
بولنے لگے پھر تو طوطی بولنے لگا ابھی تک تو اوس کمائی اور اوس
ٹھاٹھ کا کوئی مختار سیٹی کورٹ میں نہیں ہوا اون کی آمدنی ایک
مختار کاری سے نہیں تھی وہ تاجرانہ دماغ کے آدمی تھے جہاں
موقع ہوا پہونچ گئے کہیں پرانے اسباب خرید انفع کر کے فروخت
کر دیا کہیں گاڑی گھوڑے لئے نفع سے فروخت کیا کلکتہ گئے اسباب
فینسی لائے فروخت کر دیا چمڑے کی تجارت کر لی دانت والوں کو
اپنے یہاں مہمان کیا اون کی ایجنسی لے لی۔ کوئی تاجر فینسی چیزیں لایا
اوسے لیکر گھوم گئے کمیشن پر کام کیا الغرض بیحد دھنی اور گھس پیٹھیے

آدمی تھے کون بڑا رئیس نہ تھا جہاں یہ ممتاز طور پر نہیں ملے لوگ
ان کی قدر کرتے تھے۔ ہر کے کام میں شریک ہوکے خریداری اشیاء
میں مشیر ہر کی تقریبات میں کام کرنیکو موجود ہر ہر گوشہ سے روپیہ
کمانیکا راستہ کھلا ہوا تھا بہت کچھ کمایا خوب کھایا خوب کھلایا
کشادہ پیشانی کا خرچ تھا کنبہ پرور تھے جو اون کے ساتھ رہا بڑے
ٹھاٹھ کی زندگی اور بہت آرام کی زندگی گذار گئے چند مکانات
بنا گئے ایک تو وہ بڑی کوٹھی ہے جس میں اونریبل نواب
امیر حسن خان ڈپٹی رہا کرتے تھے دوسری وہ جس میں ڈپٹی
فدا علی خاں رہتے تھے پرانے وضع کی دونوں کوٹھیاں تھیں
عملے خریدے زمین لی نئے انداز پر بنایا شارع عام پر مین روڈ پر
شاہ گنج میں دونوں یادگار موجود ہیں۔ مکان بنانیکا اچھا سلیقہ
تھا بڑے دماغ کا آدمی گذرا۔ بڑے ہوشیار۔ دوست پرست
انسان پسند ساتھ دینے والا کنبہ پرور آدمی تھے لاولد تھے
چند بیبیاں تھیں۔ بعد مرنیکے جائداد خراب ہوئی دونوں کوٹھیاں
بک گئیں۔ پچھم والی چھوٹی کوٹھی ڈاکٹر افضل خاں بہادر نے
خریدا پورب والی بڑی کوٹھی کو محبوب میاں چوہٹہ نے خریدا
ہے۔ اوس غریب کا نام و نشان جاتا رہا اگر غلطی کیا تو یہی کیا
کہ عاقبت اندیشی نہ کی رندانہ زندگی گذاری ان مکانوں کو
بطور یادگار چھوڑ جانا تھا اولاد تو تھی نہیں جو معذوری تھی

صاحب اولاد کچھ نہیں کر سکتے فطرت دباتی ہے اولاد کے مقابلے
میں کوئی اچھا کام انجام نہیں کر سکتا مگر جو بلا ولد ہیں اون پر ریا کی
تقدیر کا پردہ پڑا رہتا ہے۔ جو لاولد ویسے کوئی اچھا قومی کام
انجام نہیں ہونے دیتا مفت کا مال بے قیل وقال اور اکثر
حلال ملتا ہے برباد کیا جاتا ہے کس کی کمائی کس کے ہاتھ آئی
جن داموں آئی اون ہی داموں گئی اپنی زندگی اچھے اچھے
زمینداروں سے خوش اور رئیس کی گذار گئے بعد از سر من
کن فیکون شد شدہ باشد خود گئے گذرے کچھ رہا تو کیا گیا تو
کیا افسوس اون پر ہے جنہوں نے خدا کی دی ہوئی نعمت کی
قدر دانی نہ کی اور برباد کر گئے۔ مختاروں میں ایسی قسمت
اب تک کسی نے سیٹی میں حاصل نہ کی کہ کسی کے گھر سویلین
مجسٹریٹ نے جاکر دعوت کھائی ہو۔ مسٹر جونسٹن سویلین سٹی مجسٹریٹ
نے دعوت قبول کی۔ سٹی میں دو جونسٹن رہے ایک بوڑھے جنکی میم
اندھوں کا اسکول بنایا۔ دوسرے جوان تھے جو ان کے مہمان ہوئے
تھے۔ راقم خود اوس کا مہتمم تھا۔ ابھی تک تو سٹی کے کسی وکیل یا
مختار یا اونریری مجسٹریٹ کو ایسا موقع راقم کے یاد میں نہیں
ملا ہے۔ صرف میر علی محمد شاد خان بہادر کے اونریری مجسٹریٹ کو
اس کا فخر ہو سکتا تھا کہ کمشنر تک اون کے گھر میں پارٹیوں میں شریک
ہوا کیے یا مولوی فضل امام خان بہادر کے یہاں مشغلی لائٹ کا

اور انگلش سوسائٹی کا مزہ ملا اور ایک دفعہ خان بہادر شاہ محمد کمال کے گھر میں کمشنر کی پارٹی ہوئی۔ مولوی فضل امام تو سوشل لائف اور انگلش لائف کے ریفارمر ہوئے۔ اصل پارٹیاں وہی تھیں جہاں بے تکلف انگریز اور ہندوستانی بلا تفرقہ خلوص سے ملتے رہے وہ باتیں ابتک تو میسر نہیں ہوئیں ویسی پارٹیاں دیکھنے میں نہیں آئیں رسمی پارٹیاں ہوا کیں یہ اون کا ذاتی اعزاز تھا اور اون کا اقبال تھا جس کے دیکھنے والے اور شرکا اکثر زندہ ہیں وہ سوسل لائف کی روح تھے خان بہادر شاہ محمد کمال کی خان بہادری اور اون کی جوادی اور سخاوت کا صلا تھا جو ایسا ہوا۔ خان بہادر میر علی محمد شاد کی علمی جوہریت کی قدردانی ہو گئی۔ سینکڑوں خان بہادر اور رائے بہادر ہیں جنکو ایسا موقع نہ مل سکا بڑے بڑے چند گھروں کا تذکرہ بیکار ہے وہاں تو لاٹ صاحب اور گورنر نے پارٹیاں قبول کی ہیں وہ بھی شہر بھر میں گنے ہوئے چار گھر ہیں ایک نواب ولایت علی خاں بہادر دوسرے رائے رادھا کشن بہادر تیسرا رائے جیلان چوتھا میر ابوسعید خان بہادر رقاعہ پھر باقی اللہ اللہ خیر صلا سارا شہر پڑا ہے بڑے بڑے امرا گذشتہ وحال تھے مگر یہ باتیں نصیب نہ ہوئیں لاکھوں لاکھ چندے صرف ہوئے مگر ایسا موقع نہ آیا سو یلین بڑے جچے ہوئے کام کیا کرتے ہیں جب اون کی دلپسر ذاتی وقعت آتی ہے تب وہ کسی ہندوستانی کی عزت افزائی کے خیال سے ایسا موقع

دیتے ہیں وہ آدمیوں کو خوب جانچتے ہیں اندرونی اور بیرونی باتوں کو
خوب پہچانتے ہیں اور وہ خودغرضوں اور خوشامدیوں کو خوب پہچانتے
ہیں وہ صلہ خدمت دیتے ہیں ذاتی جوہر اور انسانی جوہر کے قدرداں
ہیں۔ وہ دلی وقعت اوسی کی کرتے ہیں جو اون کے جانچ پرتال میں
آجاتا ہے اون کے ہاتھ میں بیحد اختیار ہیں۔ قاعدہ قانون سب
ایک طرف اور کسی ایک سویلین کا ذاتی قدرداں ہوجانا ایک طرف
ہے جس کو جتنا چاہیں اونچا نیچا کرکے دکھا سکتے ہیں۔ ایک ایک
خانساماؤں کو ایسا ایسا بنا گئے ہیں جو پشتہا پشت تک اون کی
یادگار رہ گئی ہے بہتیروں نے اپنی نشانیاں چھوڑی ہیں عجب عجب ترکیب
عزت افزائیاں کردیتے ہیں۔ جونسٹن صاحب کا جانا فقط مختار صاحب
کی وقعت بڑھا دینا تھا اور پبلک پر اثر ڈالدینا تھا چنانچہ یہ
فخر مختار صاحب کو تاریخی رہ گیا۔ جسے راقم بتا رہا ہے اور
دوسری مثال معلوم نہیں ہوتی مولوی خلیل مختار نے اپنے یہاں
بعض ہندوستانی سٹی مجسٹریٹ کو بلا لیا مگر سویلین تو ابھی مثال میں
نہیں ملے اور زیریں مجسٹریٹوں کے یہاں تو ہندوستانی افسران
ریزرو ہوکر ملا کرتے ہیں سو سلام کا شاید ایک جواب ملتا ہوگا۔
راقم نے خود سب ننگے تنگا ہے اور سینکڑوں ہوا ہائی دیکھا ہے
عبدالکریم مختار خوددار اتنے تھے کہ کبھی یکہ پر سوار ہوتے نہ دیکھا
اور صاحب انکسار اتنے تھے کہ منشی جنت حسین اون کے ایک

غریب دوست تھے جو میر نور الحسن دندان ساز کے باپ تھے اون کا
بچھاون خود کر دیتے تھے مہمان نواز ایسے تھے کہ راقم بارہا اون کے
گھر دل بستگی کے غرض سے شب باش ہو جاتا تھا راقم کے ساتھ اکثر
غربا رہتے تھے اون کی خدمت گذاری بلا یار کرتے دیکھا۔

۱۳۲۔ مولوی محمد خلیل ادہمیں لوگوں کے قرابتدار نوجوان
خوبصورت مختار ہیں اور سلف میڈ مین ہیں انہوں نے اپنی ترقی
آپ کیا ہے۔ اپنے خاندان میں بہترین خوش اقبال پیدا ہوئے
اپنے سوسائٹی کے لئے چمکدار نگینہ ہیں۔ جنہوں نے اپنے بھائی کے
امداد سے جو کار پردازی کرتے ہیں بہت جلد فروغ پا لیا آدمی
تیز اور ہوشیار اور کام کرتے کرتے تجربہ کار ہوتے جاتے ہیں
اور اچھا کچھ کما رہے ہیں اور سر دست با اقبال ہونہار نوجوان
ہیں مگر جوانی کی جو باتیں ہیں وہ ابھی ہیں جو رفتہ رفتہ سن پا کر
سب باتیں حد اعتدال پر آ جائیں گی۔ اگر زمانہ موافق رہا تو نامور
ہو جائیں گے۔ اسی وقت مشہور مختاروں میں ہیں مگر [illegible]
متانت کی دیر ہے۔ اسی جوانی کی تیزی میں بعض بعض وقت [illegible]
کرتے ہیں اور دور بین نہیں ہوتے ہیں۔ کام کے پیچ [illegible] کے
لئے سن کی اور تجربے کی ضرورت ہے۔ اپنی ذہانت کی سبب ضرورت
وقت خوب ادا کر لیتے ہیں ہر بات میں ٹھیک [illegible] مختار کا
خاندان ترقی کر رہا ہے عروج اعلیٰ سوسائٹی کی ضرورت ہے [illegible]

انسان مجبور ہو جاتا ہے اچھے لوگوں سے ملتے جلتے خود بخود انسان اپنی کمزوریوں کی اصلاح کرتا جاتا ہے۔ موکلین اور ممتحا صمین تو روپیہ بنانے کی مشین ہے روپیہ ڈھالا اور نکالا بقیہ اوقات اپنے کو سمالا انہوں نے بھی اپنی کمائی سے بڑا بھاری مکان نادھا ہے رفتار و روش سے پتہ چلتا ہے کہ ان میں سلیقہ و شوق دونوں صاحبی ٹھاٹھ کا ہے وہی لباس ہے۔ ہنوز مذہبی رنگ آنا باقی ہے۔ وہ جوانی کے بعد اور دنیا کے سردی و گرمی محسوس ہونیکے بعد خود ہر نوجوان میں پیدا ہو جاتا ہے۔ آمید ہے کہ یہ ترقی پذیر ہوں گے اور عبدالکریم مذکور کے نماکہ پر چلیں گے۔ اور کچھ نام چھوڑیں گے۔ آیندہ مواقعات پر منحصر ہیں۔ مواقعات ان کے موافق ہیں۔

عـ۱۴۷ـدد مولوی شمس الہدیٰ۔ بہار کے علاقہ ڈمرانوان کے رہنے والے وکیل ہیں پہلے مختار کاری کرتے رہے اب وکالت کرتے ہیں۔ جوان ہیں رند مشرب ہیں خوش اخلاق ہیں محنتی ہیں چندروز کے اندر انہوں نے اپنے کو سلف سپورٹ کر لیا ہے۔ مغلپورہ میں کرایہ کے عمدہ پختہ مکان میں رہتے ہیں سمجھ اچھی ہے مزاج شری نہیں ہے سہولت پسند فطرت ہے ابھی جونیر ہیں اچھا کما رہے ہیں اچھا کام کرتے ہیں۔ مختار و وکیل سے جو فرق ہونا چاہیئے وہ پیدا ہو رہا ہے مختاروں سکے

ساتھ کام کرتے کرتے وہ سہولیت پیدا نہ ہو سکے گی جو ایک وکیل کو
بزور قابلیت پیدا ہوتی ہے۔ وہ قانونی پوائنٹس کو پکڑ لینا
چاہتے ہیں اور فضولیات سے بچنا چاہتے ہیں۔ مختاروں کو
خوب چلا کر بولنا اور دیر تک جرح کرنا اور غیر ضروری باتوں
میں گواہوں کو اولجھانا اور بلند آوازی سے کام کرنا اون کے
خیال میں متخاصمین پر اپنے محبت و وقعت جتانا ہے۔ چلے
ہوئے پرانے مختار بھی اس کو عیب جانتے ہیں اور وکلا کے
تعلیم و تہذیب ان باتوں کو معیوب جانتی ہے۔ بلند آواز سے
بولنے کو بد تہذیبی جانتے ہیں۔ طول جرح کو ناقابلیت سمجھتے
ہیں۔ لٹی گینٹ کو کوئی قابل اور مہذب دیانت دار پسند
نہیں کرتا۔ ان باتوں سے وکلا اپنے کو بری رکھتے ہیں۔ اون کو
خودداری اور متانت لازمی ہے۔ اکثر چوتیر مختاروں کی نقل
بازی میں لوگ اپنا آئندہ کا نقصان اوٹھاتے ہیں۔ ضرورت
مجبور کرتی ہے۔ مختار و تحصیل کو دیکھ کر جاہل کاربرداروں کے
ہدایت پر چل رہے ہیں اپنا ایکٹ دکھا رہے ہیں بظاہر متخاصمین
کو خوش کر رہے ہیں مگر بباطن ضرر رسانی ہو جاتی ہے اور
کورٹ کا ریسپکٹ نہیں رکھتے۔ اس لئے کورٹ بھی اون کے تماشوں
کی باتوں سے دلچسپی نہیں لیتی اور اپنا وقت ضائع کرنا نہیں
چاہتی۔ بینچ و بار کا لگاؤ ایسا ہے کہ مقررہ اوقات پر کم تو ہو جاتی ہے بلکہ

آزادی اس کی مخالف ہے مگر قانون یہی برتاؤ بتاتا ہے۔
وکیل صاحب چپ بیٹھے ہیں اس کا اثر جہلا پبلک پر برا پڑتا ہے
مقدمات کم ہو جاتے ہیں آمدنیاں گر جاتی ہیں سب کو قبول کر لینا
بہتر ہے۔ انسان کو اپنے پائے سے گرنا نامناسب ہے۔ قابلیت
اور مضبوط پوائنٹ نکالنے سے کامیابی ہو کر رہے گی آخر کو ٹھوس
ٹھوس رہے گا اور کھوکھلا کھوکھلا رہے گا۔ چاندی چاندی رہیگی
رویا رو یا رہے گا۔ سونا بہت قیمتی ہوتا ہے۔ جوڑن دیا اور قیمت
گئی۔ قانونی قابلیت کا تیز چھرا مقدمہ کی جان لینے کو کافی ہے
قصہ ہی ختم ہو جاتا ہے۔
مولوی شمس الهدیٰ خوش مزاج با اخلاق ملنسار۔
صحبت یافتہ۔ قدرشناس آدمی ہیں۔ امید ہے اپنے وقت پر
کامیاب آدمی ہوں گے اب بھی ان کی آمدنی کمند پرشاد
اور محمد خلیل کے مقابلے میں آرہی ہے یا آگئی ہوگی بڑی بات ہے
صاحبیت نہیں ہے طرز معاشرت آرام کی ہے۔ ہندوستانیت ہے
منتظر ہیں بہت جلد پیسے جمع ہو جائیگی اور نامور ہو کر رہیں گے۔
۱۵۔ ہری دھر مختار کا حال مفصل تو بالسلدی وارڈ
میں ہے۔ یہ تو مدتوں بنچ میں پیشکار رہی تھے۔ سب بات میں ہوشیار
بھی تھے۔ مدتوں بنچ مجسٹریٹوں کی ماتحتی میں رہ چکے تھے۔ خود
مختار تھے مگر خود مختاری سے کام نہیں کر سکے۔ اخلاق اور اعزاز کی

اوپر
انسانیت کے طور پر بہت متانت اور سہولت سے کام کرنے
لگے۔ لوگ واقف تھے۔ آمدنی اچھی ہو گئی۔ دو تین ہی برس
میں اچھا کمایا مکان بنایا۔ پچاس کے اندر ہی مر گئے پھر
کیا ہوا خبر نہیں۔

۱۶۔ مہابیر پرشاد مختار بہت پرانے روش
اور انداز کے تھے۔ اقبال نہ ہوا شناختی مختاروں میں رہ گئے
اردو فارسی کی قابلیت بہت اچھی تھی قابل آدمی تھے
خیالات پاکیزہ اور مذہبی مگر تقدیر عمر بھر گندی رہی ان کی زندگی
بوجہ غربت ایسی گذری کہ ان کا کچہری جانا اور مختاروں کیلئے
انسلفٹ تھا مگر وہ غریب بے قصور تھے بقدر گذران کچھ ملتا
تھا وہ اچھے خاندان کے تھے اور ان کی قرابت داریاں بڑے
بڑے خاندانوں سے ہیں۔ زیادہ حال نہیں ملا۔

۱۷۔ بابو کیول کشن راقم کے محلہ کے رہنے
والے منشی ہیرالال کے لڑکے منشی کشن لال کے پوتے۔ منشی مہادیو
لال کارپرداز کے بھائی ہیں لودی کٹرہ اسکول میں پڑھے ملازم
رہے مختار ہوئے پرانے خاندان کے آدمی ہیں متمول خاندان کے
تھے۔ خاندان کی جائداد برباد ہو گئی گھر تک کبھی گیا ان کی شادی
تک ہوئی تھی چند روز خوب اچھی چلی کچھ بیمار ہو گئے آمدنی کم ہو گئی
شناختی مختار ہو گئے عدالت جانے لگے یہی پیشہ کر لیا ہے تاہم کمائی

بہت اچھی ہے آدمی منتظم ہیں اپنی زندگی کو آرام سے نہیں گذار
تقدیری بات ہے۔ کوئی وارث نہیں ہے۔ راقم کے بڑے لڑکے
کے مکان میں کرایہ دار ہیں۔ بہت مختصر زندگی گذارتے ہیں مفصل
حال لودی کٹرہ میں ہمراہ سکن لال ہے

۱۸۔ مولوی محمود شیر وکیل ساکن رانی پور

ولد احمد شیر بارسٹر ولد بھائی علی شیر ولد میر محبوب شیر مرحوم
تو راقم کے پھوپھو زاد بھائی کے پوتے ہیں۔ ان کا تذکرہ تو بحاندان
مولوی شیر علی مرحوم رانی پور میں ملے گا۔ چند روز سے جونیر وکیل
کی حیثیت سے سٹی میں کام کرتے ہیں اور احرار پارٹی کے حامی ہیں
اور اخباری دنیا میں قدم بڑھائے ہوئے ہیں آدمی قابل ہیں
اور آئندہ نام و نمود والے ہوں گے اس کا شوق ہے۔ آمدنی کم
کی کافی ہے۔ تعلیم اچھی ہوئی ہے۔ موجودہ زمانے کے ہوا کا اثر زیادہ
ہے فن کو بیرسٹر کے حیثیت تو نہیں ہے ورنہ وکالت ہی کرنا نہیں
چاہتا تھا۔ بہرحال صورت میں قوم پرست ہیں اس قسم کے کام میں
وقت زیادہ صرف ہوتا ہے۔ بہت خود مختار آزاد خیال کے آمدنی
والے آدمی ہیں۔ پوائنٹس اچھا نکالتے ہیں اور اچھا کام کرتے ہیں
پبلک لائف کا شوق ہے۔ یک رخ ہو کر پوچھا تو ان کیلئے اور کمانے
والوں کیلئے رہنا اچھا ہے۔ جونیر وکیل کے لئے اخباری دنیا اشاعت
کو تو اچھی چیز ہے مگر پیشہ کے لئے اکثر مضر ہوتی ہے۔ پبلک لائف کا

جن کو شوق ہوا اون کو پنپتے کم دیکھا۔ زیادہ تر گھر کی دولت بھی
بگڑتے ہی دیکھا۔ قومی حیثیت سے جس نے دولت صرف کیا اون میں سے
خاندان والوں کو مفرح حالی کم ہوا کی ایسے اصراف نام و نمود
کے لیے ہوا کیے اون کو قیام نہیں ہوتا جو کام خلوص اور بے غرضی کے
دائرہ میں ہوا کرتا ہے اوس میں اخلاص اور للہیت کی برکت
ہوا کرتی ہے۔ پبلک میں اب تک یہ احساس ہوا ہے وہ ہوا بندی
ہے۔ جس کا تجربہ اکثر موقعوں پر اون کو خود بھی ہوتا جاتا ہوگا
یہاں کی پبلک نہ کبھی قدرداں تھی نہ ہے نہ ہو سکتی ہے یہ کھیل تماشے
کی عادی ہے جدھر کی ہوا چلی پیٹھ اڑ دیا رخ پر زور دار ہوا الٹی منہ
پھر گیا۔ جانچ کے وقت حضرت مسلم کی مقتدیوں کی طرح صف کی
صف خالی پائی جاتی ہے۔ سیکڑوں مثالیں نظر کے سامنے گذر گئیں
ہیں ہزاروں کمیٹیاں ہوئیں سوڈا واٹر کی بوتل بڑے شان و شوکت سے
کھلی اسٹیم ہوا ہو گئی۔ ناکامیابیاں ہر کام میں دیکھتا آیا کام کرنے
والے جوش میں اوٹھا گئے۔ ناکامیابیوں نے لوگوں کا جی چھوڑا چھوڑ
دیا آخر کار کارندہ خود جدا ہو کر چپ بیٹھ گئے اخباری دنیا کا
سفر ضرور ہو جاتا ہے جو ردیوں میں کبھی کبھی مل جاتا ہے ہزاروں
میٹنگ کے روز و شوش کبھی کبھی کاغذوں میں پڑی ہوتی شے
ملیں گے۔ برتی ہوئی باتوں کا اور اصلاحی باتوں کا وجود مشکل
ملتا ہے کرنے کو جس کا جو جی چاہے کرے اور کر کے دیکھا جائے

ابھی ہم لوگوں میں بالخصوص مسلمانوں میں استقلالی کیفیت نمایاں نہیں ہوئی ہے نہ چند سے اس کی امید ہو سکتی ہے۔ ابھی مدتوں مشیت کے افضال کا انتظار کرنا پڑے گا۔ آزادی کی ہوا بہی ہوئی ہے کرنٹ کے خلاف کوئی جانا بھی چاہے تو ہوا دل کے تھپیڑے ٹھیلے جاتے ہیں اور قدم آگے بڑھائے جاتے ہیں مال کار کچھ نہیں نکل سکتا ناکامیابی کی ہوا بہت ہلکے سے اس زور سے پیچھے ہٹاتی جاتی ہے کہ وہ ہوا محسوس بھی نہیں ہوتی اور ساری کوشش اور محنت خاک میں مل جاتی ہیں۔ بچہ چالوں کے ابھرتے ہوئے خیالوں کی مخالفت کرنا خود بیوقوف بننا ہے کون سنتا ہے کہانی میری اور وہ بھی زبانی میری بہتر ہے کہ زمانے کے رخ پر چھوڑ دیا جائے۔ زمانہ خود اپنی چالوں سے منزل کو سامنے لاکر آخری نتیجہ دکھاتا جائیگا اور وہی بہترین اصلاح بتلائیگا۔

۱۹۔ مولوی مجید صاحب ولد سید محمد امیر ولد میر محمد کلیم مرحوم کالوخاں کے باغ کے رہنے والے جونیر وکیل ہیں ان کا تذکرہ اور ان کے دادا کے ساتھ ملے گا۔ چند روز سے سٹی میں کام کرتے ہیں۔ بی اے کے بعد جو پاس کرے گا وہ قابل تو ضرور ہوتا ہے۔ عملی تجربہ حاصل کرنا بھی ضروری ہے قابلیت اور چیز ہے اور تجربہ اور چیز ہے۔ عملی حصہ تو بغیر کئے اور دیکھے اور مشق کے کسی کام میں قابلیت کے زور سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ قابل آدمی

قابل آدمی جس کام کو ایک دفعہ دیکھ لیتا ہے دوبارہ اوسے
دقت نہیں ہوتی۔ اس قیافہ کے آدمی خوش تحریر ضرور ہوا
کرتے ہیں۔ چند روز بعد ان کی تحریر زوردار ہو گی اور انہیں
ٹھوس لیاقت دماغی پیدا ہو جائیگی۔ خیالی طاقت ان کی
تیز معلوم ہوتی ہے۔ یتیم خانہ کے سکریٹری بھی ہیں۔ انتظامی
دماغ اچھا ہے۔ آیندہ اُمید ہے کہ مفید آدمی ہو جائیں گے
بردباری فطرت میں موجود ہے اور متحمل آدمی ہیں۔ ایثار کا
مادہ بھی دیکھتا ہوں اگر خانگی الجھنوں سے فرصت ملی تو اپنے
پیشہ میں ترقی یافتہ ہو جائیں گے مواقعات کی ضرورت ہے۔

نمبر ۲ سید محمد کلیم ولد میر محبوب صاحب

ایک رئیس کلاس کے متمول آدمی ہیں اور رئیس لوگوں کے [illegible]
کے ہیں۔ شاہ اقبال کے قریب تر رشتہ دار ہیں ان کا
مفصل حال حافظ احمد رضا خاں۔ کمانڈر نواز جنگ کے ساتھ
ملے گا۔ ان کے تعلقات [illegible] بنجورہ سے بھی ہیں گھر کی دولت
کافی ہے چند بھائی ہیں ایک بارسٹر ہیں یہ جونیئر وکیل ہیں۔ [illegible]
موثر ہیں وکالت کے لئے اطمینان لازمی چیز ہے [illegible]
اگر پیشہ کی طرف راغب ہے تو ترقی پذیر ہو جائیں گے۔ مگر اس کے لئے
[illegible] حاصل

اور سخت محنت کی زندگی گذارنا اور اپنے اوقات کا پابند ہونا اور خوشنام صحبت رکھنا لازمی بات ہے اور رنگیلانہ زندگی اس پیشہ کے لئے مضر و مخالف ہے انداز ہے کہ پختہ کاری کے بعد بہت نام ہوا اچھا کام کریں گے صلاحیت موجود ہے اخلاقی حالت بہت اچھی ہے بے تکلف بہت ہیں جوانوں کے شان تو سن کا تقاضا ہے۔ سن آجائیگا مواقعات بتاتے جائیں گے۔ جوانیت کم ہوگی ناسوتیت بڑھے گی۔ مذہبی خیال اچھے ہیں۔ وکالت کے لئے جو مادہ بولنے کا چاہئے وہ ہے

۲۱ مولوی جلیل صاحب اسی شہر کے اندر رہتے ہیں۔ ڈاکٹر عظیم کے خاندان سے تعلقات رکھتے ہیں آدمی ہوشیار اور ریتر ہیں چند روز سے سٹی میں کام کرتے ہیں۔ صاحبی ٹھاٹھ کے آدمی ہیں بقدر گذران کما لیتے ہیں سینیر ہو کر امید ہے ترقی پذیر ہو جائیں گے ان میں ملنساری کا مادہ ہے جو وکالت کے لئے لازمی ہے۔

۲۲ بابو رام کشن لال مصلح پور کے رہنے والے ہیں مختارکاری کا کام چند برسوں سے کرتے ہیں سدھارن طور پر ان کو روزی مل جاتی ہے۔ سٹی کا کوئی مختار ایسا نہیں جسے کچھ نہ ملتا ہو

سب کے سب حسب مقدر کما لیتے ہیں سٹی کی مختار کاری یا
قانونی پیشہ کے حیثیت سے کام کرنا لیاقت ذاتی پر منحصر نہیں
ہے۔ سارا شہر دلالوں کے ہاتھ میں ہے اور تائیدوں کے
اختیار میں ہے جدھر زیادہ دلال ہیں اونہیں کو مقدمات
زیادہ ملتے ہیں دلالان متخاصمین کو اپنے پنجہ میں لے رکھتے
ہیں۔ جس وکیل و مختار سے ان کو فائدہ پہونچ جاتا ہے اوس کے
یہاں مرجوعہ زیادہ کر دیتے ہیں گو ٹوٹ بل کے ذریعہ سے
بہت سختی کی گئی مگر شہر میں یہ دستور مدتوں سے چلا ہوا ہے
روک تھام نہیں ہو سکتی بہتیرے تو ایسے ہیں جو جھوٹے
مقدمات اب تک دائر کراتے رہتے ہیں اور خریدے ہوئے
گواہ سے ثابت کرا دیتے ہیں پچاسوں آدمی کا روزگار
اسی پر ہے۔

شہر کھتولی یہ پہلے متوسط
میں ٹیکس دار وغیرہ تھے ہوشیار اور متین ذہین جہاں
دیدہ ہیں اور سردی و گرمی زمانہ دیکھے ہوئے ہیں سن دار
آدمی ہیں انداز زمانہ جانچے ہوئے ہیں سیدھا راہ طریقہ
پر چل رہے ہیں اور اچھا کما رہے ہیں مکانات وغیرہ بھی
اچھا بنا لیا ہے اور اوسط ہستی کے آدمی ہو گئے ہیں
اب تو نئے نئے مختار و وکیل بار سٹر روز روز آتے ہیں اور

جاتے ہیں۔ اونچے سے اونچا اور مشاق سے مشاق اور
چھوٹے سے چھوٹا نوسکھ بھی سٹی کورٹ میں کام کر جاتے ہیں
ان میں متانت اور سہولیت پسندی ہے اور حاکموں کا
رخ خوب پہچانتے ہیں ان میں تالیستی مادہ بالکل نہیں ہے مذہبی
مزاج میں بہت ہے یہ نہ بہت بڑھیں گے نہ کم ہوں گے سیدھی
یہاں کے آدمی ہیں بڑی بیٹھی دیبی میں مکان ہے بابو گورچرن
پرانے مشہور وکیل کے تلامذہ ہیں پرانے خاندان کے آدمی ہیں
یہی وجہ ہے کہ مزاج میں اوچھا پن نہیں ہے۔

۲۴ قمر الدین ملیحی — مولوی شرف الدین وکیل ساکن دوندی بازار

علاقہ چوک واڈے کے لڑکے اور ہم لوگوں کے اور رلئے پورہ
والوں اور غربی چک اور رکریا سائیں وغیرہ نہ یہاتوں میں
برادری رکھنے والے تھے معزز خاندان کے آدمی تھے حکام بھی
قدر کرتے تھے آدمی تیز تھے۔ کم سن تھے اچھا تھا قانون میں
زیادہ درک نہ تھا ذہانت سے اپنا کام نکال لیتے تھے پچاس
کے اندر ہی مر گئے اچھا کما رہے تھے۔ ان کا تعلق متصل چوک
واڈے میں موجود ہے۔ بلیجیوں میں جو بات چاہیے وہ موجود
تھی ان کی اولاد ڈسٹرکٹ بورڈ وغیرہ میں ملازم ہے۔

۲۵ - محمود علی خان

لاڈلے صاحب مختار کے
لڑکے ہیں انہوں نے بھی مختار کاری پاس کر لیا ہے اپنے والد کے
جانشینی کا قصد رکھتے ہیں۔ لاڈلے صاحب مرحوم کے وقت
میں یہ ہوتا تو خوش ہوتے۔ ابھی ان کا کام دیکھا نہیں ہے اسلئے
کوئی رائے یا کوئی بات لکھی نہیں جا سکتی ان کے والد کے وقت
کے لوگ لگے لگائے موجود ہیں امید ہے کہ مختار کاری چل جائیگی
ذہانت تو سب لڑکون میں تھی مگر مورث کے وقت میں کسی کو
گھر کی فکر نہیں ہوتی جب اپنے سر پڑتی ہے تو روزی کی راہیں
ڈھونڈنی پڑتی ہیں۔ لاڈلے صاحب بہت کمائے جائداد
نہیں بنا سکے اخراجات کثیر تھے محمود علی خاں کوپریٹو میں
ملازم تھے۔

۲۶ - مولوی عظیم الدین

بہار ساکن مرداہ
ہم لوگوں کے قرابت کے آدمی کا حال قابل الذکر ہے یہ پرانے
حکاموں کے ساتھ بہت رہے آخر وقت میں سٹی کورٹ میں
سررشتہ دار ہو کر آ گئے تھے کام کے بہت سخت اور بوجہ
واقفیت اور پرانے ہونے کے سررشتہ پر حاوی اور ذی [illegible]
رہے۔ ان کا اصول رہا کہ اپنے افسر کا خانگی کام علاوہ اپنے
ڈیوٹی کے روز کیا کرتے تھے اس سے حکام مشکور رہ کر ان کی
مانتے رہتے تھے ایک بوڑھے تجربہ کار اور نوجوان سے بھی

فرق ہوتا ہے کہ بوڑھا زمانہ دیدہ ہوتا ہے بڑوں کو بھی
سنبھال لیتا ہے اور جوان آزادی اور جوانی کی اینٹھ
میں افسروں کو راضی نہیں رکھ سکتا اسلئے افسر و ماتحت
اپنے اپنی ڈیوٹی ادا کرتے میں خلوص پیدا نہیں ہوتا ایک
بوڑھا جو کام نکال لیتا ہے جوان سے نہیں ہو سکتا ایک
جوان جسقدر محنت سے کام نکال لیتا ہے بوڑھے کے
قوی مقابل نہیں ہونے دیتے مگر تجربہ میں فرق ہوتا ہے
تجربہ کار جس کام کو جسقدر جلدی کرتا ہے جوان ہزار محنتی
ہوا وتنا جلد انجام نہیں کر سکتا۔ مولوی صاحب مذہبی آدمی
تھے اور شاہ صاحب! اور حکیم بھی تھے۔ جھاڑ پھونک بھی
کرتے تھے وضع بھی بہت سادی رہایش ایسی رکھا کہ کوکر
میں پکاتے کھاتے رہے اور سررشتہ کے ایک کوٹھری میں گذر
کر لیا۔ ان کو فسٹ فاسٹ کا شوق نہیں تھا فقیرانہ زندگی
گذارتے رہے۔ ان کی سادگی کا رعب سب پر تھا مذہبی
ہونیکی وجہکر اپنے مشاہرہ ہی کے اندر گذران کرتے رہے
بے لوث رہے آزاد رہے غیر جانب دار رہے کسی کی پرواہ
اور خاطر داشت نہ کی اسلئے سخت آدمی مشہور تھے
ماتحت راضی نہ تھے افسران البتہ راضی رہ گئے روزمرہ
مولود کرتے رہے روزہ نماز کے پابند ذکر مستقل حسب عقائد

خوداداکرتے رہے۔ پنشن پاکر گھر رہتے ہیں گھر پہ مکان
اچھا حیثیت اچھی ہے اخلاق اچھا ہے مستقل مزاج ہیں
وضع کے پختہ ہیں خوش گپ بھی ہیں ان کے پاس بیٹھیے تو
جلدی جدا ہونیکو جی نہیں چاہتا۔ اب بہار میں نوکر ہو گئے ہیں

۲۷ منشی عبدالحکیم ولد منشی ہدایت حسین

گول گھر بانکی پور کے پاس حسین گنج اڑدہ کے رہنے والے
ہیں۔ شاہ عزیزالدین پھلواری ولد شاہ امین الدین اور
منشی محمد حنیف مختار خان بہادر ڈاکٹر اصدر علی کے سالے ہیں
مدتوں سرشتہ دار رہے یہ بلا کے ہوشیار اور پرانے
تجربہ کار ہیں متفرق حیثیتوں میں رہ چکے ہیں بہتیرے کلکٹر کے
ساتھ پیشکاری میں کام کیا ہے۔ جب خان بہادر حامد ساکن
رانچی یہاں سٹی مجسٹریٹ تھے اور مولوی فضل الرحمن سب ڈپٹی
تھے دو مسلمان افسر اور پورا سرشتہ غیر اقوام سے بھرا ہوا
تھا۔ ۳۲ دانت کے بیچ میں مثل ایک زبان کے یہ سرشتہ دار
ہو کر آئے کچھ سختی سے سرشتہ کا کام دیکھنے لگے۔ سارا
سرشتہ تو ایک تھا۔ نظارت سے کچھ روپیے غائب تھے
کچھ مثل نامرتب تھی غلطیاں پکڑی گئیں رپورٹ ہوا
ایسے مواقعات آئے کہ صدر سے مقدمہ خلاف ہوا اور رپورٹ

اور نوٹ دہندہ یہ تھے سارا مقدمہ اولٹ کر ان پر آپڑا ہو گیا سارا
سررشتہ ایک طرف ہو گیا اور یہ بری بچ نکلے مگر افسروں پر الزامات
آجاتے تھے یہ بڑی خیریت تھی ہائی کورٹ تک مقدمہ لڑا کلکٹر نے ان کا
ساتھ دیا گورنمنٹ کے بہت روپے صرف ہوئے آخر کار ناظر کی سزا
ہوئی بہتیرے موقوف ہو گئے۔ اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ہر موقع
پر تعلیل کو تکثیر والے نیست و نابود کر دینے کا ارادہ فطرتی طور پر رکھتے ہیں
اپنے کثرت پر شکر نہیں کرتے خوش نہیں ہوتے اس کثرت پر بھی اگر
ایک نام گنانے والا کہیں ہوتا ہے وہ رقابت بلکہ ایک وجود
بھی پسند نہیں کر سکتے دنیا میں کتنے فیلنگ بدلی ہے کیسی بے غیرتی
پھیلتی جاتی ہے انصاف کا کیسا خون ہوتا جا رہا ہے۔ کیسا
تعصب بڑھا ہے تعلیم کا اثر اولٹا دیکھتے ہیں انصاف
اوڑا جا رہا ہے اس کا آخری حد کیا ہو گا۔ چند برس بیشتر
تک بلا تفرقہ بلا خیال و لحاظ تفرقہ قومی کس طرح پر سارا
کام چلتا رہا۔ راقم خود ابتک یونیورسل خیال کا آدمی ہے۔ ملکی اور قومی ترقی تو
یونیورسل خیال والوں نے کی ہے کوتہ خیالی تو ملک اور گروہ دونوں کے ترقی کو
روکتی ہے۔ گندہ خیالی ہے کوتہ نظری سے وسیع الدماغی
والا کام نہیں ہو سکتا تفرقہ انداز نفرت مآب اصول بھی
بکہ اکی اصول ہے اسکو محور ملتی نہیں بول سکتے ہیں تعلیم کا
اثر دنیا کے دماغی وسعت کو وسیع کرنا چاہتا ہے نہ کہ دائرہ

مذہب اوسکے کو تہ کرتا چلا جائے انسان کوئی بھی مذہب رکھتا ہو
یہ اوس کا دینی راستہ ہے۔ دنیاوی کاموں میں مذہب
کو درمیان میں دیکر عداوت کی ضرورت کیا ہے۔ دنیاوی
کاموں میں تو انجام کار ہونیکی ضرورت کو دیکھنا ہی کافی ہے
اور اب رسومات مذہبی میں بھی آزادیاں ہیں۔ تہذیب ان
نیت کا خیال رکھتے ہوئے بلا ضرر رسانی ہر ایک دوسرے کے
دل شکنی کا لحاظ کرتے ہوئے اگر اپنا اپنا اصول برتتا ہے تو پھر
ایک دوسرے کو کیا سروکار ہو سکتا ہے۔ عیسیٰ بدین خود موسیٰ
بدین خود ہے۔ چھیڑ چھاڑ تو جہلا کا شعار رہے، مگر اب تو ہر گروہ
کے پڑھے لکھے لوگ تفرقہ انداز ہوا کرتے ہیں۔ سارا جھگڑا
فساد تو اب یہی خوندہ پھیلاتے ہیں جدھر کدھر جائیں کیا کریں
ہر گروہ پر غور کیا جائے ایک جماعت نے ایک فتویٰ دیا
نہیں ماننے والیکو مرتد کافر کہکر خدا سے جدا کر دیا۔ دوسری
جماعت نے پہلے کو دھکا دیدیا اور ہٹا دیا۔ دوسرا فتویٰ
لکھا کہ اوس راہ پر جو جاتا خدا سے جدا کیا جائیگا۔ کافر ہوگا
مرتد ہوگا۔ ملعون ہوگا۔ الغرض جو کچھ نہ ہونا تھا ہو گیا۔ تیرے
نے ان دونوں راستوں کو روکا۔ ازیں قبیل ان گنتی راستے

ہوگئے مگر سب اصلیت اور حقانیت سے جدا کرنیوالے
ملے۔ جس راہ پہ گئے کفر و الحاد رکھا ہے۔ جنت کی راہ بند اور
دوزخ کی راہ کھلی ملتی ہے۔ اب گویا خدا کی راہ بند ہو گئی
اور سارا انتظام دین بھی دنیا والوں نے اپنے ہاتھوں لے لیا
دین کے انچارج بھی لوگ ہو گئے۔ آپ ہی لوگ انصاف کیجئے
جہلا، غربا یا راقم جیسا ناواقف کس جماعت کا شریک ہو
جو ان الزامات کفر و ضلالت سے بچے اور سیدھا راستہ
ملے۔ لا مذہبی بھی تو سیدھی راہ نہیں ہے۔ سدھی ہوں تو
گوہ غلیظ کھائیں جب جا کر پتر ہوں۔ شراب خوری۔ اور حرام
خوری کریں۔ جب کہ کسی مذہب میں داخل ہوں آدمی کدھر
جائے کیا کرے کوئی دھرم تو رکھنا لازمی ہے۔ جس دھرم کو اختیار
کرنا چاہتا ہوں کدھری ہوتا ہوں ایک خدا تو مل ہی نہیں
رہا ہے سینکڑوں خداؤں کا مقابلہ ہوتا ہے۔ یا خدائے اصلی
تو ہی بتا کس خدا کو پوجوں۔ پتھر پوجوں۔ ہوا پوجوں۔ پانی پوجوں۔ آگ
پوجوں۔ آکاس پوجوں۔ بتاس پوجوں۔ آفتاب پوجوں۔
ماہتاب پوجوں۔ ستارے پوجوں۔ سمندر پوجوں۔ آخر
پرستش کا کون سا شائبہ۔ کون سا سامان۔ کون سا طریقہ

اختیار کیا جائے یا پرستش ہی چھوڑ دی جائے اور آزاد
زندگی بسر کی جائے تو کس قاعدے سے دنیا چلائی جائے
اور بیوہار تہوار کیا جائے کوئی اجتماعی طریقہ اور حقیقت ہی تو
انسانوں نے جاری نہیں کیا جو بلا اختلاف ہو تو پھر کیا کیا جائے
ان الجھنوں میں مروں اگر مر بھی جاؤں تو گڑوں سڑوں
جلوں یا جانوروں کی غذا بنوں۔ کچھ تو کرنا ہی پڑے گا۔
خود نہ کر سکوں گا جس کے پالے لاش پڑے گی اور ان کو کرنا ہی
پڑے گا۔ آخر اپنا کیا حشر ہوگا۔ یہاں تو اپنی خبر لینی ہے مذہب کے
جھگڑے اور آپس کے اختلاف نے آدمیوں کا دماغ چکر میں ڈال دیا
اور پارٹی فیلنگ بڑھا دی ہے اور نہیں ایک سے لاپرواہ
ہونا پڑے گا یا اس کی تلاش چھوڑ دی جائے۔ دنیا میں جس
بات سے آرام ہو وہ کیا جائے اور جس کو اپنا جی چاہے وہی
پورا کیا جائے۔ دنیا چاہے کدھر ہی جائے یا دنیا ترک کی جائے
اور کسی ایک دین کا راستہ اختیار کیا جائے جو صرف کتابی
ہو اور آسمانی تعلیم ہو جو کسی کے ذوق کی پیداوار نہیں ہے۔ مگر
اس کے لئے علمی لیاقت کی ضرورت ہے جو سب کو میسر نہیں ہے
جو آسمانی کتاب جس زبان میں ہے سب زبانیں پر قدرت

حاصل کی جائے پھر سب کو ملا کر اپنی تحقیقات پر اپنا مذہب قرار
دیا جائے۔ اتنی حیات کہاں اس کا موقع کہاں ایسے جھگڑیلے
مسئلے کے فیصل کرنے کا بہترین طریقہ تو یہ ہے کہ رواسم کو مذہب
قرار دیا جائے آبائی اصول پہ جو ہوتا آتا ہے پابندی کرتے
رہو۔ اور اپنے پرکھوں کے ساتھ اپنا حشر قبول کر لو اور کسی کی
نہ سنو۔ اندھے بنکر آبائی مذہب کے نہیں بلکہ آبائی رواسم
کے پابند ہو کر مرجاؤ۔ بس سارا قصہ پاک ہے۔ یا سب سے
جدا ہو کر کھاؤ پیؤ مزہ کرو جو ہونا ہوگا ہو کر رہے گا نہ غم دزد
نہ غم کالا۔ یا تیسرا راستہ اختیار کیا جائے۔ یعنی قدرت پر
توجہ کرتے ہوئے خیالی تعلیم پاتے ہوئے بودھ کی طرح فلاسفروں
کی طرح خالق کو پہچانئے اور آنکھ کان اور تمام محسوسات کو
بیکار کر کے روحانی فیضان پہ اکتفا کیا جائے۔ اور کوئی تفرقہ
مخلوق پہ توجہ نہ فرمائی جائے۔ خالق کے بھروسہ پر رہے
اور اندرونی جذبات کے مطابق اپنے خالق ہی کا پوجا
پرستش کیجے۔ اور اس کے مخلوق کی قدردانی کیجئے۔ یہی ایک
صورت چین کی دکھلا دیتی ہے نہ کسی کی برائی سے مطلب
نہ کسی کی بھلائی سے غرض۔ خود سے جو ہو سکے یعنی بچا بچائے جائیے

دامے۔ درمے۔ قلمے۔ قدمے۔ سخنے۔ نفع رسانی خلائق پر اپنی
جان و مال عاقبت کو قربان کر دیجئے مگر کسی سیاسی اور مذہبی قصوں
اور جھگڑوں میں اپنے کو آلودہ نہ کیجئے نہ دھوکہ بازی کا پیشہ
کیجئے امن و امان کی زندگی گذران کرنا ہی غنیمت ہے۔ انسانوں
کو آپس میں ہمدردی برتنا ہی انسانی صفت ہے۔ سب انسان
اور سب جیون جیو کی برابر قدر فرمائی۔ سب خلقت خدا کی
حرمت کیجئے۔ کہاں کے ہندو۔ کیسے مسلمان اور کدھر کے کرستان
سب ایک ہی بھگوان کا سارا سامان ہے۔ ہندی۔ جاپانی۔
ملتانی۔ خراسانی۔ جنگلستانی۔ یورپی۔ ایشیائی۔ امریکن۔ افریقی
سب بھگوان ہی کی خلقت ہے۔ دنیا کی یہ بستی بھگوانی ہے جنم
بھوم کس کی ہے کہاں۔ پیدا ہوئے کہاں مرتے ہیں۔ سارا مقدمہ
صرف تعصبی تھا۔ کتنے بے انصاف نے اپنا اپنا ایمان خراب کیا
جیسکو ہائی کورٹ کا فیصلہ کس طرح کھل ادجاد کر کے دیکھا تا ہے
واہ رے انگریز کیلیے تعلق بے تعصب التفات کیا کرتے ہیں
تب سلطنت کرتے ہیں۔ تب تک تعصب بڑھا رہتا گا سلطنت
کے حرف میں یا اختیار خود مختار۔ کوئی قوم نہیں ہو سکتی تعصب
تفرقہ کی جڑ ہے اور سیاست کا پوشیدہ دشمن ہے۔ مذہبی بانع

آزاد ہوا کرتا ہے اور ہر گروہ کی نگرانی کو اپنا فرض جانتا ہے
وہ کوتہ دماغی کرے تو سلطنت قائم نہ رہ سکے ہر گروہ بدظن
بے دل ہو جائے تو ان کی خیر اندیشی کون کرے۔ انگریزوں سے
کوئی بات پوشیدہ نہیں ہے وہ ہر گروہ کے اندرونی دلی راز وں سے
خوب واقف ہو گئے ہیں۔ ہم لوگوں نے اپنا اپنا اعتبار کھو دیا ہے

۲۸۔ نقی قلی خاں

باڑھ کے طرف کے رہنے والے۔ جج پیر مختار یا وکیل ہیں۔ راقم کو تحقیق نہیں ہے۔ فرحت حسین ماسٹر محمڈن اسکول کے خویش کے بھائی ہیں۔ انداز و تہذیب تو ہر ایک شیعہ مذہب آدمی کی لکھنؤاں ہوا کرتی ہے۔ اور سلیقہ مندی لازمی ہے وہ ان میں بھی پائی جاتی ہے۔ ہر آدمی میں ایک خاص بابت جدا جدا خدا دیتا ہے۔ کوئی خدائی بنایا ہوا انسانی پنجرہ کسی خاص صفت سے خالی نہیں ہے۔ ہر ایک جسمانی پنجرہ میں خدائی حکم کا ایک بولتا طوطا مینا ضرور رہتا ہے اور طرح طرح کی بولیاں بولا کرتا ہے۔ خاص سے جو دم بھر واد نہ ہی یہ لکھ سنا آجائیگا۔ راقم نے کوئی آدمی بلا کسی خاص بابت کے نہیں دیکھا۔ چاہے وہ صفت حمیدہ ہو یا خبیثہ

مگر ہر آدمی دنیا میں کچھ کر کے جانے والا ہوا کیا ہے۔ یا فائدہ
پہونچا گیا یا ضرر۔ راقم دعا کرتا ہے کہ ہر نوجوان سے چاہے
کسی عقیدہ کا ہو شرک نہ کراوے۔ اپنی ہی پرستش کرا کے خلق
اللہ کے ساتھ بھلائیاں کرا کر واپس بلاوے۔ نہ کوئی رہا ہے نہ
رہے گا۔ دنیا والے اپنے اپنے عقائد کی تعلیم دلا کر اپنے مذہب
کی طرف کھینچتے ہیں۔ جیسے قانون پیشہ واضعان قانون کے
اصلی مطلب کو اپنے اپنے متخاصمین کے لئے مفید بنا کر بیان
کیا کرتے ہیں اور ذہانت سے سچے کو جھوٹا اور جھوٹے کو سچا
دکھلاتے ہیں وہی حال مذہب کا بھی ہے۔ واضعان قانون ہی
خوب جانتے ہوں گے کہ کس کس طرح غلط باتوں کو اپنے شیوہ
بنایا کرتے ہیں کیا کیا معنی پرو دیا کرتے ہیں۔ مذہب والے بھی
اصلی باتوں کی تعلیل و تفہیم و تفسیر بنا بنا کر اپنے مطلب کے
بناتے ہیں۔ اور سینکڑوں رخنہ ہر مذہب میں پیدا ہو گئے۔ دنیا کا
مطلب وہ نہیں ہوتا جو سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ دنیا میں یہی
مطلب ہے مقصد پرونا نہیں ہے۔

۲۹ ناگیشر سہائے
ولد منشی جیدو تندن لال
لائبریرین عدالت دیوانی

پیشتر۔ ساکن خزانچی روڈ۔ اب قانون پاس کرکے قانون پیشہ ہوئے ہیں۔ ابتدا میں تو انسان اپنا زور زار دکھاتا ہی ہے مگر جب تیز ہو یا سینیر عدالت کے رخ اور مزاج کو دیکھکر کام کرنا پڑتا ہے۔ جو لڑاکر اور دباؤ ڈالکر کام کریگا وہ ترقی پذیر نہ ہوگا۔ اوس کا پیشہ نہیں چلے گا۔ ؎

نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن

کہ جاہا سپر باید انداختن

جونیر یا سینیر قانون پیشہ اگر اپنی علمیت کا دباؤ دینا چاہتا ہے تو حکام بھی اپنی خودداری اور ردی اختیاری برتنے لگتے ہیں جس سے متخاصمین کا بجائے نفع نقصان ہوجاتا ہے۔ ہر افسر سے ملنساری اور خوش دلی اور خوش زبانی اور بھروسہ پہ کام کیا جائے تو ممدوح طریقے پر ایمان داری کے ساتھ بلا لغات کے سب کام دیانت سے ہوا کرتا ہے نفس کی شرکت ہونے سے فطرتاً ایمان پر اور دیانت پر ہر ایک کے غلط دھبہ آجاتا ہے کوئی قانون پیشہ اگر کسی حاکم کی شکایت کرنے ٹرینیفر کی تجویز کرتا ہے وہ سراسر غلطی ہے کوئی ایمان دار حاکم ذاتی مخاصمت نہیں رکھتا۔ اگر انسان مشتبہ بھی ہو تاہم اوسی کی ذمہ داری

اور جواب دہی پر اپنا کام سپرد کر دینا انسب ہے اور یا
جا کر انصاف ہو رہے گا عند اللہ اور عند الناس وہی حاکم
جواب دہ ہو کر رہے گا ایسی درخواستیں دینے والے دوچار
بار اگر ثابت ہو گئے تو مزید ان کا پیشہ ترب کر رہے گا۔
نوجوان جونیر اپنی قابلیت کے زور میں کر تو جائیں گے
مگر ذاتی مضرت آیندہ ان کے دماغ سے پوشیدہ رہتا ہے
جو اپنے وقت پر ظاہر ہو کر رہے گا ہر حاکم کا دل ایسے آدمی
کو جھگڑالو سمجھنے لگتا ہے۔

۱۳۱ مولوی حفیظ الدین حیدر

از خاندان مولوی غنی حیدر صاحب وکیل گیا معزز خاندان کے
اور پہلوگوں کے قرابت کے آدمی ہیں مولوی غنی حیدر ولد
میر تیار حسین ساکن سکریچہ نے بہت کچھ کمایا خاندان بھر
خوندہ اور مشہور ہیں۔ مولوی ذوالفقار حیدر ایک بھائی
لے اچھی وکالت گیا میں کیا۔ یہ دونوں بھائی ریٹائر ہو گئے
مذہبی زندگی گذارتے ہیں صاحب اولاد ہیں ایک بھائی
عظیم الدین حیدر خواجہ سید حسن شاہ کی الملی کے داماد تھے
جوان ہی مر گئے اور کی اولاد ہے مولوی ذوالفقار حیدر

اور مولوی غنی حیدر صاحب بھی صاحب اولاد ہیں۔
مولوی غنی حیدر صاحب نے چند کتابیں مذہبی لکھی ہیں اور
اور دیوا میں حاجی وارث علی شاہ قدس سرہ کے مزار
پر رہتے ہیں۔ مولوی ذوالفقار حیدر گیا میں رہتے ہیں۔
میر تبارک حسین کا خاندان بھر مذہبی خیال کا گذرا ہے یہ ان کی
نیت کا پھل ہے باوجود وکالت اور بی اے پاس ہونے کے
اور سربرآوردہ وکالت کے صاحب جائداد و معاش رہنے
کے سب کو مذہب کا پابند دیکھا کوئی مثال ایسی نہیں ہے
جو دنیا میں ہیں پائی نہ جاسکے۔ انگریزی دانی پر صرف الزام
خرابی مذہب نہیں دیا جاسکتا بلکہ گھر کی تربیت کا قصور
ہے اور کارکنوں کی کمزوری ہے انگریزیت مذہبیت
اور قومیت اور سیاسیت بدلنے کو مجبور نہیں کرتی ہے
بلکہ صحبت بد کی خاصیت اپنا اثر دکھاتی ہے یہ صفت
تقلیدی ہے اکثر نوخیز اپنے شوق سے اعزاز کا ایک زینہ
جانتے ہیں اور ان سب باتوں کو رواج گیا ترویج ہو گیا ہے
جس سے قومیت اور مذہبیت اور طرز معاشرت پر بُرا اثر
آگیا اور مسرفانہ زندگی بسر ہونے لگی کچھ کیا جائے کتنا ہی
تقابل کا سامان مہیا کیا جائے مگر کالا گورا نہیں ہو سکتا

ہندوستانی یورپ والا نہیں ہوگا اگر فیملی ایک دو ایسے
نکلے تو گھر میں وہی ہندوستانیت رہے گی برادری بھر
میں وہی حال رہیگا صاحبیت قوم بھر میں پیدا نہیں ہوسکتی
غربت اور مذہبیت کا جوش قومیت کا لحاظ رہے گا ۔
ہندوستان کی لنگوٹی تا قیامت و تا بقا ہندی قوم رہیگی
اور مسلمانوں کی میاں جیت ۔ ٹرسٹیت ۔ شیخیت ۔ انانیت
اور خوش خوراکیت ۔ گوشت خواریت تام کی مسلمانیت قیامت
تک قائم رہے گی ۔ چونکہ عقیدتاً خدا کی خدانیت کے امانت دار
ہیں جس کا محافظ خود خدا ہے ۔ اور قواعد اسلام کو قیامت
تک برتنا پڑے گا اس مذہب کا محافظ خود خدا ہے اور وہی
ٹرسٹی ہو چکا ہے اوس کا معاہدہ مصدقہ رجسٹری سے زیادہ
باقاعدہ بنا تا ہے ۔ کہ وہ اسلام میں خیانت نہیں کرے گا
مسلمان ہو کر رہئے پھر کوڑی کوڑی کے حقوق خدا آپ کو
دیگا رتی رتی کا حساب آپ سمجھا دیجئے اور اوس سے سمجھ لیجئے
چونکہ مسلمان خود اوس کی امانت میں خیانت کر گئے جن
چیزوں سے اوس نے بچنے کو کہا اون سب چیزوں کو ایمان
کے عکس میں نباہ کر رہا ہے اسلئے خدا ایسے لوگوں کے ایمان
کا محافظ نہیں ہوگا ۔ گھر امان رکھئے تم اوس سے بچئے گا ۔

گھونشا ماں نہ وہ رکھے گا نہ مما فقت کریگا جیسا مال ویسا مآل
ہو کر رہے گا لوگ روتے کیوں ہیں سوتے کیوں ہیں آدمی
ہوتے کیوں نہیں بکنے بگنے بھکنے سے تو بہتر ہے کہ برتیں اور
عمل صالح پر مستعد ہو جائیں صرف مذہبیت کو اپنی جگہ پر لے
آدیں سیاسیات کے جھگڑے کو خدا کے حوالے کریں۔ عقائدات
معاملات - معاشرات۔ عبادات۔ اور عادات کی درستگی کریں
بس مسلمانوں کی ترقی خود بخود ہو کر رہے گی۔ اسلام جھگڑالو مذہب
نہیں ہے یہ مدافعت کی اور اصلاح کی تدبیروں کو زیادہ مرجح
رکھتا ہے یہ صبر و شکر اور حلم کو بتاتا ہے یہ محاسن اخلاق کی
تعلیم دیتا ہے یہ عمل صالح بتاتا ہے یہ جبر و ظلم یا بے صبری نہیں
سکھاتا ہے ہر امر ہر بات ہر وقت پر خدا ہی کو ڈھال بتاتا
ہے اور بڑا بڑا پھل پاتا ہے - قرآنی خبروں اور تواریخوں سے
صبر و تحمل اور استقلال کا حال و نتیجہ دیکھئے اور خدائی جواب
سب پر غور فرمائیے کونسا سوال ہے جو نہیں ہے کونسا موقعہ ہے
جسکی اصلاح نہیں ہے قرآن کے خلاف کیا گڑبڑ ہوا تڑ پڑ جواب
ملا یعنی تو عذاب ہوا - مرضی کے خلاف ہونا ہی سخت پریشان کن
عذاب ہے -

العبد منشی مدن گوپال سررشتہ دار عدالت،

دیوانی کے بھائی ہیں اور جونیر قانون پیشہ ہیں اور نوجوان ہیں خدا ان کے دل میں جوانی اور سررشتہ دار صاحب کے بھائی ہونیکا فخر نہ ڈالے ورنہ ترقی کے لئے مضر ہوگا دنیا میں جو نوجوان اسکول چھوڑکر قدم رکھتا ہے وہ دنیا کے چکروں سے بالکل ناواقف رہتا ہے دنیا فوٹ بول کا میدان نہیں ہے کہ جدھر سے بول آیا اوسے ٹھوکروں سے اوڑایا دنیا کی ہوا بدلی ہوئی ہے سبدلی آئی آسمان گرد پڑا ہوا آفتاب کی مکمل روشنی دھیمی پڑگئی بجلی کی چمک سے آنکھیں دھندھلا چکا چوند لگا ہوا معلوم ہوتے لگا بادل کی کڑک سے دل دھڑکنے لگا الغرض خدا نکرے کوئی دنیا کی چکر میں آئے یہاں کے باشندوں کے مکروفریب میں پڑے خدا کے غضب سے ہر سکنڈ ڈرے ہوا قعات کس کس وقت کیسے کیسے بدلتے ہیں جس سے کوئی تازہ وارد اور تازہ قدم رکھنے والا آگاہ نہیں ہے غضب کا قاصد غرور ہے۔ جب غرور آوے وہ ضرور غضب کا نقیل یاونیگا صورتیں بدلتی رہتی ہیں۔ راقم ہر نوجوان کے لئے دعا کرتا ہے یہ منحوس قاصد خدا نکرے کسی نوجوان کے پاس آئے۔

۳۲۷ نور محمد میاں خلیل مختار کے بھائی نے بھی پاس کیا ہے۔

بھی کام انجام نہیں کیا ہے ان کو سہولت ہوگی ایک بھائی کا
کاربرداز ہیں دوسرے مختار ہیں امید ہے کہ محمد خلیل جیسے ہونگے
تعلیم و صحبت جیسی ہوگی انسان وہی رنگ دکھائیگا۔ راقم
کو زیادہ واقفیت نہ ہوئی۔

ہمسرے منشی دولت رام کے دوسرے لڑکے نے بھی

مختار کاری پاس کیا ہے ابھی اونہوں نے کام آغاز نہیں کیا ہے یقینی
طور پر امید کیجاتی ہے کہ اپنے والد کے یادگار رہیں گے اور ترقی پذیر ہونگے
باپ مختار بھائی مختار لوگ واقف الحال متخاصمین جاننے والے
سب سامان مہیا ہے۔ منشی دولت رام نے اپنی روش زندگی ممدوح
دیکھا ہے اور جو جس نے دیکھا ہے لیا سخت گیر نہیں ہیں اوس روش پر
چلے گا کچھ نہ کچھ ضرور ترقی پذیر ہوجائیگا اس پیشے میں سخت گیری
اور رشت پٹ آمیزہ جا کر ضرر ہوا کرتی ہے پبلک حالات سے
آگاہ ہوکر بھاگنے لگتی ہے۔ قانونی پیشہ دیانت اور متانت
کشت کاروں کا مشن ہے کی اور دیانت کی سخت ضرورت ہے
اوسپر سے روز بروز قانون کی بھرمار ہے نیا نیا قانون روز روز
[illegible] ہے [illegible] واقفیت رکھنا لازم ہے جس کو جسقدر زیادہ
[illegible] مقدمات ملنے کا ہے اوسیقدر واقفیت بڑھتی ہے

اور ضرورت آگاہی پیدا کرا دیتی ہے اس پیشہ میں صرف
قابلیت کام نہیں دیتی بلکہ تجربہ کی سخت ضرورت ہے اور
مقدر ہر پیشہ میں سب سے بڑی چیز ہے انتظام عالم کو کوئی قوت
روک نہیں سکتی دنیا داخل خارج کا محکمہ ہے ایک گیا دوسرا
جانشیں ہوا کرتا ہے یہ آواگون قیامت تک رہے گا کوئی
سلسلہ بند نہیں ہوگا دنیا میں کتنا ہی سختی کا وقت آجائے
روزی انسان کو پہونچ کر رہے گی اور جو نوشتہ تقدیر ہے
سامنے آئیگا کوئی قوت انتظام خداوندی میں دست انداز
نہیں ہو سکتی ہر کی تقدیر پوشیدہ اور پردے تلے ہوا کرتی ہے کوئی
نہیں کہہ سکتا کون کیسا ہوگا جب آدمی دنیا میں قدم رکھتا ہے
تو ایک لائن اچھا یا برا ہر کے لئے جداگانہ کھلتا ہے نہ اسے کوئی
روک سکتا ہے نہ گھٹا سکتا انسانی مزاحمت اور زمانے کی بدنیتوں
سے پریشانیاں ہوسکتی ہیں مگر مقدرات کو کوئی بدل نہیں سکتا
تدبیر و کوشش انسانی کام ہے اور تقدیر و شدنی خدائی کام ہے
دنیا میں جب جب تبدیلیاں ہوا کیں ہیں تو ساری ابتدائی نیت
دنیا یوں نہیں ہوا کی کوئی کوئی جگہ ملک تخت و تاراج ہوا اونچے
نیچے ہوگئے امیر غریب ہوگئے غریب امیر ہوگئے کوئی مرا کوئی جیا
کوئی مصیبت میں گرفتار ہوا کوئی عیش کرنے لگا انتظام عالم

ہیں کوئی فرق نہیں آتا جو مشیت اور مصلحت خداوندی ہے
ہوکر رہتی ہے جب سارا دارمدار نوشتہ تقدیر ہی پر ہے
تو اپنی کوشش کئے جانا اور اللہ ہی پر بھروسہ کرنا اور تقدیر
پر چھوڑنا ہی اللہ کی رضا ہے جو لالچ کرے گا عمر بھر بےچین
رہے گا ہوگا وہی جو ہونیوالا ہے اپنے کئے کچھ نہ ہوگا۔

۳۴۔ کیلس صاحب ایک بہترین سٹی مجسٹریٹ
گذرے۔ یہ ہندوستانی
مزاج کے آدمی تھے ہر شخص کو یہ خوش رکھتے تھے اور فائدہ
بخش آدمی گذرے۔

۳۵۔ سٹی میں سب سے پہلے مولوی مقبول احمد
ولد مولوی فتح حیدر سب انسپکٹر
سب ڈپٹی ہوکر آئے تھے یہ ڈاکٹر صدر الحق مرحوم ساکن بنگال کے
خاندان کے آدمی تھے ڈاکٹر صدر الحق کا مکان سٹی اسپتال کے
ٹھیک سامنے تھا جس میں دواخانہ ڈاکٹر محمد اسحق ساکن ہزاری
باغ کا تھا اور مولوی رؤف وکیل ساکن بودی کٹرہ بمبئی ال
مولوی شکور ولد میر الطاف علی کو خاندان ڈاکٹر محمد اسحاق
سے تعلقات ہیں مقبول احمد صاحب کو والد ھی منشی فتح
حیدر نے عالم گنج تھانہ میں ٹھیک سابق تھانہ کے دکھن

ایک بنگلہ خرید کر لیا تھا اور بہت بوڑھے ہوکر مرے زیادہ حال معلوم نہو سکا

۳۶ مولوی معین الدین ولد مولوی کریم الدین ساکن بہار مرد ادبھی چند روز سب ڈپٹی رہے تھے۔

۳۷ مولوی فضل الرحمن صاحب از خاندان حافظ عبد الغنی صاحب بی ام جی ساکن ملکی محلہ آرہ بھی چند برس سب ڈپٹی رہے ممدوح رہے۔

۳۸ بیتی مادھو بابو یکے از رئیس زادہ دربھنگہ بھی چند برس یہاں ممدوح سب ڈپٹی رہے یہ ایک وکیل کے لڑکے ہیں اور پٹنہ ہی میں تعلیم پایا تھا۔

۳۹ آجکل ڈاکٹر وارث صاحب دوندی بازار کے بھائی جمی میاں کے پورہ کے خویش سب ڈپٹی کا کام انجام دے رہے ہیں اور ممدوح ہیں۔

۴۰ چند روز شیخ عبد الحمید ساکن داناپور بھی یہاں سب ڈپٹی رہے تھے اور جلد بدل گئے تھے۔

۴۱ آجکل محمد یحییٰ ساکن میتر بیگھ محرر ہیں ہوشیار آدمی ہیں اور پرانے کارگذار ہیں

۴۲ پیچھی بابو بہت کارگذار اور ہوشیار اور باوقار پرانے کورٹ سب انسپکٹر رہے حکام اور پبلک دونوں خوش رہے وکالت بھی پاس کر لیا ہے۔

۴۳ منتی مہتو بابو بہت نیک کورٹ سب انسپکٹر ہیں۔

۴۴ محمد کاظم مدتوں بیگھ میں کورٹ کا کام کرتے رہے پنشن پا گئے اور بیگھ میں اب پولس بھی نہیں رہتا ہے ضرورت ہوئی تو مدعا علیہ کو لینے کو بلا لیا گیا۔ کورٹ کے منصرم کی اب ضرورت ہی نہ رہی۔ مدتوں شکور انسپکٹر منصرم بھی رہے۔

۴۵ روپلال گنگا رام رام تہا۔ منبی۔ چھوٹو۔ جبار۔ یہ لوگ برابر چپراسی تھے۔

۴۶ اجگیبی پیشکار ڈسمس کردیئے گئے تھے اور ون صاحب نے موقوف کر دیا تھا پھر حکیم نجو صاحب کے عزیز نہال حسن آئے تھے بہتیرے پیشکار آتے رہے اور بدلتے رہے مدتوں محمد حنیف نامی پیشکار تھے بیگھ کی کیا شان تھی اور کیسی تبدیلیاں ہو گئیں اس کا حال وہی جانتا ہے جس نے دیکھا ہے کیا تھا کیا ہو گیا وہ اختیار نہ رہا وہ عزت نہ رہی وہ بابت نہ رہی دوسرے حصے میں بہتر سے مفصل حالات ظاہر ہو چکے

غلط نامہ

نمبر شمار	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۵	۷	وقت	وقعت
۲	۱۱	۱	آدمی جس	آدمی کو جس
۳	۱۱	۱۲	عوام الناس لو	عوام الناس تو
۴	۱۱	۱۵	تو نفع	بے نفع
۵	۱۲	۵	سروکار رکہ	سروکار رکھ کر
۶	۱۲	۱۵	اپنی	اپنا
۷	۲۷	۶	محبت	محنت
۸	۴۶	۱۵	دتی	گہتی
۹	۴۶	۱۵	سنا جاکا	سنا جائیگا
۱۰	۴۶	۱۶	اس نکھا	نہیں دیکھا
۱۱	۵۰	۳	اور دنور	وہ دلیوا
۱۲	۵۰	۱۲	سیاست	نیا سیٹیت
۱۳	۵۴	۱۱	چلے گا	جو چلے گا

انڈکس حصہ سیر بہو حالات قانون پیشگان

نمبر	اسمائے گرامی	صفحہ	صفحہ	نمبر	اسمائے گرامی	صفحہ	صفحہ
	مختصر دیباچہ	۱	۲	۱۳	دے نیدر بابو مرحوم	۱۱	۱۲
۱	گوبند بابو مرحوم	۲	۲	۱۴	بابو گروپرشاد سین مرحوم	۱۲	۱۳
۲	رادھا کرشنو بابو مرحوم	۲	۳	۱۵	رائے پرنو چندر مرحوم	۱۳	۱۳
۳	نولی صاحب مرحوم	۳	۴	۱۶	[illegible]نک صاحب	۱۳	۱۴
۴	تجبنڈا صاحب	۴	۴	۱۷	صفدر امام جعفر امام [illegible] امام صاحبان	۱۴	۱۵
۵	جون صاحب	۴	۴	۱۸	مسٹر سمیع	۱۵	۱۷
۶	صدلین صاحب	۴	۵	۱۹	مسٹر احمد شبیر مسٹر محمد شبیر مرحوم	۱۷	۱۸
۷	جسٹس شرف الدین مرحوم	۵	۶		ومولوی ظہور بی اے مرحوم		
۸	سر علی امام و سید حسن امام مرحوم	۶	۸	۲۰	مسٹر [illegible] نہال مرحوم	۱۹	۲۰
۹	مسٹر مظہر الحق مرحوم	۸	۱۰	۲۱	مسٹر نصیر منصف کرریا	۲۰	۲۱
۱۰	ابوالحسن [illegible] مرحوم	۱۰	۱۰	۲۲	مسٹر شمس الہدیٰ مرحوم	۲۱	۲۲
۱۱	[illegible] مرحوم	۱۰	۱۱	۲۳	خواجہ تقی [illegible]	۲۲	۲۳
۱۲	برج انند بابو	۱۱	۱۱	۲۴	شاہ محمد فخر الدین [illegible] مرحوم	۲۳	۲۴

نمبر شمار	اسمائے گرامی	از صفحہ	تا صفحہ	نمبر شمار	اسمائے گرامی	از صفحہ	تا صفحہ
۲۵	مولوی عبدالباری صدر اعلیٰ مرحوم	۲۳	۲۴	۳۸	ڈپٹی فدا علی خاں مرحوم	۳۴	۳۵
۲۶	مولوی معظم حسین خاں جج مرحوم	۲۴	۲۴		مولوی محمد نور خاں بہادر		
					ڈاکٹر افضل خان بہادر و		
۲۷	مولوی عبدالجبار خاں مرحوم	۲۴	۲۴		ڈپٹی لئیق مرحوم و مولوی		
۲۸	ڈپٹی دلیل الدین خاں مرحوم	۲۴	۲۵		نثار علی رجسٹرار کیبار		
۲۹	نواب امیر حسن خاں مرحوم ڈپٹی	۲۵	۲۶	۳۹	کمندا بابو ڈپٹی مرحوم	۳۵	۳۷
۳۰	ڈپٹی ابوالخیر ولد نواب عبداللطیف خاں مرحوم	۲۷	۲۹	۴۰	مسٹر محمود صدر اعلیٰ و	۳۷	۳۷
۳۱	پرکاش بابو ڈپٹی مرحوم	۲۹	۲۹		مسٹر ذکریا و شمس العلما مولوی		
۳۲	کتھرو بابو ڈپٹی	۲۹	۲۹		محمد حسین و شمس العلما مولوی عبدالرب		
۳۳	منشی کالی پرشاد مرحوم	۲۹	۲۹	۴۱	مسٹر نصیر اوز منہ کشنر و شمس العلما	۳۷	۳۸
	سررشتہ دار کلکٹری	۲۹	۳۰		مولانا سعید مرحوم		
۳۴	منشی دیبی پرشاد مرحوم			۴۲	گنگا دہر بابو مرحوم	۳۹	۴۰
	سررشتہ دار فوجداری	۲۹	۳۱	۴۳	دین بندھو بابو مرحوم	۴۰	۴۱
	و مولوی ربیع سررشتہ دار مرحوم			۴۳	ششی بھوشن بسواس مرحوم	۴۲	۴۱
۳۵	ڈپٹی ذاکر حسین مرحوم	۳۱	۳۱	۴۴	میر نجف علی مرحوم	۴۱	۴۳
۳۶	ڈپٹی شیو شنکر سنگھ مرحوم	۳۱	۳۱	۴۵	شمس العلما مولوی جلال الدین محمد	۴۳	۴۴
۳۷	ڈپٹی رام اوگرہ نرائن مرحوم	۳۱	۳۲	۴۶	میر عنایت حسین مرحوم	۴۴	۴۵

نمبر شمار	اسمائے گرامی	صفحہ	صفحہ	نمبر شمار	اسمائے گرامی	صفحہ	صفحہ
۴۷	منشی اسمٰعیل مرحوم کمہیا	۴۵	۴۶	۶۰	مولوی مہدی حسن بازیت پور	۶۰	۶۱
۴۸	مولوی عبدالحکیم مرحوم گرنہہ	۴۶	۴۷	۶۱	مولوی کاظم نگرنہہ	۶۱	۶۱
۴۹	منشی منیر مرحوم مہکار	۴۷	۴۷	۶۲	مولوی رشید احمد دریاپور	۶۱	۶۲
۵۰	مولوی محمد اسحٰق	۴۷	۴۷	۶۳	حفیظ جی کے لڑکے زین الدین	۶۲	۶۳
۵۱	مولوی جمیل مین پورہ	۴۷	۴۷		بلجی		
۵۲	بابو رانا نج	۴۸	۴۸	۶۴	آل امام عرف جمہور مرحوم کے	۶۳	۶۴
۵۳	منشی عفیف مرحوم	۴۸	۴۸		لڑکے جعفر امام		
۵۴	گندھاری بابو	۴۹	۴۹	۶۵	مولوی رفیع و مولوی رحیم	۶۴	۶۴
۵۴	مولوی عزیز الحسن بہنا داں	۴۹	۵۳		ولدان شیخ کمال خاں بہلہ		
	مرحوم			۶۶	قلبی بابو ولد حسین کچو	۶۴	۶۴
۵۵	مولوی غلام قادر مرحوم	۵۳	۵۵	۶۷	مولوی عبدالمالک برادر مولوی	۶۴	۶۴
۵۶	مولوی فرید جلیل اعتبار مرحوم	۵۵	۵۶		مجیب الرحمٰن		
	محسن پوری			۶۸	مولوی عبدالستار	۶۴	۶۴
۵۷	مولوی کبیر مرحوم پھلواری	۵۷	۵۸	۶۹	ذوالنون و ذوالقرنین نیانڈان	۶۴	۶۵
۵۸	مولوی شمس الحسن قمر الحسن گرنہہ	۵۸	۵۹		مولوی عثمان نگرنہہ		
۵۹	مولوی امتیاز کریم بیگینہ	۵۹	۶۰	۷۰	مولوی رؤف	۶۵	۶۵

۱۰۵۱

نمبر شمار	اسمائے گرامی	صفحہ	صفحہ	نمبر شمار	اسمائے گرامی	صفحہ	صفحہ
۷۱	خواجہ محمد اسمٰعیل	۶۵	۶۵	۸۶	مولوی عبداللہ فنا مرحوم	۷۲	۷۲
۷۲	مولوی نورالحسن چوہٹہ	۶۵	۶۵	۸۷	مولوی حمیدالدین منصف مرحوم	۷۲	۷۲
۷۳	مولوی محمد حسین خاں بہادر استھانول	۶۵	۶۵	۸۸	مولوی فرزند علی مرحوم	۷۲	۷۲
۷۴	مولوی محمد حسین اشرف پوری	۶۵	۶۶	۸۹	مولوی قمرالدین درزی ٹولہ	۷۲	۷۲
۷۵	منشی عبدالوہاب کے لڑکے	۶۶	۶۶	۹۰	نوبین بابو مرحوم بخاندان	۷۲	۷۳
۷۵B	منشی ظہیرالحق کے لڑکے	۶۶	۶۶	،،	درگا بابو دبے جے بابو		
۷۶	مولوی حبیب الرحمٰن یوسف پور	۶۶	۶۷	۹۱	اندرو دیابو دریاپور	۷۳	۷۳
۷۷	خواجہ محمد نور جج ہائیکورٹ	۶۷	۶۷	۹۲	من مہتو بابو	۷۴	۷۴
۷۸	جسٹس فضل علی	۶۸	۶۸	۹۳	ٹی ان بنرجی کی باڑی	۷۴	۷۴
۷۹	مولوی منظر نول کے لڑکے	۶۸	۶۹	۹۴	شام نرائن بابو	۷۴	۷۵
۸۰	مولوی وصی احمد بالی مرحوم	۶۹	۷۰	۹۵	بپن بابو	۷۵	۷۵
۸۱	مولوی محمود شبیر	۷۰	۷۰	۹۶	دیوکی نندن ججرہ		
۸۲	مولوی اظہار پریسائٹ	۷۱	۷۱	۹۷	بابو ابھو دھیا پرشاد بخاندان لالہ بابا	۷۵	۷۶
۸۳	مولوی خورشید حسین بالی			۹۸	گرچرن سنگھ حاجی گنج	۷۶	۸۰
۸۴	مسٹر اکبری بالی	۷۱	۷۱	۹۹	رائے نرائن پرشاد مرحوم چوک	۸۰	۸۱
۸۵	حاجی مولوی عبدالرحمٰن گلاب باغ	۷۱	۷۲	۱۰۰	منشی ہرکھ لال ماسلامی	۸۰	۸۲

۱۰۴۲

نمبر شمار	اسمائے گرامی	صفحہ	صفحہ	نمبر شمار	اسمائے گرامی	صفحہ	صفحہ
۱۰۱	جسٹس کلونت سہائے	۸۲	۸۲	۱۱۴	رادھے کشن مرحوم	۸۶	۸۶
۱۰۲	جسٹس جوالا پرشاد	۸۲	۸۲	۱۱۵	بابو بسنتو کمار	۸۶	۸۶
۱۰۳	بابو شاماچرن مرحوم	۸۲	۸۳	۱۱۶	کھڈو ناتھ	۸۶	۸۶
	بہ خاندان شرو بابو			۱۱۷	مولوی نظیر الدین بنارسی	۸۶	۸۶
۱۰۴	بابو ہیرالال چند مرحوم دریاپور	۸۳	۸۳	۱۱۸	او بدلغیں بابو صدر گلی	۸۷	۸۷
۱۰۵	اندو بابو	۸۳	۸۳	۱۱۹	مولوی محمد بہ خاندان مولوی	۸۷	۸۷
۱۰۶	بڑے نوبین مرحوم	۸۳	۸۳		ہاشم پیشکار کمشنری	۸۷	۸۷
۱۰۷	مسٹر عزیز الحسن بیرسٹر	۸۳	۸۵	۱۲۰	مولوی منظر مسیح ندول		
۱۰۸	مولوی مجیب باغ کالو خان	۸۵	۸۵	۱۲۱	مولوی شرف الدین نور الدین	۸۸	۸۹
۱۰۹	مولوی عزیز و خاندان	۸۵	۸۶		بلخی وزندی بازار		
	قاضی نور صدر اعلےٰ			۱۲۲	مولوی اعظم علی خان مغل پورہ	۸۹	۹۰
	وڈپٹی انوار احمد خان بہادر			۱۲۳	〃 〃	〃	〃
۱۱۰	بابو کملا سہائے	۸۶	۸۶	۱۲۴	فخر الدین نمبر سر رشتہ تعلیم	۹۰	۹۳
۱۱۱	بھگوتی بابو دریاپور	۸۶	۸۶	۱۲۵	گنیش دت سنگھ		
۱۱۲	ڈاکٹر محمود بیرسٹر	۸۶	۸۶		مسٹر سمت گوپال	۹۳	۹۵
۱۱۳	گدرا بابو مرحوم جنور پوکھر			۱۲۶	مسٹر ظہیر بیرسٹر	۹۵	۹۵

نمبر شمار	اسمائے گرامی	از صفحہ	تا صفحہ	نمبر شمار	اسمائے گرامی	از صفحہ	تا صفحہ
۱۲۷	فرزند بابو صیدر علی	۹۵	۹۵	۱۴۱	مسٹر حمید امام	۱۰۴	۱۰۶
۱۲۸	مولوی عظیم الدین مرحوم از خاندان مولوی غنی حیدر گیا	۹۶	۹۶	۱۴۲	مسٹر علی کریم	۱۰۶	۱۰۷
				۱۴۳	مسٹر عبدالحکیم	۱۰۷	۱۰۷
۱۲۹	النتیشد سنگ	۹۶		۱۴۴	مسٹر اسکاٹ	۱۰۷	۱۰۸
۱۳۰	بابو کشن سہائے	۹۶	۹۶	۱۴۵	مسٹر کلیم	۱۰۸	۱۰۸
۱۳۱	سچتانند سنہا	۹۷	۹۸	۱۴۶	پسر حاجی بشارت	۱۰۸	۱۰۸
۱۳۲	مسٹر اصغر حسین	۹۸	۹۹	۱۴۷	منشی دوارکا پرشاد	۱۰۸	۱۰۹
۱۳۳	مسٹر یونس مسٹر یوسف	۹۹	۱۰۰	۱۴۸	منولا سرن	۱۰۹	۱۰۹
۱۳۴	مسٹر منظر	۱۰۰	۱۰۰	۱۴۹	بابو راجندر پرشاد	۱۰۹	۱۰۹
۱۳۵	مولوی بدرالحسن	۱۰۰	۱۰۰	۱۵۰	مولوی محمد کلیم	۱۰۹	۱۱۰
۱۳۶	مہر بابو	۱۰۰	۱۰۰	۱۵۱	مسٹر نسیم	۱۱۰	۱۱۰
۱۳۷	بنو و بہاری	۱۰۰	۱۰۱	۱۵۲	مسٹر نعمت اللہ	۱۱۰	۱۱۰
۱۳۷	B مسٹر اچھے	۱۰۱	۱۰۲	۱۵۳	قاضی وحید	۱۱۱	۱۱۱
۱۳۸	نظام صاحب	۱۰۲	۱۰۳	۱۵۴	قاضی ودود		
۱۳۹	مسٹر سعادت	۱۰۳	۱۰۳	۱۵۵	مولوی زین الدین	۱۱۱	۱۱۳
۱۴۰	مسٹر محبوب حسن خاں	۱۰۳	۱۰۴	۱۵۶	جدو بابو و متفرق	۱۱۳	۱۱۵

صدر کے مختاروں کا حال

نمبر شمار	اسمائے گرامی	از صفحہ	تا صفحہ	نمبر شمار	اسمائے گرامی	از صفحہ	تا صفحہ
۱	مولوی وحید	۱۱۵	۱۱۵	۹	نور مختار	۱۱۷	۱۱۷
۲	مولوی سید حسن	۱۱۵	۱۱۶	۱۰	مولوی ظہیر	۱۱۷	۱۱۷
۳	محمد شکر اللہ	۱۱۶	۱۱۶	۱۱	مولوی فصیح احمد	۱۱۷	۱۱۸
۴	احمد رضا	۱۱۶	۱۱۶	۱۲	محمد نصیر	۱۱۸	۱۱۸
۵	بشاشت	۱۱۶	۱۱۶	۱۳	محمد سعید مختار منشی	۱۱۸	۱۱۸
۶	ریاض	۱۱۷	۱۱۷		فٹ نوٹ	۱۱۸	۱۱۹
۷	بندو میاں	۱۱۷	۱۱۷		معذرت	۱۱۹	۱۲۰
۸	علی حسین	۱۱۷	۱۱۷		—	—	—

اطلاع

بانکی پور، مراد پور، باقر گنج، محلہ پور، درگاہ شاہ ارزانی، گورنمنٹ بانکی پور، اسٹیشن، ہائی کورٹ کے بننے اور قائم ہونے کا حال۔ اس کے پیچھے کی بستیوں اور ان کے اندر بسنے والے مشہور خاندانوں کا حال اور بڑے بڑے مشہور مکانات اور معزز لوگوں کا تذکرہ سب

لکھا ہوا تیار ہے اور سیکڑوں چشم دید عبرت انگیز اور حسرت خیز باتیں سب لکھی ہوئی تیار ہیں جو میری عدیم الفرصتی اور تحلیل تندرستی نیز تنگ دستی کی وجہ کر نہ چھپ سکی اور نہ اب اسکی امید ہے، ذخیرہ موجود ہے موجودہ لوگ بہترین مضامین لکھ سکتے ہیں مگر وے لتے پرانے زمانے کا حال چشم دید لکھنے سے معذور رہیں گے جن واقعات کو دیکھا ہی نہیں ہے اوسپر کیا قلم چلایا جا سکے گا۔ عمدہ ناول ہو سکتا ہے خیالی باتیں قلم بند کیجا سکتی ہیں مگر آن دیکھی باتیں آپ لوگوں کے سامنے نہیں لائی جا سکتیں، راقم نے چونکہ سن بھی اچھا پایا اور مواقعات بھی ملنے جلنے کے ملتے رہے اور طبیعت کا رجحان بھی پہلے سے تھا اور قوت حافظہ نے بھی امداد دیا اپنے اون واقعات گذشتہ کو قلم بند کر کا البتہ نئی اردو میں یہ تحریر نہیں ہے پرانوں کا حال پرانے کے قلم سے پرانے زبان میں تحریر کیا گیا، جیسے سب پرانی باتیں قابل نفرت ہیں ویسے ہی اس کتاب کی زبان اور اسکے اندر کی باتیں بھی قابل پسند تو نہ ہونگی مگر جنکو دلچسپی ہے اون کیلئے یہ بڑی عبرت خیز کتاب ہوگی جو ہستی کی راہ بتاوے گی اور بڑے بڑے تاجداروں اور سپہ سالاروں اور مشہور درباروں کی ہستی اور نیستی کو دکھائیگی بڑے بڑے معزز ہونہار عہدہ دار تجار و زمیندار مقربان دربار سرکار بادقار کے عروج و زوال اونکی مقتدر ہستی اون کے مرنیکے بعد کی بے حد و بے انداز نیستی سامنے لا کر دکھائی گئی، دنیا کے اونچ نیچ اوتار چڑھاو بتا کر انسانی بد دماغی کو سطح اصلی پر لائیگی اور دنیا کے چکر اور رفتار اور بے ثباتی پر یقین دلائیگی اور ہر ایک نفس کو راہ راست پر لائیگی، ان ہی وجوہات نے راقم سے اتنی محنت کرایا اور راقم نے بنظر ثواب جدید اپنا وقت صرف کیا، خدا کرے لوگ پڑھیں اور غور کریں جو گذشتوں کا حال ہوا وہی سب کے لیے یقیناً ہو کر رہیگا۔ والدعا۔

سید ابو الحسن غفرلہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قانون پیشوں کا حال

راقم نے بڑی کوشش کی کہ پٹنہ بار لائبریری کا پرانی رجسٹر مل جائیں تو پرانے وکلا کا حال
لکھوں معزز وکلا یاں سے کہا محرر لائبریری سے کہا مگر کسی نے مدد نکیا توجہ نہ کی اغراض بھی عرض
کر دیا تھا کہ میں ان لوگوں کا حال شائع کر دوں گا مگر اسمیں کسی کو کوئی نفع تو نہیں تھا، سینیر
جنیر اکثروں سے کہا مگر نہ مل سکا مجبور ہو گیا جسکو دیکھنا ہو کالب کے رجسٹر سے دیکھ لیں راقم خرچ اور
محنت دونوں کرنے کو موجود تھا مگر راقم کو حس ہوا کہ اب اس ضلع کا مذاق نہیں ہے ہر کس پنی ہی
خیر مناتا ہے کسی کا نام نہ ہو تو کیا نہ ہو تو کیا ایسا ہی حال ہائی کورٹ کے وکلا کی فہرست کا ہوا۔
حالانکہ تاریخ میں نام رہ جاتا مگر ان لوگوں کا نام اوس سررشتہ میں تو موجود ہی ہے جہاں وہ
کام کرتے ہیں اسکول میں گزٹ میں ہوہی گا۔ اسلئے کسی نے پرواہی نہ کی راقم مجبور ہو کر رہ گیا ہے پتہ بتا
دیتا ہوں کسی کو آئندہ شوق ہو تو فہرست سب کی موجود ہے جنیر سینیر کا نام ظاہر ہو سکتا ہے مگر
راقم اون کے خاندانی اور ذاتی مرتبہ کا حال لکھتا افسوس ہے ناکامیاب رہ گیا۔ دس پانچ پرانے

دونکا حال لکھتا ہوں جو یاد ہیں۔

گوبند بابو بڑے قانون داں بنگالی تھے کہ مجید میاں خواجہ پورہ اور مولوی عبدالرحمٰن خواجہ پورہ اون کے تائید تھے، وہ برابر راقم کے مخالف رہے مگر اون کی قابلیت قانون میں ذرا بھی شبہہ نہ تھا اوس وقت کے معزز وکلا اون کی قدر کرتے تھے بعض لڑکے ہائی کورٹ میں وکیل ہیں مگر باپ کی جگہ پر نہیں آئے ہیں گوبند تر رود مشہور ہے، بڑا مکان بنایا زمینداری حاصل کیا باغ بنایا اچھا نام نمود کر گئے بالکل فقیرانہ زندگی سادی رکھا ٹھاٹ باٹ نہ کیا جائداد چھوڑ کر مرے مجید میاں و مولوی عبدالرحمٰن آپ انکی تائیدی کے وجہ کر خواجہ پورہ میں رعب دار ہو گئے اسامیاں پر قبضہ ہو گیا لوگ خوف کھانے لگے اوس ذریعہ سے ان لوگوں نے بہت فائدہ اوٹھایا اب تک اوسی شہرت پر مولوی عبدالرحمٰن خواجہ پورہ کی زندگی ہے گوبند بابو کے بیٹے کے ہائی کورٹ میں تائید میں گوبند بابو کا دماغ عدالت دیوانی کی قابل تھا گوبند رود ہی میں پر کھشر بابو ڈپٹی رہتے تھے۔

اوس وقت میں رادھا کرسٹو بابو بڑے گویا وکیل مشہور و معروف تھے خوب کمایا اور بڑا عمدہ مکان باغ بنا گئے جو اون کی یادگار ہے زمینداری بھی خریدا تھا اون کی مکانات میں تصویریں بہت بنی ہوئی ہیں اور گھوڑوں پر کچہ تصویریں ہیں اون کی کوٹھی اک ایگزبیشن روڈ پر ہے اور مکان اون کا بنگالی ٹولہ میں جو ہٹہ کے محلہ میں ہے اوسی سڑک پر منسی بابو وائس چیرمین میونسپلٹی کا مکان تھا۔ جنہوں نے بہت خوب حاصل کیا اور فولی صاحب بیرسٹر کی کوٹھی کے قریب بانکی پور اسٹیشن والی سڑک پر جو گوبند بابو کے باغ سے ہو کر قدم کواں ہوتی ہوئی اسٹیشن کو گئی ہے وہیں پر منسی بابو نے ایک باغ و بنگلہ بھی بنایا تھا یہیں پر لے چھوٹن و رمضو طوائف نے بھی باغ لگایا تھا فولی

صاحب والی کوٹھی کو مولوی سید فضل امام خان بہادر نے اپنے اہلیہ ثانیہ کے لیے بنایا تھا
بعد مرنے مولوی فضل امام خان بہادر کے فولی صاحب کے ہاتھ فروخت ہو گیا پھر بعد مرنے
فولی صاحب کے اور کسی نے خرید اہے اوس وقت زمین بہت سستی تھی۔ اس جگہ آبادی بہت
کم تھی۔ ہندوستانی اس جگہ رہنا پسند نہیں کرتے تھے چوریوں کا خوف تھا۔ مورث تو سب
کچھ کر جاتا ہے اپنے سر پر ہزاروں آفتیں برداشت کرتا ہے۔ ورثا کس بیرحمی سے مال غنیمت
جان کر اوسے برباد کرتے ہیں۔ اور فروخت کر دیتے ہیں۔ حالت بگاڑ دیتے ہیں ان
دوسروں کی خیر اندیشی میں اپنے اوپر زوال لیتا ہے۔ انسان کو بس اپنی زندگی بھر کا سامان
کرنا ہی بہتر ہے۔ بعد کو کیا ہوگا۔ مابعد والوں کی تقدیر پر چھوڑنا چاہیے جس کو جیسا موقع
آئیگا خود کر لیگا۔ قیامت تک کا سامان اور دوسروں کی تقدیر کا سامان جو اپنے ذمہ لیتا
ہے یہ غلطی ہوا کرتی ہے مفت کا جنجال اور زوال اپنے سر ہوتا ہے۔ مگر انسان کیا کرے
واقعات ایسے آجاتے ہیں کہ خاندان کی بھلائی پر انسان مجبور ہو جاتا ہے۔ نتیجہ کچھ نہیں نکلتا۔
مفت کی مصیبت اوٹھانا ہے۔

فولی صاحب ایک جوان صالح بیرسٹر تھے بہت نیک طینت اور متین آدمی گذرے۔ ۴۰
۴۲ برس کی زندگی پائی۔ اسی کے اندر اچھا کمائے۔ مکان بنا لیا خرید لیا باغ درست
کیا آرام وعیش کی زندگی گذاری لوگوں سے کم ملا کرتے تھے۔ زیادہ لٹ پٹ والے آدمی
نہ تھے۔ بہت مشہور نہ ہوسکے کہ انتقال کر گئے۔ جائداد سب بک گئی۔ پھر خبر نہیں ان کے
ورثا کیا ہو گئے۔ پٹنہ کے لوگوں کو یاد بھی نہ ہوگا۔ شاید اُن کا کوئی پرانا ساتھی ہوگا تو

کچھ یاد ہوگا۔

جان[۴] صاحب بیرسٹر بہت مشہور اور بڑے ہنس مکھ اور مذاق دار آدمی تھے۔ لوگوں سے خوب تفریح اور مذاق ہوا کرتا تھا۔ وہ مسٹر مانک صاحب والی کوٹھی کے اوپر بڑی کوٹھی اب تک ہے اس میں رہتے تھے بہت کماتے تھے۔ یہ کثیر اولاد تھے۔ بہت روپیہ جمع ہوگیا تھا۔ ایک جوڑی اور ایک گھر کا بچہ عربی گھوڑی راقم نے ان سے یک روزبارہ سو روپیہ میں خریدا تھا۔ وہ گھوڑی ۲۲ منٹ میں لودی کٹرہ سے بانکی پور آتی تھی۔ اور کوئی کوچبان اس کو ہانک نہیں سکتا تھا۔ رحیم بخش نامی کوچبان نے بمشکل اس کو ٹم ٹم میں لگایا تھا۔ کوچبان مذکور کے مرنے کے بعد راقم کو جدا کرنا ہوا۔ ویسی جوڑی اور نسل کی پھر شہر میں نہیں دیکھی۔ صاحب مذکور نے پچھم سے خریدا تھا۔ صاحب مذکور کے لڑکے کے ہاتھ سے ایک شخص کو گولی شکار کے وقت لگ گئی تھی۔ چونکہ بیرسٹر صاحب انگریزوں میں معزز تھے اور مرنے والا کوئی معمولی ہندوستانی تھا۔ کسی طرح پر لڑکے کی آبرو بچ گئی صاحب مذکور بال بچوں کو لے کر یہاں سے ڈیرہ دون چلے گئے۔ پھر ملاقات نہ ہوئی۔ ان کو ہندوستانیوں سے بڑا ربط رہا کیا۔ خصوصاً مولوی فضل امام خان بہادر کے ذاتی دوست تھے۔

جونس[۵] صاحب بوڑھے مشہور و متین بیرسٹر گذرے۔ یہ اس بنگلے میں رہتے تھے جس میں مسٹر مانک صاحب کا مکان ہے۔ پھر بہت مدبر اور متقن گنے جاتے تھے۔ یہاں سے وہ وہ بھی باہر ہی چلے گئے۔

صدرلین[۶] صاحب بھی بہت مشہور اور متقن اور نامور آدمی گذرے یہ بھی آخر میں

کہیں اور جگہ چلے گئے۔ اچھا کمایا تھا۔ پھر خبر نہیں کیا ہوئے۔

جسٹس شرف الدین جن کا خلاصہ حال کتاب میں اکثر جگہ بہ حیثیت برادری ملے گا۔ یہ ولایت سے آکر چھپرہ گئے وہاں سے پٹنہ آئے پہلے تو کچھ نہ چلی پھر تو اچھا اقبال ہوا۔ وقت آگیا۔ ہائی کورٹ کے کلکتہ میں جج رہے۔ پٹنہ میں جج رہے۔ لاٹ صاحب کے سکریٹر رہے۔ کونسل کے ممبر رہے۔ لڑکی کی شادی اسی گلاب باغ اور ہتوہ والے کے میدان میں جو براڈ وے صاحب کے مشن کے پاس ہے اس دھوم سے کی جو یادگار ہے۔ راجہ رجواڑے اور بڑے بڑے لوگ مدعو رہے بڑا نام ونمود ہوا۔ بیٹا مسٹر احمد بھی اچھا بیرسٹر ہوا صدر گلی مجیدیا کے یہاں بیاہا گیا۔ لڑکی ظفر نواب صاحب ولد ابو صالح خان بہادر کے یہاں بیاہی گئی پورا پورا اقبال ہوا۔ کوٹھی بنائی۔ بھائی بھوپال میں مولوی نصیرالدین وزیر ہو گئے۔ منشی عنایت کریم ولد مولوی عبدالحکیم ساکن ساہو بیگہ از خاندان داروغہ فدا حسین مولوی نصیرالدین مذکور کے داماد ہوئے۔ نائب وزیر ہو گئے۔ الغرض انتہا کا اقبال ہوا۔ آدمی لاجواب گذرے اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ اب اقبال نے جواب دیدیا۔ بیمار ہوئے بمشکل پنشن ہوئی۔ انگشتری سلیمانی گئی دوست احباب خدا۔ اخص قرابت دار کبھی کبھی آیا کیے۔ یہ گھبرایا کیے۔ ان کے چار زمانے ہم لوگوں نے دیکھے۔ اسٹوڈنٹ لائف کا زمانہ ایک ساتھ گذرا اس وقت تو ہر ایک کی تقدیر پنجہ کے نیچے رہتی ہے کون کیا ہوگا وہم وخیال میں بھی نہیں رہتا انسان اپنے خود آئندہ کو نہیں جانتا ہے۔ کل کیا ہونا ہے پھر یہ ولایت سے پاس کر کے آئے بیرسٹر ہوئے ابتدائی زمانہ نارسائی کا جو سب کو پیش آیا کرتا ہے۔ اور سب بڑوں بڑوں نے اس کو سہ

کی ہوا عزدہ کھائی ہے۔ اور راقم نے بچشم خود دیکھا ہے۔ آہستہ آہستہ سب بڑھتے ہیں۔ ان کا بھی وہی حال ہوا۔ پھر اقبال ہوا۔ طوطی بولنے لگا۔ پھر آخری زمانہ پنشن اور بیماری کا دیکھا دوستوں کو بلا کر رکھتے اور لوگ اپنی ضرورتوں میں رہتے۔ کوئی ان کی دل بستگی میں شریک نہیں رہتا بی بی مر چکی تھیں سسرال والوں کو ہمدردی باقی نہ رہی۔ اور بعد مرنے بی بی کے دنیا کا رنگ بدلتا ہے سسرال والے اگر لائق ہیں صاحب سلامت رکھ لیتے ہیں جہاں جائداد کی تکراریں ہیں وہاں دشمن سے بدتر برتاؤ ہوا کرتا ہے۔ لڑکا برابر بنارس میں رہا۔ ان کی دوسری شادی وہیں ہوئی۔ آخری زندگی پریشانی میں گذری۔ تنہائی مجرد، نوکروں پر گذران زندگی کرنا پڑی بالآخر پانچاں کو جن کا تذکرہ کتاب میں ہے دل بستگی کے لیے ملازم رکھا اور صورتیں دلبستگی کی پیدا کر لیا کبھی ٹیڑھی گھاٹ سمدھیانے میں چلے گئے کبھی راقم کو اپنا مہمان دو چار روز کر لیا آخر کار ان کا انتقال ہو گیا۔ لڑکا بھی مر گیا۔ جائداد سب نقصان ہو گئی۔ کوٹھی گورنمنٹ نے خرید لیا اب اس میں لا کالج ہے۔ یہ نیورہ کے مشہور اور معزز خاندان کے تھے۔ راقم کے قریبی رشتہ سے سالہو ہوتے تھے۔ سر علی امام و حسن امام صاحب کے حقیقی ماموں اور چچیا سسر تھے تمامی نیورہ سے کر لیے پرسرایے والوں سے قرابت خاص تھی۔ دیوا میں حاجی وارث علی شاہ صاحب کے بہترین معتقد اور مرید وں میں تھے۔ سارا تماشہ ختم ہو گیا۔ اب کوئی نام بھی نہیں لیتا ہے۔ ورنہ اقبال کے وقت دروازہ کی خاک تک خاک الشفا کا کام دیتی تھی۔ اور اوس دروازہ پر پہونچنے کو لوگ اپنی معراج جانتے تھے۔

سر علی امام صاحب و سید حسن امام صاحب دونوں حقیقی بھائی ہیں۔ ان لوگوں سے

سارا ہندوستان واقف ہے۔ زیادہ لکھنا فضول ہے گورنمنٹ اور رعایا سب جانتی ہیں
دونوں مشہور کمانیوالے بہترین اقبال مند بیرسٹر ان ہیں مولوی وحید الدین خاں صدر اعلیٰ
ساکن نیورہ کے پوتے اور شمس العلماء نواب امداد امام صاحب کے لڑکے اور مولوی فخر الدین
اپنے حقیقی ماموں کے داماد ہیں اور باڑھ بہار کرائے پر سرائے میں قرابت داریاں ہیں ان کی
پھوپھی کی لڑکی راقم کی بڑی بہو زندہ ہے۔ مگر لاولد ہے وہ دونوں صاحب اولاد ہیں سب کی اولاد
خواندہ ہے۔ بفضلہ تعالیٰ دونوں بہترین کمانے والے ہیں۔ بڑے صاحب شیعہ مذہب ہیں۔
حسن امام صاحب کے عقائد کا پورا حال راقم پر ظاہر نہیں ہے۔ غالباً تفضیلیہ تو ضرور ہیں مگر انکی
ویوز پولیٹیکل ہیں علی امام صاحب مولوی رضا کریم کے اب داماد ہیں اور ان کی موجودہ بیوی
کے خاوند راقم کے بڑے لڑکے سید نجم الحسن ہیں۔ ڈاکٹر ولی صاحب خاں بہادر سر علی امام کے
ساڑھو ہیں سید نجم الحسن کے حقیقی سالے مولوی غلام وارث ہیں جو مولوی شفیع داؤدی
کے خویش ہیں اور مولوی ہاشم سررشتہ دار کمشنری اور رضا کریم صاحب ولد عمر کریم صاحب
ساکن ڈمری اور ڈپٹی احمد حسین عزت ناتمن صاحب سب نجم الحسن سلمہ کے ساڑھو ہیں سب
ڈپٹی محمد مہدی حسن ان کے ایک ساڑھو کے لڑکے ہیں۔ سر عبد الرحیم بھی ایک ساڑھو ہیں مولوی
ظہیر الدین حسین خاں بہادر سابق چیرمین ڈسٹرکٹ بورڈ پٹنہ و آنریری مجسٹریٹ کو تعلقات خاص
قرابت خاندان سر علی امام و جسٹس شرف الدین سے ہے مولوی ظہیر صاحب کے لڑکے ڈپٹی نجو
صاحب ہیں ایک لڑکے بس سے صاحب بیرسٹر ہیں ڈسٹرکٹ جج ہیں مولوی صاحب بہت
قابل اور صاحب تصنیف اور بڑے معلومات کے آدمی ہیں۔ نواب امداد امام صاحب تو شاعر

ہیں عمدہ ذاکر ہیں شیعہ مذہب کی اکثر کتابیں ہیں۔ فن باغبانی پر کتابیں ہیں بڑے شکاری ہیں
بہترین انسانیت والے ہیں لاثانی ہیں بسر علی امام اور راقم اور مسٹر سلمان اور مولوی یوسف
حسن بودی کٹرہ ایک ساتھ ہی ولایت جارہے تھے مگر مولوی یوسف حسن کی نانی نے
مفارقت گوارہ نہ کیا۔ اون کو بمبئی سے واپس آنا ہوا راقم اپنے والدین کا اکیلا ولد تھا
اور صاحب اولاد ہوچکا تھا والدین کے بیجا محبت نے یا فطرت کے دباؤ نے آکر مجبور کیا
اون لوگوں نے مجھے بھی جانے نہ دیا راقم بھی بمبئی سے واپس آگیا وہ لوگ گئے اور محنت کا پھل
پاگئے مسٹر سلمان بیرسٹر ہوئے جج ریاست گوالیار میں ہوئے مر بھی گئے جن کے لڑکے غلام امام
صاحب ڈاکٹر متولی مسجد نبی محمدی جان ہیں راقم جیسے کا تیسا رہگیا نصیب کی بات ہے خدا
سے کون لڑسکتا ہے۔ تقدیر پر کس کا زور چلتا ہے۔ جو ہونا ہوتا ہے ویسے اسباب مہیا ہوجاتے ہیں
مسٹر مظہر الحق صاحب ولد مولوی احمد اللہ صاحب چھپرہ کے رہنے والے تھے اور
قاضی عبدالحی صاحب رجسٹرار پٹنہ کے قرابت دار تھے قاضی صاحب کی نیل کی کوٹھی تھی برباد
ہوگئی مولوی عبدالحی صاحب کو ڈسلی صاحب کلکٹر جو مظفر پور میں تھے اور پٹنہ میں کمشنر ہوکر
آئے تھے اور یہیں تن گرجا کے سامنے انگریزی مقبرہ میں مدفون ہیں اونہوں نے مولوی عبدالحی
صاحب کو رجسٹراری دلوادی اوس وقت نواب مولوی سید محمد خاں صاحب جو رجسٹری کے انسپکٹر
جنرل ہوگئے تھے۔ اور ڈپٹی عبداللطیف خاں صاحب کلکتہ کے داماد تھے مظفر پور ہی میں
ڈپٹی تھے۔ اوس وقت مولوی جواد حسین ساکن حاجی پور کو ڈسلی صاحب نے مظفر پور میں
میونسپل سکریٹری کا عہدہ دلایا تھا تینوں آدمی مظفر پور میں ایک ہی مکان میں رہتے تھے۔ جب

وسلی پٹنہ آگئے آہستہ آہستہ مولوی عبدالحی صاحب اور سید محمد صاحب پٹنہ آگئے مولوی جواد حسن نے
حاجی پور میں وکالت آغاز کر دیا نور میاں وشکور میاں آنریری مجسٹریٹ حاجی پوران کے لڑکے ہیں
میر جواد حسن سررشتہ دار حسن رضا مرحوم کے بہنوئی تھے اور قائم میاں رجسٹرار ولد منشی محمد امیر کے
سالے ساڑھو تھے اور ایک ساڑھو کاظم حسین میر نور الحسن میاں فصاحت کے بھانجے بھی تھے مسٹر
مظہر الحق نے بڑا نام پیدا کیا۔ کان پور کی مسجد کے شہید ہونے والے مقدمہ میں بہت پیدا کیا بہت
مشہور ہوئے لیڈروں میں شمار ہوا۔ کلکتہ میں ان کی فٹن کو آدمیوں نے کھینچا۔ گیندوں کے ہاروں
سے اس قدر گاڑی بھری ہوئی تھی کہ صرف چہرہ نمایاں تھا وافر آمدنی تھی۔ وہ اقبال بھی دیکھا
ان کا آخری زمانہ بھی دیکھا۔ دیگھا گھاٹ آشرم میں بہت تکلیف سے گذرا۔ پھر ان کو پٹنہ کے جیل
میں دیکھا پھر ان کو دیہاتی زندگی میں چھپرہ میں دیکھا۔ لڑکا بھی جوان مر گیا۔ پھر ان کا جی چھوٹ گیا
اقبال رخصت ہو گیا۔ بہت پژمردہ زندگی گذار کر چند برس گذریں انتقال ہوا بعد مرنے کے جلسے
وغیرہ بھی ہوئے بعد از مرن کُن فیکُون شد شدہ باشد اقبال جانیکے بعد نہ وہ لیڈری ہی
نہ بیرسٹری نہ کوئی مقدمہ میں کام کرتے دیکھا نہ آدمی اپنی آبائی جائداد پر اوقات گذاری کر کے
انتقال کیا۔ ان کے ملنے کو بھی لوگوں کو جاتے نہ دیکھا۔ آخر میں مذہبی ہو گئے تھے۔ روزہ نماز کرتے
ہوئے اتقا کے ساتھ عاقبت بخیر ہوئی (چند روزہ ہر کجا خواہی برو۔ بازگشت آخری کارت منم)
کرنا کیا ہے جب دنیا کی ہوا بدلتی ہے عقل چکر میں آجاتی ہے۔ اقبال کے وقت اندھوا اور بد
اقبالی کے وقت حسرت آدمی کیا کرے۔ اپنے اختیار سے باہر ہے جو جو نوشتہ تقدیر رہتا ہے ملنے
والا ہے۔ بدنصیبی اکیلے تو آتی نہیں ہر سب طرف سے مایوسی ہو جاتی ہے۔ کرد کچھ ہوتا کچھ ہے

برا وقت خدا نہ کرے کسی اقبال مند کو آئے آدمی وہی رہتا ہے مواقعات بدلتے ہیں۔

ابو الحسن خاں صاحب برادر خدا بخش خاں ولد احمد بخش خاں وکیل مرحوم جنکا جاری کیا ہوا کتب خانہ ہے وہ کلکتہ میں چھوٹی عدالت کے جج تھے بیرسٹر تھے پنشن پاکر اسی شہر میں آ کر رہے۔

انہیں نے کلکتہ میں یتیم خانہ قائم کرایا تھا۔ وہ بے اولاد تھے وہ کوٹھی جو مصلح پور کے موڑ پر ہے جس میں مسز کینیلی لیڈی ڈاکٹر ہیں اونہیں کی بنائی ہوئی ہے۔ ورثا نے ان کے بعد فروخت کر دیا وہ باوجود انگریزی رہایش کے دائما مذہبی خیال کے تھے۔ اور روزہ نماز تلاوت قرآن کے پابند رہے۔ ان میں خاص صفت مہمان نوازی کی تھی بہت ہی متول آدمیوں میں گذرے ہیں۔ اب اُن کو یاد کرنے والا بھی کوئی نہیں ہے۔ مرنے کے بعد سے آج تک ایک آدمی بھی نہ ملا جس نے اُن کا تذکرہ بھی کیا ہو۔ ان کے ایک بھائی مولوی اسمٰعیل خاں تھے جو رجسٹرار نوبت پور میں تھے اُن کے لڑکے مولوی امیر الحسن ہیں جو خود بھی پٹنہ کلکٹری میں رجسٹرار تھے اب کاشانہ کے بغل میں بھوز پوکھر پر رہتے ہیں یہ بھی صاحب اولاد ہیں ان لوگوں کی قرابت داروں میں احمد علی خاں ولد جہاں گیر دوکاندار اور محمد ہاشم ولد نواب میاں ساکن طبیب راج کی مسجد میں اور بھی قرابت داریاں اسی شہر میں ہیں۔

خدا بخش خاں صاحب وکیل مذکور الصدر نے اپنی پوری کمائی کتب خانہ میں لگائی لڑکوں کو تعلیم دی مسٹر شہاب الدین سپرنٹنڈنٹ پولیس ان کے لڑکے ہیں مسٹر صلاح الدین بیرسٹر کلکتہ ان کے لڑکے ہیں۔ ایک لڑکے کتب خانہ میں منیجر تھے ایک لڑکا بخاندان ڈپٹی حشمت مرحوم بخاندان مسٹر ریاست حسین بیرسٹر بیاہے ہیں ڈپٹی حشمت کا اصل وطن سل پور میں تھا اون

کو تعلقات ناظر جی سبل پور کے خاندان سے تھا ناظر فضل رب مولوی فضل الرحمن ناظر امیر حسن
وغیرہ ساکنان مظفر پور سب اسی خاندان سے ہیں حاجی فضل الرحمن کی سالی راقم کے سالے محمد
سعید خاں ساکن بیتیا سے بیاہی گئیں اون کی لڑکی مولوی نظام الدین حیدر بی اے ساکن
آرہ از خاندان حافظ عبد القادر مرحوم مولوی مصلح الدین ڈپٹی کے خاندان میں بیاہی گئی ہے اور
صاحب اولاد ہیں۔ مولوی حشمت علی مر گئے ناظر حیدر بخش جس کے خاندان سے یہ لوگ تھے وہ بھی
مر گئے ناظر فضل رب بھی مر گئے۔ ان کی یادگار میں ایک بنگلہ اگزیبیشن روڈ پر ہنوز ہے۔ جو ملی
چھوٹن طوائف کے بنگلے کے بغل میں ہے۔ وہ بنگلہ بک گیا۔ اور مولوی کبیر ڈمراوان کے
خاندان میں چلا گیا ہے خدا بخش خاں حیدرآباد دکن چیف جسٹس ہو گئے تھے۔ واپس آکر پھر وکالت
کرنے لگے۔ مگر بڈھاپا ایک سخت بدنصیب بیماری ہے ہر بات میں کمی آجاتی ہے اقتدار کیا بڑے بڑے
تجربہ کار کو چھوڑ کر دنیا ادھر ادھر دوڑنے لگتی ہے تجربہ کار بوڑھا بیکار جھک مارنے لگتا ہے بڑھاپے
میں تندرستی کے ساتھ اقبال بھی رخصت ہوتا ہے واقعات بدلتے ہیں صحت سے کاہلی اجازت
نہیں دیتی آخر عمر میں مالی مشکلیں ان کو بھی جھیلنا ہی پڑی آخر انتقال ہو گیا۔ کتب خانہ میں مرزا

[12] برجندر بابو دبلے پتلے بہت لانبے قد کے بہت تیز ذہین تھے چند ہی روز میں خوب
کمایا بہت مشہور ہو گئے پرندر پور میں دو منزلہ مکان بنایا پچاس کے اندر ہی کے سن میں دنیا
چھوڑ کر فقیر ہو گئے۔ اور کاشی باشی ہو گئے پھر خبر نہیں کب زندہ ہیں یا نہیں ورثا تھے
اون لوگوں کی خبر راقم کو نہیں ہے مکان ہنوز یادگار موجود ہے۔

[13] دبندر بابو حکیم شمیم ۵۵ برس کی عمر کے آدمی بڑے نامی وکیلوں میں گنے جاتے

خوب کمایا بھا جی کی۔ جائدادیں حاصل کیں اور پرندر پور میں مکان بنایا چند برس گذرے انتقال ہوا۔ ورثا تھے راقم کو اون لوگوں کی کوئی خبر نہ ملی۔ نئی دنیا والوں سے اور نئی چیزوں سے راقم ناواقف اور دور رہتا ہے۔

(۱۴) بابو گوردو پرشاد سین ایک بڑے نامی اور کامی وکیلوں میں گذرے ہیں یہ پہلے نوکری تھے۔ راقم کے ساتھ میونسپل کمشنر بھی تھے۔ بڑا بولنے والا شخص اور بڑے رعب داب کے آدمی تھے ڈاکٹر پارس ناتھ کے بغل میں مولوی ولی عالم پھوپھا مرحوم کا مکان تھا اوس کے سامنے بڑی بھاری عمدہ وسیع کوٹھی دو منزلی بنائی۔ جو ان کی یادگار ہے اون کے بعد اولاد نے جسٹس کلونت سہائیکے ہاتھ فروخت کردیا اب جسٹس مذکور کے قبضہ میں ہے یہ مکان حکیم نصیر صاحب مرحوم کے بغل میں نیاٹولہ میں پاگل خانہ والی سڑک پر واقع ہے۔ اون کے بیٹے مسٹر سین بیرسٹر تھے جو کلکتہ میں رہتے ہیں۔ اب کوئی حال اون لوگوں کا راقم کو نہیں معلوم ہے گوردو پرشاد بابو کا دبدبہ اون کا تعلقہ یاد آتا ہے مگر اون کا تذکرہ بھی مرنے کے بعد سے نہیں سنا ہے۔ جو مرا وہ دنیا میں یاد ہی نہیں کیا جاتا۔ حالانکہ میونسپلٹی میں اسقدر ہنگامہ قوم کی خیر اندیشی میں کرتے رہے جس کی وجہ کر پارٹی فیلنگ ہوگئی تھی۔ مگر کچھ کام نہ آیا قوم کا ایک فرد بشر بھی ایسا نہ ملا جو اون کا نام ہی لیتا ہو۔ وہی لوگ اچھے ہیں جنہوں نے کما کر دیرہ رکھ لیا اور کچھ اپنے لیے آخر عمر میں خدا کا کام کیا۔ اکثر بنگالیوں کو ایسا کرتے دیکھا اور کاشی جی میں بہتیرے بنگالی ہنوز زندہ ہیں جو تارک الدنیا ہو گئے یہ عیب ہم مسلمانوں ہی میں زیادہ ہے کہ مرتے دم تک اپنی جان بھی چھوڑنا نہیں چاہتے۔ دنیا چھوڑنا تو کارے دارد تو نتیجہ بھی ایسا ہی نکلتا ہے

کہ کوئی نام لینے والا بھی نہیں رہتا ہے جو خدا کو بھولا رہتا ہے خدا اوس کو بھی دنیا والوں سے ایکدم بھولوا دیتا ہے۔ یہ تو عقلمند کا کام نہیں ہے۔ کہ کمانے کے پیچھے اپنے لیے کچھ نہ کر جائے۔

رائے[۱۵] صاحب پورنو چندر یہ بہت خوبصورت بنگالی وکیل تھے اور رہ پورند پور میں عین مصلح پور کے موذن ان کا مکان ہے یہ پرانے خاندان کے آدمی تھے ان کے سسر انیم میں سر رشتہ دار تھی اور رائے بہادر تھے نام تو بھول گیا رحنی موہن ورمتی موہن ان کے سسرالی خاندان میں ندھتے راقم سے لین دین تھا نوادہ کے جائداد راقم نے نیلام کرا کر خرید کیا نالش دایر کیا جواب لگایا گیا ڈگری ہوئی جائداد لیا پھر اوسی خاندان میں فروخت کر دیا پورنو بابو نے یہاں غلوں کی نمایش کرایا پبلک لائف میں آئے سرکاری وکیل ہو گئے خطاب پایا اچھا کمایا اچھا عیش کیا اور مر گئے اون کے بیٹے کا نام غالبا نلنی بابو ہے زمینداری کرتے ہیں یہ خاندان پرانا ہے رائے بہادر کے وقت میں دسہرہ میں بڑا جلسہ ہوتا تھا شہر بھر کے لوگ شریک ہوا کرتے تھے مرنے کے بعد سب موقوف ہو گیا جس کا جو رنگ رہتا ہے وہ اوس کے ساتھ چلا جاتا ہے وہ بات پھر نصیب نہیں ہوتی۔

مانک[۱۶] صاحب بیرسٹر بھی مشہور ہیں یہ کلکتہ کے گر گر یصاحب اٹرنی کے خاندان کے ہیں یہاں خوب نام پیدا کیا ہائی کورٹ کے جج بھی رہے دالسر ائے تک اُن کے یہاں آتے ہیں انہوں نے پرانی چیزوں کا ذخیرہ اپنے یہاں رکھا ہے جس کے دیکھنے کو حکام بالا آتے ہیں بہت عیش کی زندگی گذارتے ہیں اور چوٹی کے بیرسٹروں میں نامور ہیں دولت بھی۔ خوب ہیں آدمی بھی ملنے کے لائق ہیں گو راقم سے ربط نہیں ہے مگر دو ایک ملاقات میں پتہ مل گیا ہے آدمی مغرور نہیں ہیں ملنسار ہیں۔ ان کا مکان کلکٹری جانیوالی سڑک پر آنشا گھر کے قریب ڈ مسٹر نجم الہدی مرحوم کا بنگلہ اور ان کا مکان

امنے سامنے ہے گرگری صاحب اونس صاحب پال صاحب موزز صاحب یہ لوگ کلکتہ ہائی کورٹ کے مشاہیر لوگوں میں گذرے ہیں۔

صفکدار امام صاحب جعفر امام صاحب مہدی امام صاحب یہ لوگ بیرسٹر ہیں اور سر علی امام وسید حسن امام صاحب کے خاندان کے لڑکے ہیں نام تو سب کا راقم کو نہیں یاد ہے نہ پہچان سکتا ہوں گو قرابت چند در چند راقم سے اور راقم کے بڑے لڑکے سے ہے گر آمد و رفت کم ہے اور راقم اعلیٰ طبقہ والوں سے دور رہتا ہے اور اعلیٰ طبقہ والے بھی اوسط والوں سے زیادہ ملنا پسند نہیں کرتے اسلیے راقم کا درخور زیادہ بڑے لوگوں میں نہ رہا۔ ورنہ بہ حیثیت قرابت و بہ حیثیت ربط خاندانی و ذاتی دوستی بزرگان راقم اس کا مستحق ضرور تھا کہ جو ربط خاندانی ان لوگوں کے بزرگوں سے رہا کیا ہے راقم پورا واقف رہتا مگر زمانہ کی ہوا پر ملنا ضروری ہے نہ راقم کو ضرورت ہے نہ شکایت ہے ان لڑکوں کی تعریفات بعض کی نیورمیں ہے بعض کی کلکتہ میں ہے بعض کی راجہ محمود آباد کے یہاں لکھنؤ میں ہے اس سے زیادہ تحقیق راقم کو نہیں ہے لڑکوں کو دیکھا ہے کام کرتے پایا ہے لائق ہیں ملنسار ہیں خود سر علی امام نے لڑکوں کو راقم سے ملایا تھا۔ مگر راقم کو فرصت کہاں جو دوبارہ جاے اور ان لوگوں کو کیا غرض جو مجھ سے ملنے آئیں اسی وجہ کر خاندانی ربطوں میں کمی آجاتی ہے نواب صاحب یوسف امام صاحب کراے پرسراے مولوی فضل امام صاحب مولوی ابراہیم رجسٹر ملہر مولوی یحییٰ وکیل اور راقم سے جو تعلقات ربط کے تھے اوس سے خود نیورہ کے سب لوگ واقف ہیں خصوصا سر علی امام و حسن امام صاحب کو پوری واقفیت ہے ابتدا میں جب ان لوگوں نے بیرسٹری آغاز کی ہے راقم بارہا ان لوگوں کا مہمان رہا ہے اور ان لوگوں نے خاندانی ربط کا بڑا لحاظ رکھا

ہیں اور آج تک راقم جب پہونچ جاتا ہے تو اپنے پرانے ربط کا لطف آجاتا ہے۔ مگر راقم خود ہی گوشہ نشین ہوگیا ہے اور زمانہ اپنے کاموں میں لوگوں کو پھنسائے ہوئے ہے کس کو فرصت ہے جو اپنا وقت ضائع کرے اور ملتا جلتا رہے مسٹر جمال راقم کے پھوپھوزاد بھائی اور ڈپٹی سید حسین ولد مولوی وحید صاحب ساکن رہائی علاقہ فرید پور مولوی بچو صاحب ڈومری ولد مولوی خلیل الرحمن صاحب ولد مولوی فضل الرحمان صاحب ولد مولوی خیرات علی خاں صاحب مذکور الصدر لڑکوں سے شادیات ہوئے یہ لوگ سر علی کے داماد ہیں ایک داماد ان کے مولوی مجید عالم ولد مولوی ظہور عالم اور نیری مجسٹریٹ ولد میر نجابت حسین مرحوم ساکن بی بی پور میں مولوی ظہور عالم کی شادی مسٹر نور الہدیٰ جج کی بہن سے ہوئی تھی ظہور عالم صاحب اور مولوی حامد حسین لودی کٹرہ دونوں ساڑھو تھے مجید عالم صاحب سررشتہ تعلیم میں انسپکٹر ہیں اور بیرسٹر ہیں ان کے ایک بھائی وحید عالم صاحب بیرسٹر ہیں و لکچرار ہیں یالا کالج میں ملازم ہیں مولوی وحید صاحب بانی ڈپٹی واجد حسین خاں بہادر مرحوم ساکن بارڈھ کے بہنوی تھے۔ بارڈھ والوں سے پہلے سے قرابت نیورہ والوں کی ہے مولوی وحید مولوی آل صاحب کے بھائی تھے وہ والد ماجد کے حقیقی چچیری بہن سے بیاہے تھے جن کی اولاد میں وارثان سید شاہ لال ولد شاہ تبارک حسین دیادان زندہ ہیں۔

مسٹر شاہ سمیع صاحب بیرسٹر ہیں اور شیخ پورہ کی طرف کے رہنے والے ہیں یہ شاہ محمد تقی مرحوم صاحب کے لڑکے ہیں اور حسن امام صاحب مشہور بیرسٹر کے داماد ہیں۔ یہ چند بھائی تھے مسٹر وصی احمد مرحوم تو بہترین آدمی تھے اور ہادی میاں حاجی گنج کے داماد تھے۔ جوان ہی مر گئے بہت مہمان

نواز اور تیز آدمی گذرے اولاد ہیں۔ ایک بھائی خان بہادر مسٹر نعیم تھے وہ تو مشہور آدمی تھے قوم خدمت
بہت کی وہ بھی پچاس کے اوپر کے ہوکر چند برس گذرے انتقال کر گئے۔ آدمی بہت خلیق تھے۔
اون کے بھی ورثا موجود ہیں۔ مسٹر سمیع کی بہن کی شادی بڑھی گھاٹ مسٹر یوسف مرحوم بیرسٹر سے ہوئی
تھی ایک بہن سر فخر الدین منسٹر کی بی بی ہیں۔ مسٹر سمیع اور راقم کے بڑے لڑکے سید نجم الحسن قریب
تر رشتہ کے سارھو ہیں مگر آمد ورفت ان لوگوں کی شادی وغمی کی نہیں ہے بلکہ دونوں کے وقت
برادریاں تلاش ہوتی ہیں خاندانی ربط کھو جاتا ہے ورنہ قرابت کیسے اور کس سے ہی آجکل
کی قرابت داریاں تو برابر کی نہیں دراصل قرابت پوزیشن والوں سے ہو سکتی ہے۔ پہلے غریب اور امیر
قرابت داری کی حیثیت سے ایکساں دیکھے جاتے تھے۔ اب کا زمانہ بدلا ہوا ہے دنیا کا رخ دیکھکر
راقم نے گوشہ نشینی اختیار کر لی ہے ورنہ مسلمانوں میں تو ہر شریف خاندان اور معزز خاندان والوں
کو لگاؤ ایک دوسرے سے ہوا ہی کرتا ہے۔ مگر جب آمد ورفت ہی نہ ہے شادی وغمی کی شرکت ہی نہ
رہے تو قرابت کا خیال ہی دل میں لانا فعل عبث ہے بڑے لوگوں سے قرابت داری برتنا ہے تو دنیا
میں پوزیشن پیدا کرے پھر تو بے قرابت کی قرابت داریاں پیدا ہو جاتی ہیں موجودہ فضا نے ایک
دوسرے کی ہمدردی نہ کرنے سے قریب تر رشتہ داروں کو جدا جدا کر دیا اور نوجوان اپنے رشتہ
داروں سے غافل ہو گئے۔ اور رشتہ داریاں لوگوں کو معلوم بھی نہیں رہیں ہیں جدی برادری کا
حال تو بہت کم نوجوانوں کو معلوم رہتا ہے۔ سسرالی برادری والوں سے برادریاں خوب جاری
رہی ہیں۔ بشرطیکہ کچھ اقبال مندی ہو ورنہ خاندانی ربط اور جدی برادریاں بالکل لوگ چند
دن کے بعد بھول جائیں گے۔ شاید یہ کتاب بتائے گی کہ کس کس خاندان سے کیا تعلقات

الکس کس کو ہے اگلے زمانے میں لوگوں کو اس کا بہت خیال رہا کہ غریب سے غریب اہل قرابت کو بڑی قدر کی نگاہ سے لوگ دیکھا کئے۔ راقم تو نوجوانوں کو جو قریب تر رشتہ داراں ہیں اب پہچان بھی نہیں سکتا نہ وہ لوگ راقم کو پہچان سکتے ہیں۔ راقم تو زندہ درگوری ہوگیا ہے مگر نوجوانان خود ہی آپس میں دوستانہ ملتے ہیں یہ خبر بہت کم ہے کہ کس سے خاندانی کیا تعلق ہے اور بزرگان ماسبق سے کس وضع کا برتاو چلا آیا ہے۔ حالانکہ ملنساری اور سوشل لائف کی لئے یہ امر ضروری ہے کہ اپنے لوگوں کی جماعت قوی کیجائے اور ایک دوسرے کا ہمدرد رہے اگر ہمدردی نہ رہی تو کسی کے اقبال اور بداقبالی سے دوسروں کو مطلب ہی کیا رہے گا آپس کے لوگ جدا جدا ہو کر رہیں گے جس کا خمیازہ اٹھانا پڑتا ہے اگر بڑے چھوٹے ایک دوسرے کے ہمدرد و شریک حال رہیں تو ایک قوت جماعت ظاہر ہوا کریں گے گو زمانہ فرصت نہیں دیتا مگر آپس کے میل جول کو ترقی دینا سوشل لائف کا فرض ہے اس بات کو شمس العلماء مولوی نواب امداد نے اور ان کے بھائی مولوی فضل امام خان بہادر اون کے والد مولوی وحید الدین خان نے خوب برتا۔

مسٹر[19] احمد شبر دو مسٹر محمد شیر ولدان حافظ سید علی شیر مرحوم ولد میر محبوب شیر مرحوم ساکن محسن پور حال مقامی رانی پور دونوں لڑکے بیرسٹر تھے اور بھائی علی شیر مرحوم راقم کے پھوپھی زاد بھائی تھے بھائی مذکور کی شادی ڈومری مولوی فضل الرحمن صاحب کی لڑکی سے ہوئی ایک سا نڑھوا اون کے مولوی نور الدین بلخی ساکن غربتی چک ولد مولوی منگن صاحب تھے ایک مولوی ظہور بی۔ اے۔ تھے۔ اون کا مکان باقر گنج میں مسٹر نصیر منصف کے مکان سے

بنگل میں ہنوز یادگار موجود ہے اونہوں نے اپنی جائداد علی شیر بھائی کی بیوی کو نہیں دیا تھا وہ لاولد
مرگئے ترکہ بجو بابو ڈومری کو ملا اون کے قبضہ میں ہے۔ علی شیر بھائی کے داماد حاجی مسٹر محمد نصیر بیرسٹر
ہیں جن کے لڑکے جو بابو ہیں مسٹر نصیر کے والد کا نام مولوی راشد صاحب تھا یہ کربا کے رہنے
والے تھے مسٹر احمد شیر کی شادی فردوزی میں ہوئی اور مسٹر محمد شیر نواب سرفراز حسین خان
صاحب کے داماد تھے دونوں بھائیوں نے چند قطع مکان اگزیبیشن روڈ پر بنایا شیرستان
نام رکھا دونوں جوان ہی مرگئے مسٹر احمد شیر کے لڑکے محمود شیر وکیل زندہ ہیں اور ایک لڑکا غالباً
ہمایوں شیر یا حامد شیر ہیں اون بیرسٹروں کے وقت تک تقریباً روزمرہ کی آمدورفت اور
ربط عزیزیت خاص کی طرح رہی اب اسقدر آمدورفت میں کمی ہے کہ راقم اپنے ایک پوتے
کا صحیح نام نہیں جانتا۔ زمانہ یوں رخ بدلتا ہے حالانکہ ایک گھر ہے ایک فیملی ہے راقم مولوی
شیر علی مرحوم سررشتہ دار افیون کا پوتا ہے اور یہ لوگ نانی کی اولاد ہیں محمود میاں کی شادی
بہار میں مہدی میاں کے خاندان میں ہوئی ہے۔ دوسرے لڑکے کی شادی کہاں ہے راقم
بالکل بے خبر ہے مسٹر محمد شیر کی اولاد ننہال میں رہی آمدورفت بھی نہیں ہے اون کا ٹھیک نام
اور پورا حال لکھنے سے قاصر ہوں۔ ایک کا نام تو غالباً محامد شیر اور ایک کا نام یاد نہیں رہا ہے
یہ لوگ بھی ولایت کی ہوا کھاکر آئے ہیں۔ کہیں ملازم ہیں اور بعض کی شادی بنارس میں ہوئی
اسی خاندان میں مسٹر نصیر منصف کا چھوٹا لڑکا جس کا نام راقم کو یاد نہیں آتا اون کی شادی
ہوئی ہے مسٹر نصیر چونکہ سن رسیدہ ہیں اونہوں نے اپنی والدہ اور خسر کا برتاؤ دیکھا ہے اس لیے اون
کی آمدورفت تو بہرحال کی ہے۔ اوس کے بعد سے لڑکوں کی آمدورفت کم رہی ہے اس لیے زیادہ

حال نہیں جانتے جو بابو ولد مسٹر تقبیر بھی حاجی ہیں۔

مسٹر جمال اور مسٹر نہال مرحوم دونوں بھائی بیرسٹر تھے اور راقم کے پھوپھوزاد بھائی ہیں مسٹر جمال تو سر علی امام کے داماد ہیں اور مسٹر نہال نے قضا کیا ان کے بیٹے منظور میاں وکیل ہیں جنہوں نے رام کلی بابو ڈاکٹر کا نصف حصہ مکان خریدا ہے اور دریاپور میں باشندے ہو گئے ہیں۔ مسٹر نہال کی شادی کرید یا میں ہوئی تھی۔ منظور میاں کی شادی مولوی ابوالعاص ولد مولوی منظر علی ساکن لودی کٹرہ ولد مولوی اظہر علی مرحوم کے خاندان میں ہوئی مولوی ابوالعاص صاحب کی پہلی شادی خان بہادر مولوی ضمیر صاحب صدر گلی کے یہاں ہوئی تھی مولوی ابوالعاص بھی راقم کے پھوپھوزاد بھائی ہیں دوسری شادی ان کی مولوی غنی حیدر وکیل گیا کے یہاں ہوئی تیسری اب کو لور میں ہوئی یہ خاندان واسع میاں ہوئی مولوی امتیاز کریم وکیل ان کے ساڑھو ہیں۔ مولوی شیر علی دادا مرحوم کا مکان اور قاضی رضا حسین مرحوم جس کوٹھی پر رانی پور میں رہتے تھے وہ ان کے ترکہ میں ملا جس کو منظور میاں نے عملدفروش کے ہاتھ فروخت کر دیا اور مکانات میدان ہو گئے ورثا نے اس کی حیثیت قایم رکھی جہاں زیادہ ورثا ہوتے ہیں وہاں مورث کا نشان قایم نہیں رہ سکتا۔ باخود ہا کے اختلاف میں کسی گھر کو قایم رہتے نہیں دیکھا۔ مورث غلطی کرتے ہیں کہ مکانات کو اجمال چھوڑ جاتے ہیں اکثر ایسا ہی دیکھا کہ گو مورث نے ایک ہی کو دیا مگر اس کی حیثیت بھی ضرور بدل گئی "ہر کہ آمد عمارت نو ساخت" ہر ورثا کی تقدیر اون کی آیندہ معیار زندگی کیا ہو گی اون کی زندگی میں کیا کیا مواقعات پیش آئیں گے اس کی پروا مورث کو کرنا سراسر غلطی ہے دنیا میں اپنی زندگی گذار لینا اور مابقا کے لیے کچھ چھوڑ جانا

اون کو دنیا چلانے اور کمانے کے لائق بنا دینا ہی عورت کا لازمی فرض ہے۔ آیندہ کیا ہوگا وہ خدا کے اور زمانے کے مواقعات کے سپرد کر دینا کافی ہے۔

مسٹر نصیر ولد میر راشد حسین صاحب کریا بذاتہ بہت نیک بے ضرر اور لائق آدمی ہیں آپ کے والد گیا میں محرر تھے ان کے دادا کے بھائی کی اولاد میں داروغہ منیر الدین نیورہ تھے جن کے لڑکے چنر بابو ہیں جو راقم کے پوتی داماد ہیں اور دادا کے بہن کی اولاد میں حاجی عبدالرحمان صاحب وکیل ہیں ان لوگوں کے قرابت داران اب تک کریا میں ہیں ابھی مصنف مذکور زندہ ہیں ہر آدمی کا نام اون کو یاد ہے بوجہ طوالت بیان پر اتنے لوگوں کا نام درج نہیں کیا گیا منصف صاحب کے تین لڑکے ہیں جمو بابو منو بابو اور اکو بابو ہیں اکو بابو کی شادی محمد شیر مرحوم بیرسٹر کی لڑکی اور سرفراز حسین خاں صاحب کی نتنی سے ہوئی اور جمو بابو اور منو بابو کی شادی بارہ میں بخاندان قاضی انیس و مسٹر نسیم مرحوم بیرسٹر کے یہاں ہوئی ہے مسٹر نصیر نے حج بھی کیا بعد مرنے بیوی کے شادی نہ کی اور لڑکوں کی پرورش کر کے اعلیٰ تعلیم دلا کر خود گوشہ نشینی کی زندگی گذارتے ہیں۔ اکثر نیک دل والدین کو دیکھا کہ بچے کمسن رہتے تو بہ خوف سوتیلاپن اونہوں نے شادی نہیں کی اور بچوں کی پرورش کر کے اونکا گھر لگا دیا جب تک باپ کا سن ایسا آگیا کہ وہ خدمت طلب ہو گئے اب نہ شادی کا موقع ہے اور نہ بہو بیٹیوں سے آرام ملتا ہے ایسے نیک دل اور شریف النفس باپوں کو ایک طالب العلم کی زندگی گذارتے دیکھا اور غایت تنہائی میں گھبراتے دیکھا بچے اپنے بچوں میں پھنس جاتے ہیں اور باپ پڑے بڑاتے ہیں شادی کی اصلی ضرورت مسن آدمیوں کو ہوا کرتی ہے ایسی شادیاں نفس پرستی کے

لئے نہیں ہوا کرتیں بلکہ تنہائی کا مونس بیماری کا شریک خدمت گذاری کے لیے ہوا کرتی ہے مگر والدین کیا کریں اگر اپنا آرام دیکھتے ہیں تو سوتیلے پن میں بچے سرگرداں ہوتے ہیں اور اگر اپنا آرام نہ سوچا تو آخر وقت میں سخت تکلیف کی زندگی گذارنا پڑتی ہے اگر کوئی عقد کر لیا تو بچے سوتیلے بھائی سے بدتر پیش آتے ہیں جس کا ذاتی تجربہ راقم کو موجود ہے جو سوانح عمری سے راقم کے ظاہر ہو گا۔ لڑکوں کو انصاف اور ایمان اور انسانیت سے اپنے ایسے باپ کی زندگی کی قدر کرنا چاہیئے انسانی بچے بھو تمہیں بنے بچے ہوے ماں باپ کی زندگی زدانہ۔

۲۲ مسٹر نجم الہدیٰ بیرسٹر کا بنگلا مسٹر مانک کے مکان کے بغل میں ہے یہ میر شمس الہدیٰ رئیس لودی کٹرہ کے لڑکے تھے اور راقم کے پھوپھوزاد بہن سے رانی پور میں مسٹر ہمال و مسٹر جمال بیرسٹر ان کی حقیقی بہن سے بیاہے تھے وہ لڑکی لاولد مر گئی پھر ان کی شادی میر داد بہار میں بخاندان نواب نصیر صاحب خان بہادر محمد محسن صاحب کی ہوئی ہے صاحب اولاد ہو کر جوان ہی مر گئے بہت لنسا کنبہ پرور منتظم اور ہنس مکھ پرمذاق آدمی گذرے یہ مسٹر نور الہدیٰ جج کے سوتیلے بھائی تھے ان کا ننہال فرید پور سے تعلق رکھتا ہے مسٹر قمر الہدیٰ بھی بیرسٹر تھے وہ بختیار پور اسٹیشن کے پاس جاکر ایک بہادی کوٹھی بنا کر رہے اون کو کتب بینی اور مہمان نوازی کا بڑا شوق تھا بہت متین اور نیک مزاج آدمی گذرے جوان ہی مر گئے بدر الہدیٰ اون کے بیٹے وکیل ہیں مسٹر منظر ولد حافظ علی ظہر ڈپٹی اون کے داماد ہیں وہ تو د محسن پور میں حاجی چند صاحب کے داماد تھے پھر اون کی شادی پور نیا موضع میں ہوئی ایک بھائی سراج الہدیٰ ہیں سب بھائی ولایت کے خواندہ ہیں س

خاندان اور حامد میاں لودی کٹرہ کے خاندان سے اور بی بی پوڑولوی ظہور عالم کے خاندان سے تعلقات قریب تر رشتہ داریوں کے ہیں ایک بہن ان لوگوں کی ظہور عالم صاحب ادبزیری مجسٹریٹ سے بیاہی ہیں جن کی اولادیں وحید عالم صاحب مجید عالم صاحب وغیرہ ہیں۔ دوسری حامد میاں لودی کٹرہ سے بیاہی تھیں جن کی اولادیں احمد میاں اور عالم میاں ہیں مسٹر نورالہدیٰ کی حقیقی بہن میر فضل حسین سے بیاہی ہیں جن کے لڑکے مسٹر شریف بیرسٹر ہیں مسٹر شریف کے بھائی محمد حنیف تھے اون کی زندگی قابل افسوس گذری گونگے ہوگئے تھے بے روزگار بے یار و مددگار ہوگئے تھے انتقال ہوگیا اپنے بھائی اور ماموں مسٹر نورالہدیٰ کے ساتھ رہے۔ مسٹر نورالہدیٰ کی شادی میر ابو محمد صاحب کی لڑکی سے قلعہ پر ہوئی تھی میر ابو محمد صاحب میر ابو سعید خاں بہادر کے بھائی تھے اور حامد میاں کی بہن سے بیاہے ہوے تھے اون کے لڑکے محمد قاسم نام تھے اون کا حال خواجہ کلاں وارڈ میں ہے مسٹر شریف رجسٹرار وجیہ الدین ساکن کرلے پر سرائے کے داماد ہیں اون کے سارٹو حبیب اللہ ولد شاہ عیدن صاحب ہیں جمو میاں راقم کے چھوٹے لڑکے سید نظیر الحسن کے سالے ہیں۔

خواجہ تقی جان صدر علی[۲۳] خواجہ سلطان جان کے بھانجے اور داماد تھے یہ باغ کالو خاں کے رہنے والے تھے ان کا مفصل حال خواجہ کلاں وارڈ میں ہے۔ یہ بھی بیرسٹر تھے جوان مر گئے

خواجہ فخرالدین صدر اعلیٰ[۲۴] کی لائف خواجہ کلاں وارڈ میں مفصل ہے اون کے لڑکے خواجہ عبدالحفیظ ہیں اور اولادیں ہیں بعض لکھنؤ میں ہیں دراصل ان کو آرہ اور لکھنؤ سے

سرو کار تھا ان کا اجلاس ہندوستانی شاہزادوں کا معلوم ہوتا تھا چاندی کا فتح پیچ پان
کا ڈبہ ہندوستانی لباس گانے بجانے کا شوق اردو کے ناولوں کی تصنیف کا ذوق ملنے
جلنے میں فیاض غرض عجب شان کی زندگی عیش کی گذار گئے حکاموں کی طرح تند رو اور بد داشت
والے نہ تھے ممدوح گذرے یہ میر نجف علی وکیل کے داماد تھے ان کے بھائی سید حسن صاحب
لکھنؤ میں سر کٹے نالہ پر رہتے تھے وہ بھی ان کے ساتھ رہتے تھے زیادہ مفصل خواجہ وارد میں ہے

مولوی عبد الباری صاحب[۲۵] ایک بنگالی صدر اعلیٰ یہاں آئے تھے بیلا
خوب بجاتے تھے گانا خوب گاتے تھے قابل صدر اعلاؤں میں شمار تھا بہت ملنسار آدمی تھے
ڈاکٹر اکبر خاں بھی بنگالی ہی تھے جس مکان میں مسٹر نصیر منصف ہیں وہی مکان تھا صدر
اعلیٰ صاحب سبزی باغ میں اس مکان میں تھے جہاں چک کی اور قلعی والے کی دوکان
ہے اور انگریزی نفرہ کی ٹھیک چھپ ہے یہ قاضی یونس قاضی چک کا مکان تھا قاضی
یونس محمد و میاں فرید پور کے حقیقی چچا تھے راقم کے چچا لا ولد میر نور الحسن مرحوم کے ساتھ
تھے اسی مکان میں صدر اعلیٰ مذکور رہے اور بہت عیش اور لطف کی زندگی دوست احباب
کے ساتھ گذار گئے ان کی زندگی مسلمان حکاموں کی جیسی نہیں گذری یہ لوگ تو ڈر کے
مارے یا اپنے داشت میں اپنی قوم سے بھاگتے ہیں اور ملنا پسند نہیں کرتے بنگالی حکام
جس طرح آپس میں سوشل لائف میں ملا کرتے ہیں یہ بھی ملتے رہے بنگالی لوگ گھر پر آپس میں
خوب شیر و شکر رہتے ہیں اور ہندو حکام بھی آپس میں خوب ملتے ہیں صرف مسلمان ہی کو دیکھتے ہیں کہ
کہ یہ ملنے جلنے کو بھیانک چیز جانتے ہیں اس لیے بنگالیوں اور ہندو حکاموں کی زندگی خوش

گذرتی ہے اور وہ کچہری کے بعد گھر کے نوکروں کے ساتھ زندگی گذارتے ہیں انکی انشت بھی اچھی نہیں ہوتی جس کی بدولت زندگی کا لطف جاتا رہے۔

مولوی[26] معظم حسین ڈسٹرکٹ جج ہوکر اس شہر میں پہلے ہندوستانی آئے وہ تو بالکل قاضی معلوم ہوتے تھے لباس بھی جبہ قبہ پگڑی اجلاس پر سے اوتر کر نماز ظہر پڑھا کے شام کو آپس میں مسلمانوں سے خوب ملتے رہے آدمی نیک غصہ ور دیانت دار تھے مجال نہیں کہ مقدمات کا یا کچہری کا ذرہ تذکرہ بھی گھر کی ملاقات میں آجائے اس کے سوا ہر طرح کی گفتگو میں روز بے تکلفی رہا کرتی تھی راقم کے عقد کے دن یہ لودی کٹرہ کے مکان میں موجود تھے ۔ بہترین مسلمان حاکم ان کو دیکھا۔

مولوی[27] عبدالجبار صاحب بہترین مسلمان خداپرست ڈپٹی مجسٹریٹ اس شہر میں آئے یہ بھی بنگالی تھے مگر یہ بالکل مذہبی آدمی تھے اور ملا آدمی تھے اسلامی طور پر ہر کس وناکس سے ملتے اور ایمان داری کا ڈنکا بجا ہوا تھا یہ بھوپال میں وزیر ہو گئے تھے یہ لوگ ایمان اور مذہب رکھکر بڑے بڑے عہدہ دار ہوے لباس بالکل عالمانہ تھا۔ انگریزی وضع تو بالکل نہ تھی صرف ایمان داری کا وہ رعب تھا جو کسی کوٹ پتلون والوں کو میسر نہیں ہے یہ تو خلیفہ عمر خلیفہ دوم کے خلیفہ تھے طبیعت سادی اور انصاف پورا۔ نہ رعایت نہ مروت۔

ڈپٹی[28] ذلیل الدین خان بھی ایک بنگالی ہی تھے بڑے وجیہ آدمی مگر بالکل اسلامی شعار اور لباس تھا بڑا رعب داب اور انصاف ور اسپر ہر شخص سے ملنا سوشل لائف میں مطلقاً عہدہ کی دلشت نہ تھی نہ کہیں پر دل میں انانیت تھی آخر میں حیدرآباد میں

معزز عہدہ پر گئے تھے مسٹر مازین مہدی حسن ان کے نانی ہیں جو عزیز الحسن داناپوری کے بہنوئی

ہیں اور میر الفت حسین داناپوری کے داماد ہیں بدرالدین خاں بہادر کلکتہ اسی خاندان کے

ہیں ان حکاموں کو اسلامی اور مذہبی حیثیت رکھتے ہوئے عہدہ سنبھالتے دیکھا اور اب کی کم سن حکاموں کو

دیکھتے ہیں آسمان زمین کا فرق لائف میں ہے اب تو عہدہ کے لئے مذہب لباس تہذیب سوشل

لائف کی قربانی اور بیجد داشت کی حکمرانی بزرگوں کی نافرمانی لوگوں پر نامہربانی ضروری ہے

ڈپٹی میر حسن خان ولد مولوی امداد علی خاں یہ بھاگلپور کے معزز خاندان

کے آدمی تھے اور بہت رندانہ زندگی گذار گئے ان کے والد بڑے مذہبی آدمی تھے اور سید

اعلیٰ بھی تھے وہ کون زمانہ تھا کہ مذہب کو رکھتے ہوئے اپنی وضع ہندوستانی رکھتے ہوئے بڑے

بڑے عہدوں کا انجام دیتے رہے اور آج کل کے حکاموں سے کہیں زیادہ رعب داب تھا

وہ اون کی ایمانی قوت کا زور تھا لوگ مشتبہ نہیں ہوتے ڈپٹی صاحب پٹنہ میں مدتوں رہے

خطاب نوابی کا ہوا کلکتہ میں مدتوں پریسیڈنسی مجسٹریٹ رہے ان کے یہاں صوبہ بہار و

بنگال کے لوگوں کا دربار شام کو رہتا تھا مہمان نوازی اور ملنساری خاص ان کے حصے

میں تھی، بے انتہا اخلاق لوگوں کے ساتھ کرتے تھے علی الخصوص صوبہ بہار والوں کے ساتھ

خاص ہمدردی تھی اس صوبہ کے آدمیوں کا جب خطاب کے لیے رپورٹ ہوتا تھا تو ان سے

ضرور مشورہ لیا جاتا تھا۔ سیکڑوں کے ساتھ احسان کر گئے ان کی برادریاں کراے پر سرائے

بہار میر داد وغیرہ میں تھیں ان کے داماد حافظ حاجی ڈپٹی علی مظہر صاحب ہیں حافظ جی کے

لڑکے مسٹر منظر و علی اشرف صاحبان وغیرہ کے تعلقات اسی خاندان سے ہیں یہ تید بھائی

تھے وہ لوگ بھاگل پور ہی میں رہے اون لوگوں کا پورا حال راقم کو نہیں ملا وہ لوگ بھی ملازم
تھے بعض سے راقم کی ملاقات ہے مگر بہت کم اس لیے مفصل حال نہیں لکھ سکتا نواب زادہ اقبال
حسین ڈپٹی ہو بہو اپنے والد کی طبیعت کے آدمی ہیں اور وہی مہمان نوازی ان میں بھی موجود
ہے اقبال حسین صاحب کے ایک بھائی علی حسین ہیں وہ اپنے بھائی کے سہارے رہتے ہیں۔
اونہوں نے کوئی ترقی نہ کی بھائی کے ساتھ عمر گذاری طبیعت اون کی باپ ہی کے جیسی ہے
ڈپٹی صاحب کے ایک داماد کالو مرحوم ولد مولوی فضل امام خان بہادر تھے۔
ایک داماد مولوی علی حسین ولد منشی نجم الدین صاحب نبیرہ برادر مولوی رشید صاحب نبیرہ
تھے جو دیوا میں مرید ہو کر بعد مرنے بیوی کے واقعی تارک الدنیا ہو گئے اور فقیرانہ زندگی گذارتے
ہیں اور بالکل بے تعلق ہو گئے حالانکہ وہ ٹیکاری راج میں ملازم تھے نواب صاحب کا
نام آج تک کلکتہ میں روشن ہے آخر عمر میں نواب صاحب پرہیزگاری کی زندگی گذار کر
اچھی عمر پا کر ساٹھ سے اوپر کے ہو کر چند برس گذرے پنشن پا کر انتقال کیا وہ باتیں آج کل
کے حکاموں میں پائی نہیں جاتیں اگر وہ اختیارات و عزت آج کل کسی کو ہے تو اون کا پاؤں
زمین پر نہیں رہتا یہ لوگ کیسے ظرف والے تھے کہ غریب آدمی بھی ان تک پہونچتا تھا اور خوش
واپس جاتا تھا راقم سے اور خاندان راقم سے بڑا ربط تھا آج تک نواب زادہ اقبال حسین سلمہٗ
اوسکو برت رہے ہیں پرانے خاندان والے پرانے خاندان والوں کی بڑی عزت کرتے تھے۔
اب تو سب دھان بائیس پسیری ہے جس کو اقبال ہے وہ ملنے کے لائق ہے جو گورنمنٹ کا
عہدہ دار نہیں ہے وکیل نہیں ہے بیرسٹر نہیں ہے اوس کا شمار آدمی میں نہیں ہے اور وہ

ملنے کے لائق نہیں سمجھا جاتا ہے وہ لوگ یادگار کے لائق گذرے۔

ڈپٹی ابوالخیر[۳۴] نواب عبداللطیف خان خطاب یافتہ کے لڑکے تھے وہ اس شہر میں نون ڈپٹی رہے اور بہت ممدوح زندگی گذار گئے یہاں سے بنگالہ بدل گئے جوان ہی مر گئے یہ تو زر کی ٹوپی پہن کر اجلاس پر آیا کرتے تھے ان کا اجلاس ہندوستانی شاہزادوں کا جلاس معلوم ہوتا تھا رعب داب سید اور ملنساری کا یہ حال تھا کہ شہر کا کون عزیز خاندان امیر و وسط تھا جس کے یہاں سے آمد و رفت اور ربط نہ ہو بڑی خوش و عیش کی زندگی گذار گئے نیز کے بھائی عبدالحفیظ صاحب رجسٹرار تھے اون کا آخری زمانہ بہت خراب گذرا حالانکہ وہ بہترین شاعر تھے مشاعرے کے اندر کلکتہ میں ایک حسرت ناک حسب حال شعر پڑھا اور مر گئے۔ انہیں کے ایک بھائی ابوالفضل عبدالرحمٰن تھے یہ چھوٹی عدالت میں ابوالحسن خاں مرحوم کے ساتھ جج تھے اور بڑے مدبر اور پولیٹکل آدمی تھے خبر نہیں زندہ ہیں یا نہیں راقم جب تک کلکتہ جاتا رہا ان کے یہاں اور ان کے والد نواب صاحب کے یہاں اور ابوالخیر صاحب کے نواب سید محمد خان بہادر کے یہاں ایک ایک وقت کی دعوت ہوا کی نواب صاحب کلکتہ میں بڑے معزز آدمی گذرے ہیں اس خاندان میں سب لوگ ملازم اور عہدہ دار رہے مولوی حفیظ کو کسی وجہ کر ملازمت سے جدا ہونا پڑا جس وجہ کر آخری عمر میں ان کو بہت تکلیف گذری غور کی بات یہ ہے کہ ان لوگوں کی تصویر دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ طرز معاشرت ضرور تا انگریزی رہی ویسی ہی لوگوں کے آمد و رفت رہی مگر لباس اور میل جول پر انگریزی کا کچھ اثر نہیں تھا البتہ مسٹر عبدالرحمان کے اور پوتے صاحب رہتے بلکہ صاحب سے بعض

باتوں میں بڑھے ہوئے تھے نواب سید محمد صاحب کے بیٹے سید محمد اشرف کہیں ڈپٹی ہیں سید
محمد مہدی دوسرے لڑکے کا حال راقم کو نہیں معلوم ہے کہاں ہیں نواب سید محمد صاحب کا
اصل وطن ڈھاکہ میں تھا نواب عبداللطیف خاں کے یہاں ان کی سسرال تھی سید مہدی صاحب
نے راقم کو نواب عبدالغنی خاں بہادر ڈھاکہ سے ملایا نواب احسن اللہ سے ملاقات رہی پھر
نواب سلیم اللہ سے نوں راقم کے بھائی کے بنگلے میں مظفرپور میں رہے اس زمانے میں مولوی
علی حسین ڈپٹی ساکن سرداد بہار شریف نواب سلیم اللہ صاحب اور چند مسلمان ڈپٹی کا
مجمع رہا کیا وہ وقت مظفرپور کی بڑی آبادی کا تھا جس وقت مولوی عبدالحی صاحب و
میر جواد حسین ساکن حاجی پور اور نواب سید محمد خان کا مظفرپور میں یکجا ہونا تھا اوس
وقت والسلی صاحب کلکٹر تھے وہ زمانہ دیکھنے کے لائق تھا اوس وقت کے انگریزوں
کا یہ سلوک تھا کہ خود ڈیبے پٹنہ میں کمشنر ہو کر آئے نواب کو یہاں بلایا نواب سلیم اللہ صاحب
بعد گدی نشینی بھی شہر کے اندر پرائیوٹ آیا کیے اور اپنے پیر مولوی محمد حیات صاحب ساکن
استھواں کے یہاں جانے لگے تو شہر میں چند آدمی سے ضرور ملے خواجہ محمد رضا انسپکٹر رجسٹری
ساکن باغ کالو خاں تو اون کے قرابت داری ہوتے تھے اور خواجہ سید حسن صاحب ساکن
شاہ کی املی بھی اون کی قرابت کے آدمی تھے مگر راقم اور مولوی یوسف حسن اوزیری مجسٹریٹ
ساکن لودی کٹرہ دونوں دوستوں سے بھی ضرور ملا کیے یہ پرانی ریاست کی داشت اور
وضع داری تھی حالانکہ نہ اون کو کوئی غرض تھی نہ ہم لوگوں کو کبھی کوئی غرض اون سے رہی
فقط پرانی روشنی اور پرانے خاندان کی وضع داری تھی جواب نصیب نہیں ہے اب

تو بلاغرض کی ملاقات کو لوگ بیوقوفی اور اوقات ضایع کرنا جانتے ہیں مگر انگریزجنکی تقلید
میں ہندوستانیوں کے خیال بدلے ہیں اونکے آپس میں بلاغرض ملا کرتے ہیں بیری اچھی باتیں اون
میں آگئیں اور ہم نے بُری باتوں کو اپنے ذمہ لے لیا اور بھلائیوں کی تقلید نہیں کرتے پُرانی
باتیں کہانی ہیں قصہ ہیں خواب ہیں خیال ہیں اوس وقت کی ہمدردیاں اور دوستی کا حال
اسی کتاب میں کہیں پر ملیگا۔ جان ومال عزت سب لوگ ساتھ دیکر دیکھا گئے ہیں۔

پرکاش بابو ابکاری کے ایک ڈپٹی تھے وہ بہت ہی متین اور ملاجی کی شکل کے آدمی
تھے۔ اور مدتوں پٹنہ میں رہے۔ پنشن پاکر کہیں چلے گئے۔

کھرد بابو ایک بنگالی ڈپٹی گوبند روڈ پر رہتے تھے۔ اون سے بھی لوگ بہت
راضی تھے۔

منشی کالی پرشاد کلکٹری میں مشہور سرشتہ دار گذرے۔ بڑا ادادورہ تھا۔
منشی دیبی پرشاد کلکٹری کے سرشتہ دار بہت مشہور آدمی گذرے یہ فوجداری کے
سرشتہ دار تھے اوس وقت سی سی کومین صاحب کلکٹر کا زمانہ تھا ڈرن بل صاحب ڈسٹرکٹ
بورڈ میں سکریٹر تھے یہ نسل صاحب جج کے داماد تھے پہلے یہ افیون میں ایجنٹ تھے پنشن
پاکر ڈسٹرکٹ بورڈ میں مقرر ہوئے اوس وقت سیمن صاحب انجینیر تھے اون کے بعد کننگ
صاحب آئے تھے اوس وقت ڈاکٹر سم سم صاحب سول سرجن تھے اور ڈاک بنگلہ روڈ
پر نواب ولایت علی خاں صاحب کے بنگلے میں رہتے تھے وہ بنگلا ابھی موجود ہے تو آپ
بنک کے پاس ہے۔ اس وقت مولوی شرف الدین صاحب پرنڈ ڈسٹرکٹ بورڈ کے

وائس چیرمین تھے اور کلکٹر چیرمین تھے بابو گجادھر پرشاد صدر لوکل بورڈ کے چیرمین تھے راقم
وائس چیرمین تھا اور ڈسٹرکٹ بورڈ کا ممبر بھی تھا والد ماجد بھی مدتوں صدر لوکل بورڈ کے
ممبر رہے ہیں ہم لوگ سب الکشن سے مقرر ہوا کیے پھر بہتیرے کلکٹر بدلتے رہے فولڈر صاحب
و اڈمین صاحب گریرسن صاحب کری صاحب اور خدا جانے کتنے صاحب آتے رہے
اوس وقت مٹکاف صاحب پلیڈی صاحب کمشنر تھے بابو دیبی پرشاد راقم کے بڑے
دوست تھے ۱۸۹۰ء کے ۱۰ جنوری کو فولڈر صاحب کے وقت میں راقم آنریری مجسٹریٹ
مقرر ہوا جب سے آج تک برابر کام کر رہا ہے۔ پٹنہ میں اوس وقت پولٹیکل میدان میں مولوی
فضل امام خان بہادر مسٹر شرف الدین خاکسار و بابو ہیرالال یہی لوگ مرد میدان کہلاتے
تھے پھر کیا کیا تبدیلیاں ہوئیں اخراجات کی ہر بات میں ہر الکشن میں ضرورت پڑی راقم
کنارہ کش ہو گیا۔ اور ان فضول اخراجات کو برداشت نہ کر سکا۔ اور گوشہ نشینی اختیار
کر لی۔ اور تجربہ بھی ہو گیا کہ وہ سب کام فضول تھا۔ کوئی نفع قومی تھا۔ البتہ خودغرضیاں
پوشیدہ تھیں اپنا نام و نمود ظاہر کرنا تھا۔ اور کمیٹیوں میں پارٹی فیلنگ بڑھنے لگی جسکا آخری
نتیجہ یہ ہوا کہ اقلیت والے تمام سے اوکھڑ گئے۔ اور ان کی تعداد کم ہو گئی اور آپس میں تفرقے
پیدا ہونے لگے راقم کو تو غیر اقوام سے زیادہ مدد ملا کی تھی اوس بے چینی اور ذلت کو نفس نے
گوارہ نہ کیا جو فیل ہونے پر ہوا کرتی ہے۔ راقم ہر باتوں سے جدا ہو گیا صرف آنریری مجسٹریٹی
میں جھگڑہ نہیں ہے اس لیے رکھ لیا اور ہر جھگڑہ والی بات سے کنارہ کش ہو بیٹھا دیبی
پرشاد کے بعد مولوی رفیع صاحب چھپرہ سے آئے وہ بلا کے ہوشیار اور قانون دان

تھے برکلر تو اون کو اسقدر یاد تھا کہ تمام سر رشتہ کو دبا رکھا۔ اون کے لوگ تھے۔ راقم کو خبر
نہیں کہاں ہیں۔

[۳۵] ڈپٹی ذاکر حسین چھپرہ سے یہاں آئے مدتوں رہے۔ عجب طرح کے
آدمی تھے بہت کمایا اور بڑے تدذر کی ڈپٹی مجسٹریٹی ایمانداری کی کر گئے۔ بالکل وارشتہ
مزاج، فقیر دل، بے نفس آدمی گذرے۔ اون کی اولاد میں اسی شہر میں سنگی دالان کے خاندان
میں بیاہی ہیں شیعہ مذہب تھے۔ بہت مجز منتظم آدمی تھے، کنبہ پرور تھے، اخلاقی حالت عمدہ
تھی، اب اون کے ورثا کی خبر راقم کو نہیں ہے۔

[۳۶] بابو شیو شنکر سنگھ شریف آباد درگاہ شاہ ارزانی کے محلہ کے قریب کے رہنے والے
مدتوں یہاں ڈپٹی رہے بہترین آدمی گذرے۔ بہت ملنسار منکسر ایمان دار شخص تھے
اون کے لڑکے فتح نرائن وکیل تھے ڈمراواں میں راج میں ملازم ہوگئے تھے ڈپٹی صاحب ادھیڑ ہو کر گئے

[۳۷] ڈپٹی رام انوگرہ نرائن بدل پورہ کے رہنے والے گوبند پرشاد کے خاندان کے
تھے راقم کے کلاس فلو تھے بہترین دوست پرست آدمی گذرے گھر کی زمینداری تھی ویسا
ہی عالی دماغ تھا عیسانہ مزاج میں تھا بابو راما نوج وکیل سے ربط تھا وہ اون کی پوری حالت
سے پورے واقف ہیں راقم کو برابر ملنے کا کم اتفاق رہا اسکول لائف کو نوکری میں نبا ہا
کبھی کوئی فرق نہیں پایا اولاد غالباً ہے نورتن بابو و دوارکا ناتھ اوزیری مجسٹریٹ ان
لوگوں کے قرابت داران بدل پورہ میں ہیں کلکتہ میں بدل گئے تھے سیالدہ میں ڈپٹی تھے
انتقال ہوگیا اور جوان ہی مر گئے۔ بدل پورہ میں شمسو میاں ایک مسلمان کا خاندان بہت

مشہور تھا۔ اوسط آمدنی کے آدمی تھے۔ اپنی زندگی عزت و آبرو سے گذار گئے۔ انکے تعلقات
برادری منشی لطیف مرحوم ساکن شیخ تھا کی گدھی سے تھے اون کا مکان خانقاہ منگل تالاب
کے کھیت میں درایا اون کے ایک لڑکے حکیم نظیر دوسرے لڑکے محمد منیر تھے یہ لوگ گوپا
سنگھرا میں اپنے اپنے سسرال میں جا بسے وہ لوگ صاحب اولاد تھے منشی لطیف
اوسط آمدنی کے آدمی تھے مگر بڑی داشت کے ساتھ اپنی زندگی گذار گئے بوڑھے ہوکر
مرے لڑکے جوان ہی مر گئے۔ شاید کوئی ذرا اولاد زندہ ہو۔ تھو میاں کی اولاد ہنوز زندہ ہے

ڈپٹی فدا علی خان کے تعلقات برادری باڑھ اور کرلے پرسرائے میں ہے یہ
مدتوں شاہ گنج میں اوس بنگلہ میں رہے جس کو عبد الکریم مختار نے توڑ کر چھوٹی کوٹھی
بنائی تھی اور اب اوس میں ڈاکٹر افضل خاں بہادر ولد میر زلفن صاحب ہیں ڈاکٹر
صاحب نور میاں خان بہادر شیر نور بہار کے داماد تھے ایک داماد اون کے رحمو میاں
ولد حافظ احمد اللہ ساکن مدرسہ محلہ تھے مولوی نور صاحب بہار حکام رس بھی ہیں
خطاب یافتہ ہیں خانقاہ منگل تالاب میں اموں مولانا رشید الحق قدس سرہ کے شاگرد ہیں۔
مرید ہیں اور مدتوں اون کے ساتھ رہے ہتو میاں ان کے بہنوئی تھے وہ ایک امیر آدمی
تھے بڑا کارخانہ تھا بڑی آمدنی تھی اون کا ہاتھی قد و قامت اونچا تھا بہار میں لوگ
تماشہ دیکھتے تھے وہ ہاتھی راقم کی معرفت راجہ رام رائن سنگھ مہراج کھیرانے بعد مرنے ہتو
میاں کے چھتر میں خریدا ہتو میاں کا مکان ہنوز شیر نور میں مع ایک عمدہ مسجد کے قایم ہے
جو یادگار ہے انہوں نے اپنی جائداد بعد مرنے بی بی کے ابو میاں اپنے لڑکے کو لکھدیا

جس کا نتیجہ آخری زندگی میں بھگتنا پڑا گرد البستر تھے مسجد میں گذران کیا ابو میاں کی زندگی
چین کی نہ گذری گھر برباد ہوگیا ان کی اولاد تھی مولوی نور صاحب خاں بہادر رئیس شاہی
گونڈہ میں مہر ریاست حسین کی لڑکی سے بیاہی میر مونت حسین اور میر تواجسین گیان کے
سالے تھے خان بہادر کے بڑے ہنسو میاں ڈاکخانہ میں سپرنٹنڈنٹ ہیں منظو میاں زمینداری
کرتے ہیں بڑے منتظم ہیں ابھی گوشہ نشینی کی زندگی گذارتے ہیں شمس الحق ایک معقول مزاج
جوان ہی مرگئے یہ مظفرپور میں راقم کے بھائی شمس الحسن مرحوم کی بیوی کی بھتیجی سے بیاہی تھے
تھے ڈاکٹر صاحب کے ایک بھائی ڈپٹی لئیق تھے جو خان بہادر معین الدین احمد ولد مولوی
یاور حسین کمرانٹ کی بہن سے بیاہے تھے جوان ہی مرگئے نیک دل آدمی گذرے ان لوگوں کے
والد بزرگوار مولوی یاور حسین مرحوم کے دربار میں گماشتہ رہے مولوی یاور حسین راقم کے پھوپھا تھے
خواجہ کلاں وارڈ میں مفصل حال ہمراہ خاندان مولوی نثیر علی مرحوم ملیگا ڈپٹی فدا علی صاحب آرہ
میں ڈپٹی تھے والد ماجد ناظر تھے اونہوں نے استعفا دیدیا اور اسی شہر میں گذران اوقات
کیا بوڑھے آدمی تھے مگر بہت پرمذاق زندگی گذار گئے یہ نصرو میاں رحسبزار بہار شریف کے
والد تھے اور مولوی سید حسن وکیل و مولوی نور صاحب وکیل کے دادا تھے نصرو میاں صاحب
بہار میں سربرآوردہ لوگوں میں ہیں اول درجہ کے منتظم اور گویا او زعلمند مہمان نواز تھے ان سے بہار
والے برابر عزت داری کے ٹھاٹ ملتے رہے مدتوں جہان آباد میں رہے پھر بہار ہی میں مقیم
رہے مسٹر احسن الدین ولد نواب امیر علی خاں کو بارہ سے قرابت خاص تھی مسٹر احسن الدین
ابکاری کے کمشنر تھے اور لارڈ کرزن کے کلاس فلو تھے یہ مسٹر سراج الہدی نوری کے ہم

تھے ان کا نانی ذکو مرحوم محمود شیر دل ساکن رانی پور کی بہن سے بیاہے تھے نوجوان ہی مر گئے
نصر میاں کی شادی پنہر میں با خاندان فدا علی خان و اقبال علی خان و وزیر علی خان صاحبان
کے ہوئی اسی خاندان کے لڑکے منظور احمد خاں کی شادی نصر میاں کے یہاں ہوئی تو ایک
لڑکے مولوی نثار علی مذکور کے مصنف ہیں یہ مولوی یوسف حسین لودی کٹرہ کے داماد ہیں
پنہر کے خاندان سے اسلام پور والوں سے قرابت داریاں خاص ہیں اسی خاندان کی ایک
لڑکی شاہ اکرام الدین صاحب اسلام پور کے ہوئی ہیں بعض لڑکے بار دیں بیاہے ہیں۔
بعض کے تعلقات راجہ اسمٰعیل علیخاں سیوان سے ہیں راجہ مذکور کی شادی بھی اسی خاندان
پنہر میں ہوئی اسی خاندان سے غضنفر علی خان تھے جن کی شادی خواجہ گوہر علیخاں ساکن
حاجی گنج کے یہاں ہوئی اسی خاندان کے محمد یحییٰ خاں تھے جن کی اولادیں زندہ ہیں احمد حسن
خاں موجود ہیں ایک بھائی اور ہیں ایک بھائی محمد یحییٰ خاں کے حمید علیخاں تھے جن کے داماد
عالم میاں ولد مولوی حامد حسین لودی کٹرہ ہیں شاہ عالم کی لڑکی سیوان میں بخاندان راجہ
اسمٰعیل علیخاں بیاہی ہیں اسلام پور اور پنہر اور سیوان کے سب لوگ متمول ہیں زمینداریاں
غیر منظم صورت میں ہنوز موجود ہیں انتظامی حالت ہر خاندان کی اچھی نہیں ہے اور اخراجی حالت
بھی ہر خاندان کی انتظامی حیثیت کی نہیں ہے سب لوگ خوش زندگی گذارتے ہیں مگر آئندہ
لوگوں کی زندگی اس صورت سے گذرنا دشوار ہوگا دولت مند خاندانوں میں تعلیمی حالت کی
طرف توجہ کم ہوا کرتی ہے اور متروکات کے قصے مابین لوگوں کو تکلیف دہ ہوا کرتے ہیں اگر
اسلام پور سیوان اور پنہر ملا کر ایک منتظم ہوتا تو راجہ کی حیثیت ہو جاتی ہر خاندان پیدا

ہے اور ہر دربار جداگانہ ہے ہر کے نظم جدا ہیں ہر کے عادات جدا ہیں ہر کی روش زندگی جداگانہ ہے ہر کا شوق جدا جدا ہے۔ اس کا یکجائی انتظام غیر ممکن ہے امیروں کے خاندان میں لاپرواہی نہ ہو تو غربا ملازمین کو زیاں کیونکر پہونچیں یہ بھی خدائی انتظام ہے کہ امرا کو لاا و بالی اور عیش پسند بنا دیتا ہے غفلت میں دولتیں منتقل ہو ہو کر حاجت مندوں کے پاس پہونچا کرتی ہے اگر ہر امیر ہوشیار اور منتظم اور کارندہ ہو جائے تو سلسلہ روزی رسانی میں بڑی دقت واقع ہو جایا کرے اس لیے امرا زیادہ تر عیش پسند اور بیکار ہوا کرتے ہیں اور کوئی نہ کوئی ایسا شوق پیدا رہتا ہے جس سے تقسیم روزی رسانی میں فائدہ ہوا کرے دولت آنا مشکل نہیں ہے دولت رکھنا اور موقع کا خرچ کرنا مشکل بات ہے۔

۳۹

سکھدر بابو ایک ادھیڑ بنگالی ڈپٹی گذرے ہیں وہ بڑے تین تھے سن دار و تجربہ کار آدمی ضرور ملنسار منکسر ہو ہی جاتا ہے وہ تقاضائے سن ہے وہ بہت سادی زندگی گذار گئے اور اچھا کچھ جمع بھی کر لیا تھا پنشن پاکر کاشی باشی ہو گئے بعض ورثا سے خبر نہیں کیا ہوئے جوانی میں کسی قوم اور گروہ کا آدمی ہو اوس میں فٹ فاٹ لازمی ہے جب وہ دنیا کے جنجال میں پھنستا ہے بال بچوں کی پرورش اوس کے ذمہ عاید ہو جاتی ہے اُس کی آمدنی دوسروں کے مصرف کے لیے صرف ہوا کرتی ہے تو دنیا خود اُس کو اپنے فٹ فاٹ کی فرصت نہیں دیتی آدمی کو زمانہ خود منتظم بنا دیتا ہے جوانی کے وقت میں کوئی نصیحت کارگر نہیں ہوتی جوانی کے وقت انسان کو کلیۃً زمانے کی ضمانت پر چھوڑنا ہی بہتر ہے رفتہ رفتہ خود وہی آدمی خود بخود بدل جاتا ہے اور ایک اصولی زندگی ہو جاتی ہے اگر کسی نوجوان سے

کسی بوڑھے کی پڑی نہیں بیٹھتی تو اس میں بوڑھے کی خود سراسر غلطی ہے اوس کو اپنے
گذشتہ لائف پر توجہ کرنا چاہیئے بوڑھے غایت محبت میں اپنا تجربہ اپنے عزیزوں پر برتنا چاہتے
ہیں اور اپنا اثر ڈالنا چاہتے ہیں اسلیئے نوجوان بوڑھوں سے نفرت کرتے ہیں اوس کے سمجھ میں
بوڑھونکا تجربہ ثابت نہیں ہوتا رفتار زمانہ خود عین الیقین کے درجہ کو پہونچا تا ہے چالیس برس
کے سن تک نوجوانوں کے روش پر چھوڑ دیتے ہے کسی بورث کو اپنے لوگوں سے کوئی رنجش
نہیں ہو سکتی اپنی امیدوں کے خلاف نوجوانوں سے باتیں سرزد ہوا کرتی ہیں اور سندار
فضول اپنی جان کلفت میں گذارتے ہیں انسان اپنی زندگی کو بے نیاز کرے اور نوجوانوں سے
کوئی امید نہ رکھے تو دو میں کسی کو شکایت نہ ہے مشکل تو یہ ہے کہ نوجوان اپنی پوری ضرورتوں کو
اور عمر بھر کی بار کو بوڑھوں کے سر ڈالنا چاہتے ہیں اور خود خوردوال ہو کر دینا چاہتے ہیں یہ
ناانصافی ہے دونوں کو ایک دوسرے سے کسی ایسی ضرورت ہی نہیں ہے جب نوجوان
ذی عقل ہو گئے وہ اپنی دنیا چلادیں بورث کو راہ پر لگا کر بالکلیہ جدا ہو جانا چاہیئے پھر کسی
کو کوئی تکلیف نہیں ہو سکتی اگر کوئی نوجوان کسی سندار کے خلاف مزاج کرتا ہے تو بوڑھے کو
خود سمجھ لینا چاہیئے کہ عدم تجربہ اس فعل کا مرتکب کراتا ہے اوس کا رنج و ملال غلط ہے
ڈپٹی مذکور کو ان باتوں پر چلتے دیکھا اون کی زندگی سادی اور خوش پایا بنگالی تو علی العموم
سادی زندگی سطمانہ گذارتے ہیں جب ہی تو کم مشاہرہ داروں کچھ نہ کچھ اپنی زندگی میں پس ماندہ
چھوڑ جاتے ہیں ہندوں کی رہائش ہی کم خرچہ ہے خوراک اور لباس ہی عرفہ کا ہے ایسے
اون کے پاس بھی پس ماندہ ہو جاتا ہے میری قوم البتہ مصرف گروہ ہے ان کے کھانے کپڑے

اور ادائے رد رسم میں اور عورتوں کی فرمائشات میں ان کا ہوس بڑھا ہوا رہتا سال میں جوتے ہی کی قیمت کیا کم ہے گوشت ہی کی قیمت میں کیا کم خرچہ ہوتا ہے جو گروہ سبزی خوار ہی اور ماس مچھلی سے سروکار نہیں ہے جوتہ ٹوپی کی ضرورت نہیں ہے اون کے اخراجات میں کسقدر کفایت شعاری ہے دھوبی کا خرچہ بہت کم آرائش کے صرفے ندارد سادی زندگی عجب مفید زندگی ہے مگر مسلمان اس سادگی سے فطرۃً محروم ہیں اس لیے افلاس بھی اس میں زیادہ ہے۔

مسٹر محمود مدّاعلی ساکن صادق پور ولد شمس العلما مولوی محمد حسین بھی بیرسٹر ہیں ان کا تذکرہ عالم گنج وارڈ میں مفصل موجود ہے مسٹر ذکریا ولد شمس العلما مولوی یوسف بھی بیرسٹر ہیں اور اسی خاندان کے ہیں ان کی شادی نیورہ میں ہوئی ان کا حال بھی مفصل صادق پور میں ملے گا

مسٹر نصیر ولد مولوی واعظ الدین ساکن مگرنہسہ بھی بیرسٹر ہیں یہ مولوی حکیم علیم الدین مرحوم کے بھائی کے لڑکے ہیں اور مولوی افضل الدین ولد نواب امیر علی خاں باڑھ کے داماد ہیں دوسری شادی نیورہ میں ہوئی ہے اولاد ہے ان کے بیٹے بھی وکیل تھے نام یاد نہیں ہے مسٹر نصیر دہلی کورٹ میں پریکٹیس کیا کرتے ہیں اور ملازم تھے ان کی قرابت دلائی خاندان شمس العلما مولانا سعید کے یہاں موتی پورہ میں تھی ان کے والد کی شادی اوسی خاندان میں ہوئی یہ حافظ نظر الرحمن مرحوم کے خلیرے بھائی تھے اور کاشانہ والوں سے فضلو میاں وغیرہ سے قرابت خاص ہے خود بھی شاعر ہیں بیٹا بھی شاعر ہے حافظ نظر الرحمن بھی

شاعر تھے نیک مزاج بوڑھے آدمی ہیں جوانی ان کی دیکھنے کے لائق ہے ان کو دلی صدمات
بہت پہنچے دل چور چور ہو گیا اب مذہبی زندگی گذارتے ہیں بظاہر تو تکلیفات اور صدمات
سے انسان خدا کو برا بھلا کہتا ہے مگر عاقبت اندیشی کے لیے جذبات بہترین اصلاح قلب ہی
اور نور ایمان تازہ اور پختہ ہوتا ہے خود بخود انسان کا دل دنیا سے پھر جاتا ہے اور عاقبت اندیشی
دل میں پیدا ہو جاتی ہے یہ خدا کی رحمت ہے کہ زندگی میں دل چور ہو جائے اور اس کا رخ خدا
کی طرف پھر جائے اور دنیا نگاہ میں ہیچ ہو جائے بہترین رحمت خدا ہے جس کو خدا اپنی طرف
پھیرتا ہے اسی کو چور چور کرتا ہے یہ اپنی طرف بلانے کا پیغام ہے جسکو اپنے حوصلے کے موافق
سب کام میسر ہوتا جاتا ہے وہ تو خدا کو خدا ہی نہیں جانتا ہے اپنے اقبال و عقل ہی کو خدا مانتا ہی
اور سمجھتا ہے کہ سدا دن یوں ہی رہیگا مگر بادشاہ ملک کو آخری وقت میں موت کی سختیوں کو
برداشت کرنا پڑتا ہے ایک نہ ایک سختی کلیہ ہر انسان کو بلکہ ہر ذی روح کو دیکھنا فرض اور ضروری
ہے لازمی ہے اور ہو کر رہتا ہے اس سے انکار ہو نہیں سکتا روزمرہ کا مشاہدہ ہے عین الیقین
بلکہ حق الیقین کا درجہ رکھتا ہے کون ہے جو نہیں مرا یا نہیں مریگا یہ دن تو سب کو دیکھنا ہی پڑیگا
اور جو سختیاں پیش آنے والی ہیں بھگتنا ہی پڑیں گی ساری دنیا منہ تاکتی رہیگی اور مرنے والے
لاچار بے یار و مددگار بلا خدمت گذار اور موٹر کار روانہ لوگ اس وقت کو نہ بھولیں اور موجودہ
اقبال پر نہ پھولیں پھولے پھلے مرجھائے اور خاک ہو گئے یہ دن سب کو دیکھنا ہی پڑے گا
مانیں یا نہ مانیں اختیار ہے آئندہ تقدیر بدست حاکم با قادر سرکار خود مختار ہے جو سرنوشتنی
ہے وہ آگے آئے گا۔

گنگا دھر بابو بہت پرانے اور قابل معزز وکیلوں میں گذرے ہیں اور چند ہی برس گذرا ہی
مرے ہیں بہتیرے جونیر وکیلوں نے ان کو دیکھا ہوگا اچھا کماتے رہے اور اچھا چھوڑ گئے نامی
آدمی تھے بہت وجیہ آدمی تھے مبارک میاں گریک پوپن کے تایا تھے مبارک میاں منشی
اقبال حسین شباز پور علاقہ تھانہ پھلواری کے داماد تھے اور منشی محمد باقر صاحب شاعر تورہ شہ
اور جناب شاہ میاں جان صاحب سجادہ نشین تکیہ شاہ گھسیٹا کے سالے ہوتے تھے ان کے یہاں
نعمت صاحب خواجہ پورہ سے بھی قرابت داریاں تھیں اون کی اہلیہ کے یہ ماموں ہوتے تھے
اولاد بھی گنگا دھر بابو کا کون وارث ہے راقم کو واقفیت نہیں ہے ان کی داڑھی بہت
بڑی مثل بادریوں کے تھی اوس وقت کے وکلا اکثر داڑھی رکھے ہوئے تھے بنگالی وکیلوں کو
جو نامور اور سربرآوردہ تھے سب کو داڑھیاں تھیں مسلمانوں میں بجز نصیر نجف علی صاحب کے
سب کو داڑھیاں تھیں اوس سے چہرہ پر رعب اور وجاہت ہوا کرتی تھی اب تو ہر
شخص فیشن پر مرا جاتا ہے داڑھی کو کون پوچھے مونچھ تک تو ختم ہو رہی ہے بہتیروں نے تو
مونچھ داڑھی سب کا صفایا کر دیا ہے اور ایک عجیب منہ تم زدہ اور بے نمک چہرہ ہو جاتا ہے
وجاہت تو بالکل غائب ہی ہو جاتی ہے مگر فیشن ہے اسکو کوئی کیا کریگا انصاف سے چہرہ
کو داڑھی والے چہروں سے ملان کریں آئینہ میں منہ دیکھیں مردانگی کس کے چہرہ سے ہویدا
ہوا کرتی ہے اور خوب صورت کون چہرہ ہوتا ہے راقم نے خود ہی مدتوں داڑھی منڈائی زمانہ کی
متابعت بتائی اور برابر اپنے کو جوان بنائے رہا خضاب لگایا ایک طرح کا دنیا کو دھوکا دیتا
رہا داڑھی چھوڑ کر پٹے اندر اندر رہا جب ہی آپ قدر ہو گئی اور اپنے کو اوس شیخ کا آدمی

سمجھنے لگا جو سن کی حیثیت سے مقتضی تھا اور اپنا بچپن جاتا رہا اپنی عظمت سن ڈاڑی کو خود
سمجھنے لگا مسلمانوں کے لیے ڈاڑھی ایک شعار میں داخل ہے ڈاڑھی رکھنے سے چھوکرہ پن دل
سے بالکل جاتا ہے اپنی عظمت خود ہوتی ہے سیکڑوں ذلیل حرکتوں سے تنبیہ پیدا ہوتی ہے
دیکھنے والوں پر وجاہت کا اثر پڑتا ہے سکھ تو سب ہی ڈاڑھی رکھتے ہیں وہ لوہا بدن پر ہیں
لگاتے پچھم کے ہندو بھی اکثر ڈاڑھی رکھتے ہیں پچھم کے راجپوت زیادہ تر وجاہت کی غرض
سے ڈاڑھی رکھتے ہیں بنگالی بھی اکثر ڈاڑھی رکھا کرتے ہیں نوجوان تو ہر گروہ کے بجز سکھوں کے
منڈاتے ہیں اون کو جائز بھی ہے ادھیڑ اور مدت کو رکھنا ہی اچھا ہی ہے زیادہ تر عوام نے
منڈانے کا فیشن نکالا ہے اور یہ تعصبی مسئلہ ہے کہ سب لوگوں نے بھی مونڈایا عوام تو بڑوں کے
تقلید پر مرتے ہیں جو فعل بڑوں کا ہوگا وہ ضرور کریں گے انجام ہونہ ہو برابری اور تقلید کرنا
ضروری ہے فیشن کا اجرا بلکہ ہر کام کا زوروں پر چلا دینا یہ عوام کی ڈیوٹی ہے مسلمانوں کے
یہاں مذہباً مونڈانا منع ہے مگر یورپی گروہ شیعان منڈاتے ہیں اور سنی بھی وہی کرتے ہیں۔
وہابی البتہ اس گناہ بے لذت سے بچتے ہیں صاحبی ٹھاٹھ والوں پر تو کوئی اعتراض بھی نہیں
ہوسکتا وہ تو ہر بات میں بااصرار مذہب کے خلاف جانا پسند کرتے ہیں اون کو مذہب کی
باتیں بتانا اپنے کو خود مورد الزام بنانا ہے اس لیے اون کو درگذر کیے رخ پر چھوڑنا بہتر ہے
اور دعاے خیر کرنا ہی اچھا ہے۔

دین بندھو بابو ایک بنگالی وکیل گذرے ہیں وہ کورٹ اوف وارڈ کے ممبر بھی تھے
للو بابو اسٹیٹ کے مدتوں منیجر اور رسیور رہے یہ اوس مکان میں تھے جس کو ڈاکٹر

وارث حسین صفی پوری سول سرجن نے خریدا ہے پھر انہوں نے بنک کھولا وہ فیل ہو گیا ہے
جوان ہی انتقال کر گئے ورثا ہیں یا نہیں راقم کو خبر نہیں ہے۔

۱۴۲ شوشی بھوشن لسواس ایک مفلوج بنگالی وکیل گذرے وہ بائیں ہاتھ سے لکھا کرتے
تھے تعجب یہ ہے کہ بچپن سے وہ ایسی ہی رہے کیونکر وکالت پاس کیا اور اچھے قابل وکیلوں
میں تھے راقم کے اجلاس میں بہت اچھا کام کرتے رہے بقدر گذران کما لیتے تھے اون کو چلنا
دشوار تھا پڑھنے والے اس معذوری پر بھی اعلیٰ تعلیم پا لیتے ہیں۔

میر نجف علی وکیل کا حال خلاصہ خواجہ کلاں وارڈ میں ہے یہ خواجہ فخرالدین
مذکور صدر اعلیٰ کے سسر تھے اور میر سید علی دوندی بازار کے بھائی تھے میر قمر علی انسپکٹر
پٹنہ میونسپلٹی کے والد تھے اور میر اصغر علی لکھنوی مشہور دوکاندار و تاجر عطر کے سمدھی تھے۔
اونہوں نے بڑی فقیرانہ دلی کی زندگی گذاری اور کماتے اور روز روز نوکر چاکر بیوی بچوں
کو اون کا مقررہ ادا کرتے رہے ایک دن بھی کسی کا دین اپنے ذمہ عاید ہونے نہ دیا بہت
سادی زندگی گذاری بہت بوڑھے تھے بڑے پر مذاق تھے ان کی تفریحی باتیں یادگار ہیں
چونکہ کتاب میں لکھنا خلاف تہذیب ہے اور اوس کا ایک برا پہلو نکلتا ہے اس لیے اون باتوں
کو ترک کیا گیا اشارۃً لکھتا ہوں کہ وہ ہر چھوٹے بڑے عزیز و احباب سے مزیدار جملوں میں پر معنی
اور دو معنی مذاق کر لیتے تھے بڑے زندہ دل تھے خدا بخش خاں مولوی محمد یحییٰ میر عنایت حسین
ان لوگوں میں خوب مذاق ہوا کرتا تھا۔ اگر ویسی باتیں آجکل آپس میں ہوں تو فوجداریاں
ہو جائیں خدا جانے کیا واقعہ گذر جائے کچہری میں یہ لوگ بولا کرتے تھے اور خوش تھے ان کے

ورثا ہیں دراولاد یہاں اور لکھنؤ میں زندہ ہیں خواجہ عبدالحفیظ اسی خاندان سے ہیں مرتضیٰ
خاں محمد علی مرحوم لکھنوی ان کی قرابت دار ہیں فدن صاحب سرشتہ دار لکھنؤ میں ان کی قرابت
دار تھے بلکہ داماد تھے آرہ میں خاندان مرزا وجاہت حسین داروغہ عنایت حسین مرحوم
شاہ وغیرہ سے خاندان خواجہ فخرالدین سے تعلقات برادری کے ہیں ان کی موت قبل الغدر
ہوا ان کو گانے کا بہت شوق تھا ستار خوب بجاتے تھے خود بھی خوش آواز تھے اچھا گاتے تھے
خواجہ حافظ احمد شاہ ساکن گورارہ شاہ پیر بخش دیوان مولوی محمد یحییٰ وکیل ان لوگوں کا
اچھا مجمع تھا سب کو موسیقی میں اچھا دخل تھا پیارے صاحب دیوان محمد ستار بجانے میں استاد
مولوی محمد یحییٰ پکا گانا گانے میں استاد تو بے کا کان کترتے رہے مرنے کے دن لوگوں کو
مدعو کیا وہ دن تعطیل کا تھا اور گھر میں کچہری کی گانا بجانا ہوا کھانا ہوا لوگ واپس ہونے
لگے انہوں نے لوگوں کو روکا کہ دھوپ ہے آخر وقت میں جائیگا ابھی اور کام باقی ہے لوگ
رہ گئے یہ اٹھ کر گھر میں گئے بیوی سے کہا کہ آج مرنے کو جی چاہتا ہے اچھا تو میں مرتا ہوں بیوی نے
مذاق جانا یہ چادر اوڑھ کے لیٹے کسی کو خبر نہیں کیا ہوا سو کر اٹھنے کا وقت ہوا یہ نہ اٹھے
بیوی نے جا کر جگایا تو یہ مردہ تھے آخر تجہیز و تکفین کیے گئے یہ نہایت درجہ کا مذاق تھا نماز روزہ
کے پابند تھے آنکھ میں کاجل لگا کر کچہری آیا کرتے تھے پالکی کی سواری پر آتے جاتے تھے۔
حکام قدر کرتے تھے مذاق اجلاس پر بھی حکام سے کر لیتے تھے وہ لوگ خوش ہو کر ان کی
استدعا کو قبول کر لیتے تھے اور اس میں ان کو بہت روپے مل جاتے تھے نہ وہ وقت ہے نہ
ویسے حکام ہیں نہ ویسے لوگ ہیں اب اگر دوسرے طرز کا برتاؤ کیا جائے تو حاکم نہایت عجیب اور بدنام

ہو اور کسی کی ہمت ہی نہیں ہے جو ویسی بات بول سکے حکام ہنس پڑتے تھے۔

شمس العلماء مولوی جلال الدین[۲۵] موجی پور علاقہ فتوحہ کے رہنے والے
تھے اونہوں نے مولانا محمد سعید موضع پورہ کے یہاں طالب العلمی کرکے پڑھا پھر والد مرحوم اور
مولوی منظر علی ولد مولوی اظہر علی کے پڑھانے کو ملازم رہے پھر رسل صاحب جج کے وقت میں
جب وکالت کا امتحان ہوا اونہوں نے بھی امتحان دیا وکالت پاس کیا جج صاحب نے
سیکڑوں آدمی کو وکیل بنا دیا رسل شاہی وقت مشہور ہے خدا بخش خان صاحب سید
عنایت حسین مولوی یحییٰ صاحب میر نجف علی مولوی جلال الدین اور پچاسوں ہندو مسلمان
وکیل اوس سال پاس ہو گئے نہ ویسے حاکم آتے ہیں نہ ویسا اختیار ہے اب تو جانفشانی
کوشش کے بعد لوگ وکالت پاس کرتے ہیں اور گھر کی جمع کھو بیٹھتے ہیں مدتوں کے بعد
فروغ پاتے ہیں اور بمشکل کماتے ہیں روزی کے ذرایع بہت تنگ ہو گئے ہیں تعلیم کی اخراجات
بہت بڑھ گئے ہیں اقبال مرکا ہے جس کو مولانا [illegible] کی چھوٹ بناتا ہے [illegible]
[illegible] اقبال [illegible] زبانی [illegible] اکثر [illegible]
اون کے [illegible] محمد یوسف مومنین ہو کر [illegible]
بالکل چھوٹ گئے کوئی تعلق نہ [illegible]
[illegible] تجارت [illegible]
[illegible] کام ہوا [illegible] مولوی تمیز [illegible]
مقابلہ میں کام کرتے [illegible]

صاحب اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ کے اوستاد تھے اونہوں نے اون کو انگریزوں میں
خوب ممدوح ہوایا اون کے چچا پرٹ صاحب جج ہوکر آئے اون کی وجہ کر یہ سرکاری مختار
ہوگئے مولوی صاحب کا نام خوب روشن کیا یوہانی پور میں باغ بنایا خوب خوب جلسہ رہا
راقم سے برابر ربط رہا راقم ہر جلسے میں شریک رہا تصدق مختار فضلو میاں سررشتہ دار اون
کے ہم جلیس تھے ایک لڑکے مولانا کے بدرالدجیٰ تھے وہ پولیس میں ملازم تھے اون کی
خبر ہمکو نہیں ہے مولوی وصی الدین وکیل مولوی ظہیر کے لڑکے ہیں جو حکیم بچو صاحب سونار
ٹولی کے لڑکے قطبی میاں کے سسر ہیں قطبی میاں بھی وکیل ہیں داروغہ اکرم و واعظ الحق
داروغہ کو مولانا کے خاندان سے تعلقات قرابت داری ہیں ورثا ہیں خوشحال ہیں مگر مولانا
کی بات اون کے ساتھ گئی اور مولوی ظہیر کے بعد وہ اقبال کسی کا نہیں ہوا اب یوجی پور
کا مکان ویران حالت میں ہے باغ بہت برا خراب ہوگیا کوٹھی میدان ہوگئی جسکا اقبال
ہوتا ہے اوس کے ساتھ جاتا ہے بہت خاندان ایسا دیکھا جہاں دو پشت بھی دولت
اور اقبال نہیں رہتا۔ مولانا حج بھی کر آئے تھے یوجی پور میں برادری میں بڑا دباؤ تھا
پرانے روش کے وضعدار آدمی گذرے لباس پوشاک مولویانہ رہا مولوی ظہیر کا
لباس بھی ہندوستانی رہا طرز معاشرت اس خاندان کا اب تک ہندوستانی ہے مولوی
وصی الدین نیک دل ہیں اور ہائی کورٹ میں مترجم ہیں۔

میر عنایت حسین سبزی باغ کے ایک پرانی روش کے وکیل تھے
اپنی زندگی آرام سے گذار گئے بقدر ضرورت کماتے رہے مولوی یحییٰ صاحب والا مکان

جس میں اون کے لڑکے مولوی غلام وارث تو لیش مولوی شفیع داؤدی مظفرپوری
رہتے ہیں میر عنایت حسین کا ہے وہ لاولد تھے اونہوں نے لاڈلے نامی ایک شخص کو متبنی
لیا تھا اور جو کچھ تھا اون کو دے گئے اونہوں نے میر صاحب کے بعد بالکل فروخت کر دیا
تصدق حسین مختار اون کے دوست کے ذریعہ سے مکان فروخت ہوا اور راقم کے
سمدھی مولوی محمد یحییٰ وکیل نے خرید کیا جو ہنوز ورثا کے ذمہ ہے میر عنایت حسین کا نام
و نشان غائب ہو گیا مورث کچھ ہی کر جاے ورثا اگر نہ رکھ سکے تو مرنے والا کیا کر سکتا ہے
کسی کی تقدیر کو کوئی بنا نہیں سکتا ہر انسان اپنی تقدیر ساتھ لیکر آیا ہے غریب کا لڑکا
امیر اور امیر کا غریب ہو جاتا ہے راقم نے چشم دید سیکڑوں مثالیں دیکھی ہیں ورثا کی عمر بھر کا
ٹھیکہ کوئی مورث نہیں لے سکتا در اولاد کے وقت بگڑ جاتے دیکھا ہے تبدل دنیا کا
لازمی کام ہے آئندہ کی فکر بالکل بیکار ثابت ہوا کی ہے اپنے کئے کچھ نہ ہوگا۔ کل کیا
ہوگا خدا ہی جانتا ہے۔

۴۷ منشی اسمٰعیل کھرہیا کے رہنے والے تھے اپنی زندگی آرام سے گذار
گئے اون کی لڑکے سید میاں مختار ہیں جو میر الفت حسین داناپور کے داماد ہیں میر الفت
حسین کی بیوی شاہ وجیہ الحق کی حقیقی بہن ہیں اور راقم کی خالہ زاد بہن تھیں محمود میاں
پھلواری عزیز الحسن داناپور و انیس الحق داناپور مسٹر مہدی حسن عرف مارٹن حکیم زبیر پھلواری
سے اون لوگوں کے تعلقات برادری ہیں ایک بھائی سید میاں کے وکیل ہیں راقم کو نام
نہیں معلوم ہے۔ نئے لوگوں نے آمد رفت نہ رکھی آگاہی کی کون صورت پیدا ہو دوستی

دنیا ہے چند روز بعد بھائی بھائی کو نہیں پہچانے گا چچیرے ممیرے خلیرے پھوپھیرے برتے
بہتیرے کا وقت آگیا پرانے لوگ شادی غمی میں شریک ہوا کرتے تھے لڑکے ساتھ اپنے رہتے
تھے برادریاں ظاہر ہوا کرتی تھیں سب چھوٹا برادری چھوٹی آمد رفت گئی نئی دنیا ہو گئی نئے لوگ
رہے نئی دوستی رہی کعت گیا احباب رہ گئے آمد رفت رہی تو خیر ورنہ یہ نہیں جانتا کہ
کون کہاں ہے کس سے کس سے تعلق ہے قرابت کیا ہے منشی اسمٰعیل کے وقت تک آمد
رفت رہی سید میاں کی خوشدامن کو میں نے گود میں لے کر طواف خانہ کعبہ کا کرایا ہے
ان کی اولاد کو اکثر دل کو نہیں جانتا اور آمد رفت ندارد ہے اوس لڑکی کو مرتے دم تک
دیکھا ہے اب سب سے کنارہ کش ہونا پڑا ہر خاندان میں یہی حال ہے زمانے کی یہی
ہوا چلی ہے تو برادری کا جتھہ کیونکر معلوم ہو سکتا ہے جس کو جس سے غرض ہو یا زبردست
اقبال ہے اوس سے برادری جوڑی جاتی ہے جس سے واقعی قرابت ہو وہ دور دور
کیا جاتا ہے رفتہ رفتہ بڑی مغایرت پھیلی اور پھیلی جاتی ہے اور بالکل اجنبی وار ہو کر رہنا
پڑیگا صرف سسرالی برادری جب تک بیوی زندہ ہے جاری رہے گی اوس کے بعد وہ بھی
ندارد چیر وب بیر کا غذوں میں متروکات کے وقت برادریاں تلاش ہو کرتی ہیں وہی بچا ہے گا
اصلی برادریاں نسبتیہ۔

۴۸ مولوی عبدالحکیم نگرنہسہ کے یادیاؤں کے رہنے والے تھے یہ ظہیر
بھائی مالا رپوری کے داماد تھے ان کی لڑکیاں مولوی یوسف حسین صاحب و دیگر
کے لڑکے سے بیاہی ہیں دونوں لڑکیاں اوسی گھر میں بیاہی گئیں دونوں مولوی یوسف

حسین صاحب مرحوم کی بیوہ ان ہیں اون کا لڑکا کسی کالج میں اسٹوڈنٹ ہے نام تو نہیں معلوم ہے
مولوی عبدالحکیم بہت پرہیزگاری کی زندگی گذار گئے مکہ میں انتقال کیا حج کو گئے تھے۔

مولوی منیر بہکار کے علاقہ کے وکیل تھے یہ بھی پرہیزگاری کی زندگی گذارتے ہیں ان کے تعلقات شیخ بھائیوں سے خواجہ پورہ میں ہیں بہت سادہ مذہبی آدمی ہیں خلیق اور ملنسار ہیں زیادہ حال معلوم نہیں ہو سکا۔

مولوی محمد اسحاق بھی پرانے وکیلوں میں ہیں دیہات ہی میں ان کے تعلقات ہیں شیخ بھائیوں سے ان کی برادری ہے مذہبی آدمی ہیں بقدر ضرورت کما لیتے ہیں بہت سادی زندگی گذارتے ہیں ان لوگوں نے کبھی اپنی ٹھاٹھ انگریزی نہیں رکھا مذہبی آدمی سے انگریزی ٹھاٹھ نبھ نہیں سکتی جو روزہ نماز کا پابند ہوگا وہ انگریزی لباس پہن کر روزانہ نماز نہیں پڑھ سکتا بہتیری قیود اس لباس ہی میں پیدا ہو جاتی ہیں اور اصراف کثیر کا متحمل ہونا پڑتا ہے جب تک وافر روپیہ صرف نہ کیا جائے انگریزی ٹھاٹھ کا نباہنا آسان نہیں ہے اوسط درجہ کے آدمی کے لیے ہندوستانی طرز معاشرت آرام دہ ہے بال بچوں کی پرورش بآسانی کر سکتا ہے اور آرام سے گذر ہوگا۔

مولوی جمیل [illegible] بہن پورہ کے وکیل ہیں مسماۃ نفیسن کے اسٹیٹ کے منیجر ہے اب سبزی باغ میں مکان بنا لیا ہے یہ سید غفار [illegible] کے بھائی ہیں شیخ لوگوں سے قرابت داریاں ہیں خواجہ پورہ والوں سے بھی قرابت داریاں ہیں خوشحال لوگ ہیں۔

۵۲
بابو راما نج سہائے وکیل کلیان پور آرہ ضلع کے رہنے والے کایستہ ہیں
ہرنرائن بابو سوپروائزر ڈسٹرکٹ بورڈ کے قریب تر رشتہ دار ہیں یہ کرشری میں اچھا کماتے
ہیں بہت ہوشیار اور قابل آدمی ہیں اُردو فارسی اچھی جانتے ہیں صاحب تصنیف ہیں
بعض کتابیں مفید اور اچھی شایع کی ہیں بڑے خلیق اور ملنسار ہیں خوش اخلاق ہیں کنبہ پرور
ہیں بہت آدمی ان کی یہاں رہتے ہیں کھانا کھلانے کا شوق ہے دوستی کی پختہ آنکھ میں
مروت بھی ہے پرانے خاندان والوں میں جو باتیں لازمی ہیں اون میں موجود ہیں۔
جوان آدمی ہیں اور نہیں ہیں غصہ ور اور تنک مزاج سرد نہیں ہیں دریا پور میں راقم کی کوٹھی
کے قریب اپنا مکان بنا لیا ہے پوجا پاٹ کرتے ہوئے خوش حالی سے زندگی گذارتے
ہیں سوسائٹی اعلیٰ رکھتے ہیں ان سے اچھے اچھے افسروں سے ملاقات ہے ان کے یہاں
شام کو اچھا مجمع قابل لوگوں کا رہتا ہے۔ سوشل آدمی ہیں ان کو پولیٹکس کا شوق نہیں
ہے صاحب اولاد ہیں۔

۵۳
منشی لطیف ایک وکیل گذرے ہیں اون کا مکان راما نج بابو
کے مکان کے قریب تھا اون کو مقدمہ لڑنے کا بڑا شوق تھا مقدمہ بازی کی بدولت
اون کی زندگی عافیت کی نہیں گذری مقدمہ بازوں کی زندگی بہت پریشان گذرتی
ہے مگر اس کی لذت جس دل میں آجاتی ہے اوس کی دل بستگی بغیر اس کے نہیں ہوتی
ہے۔ مگر مقدمہ بازوں کے ورثا کو پریشان ہوتے دیکھا جائداد سب خراب خستہ ہو جاتی
ہے ان کے بعد جائداد جو حاصل کی تھی برباد ہو گئی ورثا کا حال نہیں معلوم کون ہے۔

گنڈہاری بابو گوناتوان کے رہنے والے بھابھن ہیں پٹنہ میں لالکچرار ہیں اور
ہائی کورٹ میں وکالت کرتے ہیں ان کے تعلقات سر گنیش دت منسٹر سے ہیں اون کا مکان
بھی اوسی بستی کے آس پاس ہے یہ بڑے منتظم آدمی ہیں دریاپور میں ایک ہی مکان میں
دس برس سے ہیں اور راقم کی کوٹھی دریاپور کے متصل رہتے ہیں بہت سادی زندگی گذارتے
ہیں انگریزی نمافٹ فاٹ نہیں ہے۔ چالیس سے اوپر کے آدمی ہیں۔

۵۴ مولوی عزیزالحسن مرحوم منشی امیر حسن سررشتہ دار صدر اعلیٰ کے بھانجے تھے اور
مولوی ولی عالم پھوپھا کے داماد تھے راقم کے پھوپھوزاد بہن سے بیاہے تھے منشی امیر
حسن کا مکان سنگر یاواں میں تھا انکا مکان ہینا نواں علاقہ گیا میں تھا پہلے یہ عدالت
میں محافظ دفتر رہے پھر وکالت کیا پھر گوشہ نشیں ہو گئے بہت کم لوگوں سے ملا کرتے تھے
ان کے ساڑھو سید میاں رئیس سنگر یاواں ہیں اون کے لڑکے اختر حسین وکیل ہیں اسی
خاندان میں سر فخرالدین منسٹر کے ایک لڑکے بیاہے ہیں مولوی عزیزالحسن کو دو برس ہوا
انتقال کر گئے لاولد تھے بیوی زندہ ہیں ان کے یہاں منشی عبدالرحمن ساکن بابی کا پردازنی
تھے وہ پہلے راقم کے یہاں تھے منشی عبدالرحمن نے اسقدر خدمت گذاری کی کہ وکیل
صاحب کو اولاد اور بھائی کا مزہ ملا افسوس وہ مر گئے ورنہ بڑی قدر کرتے تاہم وہ
اپنی بیوی کو ان کی نسبت بہت کچھ کہہ گئے اور ہنوز وہ ہیں اور گھر کو شل سوانگ کے
سنبھال رکھا ہے بہت خیر خواہی سے مکان کو آباد رکھے ہوئے ہیں رحمان میاں
بیٹے نعمد سلیم ہیں وہ رنگسازی کرتے ہیں رحماں میاں کے بھائی مولوی ولی الحق ول

مولوی احسن صاحب ڈیانواں کے ملازم ہیں منشی عبدالرحمن میں ہمدردی اور خدمت گذاری
کا مادہ لاجواب ہے راقم کو ان کے جدا ہونیکا افسوس ہے اگر راقم کو پہلے سے اسقدر تجربہ
ہوتا تو راقم ان کو ہرگز جدا نہ کرتا وہ خانقاہ منگل تالاب کے مرید ہیں مولوی عزیزالحسن نے
ظفر عالم ولد محمد اکرم کو اپنے یہاں پڑھایا شادی فیروزی میں محمد حافظ کی لڑکی سے کی مگر
لڑکا مرگیا۔ بی اے میں تھا اچھا نوجوان ہونہار آدمی نوجوان مرگیا ان کو صدمہ بہت ہوا
چند ہی روز بعد خود مرگئے اون کے بھائی مولوی نور صاحب علیگڈھ میں پروفیسر ہیں
وکیل صاحب نے اون کو پڑھایا حافظ زاہد صاحب کے خاندان میں پھلواری میں شادی
ہوئی صاحب اولاد ہیں اون کے لڑکے سب خواندہ ہیں ایک لڑکے کی شادی حافظ
علی مظہر ڈپٹی کے یہاں تھی اوسی دن ہوئی تھی جسدن مولوی عزیزالحسن کا انتقال ہوا
تھا صبح کو تجہیز و تکفین ہوئی شام کو بارات آئی وہ بچی بھی نہ رہی یہ بھی عجب طرح کی شادی
تھی اپنی زندگی میں یہ پہلا واقعہ دیکھا کہ حقیقی بھائی مرتا ہو اور شادی دو چار روز بھی نہ بڑھ
سکی شاید پختگی انگیجمنٹ کا باعث ہو مگر ہندوستانی برادری میں یہ ایک نئی بات ضرور ہوئی
امیر عالم ولد محمد اکرم دوسرے لڑکے اپنی پھوپھو کے گھر میں ہیں اودپالی میں بیاہے ہوئے
ہیں ان کو بھی بیعت منگل تالاب پیر شاہ حبیب الحق صاحب سے ہے مولوی عزیزالحسن
کی بیوی نے اپنی جائداد کسی اہل قرابت کو لکھا اور مقرری حیاتی کا قرار کیا مقرری نہ
لکھی گئی مقدمہ بازی شروع ہوئی جائداد خراب ہوئی شرکت کر کے مقدمہ لڑتے ہوئے
راقم نے سیکڑوں آدمی کو دیکھا ہے جس نے اپنی زندگی میں اپنے اختیارات کھو دیئے۔ یا

جائداد لکھی پس وہ سخت پریشان ہوا راقم کو خود ذاتی تجربہ ہی کہ اولادوں کو دیکر پسپانا پڑا اور بری زندگی میں بعض چیزیں برباد ہوئیں اپنے خاندان کے لوگوں کو اس بلا میں مبتلا ہوتے دیکھا احبابوں کو دیکھا اون کو بھیک کی نوبت آئی یہ زمانہ اپنے اختیارات کو منتقل کرنے کا نہیں ہے آیندہ لوگوں کی خیر اندیشی میں اپنی خرابی خود پیش آجاتی ہے۔ جائدادیں دوسروں کا واجبی حق مارنے کی غرض سے لکھی جاتی ہیں اور آئندہ کے تکرارون کے روکنے کی غرض سے منتقل کیجاتی ہیں مگر خود ہی اپنے وقت ہی میں لڑنا پڑتا ہے منتقل شدہ جائداد کا واپس آنا اس زمانے میں تو مشکل ہے نام بنام بھی واقعات لکھ سکتا ہوں جس کا انکار کوئی نہیں کر سکتا مگر وہ ذاتی حملہ ہوجائے گا۔ اس لیے گول گول طور پر قوم کو آگاہ کئے دیتا ہوں کہ ہرگز ہرگز اپنی زندگی میں اپنی جائداد اور اختیارات کو زائل نہ کریں ورنہ سخت پریشانیاں ہوں گی اور بھیک کی نوبت آجائے گی بڑے بڑے لوگوں پر ایسی ایسی مصیبتیں آپا کی ہیں جو چشم دید دیکھا ہے اور بہتیرے اب تک زندہ ہیں جو زندہ مثال ہے جائداد کوئی غیروں کو تو دیتا نہیں ہے اپنے ہی عزیز خاص کو دیتا ہے اونہیں سے پریشانیاں پہونچی ہیں اولاد تو اپنے ماؤں کا دین مہر نہیں چھوڑتے اور باپ کے پاس جائداد کا رہنا قبول نہیں کرتے فقیر بنانے اور تکلیف پہونچانے میں باز نہیں آتے قریب تر اقربا مصیبت کے وقت میں کام نہیں آتے احباب ہی مددگار ہوتے ہیں ایسی محبت بیجا میں پڑنا جو خود کو تکلیف دہ ہوا کریگی کوئی ایسی خیر اندیشی دوسروں کی کرنا کتنی بڑی غلطی ہی دوسروں کو فائدہ پہونچائیں خود صاف ہوجائیں یہ کون عقلمندی ہے جس نے خدائی

قانون شکنی کا ارادہ کیا ہے وہ بہت پریشان ہو کر رہتا ہے خدا نے جو کچھ دیا ہے اوسکا
عمدہ تصرف کیا جائے ورثا کی تقدیر جیسا ہوگا ہوگا خدا کے لئے جو وقف کیا جاتا ہے
اوس کو تو لوگ لڑکر توڑا کرتے ہیں انسان کوئی ثواب جاریہ کا کام بھی اب نہیں کر سکتا ہے
راقم نے سیکڑوں بڑے بڑے اوقاف کو بھی ٹوٹتے دیکھا ہے پٹنہ کے بہتیرے لوگ
واقف ہیں اور کچہری والے روزمرہ ایسے تماشہ دیکھا کرتے ہیں اگر تکراریں نہ ہوں
تو کچہری والوں کی روزیاں کیونکر مہیا ہوں یہ سب خدائی قدرت کا کھیل ہے کس
کس طرح پر روزی کا سامان ہوا کرتا ہے جونیر وکلا کیا لیکر آتے ہیں اور سینیر وکلا کیا ترقی
کر جاتے ہیں اور کیا چھوڑ جاتے ہیں ذرا غور کرتے جائیے نظر دوڑائیے کہاں کی دولت
کس کس کو پہونچتی ہے مقدمہ والوں کا چٹھا دیکھنے سے پتہ ملتا ہے سواری والے ریلوی
کمپنی آشناسپ والے چپراسی گواہ خوراکی والے گواہ کاغذ دوات قلم پنسل والے ٹائپ
والے تائید محرر سررشتہ والے وکلا اون کے متعلقین اور مذکورالصدر لوگوں کے متعلقین
کس کس کی روزی کا سامان ایک مقدمہ باز کے سر عاید ہوتا ہے مرنے میں روزی رسانی
جینے میں روزی رسانی شادی غمی میں روزی رسانی میلے ٹھیلے میں روزی رسانی نذر و نیاز
میں روزی رسانی مکان بنانے اور توڑنے میں روزی رسانی دنیا کے ہر کام میں روزی
رسانی کی رسی دراز پائیگا ایک سے ایک کی کڑیاں لگی ہوئی ہیں خدا کا ایک ہاتھ نہیں
ہے ہزاروں ہاتھ بندگان کے موجود ہیں ان ہاتھوں میں ایک دوسرے کی روزی پہونچا
کرتی ہے احمد کی پگڑی محمود کا سر محمود کی پگڑی احمد کے سر چڑھا کرتی ہے ان باتوں کے

رموز کی طرف توجہ ڈالیے تو خدا کی خدائی پر یقین آتا جائے گا اور اوس کے رب العالمین ہونیکا یقین آجائے گا دنیا یونہی چلا کرتی ہے اور چلے گی اسباب پیدا ہوتے جاتے ہیں۔ دنیا میں صبر و استقلال کے سوا چارہ نہیں ہے جو ہوتا ہے ہوگا اپنے اوپر جو وقت آیگا برداشت ہی کرنا پڑیگا اپنی کرنی کا خمیازہ خود بھگتنا ضروری ہے اپنا دماغ ہی کیوں ایسا ہوا جو ایسا ہوا وہ تو انتظام عالم ہی ایسا ہے کہ اپنا دماغ ہی ویسا ہو جاتا ہے اور اوس کے مطابق کرنا ہی پڑتا ہے وہاں رموز پوشیدہ ہیں وہ اپنا کام کرتے جاتے ہیں اور میرے ہی ہاتھ سے سب انجام ہو رہا ہے جو خدا کے نام ایک پیسہ ندے کس خوشی سے ہزاروں ہزار ہر موقع پر صرف کر رہے ہیں اور خود دلگیر ہو رہے ہیں اور خوشی میں انجام بھی کر رہے ہیں اسی کو مشیت خداوندی کہتے ہیں جو انسانی طاقت سے باہر ہے۔

مولوی غلام قادر صاحب ولد میر عبد القادر از خاندان میر چاک

ساکن لودی کٹرہ تھے میر عبد القادر صاحب میر امیر جان اور حکیم کاظم حسین لودیکٹرہ کے بھائی تھے میر امیر جان کے سوتیلے بھائی تھے حکیم صاحب کے چچیرے بھائی تھے اون کا مکان راقم کے والد نے خرید! جو دکھن درای سیڑھی .... اور آنگن راقم کا ہے میر عبد القادر صاحب نے پکی گوریا میں مکان بنایا تھا جسے ننا صاحب از خاندان منجھو سنجھو صاحب نے بعد مولوی غلام قادر کے خرید کر لیا تھا اب خبر نہیں کس کا ہے میر عبد القادر صاحب نے بہت سادی زندگی منقیانہ گذارا اور اکل حلال کھایا وہ ٹین کی ڈھبریاں لوٹے لال ٹین بناکر اپنی اوقات گذاری کرتے

رہے جائداد کی آمدنی سے خود نہیں کھایا حج بھی کیا بوڑھے ہو کر انتقال کیا بڑے معقول
آدمی گذرے مولوی غلام قادر صاحب سیٹی اسکول میں ماسٹر رہے راقم کے کلاس میں
مدتوں ماسٹر رہے پھر وکالت پاس کیا وکالت خوب چلی اچھا کمایا مگر بڑے خراچ تھے
اور دوست پرست تھے کچھ پس ماندہ نہیں چھوڑا ان کی شادی خواجہ محمد خلیل صاحب
مدرس کے خاندان میں ہوئی تھی خواجہ اسمٰعیل صاحب وکیل سے ان سے قرابت ماں
ہیں انہیں کے یہاں خواجہ اسمٰعیل صاحب نے تعلیم پائی اونہیں کے یہاں مولوی
عبدالغنی ساکن آرہ نے پڑھا وہ پٹنہ میں پی ام جی ہو کر پنشن پاکر وطن میں زندہ ہیں۔
مولوی غلام قادر صاحب کے تائید محمد منیر الدین تھے جو بالکل ہندوستانی لکھنؤ والی
وضع کے آدمی تھے اون کی برادریاں ملک بھائیوں میں تھی اور اچھی عیش کی زندگی
گذار گئے منشی عبدالکریم مختار بھی انہیں کے تائید تھے وہیں رہ کر مختار کاری پاس کی
مولوی صاحب کو چوسر کا بڑا شوق تھا مولوی محمد یحییٰ صاحب وکیل کا عرضی دعویٰ اور
مولوی غلام قادر صاحب کی بیان تحریری ضرب المثل تھی ان کی جنازے کی نماز عدالت
کے میدان میں ہوئی اور کچہری ان کے انتقال کے روز بند ہو گئی تھی خدا بخش خاں صاحب
کے انتقال میں بھی بند ہوئی تھی اون کے لڑکے مولوی حفیظ صاحب وکیل ہیں اونہوں
نے والد سے زیادہ ترقی کی میونسپلٹی کے پریسیڈنٹ ہو گئے میونسپل کمشنر ہو گئے فلو آف
یونیورسیٹی ہو گئے بڑی کوٹھی قدم کواں میں بنالی اون کی شادی کلانواں میں ہوئی
اون کے تعلقات سسرالی میر احمد حسین ہرسندل گلی سے بھی ہیں اور مدرسہ پر

خواجہ زادوں سے ہیں ان کی لڑکی کی شادی حکیم عمر صاحب جہان آباد کے ایک عزیز سے ہوئی وہ مولوی عزیز الحسن وکیل کے بھی قرابت قریب کے ہیں یہ صاحبزادہ ولایت سے کوئی کام سیکھ کر آئے ہیں مولوی حفیظ صاحب کو سسرالی جائداد کافی ملی ہے اور خود بھی اچھا کماتے ہیں اس وقت بہت اچھا اقبال ہے۔

میر وزیر حیدر ۵۵ و میر امیر حیدر دو کلایان یہ لوگ محسن پور کے رہنے والے دونوں بھائی تھے اور میر اکرم شیر و میر محبوب شیر و مرتضیٰ شیر ساکنان محسن پور کے قرابت قریب کے آدمی تھے و میر قاسم شیر اور محبوب شیر و پھار اقم دونوں حقیقی بھائی تھے میر امیر حیدر نے رسیہ میں قیام کر لیا اور سبزی باغ میں بھی مولوی یحییٰ صاحب وکیل کے اوپر مکان ہنوز قائم ہے اون کے بیٹے بھی نیک مزاج زندہ ہیں اور حفیظ بابو صدگی ولد میر احمد حسنین ولد میر اسمٰعیل علی اون کے ایک داماد ہیں دوسرے داماد مظہر بابو ولد سید میاں نوادہ اون کے داماد تھے سید میاں شاہ مبارک حسین ولد شاہ تبارک حسین ڈیانواں کے بہنوئی تھے یہ سب لوگ مرگئے حفیظ بابو زندہ ہیں صاحب اولاد ہیں خواجہ کلاں وارڈ میں مفصل حال ہے میر وزیر حیدر کا مفصل حال چوک د خواجہ کلاں دونوں میں ہے اون کی پہلی شادی ہادی میاں حاجی گنج کی بہن سے ہوئی جن کے لڑکے علی حیدر میاں تھے وہ بخاندان خان بہادر معین الدین صاحب بیاہے تھے صاحب اولاد تھے اسی سال مرگئے دوسری شادی عبد الرحمن خان ساکن باغ کالو خاں کے یہاں بخاندان لکھی و احمد علی و نواب فدا علی مقتول مرحوم کے یہاں

ہوئی اون سے اولادیں زندہ ہیں اور بیوی بھی ہنوز زندہ ہیں مکان بھی موجود ہے دیہاتی
لوگوں نے شہر میں بیا ہنا کرلیا اور شہری کے باشندے زیادہ ہوگئے سارے ملکی لوگ
دیہاتی ہیں شہر میں خوش باش ہیں ان لوگوں کی وکالت کو بڑا فروغ ہوا گھر کی زمینداریوں
سے کارخانہ چلتا رہا۔

۵۵
مولوی کبیر صاحب پھلواری کے ایک وکیل تھے اون کے بھائی مولوی
بشیر صاحب تھے جو مدتوں مکہ میں رہے پھر چھپرہ میں رہے اون کے اولاد تھی مولوی کبیر
صاحب بڑے تاریخ گو شاعر اور فن گل تراشی میں استاد تھے پھلواری میں اون کا مکان
ویران حالت میں موجود ہے خبر نہیں اون کے ورثا کون ہیں اپنی زندگی سادی
آرام کی گذار گئے مدت ہوئی انتقال ہو گیا اب لوگ اون کو جانتے بھی نہیں ہوں گے
بس مرگئے دنیا بھول گئی چند روزہ زندگی کو جس نے برباد رکھا ہے اوس سے زیادہ بد
عقل اور کون ہو سکتا ہے دنیا میں آئے تو کھانا کمانا نیکی کر جانا خدا کی یاد کرنا اور لا پرواہ
ہو کر مرجانا اور دنیا والوں سے بے سروکار ہو جانا ہی تو کام ہے بقیہ سب بات تو بات
ہی اس کتاب میں سارے واقعات جو نظر سے گذرے ہیں درج ہیں کون کس کا ہوا ہے
مرنے کے بعد دم راہ ہم گذرے دنیا ختم ہوگئی کدھر خیال ہے کہاں کا جنجال سر پر لئے ہیں

۵۶
مولوی کبیر علی ولد مولوی امیر علی ساکن صدر گلی دونوں باپ بیٹے وکیل
تھے مولوی امیر علی حاجی پور میں تھے چند سال گذرے قضا کر گئے مولوی کبیر علی زندہ ہیں
آخر یہ بھی وکیل ہی ہیں تقدیر کی بات ہے ان کی آمدنی ویسی نہیں ہے جو تو نہ لوگوں کی

ہوا کرتی ہے ان کے سینیر اور قابل ہونے میں کوئی عذر نہیں ہے بقدر نہیں اقبال پویانہ
ہوا بقدر گذران کماتے ہیں شہر یئے روز آتے جاتے ہیں ان کے والد بھی بقدر گذران
آخر وقت تک کماتے رہے زیادہ دولت ان کے پاس بھی نہیں آئی باعزت و آبرو
مر گئے ان کی قرابت داریاں بخاندان شاہ محمد منعم لودی کٹرہ رہی اور بعض برادری خاص
خاص خاندان سے نیورہ میں بھی ہوئی تھی مولوی کبیر علی نیک دل اور مذہبی آدمی ہیں۔
ظاہر انمائش نہیں ہے نیک آدمی کی بڑی خرابی ہے لوگ اوس کو دنیا کے کام کا نہیں جانتے
اسلیے ایسے آدمی کو جو مذہب کا پابند ہونا چاہتا ہے دنیا میں نام و نمود کم ہوا کرتا ہے دنیا
خود مکر و فریب کی ہے آپس میں مکر و فریب کی صورتیں کامیاب بناتی ہے راقم نے بہتیرں
کو دیکھا قابلیت ہی مگر مذہبیت ہو تو ایسے آدمی دنیاوی ترقیاں کم پاتے ہیں دنیا کمانا ہے
اور نام و نمود پیدا کرنا ہے تو دنیا داری کے رنگ پر روش اختیار کرے تو کچھ دنیا حاصل
ہو جاوے اور مال کار دینی رہا کہ دوسروں کے لیے سامان کر جاوے خود حسرت اور جوابدہی
لیجاوے بہترین زندگی یہی ہے کہ کماے کھائے کھلاوے عاقبت کی جوابدہی سے بچتا ہوا
صاف ایماندار بن کر مر جاوے جنہوں نے خوب کمایا اور خوب عیش کیا دنیا والوں کیلیے
اچھا سامان کر گئے وہ اپنے ساتھ کیا لے گئے اور دنیا والوں سے کیا پھل پایا یا مرنے
کے بعد تو فاتحہ تک تدارد ہے شاید مردوں کے رجسٹر میں مرنے کی تاریخ بھی ڈھونڈھنا
پڑے گی بزرگوں کے مرنے کی تاریخ تو اون کو یاد رہتی ہے جن کو کچھ ثواب پہونچاتا ہے۔
جن کو مورث کی کمائی سے لطف زندگی اوٹھانا ہے وہ تو عذاب رسانی کا کام کرتے

اضافہ عذاب میں مورث کے مددگار ہوا کرتے ہیں اگر دنیا میں زندگی ٹھیکہ لئے ہے اور
میعاد بھی معلوم اور معین رہتی تو خدا جانے اور کیا کیا ہوتا اس بے یقینی اور بے وقت لامعلوم موت
کے اوپر تو دنیا میں کیا کیا ہو رہا ہے جیسے سب دیکھ رہے ہیں اللہ ہر بندے کو راہ راست
پر لائے۔

۵۵ مولوی شمس الحسن و قمر الحسن یہ دونوں بھائی ڈکیل ہیں نگر نہسہ کے رہنے
والے ہیں بستی والوں سے قرابت دادیاں ہیں منشی جھمن صاحب ایک مشہور آدمی کے خاندان
سے تعلقات ہیں صدر بابو منشی عبدالواحد سے برادریاں ہیں منشی عبدالغفار مرحوم وصدو
میاں و ریسیر صاحب برادر منشی عبدالغفار سے عزیزداریاں ہیں محمد نصر بندہ راقم کے نانی
کی شادی اسی خاندان میں منشی عبدالغفار کی لڑکی سے ہوئی ہے مولوی شمس الحسن کے خاندان
چاہ ما میاں برادری مولوی شکور مختار لودی کٹرہ کے سسرالی قرابت داروں میں ہیں
ہیں وہ خاندان حکیم محمد صاحب بہار شریف کا بولا جاتا ہے گھر کی زمینداری بقدر ضرورت
ہیں لوگوں کو اقبال تو شہر میں ہو جاتا ہے روزگار چل جاتا ہے مگر آبائی مکان ویران ہو جاتا
ہے اور آبائی روش زندگی پھر نوجوانوں کو میسر نہیں ہوئی وہ خودمختاری کی زمینداری
کی اور حکومت کی زندگی اس زمانے میں کس کو میسر آتی ہے لاکھ عہدہ پائیں خوب تعلیم
پائیں خوب کمائیں مگر وطن سے دور اور علائے وطن رہنا ضرور ہو گیا ہے پرانے لوگ
گذر گئے کم آمدنی پر گدیاں لگائے اپنی بستی کے اندر خودمختار آرام کی زندگی گذار گئے
ان کی روش بھی بدلی ہوئی نئی تعلیم دینے کے معنی ہیں جلائے وطن بنانا ہے ور آبائی

پیشہ چھوڑانا ہے اور آبائی گھر کو ویران بنانا ہے۔

۵۵ مولوی امتیاز کریم برگبھہ کے رہنے والے ہیں سید نظیر الحسن راقم کے چھوٹے لڑکے کے سسرالی قریب تر رشتہ مند ہیں مولوی ہادی حسین اور شاہ عیدن صاحب چوریکپ سے قرابت داریاں ہیں پہلے یہ سب ڈپٹی تھے چونکہ اوس عہد میں مشاہرہ کم کام زیادہ ترقی ندارد اس لیے اونہوں نے وکالت کرلی اور نوکری چھوڑدی ملازمت میں تقدیر بند ہوجاتی ہے خود مختار پیشہ میں ترقی کی راہیں کھلی رہتی ہیں اب یہ اچھا کما لیتے ہیں دوسری شادی سے مولوی ابوالعاص ولد مولوی منظر علی ولد مولوی اظہر علی کے ساڑھو ہیں کولور میں بخاندان مولوی عبدالواسع شادی ہوئی پہلی شادی ان کی صدو میاں رحبر ادر برادر درگاہی میاں ساکن برگبہ کے یہاں ہوئی تھی صدو میاں منشی حسن رضا مرشنہ دار ججی کی بہن کی لڑکی سے حاجی پور میں میر جواد حسین ولد میر سلامت حسین کے یہاں ہوئی تھی اوس محل سے اولاد بھی ہے حاجی پور شکور میاں و نور میاں سے ان سے قرابت داریاں ہیں اب بہت خوشحالی سے اچھے وکیلوں میں ہیں اور امید ترقی ہے آدمی ہوشیار اور نیک اور عقلمند ہیں اونہوں نے نوکری چھوڑدی یہ پہلی عقلمندی کا کام کیا ورنہ عمر بھر اور سب ڈپٹیوں کی طرح بلا ترقی اس مقدار ناکافی مشاہرہ پر زندگی گذارنا پڑتی اور بدلی وغیرہ کی بدولت جابجا وطن رہنا پڑتا۔ دی سٹل لائف میسر نہ ہوتی نوکر پیشہ کی زندگی ذوگرشتی کی ہو نہیں سکتی جب تک آدمی میں انرجی باقی رہتی ہے اوس وقت تک تو مسافرانہ زندگی گذرتی ہے جب قوی جو اب

دیتے ہیں لغزاجات بوجہ علالت وکمزوری کے بڑھ جاتے ہیں اوسوقت پنشن ملتی ہے
جوناکافی ہوتی ہے جانی مالی تکلیفیں برداشت کرنا پڑتی ہے اوس وقت انسان گذشتہ
زندگی پر پچھتاتا ہے اکثروں کا تو آبائی مکان تک خراب ہوجاتا ہے درستگی کا موقع بھی
نہیں آیا اور مرنا پڑتا ہے مابعد والے پریشان اور سرگرداں ہوجاتے ہیں انسان کو موقع
وقت کہاں آتا ہے کہ نئے سرسے نئی زندگی کا سامان کرے مرا او پنشن بھی
غائب پنشن یافتوں کی آخری زندگی جاکر دیکھ لیجیے اکس مصیبت اور تکلیف میں گذرتی
ہے اور کسقدر پچھتاتے ہیں راقم کو بہت اتفاق ہوا ہے پنشن یافتوں سے خوب ملا کیا
اون کی حالت پر خوب غور کیا اون کے پہلے انداز کو سوچا گیا دوسرا آدمی ہی ہوجاتا ہے
ایسا شکستہ دل پاتا ہوں کہ افسوس آتا ہے کچھ تو حکومت جانیکا افسوس کچھ تنہا
رہنے کا افسوس گذشتہ مرید اریوں اور خوشامدیوں کا افسوس اپنے پوزیشن میں فرق
آنیکا افسوس اپنی صحت کی خرابی کا افسوس آلغرض مجسم مایوسی پایا گیا جس نے اس
آخری نتیجہ کو سوچا وہ بڑی عقل والا ہوا کرتا ہے "مرد آخر بیں مبارک بندہ ایست"
نوکری کے وقت کا مزاج اور پنشن کے بعد کا مزاج اور رہتا ہے ملازمت کے وقت
اوس دن کا خیال تھوڑا ہی رہتا ہے حکومت کا نشہ چڑھا رہتا ہے راقم پنشن یافتوں
سے ضرور ملتا ہے اون کی شکستہ دلی دیکھتا ہے. پہلا دن یاد آتا ہے خدا کی
قدرت یاد آتی ہے۔

مولوی محمد محسن بازیت پور کے رہنے والے شاہ فصیحت شاہ

کے لڑکے اور میر ابرار حسین ساکن حبیبا شیخ پورہ کے داماد ہیں یہ لاولد ہیں شاہ عیدن
صاحب چوہ بچک بہار کے قرابت دار خاص گھر کے خوش مقدور ہیں حاجی بھی ہیں صغرا
اسٹیٹ کے ریسیور ہوئے اب شہسرام میں بڑی گدی کے ریسیور ہیں مذہبی آدمی ہیں سید
نظیر الحسن راقم کے چھوٹے لڑکے کی سسرالی قرابت دار خاص ہیں نیک دل مذہبی
آدمی ہیں ان کے والد حضرت حاجی وارث علی علیہ الرحمۃ کے خلیفہ تھے اور بہت
اچھے بزرگ گذرے بھائی ابرار صاحب کے چند لڑکے ہیں ایک معین میاں ہیں جو
مولوی یوسف حسین نودی کٹرہ کے منیجر ہیں دوسرے معین میاں بہار بارہ دری کے
یہاں چیرو میں منیجر ہیں تیسرے بھی کہیں ملازم ہیں ایک لڑکے نظیر الحسن مذکور کے ساڑھو
ہیں محمد ظفیر کلکتہ میں ہیں وہ بھی نظیر الحسن کے ساڑھو ہیں میر ابرار حسین گھر کے خوشمقدور
ہیں رئیسانہ زندگی گذارتے ہیں شاہ عیدن صاحب چوہ بچک نظیر الحسن مذکور کے
خسر ہیں اون کے وہ بہنوئی تھے مولوی مہدی حسن نے اچھا کما لیا ہے۔

۱۹۱ مولوی کاظم صاحب پرانے وکیل ہیں ان کا مکان پھلواری کے پاس
حسن پورہ میں ہے ان کی قرابت داریاں دیہات میں ہیں اچھا کما لیتے ہیں۔

۱۹۲ مولوی رشید اللہ صاحب غازی پور کے اطراف کے ہیں یہ مولوی
بشیر انبیر وند مولوی نور کے داماد ہیں بشیر میاں کی شادی حاجی گنج میں نانٹے نصیر
نواب کے بہن سے ہوئی تھی نانٹے نواب کے بیٹے کریم الدین نواب زندہ ہیں مولوی بشیر
کے بھائی حافظ نظیر الحسن راقم کے پھوپھزاد بہن سے بیاہے تھے۔

ادن کے لڑکے مسٹر ظہیر بیرسٹر ہیں اور امیر مرحوم تھے اور چھوٹن ہیں اور بجن بابو ہیں امیر مرحوم
حکیم ظہ کے داماد تھے چھوٹن کی شادی بابلی میں شاہد میاں کارپرواز کے خاندان میں غضنفر
میاں کے یہاں ہوئی اسی خاندان میں سکھو میاں لودی کٹرہ اور شبلی میاں لودی کٹرہ
دلدان میر اظہار حسین اور قاضی یونس صاحب قاضی چک بیاہے ہیں ایک بھائی نظیر
میاں کے خان بہادر ظفیر الحسن بہار انیر ہیں وہ صاحب اولاد ہیں پہلی شادی اون کی
میر ابوسعید خان بہادر کے یہاں قلعہ پر ہوئی پیر شہید میاں کے خاندان میں پنجور ہ
قاضی سرا میں ہوئی اون کے ایک لڑکی ڈپٹی لطیف عالم آرہ حال مقامی سبزی باغ
کے ہیں ایک لڑکے وکیل ہیں ایک کا نام مظفر حسین ہے مولوی رشید صاحب کو
سسرالی جائداد اچھی ملی بھنور پوکھر میں گھوڑا اسپتال کے سامنے بڑی کوٹھی ہے وکالت
بہت اچھی ہے نظارہ میں مشہور ہیں دیر آشنا آدمی ہیں متین ہیں کم سخن ہیں بے ضرورت فضول
گویاں نہیں ہیں دانشت کے آدمی ہیں رئیسانہ مزاج ہے اب قرابت داریاں خاندان
قاضی وحید و قاضی عبد الحمید لودی کٹرہ سے ہو گئیں ہیں بہت خوش حالی سے زندگی
گذارتے ہیں ان کے یہاں ٹپی میاں پھلواری کے لڑکے متنی ہیں جنکا حال بہ خاندان
چودھری ظہور صاحب اسلام پور ملے گا۔

ڈاکٹر غیاث الدین صاحب کے پوتے مولوی حفیظ صاحب بلخی کے لڑکے
بھی وکیل ہوئے بڑے تیز صاحب فہم لڑکے ہیں امید کی جاتی ہے کہ بہت جلد ترقی پذیر
ہوں گے بلخی خاندان میں ذہانت جی داری تیز چشمی سخاوت اور تیز زبانی ضرور رہتی ہے

گر استقلال کم رہتا ہے اسی کا خوف رہتا ہے مولوی حفیظ صاحب کو بڑی بڑی نوکریاں
ملیں چھوڑتے گئے ڈاکٹر غوثی صاحب کو بڑے بڑے مواقعات ملے چھوڑتے گئے مولوی
شرف الدین ڈاکٹر غوثی کے بھائی کو بہت موقع ملا چھوڑتے گئے مولوی نورالدین نے
اکثر ضلع کو چھان ڈالا جہاں گئے خوب کمایا چھپرہ رہے پٹنہ رہے چمپارن رہے مظفرپور رہے
رہے حیدرآباد رہے گیا میں رہے ان لوگوں سے قاضی رضا حسین خان بہادر پھوپھا
راقم سے قرابت داریاں خاص ہیں اصل وطن ان لوگوں کا غنی چک اکونا میں ہے
جہاں کا ستولی زمیندار راقم ہے خواجہ پورہ والے شیخ تفضل حسین پھوپھا جنکا راقم
جانشین ہے اون سے ان لوگوں سے رشتہ داریاں تھیں جائداد اون لوگوں نے شیخ
تفضل حسین مرحوم کی پائی ہے منشی محمد کریم پرسائں سے ان لوگوں سے رشتہ داریاں
ہیں اب تک ان لوگوں کا نشان مکان وکاشت دلی پور اکونہ میں ہے قمرالدین مختار ولد
مولوی شرف الدین نے تو مدتوں میری اجلاس میں کام کیا غیر مستقل اور پارہ صفت
ہونا بجپنوں میں لازمی بات ہے خدا نوجوانوں کو استقلال دے غیر مستقل زندگی مضر ہوا کرتی
ہے ان صاحبزادہ کا نام راقم کو نہ معلوم ہوسکا دو تین ملاقات میں اون کی فطرت سے
آگاہی کرلی۔ غالباً رفیع الدین ہے۔

آل امام عرف چمرو بابو کے لڑکے بھی وکیل ہیں ان کا نام تو راقم کو نہ ملا غالباً
جعفر امام ہے چمرو بابو مولوی وحیدالدین خان صدر اعلیٰ کے لڑکے دانا پور میں ۔ بہت تھے
مولوی فضل امام خان بہادر کے اور مولوی یوسف امام کرائے پر سرائے کے اور نواب

امداد امام کے چھوٹے بھائی تھے منشی اسمٰعیل صاحب بہ پورہ کے داماد تھے مولوی نور الحسن وکیل چوہٹہ اور منشی ظہور صاحب قانون گو کے بہنوئی تھے منشی اسمٰعیل صاحب آنریری مجسٹریٹ بھی تھے چہرہ بابو کو ملتم بے حد تھا وہ چلتے پھرنے میں دقت پاتے تھے۔ بے حد مہمان نواز اور مخیر تھے۔

[۶۵] مولوی رفیع صاحب وکیل خان بہادر شاہ محمد کمال کے لڑکے ہیں اور چھیدی میاں لودی کٹرہ کے داماد تھے مولوی رحیم بھی ایک لڑکے خان بہادر کے وکیل ہیں ان لوگوں کا مفصل حال خواجہ کلاں وارڈ میں موجود ہے۔

[۶۶] قطبی بابو حکیم نجو صاحب کے لڑکے اور حکیم نصیر صاحب کے پوتے سونار ٹولی کے رہنے والے اور مولوی وصی الدین وکیل ولد مولوی ظہیر مختار ولد مولوی جلال الدین شمس العلماء موجی پوری کے داماد ہیں وکیل ہو گئے ہیں مفصل حال سونار ٹولی خواجہ کلاں وارڈ میں ملے گا۔

[۶۷] مولوی عبد المالک بھی ایک وکیل ہیں ان کے ایک بھائی بھی مختار ہیں مولوی عبد المالک صاحب نے سبزی باغ میں اپنا مکان متصل مکان ڈپٹی لطیف عالم مرحوم بنا لیا ہے۔ یہ مولوی مجیب الرحمٰن کے بھائی ہیں۔

[۶۸] عبد السلام صاحب بھی ایک وکیل ہیں حکیم قطب الدین لین میں رہتے ہیں۔ دستا کے ہیں۔

[۶۹] ذو النون صاحب اور ان کے بھائی ذو القرنین وکیل ہیں یہ لوگ

ڈیانواں کے رہنے والے ہیں متمول خاندان کے ہیں دریاپور میں رہتے ہیں۔

مولوی یوسف صاحب وکیل تعلقات مولوی شکور صاحب رہتے خواجہ کلاں وارڈ سے ہیں اور ڈاکٹر محمد اسحاق صاحب ہزاری باغ دہسوا نزادہ اور نگیا بادی میں خاندان سٹر قرالہدی وخاندان حکیم عیسو صاحب لودیکٹرہ سے ہیں۔

خواجہ محمد اسمٰعیل صاحب کا مفصل حال چوک وارڈ میں موجود ہی خواجہ محمد خلیل صاحب کے لڑکے اور امیر الدین مرحوم کے داماد ہیں مولوی غلام قادر وکیل سے قرابت داریاں ہیں۔

مولوی نورالحسن صاحب وکیل جو بہت مشہور اور نامی گرامی وکیل ہیں کونسل کے ممبر بھی ہوئے تھے منشی اسمٰعیل صاحب بھپورہ کے لڑکے ہیں مولوی امین اللہ صاحب ولد مولوی امیرالحسن مرحوم کے داماد ہیں ڈاکٹر وارث صاحب دوندی بازار کے ساڑھو ہیں جو پٹنہ میں بہت بڑا مکان محبوب میاں جو پٹنہ کے سامنے بنا لیا ہے خوش حالی سے زندگی گذارتے ہیں۔

مولوی محمد حسین صاحب استفانواں یا دسنائی طرف کے رہنے والے ہیں بہت مشہور ہیں خطاب یافتہ ہیں پہلے بہار میں رہے پھر پٹنہ میں آگئے خوب ترقی کی اچھا کماتے ہیں تین ہیں مذہبی ہیں ہندوستانی طرز معاشرت ہی سربرآوردہ لوگوں میں ہیں ہمیشہ رکھتے ہیں مذہب کی قدر ہے دریاپور مسجد کے پاس مکان ہے۔

مولوی محمد حسین اشرف پور کے رہنے والے ہیں بہت نام اونچا

مولوی عثمان صاحب کے خاندان سے [illegible]

نے وکالت پاس کیا جونپور میں رہے پھر پٹنہ میں رہے پہلے مالی حالت اچھی نہ تھی
اپنے ہاتھ سے کما کر اچھی ترقی کر لی نیک دل ہیں شریف النفس ہیں پاؤ پر جہاں گاری
خانہ ہی اپنا مکان خرید لیا ہے اچھے حال میں ہیں صاحب اولاد ہیں ان کے تعلقات
دیہات میں زیادہ ہیں۔

A. منشی عبدالوہاب کا پرداز مسجد بی محمدی جان کے لڑکے بھی
وکیل ہیں اُن کا نام تو راقم کو نہیں مل سکا۔

B. مولوی ظہیر ساکن بلجی کے لڑکے بھی وکیل ہیں اُن کا بھی نام راقم
کو نہیں مل سکا مولوی ظہیر گوہر علی خاں مرحوم کے مینیجر تھے۔

مولوی مجیب الرحمان از خاندان مولوی فرزند علی وکیل مرزا پور ہیں۔
ان کے تعلقات ملک بھائیوں سے ہیں مسٹر علیم بیرسٹر مرحوم گیا جو مشہور آدمی تھے اور مدتوں
وائس چیرمین میونسپلٹی رہے اور ارکی والوں سے ہیں مولوی جبار وغیرہ سے جو چھپرہ میں
ملازم تھے اور تمام ملک لوگوں سے قرابت داریاں ہیں ان لوگوں کا جتھہ بڑا بھاری ہے
اور اس گروہ میں ہمدردی اور علم دونوں موجود ہے خود مولوی صاحب بڑے تیز و تند
گویا آدمی ہیں اچھا کماتے ہیں اور دریاپور میں رہتے ہیں ان کے خاندان میں علم و دولت
و عزت برابر سے آرہی ہے یوسف پور علاقہ فتوحہ میں مکان ہے مذہبی آدمی ہیں ہندوستانی
رہائش ہے لباس انگریزی اور ہندوستانی ملا ہوا ہے ڈاکٹر صفدر حسین پہلا سے
برادری قریب ہی مسٹر یونس و مسٹر یوسف بیرسٹر ان سے برادری ہے ان کے بھائی

حبیب الرحمان فوجداری کے مختار ہیں پہلے پولیس میں ملازم تھے۔

خواجہ محمد انور وکیل گیا اب پٹنہ ہائی کورٹ کے جج ہیں ان سے تمام واقف ہیں ان کے تعلقات خاندان پیاری صاحب گیا بھائی درگاہی صاحب بھی درگاہ محمود میاں ولد محمد کریم رجسٹرار مرحوم جو محمود میاں فرید پور کے داماد تھے اون سے ہیں اور موضع لماکی والوں سے برادریاں ہیں یہ خواجہ وحید جان صاحب کے بیٹے ہیں۔ خواجہ محمد جان ساکن لماکی علاقہ گری ڈیہ ان کے چچا تھے خواجہ سلطان جان نامی گرامی آدمی ان کے مورث اعلی تھے خواجہ زادے بڑے کنبہ پرور ملنسار پیر پرست ہوا کرتے ہیں وہ باتیں ان میں بھی ہیں منکسر ہیں مگر عہدہ کی داشت بھی رکھنا ضرور ہے پوزیشن کو کوئی ذلیل نہیں کر سکتا خودداری کرنا تو ضروری ہے اسے غرور نہیں کہا جا سکتا غرور وہ ہے جو دوسروں کو حقیر جانیں خوددار وہ ہے جو برابر والوں میں ملے نیچوں سے اپنے کو دور رکھے مگر اون کا خیر اندیش اور ہمدرد رہے وہ باتیں ان میں ہیں انہوں نے بہت اچھی ترقی کر لی کونسل میں ممبر بھی ہو گئے رانی پور قاضی رضا حسین خان بہادر سوپھا راقم کے یہاں ان کے والد اور یہ لوگ بہت مہمان رہے ہم لوگوں سے خواجہ وحید جان صاحب سے بڑا ربط تھا بڑے جی دار اور بولنے والے پرمذاق آدمی گذرے بہت عزت داری سے اپنی زندگی گذار گئے بیٹے نے اون سے زیادہ ترقی کی اور نام پیدا کر لیا۔ گیا میں بڑی کوٹھی ہے بڑا نام و اعزاز ہے مولوی حبیب اللہ مرحوم کے مکان کے پاس ان کا مکان ہے صاحب اولاد ہیں۔

جسٹس فضل علی بیرسٹر تھے چھپرہ کے علاقہ کے تھے راقم سے ملاقات نہیں ہے دیکھا ہے اس لیے مفصل حال نہیں لکھ سکا قیافہ سے پتہ چلا ہے آدمی منکسر ملنسار، اقبال مند ہوشیار، ہونہار تھے جب ہی تو چند روز کے اندر اس عہدہ جلیلہ کو پا گئے اور اچھے طور پر کام انجام ہو رہا ہے اور دونوں جج ممدوح خلائق ہیں۔ ان لوگوں کو تو پبلک سے نہ ملنے کی وجہ سے خبر بھی نہیں ہوگی مگر راقم کو پبلک والے زبانی سے پوری آگاہی کا موقع ملتا گیا ہے۔ ممدوح خلائق ہیں ڈپٹی ذاکر حسین چھپرہ کے خاندان سے تعلق ہے

مولوی منظور ولد مولوی یوسف صاحب ساکن موضع نتول کے لڑکے نے بھی وکالت پاس کیا ہے تاہم تو راقم کو نہ مل سکا۔ ان کے تعلقات برادری سکندر نواز جنگ خاندان حافظ احمد رضا مرحوم سے ہیں خاندان شاہ کمال خان بہادر سے ہیں فرید پور والوں کے خاندان سے ہیں مولوی کرہ کے سر خاندان فرید پوری سے ہیں محمد شکر اللہ مختار کے خاندان سے ہیں محمد عبد اللہ پدر محمد شکر اللہ کے خاندان سے ہیں مولوی بشیر مرحوم ساکن نتول والا خاندان شیخ عبد القادر صاحب ساکن نتول مولوی خلیل مرحوم بیرسٹر کے خاندان سے ہیں۔ قاضی نور صاحب صدر اعلیٰ مرحوم ڈپٹی انوار احمد خان بہادر ساکن شہر گھاٹی کے خاندان سے ہیں مولوی مسعود صاحب ولد چھوٹو میاں ساکن نتول ممبر کونسل کے خاندان سے ہیں بہار محل پور کے خاندان سے ہیں نگر نہسہ نعمان بابو کے خاندان سے ہیں ایک لڑکے مولوی منظر علی کے محمد اکبر کلکتہ میں ہیں اور پڑھتے ہیں اس خاندان میں علم دولت اور اخلاق سب موجود ہے منظر میاں تو بہترین اخلاق مند اور منکسر اور مہمان نواز ہو ہیں اپنے باپ کے

طبیعت کے آدمی ہیں اور بڑے منظم لوگ ہیں اس سے روشن کے لڑکوں میں دیکھیے کیا رنگ پیدا ہوتا ہے ان لوگوں کی رہائش ہندوستانی رہی ہے اور یہی سبب ہے کہ اب تک خاندان میں جائداد قائم ہے۔

مولوی وصی احمد بہت سینیر وکیل گذرے اسی سال، مرحوم کو وطن میں انتقال ہوا ہے گڑے ہیں پالی کے رہنے والے تھے ان کے ایک بھائی علی ضامن تھے انہوں نے دیہاتی زندگی گذاری ایک بھائی ولی احمد تھے وہ گیا میں ڈسٹرکٹ انجینیر تک ہو گئے تھے دونوں نے قضا کیا مولوی صاحب بالکل فقیر دل آدمی گذرے مہمان نواز بے حد تھے کنبہ پرور بے حد تھے شیعہ مذہب تھے مگر بے تعصب تھے ایم اے تھے کلکتہ میں پڑھا تمام پالی دالوں سے قرابت خاص ہے۔ مولوی خیرات احمد خان بہادر وکیل گیا پدر سر سلطان سے اور مولوی یحییٰ وکیل گیا پدر مولوی خورشید حسن وکیل اور اکبری صاحب بیرسٹر سے خاص تعلقات ہیں یہ سب لوگ ایک ہی خاندان کے تھے اکبری صاحب ان کے داماد تھے اولاد اس لڑکی کی زندہ ہے ان کی ایک شادی قرابت ہی میں پالی میں تھی دوسری حبیب پور دوسری میں ہوئی اوسی شادی سے محمد حنیف ان کے سالے ہیں اور ان کے سسر وسالے زندہ ہیں جو کلکتہ میں ہیں اس محل سے بھی اولاد ہے محمد اختر و عفو بابو دو بیٹے ہیں محمد اختر نے انٹرینس بعد مرنے مولوی صاحب کے پاس کیا اور ایف اے ہیں عفو بابو اسکول اسٹوڈنٹ ہیں ان کے داماد مولوی بشیر وکیل ہیں جو فیروزی کے رہنے والے حمید ار صاحب کے لڑکے

ہیں اور بہترین لائق زین مزاج کے آدمی ہیں گھر کو پورا سنبھال لیا ہے مولوی صاحب نے اپنی زندگی سے ساتھ رکھا اور اپنا جانشین بنا دیا تھا مولوی صاحب کی صحت بہت خراب رہی وہ جانتے تھے کہ اون کی زندگی زیادہ وفا نہ کرے گی اونہوں نے بہت کمایا مگر مکان تک نہیں بنایا بارہا راقم نے ہدایت کی مگر اونہوں نے جواب دیا دنیا سافرت ہی سافرت ہے چند روز گذران کر لینا چاہیے علالت کے سبب کہ اون کی ارزجی جاتی رہی تھی اور مرنے پر آمادگی ہو گئی تھی بہت بے ضرر اور ہمدرد اور مسلمان دوست آدمی گذرے ہیں پرہیزگار کا مادہ نہ تھا بے حد عام اخلاق تھا بہترین آدمی گذر گئے اپنا ثانی نہ چھوڑا اب ویسے آدمی پیدا نہیں ہوتے راقم سے بے حد ربط تھا اور برادری برتاؤ رہا راقم سے سسرالی قرابت داری بھی تھی بھائی یعقوب صاحب درسیر پر مولوی عسکری وکیل گیا کے بہن راقم کے سالے مولوی ضمیر سے پرسائن میں بیاہی ہیں وہ مولوی صاحب کی چچیری بہن تھیں اون کے بیٹے محمد تقی تھے جو بدربار نواب الطاف حسین خاں ملازم تھے وہ سنی تھے اون کے بیٹے محمد اظہار وکیل ہیں مولوی ضمیر کے بھائی سیر الطاف حسین ساکن پرسائن کے لڑکے مولوی عبد الوہاب وکیل گیا ہیں جو فرید میاں مغل پورہ کے داماد ہیں بشیر میاں کے بھائی اسٹام ڈیوٹی میں مونگیر کی طرف ملازم ہیں مولوی صاحب غیر تبرائی شیعہ تھے بزرگان دین کا نام بڑے اعزاز سے لیتے رہے۔ بڑے مہذب آدمی گذرے۔

مولوی محمد شیر وکیل کا حال مختصر درج ہے۔

مولوی اظہار وکیل کا حال نمبر [۸۲] میں درج ہے۔

[۸۳] مولوی خورشید حسین ولد مولوی یحییٰ وکیل گیا کا حال نمبر میں ہے یہ حاجی ہیں زائر کربلا ہیں سخت درجہ کے مذہبی آدمی ہیں اور بے تعصب ہیں بہت ایماندار ہیں بیرسٹروں کے مقابلہ میں ہائی کورٹ میں نام مارے ہوئے ہیں بہت منظم ہیں ملنسار ہیں منکسر ہیں بہت مشہور ہیں صاحب اولاد ہیں مظفر پور میں بیاہے ہیں بانکی پور اسٹیشن کے بغل نیا ٹولہ میں مکان بنایا ہے اچھا کمایا خوب نام پیدا کیا لائق ترین آدمی ہیں کنبہ پرور ہیں مہذب ہیں برادری والوں کا خیال کرتے ہیں راقم سے ان کے والد سے بڑا ربط تھا۔ اوس کا برتاو یہ کرتے ہیں۔

[۸۴] مسٹر اکبری مولوی وصی احمد کے داماد تھے مولوی یحییٰ وکیل گیا کے لڑکے ہیں مسٹر خورشید حسن کے بھائی ہیں بیرسٹر ہیں بڑے ملنسار ہوشیار مہمان نواز سخی مزاج مہذب اور قدامت پسند آدمی ہیں بھائی کے بغل میں مکان بنایا ہے ہائی کورٹ میں اچھا کماتے ہیں مشہور آدمی ہیں سر سلطان احمد سے خاص قرابت ہے۔

[۸۵] حاجی مولوی عبد الرحمان صاحب وکیل سر فخر الدین کے داماد ہیں کرریا والوں سے برادری ہے داروغہ منیر الدین نیورہ سے قرابت داری جدی ہے نجم الدین میاں براؤں سے برادری ہے افضل میاں واجل میاں لودیکیڑہ سے برادری ہے یہ مذہبی آدمی ہیں اچھا کمایا خوب حاصل کیا گلاب باغ میں دو منزلی کوٹھی بنا لی ہے حج بھی کر آئے ہیں مشہور ہیں مہذب ہیں منکسر ہیں اقبال مند ہیں ہندوستانی طرز معاشرت

ہے خوش حالی سے گذران کر رہے ہیں صاحب اولاد ہیں زیادہ باتیں راقم کو تحقیق نہیں ہو سکیں۔

مولوی عبداللہ ریاض پرانے وکیلوں میں تھے اونہوں نے خوب کمایا بہت سے مکان باقر گنج میں بنا لیے تھے صاحب اولاد تھے گردن میں زخم ہوا پریشن کے اندر ہی مر گئے۔ کھڈک پلاس پریس انہیں کے مکان میں ہے اب تک جائداد سب ان کی یادگار ہے مولوی حبیب الرحمان مختار مولوی حبیب الرحمان اور مولوی عبدالمالک کے بھائی انہیں کے مکان میں کرایہ دار آغاز مختاری سے ہیں۔

مولوی حمید الدین بہت نیک مزاج وکیل تھے وہ منصف ہو گئے تھے ولادتی بڑی سادی زندگی گذار گئے۔

مولوی فرزند علی ایک وکیل گذرے ہیں سبزی باغ میں رہتے تھے اپنا مکان مولوی شمس الہدیٰ ساکن نگر یانواں کے بغل میں بنایا تھا ان کے ورثا کا حال نہیں معلوم ہوا۔ مولوی شمس الہدیٰ کے خاندان کے سید میاں واختر میاں وغیرہ ہیں۔

مولوی قمرالدین نصرو میاں دوکاندار درزی ٹولہ کے خاندان کے ہیں حکیم نجم الدین سے ان سے قرابت خاص ہے یہ سرکاری وکیل ہو گئے تھے شہسرام کے بلوہ کے مقدمہ میں اونہوں نے منجانب سرکار ہی کام کیا تھا اچھے صاحب بیرسٹر شہسرامی و نظام صاحب بیرسٹر شہسرامی نے کام کیا کامیاب رہے اکثر مدعا علیہ رہا ہوئے

ونش بالو پرانے وکیلوں میں بڑے قابل گذرے یہ فارسی

ہیں دیوان حافظ کے اکثر جگہ کا مطلب بیان کرنے کے لیے اور ادبی مباحثہ اور تحقیق کی غرض سے اکثر راقم سے ملا کیے دریاپور میں ان کی وافر زمین تھی اور بہت مکانات تھے گھوڑا اسپتال ان کی زمین ہے راقم کی کوٹھی ٹھیک ان کے مکان کے پورب ان کے رہتا ہیں درگا بابو اسکول ٹیچر ہیں جو بہت سادی اور انتظامی زندگی گذارتے ہیں اور مذہبی آدمی ہیں اور ملنسار آدمی ہیں ان کے بھائی بے جی بابو ہیں وہ بھی اسکول میں ٹیچر ہیں یہ ہومیوپیتھک ڈاکٹر ہیں بڑے آرٹسٹ ہیں کتب بینی کا شوق ہے مورخ ہیں فلاسفرانہ دماغ ہے معلومات بہت ہیں عالمانہ گفتگو ہے بہت سادی زندگی گذارتے ہیں خاندانی لوگوں میں جو باتیں چاہئیں ان میں پائی جاتی ہیں رحم دل غریب پرور اور وسیع خیالات کے یونیورسل خیال کے آدمی ہیں۔

اندرو[91] وبابو اسی محلہ میں دریاپور کے ایک وکیل ہیں یہ ملدیو بابو سرشتہ دار جی کے بھائی ہیں ملدیو بابو راقم کے کلاس فلو تھے آج تک وہی رتبا ور ما کیا پرانے خاندان کی عادتیں ان لوگوں میں موجود ہیں۔ امام سیج ایک کرسچن اس محلہ میں تھے اون کا مکان خرید لیا ہے ان لوگوں کا اصل مکان صادق پور میں ہے بقدر گذران اوقات کما لیتے ہیں خوش حال ہیں سادی زندگی ہے ٹھاٹ باٹ نہیں ہے یونیورسل خیالات ہیں مذہبی آدمی ہیں یہ خاندان متعصب نہیں ہے ہندو دھرم کا کرِیا کرم ہے ہیا سوشیل سوسائٹی کے پسند کرنے والے ہیں ملدیو بابو پنشن پا کر گوشہ نشین ہو گئے عبادت گذار ہیں۔

تن جھنو بابو ایک وکیل ہیں بہت معقول بنگالی ہیں بڑے اخلاق کے آدمی ہیں اچھا کمایا اور نیوٹون کی طرف اچھا مکان بنالیا متمول ہیں خوش حالی سے زندگی گذارتے ہیں۔

نی آن بنرجی بیرسٹر ہیں ان کے تعلقات گیا سے زیادہ ہیں ٹیکی باری والوں سے ان کے تعلقات برادری ہیں ان کی قرابت داریاں ڈاکٹر راج اندر بابو کے خاندان میں ہیں یہ ایک صدر اعلیٰ کے داماد ہیں آدمی خلیق ہیں بقدر ضرورت یہ کما لیتے ہیں خوش حالی سے زندگی گذارتے ہیں بنگالی لوگ عموماً کفایت شعار ہوتے ہیں کچھ نہ کچھ پس انداز ضرور کرتے ہیں باہر جو کچھ ٹپ ٹاپ ہو وہ محض لباس ہی ہے گھر پر ملازم بہت کم اخراجات غیر ضروری ندارد کھانے کا صرفہ کم رہائش کا صرفہ کم اس گروہ کا روپیہ پرورش اولاد میں زیادہ خرچ ہوتا ہے چونکہ اکثر کثیر الاولاد ہوتے ہیں مچھلی بہت کھاتے ہیں اسمیں فلسفورس بہت ہے اس لیے اولاد زیادہ اور قوی ہوتی ہے۔ دوسرا خرچ ان کا تعلیم میں ہوتا ہے تیسرا خرچ اور بھاری خرچ بی اے داماد کی قیمت میں ہوتا ہے کل تعلیم کا خرچہ جوڑ کر بی اے داماد بنتے ہیں تب شادیاں ہوا کرتی ہیں لڑکیوں کا ہونا تو علی العموم ہر گروہ کے لیے بدنصیبی کا باعث اب کر دی گئی ہے ورنہ اولاد تو ذکور و اناث برابر کی نعمت خداتعالیٰ مگر شادیات کے بے جا اخراجات نے عذاب بنا دیا۔

شام نراین بابو پرانے وکیل نئے ٹولہ میں مولوی ولی عالم بوچھا کے مکان کے بغل میں ان کا مکان تھا اپنے زمانے میں اچھا کمایا مکان بنایا جوان ہی مرگئے پھر مکان ویران

ہو گیا اب پھر آباد ہو رہا ہے خبر نہیں کون وارث تھا موسی میاں ڈیانواں کے خاندان
کے قبضہ میں ہے۔

بہت بابو بھی ایک وکیل گذرے ہیں جن کوئی بہت نامور نہو سکے۔

بابو دیو کی نندن دانا پور کے قریب حجرہ کے رہنے والے تھے وکیل بورڈ کے
ممبر بھی تھے۔ زمینداری بھی تھی نیک آدمی تھے۔

بابو اجودھیا پرشاد للو بابو حاجی گنج سیٹی پٹنہ کے خاندان کے ہیں چند روز تک
چیرمین بھی رہے آدمی متین ہیں اور قابل ہیں مگر پٹنہ میونسپلٹی کی وائس چیرمینی کو نہ جانے
لوگوں نے حد معراج جانا ہے یا عرش معلی بنایا ہے بالکل سقا کی سلطنت بنا رکھا کوئی قابل
آدمی تین برس سے زیادہ رہنے نہیں پایا خود غرضیوں میں آکر ہر الکشن میں آدمی بدلا کرتے
ہیں کوئی خوددار آدمی اس کو پسند نہیں کر سکتا "کوہ کندن و کاہ ہے برآوردن ہی کام
کرنے کا موقع کہاں ملتا ہے ان جھگڑوں کو چھوڑ کر وکیل مذکور اپنی وکالت پر مستقل
ہو گئے آخر اون کا وقت بلا ضرورت بلا معاوضہ بلا تعریف گذرتا تھا اور مفت کی
جھنجھٹ سر پر تھی ایکدفعہ اس عہدہ پر آکر پھر کسی کی ہمت نہیں ہوتی راقم مدتوں میونسپل
کمشنر رہا جب کچھ مفید نہ پایا آخر کار ان جھگڑوں سے جدا ہوا اس کا تجربہ بابو ہیرا لال
سونار ٹولی کو بہت آیا ہے ۴۰ برس سے وہ میونسپل کمشنر ہیں ذاتی منافع بھی اون کو نہ ہوا۔
حالانکہ وہ بہت مفید پبلک ہیں اور ہزاروں کو نفع پہونچایا خود آج تک جیسے تھے ویسے ہیں
میونسپلٹی کی حقیقت اون سے زیادہ جاننے والا کوئی نہیں ہے۔ اجودھیا بابو جھگڑالو طبیعت

کے نہیں ہیں وہ جدا ہو گئے آگے دن میونسپلٹی میں قصے ہوا ہی کرتے ہیں جن کو گورنمنٹ کو ضبط
کرنا ہوا۔ نور خان بہادر حامد میاں اوسل کلکٹر کے ہاتھ میں دی گئی اوس وقت ہری بابو ولد منشی
ستو نرائن لال وائس چیرمین تھے اور رام لے پاس شام نرائن بابو چیرمین تھے اب کیا آدمی
آسمان پر سے اتار سکتا ہے کیسے کیسے قابل لوگ وائس چیرمین اور چیرمین رہتے مگر وہ انتظام جو
مولوی فضل امام خان بہادر کر گئے پھر نصیب ہوا سرفراز حسین خاں کا وقت بھی غنیمت تھا
جج صاحب کا وقت بھی بہترین تھا کام کا سلیقہ ہو اگر نا ہے اس کے لیے بھی عملی تجربہ چاہیے
قابلیت سے کام نہیں انجام ہوتا۔ علم اور چیز ہے تجربہ اور چیز ہے جو تیر اور تبیر و کتابوں میں خود
کتنا فرق ہوتا ہے نئے لوگ قابل ضرور ہوتے ہیں مگر اون کو ہر لائن میں تجربے سیکھنے کی
ضرورت ہے بیکنی صاحب سر علی امام خدا بخش خاں سی آئی ای ڈپٹی واجد حسین پھر
اجودھیا بابو نرائن پرشاد جج صاحب سرفراز حسین خانصاحب زنتیر بہادر لچند بابو
مسٹر رضا مسٹر محمد ہری پرشاد شام نرائن بابو کون کون ہوئے مگر میونسپلٹی جیسی کی تیسی رہی
اب کیا آسمانی فرشتہ لایا جائے جب تک کلکٹروں کے ہاتھ میں رہی ایک رخ رہا قوم کے
ہاتھ میں آئی یہ نتیجہ ملا کیا کوئی قابل ہی نہ ملا جو ردوبدل ہوا کیا فقط خود غرضیاں بھر گئیں جو
کام نہ چل سکا سب بھاگ گئے غضب کام کون کرتا ہے پیسہ دیجئے کام کرنے دیجئے دیکھئے کیسا کام ہوتا ہے
بابو گرجن سنگھ سکھ وکیل حاجی گنج کے رہنے والے ہیں پٹنہ بھر میں ایک ہی
سکھ قوم کے آدمی وکیل ہیں پتہ چلتا ہے کہ پٹنہ کے سکھ گروہ نے تعلیم کی طرف توجہ نہ
کی ورنہ یہ گروہ تو پچھم میں بڑے تعلیم یافتہ تھے اگر پٹنہ کے سکھوں نے توجہ نہ کی تو افسوس

ہے حالانکہ خاص سکھوں کی ایک مشہور سنگت یا خانقاہ اور مندر یہاں موجود ہے امداد کے لیے کافی تھی مگر راقم کو معلوم ہے اور مقدمات کے ذریعے سے تجربہ ہوا ہے کہ پٹنہ کے سکھوں میں اندرونی اختلافات بہت ہیں اور یہ گروہ گرم مزاج بہت ہے اس لیے قوت برداشت ان میں نہیں ہوتی۔ اکیلا آدمی کیا کر سکتا ہے۔ سنگھ جی نے خیر اندیشی کا کوئی کام اٹھا نہ رکھا مگر کامیابی نہ ہو سکی۔ آخر کار اپنی وکالت ہی میں مصروف ہے۔ بقدر ضرورت کما لیتے ہیں خوش حالی سے گذران کرتے ہیں مذہبی آدمی ہیں بوڑھے ہیں متین ہیں راقم سے نالشی میں ساتھ ہوا ہے ایماندار ہیں بلا طرفداری قومی رائے زنی صحیح طور پر کیا اور آزادانہ رائے ظاہر کے یہ ذرا مشکل بات ہے مگر یہ مذہبی جوش کا فیضان ہے کوئی مذہب ہو جو مذہبی ہوگا وہ ایماندار ضرور ہوگا بشرطیکہ دکھاوے کا عبادت گذار نہ ہو جسمیں عاقبت اندیشی ہے وہ ضرور بہترین آدمی ہوگا سنگھ جی صاحب اولاد ہیں گاڑی گھوڑا ہے نیک مزاج نیک طینت ہیں گو راقم سے آمد و رفت کم ہے مگر راقم کو صحیح رائے قائم کرنے کا موقع ملا گیا ہے گفتگو ہوا کی ان کے خیالات یونیورسل ہیں اور صوفیت کی طرف رجحان ہے گرو چرن تو تام ہی ہے گرو کے چرنوں کے نیچے رہنے کا فیضان ہے نانک شاہی عقیدہ تو بالکل فقیرانہ ہو گیا ہے تصوف کی باتیں تو بے حد ہیں توحید تو پوری بتاتے ہیں گرنتھ جی کے اندر بہترین باتیں درج ہیں اگر کوئی نہیں پڑھتا ہے تو علم کا قصور نہیں ہے بد رسم کا قصور ہے اصلیت کو روکتے ہیں اور گرنتھ جی کے خلاف جو حیثیات وہ جوابدہ ہے گرو جی کے عقائد وحدانیت ہیں اور بودھ مذہب کے عقائد بھی بالکل فقیرانہ اور وحدانہ ہیں جو مصنف بلو سروده کی تصنیف کا

سچا ترجمہ ہے جو حیدرآباد میں مولوی عبدالغنی استھانواں نے کیا ہے اوس کے پڑھنے سے
تصوف اور بودھ اور گورو نانک شاہ اور تلسی داس اور کبیر داس وسور داس اور گیتا
کے سیکڑوں مضامین ایکساں ملتے ہیں جو اسلامی قرآن پاک کے مطابق پڑتے ہیں اور
ویدیانت مذہب کیخلاف نہیں ہے البتہ پورانک اصول کے خلاف ملتے ہیں سناتن دھرم
کے اکثر لوگوں نے بت پرستی کو جائز کر لیا ہے ورنہ اصلی ہندو مذہب کسی نتا کا موحدانہ
ہے اور بڑے بڑے فلاسفر اور موحدین ہندو مذہب میں گذرے ہیں ہندوستان کی فضا کے
لیے جو جو ضروری اور مصلحتی باتیں تھیں اوسکو جزو مذہب میں داخل کیا ہے اور منوجی نے ملکی
مصالح اور اصول پر چھوت اور اچھوت اور کھانے پینے اور رہنے سہنے شادی بیاہ اور
تقسیم اقوام کو بتایا ہے وہ بھی ہندوستان کے لیے مفید باتیں تھیں جس کے توڑنے
توڑنے کے ارادوں کی بدولت ہر گروہ ہندوستان پر تکلیفیں پہونچانا آغاز ہو گئیں ہیں
اور آئندہ بڑے بڑے نقصانات کا سامنا ہوگا اصول کسی مذہب کا ہو بُرا نہیں ہو سکتا
دو اسم ہر مذہب کو خراب کرتے ہیں اور بات کی پیچ جسے بلفظ دیگر تعصب کہتے ہیں
اس نے مخالفت پیدا کی ہے ایک خدا طلب دوسرے خدا طلب کا مخالف ہو نہیں سکتا
دوسرا ابھی تو غیر خدا کو نہیں جانا جاتا تو سب کو ایک ہی خدا کے سامنے ہی آخرت تو سب کے
لیے ایک ہی ہے دنیا سے اگر بالکل ہی گئے تو عاقبت میں تو ساتھ ضرور رہے گا۔
تہاپیر لے کے دن تو سب کو ایک ہی خدا کے سامنے ایک ہی اجلاس میں ایک ہی
میدان میں اپنے اپنے اعمالوں کی بربنیت اور ثبوت دبیان تحریری لیے ہوئے حاضر رہنا

پڑیگا محافظ دفتر تو ہر ایک آدمی کے ساتھ ساتھ ہیں اور ہر کے گواہ اوس کا ہر جسم موجود ہے
اوس وقت جو فیصلہ ہوگا وہی صحیح فیصلہ ہے کون برسر حق تھا اور کون دھوکہ باز تھا کون خدا کو
صحیح ملنے والا تھا اور کون جھوٹا تھا۔ دنیا میں ہر شخص آزاد ہے جس راہ چاہے چلے سرکل ایک
ہے نقطہ ایک ہی جتنا وسیع دائرہ چاہیے کھینچتے جایئے پوائنٹ ایک ہی رہے گا جتنی لکیریں
سیدھی اور ٹیڑھی چاہیے کھینچتے جائے پوائنٹ سے آغاز ہوگا اور حد سرکل مالاں تک پہونچ کر
ختم ہوجائے گی ایک سرا ہر لائن کا بطور ابتدائے پوائنٹ کی حد کے اختیار میں ضرور رہیگا
سرکل یا عاقبت کے باہر کوئی مخلوق جا نہیں سکتی ایسے نازک حال میں ہر انسان کو بہت
ہی عقل اور ہوشیاری سے کام لینا چاہیے کہ آئندہ اصلاح کا موقع پھر ہاتھ نہ آئیگا زندگی
غنیمت ہے اس کے اندر جو مناسب اور صحیح رائے قائم ہوسکے اوس راہ پر چلنا چاہیے اگر غلط
ہے تو خطاء فی الاجتہاد ہے سمجھ کی غلطی ہوئی نیت تو صحیح تلاش خداوندی کی ضرور ہے مختصر
یوں ہے کہ تلاش خداوندی کی ضرورت ہے جس راہ اور جس ترکیب سے وہ مل سکے وہ
اوس کا پتہ چلے اگر وہ عبادت سے ہو یا ریاضت سے یا خلق اللہ کی خدمت سے اوسی کام کو کرنا
یہی بہترین عاقبت اندیشی ہے اور یہی اصل درویشی ہے اور مآل زندگی یہی ہے اور دنیا
داری تو جیو پالن ہے جن اسباب کے مہیا کرنے سے جیو پالن ہو سکتا ہے۔ کرنا
لازمی ہے اس غرض سے اوقات کا گذارنا اسباب کا مہیا کرنا عین عبادت ہے اور خدا
پرستی ہے ذاتی غرض اور عیش کی نگاہ اور لذت کی غرض سے کرنا گناہ ہے ہر کام نیت
کی ڈیوٹی جان کر کرنا ثواب ہے خدا پرستی ہے ایذا رسانی بھی گناہ ہے جیو کو تکلیف دینا بھی

گناہ ہے اگر بحکم خدا کرتے ہیں اور بہ تحقیق ہے تو معذوری ہے اگر لذت اور تعصب کی غرض سے ہے تو گناہ ہے گناہ اور ثواب کا کل تعلق حق اللہ کے حقوق سے ہے الیت ہیں اوس کے سوا نہ گناہ ہے نہ ثواب ہے جس بات کو دیکھئے اوس میں حق اللہ اور ساتھ حق العباد لگا ہوا ہے جس کا پتہ خوب غور سے ملتا ہے۔ بتوں کو کوئی خدا نہیں جانتا اتنا بیوقوف دنیا نہیں ہے دست کاری سے بنے ہوئے خداؤں کے خالق اور بنانیوالے خدا تو خود کاریگر ہیں جو ایسا سمجھتے ہیں وہ خدا سے انکار کرتے ہیں یہی کفر ہے پڑھا آدمی یہ نہیں سمجھا بلکہ بتوں کو قدرت کی تصویر قرار دیتے ہیں جیسے مسلمان پیروں کا برزخ کرتے ہیں اس حدتک وہ زن مساوی ہیں۔

۹۰

رائے صاحب نراین پرشاد چوک پر کے ایک دکیل ہو گئے اونہوں نے بہت جلدی ترقی کر لیا تھا شہر کے کل ہندواون کے ہو گئے تھے میونسپل کمشنر ہوئے وائس چیرمین ہوئے خطاب پایا شہر میں پشتہ بنایا ڈاک بنگلہ روڈ پر کوٹھی بنایا ۵۵ کی عمر کے قریب مر بھی گئے اونکا جوان خوبصورت لڑکا مر اول چور ہو گیا اون کے بھائی باسو بابو میونسپلٹی میں مدتوں اسپیسر رہے مفصل حال چوک وارڈ میں ہے باسو بابو نے پٹنہ میں الکٹرک ورک کمپنی کا کام کر لیا دوکان مراد پور میں ہے۔

منشی ہرک لال مالسلامی علاقہ کے وکیل ہیں یہ راقم کے لڑکوں کے کلاس فلو تھے بقدر ضرورت کما لیتے ہیں اوس علاقہ کے ہندوان کے ہاتھ میں ہیں میونسپل کمشنر بھی ہیں راقم نے غور کیا کہ وکلا الکشن میں کیوں کود تے ہیں اور میونسپل کمشنری پر کیوں جان

دیتے ہیں اون کو تو قابلیت موجود دکھانے کی طرف توجہ چاہیے مگر ہر جونیر کو ضرورت ہی کہ
اپنا اشتہار دیدے اور پبلک میں اپنے کو مشہور کرے اس لیئے ہر جونیر کو دیکھا کہ اس کام کے
لیئے جان دیتے ہیں اور یہ نسخہ مفید تر پڑتا ہے پبلک آگاہ ہوجاتی ہے ورنہ یہ کام بیکار دیں
کا ہے رئیس زادوں کے لیئے مخصوص ہے بیشغلی کا شغل ہے اور ہونیکے بعد کوئی کامیاب مفید قوم
نہیں نکلتا اون کو اپنے روزگار سے فرصت کہاں ملتی جو مفت کا کام کرتے پھریں اور وقت
ضایع کریں ہونا تھا اشتہار دینا تھا وہ ہوجاتا ہے وکلا کے ہاتھ میں پبلک کام دینا ہی
غلطی ہے وہ مفت کا کام نہیں کر سکتے اونہوں نے محنت کی ہے تعلیم کا بیجد خرچ اپنے سر
لیا ہے اگر وہ ان فضولیات میں رہیں گے تو کیا کمائیں گے کیا کھائیں گے رات دن تو اونکی
زندگی عمر بھر اسٹوڈنٹ کی رہتی ہے قوانین دیکھیں نظایر پڑھیں لا رپورٹ دیکھیں ہائیکورٹ
کے فیصلے سے واقفیت کریں تجربہ کریں کام سیکھیں جرح کی ترکیب مشق کریں انکا کیا بن
اخبار دیکھیں بار لائبریری میں بیٹھکر گپ کریں یا میونسپلٹی میں دوڑیں آج تک تو پبلک کام میں ان
بیشوں نے کوئی نمایاں کام نہیں دیکھایا ان لوگوں کے مقرر کر دینے سے پبلک کو تو نفع
اوٹھاتے نہیں دیکھا اگر دنیا قابل جان کر مقرر کرتی ہے اور نتیجہ فیلیور نکلتا ہے اون کو اپنی
ضرورت مانع رہتی ہے قابلیت تو ضرور ہے مگر مہلت کہاں ہے اور زمانہ موقع کب دیتا ہے
وقت کہاں ہے صبح سے ضروریات آٹھ بجے سے دس تک آفس گھنٹہ بھر کھانے پینے
اور کچہری کی حاضری کی تیاری پھر میدان حشر میں مقامات کی انتظاری کچہری میں دوکولی
رد ہین یا یہ قید وقت کام ہی نہیں کر سکتے انتظار میں اوقات ضایع ہوتے ہیں تجربہ گیا اور

اخبار یا کاغذات دیکھنے کے شغل کیا ہے پانچ بجے بعد ہوا اس پریشان تھکے ماندے گھر روانہ پھر
اپنی ضرورت نہیں تو آج ضرور یہ پھر کچھ تفریح بھی ضروری ہے رات کو پبلک کام کیا ہو سکتا ہے اور
مقدمہ کا کام اور کتب بینی کا کون وقت نکلے گا۔ اسی چکر چال میں جسکو جس قدر بڑھنا ہے بڑھا ہے
یہ اقبال پر منحصر ہے مطلقاً لیاقت کام نہیں دیتی بڑے بڑے قابل پڑے ہیں جو سلف پوت نہیں ہیں
اور اون سے کم لیاقت لاکھوں کما جاتے ہیں خدا کا دین ہے جسے چاہے دیدے لیاقت تو سب
کی امتحانی اور کتابی ایک ہی ہے تقدیری امروں کا فرق ہوا کرتا ہے۔ یہ نیک دل خوش چلن
منکسر آدمی ہیں۔

جسٹس[۱۰۱] کلونت سہائے بھی وکالت ہی کرتے تھے خدا نے اقبال دیا تھا ہائی کورٹ
میں جج ہیں گو یہ پرشادی وکیل دالامکان خرید لیا ہے اون کے سیکڑوں ساتھی شہر میں موجود
ہیں اقبال ہوا شہر میں جج ہیں خدا جب موقع دیتا ہے آدمی کو ولیسا بنا دیتا ہے تجربہ تو انسان
کے لیے بہترین ماسٹر ہے رفتہ رفتہ پختہ بنا دیتا ہے۔ اور بہترین آدمی تیار ہو جاتا ہے۔

جسٹس[۱۰۲] جوالا پرشاد آرہ میں وکالت کرتے تھے ان کے سیکڑوں ساتھی زندہ ہیں
خدا نے ان کو موقع دیا اور بہترین جج مشہور ہیں پبلک رائے ان کی طرف بہترین لیاقے ہیں ان کے
تعلقات آرہ میں ہیں یہ بہت سوشل آدمی ہیں راقم و بفاق مدنات حمدی بابو کے یہاں پارٹی
میں ہوا ہے اور بعض پبلک پارٹیوں میں ملا کیا ہے پارٹیوں کی ملاقات بعض رسمی ہوا کرتی ہے۔ مگر
فیصلے بہت دیکھے انصاف کے انداز دیکھے ہیں ممدوح ہیں۔

بابو[۱۰۳] شاما چرن فوجداری میں مشہور وکیلوں میں تھے اون کا مکان بھیرو گھر میں موجود

اس خاندان میں اکثر وکیل ہیں سر دھ بابو اون کے لڑکے بھی اپنے باپ کے پورے جانشین ہیں انکا مکان پور اسوسل کلب ہے شام کو بڑے بڑے معزز عہدہ دار بنگالی ان کے یہاں جمع رہتے ہیں یہ خود اچھا کماتے ہیں صاحب ہوڑ ہیں کنبہ پرور ہیں مشہور وکیلوں میں ہیں یہ خاندان پرانا ہے شاما چرن بابو بہت ممدوح تھے۔ ان میں پرانے خاندان کی بو موجود ہے۔ گھر کے سب آدمی خلیق ہیں۔

۱۰۴
ہیران بابو پرانے وکیلوں میں مشہور گذرے ہیں یہ خاندان دریاپور محلہ میں بہت پرانا ہے اونہوں نے عبدل میاں وجلیل میاں پرانے باشندوں سے مکان خرید اڑی کوٹھی بنایا کثیر الاولاد تھے ورثا زندہ ہیں مولوی عزیز الحسن وکیل کے بغل میں مکان ہے یہ پہلے ماسٹر تھے بہت نیک طبیعت اور خلیق ملنسار وکیلوں میں تھے۔ انتظامی حالت سے سادی زندگی گذار گئے مکان اور ورثا ہیں۔

۱۰۵
اندو بابو ہیران بابو کے داماد ہیں پہلے یہ برابر اپنے سسر کے ساتھ رہے بعد مرنے ہیران بابو خاندان میں ساز نہ رہا۔ اندو بابو نے قدم کواں میں مکان بنا لیا جدا ہو گئے خوب کماتے ہیں۔ فوجداری میں مشہور وکیلوں میں ہیں انگریزی خوب تیز بولتے ہیں۔

۱۰۶
برٹنے تونین بابو کا مکان پبلک لائبریری کے پاس تھا وہ بہت مشہور وکیلوں میں گذرے بہت جائداد چھوڑ کر مرے اون کے ورثا ہیں راقم کو خبر نہیں ہے۔

۱۰۷
مسٹر عزیز صاحب بیرسٹر ولد حکیم حفاظت حسین صاحب نیورہ میں حکیم صاحب پہلے رجواڑوں میں رہے گوالیار وغیرہ میں ملازم رہے پھر لودی کٹرہ میں مدتوں مطب کیا

بڑے وضع دار پختہ کار ہندوستانی طرز معاشرت کے آدمی گذرے مسٹر عزیز کی قرابت داریاں نیورہ میں زیادہ ہیں ان کی بہن حافظ محب الحق صاحب شمس العلماء کی بی بی ہیں حافظ صاحب کے لڑکے مسٹر محمد بیرسٹر ہیں اور دو لڑکے جنکا نام راقم کو معلوم نہیں ہے ولایت کے پاس کیے ہوئے متفرق لائن میں ہیں مسٹر عزیز بہت مشہور بیرسٹروں میں ہیں در پبلک میں ممدوح ہیں بظاہر تو بالکل صاحب ہیں مگر باطن میں جوش اسلام ان میں ضرور ہے قومی ہمدردی کے وقت میں اظہار ہوتا گیا ہے پٹنہ کے یتیم خانہ کے اب صدر ہیں انجمن اسلامیہ کے اب صدر ہیں اور اور کانفرنس کے منتظم ہیں دنیا کبھی خالی نہیں رہتی اپنے مصرف کا آدمی تیار کر لیتی اور ہر زمانے میں آدمی مل ہی جاتے ہیں موجودہ وقت میں مسٹر عزیز ہی کا طوطی بول رہا ہے بہترین اخلاق مند ہیں منکسر ہیں ملنسار ہیں مہمان نواز ہیں اقبال مندی کی جو نشانیاں ہونی چاہئیں ان میں سب موجود ہیں اصل یہ ہے کہ الناس میں جب اقبال آتا ہے کل کام اچھے ہو جاتے ہیں اگر برے بھی ہوں تو اچھے دیکھائی دیتے ہیں اقبال جب تک ہے کل باتیں رہیں گی اونہوں نے خوب کمایا بہترے مکان بنالیا بہت نام اور عیش کی زندگی بہ آرام گذاری ہے اونہوں نے شادی ہی نہ کی ورنہ اس آزادی اور آرام کی زندگی ہی نہیں گذرتی لین میں مظہر میاں نوادہ والی کوٹھی خریدا اور از سر نو بہترین کوٹھی بنایا مسٹل ورتھ صاحب کا بنگلا لیا دل کشا بنایا وہیں پر اور کوٹھی ہے بینک روڈ پر تو بہترین خوبصورت بنگلہ نئے فیشن کا ہے سال میں ایک دفعہ مو غلیا ڈنر کرتے ہیں جسمیں عام طور پر غریب اور امیر کو بلاتے ہیں اور اچھا اخلاق برتتے ہیں لوگ بہت خوش جاتے ہیں مسٹر محمد کی شادی ڈومری مولوی خلیل صاحب

کی لڑکی سے ہوئی۔

مولوی مجید وکیل پسر محمد کلیم صاحب باغ کالو خاں کے پوتے ہیں امیر مرحوم کے لڑکے ہیں خاندان پیر شمس الہدیٰ مرحوم سے تعلقات ہیں خاندان مولوی ولی عالم پھوپھا ولد مولوی علی اعظم صاحب پھلواری سے برادریاں ہیں خاندان مولوی حامد حسین مرحوم ساکن نودی کٹرہ سے تعلقات ہیں خواجہ کلاں وارڈ اور سیٹی کورٹ کے حالات میں مفصل حال ہے۔

مولوی عزیز صاحب بیرسٹر ڈپٹی انوار احمد صاحب کے لڑکے ہیں قاضی نور صاحب صدر اعلیٰ کے پوتے ہیں تمام خاندان فریدپور سے تعلقات ہیں ہم جد ہیں شہر گھاٹی میں برادریاں ہیں آمد و رفت بالکل نہیں ہے کوئی اہل قرابت فریدپور والا پہچانتا بھی نہیں ہے اور شاید اون کو خود بھی خبر نہ ہوگی قاضی نور صاحب صدر اعلیٰ کے وقت تک اونکے والد قاضی مبارک حسین صاحب زندہ تھے راقم کی اور والد راقم کی داشت اپنے لوگوں کی طرح ہو اکی بعد مرنے دونوں کے آمد و رفت بالکل نہ رہی مولوی انوار احمد خاں بہادر مرحوم پٹنہ میں رہے آمد و رفت بالکل نہ رہی اون کی اولاد ان قرابت داریوں سے کیونکر واقف ہوگی۔ اس خاندان سے سررشتہ دار جی منشی محمد امیر سے بڑا ربط رہا محمد قائم مرحوم رجسٹرار کے وقت تک مولوی انوار احمد صاحب کی آمد و رفت دہلی ہی بھائی منو صاحب اور مولوی افضل صاحب نحر کے وقت تک برادریاں رہیں مولوی فضل حق ڈپٹی اون کے لڑکے ان باتوں سے واقف ہوں گے اونہوں نے چشمہ بدیع تالیو

کو دیکھا ہے گو راقم سے اون سے بھی آمدرفت رہی رفتہ رفتہ قرابت دلریاں یونہی چھوٹ جاتی ہیں اور آدمی لاعلوم اور غیرکف کا سمجھا جاتا ہے۔ کوچ کا بر میں بھی برادریاں ہیں ہملوگ ہم جد ہیں۔

بابو کملا سہائے[۱۱] ایک پرانے وکیل ہنوز زندہ ہیں ان کا مکان صادق پورہ میں ہے نیک آدمی ہیں اور سدھارن چال سے بقدر ضرورت کما لیتے ہیں۔

بھگوتی بابو[۱۲] نوجوان وکیل ہیں اور راماج بابو کے مکان کے قریب رہتے ہیں نیک مزاج سدھارن چال سے کما لیتے ہیں اور خوش حالی سے گذر کرتے ہیں بار لائبریری کے عہدہ دار ہیں

ڈاکٹر محمود[۱۳] ایک بیرسٹر مشہور ہیں اور پولٹیکس میں کام کرتے ہیں۔

کدریا بابو[۱۴] ایک پرانے وکیل تھے وہ لاولد تھے اونہوں نے خوب کمایا بڑی کوٹھی بھنوپوکھر پر بنا گئے کل جائداد کسی مندل پر چڑھا گئے ہیں مکان ہنوز قائم ہے بنارس کے کسی پنڈہ کو متولی کر گئے ہیں۔

رادھے کرشن[۱۴] ایک وکیل تھے وہ وکالت سے زیادہ مقدموں کا ٹھیکہ لینے میں کماتے تھے آخر کار اون کو گوشہ نشینی کر لینی پڑی۔

بابو بسنتو کمار[۱۵] ایک وکیل کا نام راقم جانتا ہے رادھا کشن بابو کو بھی دیکھا تھا۔

بابو بھولا ناتھ[۱۶] وکیل کو بھی دیکھا تھا۔

مولوی نظیر الدین[۱۷] ولد مرزا شمس الدین ساکن بنارس خویش نواب سرفراز حسین خاں یہاں مدتوں رہے اب وطن میں رہتے ہیں یہ مرزا رحمت اللہ بیگ وکیل

بنارسی سے تعلقات رکھتے ہیں

نمبر ۱۱۸ اودیش بابو وکیل صدر گلی کے ہیں ان کو الفت بابو کے مکان میں دیکھتے ہیں غالباً تعلقات ہوں گے۔

نمبر ۱۱۹ مولوی ہاشم صاحب سررشتہ دار کلکٹری کے لڑکے بھی وکیل ہیں غالباً مولوی محمد نام ہے۔ باوجود اس کے کہ وہ راقم کے بڑے لڑکے کے حقیقی ساڑھو کے بیٹے ہیں مگر آمد رفت نہیں ہے راقم نام نہیں لکھ سکتا راقم اس کتاب کے تحریری تجربہ سے بتا سکتا ہے کہ انگریزی تعلیم کا پہلا اثر تو لباس پر پڑا دوسرا اخلاق پر تیسرا میل جول پر یعنی سوسل لائف پر چوتھا اثر قطع برادری پر ہوا۔ اگر آدمی پڑھنے سے بڑا ہو امیر ہو گیا تو ہم کو فخر کا کیا موقع ہوا اور قوم کو کیا نفع ہوا۔ آدمی اپنا پیٹ پالنے والا ہو گیا بس یہی ہو کر رہا میرا تو قومی خسارہ ہوا ایک آدمی غیر ہو گیا۔ انگریزی والوں کو قرابت کی قدر واجبی ہے ورنہ انقطاع ہوتے ہوتے اجنبیت ہو جائے گی۔

نمبر ۱۲۰ مولوی منظور مسیح ان کے تعلقات ندول والوں سے ہیں ان کے چچا الطاف میاں برابر یوسف میاں لودی کٹرہ کے یہاں جاتے تھے مولوی منظور نے پادریوں کیساتھ رہکر وکالت پاس کیا پھر مسلمان کے مسلمان ظاہر ہوئے خوب کمایا سر فخرالدین کے مکان کے پاس مکان بنایا ہنوز موجود ہے صاحب اولاد تھے لڑکا ندول میں زندہ موجود ہیں ان کے تعلق منشی نورالعین مختار بتیا اور منشی وحید الحق مختار بتیا اور منشی ظہور الحق مختار بتیا سے ہیں یہ سب لوگ خاص قرابت کے تھے بہت روپیہ کمایا کر بڑا نام ہوتے ہوئے تھے۔ علی العموم ملک لوگ ذہین اور تیز ہوا کرتے ہیں یہ تو مشن میں رہے ہوئے تھے جی دار تھے

ہوشیار تھے قابل تھے وحید الحق وغیرہ مذکور الصدر کی اولادیں ہیں۔

مولوی[۱۲] شرف الدین بلخی پرانے وکیلوں میں ابھی دو برس ہوئے کہ انتقال کیا سو سے بالا کے ہوکر مرے ہیں پندرہ برس سے یہ پلنگ پر تھے یہ بلخی تھے اور ڈاکٹر عزیز غنی ندوی کے بھائی تھے عزیزی چک مکان تھا قاضی رضا حسین خان بہادر پھوپھا راقم کے قرابت دار تھے شیخ تفضل حسین پھوپھا ساکن خواجہ پورہ کے عصبہ داروں میں تھے جماید ابھی پایا نسی مسیح اللہ اور ماس بی بی اور سماۃ بی بی ناصرہ مورث اعلیٰ ان لوگوں کی تھیں آج تک عزیزی چک اوتا ہیں ان لوگوں کا نشان پایا جاتا ہے سب لوگوں نے وطن چھوڑکر شہر میں بود و باش اختیار کر لیا انگریزی تعلیم اور اس زمانے کے روزگار طلب آدمی کو جلائے وطنی ضروری ہے ملکی سب دیہات ہی کے ہیں آبا و اجداد کی جگہ سب نے چھوڑ دیا باپ دادا کی جائے سکونت سے بہت کم لوگوں کو تعلق رہتا ہے یہی تو اولاد سے نتیجہ خیر ملتا ہے زیادہ لوگ تو سسرال میں مقیم ہو جاتے ہیں اولاد زیادہ تر ننہال میں رہتی ہے داد ہال ایک فضول چیز ہے راقم نے تو ملکیوں کا بھی حال دیکھا ہے اسوقت بڑے بڑے دیہاتی جو شہر میں سربرآوردہ ہیں سب دیہاتی خاندان ہے اور سب جلا وطنی کیئے ہوئے آدمی ہیں سب مہاجر ہیں سنت نبوی ادا کرنے والے ہیں آبائی جگہ سے ہجرت کیئے ہوئے لوگ ہیں اونہوں نے دوندی بازار میں مکان بنا لیا وہیں مقیم ہے ان لوگوں کا مقبرہ بھی درگاہ میں دریا کے متصل ہے قمر الدین بلخی مختار انہیں کے بیٹے تھے اون کے لڑکے ڈسٹرکٹ بورڈ میں کہیں ملازم ہیں اون کے تعلقات رائے پورہ میں بخاندان شاہ درگاہی صاحب ہیں اور ڈاکٹر محمد وارث صاحب ادھر میاں رائے پورہ سے بھی ہیں دونوں باپ

بیٹے مر گئے ورثا ہیں جتنے لائق ترین بڑے بڑے نامی ہیں سب جلائے وطن ہو کر شہر میں رہے
ہیں بنگالیوں نے تو صوبہ تنگ چھوڑ دیا ہے مولوی نورالدین بلخی[۱۲۲] کا تذکرہ اوپر بھی ہمراہ ڈاکٹر
غیاث الدین مرحوم ملے گا ان کی سکونت بھی عزیز چک کی تھی یہ مولوی منگن
صاحب کے لڑکے تھے اور شرفو میاں مذکور کے قریب تر رشتہ دار تھے عادات و خواص
سب وہی خاندانی غیر مستقل بے انتہا کے چھپرہ چمپارن مظفر پور پٹنہ حیدرآباد گیا تمام
ہے ہر جگہ چلتی ہوئی وکالت رہی مگر مستقل قیام نہ کیا دوسری مولوی فضل الرحمن صاحب
کے داماد تھے ضیاء الدین صاحب ان کے لڑکے زندہ ہیں کہیں اسکول ماسٹر ہیں بے حد
تیزی اور ذہانت میں آدمی غیر مستقل ہو جاتا ہے۔

مولوی اعظم علی خان[۱۲۳] ولد افضل علیخان ساکن مغل پورہ بھی وکیل تھے
ان کی تقدیر میں عمر بھر جس کام کو کیا ۵۰ سے زیادہ ماہوارنہ ملا وکالت چھوڑ دیا
محمڈن اسکول میں ہیڈ ماسٹر رہے اور فقیرانہ زندگی گذارا جب انسان کے کیے کچھ نہیں ہوتا
ہے تو آخر کار وہ خدا کا بہترین قائل ہو جاتا ہے ان کا مفصل حال مغل پورہ میں ملے گا مگر
بعض بات یہاں پر نوٹ کرنے کے لائق ہے یہ پہلے دہریہ خیال کے تھے خدا کو منظور ہوا کہ
اپنی قدرت کاملہ اس پر ثابت کرے اور ان کو تقدیر کا قائل بنا دے اونہوں نے کوئی دقیقہ
روزی بڑھانیکا جائز طور پر اوٹھا نہ رکھا مگر ۵۰ سے بیشتر روپیہ نہ ملا اور جس کام کو کیا
تدبیر اولٹی پڑی رفتہ رفتہ یہ مذہبی ہو گئے راقم کے نانا سے منگل تالاب پر مرید ہوئے اور
کاسب آدمی خدا رسیدہ ہو کر انتقال ہوا وسی کے اندر گذران کیے حدیث کا جلسہ ......

اونہوں نے آغاز کیا مولنیا حبیب الحق صاحب جاتے اور لبعد مغرب ہر ہفتہ میں ایک دن
حدیث بیان کرتے اور یہ معہ اکثر آدمیوں کے سنتے خود تو ان کو بڑا اثر پیدا ہوا پکے مسلمان اور
پرہیزگار اور متقی ہو کر مرے بی بی کے بعد پھر شادی نکیا جب تک ارادوں کی مخالفت نہیں
ہوتی خدا کا پورا قائل انسان نہیں ہوتا اور بھی واقعات دہریہ لوگوں کے دیکھے ہیں
اون کے ارادوں کو خدا نے ایسا ایسا توڑا اولاد مری جائداد پر اثر آگرا صحت خراب ہوئی
ساری تدبیریں بیکار گئیں جب جا کر وہ خدا کے پورے قایل ہوے علم خیالات وسیع کرنیکی
لیے ہے مذہب کے عقاید میں دست اندازی نہیں ہو سکتی جس نے کی ہے آخر کو قایل
خداوندی ہونا پڑا ہے چند روزہ ڈھیل رہتی ہے دنیا جب ٹھوکر لگاتی ہے ساری تحریر و تقریر
تقدیر کے آگے جھک مارنے لگتی ہے۔

۱۴۳ مسٹر فخرالدین وکیل ولد مولوی ولی صاحب ساکن ڈمری ضلع پٹنہ کے
رہنے والے ہیں۔ اسی شہر میں پڑھا ہیں وکالت کیا ہیں سررشتہ تعلیم کے منسٹر ہوے و
دیگر سررشتہ جات کے افسر ہوئے اون کے حالات پوشیدہ نہیں ہیں تمام دفتر سرکاری میں
موجود ہیں کوئی انسان بلا غیر معمولی صفت کے بڑا آدمی ہو نہیں سکتا اتنا بڑا عہدہ پانے کے
بعد کوئی تبدیلی ان میں پیدا نہ ہوئی یہ ہمیشہ متقی رہے مذہبی رہے منکسر رہے ملنسار رہے
اپنی قوت اختیاری کو بیجا تصرف نہ کیا ان کے لباس اور طرز معاشرت پر انگریزی تعلیم اور
انگریزی سوسائٹی کا کچھ اثر نہیں پڑا۔ پختہ مزاجوں کو بیرونی اثرات کا کچھ اثر نہیں ہو سکتا
ہے اقبال اور عہدہ سنبھالنے کے لیے تبدیل مذہب تبدیل لباس تبدیل رہائش

لازمی نہیں ہے اکثر مثالیں بڑے بڑے لوگوں کی اسی کتاب میں موجود ہیں یہ زندہ
مثال اور سر گنیش دت سنگھ کی مثال موجود ہے اور گذشتہ لوگوں کے حالات سے پتہ
ملتا ہے کہ بڑے ہونے کے لئے ان چیزوں کی ضرورت نہیں ہے بہتیرے آدمی اپنی
قومیت اور مذہبیت کو سنبھالتے ہوئے بڑے بڑے نامور گذرے ہیں چھوٹی سی
فہرست آپ لوگوں کے سامنے پیش کئے دیتے ہیں۔ مہاراجہ بتیا۔ مہتھوا۔ دربھنگہ
گذشتہ راجگان ٹیکاری مہاراجہ بنارس باوان تکموہی شیوہر۔ جین پور۔ راجہ مقصود پور
راجہ ڈیو۔ گذشتہ مہاراجہ ڈمراؤں ویلی۔ نواب ڈھاکہ خواجہ سر عبد الغنی صاحب و
نواب ولایت علی خاں صاحب سی۔ ایس۔ آئی۔ مسٹر علی محمد شاد خان بہادر و دیگر
رؤسائے شہر و پرانے نامور و خطاب یافتہ وکلائے شہر کو کبھی ان باتوں کی ضرورت
نہیں پڑی تیس برس پیشتر کے ہندوستانی معزز عہدہ داروں معزز رؤسا معزز راجگان
اور اسلامی بادشاہوں کے تصاویر دیکھیے اور پھر ان کے طرز و انداز پر باوجود مختلف
الخیال و عادات ہونے کے لباس کوئی تبدیلی نہ ہوا کہ سب نے ایشیائی ترکیب کو برتا
اور دنیا کا سارا کام خوبصورتی اور سرعت سے انجام دیا اور وہ لوگ سربرآوردہ معزز
ہوگئے یہ تو ایک دنیا ہے کمائی اور عہدہ اور پوزیشن ہونا ہو سب کے سر پر ٹوپ چڑھ
گیا اور ہندوستانی لباس اتر گئے حالانکہ کوئی رعب داب اب اس لباس سے پیدا
نہیں ہوتا اب تو ڈوم چمار کوڑہ گاڑیوں پر ٹوپ کوٹ پتلون پہنکر سوانگ بنے پھرتے
ہیں جو مسلمان تبدیل لباس پر فخر کرتے ہیں اپنی قومیت کے فنا کرنے پر سب سے پہلے

موجود ہو جاتے ہیں اب تو بابو لوگ بھی فیشن پر جان دادہ ہو رہے ہیں جس نے قومیت کے
فنا کرنے پر آمادگی کی ہے یہ پہلی نشانی اوس گروہ کی بربادی کی ہے نیشنلٹی بڑی چیز ہے
اس کا دباؤ سوسائٹی پر آتا ہے فیشنلیٹی پر مرنے والوں کو خبر نہیں ہے کہ اس کا قومی
اثر کتنا خراب ہو جاتا ہے رفتہ رفتہ ہندوستانیت جذب ہو جائے گی فنا ہو جائے گی
صرف کرستانیت رہ جائے گی اور پوشیدہ اثر مذہب پر آ گرے گا صاحب گنگا جی
اشنان کو نہیں جا سکے گا۔ مسلمان صاحب مسجد میں جا کر وضو نہیں کر سکیں گے۔
ازیں قبیل اس کا اثر سوسائٹی کو ناس کر کے چھوڑے گا انگریز کبھی ان تبدیلیوں سے
راضی نہیں رہتے بلکہ اوس آدمی کو مصرقوم اور کچا مزاج جانتے ہیں اور بہروپ سمجھتے
ہیں نقل باز جانتے ہیں صوت تو مٹی کی اور لباس چین کے سفید آدمیوں کا جس
کے لیے رواج ملکی کے مطابق مقرر ہے وہی ٹھیک ہے۔ عربوں کے لباس کی
تقلید کیوں اثر پذیر نہیں ہوئی مغلوں کے لباس کے نقل کیوں نہیں جاتے چین و
جاپان بھوٹان و ایران و فارستان کا لباس کیوں برا معلوم ہوتا ہے دراصل الناس
علی دین ملوکھم کا ثبوت ہی رسول برحق نے جو فرمایا ہے وہ صحیح ہے بہرکیف
یہ سررشتہ تعلیم کے منسٹر ہیں اس لیے انہوں نے عملاً اور فعلاً ثابت کر دیا کہ علم حاصل
کر کے انسان کتنے ہی بڑے عہدہ پر ہو اپنی جگہ سے اوتر نہ جائے مگر ان کی اور سر
گنیش دت کی تقلید تو لوگوں نے نہیں کیا حالانکہ ان دونوں کی لائف ہر بات میں
قابل تقلید ہے خدا بخش خاں مرحوم کی لائف قابل تقلید تھی نواب ولایت علی خاں

صاحب کی لائف قاضی سید رضا حسین میر شمس الہدیٰ حافظ سید احمد رضا خاں
مولوی وکیل الدین خاں مولوی عبدالجبار صاحب مولوی معظم علی خاں جج کی لائف
قابل تقلید تھی سوسل لائف مولوی فضل امام خان بہادر کی قابل یادگار ہے مولوی
وحید الدین خاں صدر اعلیٰ مولوی امداد علی خاں صدر اعلیٰ مولوی علی احمد صاحب جج
بابو گوپی ناتھ ماٹے صدر اعلی اور گذشتہ روساے وقت کی سوانح عمری پڑھی قاضی
نور صاحب صدر اعلی مولوی شرف الدین باڑھ قاضی انوار احمد صاحب ڈپٹی مولوی
عبدالحیٔ رجسٹرار نواب سید محمد خاں ان لوگوں کی لائف پڑھی ان لوگوں کے انداز کیا
رہے کیا نام پیدا کر کے کیا کام کر گئے مولوی صاحب کی قرابت داریاں ڈومری
سگریانواں اور شیخپورہ حسین آباد اور مونگیر مولوی خلیل صاحب کے خاندان سے ہیں۔
سٹر سمیع کے خاندان سے ہیں۔ مولوی عبدالرحمان وکیل اون کے داماد ہیں ایک
لڑکا سگریانواں میں بخاندان مولوی ولی عالم و مولوی عزیز الحسن و منشی امیر حسن سررشتہ
دار و سید میاں سگریانواں میں بیاہے ہیں اردل سے تعلقات ہیں مولوی صاحب
سوسل آدمی ہیں ہر موافقات پر جہاں ان کو موقع ملتا ہے شادی و غمی کے شریک
ہوا کرتے ہیں علمیت کا بھی شوق ہے اس وقت تک نئی تحقیقات کا شوق ہے
عربی بھی اونہوں نے حاصل کر لی ہے مکان بھی عمدہ بنالیا ہے دولت حاصل کر لی
ہے جایداد بھی خریدی ہے جب اقبال آتا ہے ہر بات خود بخود حاصل ہو جاتی ہے
۱۲۵
سرگنیش دت سنگھ گناواں علاقہ باڑھ کے رہنے والے ہیں یہ

یہ بھی وکیل ہی تھے راقم سے اکثر ریل و جہاز پر ان سے بوقت وکالت گفتگو رہی اوس وقت بھی دماغ میں تمدنی باتیں بھری تھیں اور واقعی ان کی سپردگی میں ڈپٹی ڈپارٹمنٹ تھے جس کی اہمی اہلیت فطرۃً صلاحیت تھی گورنمنٹ کے جانچ کی تعریف ہے لوگ سمجھتے ہیں کہ گورنمنٹ صرف خوشامد سے کام دیتی ہے ہرگز یہ بات نہیں ہے وہ آدمی کی اندرونی صلاحیت اور قوت دماغی کو جانچ کر عہدہ دیتی ہے جس عہدہ کی جانچ گورنمنٹ کے ہاتھ میں ہے اوس میں دائماً اچھے ہی لوگ چنے جاتے ہیں جس عہدہ میں امتحان کی ضرورت ہے اوس میں جو پاس کرتا ہے عہدہ پاتا ہے اوس میں اکثر غلطیاں ہوتی ہیں متفرق قوم کے آدمی پاس کر کے متفرق پرورش اور سوسائٹی کے آدمی آتے ہیں اونہیں میں خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ سرگنیش دت کا عہدہ بڑے اختیار کا ہے اور بڑے جوابدہی کا ہے مگر کس خوبصورتی سے پورا کر رہے ہیں اور مذہب اور قومیت کا پورا لحاظ رکھتے ہیں جیسے سادگی کی زندگی یہ گذار رہے ہیں ویسی کوئی مثال مسلمانوں میں نہیں ملتی ہے یہ اپنے اصولی طریقے پر گنگا جی جاتے ہیں پوجا پاٹ کرتے ہیں سیدھا سادہ لباس درباروں میں آفسوں میں رکھتے ہیں قوم کے لیے اپنے روپے صرف کرتے ہیں ایک عجیب ہستی قابل قدر ہے ان کے تعلقات سے راقم واقف نہیں ہے غالباً یہ برہمن یا راجپوت ہیں جہاں تک یقین ہے برہمن ہیں راقم کو ان بڑے لوگوں سے بہت کم ملنے کا اتفاق ہوتا ہے اور راقم اپنے کو اوسط درجہ کا آدمی جان کر بہت بڑوں سے دور رہتا ہے اور کوئی غرض بھی ذاتی درپیش نہیں آتی اس لیے زیادہ لٹ پٹ کی

ضرورت بھی نہیں رہی۔

مسٹر ظہیر[۱۲۶] ولد حافظ نظیر مرحوم انیر بہار کے بیرسٹر ہیں وہ راقم کی پھوپھی زاد بہن کے لڑکے ہیں بہار میں اب رہتے ہیں اور وہیں کچھ کما لیتے ہیں اسی خاندان کے عبدو بابو بھی وکیل ہیں وہ بھی بہار ہی چلے گئے یہ فخرو میاں بہار کے لڑکے ہیں اور میر داد میر افضل شیر کے پوتے ہیں۔ اور علی شیر بھائی رانی پور کے حقیقی بہن کے ناتی ہیں چند بھائی ہیں مسٹر ظہیر کے سسرالی تعلقات بہیر والوں سے ہیں اون کے بھائی امیر مرحوم کے سسرال حکیم ظہ کے یہاں تھی چھوٹن بابو کی سسرال ٹالی میں ہے گیلانی میں بھی برادریاں ہیں ایک بھائی عجن میاں ہیں بدرو میاں بھی فخرو میاں کے خاندان کے ہیں۔

ڈاکٹر راجن[۱۲۷] بابو کے ایک بھائی چھپرہ میں وکیل تھے اب پٹنہ میں نندر بابو صدر اعلیٰ ہیں ایک بھائی سرین بابو پٹنہ میں ایس ڈی او تھے صدر اعلیٰ صاحب کا انداز اور لوگوں سے جداگانہ ہے راقم کو دس منٹ ان کے اجلاس پر جانے کا موقع ملا ہے شرافت اور پرانے خاندان کی بابت انہیں پایا یہ لوگ تینی پرانے خاندان کے ہیں تین بھائی کو راقم نے دیکھا ایس ڈی او مذکور اور ڈاکٹر راج اندر بابو سے تو خوب ربط رہا صدر اعلیٰ صاحب کو ایک ہی دفعہ دیکھا گر قیافہ اور ترکیب سے ان کی طبیعت کا اندازہ ملا یہ یقینی سوشل آدمی ہیں قدرداں مردم شناس ہیں۔

۱۲۸
مولوی عظیم اللہ بن ولد میر تبارک حسین ساکن سکریچہ خواجہ سید حسن شاہ کی اہلی کے داماد تھے اور مولوی غنی حیدر وکیل گیا اور مولوی ذوالفقار حیدر وکیل گیا کے بھائی تھے جوان ہی مر گئے اون کی اولاد ہے ایک بھائی سیلی کورٹ میں مختار ہیں مولوی غنی حیدر اور ذوالفقار حیدر نے وکالت چھوڑ دیا سب صاحب اولاد اولاد ہیں۔

۱۲۹
بشیشر سنگھ کولپور کے رہنے والے وکیل تھے گھر کے امیر تھے بی ان کا لیجیٹ اسکول اونہیں کے مکان میں ہے اوسی وقت یہ اسکول قایم ہوا تھا رفتہ رفتہ اس اسکول نے یہ ترقی کیا ہے کہ جو کالج کی صورت میں ہے اور اس موجودہ صورت میں آگیا ہے اون کے بھائی سالگرام سنگھ کلکتہ ہائی کورٹ میں رہتے تھے روز وکالت کرتے تھے راقم کے مقدمہ میں اور مقرری خواجہ پورہ کے مقدمہ میں بہ راقم کے وکیل تھے دونوں بھائی پرانے خاندان کے تھے مزاج میں شرافت اور ریاست بھری ہوئی تھی عزت سے جو امارت میں آتے ہیں وہی اوچھی اور چھوٹی طبیعت کے ہوا کرتے ہیں اعلی طبقہ پھر اعلی ہے اوئے طبقہ پھر ادنے ہی ہزار ترقی کریں مگر قومیت اور اصلیت اور وہ سوسائٹی نہیں بدل سکتی جب قوم کی قوم درست ہو جائے گی تب سوسائٹی درست ہو سکتی ہے انسانیت آئے گی ہر طبقہ کے آدمی پاس ہو کر نکلتے ہیں اس لیے سوسائٹی کا فورمیشن نہیں ہو سکتا اپنی اپنی سوسائٹی میں ملنا سب کو ضروری ہے چاہے کو ذات ہو جائیں تب فروغ پا سکے

وہ لوگ راجپوت میں تھے اور بابو امر سنگھ اور کنور سنگھ کے قرابت داروں میں تھے
کنور سنگھ اور امر سنگھ کا تذکرہ ۱۸۵۷ء کی بغاوت کا ہے یہ بڑے نامور لوگ گذرے
ہیں گو باغی ہو گئے مگر اون کی شہرت کو کوئی بھول نہیں سکتا۔

(۱۳۰) بابو کشن سہائے بابو بلدمان سہائے کے بھائی تھے بہرائوں کے پاس
شورنگ پور میں مکان تھا ایک بھائی مہابیر پرشاد کلکتہ ہائی کورٹ میں وکیل تھے
بڑے عمدہ اور خلیق آدمی گذرے اِس خاندان کے آدمی تو ان زیادہ مر گئے مہابیر
پرشاد کے لڑکے بیرسٹر تھے کشن بابو بھی ولایت گئے تھے ان لوگوں سے بڑا ربط
رہا یہ لوگ زمیندار تھے راقم ان کے والد کے وقت میں اون کے گھر پر ہو آیا ہے
کایستھ لوگ تھے اقبال مند گھر تھا۔ کشن بابو لاٹ صاحب کے کونسل کے ممبر
ہو گئے تھے آخر میں یہ انگریز نما ہو گئے تھے۔ مزاج میں فرق ضرور آگیا تھا ولایت
سے آکر انسان میں بڑی آزادی آجاتی ہے

(۱۳۱) سچدانند سنہا بیرسٹر آرہ کی طرف کے ہیں راقم کو ان سے ملنے کا کم اتفاق
ہوا ان کے تعلقات کو پورا لکھ نہیں سکتے پٹنہ میں جو ان کی [illegible] دیکھی تھی وہ یہ
تھی کہ ابتدا میں یہ تو بیرسٹر کی حالت میں رہے رفتہ رفتہ انہوں نے قلم کے ذریعے
اپنا نام مشہور کیا اخبار نکالا بہت نامور آدمی ہو گئے پھر لاٹ صاحب کے کونسل
میں ممبر مقرر ہوئے اور اچھا نمود ہوا بڑے لوگوں میں شمار ہوا ان کا انداز ابتدا سے
صاحبی ٹھاٹھ کا رہا۔ بڑے ہوشیار اور اقبال مند ہوئے ان کی شادی امیر خلیفہ

ہوئی دولت کافی ان کے پاس تھے انہوں نے مہا لائبریری کھولا جوان کی یادگار ہوئی کلب کھولا جس میں بیرسٹران جایا کرتے ہیں ایک خوش حال خوش زندگی گذارتے ہیں ملنسار تو پہلے بھی تھے پولیٹیکل آدمی ظاہر اخلاق مند تو ضرور ہوا کرتے ہیں اگر یہ نہ ہو تو دنیا میں انسان ممدوح نہیں ہو سکتا۔ راقم سے بھی ابتدا میں خوب صاحب سلامت رہی مگر جیسے جیسے کوئی اونچا ہوتا جاتا ہے راقم اوس سے الگ رہنے لگتا ہے یہ راقم کی فطرت ہی ہے۔ راقم بالکل شوشل مزاج کا ہے پولیٹیکل آدمیوں سے کم ملتا ہے اون کے اوقات بندھے رہتے ہیں بے ضرورت دلو کا دھوڑا بننا نہیں چاہتا اس لیئے بڑے لوگوں سے دور ہو جاتا ہوں تجربے نے یہ بتایا ہے کہ جب کوئی اقبال مند ہوا خودغرضی اوس کے حواشی پیدا ہو جاتے ہیں مجبوراً داشت بدلنا پڑتی ہے جس کو بے غرض برداشت نہیں کر سکتے۔ نتیجہ آخر ترک ملاقات ہی تو دوری ہی بہتر ہے۔

مسٹر اصغر حسین بیرسٹر مولوی محمد یوسف صاحب کلکتہ ہائی کورٹ کے بیٹے اور مولوی قمر الدین گیا کے پوتے ہیں ان کے والد کلکتہ میں اور مولوی قمر الدین صاحب گیا میں مشہور لوگوں میں ہیں ان کے والد کو ہائی کورٹ میں چند بار جگہ ملنے کو تھی مگر وہ بہت کماتے تھے بڑے خوبصورت پہلوان آدمی تھے اونکو ورزش کا شوق تھا خطاب یافتہ بھی تھے بوڑھے ہو کر مرے ہیں اس خاندان سے مولوی یحییٰ وکیل مدرسہ سے بڑا ربط تھا مسٹر اصغر چنبہ بھائی ہیں بقدر ضرورت کما لیتے ہیں خوش حالی سے زندگی گذارتے ہیں گیا میں کافی جائیداد اون کے والد نے چھوڑا

تھا جس کے منتظم منشی عبدالواحد ایک شخص ہلوگوں کے ساتھیوں میں تھے اور ہنوز زندہ ہیں وہ سنگر یانواں کے ہیں۔

۱۲۲۔ مسٹر یونس اور مسٹر یوسف دونوں بھائی منشی علی حسین مختار کے بیٹے ہیں دونوں بیرسٹر ہیں مسٹر یونس کا لڑکا بھی بیرسٹر ہو گیا ہے اس خاندان سے پورا ربط منشی علی حسین مختار کے وقت سے ہے وہ ہنوز زندہ ہیں پہر اس نواحہ پورہ والی پھوپھو کی زمینداری تھی منشی علی حسین نے والد کے وساطت سے خریدا مسٹر یونس تو اس وقت بڑے کمانے والوں میں ہیں اور بہت نام پائے ہوئے ہیں اور وسیع الملاقات ہیں بہت خوش اقبال ہیں چند کوٹھیاں بنائی ہیں بڑا کارخانہ ہے کونسل کے ممبر بھی ہو چکے ہیں اور لیڈروں میں شمار ہو چکے ہیں لڑکے بھی خلیق بیرسٹر ہیں مسٹر یوسف بقدر ضرورت کما لیتے ہیں دونوں کی تقدیر میں فرق ہے یہ خدا کی قدرت ہے اس میں کسی کا اختیار نہیں ہے دونوں ایک ہی باپ کی اولاد ہیں تقدیر جدا جدا ہے مولوی علی حسین اب تک خود ہی کماتے تھے جائداد کافی بقدر گذران ہو گئی ہے دوسرا عقد کر لیا ہے اوس سے بھی اولاد ہے ان لڑکوں سے دور گھر پر رہتے ہیں ان لوگوں کے تعلقات ندول پیپلا یوسف پور چکسی وغیرہ سے ہیں مولوی علی حسین کا اصل وطن چکسی ہی میں تھا چھاونی میں بڑا مکان بنایا تھا جس میں مولوی ابوالعلی ولد مولوی منظر علی ولد مولوی اظہر علی راقم کے پھوپھوزاد بھائی خرید کر کے مقیم ہیں مولوی حسین علی نے بڑے زور کی مختار کاری کیا اور خوب کمایا ڈاکٹر مسعود حسین وڈاکٹر

سخاوت حسین بیلا سے قرابت خاص ہے وڈاکٹر حبیب صاحب سے بھی قرابت خاص ہے۔ چکسی والوں سے ان سے قرابت خاص ہے۔

۱۳۴ مسٹر منظر بیرسٹر حاجی سید ڈپٹی حافظ علی مظہر صاحب کے بیٹے ہیں یہ چند بھائی ہیں ایک علی اشرف صاحب کہیں ڈپٹی ہیں ایک بھائی یونس افسر ہیں منظر صاحب مسٹر قمر الہدی بیرسٹر کے داماد ہیں اون کے تعلقات برادری کھرانٹ والوں سے ہیں لودی کٹرہ والوں سے ہیں رانی پور والوں سے ہیں از خاندان مولوی شبیر علی دادا مرحوم کے خاندان سے ہیں حافظ جی کے حقیقی بھائی مولوی یاد حسین راقم کے پھوپھا تھے ان کے تعلقات خاندان خان بہادر معین میاں سے ہیں خاندان میر کفایت حسین لودی کٹرہ سے ہیں حافظ جی خطاب یافتہ بھی ہیں حاجی بھی ہیں مسٹر منظر بھی حاجی ہو گئے ہیں حافظ جی خوش اقبال آدمی ہیں اور نیک طینت آدمی ہیں۔

۱۳۵ مولوی بدر الحسن ولد مولوی ضمیر صاحب خان بہادر ساکن صدر گلی ایک وکیل ہیں ان کی برادریاں میرٹھی گھاٹ وصدر گلی بہار میر داد والوں سے ہیں مفصل حال خواجہ کلاں وارڈ میں ہے۔

۱۳۶ مہر بابو بنگالی وکیل تھے ان کے اقبال کا بھی زمانہ اچھا تھا سرکاری وکیل مقرر ہوئے خوب کمایا بڑا نام ونمود ہوا اب ان کو عدالت میں نہیں دیکھتے ہیں خدا جانے کیا ہوئے۔

۱۳۷ نو دبہاری منتظم دار سرکاری وکیل ہمنا مو وکیل گذرے ہیں بہ دورہ میں خوب

کام کرتے رہے آنکھ سے معذور ہو گئے تھے خبر نہیں کہاں گئے اب اون کو دیکھتے نہیں ہیں۔

B مسٹر اچھے صاحب شہسرام کے رہنے والے نامور اور مرفح الحال خاندان کے آدمی ہیں پہلے اس قدر مشہور نہ تھے۔ مگر نہی آدمی ابتدا سے رہے شہسرام کے بلوہ والے مقدمہ میں ان کو بھی لوگوں نے مدعا علیہ کر دیا تھا اگر پٹنہ سے ہم رہائی پا کر بلوہ والے مقدمہ میں جان توڑ کوشش کرتے رہے اوس مقدمہ شہسرام کے اندر معزز لوگ مدعا علیہ تھے الغرض ابوسعید خاں اور زیری مجسٹریٹ ہمایاں خاں و مظفر خاں و اسمٰعیل خاں و اس خاندان کے لڑکے سب کل رہائی پا گئے دکچھ لوگ سزا پا گئے اوس وقت امرناتھ سین یہاں بنگالی جج تھے اور شہر کے لوگ بوری تھے مقدمہ بڑے زور میں چلا تھا مولوی قمر الدین وکیل سرکاری نے کام کیا تھا اوس مقدمہ کے بعد سے ان کا نام ہوا گورنمنٹ نے ان کو سرکاری بیرسٹر مقرر کر لیا ہے اب یہ اپنا کام انجام دے رہے ہیں تقدیر اس کو کہتے ہیں کبھی تو خود مجرم کبھی سرکاری وکیل برا وقت بھی آتا ہے بھلا وقت بھی آتا ہے دونوں وقت خدا ہی کی طرف سے ہے خدا پر بھروسہ رکھنے والے کو داد ضرور ملتی ہے ایسے تماشے اپنی عمر میں بہت دیکھے خدا برے وقت سے بچائے بھلا دکھائے بھلے سے برا وقت نہ دکھائے وہ بہت تکلیف دہ ہوتا ہے یہ آدمی ملنسار منکسر نہی اور مسلمان ہیں خان غفار خاں سب انسپکٹر کے بہنوئی ہیں اور قادر خاں کے بہنوئی ہیں ان لوگوں

کے تعلقات اورنگ آباد میں جنت حسین خاں پولس سپرنٹنڈنٹ ویاور حسین خاں
مرحوم وکیل گیا کے خاندان سے ہیں غفار خاں وقادر خاں وکیل مذکور کے لڑکے ہیں
راقم سے اچھے صاحب سے ربط تو نہیں ہے مگر راقم واقف ہے۔

نظام ۱۳۸ صاحب بیرسٹر خاندان ابو سعید خاں کے آدمی ہیں اور برٹش
عبد الصمد خاں صاحب کے خویش ہیں اون کی تقریب میں راقم شریک تھا یہ
تقریب بہ مکان عبد الکریم مختار شاہ گنج میں انجام پائی تھی نظام صاحب یہیں
پریکٹس کرتے تھے اب وطن چلے گئے اوس مقدمے میں یہ بھی کام کرتے رہے ان
کے والد قابل ملنے کے آدمی ہیں شہسرام کے لوگ ظاہری اخلاق اچھا رکھتے
ہیں شہسرام مردم خیز جگہ ہے زیادہ پیٹھان لوگ رہتے ہیں گرم مزاج زیادہ ہوا
کرتے ہیں مگر ملنساری بہت ہے گو غصہ میں یہ گروہ بہت جلد نظر بدلتی ہے جب
تک غصہ نہیں ہے بڑے دوست ہیں۔

مسٹر ۱۳۹ سعادت حسین بیرسٹر نگلا کے رہنے والے ہیں
پہلے یہ ملازم سرکاری تھے کسی وجہ کر نوکری چھوڑ دی اب اور ذریعہ روزی ہے
ان کے لوگ پڑھتے ہیں نگلا ہوس بھنور پوکھر میں مشہور تھا مسٹر مذکور سے ملاقات تو
تھی اب تو ورثا شاید جانتے ہوں گے نگلا والوں کے ساتھ راقم کا ایک عزیز نظام
الدین حیدر بی ان کالج میں اسٹوڈنٹ تھے اونکے ملنے کو لڑکے آیا کرتے تھے
یقین ہے کہ وہ لوگ بھولے نہ ہوں گے۔

مسٹر محبوب حسن خاں سررشتہ دار دیوان مولا بخش صاحب ایک مشہور متمول خاندان رسول پور کے آدمی گذرے مظفر پور میں جا بسے خان بہادر ہو گئے تھے والد حرمین تھے بہت خوب صورت آدمی تھے اولاد بے یہ اور ابراہیم میاں پٹرمی گھاٹ سادھو تھے بہار میں شاد اقبال حسین کے یہاں الفضائی محلہ میں بیاہے تھے حکیم معید صاحب جو طبیہ کالج میں ہیں اور خان بہادر جمشید ... علاقہ جاتی پوران کے سالے ہیں ایک سالے کہیں آبکاری میں ہیں سررشتہ صاحب کی آمدنی ۲۵ ہزار سے زائد کی ہوگی دیوان صاحب تو بہت دولت مند گذرے اون کی آمدنی ورثا پر بہت تقسیم ہوئی محمد حسن خاں صاحب ہادی حسن خاں صاحب مہدی حسن خاں صاحب وغیرہ پر تقسیم ہوا کہ ان لوگوں کو راقم نے دیکھا تھا پرانی تہذیب و تربیت و ترکیب کے روسا گذرے ہیں اون لوگوں نے جس وضع اور ہندوستانی انداز کی زندگی خوش گذارا ہے اب نصیب نہیں ہے اس خاندان کی جائداد اب تک اکثر جگہ موجود ہے صرف ظفر حسن خان اور سعادت علی خاں کی جائداد زوال میں آئی ورنہ ان لوگوں کے ورثا چھوڑا ہی ... والوں کے یہاں اور اعجاز حسن خان صاحب اور ریاض حسن خان صاحب کے پاس اور محبوب حسن خاں کے لڑکوں کے پاس ہنوز جائداد کافی موجود ہے روش زندگی میں فرق ہے نئی روشنی کے مطابق ان لوگوں کی زندگی ہے محبوب حسن خاں نے انتقال کیا اولاد ہے مظفر پور میں رہتے ہیں زیادہ حال راقم کو نہ ملا ظفر حسن خاں

گولک پور میں کہیں رہتے تھے مدت سے کوئی حال نہ ملا اعجاز حسن خاں صاحب
رسول پور میں زیادہ رہتے ہیں ریاض حسن خاں صاحب زیادہ پٹنہ میں رہتے
ہیں ان لوگوں کو علمی مذاق اچھا ہے کتب بینی کا زیادہ شوق ہے اس خاندان میں
ملنساری انکساری اور پرانی ریاست شعاری کا مادہ موجود ہے اور خاندانی رئیس
ہونے کی بات موجود ہے بعض لڑکے اس خاندان کے پڑھتے ہیں جن سے
راقم نام بنام واقف نہیں ہے دیوان صاحب کا احسان صوبہ بہار پر ہے
۵۷ء کے غدر میں اونھوں نے سیکڑوں خاندان کے ساتھ احسان کیا ہے
گورنمنٹ کی بھی خیر اندیشی کیا یہ باتیں راقم کی چشم دید نہیں ہیں سنی ہیں مگر اچھے
اچھے ذرائع سے سنتا آیا مولوی کریم الدین صاحب برادر مولوی ضمیر الدین
خان بہادر بہار میرداد اور ڈاکٹر وزیر الدین نوادہ کو اس خاندان سے بھی تعلقات
ہیں مسعود میاں اور مقصود میاں اور مودود میاں نوادہ کو اس خاندان سے تعلق
برادری قریب کا ہے۔ مولوی احمد رضا وکیل ہائی کورٹ کو بھی ان سے تعلق
برادری ہے۔

مسٹر حمید امام بیرسٹر منشی عبد العلی کے خاندان کے
ہیں اور مولوی وحید الدین خان صدر اعلیٰ ساکن تیورہ کے خاندان کے ہیں منشی
عبد العلی اور منشی امانت علی دونوں بھائی تھے منشی امانت علی بھائی شاہ وجیہ الحق
ساکن کشمیری کوٹھی کے والد تھے اور راقم کے خالو تھے راقم کی والدہ ماجدہ اور

منشی جی کی اہلیہ حقیقی چچیری بہن ہیں منشی عبد العلی کے لڑکے محمد یحییٰ تھے اون کی
لڑکی مولوی فضل امام خاں بہادر کی بیوی تھیں جن کے لڑکے اشرف امام
عرف ہینگو د کالو بابو تھے ہینگو بابو کے لڑکے مسٹر مذکور ہیں مولوی فضل امام
خان بہادر صدر اعلیٰ صاحب کے لڑکے تھے نواب امداد امام شمس العلماء
کے بھائی اور مولوی یوسف امام کرائے پرسرائے کے بھائی تھے ایک بھائی
آل امام عرف چجو میاں ساکن داناپور تھے ایک بہن مولوی محمد یحییٰ وکیل مدرس
کی بیوی غلام وارث وکیل کی ماں اور راقم کے بڑے بیٹے سید نجم الحسن کی
خوشدامن ہیں دوسری بہن مولوی ابراہیم رجسٹرار سے بیاہی تھیں اون کے
لڑکے مظہر امام جولاں پر نونہاری میں رہتے تھے ایک بہن قاضی نجم الدین
لودی کٹرہ کی چچی اہلیہ مولوی امام الدین مرحوم تھیں جن کے داماد مولوی
وجیہ رجسٹرار کرائے پرسرائے ہیں اون کے داماد مسٹر شریف بیرسٹر اور چجو میاں
ولد شاہ عیدن صاحب چودہری چک ہیں اور رجسٹرار صاحب کے لڑکے سب
خواندہ اور بعض وکیل ہیں راقم کو نہیں معلوم ہے مولوی اظہر حسن انسپکٹر پوسٹ
آفس مولوی یوسف امام مذکور کے داماد ہیں ہینگو بابو مولوی خیرات احمد انٹبوس
کے داماد تھے اور کالو بابو ڈپٹی امیر حسن خاں پریسیڈنسی مجسٹریٹ کے داماد تھے
حیدر امام صاحب مختار احمد صاحب ولد خیرات احمد صاحب کے داماد ہیں یہ
خاندان بہترین سوسائٹی خاندان تھا مولوی فضل امام کی لائق جداگانہ پڑھتے

کے لایق ہے وہ پولیٹکل لالف کے پہلے اسٹوڈنٹ ہوے اور سوسل لایف کا مکتب خانہ بانکی پور میں اور پٹنہ میں اونہوں نے کھولا۔ ایقیہ حال اونکے لایف میں ملے گا حیدر امام صاحب جو بیرسٹر ہیں جائداد سے رئیسانہ زندگی گذارتے ہیں۔

مسٹر علی کریم ۱۲۳ یہ گیا کی طرف کے آدمی تھے پولس میں ملازم تھے کما کر جمع کر کے ولایت سے بیرسٹر ہوے معہ میم ولایت سے آئے یہاں آکر خوب لڑائی ہوئی میم نے گرم پانی سے پیر جلا دیا مدرماں کے حکام بہتیرے تھے دیکر میم صاحب کو ولایت پہونچایا گیا گر بیرسٹر صاحب مر گئے اکثر لوگ میم لائے مگر ہندوستان کی تعلیم دوسری چال طرف سے اونہیں ہندوستانیوں کا سنگا سوسائٹی کا لطف نہیں میاں بیوی دونوں کی زندگی عافیت دہ نہیں ہوتی۔ صاحب لوگ سوسائٹی میں لیتے نہیں ہندوستانی سے میم صاحب ملتی نہیں برادری والے اور احباب اپنی اپنی عورتوں سے ملاتے نہیں پھر زندگی کا لطف کیا ہو سکتا ہے اس سے بہتر ہے کہ خود ہی پردہ توڑ کر ہندوستانی ہی عورت سے میم کا مصرف کیوں نہ لیا جائے ابھی تو چندے ایمیں بھی تکلیف ہو گی جب تک پورا پردہ نہ اوٹھ جائیگی ابھی نفرت کنندہ مرد و عورت دونوں کا وجود دنیا میں ہے جب بے پردہ سوسائٹی قائم ہو جائیگی تکلیف زائل ہو جائے گی میم لوگوں کو ہندوستان کی یہ ذلت معلوم رہے تو کبھی ہندوستانی کے ساتھ شادی کر کے ہندوستان نہ آویں یہ مصیبت یہاں پہونچ کر ہوتی ہے کہ ہر سوسائٹی سے کٹ جانا پڑتا ہے اور مصیبت

کی زندگی گذر رہی ہے میاں بیوی کا نیچر بھی میل نہیں کھاتا مفت میں دونوں کی جان ضیق میں رہتی ہے۔

۱۲۳ مسٹر عبدالحکیم در اصل ڈبائیوں سے تعلقات رکھتے تھے اور حکیم مولوی لطیف صاحب کے خاندان کے تھے متمول آدمی تھے گو بیرسٹر تھے مگر پیشہ زندگی گذار ان کی صحت عین جوانی میں خراب ہوگئی جوان ہی مر گئے چند روز محمڈن اسکول کے سکریٹری بھی رہے بہت ملنسار اور مہمان نواز آدمی گذرے ہیں مراد پور میں نور تن بابو سائن بیل پودہ کی کوٹھی میں مدتوں رہے پیشے کی طرف زیادہ توجہ نہ کی بس لئے نام و نمود زیادہ ہوا ان کے ایک سوتیلے بھائی عبدالحلیم میاں بیر جو سائیکل کی دوکان کرتے تھے اب گوشہ نشین ہیں ہمت خاں بچے از خاندان اچھے خان منشی ان کے سسر تھے زمانے نے ان سے مخالفت کی ان کو گوشہ نشینی اختیار کرنی پڑی مسٹر حکیم کے لڑکے ہیں راقم کو ان کا مفصل حال نہ ملا۔

۱۲۴ مسٹر اسکاٹ بیرسٹر بوڑھے اسکاٹ صاحب ساکن گلزار باغ کے بڑے لڑکے تھے یہ مونگیر چلے گئے وہیں رہے وہیں جوان ہی مر گئے اس خاندان کا مفصل حال گلزار باغ میں ملے گا یہ خاندان بڑا پرانا خاندان انگریزی مذہب کا تھا بڑے اچھے لوگ گذرے دولت مند خاندان تھا ان کے بھائی نامی اور جاسو انیون گدام میں نوکر تھے بینک روڈ میں بنگلے تھے ایک چندرا صاحب نے جو بیرسٹر نے خریدا دوسرا مسٹر منظر نے خریدا تیسرا بہادر علی خان خان بہادر کے لڑکے بیرسٹر نے

خرید اہے اسکاٹ خاندان میں صرف عزیز رہ گئی ہیں اب ایک بہن زندہ ہیں
نانی سسن صاحب کو اس خاندان سے تعلق ہے بجلی انجینیر ایک داماد تھے جو
پٹنہ میں تھے اس خاندان سے ہندوستانیوں سے علی الخصوص راقم سے بہت ربط
تھا ان کے مکان کے بغل میں بھی سیٹی اسکول تھا یہ لوگ بھی اوسی اسکول میں تھے
راقم بھی پڑھتا تھا اس لیے ربط رہا اور ان لوگوں نے قائم رکھا تھے تو سب
انگریز مگر طبیعت بڑی ملنسار او ہندوستانی تھی گلزار باغ کے حصہ میں بہتیرے
کرسٹان خاندان کا حال ملے گا۔

مسٹر کلیم مرحوم چاپا بیان پڑاڑی کے لڑکے تھے نوجوان
ہی مرگئے اون کی اولاد تھی۔

حاجی بشارت ساکن حبیب پور کا لڑکا بھی بیرسٹر ہو کر آیا تھا چند
ہی روز زندہ رہا انتقال ہو گیا بہتیروں کو نام بھی یاد نہیں ہے خود راقم کو نام یاد
نہیں آتا ہے جب کوئی مرجاتا ہے دو چار ہی برس بعد اوس کا نام ایسا محو ہو جاتا
ہے کہ کوئی نام تک نہیں لیتا بلکہ نام تک بھول جاتا ہے بس دنیا یہی ہے۔ آؤ
جاو اور گم نام ہو جاؤ نام زندگی میں کام کرنے کے لیے رکھا جاتا ہے کام ختم ہوا نام
کی ضرورت نہ رہی ایسے واقعے عبرت انگیز ہیں۔

منشی نند کشور پرشاد ٹھیکہ دار قدیم کے داماد بھی وکیل ہو گئے ہیں اچھی ٹولی
میں رہتے ہیں راقم کو نام تو نہیں یاد ہے یہ لوگ کائستھ ہیں ان کی خوشدامن وجہ

منشی دوارکا پرشاد راقم کے موضع خان پورہ کے مقرری دار ہیں۔

۱۴۸ ہنولا سرن بھی ایک وکیل مجھوڑ ٹولی میں ہیں تمام کرمیوں کی گروہ ان کے منحاصمین ہیں منشی رام پیاری لال ان کی تائید میں ہو بے حد ہوشیار ہیں دیہات کے رہنے والے ہیں۔

۱۴۹ بابو راج اندر پرشاد تو کانگریس کے حامی اور لیڈروں میں شمار کیے گئے ہیں ان کا لائیف جداگانہ فضول ہے کون ہے جو نہیں جانتا یہ میونسپلٹی میں اس کے چیرمین بھی ہوئے تھے ان کی ساوات کی برت کو ایک ایک ادنیٰ ادنیٰ آدمی جانتا ہے۔ قومی خدمات کا جو بدلہ آج کل ملا کرتا ہے وہ سب ان کو بھی مل گیا۔ اخباروں میں کل حال ملے گا اس کتاب میں مفصل اخباروں سے زیادہ کیا لکھا جا سکتا ہے۔

۱۵۰ مولوی محمد کلیم ولد مولوی محبوب صاحب پٹنہ بھی وکیل ہیں ایک لڑکے بیرسٹر ہیں مولوی محبوب صاحب مولوی محمد یحییٰ مرحوم برادر حافظ احمد رضا خان سکندر نواز جنگ جج حیدرآباد کے داماد تھے ان کی برادریاں مولوی بشیر مرحوم قاضی سہرا ہے ہنوا نول والوں سے از خاندان مولوی منظر علی ولد وکیل کرتے ہیں یہ خاندان شاہ جلال مرحوم ولد شاہ مبارک حسین مرحوم ولد شاہ مبارک حسین مرحوم سے ہے کلیم میاں کی شادی شاہ جلال مرحوم کی لڑکی تھی شاہ جلال کی شادی رانی پور میں بخاندان مولوی شیر علی دادا مرحوم [illegible] سے ہوئی تھی

قرابت خاص از خاندان مسٹر تہال و مسٹر جمال بیرسٹران کے خاندان سے ہے چوہٹہ میں مولوی نورالحسن وکیل ساکن سہ پورہ کے مکان کے بغل میں مکان ہے محبوب میاں کی مالی حالت بہت اچھی ہے شاہ گنج میں عبدالکریم مختار والی بڑی کوٹھی اوسکے بغل والا پورب والا بنگلا مسٹر بائی لاڈ کے خاندان کا اونہوں نے خرید لیا ہے گوشہ نشینی کی زندگی گذارتے ہیں بے ضرر آدمی ہیں صاحبزادگان ابھی جونیر اسٹیج میں ہیں دولت وعلم موجود ہے زمانہ موقع دیگا تو متمول ہونے کی وجہ کر ترقی پذیر ہو جائیں گے۔

مسٹر نسیم بیرسٹر باڑھ کے ایک معزز خاندان کے بہترین نیک دل آدمی گذرے ہیں محمد انیس الحق صاحب کے بھائی تھے اون کی شادی مرتضی نثیر صاحب ساکن محسن پور کی بہن سے ہوئی تھی ان کے لڑکے انجینیر ہو کر ولایت سے آئے تھے چند روز زندہ رہے انتقال کر گئے یہ خاندان اب تک آباد ہے معزز خاندان کے آدمی تھے بقدر گذران دولت بھی ہے خاندان میں علم بھی ہے لوگ بھی لائق ہیں اور برادری والوں کا خیال بھی ہے میل جول میں ملکیانہ برتاؤ اب تک پایا جاتا ہے چند نوجوان لڑکے اس خاندان میں ہنوز موجود ہیں اس خاندان سے باڑھ والوں سے بھی تعلقات ہیں شاہ بلو صاحب خان بہادر کے خاندان سے برادریاں ہیں محسن پور فریاد پور ضلع گیا والوں سے اور نودی کٹرہ والوں سے برادری ہے۔

مسٹر نعمت اللہ صاحب بیرسٹر کا نام سنا ہے مگر راقم اون کو پہچان بھی نہیں سکتا کوئی موقع زیادہ دریافت حال کا نہ ملا۔

۱۵۳ قاضی وحید ولد قاضی حمید صاحب لودی کٹرہ کے لڑکے غالباً قاضی وُدُو دنامی بیرسٹر ہیں اون کے تعلقات فضلو میاں کاشانہ والوں سے اور مولوی رشید اللہ صاحب وکیل کے یہاں اور بارہ میں مولوی مجید خان بہادر کے یہاں ہیں بقیہ مفصل حال خواجہ کلاں وارڈ میں ہے۔

۱۵۴ مولوی زین الدین صاحب ازخاندان منشی اسمٰعیل صاحب ساکن نیورہ مدتوں شہر میں لا لکچرار رہے۔ منشی اسمٰعیل کا بنگلہ مکان ہنوز تن گربا کے سامنے موجود ہے اونہوں نے بڑی سادی خوش ملنساری کی زندگی گذاری اس خاندان میں کنبہ پروری اور ملنساری ہر ایک ممبر خاندان میں دیکھا ہے۔ مولوی زین الدین بہت ہی نیک طینت آدمی ہیں اسی لئے پیشہ وکالت میں ترقی نہ کیا بلکہ سررشتہ تعلیم کو پسند کیا اور اب گوشہ نشینی کی زندگی گذار رہے ہیں۔ نیورے والوں سے جزیت خاص ہے مولوی قمر الدین اونریری مجسٹریٹ ساکن نیورہ اور خاندان مولوی عبدالحیٰ و مولوی فرزند علی نیورہ و مولوی وحید الدین خان بہادر صدر اعلیٰ و منشی نجم الدین صاحب مرحوم و موجودہ حضرات ساکنان نیورہ سے قرابت داریاں قریب تر ہیں عز الدین مرحوم و مولوی حمید مرحوم وکیل تو بہترین لوگوں میں گذرے گئے راقم نے منشی نجم الدین صاحب کو و منشی اسمٰعیل صاحب و مولوی عبدالحیٰ صاحب کو دیکھا مولوی وحید الدین خاں صاحب کو دیکھتا منشی محمد عمر صاحب کو دیکھا مولوی وحید الدین مرحوم مولوی قطب الدین مرحوم مولوی حمید مرحوم عز الدین

مرحوم مولوی نصیر الدین مولوی عنایت کریم اور پرانے اور درمیانی اوسط عمر والوں
کو دیکھا سب سے ملاقاتیں رہیں اون کے اوضاع اون کے اخلاق اون کی تعلیمی
حالت اون کے طرز و انداز و رہائش سے آگاہ رہا برادریاں بھی ہوئیں مگر ربط بڑی
چیز ہے اس کا لطف ہر زمانے میں قرابت داری سے زیادہ نوجوانوں کو ملا کرتا ہے مگر
سن رسیدوں کو قرابت کا لحاظ برادری سے ملنا دوستوں سے کہیں زیادہ تر دیکھا
آیا نیورہ اقبال مند جگہ ضرور ہے عادات بھی ویسی ہی ہیں راقم نے پرانوں میں شاہ محمد
حسین کو بھی دیکھا جن کے لڑکے محمد رضا ہیں اور محمد رضا داماد شاہ وحید الحق صاحب
پھلواری موسوم رہے آپ صاحب تھے ان لوگوں میں اخلاق تو برابر رہا کیا اور
ہر زمانے کے لوگوں میں رہا آپس میں یہ لوگ ہمدرد برابر رہے ربط والوں کے خیر
اندیش بھی رہا کئے لوگوں کو پہلے فائدہ بھی پہونچا رہا حد اختیار تک نفع رسانی اور
عزت افزائی میں پرانے لوگ قاصر نہیں ہوتے تھے اوسط سن والے جسٹس
شرف الدین مولوی ظہیر الدین خان بہادر مولوی حمید مرحوم مولوی رشید شاہ علی حسن
معروف محروق شاہ ولد منشی نجم الدین ان لوگوں میں ہمدردی اور اخلاق کا اور
مددگاری کا مادہ بہت تھا اور جو زندہ ہیں اون میں بھی ہے مہمان نواز تو نیورہ کا
بچہ بچہ ہے اور آج تک ہے۔ مولوی امداد امام صاحب کا تذکرہ فضول ہے وہ تو بہ
ظاہر اپ ٹو ڈیٹ ہیں مگر خیالات بہت پرانے ہیں وہ گذشتگان کی بہترین یادگار
ہیں بیتی عمر ہوا ہے کہ نوجوان لڑکے نیورہ کے انہیں خاندانوں کے کچھ وکلا بیرسٹر

ہیں نیورہ کے حالات میں مفصل لکھا جائے گا مولوی نواب امداد امام صاحب نے جو
نیورہ کے متعلق کتاب لکھی ہے وہ راقم کی تحقیقات سے کہیں زیادہ مستند ہوگی نیورہ میں
تو پرانے لوگوں کی پرانی وضع اور خیالات تھے ۔ ۴۰ برس کے اندر یہ ولایت تاجہ ہے
دنیاوی ترقی کیا انسانی تنزلی ہوئی ۔

ط جدو باو بہت بوڑھے اور پرانے وکیلوں میں گذرے ہیں مراد پور میں منشی حسن رضا
سررشتہ دار کے مکان کے بغل میں مکان بنا کر رہتے زمینداریاں خرید نواجہ پور
کے پاس کاشتیں خرید آخر میں گوشہ نشین ہو گئے تو جہ سن کے یہ کام لائق رہے دو
برس پیشتر تک ان کو دیکھا اب خبر نہیں کس حال میں ہیں ۔ عین وڑی پران کی گلی کے
ہومیا پیتھک کے دواوں کی بہت پرانی دوکان تھی اور وہیں انجمن اسلامیہ ہول بنا
ہے وہیں پر مقبرہ تھا بعض مزار پختہ ہے جس کا نشان اب تک موجود ہے یہیں پرانا وہ کے
حافظ جمیل احمد تاجر کی دوکان ہو رہی ہے پہلے ان کی دوکان ساز کی تھی اب برتن
کی ہے حافظ جی کے ایک بھائی بڑے حافظ جی ہیں جو بحالت غربت دماؤن کی
دوکان پیر بہور کے موجودہ تھانہ کے پاس لگے ہوئے ہیں ایک بھائی [illegible]
کان پور میں ہیں سب بھائی حافظ ہیں بچھم ہیں اب تک حافظ قرآن زیادہ تر ہیں [illegible]
سب تعلیم سے زیادہ قرآن حفظ کرانے کو بہتر تعلیم جانتے ہیں حافظ جمیل احمد کی [illegible]
سب بھائیوں سے اچھی ہے اونہوں نے اچھی ترقی مالی کر لی ہے یہیں [illegible]
سبزی فروش کی دوکان ہے عدالت میں [illegible] دوکان [illegible]

برسٹر کب مرادپور میں مکان بنا لیا اور خود زندہ ہیں عدالت میں مچل تالی پرانے سبزی فروش
مدتوں تبے دو بیر بہوڑ میں رہتے تھے ان لوگوں کے ورثا اب عدالت ہیں دوکان کرتے
ہیں غریب السدنان بائی کی دوکان اب عدالت میں مشہور ہے اس کے پہلے زلفی کی
دوکان ہی اوس کے پہلے ایک شخص کی دوکان تھی نام بھول گئے آخر میں اوس نے
فقیری لے لی تھی پرانے وکیلوں کو شاید نام یاد ہوگا دنیا فانی تھوڑا ہی رہنی ہے ایک
گیا دوسرا بھرتی ہو گیا کام چلتا ہے یہیں پر اسمٰعیل خاں میونسپل کمشنر کی دوکان ہے یہ
صاحب بوڑھے ہیں چمڑے کے تاجر ہیں خاندانی تاجر ہیں کافی دولت ہے صاحب اقبال
ہیں سبزی باغ میں بڑا مکان ہے اچھے خاں منت خاں والی بڑی دوکان جو بی ان کالج
کے سامنے تھی اونھوں نے خرید کر لیا ہے یہیں پر عطا اللہ کی سرا ہے جو منشی عظمت اللہ
کی سرا بولی جاتی ہے مسجد ہے جس کو ابراہیم بمبئی والے کے بھائی اسمٰعیل نے اور
محلہ والوں نے دو منزلی کر لیا ہے سرا کو دوشالے والوں نے دخل کر لیا ہے۔ منشی
عظمت اللہ کے لڑکے عطا اللہ تھے اون کے بعد سرا کی حالت خراب ہوئی ورثا ہیں
اسی جگہ رمضان خاں کشمیری دوشالے والے رہتے ہیں یہاں کے تمام لوگوں سے
دوشالے والوں سے ملاقات رہتی ہے یہ لوگ بڑے ہوشیار سمجھنے والے ہوا کرتے
ہیں۔ یہیں پر مولوی عثمان کا مکان تھا وہ یہاں کے منبر کی طرف سے تھے اسی میں
چندے شکور کا ہوٹل۔ ہا شکور کے باپ شیرینی بنانے میں استاد گذرے یہ لوگ
پچھم کے تھے خدا بخش نام تھا۔ بڑا عمدہ آدمی گذرا سو نئی کا کل پہلے اس شہر میں یہی لا

کہیں پر چھیدی شیرینی والے کی دوکان ہے۔ اور کبھی چھیم کا عمدہ بکتا ہے مرادپور بالکل بدل گیا اب بانکی پور کا چوک یہی ہے مارواریوں کی دوکان بکثرت یہاں ہو گئی بیر پہوڑ تک یک طرفہ دکھن جانب آباد ہو گیا اوتر جانب دریا تک سب سرکار ہی ہو گیا سب عایا کا مکان تھا سب متفرق ہو گئے خدا جانے کون کہاں گیا لوگوں پر کیا گذر گیا کہیں اسپتال ہے کہیں دیرہوس کہیں اسکول ہے کہیں کالج ہے کہیں کچھ ہے کہیں کچھ ہے اب یہ نیا شہر ہے نئی دنیا ہے نئے لوگ ہیں نئے انداز ہیں یا یہ سب خواب ہے یا وہ خواب تھے۔ غرض چند روز بعد سب کے لیے سب خواب و خیال ہی رہے گا۔

مختاروں کا حال

مولوی وحید[۱] کہرپیا کے رہنے والے مختار تھے برادری کے آدمی تھے ان کے تعلقات واناپور میر الفت حسین کے خاندان سے ہیں اور یہاں تین بیں اور مولوی یعقوب صاحب مرحوم صادق پور کے خاندان سے ہیں اور مولوی کبیر صاحب وکیل پھلواری کے خاندان سے ہیں اون کے بعض لڑکے وکیل ہیں بعض مختار ہیں مکان سبزی باغ میں ہے۔ انتقال کر گئے۔

مولوی سعید[۲] مولوی اسمٰعیل کے لڑکے مختار ہیں اور ادائم کی تغیری

بہن کے داماد ہیں ارشاد وجیہ الحق مرحوم کی حقیقی بہن کے داماد ہیں عزیز الحسن وانیس الحسن مرحوم داناپوری کے بہنوئی ہیں۔

محمد شکر اللہ ولد شیخ عبد اللہ ساکن نتول پکورہ راقم کے داماد تھے اون کے لڑکے محمد نصر اللہ اور نواز اللہ راقم کے نواسے زندہ ہیں اونہوں نے بعد بیوی اول کے چند شادیاں کیں ایک شادی کاکو میں بشاشت مختار کی لڑکی سے کیا بشاشت مختار محمد محسن مرحوم کے حقیقی سالے تھے اس بیوی سے بھی اولاد ہے اب اول میں خاندان شاہ عاجان شادی کیا ہے درمیان میں ایک شادی اور کی تھی اوس سے بھی اولاد غالباً تھی چونکہ راقم نے اپنے نواسوں کی طرف سے گواہی دی تھی اس جرم میں آمد ورفت بند ہے اون کی برادری نتول میں ہے کچھ برادری کلکتہ میں مولوی حبیب اللہ کے خاندان میں ننہیالی تھی ان کے دادا کو تعلق اوس خاندان سے بنگالے میں تھا۔

احمد رضا مختار کو تعلق نیاواں سے تھا اون کے والد یاور حسین خانقاہ منگل تالاب کے مرید تھے احمد رضا نے اچھا کمایا صاحب اولاد تھے راقم کے حقیقی سالے محمد محسن کے حقیقی ساڑھو تھے۔ خانقاہ سے آمدورفت بند رہی باپ کے ملاقاتیوں سے تو علی العموم آمدرفت بند ہو جاتی ہے۔

بشاشت حسن چند بھائی تھے ساجد حسن، ماجد حسن ساکنان کاکو تھے میر عشرت حسین کے خاندان کے تھے بشاشت نیک آدمی گذرے زیادہ نام ونمود

نہ ہوا ساجد حسین ماجد حسین اور اور روزگار کرتے تھے سب لوگ خوش حالی سے گذر گئے۔ میر عترت حسین و عشرت حسین دو بھائی کاکو میں تھے۔

شیخ ریاض حسن مختار بھی اچھا کماتے رہے مر گئے اون کے تعلقات ملک لوگوں سے زیادہ رہے۔

بندھو مختار بہت اچھا کما رہے ہیں چند قطع مکان بنا لیا ہے ان کے تعلقات مولوی یحیٰ وکیل کے خاندان سے بھی ہیں اور دیہاتوں میں قرابت داریاں ہیں سوہی اسٹیشن میں بھی مکان بنایا ہے۔ خوش اقبال آدمی ہیں۔

مولوی علی حسن نبیرہ مسٹر یونس و مسٹر یوسف بیرسٹران کے والد سربرآوردہ اور ممتاز متمول مختار تھے۔ اِن کا مفصل حال مسٹر یونس کے ساتھ ہے۔

انور مختار بھی سربرآوردہ مختاروں میں شمار تھے اون کا مکان دریا پور میں عزیز الحسن داناپور کے قبضہ میں اون کی یادگار ہے۔

مولوی ظہیر مختار بہت کمانے والے اور مشہور و سربرآوردہ مختاروں میں گذرے۔ جن کا تذکرہ مفصل مولوی جلال الدین وکیل اون کے والد کے تذکرہ میں ہے۔

مولوی فصیح احمد کے تعلقات شاہو گبہ سے ہیں یہ ایک ملا طبیعت کے مذہبی آدمی ہیں بقدر ضرورت کماتے ہیں دریاپور میں رہتے ہیں۔

ہفتہ میں کبھی حدیث کبھی قرآن کا چرچہ رہتا ہے لوگ جمع ہوتے ہیں تبلیغی کام چلتا ہے
زیادہ لٹ پٹ کی زندگی نہیں ہے کمایا اور آرام کی زندگی گذارتے ہیں۔

[۱۲] نصیر مختار فوجہ کی طرف کے دیہات کے رہنے والے ہیں ان
کے والد مولوی واجد علی تھے وہ مولانا امیر الحق صاحب منگل تالاب نانا قدس
سرہ کے مرید تھے اور شاہ وجیہ الحق صاحب کشمیری کوٹھی کے کارپرداز تھے۔
مدتوں رہے لڑکے وہیں پڑھتے تھے مولا بخش میاں ایک لڑکے نراین پرشاد
وکیل کے تائید تھے مرگئے۔ دریاپور کی گلی میں حکیم قطب الدین لین میں مکان
بناکر رہتے ہیں۔

[۱۳] مولوی سعید کلکٹری کے مختار معروف و مشہور گذرے گولک
پور کے رہنے والے تھے مفصل حال گولک پور کے محلہ میں ملے گا۔

فٹ نوٹ

سیٹی کے مختاروں کا حال گلزار باغ کے حصے میں ملے گا۔ نئے مختاروں سے راقم
کو کوئی تعلق نہیں رہا۔ راقم گوشہ نشین ہوگیا اسلیے اون لوگوں کا حال نہیں لکھ سکا صدر
سب ڈویزن سے بالکل سروکار ہی نہ رہا کلکٹری اور فوجداری کے نئے لوگوں سے بالکل نا
واقف ہوگیا اسلیے ہندو اور مسلمان مختاروں کا حال نہ لکھ سکا۔ اگر کوئی صاحب چاہیں

تو لکھ سکتے ہیں۔ راقم کی صحت اب اجازت نہیں دیتی کہ زیادہ محنت کر سکوں اور مالی حالت بھی اس موجودہ وقت میں روکتی ہے کہ اپنے پاس سے اب زیادہ صرف نکروں قریب ہزار روپیہ کے ان کتابوں پر صرف ہو چکے ہیں۔ بہتیرے لوگوں نے سنا اور پسند بھی فرمایا ہے مگر ہنوز ایک نسخہ بھی فروخت نہیں ہوا ہے اکثر بہ طور نمونہ مفت بعض لوگوں کو ملاحظہ کے لیے دیا بھی گیا۔ جہاں تک راقم کی یاد تھی کام دیا لکھ دیا گیا۔ اب راقم کے پاس نہ وقت ہے نہ محنت ہو سکتی ہے نہ صحت اجازت دیتی ہے نہ زمانہ موقع دیتا ہے ایک بکس ذخیرہ معلومات لکھا ہوا موجود ہے جو صاحب ذوق ہوں میں اون کو خوشی سے دینے کو تیار ہوں محنت و صرف کر کے خود بھی فائدہ اٹھا سکتے ہیں، اور قوم کو بھی فائدہ پہونچا سکتے ہیں۔

معذرت

اکثر چھاپے خانوں نے غلطیاں کی ہیں اور راقم کو بڑی بڑی دقتیں اور پریشانیاں اٹھانی پڑی ہیں۔ جی ہی چھوٹ گیا اور محنت کی انتہا نہ رہی۔ اب زیادہ پر بھی جبر و سہ نہیں کر سکتا۔ اس لیے اب اس شوق تصنیف و تالیف سے بھی جدا ہو کر ایک بیہ گوشہ نشینی کا ارادہ کرتا ہوں، اگر کوئی فرو گذاشت ہوا ہو یا غلطیاں رہ گئی ہوں دیت کر کتابوں کی تصحیح فرما کر ملاحظہ فرمائیگا۔ اور میری معذوریوں مجبوریوں پر توجہ کرتے

ہوے تھوڑی زحمت اصلاح گوارہ فرماکر مشکور فرمایئے گا۔ سکنڈ ایڈیشن کرانے والوں کو تصحیح و ترمیم و اضافہ کا پورا حق حاصل ہے راقم نے بہ نظر کتب فروشی اتنی محنت نہیں کی بلکہ یادگار رفتگان و زمانہ کا خاکہ اور تبدیلیوں کا حال آپ لوگوں کے سامنے پیش کر دیا ہے جو ابھی نہیں چند روز بعد آپ لوگوں کی آیندہ نسلوں کو مفید ہوگا۔ اور ہم لوگ جو برادریوں سے ناواقف ہو گئے ہیں یہ کتاب بتلائیگی اور زمانے کا اونچ نیچ ہم لوگوں کی اخلاقی تعلیم کے لیے ایک بہترین راستہ دکھائے گی۔ داعیہ دار دعائے خیر ہوں گا۔ زیادہ والسلام

اور بھی بہتیرے رسالے متفرق مضامین نیز اوخبروں اور واقفیت کے متعلق تیار موجود ہیں جب طبع ہو سکے۔

مورخہ ۳۰ ستمبر سنہ ۱۹۳۱ء

مولفہ

سید بدر الحسن بلخی از ساکنان شہر پٹنہ محلہ لودیکٹرہ

خاتمۃ الطبع

مطبوعہ

دی قومی پریس لمیٹیڈ بانکی پور پٹنہ

NOTE

List of the Hafiz of Patna has been printed ready about 76 men with their short life.

List of Mashaik has been printed containing 63 names with short life.

List of Hakims of this town has been printed with their short life.

List of Doctors Jarrah of this town has been printed with their short life.

List of religeous men has been prined with their short life containing 79 names.

List of Olamas who give the answer to Arias has been printed I have myself written some replies to other re-religious remarks.

Changes of life has been printed and important part of informations have been written and are ready which cant be printed by me now owing to my ill health, advance age, want of time and many I have in my Box any one who wants to see and to print it I can give him gladly I simply want to leave those rememberance before the future generation who cant dream of it I have seen those things with my own eyes and gathered experences from the events.

120 Obdaish Baboo Wa keel.

121 M. Mahamud's family with his father M. Hasim Paishkar of Commissioner.

122 M. Manzer Maseeh Wakeel.

123 M. Shurfoodin Bulka's family with M. Nooroodin pleaders and their sons.

124 M. Azumali Khan pleader Head master of Mohamadan School Patna deceased.

125 Sir Fakhroodin Education Minister's his family.

126 Sir Ganaishdut self Government Minister

127 M. Zahur Barister of Bihar Ambair.

128 M. Azimoodin Wakeel deceased's family with M. Zoolfakar Haider and M. Gani Hader Wakeels of Gaya.

129 Nirender Baboo's family Sub-Judge Paina with Doctor Rajender baboo and Surenderbaboo late S.D.O. Patna City Court

130 B. Bisher Singh deceased Wakeel.

114.

87 M. Haji Abdoor Rahman Wakeel son in law of Sir Fukhrudin K B.
88 H. Abdoola Fayaz deceased Wakeel
89 H Hamidoodin Moonsif deceased.

90 M. Ferzand Ali Wakeel deceased.
91 M. Kamroodin Government pleader.
92 Naben Baboo's family with Doctor Bijai baboo and Doorga Baboo.
93 Androod Baboo with Buldew Baboo Shirishtadar Patna Judges Court.
94 Manmatho Baboo Wakeel.
95 T. N. Banoorji Bar-at-Law.
96 Sham Narain Baboo deceased Wakeel.
97 Bepon Baboo Wakeel
98 Dewki Nondon Baboo Wakeel
99 Baboo Ajodheya Pershad Wakeel Vice Chairman.
100 B. Goorcharan Sikholny Wakeel in Patna.
101 Rai Narain Pershad deceased Wakeel.
102 M. Harakh Lall Wakeel.
103 Justice Koolwant Sahai.
104 Justice Jawala Pershad.
105 B. Shamacharan deceased Wakeel with Saradbaboo.
106 B. Hiranchander Mitter deceased Wakeel
107 Indoo Baboo.
108 Big Nabin Baboo deceased Wakeel.
109 M. Aziz Bar-at-Law
110 M. Wagid Wakeel.
111 M. Ozair's family with Qazi Noor Sub-Judge and K. B. Anwar Ahmed Deputy Magistrate Patna and M. Fazal Hak Deputy Magistrate Patna.
112 Baboo Kamia Sahai Wakeel.
113 Bhugwati Baboo Wakeel.
114 Doctor Mahmood Bar-at-Law.
115 Kedar Baboo deceased Wakeel.
116 Radhay Kishoon Wakeel deceased.
117 Basunto Kumar Wakeel.
118 B. Bhola Nath Wakeel.
119 M. Nazir's family of Benares Wakeel son in law of Sarfaraz Hosain Khan Member Council.

Lecturer.
56 M. Azizool Hasan late Mohafiz Dafter (record-keeper) Civil Court and Wakeel deceased.
57 Molvi Golam Qadir deceased Wakeel father of M. Hafiz fellow of University.
58 M. Wazir Haider, M. Amir Haider Zamindar Wakeels deceased.
59 Molvi Kabeer Wakel of Phoolwari the best poet of that time deceased.
60 M. Shamshool Hasan Kamrool Hasan.
61 M. Imtayaz Karim Wakeel left Sub-Deputy ship.
62 M. Mehdi Hasan receiver in Sograstate of Bihar.
63 M. Kazim Wakeel
64 M. Rasheedoola Wakeel.
65 M. Hafiz Bulkhu's family.
66 Alay Imam's family of Dinapore.
67 K. B. Shah Kamal's family of Patna 2 sons are Wakeels.
68 Hakim Nazoo's son Wakeel Kotbibaboo.
69 M. Abdool Malik Wakeel.
70 M. Mojiboorahman Wakeel of Molvi Farzandalees family
71 M. Aboosalam Wakeel.
72 M. Zoonoon and Zulkurnain's family of M. Asman's family of Nagurnohsa.
73 M. Raoof Wakeel of Poraina.
74 Khaja Md. Ismail Wakeel.
75 M. Noorool Hasan Wakeel Member of Council.
76 K. B. M. Mahmud Hasan.
77 M Mahmud Hasan Wakeel.
78 Moonshi Abdool Wahab and Molvi Zahur's family their sons are pleaders or Wakeels.
79 Justice Khaja Mohamad Noor.
80 Justice Fazal Ali
81 M. Manzer's family of Nadol.
82 M. Wasi Ahmud's family of Pabli very senior deceased Wakeel.
83 M Mahmood Bshair Wakeel.
84 M. Izhar Wakeel
85 M. Khoorshaid Hasnan High Court Wakeel.
86 M. Akbary High Court Barister.

١١٨٣

29 Nawab Amir Hasan Khan deceased Precedency Magistrate Calcutta.

30 Nawab Abdool Lateef family of Calcutta with his son Abdool Khan deceased Deputy Magistrate in Patna.

31 Pergashbaboo deceased Abkari Deputy Collector in Patna

32 Khitroobaboo Deputy Magistrate in Patna

33 Moonshi Kalipershad Sherishtadar Collectors Court Patna (deceased) with

34 Molvi Rah Sherishtadar

35 Dipte Zakir Hasan deceased Deputy Magistrate in Patna

36 B Shew Shanker Singh Deputy Magistrate of Patna deceased

37 M Fedaali Khan's family with M. Ahsan's family and K B. Md. Noor of Bihar and Nesarali Saheb Registrar of Bihar

38 B Ram Anugrah Narain Deputy Magistrate Patna deceased

39 Mikomdia Baboo Deputy Magistrate Patna deceased

40 M. Muhmood Sub-Judge Patna and his father and uncle Shamshool Ulamas Md. Husain and Molvi Raoof M. Zakerya thy are the founder of Mohamaden School Patna

41 M. Naslr Oath Commissioner

42 Gangadhur Baboo Wakeel.

43 Dabneder Baboo Government Pleader deceased.

44 Dinbandhoo Babeo Wakeel deceased

45 Shashi Bhooshan Biswas lef hand writ er deceased.

46 Mir Najafali oldest Wakeel in Patna.

47 Shamshool Ulama Molvi Jalaloodin father of Yoosoof C. S. of England and father of Zaheer Mokhtar of Dara Court in Patna.

48 Moonshi Ismail Wakeel.

49 M. Abdool Hakim Barister deceased

50 M. Monir Wakeel deceased.

51 M. Molvi Ishak Vakil

52 M. Jamil Wakeel

53 B Ramanooj Wakeel

54 Moonshi Lateef Wakeel deceased.

55 Girdhari Baboo 'Law

۱۱۸۴

Lecturer.

56 M. Azizool Hasan late Mohafiz Dafter (record-keeper) Civil Court and Wakeel deceased.

57 Molvi Golam Qadir deceased Wakeel father of M. Hafiz fellow of University.

58 M. Wazir Haider, M. Amir Haider Zamindar Wakeels deceased.

59 Molvi Kabeer Wakel of Phoolwari the best poet of that time deceased.

60 M. Shamshool Hasan Kamrool Hasan

61 M. Imtayaz Karim Wakeel left Sub-Deputy ship.

62 M. Mehdi Hasan receiver in Sograstate of Bihar.

63 M. Kazim Wakeel

64 M. Rasheedoola Wakeel.

65 M. Hafiz Bulkhu's family.

66 Alay Imam's family of Dinapore.

67 K. B. Shah Kamal's family of Patna 2 sons are Wakeels.

68 Hakim Nazoo's son Wakeel Kotbibaboo.

69 M. Abdool Malik Wakeel.

70 M. Mojiboorahman Wakeel of Molvi Farzandalees family

71 M. Aboosalam Wakeel.

72 M. Zoonoon and Zulkurnain's family of M. Asman's family of Nagurnohsa.

73 M. Raoof Wakeel of Poraina.

74 Khaja Md. Ismail Wakeel.

75 M. Noorool Hasan Wakeel Member of Council.

76 K. B. M. Mahmud Hasan.

77 M Mahmud Hasan Wakeel.

78 Moonshi Abdool Wahab and Molvi Zahur's family their sons are pleaders or Wakeels.

79 Justice Khaja Mohamad Noor.

80 Justice Fazal Ali

81 M. Manzer's family of Nadol.

82 M. Wasi Ahmud's family of Pabli very senior deceased Wakeel.

83 M Mahmood Bshair Wakeel.

84 M. Izhar Wakeel

85 M. Khoorshaid Hasnan High Court Wakeel.

86 M. Akbary High Court Barister.

۱۱۵۲

29 Nawab Amir Hasan Khan deceased Precedency Magistrate Calcutta.

30 Nawab Abdool Lateef family of Calcutta with his son Abdool Kadir deceased Deputy Magistrate in Patna.

31 Pergashbaboo deceased Abkari Deputy Collector in Patna

32 Khitroobaboo Deputy Magistrate in Patna

33 Moonshi Kalipershad Sherishtadar Collectors Court Patna (deceased) with

34 Molvi Rafi Sherishtadar

35 Diptee Zakir Hasan deceased Deputy Magistrate in Patna

36 B. Shew Shanker Singh Deputy Magistrate of Patna deceased

37 M Fedaali Khan's family with M. Ahsan's family and K B. Md. Noor of Bihar and Nesarali Saheb Registrar of Bihar

38 B Ram Anugrah Narain Deputy Magistrate Patna deceased

39 Mukoonia Baboo Deputy Magistrate Patna deceased

40 M. Muhmood Sub-Judge Patna and his father and uncle Shamshool Ulamas Md. Husain and Molvi Raoof M. Zakerya thy are the founder of Mohamaden School Patna

41 M. Naslr Oath Commissioner

42 Gangadhur Baboo Wakeel.

43 Dabneder Baboo Government Pleader deceased.

44 Dinbandhoo Babeo Wakeel deceased

45 Shashi Bhooshan Biswas lef hand writ er deceased.

46 Mir Najafali oldest Wakeel in Patna.

47 Shamshool Ulama Molvi Jalaloodin father of Yoosoof C. S. of England and father of Zaheer Mokhtar of Dara Court in Patna.

48 Moonshi Ismail Wakeel.

49 M. Abdool Hakim Barister deceased

50 M. Monir Wakeel deceased.

51 M. Molvi Ishak Vakil

52 M. Jamil Wakeel

53 B Ramanooj Wakeel

54 Moonshi Lateef Wakeel deceased.

55 Girdhari Baboo 'Law

114 Rajaram Kishoon Panday big Zemidar lost his things became Jogi
115 Tirpoleya Hospital

NOTE--Many things are still remained to print but ready

Index of the name containing Part 1st of Peerbohore Thana explaining their lives and relation

1 B. Gobind Chander Wakeel deceased
2 B. Radha Kereshto Wakeel deceased
3 M. Fali Bar-at-Law deceased
4 M. Jhan Bar-at-Law deceased
5 M. Joon Bar-at-Law deceased
6 M. Saderlane Bar-at-Law
7 Justice Sharfoodin Bar-at-Law deceased
8 Sir Ali Imam Hasan Imam Bar-at-Laws
9 M. Muzharool Haq Bar-at-Law deceased
10 M. Abool Hasan Khan Bar-at-Law deceased
11 Khoda Bux Khan C. I. E.
12 Birj Inderbaboo Wakeel
13 Dabinder Baboo Wakeel deceased
14 Goorpershad Sain Baboo Wakeel deceased
15 Rai Bahadur Poorno Baboo Wakeel deceased
16 Mr. Manook Bar-at-Law
17 Safder Imam Jafer Imam Mehdi Imam Bar-at-Laws
18 M. Sami Bar-at-Law
19 M. Ahmud Shair Md. Shair Bar-at-Law
20 M. Zahoor B.A., M. Jamal Mr. Nehal deceased Bar-at-Law
21 Mr. Naseer Moonsif
22 Mr. Najmool Hoda deceased Bar-at-Law
23 Khaja Takijan deceased Sub-Judge
24 Khaja Fakbroodin deceased Sub-Judge
25 M. Abdool Bary deceased Sub-Judge
26 M. Maazum Hasan Khan deceased District Judge Patna (1st Indian Judge)
27 Malvi Abdool Jabar deceased Deputy Magistrate.
28 Daleeloodin Hasan Khan deceased Deputy Magistrate and high officer of Haidrabad.

۱۱۸۷

59 Mahadew Pershad Mokhtar
60 M. Kaless City Magistrate
61 M. Mukbool Ahmed S. D. M.
62 Baini Madho S.D.M.
63 M Moin S.D.M.
64 M. Fuzloorahman S. D. M.
65 Mr. Hmeed S. D. M. from Dinapore
66 Present S D. M. from Doctor Waress family
67 Monmotho C. I.
68 Luchimibaboo C. I.
69 Seri Bulub Rai Sahib
70 Biaboo Baniboos family
71 Sirichand Baboo's amily
72 Md, Saleh family
73 Shaikh Paigumber Bux family
74 Mo. Dabraas family
75 Old Scatt family
76 Mr. Bylord family
77 Mr. Tyson's family
78 Mr. Wood's family
79 Mr. Creshtian's family
80 Mr. Wilamson family
81 Mr. Fraser family
82 Tewariji Municipal Secretary
83 Health Officer Municipality deceased
84 Goolzarbagh Imambandi Baigum's family
85 Jagernath Baboo family
86 Rai Ramgopal Chaudhury
87 Narasher Baboo Honorary Magistrate & V. C. his case and retirement
88 Sham Narain Baboo family chairman
89 Durgah Shaharzaun
90 Men of Shah gung
91 Men of Balkishoon gung
92 Paeer Bhaga
93 Peer Bais
94 Mrs. Kanily
95 Hushmatdad Khans Family of Alamgunge
96 M. of Petherki Musjid
97 Umerkarim's Family
98 Zamarrud Hajams Family
99 Shah Bakerka Tukya
100 Shah Hamza
101 Shah Kalay
102 Men of Sadekpure Sara
103 Men of Idgah.
104 Men of Sadekpure
105 Yoosuf Ater farash
106 Wahid Ali Khans Faimly
107 Sawji Tulsi Mandi
108 Mahanthji Puchim darwaza
109 Shah Gulam Hosans Faimly
110 Chulleeder Singhs Family
111 Hashyar Singhs Faimily
112 M. Agaesi Police Inspector
113 M. Brown Do

1160

List of men inlisted in City Court.

1 H. Lemiseror City Magisterete became Governor of Ptna
2 J. M. Curry Esqr
3 Waod man Saheb
4 T. Ingels
5 2 nd Ingels
6 Owen Esqr
7 C. C. Queen Esqr
8 Mery man Esqr
9 Stewen Esqr
10 F M. Haliday Esqr
11 Tomson Esqr
12 Wassly Esqr
13 Maxwell Esqr
14 Balens Esqr
15 Mampard Esqr
16 Curry Esqr
17 S. B. Dhalay Esqr Justice
18 Ross Esqr Justice
19 Lawiss Esqr
20 Hews Esqr
21 Mllen Esqr
22 J. J Coming Esqr
23 Chaedra baboo
24 Suorain baboo
25 K. B. Hamid Hasain
26 Ramjit baboo
27 Awadh Koomar baboo
28 B. K. Ray.
29 Olfat Hasan Mokhtar
30 Ladlay Mokhtar
31 Beer Kishor Lall Mokhtar
32 B. Kamla Pershad Mokhtar
33 Mirun Sahib Mokhtar
34 Mir Nabijan Mokhtar
35 Moonshi Hazari Lall Mokhtar
36 Moonshi Dalutram Mokhtar
37 Rahim Bux Mokhtar
38 Abdool Karim Mokhtar
39 Khaleel Mokhtar
40 M. Shamshool Hoda Mokhtar
41 Morlidhar Mokhtar
42 Mohabeer Pershad Mokhtar
43 Kaiwal Kishoon Mokhtar
44 M. Mahmood Shair Wakeel
45 Molvi Majid Wakeel
46 Syed Mohamad Kalim
47 Molvi Jaleel Wakeel
48 B. Ramkishoon Lall
49 Harukhnondon Baboo
50 Kameroodin Balkhi
51 M. Azemoodin Shereshtadar
52 Mahmoodali Khan Mokhtar
53 M. Abdool Hakim Sherishtadar
54 Nakikaali Khan Mokhtar
55 Nagaisher Sahai Mokhtar
56 Molvi Hafizoodin Haider Mokhtar
57 Madangopal Mokhtar
58 Noor Mohamad Mokhtar

1124

154 Alizaman Khan S. I. Police
155 Panphoola Bisket maker
156 Mirsahib Kababchi
157 Mahamdoo Do.
158 Jehaboo Sonar
159 Janki Gharisaz
160 Doolichand Gharisaz
161 Feda Ali Meyan shop-keeper
162 Moonsiram
163 Jagi shop-keeper
164 Hakim Anao
165 Moonshi Maivalall
166 Raja Ram Narain of Maharajghat family
167 Bishni Marwari with Baijnath Jhoonwala
168 Nathoo Chodhri

۱۱۶۸

101 Chekara player
102 Tubla player on ghara
103 Roshan music master
104 Muhfooz Khan bag-pinpe player
105 Jhaman Khalifa Roshonchoki player
106 Yakoob Kawal
107 Asger Hasan Wahid Hasan Kawal
108 Mohamad Raza Kawal
109 Sooba Kawal
110 Yosoof Kawal
111 Aminoodin Kawal
112 Kalay Khan Kawal
113 Golam Hasan Kawal
114 Nathey Kbeaer Kawal
115 Hekhroo Kawal
116 Buxi Kawal
117 Ismail and Naboo Kawal
118 Abdool Huarmut Kawal
119 Punabali Kawal
120 Ali Bux Kawal
121 Abass Hossain Kawal
122 Be-Haider best singer
123 Hoormoozi singer
124 Razia Baigum Beauty
125 Besmellajanbest dancer
126 Bijudan best dancer
127 Basanto, Hari famous for buty
128 Beasti
129 Kaora Shah best Fakeer,
130 Shah Leyakut Ali Minor
131 Malvi Lateef Doctor and Hakim
132 Shah Peer Bux sitar player
133 Munjhlay Shah
134 Md. Zahur Zurdoz
135 Hasanjan, Md. Jan Ahmud Jan Iter farrosh
136 Torabali a most honest man though was very poor
137 Nawab Najat Hosain Khan
138 M. Wazir Atar
139 Hakim Koorban
140 Haji Mohabut best cook
141 M. Wazir Zurdoz
142 Afzalali Khan's family of Mogalpoora
143 Hasan Mirza Ali Mirza
144 Doctor Abdoola Madani of Doctor Wazir's family
145 Khaja Sultan. Jan of Madhao Meyan's family
146 B. Girja kat Sahai of Chande Baboo's family
147 Mokhtar Badoor
148 Rai Sultan Bahadur best life in Patna
149 Maharaja Kaosal Singh Saoba of Patna
150 Daroga Gokhoolchand
151 Rai Kashipershad's family
152 Moonshi Degan Lall
153 Jadoobaboo S. I. Police

1149

66 Aga Haiderali big Zemindar
67 Khaja Jevan Zemindar
68 Haji Ismail Bunia shop-keeper
69 Meyan Khan father of Nawab police S. I.
70 Baboo Kadhya Lall Hira Lall old Municipal Commissioner
71 Hakim Nasir Sahib father of Hakim Najoo
72 M. Abdool Kadir grand father of M. Hafiz
73 Abdool Hamid 1st & best Hakim of Patna
74 Nawab Jafer Kooli Khan connected with Moorshedabad
75 Nawab Mehdi Ali Khan Sungidalan family.
76 Kabeer Meyan Damranwan who got properties of Bandebibi his Nekhi wife
77 Nawab Baarhanali Khan the ancestor of K. B. Depti Ahmud Ali Khan
78 Haji Feraz practical relegeans man
79 Moofti Mahamde's family of Ranipore
80 Ramzan Khan and the public prostituties of Patna
81 Alikuder Tabuleya best player in Tubla
82 Nanhay Jariya best player
83 Chotoo Meyan
84 Enait Khan 1st Sitar player
85 Taj Khan (father-in law of Omrabibi best singer in Dhoorpat
86 Md. Sedeek best player in Sitar
87 Bahadoor Khan best and 1st Sarungi player
88 Imdad Khan famous Sarungia
89 Simbhoo Gooroo
90 Hurdut Gooroo
91 Mukhdoom Bux Sarangya.
92 Bhooray Khan Sarungya
93 Hurdew Pundit Israr player
94 Baini Panday best Tubla player
95 Gafoor Kawal best Harmoniam player
96 Punditji of Maharajgunj good singer
97 Punditji and Graand Israria
98 Wajir Jan Paniput best singer wooman
99 Khairati Khan Manaverkhan Basavan Kawal
100 Belind of Benares sin-ger

//A°

24 M. Saadut Husain rice shop.
25 Bukhshi Meyan his famous Masque.
26 Khaja Syed Hasan.
27 Shakh Meyanjan 1st glass maker and Shakh Soop an Johan.
28 Goolab Shah one of the best Fakeer.
29 Lukhi Wahed Ali big general merchant.
30 Nawab Feda Ali murdered
31 Mir Mohamad Kalim Zemindar.
32 Mir Ismail Ali big Zemindar
33 Hedait best Pupri maker (sweet maker)
34 Ghasita Koonjra
35 Lala Gariban
36 Raiji Gariban
(34–36: became rich through this business)
37 Abdoolah of Bambay big cloth merchant.
38 Kamijan Zemindar Tawaif
39 Hingoo ice shop-keeper.
40 Haji Ramzu Gariban
41 Sundar Lall Achay Sahib converted Mohamadan from a high family.
42 Leyakut Hasan Kawal
43 Karim Baverchi (good cook)
44 Raghuber Kasaira best Samaver maker

45 Husain Bux
46 Amirjan best zerdoz
47 Baij Nath Lall Imitator of writtings
48 Basuntoo best Tuklisaz
49 Bhikhan Choorisaz 3 times got teath in life
50 Neyaz Ahmud Khan police Jamadar
51 Abdool Cafoor police Jamadar
52 Moonshi Kishoonlall self made man
53 Reyaz Husain
54 Payaray Sahib best rider of horses
55 Shewbaboo Mohamadens friend
56 Hasan Nawab Sahib Zemindar
57 Mirza Ilyass Husaiu
58 Mirza Nesar Hasan artest
59 Baney Sahib
60 M. Zaheer Hasan shok good writer of books
61 M. Zahir Salarpoori His murder case extra ordinary case
62 Wares of M. Azherali Zemindar
63 Kazi Nezamoodin
64 Meer Altafali ancestor of K. B. Syed Hasan doctor
65 Shah Md. Moonam famous manager In Zemindari

Index of the names in the 1st part of Khajakalan Thana which have already been printed containing and explayning about 166 famalies in 400 pages. Part 2nd in which importants names and informations are found is ready for, print in future if people like this Book and think it usefull to them 1st part of Khozakalan Thana.

1 Molvi Shair Ali Opeam Sheristadar and his family writer's grand father a very large family in the city.
2 Molvi Azhur Ali big family.
3 M. Munzer Ali big family.
4 M. Aman Ali Sekander Manzil family.
5 M. Nazur Ali big family.
6 M. Waressa Ali big family.
7 M. Qader Ali big family.
8. M. Kazi Tabaruk Husain big family
9 Shakh Imdad Ali big Sooni Zemindar.
10 Choti Shekhain big Sooni Zemindar.
11 Shah Tabaruk Husain K. B. Shah Kamals family.
12 Shakh Koonan big man of Sooni class.
13 Shakh Tabarat Husain good hearted man.
14 Kazi Abdool Hamid Zemindar.
15 Shakoor Mokhtar Municipal Mokhtar.
16 Chotoo Durzi good cutter.
17 Abdoor Rahman Khan Sub-registrar Nobutpore.
18 Hafiz Abdool Gafoor
19 Abdoor Rahman Mokhtar lost properties in daver
20 Shakh Modan 1st. general merchant in Patna.
21 Misre Lall Jawanpoori
22 Shah Ikbal Husain economic Zamindar boy.
23 Latoo Saw rice shopkeeper.

۱۱۸۲

114 Hissons Sanaihi Mul and Male Ram Pale Ram the begist Marwari firm.
115 Mansookh Roy the begist Marwari firm.
116 Jadoo Roy
117 Girdhur Chobay's family
118 Burkoo Maharaj Chotkoo Maharaj.
119 Paraım Sukdass merchant.
120 Rampertab merchant.
121 Hazari Lall Mokhtar
122 M. Khaleel Inspector Police.
123 Daroga Ikbal Hosain.
124 Daroga Abdoorrahman.
125 Moonshi Ahmud Husain.
126 Chobay Halwai of Benares.
127 Khan Mohamad shopkeeper.
128 Abdoorahim Abdool Hakim cap merchant
129 Madoo Baboo Bank of Bengal Khzanchi (cashiar).
130 Debi Pershad.
131 Mulana Noorool Huqs family of Mangels. Tank Khanka Imadia.
132 Mir Fakorula
133 Haseboola Mokhtar writer of a Book of life of Shahsahebs.
134 Molvi Abdola Punjabi.
135 Muhrali Rangraiz
136 Shokroo Meyan
137 Mohamad Khan
138 Mohamad Azim
139 Chhaidi Durzi
140 Saadut Khan
141 Hakim Kazim a famous Hakim
142 Mir Amirjan
143 Mir Syed Ali
144 Mehdi Zurdoz
145 M. Sukan Lall
146 M. Mahaish Lalls family
147 Amjud Atishbaz
148 Hanooman Saw
149 Molvi Aminola the originator of Arabic Madrisa and had a big Arabic Library.
150 Mer Jawan Poori
151 Hakim Peerali
152 Dactor Payary Mirja
153 shah Mazhur Hasan of Nawada
154 Dactor wares Hasain experenced in Homoeopath.
155 Chooni Darab
156 Molvi shurfoodin.
157 Wozira Miyan
158 Mozeffer Hasain 1 st Chatni Meker from Lucknuw domicled in Patna
159 Ram dayal Darab
160 Ramoo Darab.
161 Jawaher merdered.
162 Mahaish wood Shop.
163 Chaidi
164 Mahaish Tulwa

NOTE. - This part containing 164 families in 304 pages.

۱۱۸۴

75 Tara chand Jweller
76 Bandhoo Lohar big dealer in Iron
77 Babboo Zimedar
78 Chhotkoo Muhraj Broker
79 Phudeo baboo of Shitab chands Family Famaus Johari.
80 Shetab chand Johary
81 Bishoon chand Johary
82 Hakim Sibgotoola
83 Wazeer atar Mahamadan shop of Indian Medicine
84 Raghunandan Sonar enventor of many things
85 Md. Amirool Hising abdool kadir oldest Press Keeper in Patna.
86 Tulshi Tamol rising through Cardmom
87 Rahmat khan Police Inspector
88 Marwandass big cloth Marchant in Patna.
89 Jhamoo Khalifa.
90 Molaiji & Balgobind Maharaj Family one of the elected Municipal Comissioner.
91 RaiBahadoer Narain Parshad Vakil V. C. Patna.
92 B. Isripershad & the Bank of Bengal Cashier
93 JaiNarain Bajpai and chashier of Patna Municipality.
94 Rai Isri pershad & Mr. Malcam's Family
95 Naoroodin shah a Fakier
96 Mahabir Pershad
97 Fukherji. Zafer shah Molana shamshoodin of Ranigunj
98 Doctor Masalhib Militery Doctor.
99 Doctor Sawami terned Jogi.
100 Gangoo Singh famous man of Patna.
101 Narain Singh 1st leader Aryas Murdered.
102 Singhji 1st Hindus Sikh Hakim in Patna.
103 Shamshookhan Bahe shop-keeper.
104 Munzoor Driver
105 Elahi Bux shop-keepers fall from fire.
106 Ram Lall shop-keeper
107 Rahmatoola Abdoor Rahim best Raj in Patna.
108 Sukloo Burhi maker of best Palkees.
109 Syed Shah Tabaruk Hasan and Shah Mobarak's family & their children
110 Monoher Dass Marwari big merchant.
111 Baray Goormookh 1st big merchant.
112 Goormokh Rai 2nd big merchant.
113 Belasi Ram the oldest Marwari shop-keeper & sons

46 Nanhay Khan and Abdoolah Khan shall repairor.
47 Rasool Shah and Gama Shall merchants.
48 Shew Narain Choudhri
49 Hafiz Ahmud Shah best reader of Koran
50 Kakool shah a devoty living in Madrisa Since 20 yers. & no one Know his name.
51 Mutka shah was lying in Jhawoogunj post office and not left place till his life.
52 Baba Soomair Singh Mahanth of Hurmundil.
53 Khan Sahib Molvi Ishaq Police Inspector Patna.
54 Molvi Khoorshaid Inspector Police Patna.
55 Shakoor Inspector of Police Patna.

56 Moonshi Abdool Hakim S. I. Police.

57 Moonshi Thakoor Pershad Clerk Jhawoogung of Bench.

58 Mir Ahmud Hosain the 1st. man who accepted the proposals of Sir SyedAhmud Khan.

//۸۵

59 Kower Sukhraj Bahadur who was the 1st Originator of Moshaira in this city (collections of poets)
60 Choonoo LallMathora Pershad.
61 Khaja Amber his famous Masque in city side.
62 B. Chooni Lall's family his house was painted with gold.
63 Achay Khan a bigest Mohamadans firm in Patna and its fall.
64 Noora Kagzi the 1st shop of papers.
65 Abdoor Rahim shop keeper Chawk.
66 Ghasita shop-keeper Chawk.
67 Omurdaraz shop-keeper Chawk.
68 Wali Durzi shop-keeper Chawk.
69 Rama cap merchant shop-keeper Chawk.
70 Singhji 1st repairing shop of Harmonam.
71 Tulshi Ram Hari Ram Siri Ram Banatwalay of Ramji Ram's family
72 Keshori Lall Atar famous shop of Indian Medicinss.
73 Doctor Toorki

74 Baboo Kharuch Lall of Silvr shop

Index of printed names in part 2nd of Chawk Thana
1st. part is ready without print.

1 Khaja Guhurali Khan
2 Lallu baboo.
3 Mir Jafar Husan
4 Meer Ameer Husan.
5 K. B. Ali Mohamad Shad
6 Payaray saheb
7 Meer Sangi Jan.
8 Mir Nawab Jan
9 Aga Amjud Hussain.
10 Shah Hefazat Hasan.
11 Nawab Buboo.
12 Jager Nath Dhobi.
13 Serfaraz Khan Chaprasi.
14 Meer Wazir Haeder.
15 Shah Wazir Jan.
16 Sab Mohamad Akram.
17 Meer Ahmad Hasan.
18 Meer Wajid Hasane.
19 Kauri Meeyan.
20 Meer Farhat Hasan.
21 Ganga baboo.
22 Momtaz Nawab.
23 Md. Azim.
24 Haji Abed Hasan.
25 Meer Aboo Mohamad.
26 K. B. Aboo Saeed 1st. K.B. in Patna.
27 Meer Mujoo.
28 Molvi Ali Ahmud.
29 Paigoo Sahib the owner of Killa.
30 Moonshi Hira Lall.
31 Mohamad Ibrahim converted whole family in English religeon and was literate
32 Moonshi Shew Narain Lall father of Hari Baboo V. C. Patna Municipality.
33 Nanhoo Meyan Ramal
34 Haji Tatar his famous Masque in Patna.
35 Wajid Meyan terned Shah Sahib.
36 Doctor Mohender Nath 1st. Homeopath
37 Doctor Bashir brother of Mr. Zahoor District Judge of Patna.
38 Hafiz Ahmadola Imam of Jooma Masjid Patna in Madersa.
39 Khaja Amanoolah.
40 Khaja Asadali.
41 Khaja Md. Kha lil.
42 Khaja Amon the Ansiester of M. Ibrahim Deputy Magist.
43 Khaja Badshah related to Ragibbasil Mokhtar.
44 Baboo Khan a natorious Man in Patna.
45 M. Mohamad Yehya Vakil father-in-law of Sir Abdoor Rahim.

١١٨٧

Index of printed names in part 2nd of Malsaıami Thana explaining the lifes and relations of inlisted men part 1st. is ready without print.

1 Hakim Mohammad Amer.
2 Shah Gulam Hosain with Shah Feda Hasan.
3 Shakh Zahoorool Huk
4 M. Zoolfakar.
5 Shaikh Jawad Hosain.
6 Nazir Hadi Ali Khan
7 Khaja Daleb.
8 Moonshi Abdool Gafar.
9 Moonshi Gopal Lall.
10 Khaja Ahmad Ali.
11 Moonshi Moorlidhur.
12 Mir Raleeuddin.
13 Nooroodin Shah.
14 Jagurnath Singh Bondaila.
15 Mr. Nolan
16 Mr. Levenge.
17 Mr. White
18 Lalla Chauhry.
19 Raghuberdeyal.
20 Qazi Ajmal.
21 Shah Letafat Husain of Khosropore Nawada with his family Shah Wajid Hasan Khan. B.
22 Male Ram bigest firm in Patna.
23 Janabali Khan.
24 Shaikh Dalut.
25 Hakim Maula Bux.
26 Fakera Mehter.
27 Thagun Saw.
28 Shah Aga Jan.
29 B. Zalim Singh with B. Kumla Sahai Honorary Magistrate
30 Manoo Bhatyara.
31 Jager Nath Singh.
32 Muhmood Khan.

NOTE —This part containing 32 families in 176 pages.

11A4

ضمیمہ کتاب ہذا

حالات علمائے شہر

علمائے شہر کا حال جداگانہ بالتفصیل لکھا ہوا موجود ہے
مگر بوجہ کبر سنی اپنے راقم کو خوف ہے کہ شاید آئندہ موقع قسمت
مل سکے یا نہ [illegible] چھپ سکے یا نہ چھپے کم از کم ان بزرگوں کا نام
تو لوگوں کو یاد رہے یا آئندہ شاید کسی کو توفیق ہو کہ ان بزرگوں کا
تفصیلی حال شائع کیا جائے۔

۱۔ شمس العلماء مولانا محمد سعید صاحب کا حال ضمیمہ میں لکھا ہوا [illegible]

۲۔ مولوی حمیم الدین صاحب [illegible] ابھی [illegible] اس
کتاب میں محلہ گورہٹہ میں ملے گا۔

۳۔ مولانا محمد کمال صاحب اطراف [illegible] کے
رہنے والے تھے، یہ محدث تھے سیکڑوں نے ان سے علم حدیث کی سند لی
تھی ایک بے نفس با خدا طالب العلم کے زندگی بسر کر گئے راقم
اور جناب شاہ حبیب الحق صاحب سجادہ نشین منگل تالاب [illegible]
حافظ علی شیر مرحوم راقم کے پھوپھی زاد بھائی کے بھی استاد تھے
راقم کے دادہالی مکان رانی پور میں مقیم رہے اور ہم دونوں کے

خاندان میں ملازم بھی رہے بغایت سادی زندگی گذارا عالمانہ
وضع نہ رکھا نمائش نہ تھی

۴ مولوی محمد عظیم صاحب مغلپورہ پنجابی آدمی تھے۔ ان کا
بھی مفصل حال اس کتاب میں اوپر ملیگا۔

۵ مولوی واعظ الدین صاحب گورکھپوری مولوی امین اللہ
صاحب کے مدرسہ میں دونڈی بازار میں ملازم تھے راقم کے پڑھانے
کیلئے نوکر تھے اور راقم ہی کے مکان میں مقیم رہے وطن جاکر
انتقال ہوا۔

۶ مولوی حفیظ اللہ صاحب اعظم گڈھ کے رہنے والے مولوی
یوسف حسین اور زیری مجسٹریٹ و میر کفایت حسین رئیسان شہر
کے معلم تھے پھر ٹیڑھی گھاٹ میں چندے رہے پھر حج بھی کیا چھوٹا
شیخانئی کے وقت تک ملازم رہے۔ بعد مرنے رئیسہ مذکورہ نیا
انتظام ہوا پنشن بند وطن جاکر انتقال کر گئے۔

۷ مولوی حفیظ الدین صاحب سہسرامی صوفی مذاق تھے پھلواری
اور منگل تالاب پر بہت آتے تھے تکیہ شاہ گھسیٹا کے سجادہ نشین
کے بہت معتقد تھے اون کی اولاد تکیہ پر آتی ہے۔ قضا کیا آپکی
طرز رہایش وعمل پیری فقیری کا تھا۔

۸ مولوی غلام غوث صاحب خرم پوری چھپرہ کے علاقہ کے
تھے یہ نانا قدس سرہ کے شاگرد رشید اور خلیفہ بھی تھے۔ منشی

محمد امیر مرحوم کی مسجد پر امام تھے مدرس تھے یہ مسجد اب شاہ کمال صاحب کے متعلق ہے یہ شیخ برکت اللہ کی بنائی ہوئی ہے۔

۹ مولوی عبد العزیز صاحب۔ راقم کے ہم سبق ہیں چھپرہ میں زندہ ہیں یہ مولوی غلام غوث مذکور کے بیٹے ہیں راقم کے ساتھ کے پڑھے ہوئے ہیں نانا قدس سرہ العزیز کے شاگرد ہیں باپ ہی کا سا مذاق صوفیانہ ہے۔

۱۰ مولوی معین الدین صاحب بھی مولوی غلام غوث مذکور کے بیٹے ہیں اور چھپرہ ہی میں زندہ ہیں باپ سا مذاق ہے یہ بھی نانا صاحب قدس سرہ کے ابتدائی شاگرد تھے پھر اپنے والد کے شاگرد رہے۔

۱۱ مولوی ذوالفقار حیدر صاحب ساکن پٹنہ کسمار اور صاف آدمی مولوی محمد قایم ولد منشی محمد امیر مرحوم کے معلم رہے مدت ہوئی انتقال کر گئے ان کے لوگ وطن میں موجود ہیں۔

۱۲ مولوی علی حیدر صاحب لکھنوی مدتوں منشی محمد امیر مرحوم کے وقت میں کمال میاں والے باغ میں مطب کرتے رہے پھر مہا تالاب پر مدتوں رہے یہ لکھنو والے وضع کے آدمی گذرے اچھے خوش آواز واعظ تھے بڑے صابر و شاکر تھے بالکل فقیرانہ زندگی گذارتے عابد و زاہد تھے اور وضع دار تھے وطن جا کر انتقال فرما گئے۔

۱۳۔ مولوی عبدالصمد صاحب استھانوی راقم کے ہم سبق تھے مولوی عبدالرحمٰن کے شاگرد تھے دانا پور مدرسہ میں پڑھاتے تھے بقلد چہ کرنے سے انتقال کر گئے ان کی تصنیف ہے جس میں مشائخوں پہ اندرونی بڑی بڑی چوٹ ہے۔

۱۴۔ ملا محمد نور دستانوی دہ استھانواں کے تھے وہ بھی منگل تالاب ہی پر کے شاگرد تھے انتقال ہو گیا۔

۱۵۔ مولوی مولیٰ بخش اوگانواں کے تھے راقم کے ہم سبق تھے وہ بھی انتقال کر گئے۔

۱۶۔ مولوی معین الدین حافظ بھی تھے اور عالم بھی تھے یہ راقم کے فارسی داں استاد مولوی ریاض الدین کے بیٹے تھے اور اوگانواں کے رہنے والے تھے انتقال کیا ان کے لڑکے مونگیر میں ہیں۔

۱۷۔ مولوی عبدالحکیم صاحب حکیم بھی تھے یہ خاندان صادق پور کے تھے اور مولوی خبیر صاحب کے والد تھے۔

۱۸۔ مولوی محمد یعقوب صاحب صادق پور کے خاندان کے تھے اور حکیم ارادت حسین مہاجر مکہؒ کے بیٹے تھے انتقال کر گئے اولاد و مکان تھے۔

۱۹۔ مولوی عبدالقیوم صاحب صادق پوری کے خاندان کے تھے صوفی مذاق تھے محمڈن اسکول میں ملازم تھے انتقال ہو گیا۔

۲۰ مولوی عبد الحمید صاحب بھی صادق پور ہی کے تھے شاعر بھی تھے جامع علوم بھی تھے اون کا تذکرہ اس کتاب میں مفصل ہے انتقال ہو گیا۔ ۲۲

۲۱ مولوی امجد علی صاحب و مولوی اشرف علی صاحب حکیم عبد الحمید کے بھائی تھے یہ بھی صادق پور کے خاندان کے تھے دونوں۔ ام۔ا۔ پاس تھے ایک عربی میں اور ایک انگریزی میں یہ دونوں بھی نہ رہے۔

۲۳ مولوی محمد حسین صاحب بانی محمڈن اسکول شمس العلماء تھے یہ بھی صادق پور کے تھے اِن کے بیٹے مولوی محمود صدر اعلیٰ و مولوی حامد ہیں۔

۲۴ مولوی عبد الرؤف صاحب شمس العلماء محمڈن اسکول کے سکریٹری تھے مولوی محمد حسین کے بھائی اور مسٹر ذکریا بارسٹر پٹنہ کے والد تھے انتقال ہو گیا۔

۲۵ مولوی جلال الدین صاحب والد صاحب کے پڑھانے کو ملازم تھے موجی پور کے رہنے والے تھے وکیل ہو گئے تھے دولتمند ہو گئے تھے مولوی ظہیر مختار اور مسٹر یوسف صاحب سویلین کے والد تھے یہ بڑے اقبال مند ہوئے خاندان آباد ہے خود انتقال فرما گئے حاجی بھی تھے اور شمس العلماء بھی تھے

۲۶ مولوی عبد اللہ صاحب پنجابی محمدی جان کی مسجد میں ملازم ہے

خانقاہ کے پاس مکان بے کان لذہیں خود انتقال کیا۔

ملا ۲۷ مولوی شمس الدین صاحب فخرجی کے بیٹے اور ظفر شاہ کے بھائی تھے ماموں صاحب قبلہ گدی نشین خانقاہ منگل نالاب کے شاگرد تھے رانی گنج میں مزار ہے اور غوث بنگالہ کہلاتے ہیں انکے عرس میں اجمیر کا چھوٹا نمونا ہے۔

ملا ۲۸ مولوی لاڈلے صاحب چت ٹولی ہنوز زندہ ہیں مولوی پیارے چت ٹولی کا بھی انتقال ہوگیا۔

ملا ۲۹ مولوی نظام الدین صاحب حکیم بھی تھے صادق پوری میں تھے اون کا بھی انتقال ہوگیا۔

ملا ۳۰ حافظ مولوی فتح الدین صاحب پنجابی محمدی جان کی مسجد پر تھے وطن جا کر انتقال کر گئے۔

ملا ۳۱ ملا امین الدین صاحب حامد میاں لودی کٹرہ کے پڑھانیکو ملازم تھے وہیں انتقال ہوا۔

ملا ۳۲ مولوی اویس قرنی صاحب کا حال اس کتاب میں ہے وہ محمدی جان کے مسجد و مدرسہ میں ملازم ہیں زندہ ہیں۔

ملا ۳۳ مولوی عبید اللہ صاحب اجھری وہیں ملازم تھے اب مدرسہ شمس الہدیٰ کے مدرسہ میں ہیں۔

ملا ۳۴ مولوی توحید صاحب مخدوم پوری ماموں صاحب قبلہ کے شاگرد تھے انتقال کر گئے کتابیں ہیں۔

۳۵ مولوی تمنا عمادی صاحب مولوی نظیر الحق صاحب پھلواری کے
لڑکے ہیں اور راقم کے میری بھائی ہیں وہ بڑے بڑے افیسران
اعلیٰ کے اوستاد ہیں بڑے بڑے بارسٹروں کے اوستاد ہیں زندہ
ہیں۔

۳۶ مولوی اظہر حسین پنجابی گوہر علی خان کے لڑکوں کے معلم
تھے وطن جاکر مر گئے۔

۳۷ مولوی عبدالرحیم صاحب صادق پوری نے کالا پانی سے
واپس آکر ایک کتاب لکھی ہے جس میں ایام غدر کے مواقعات
ہیں اور کالا پانی کا حال ہے بہت بوڑھے ہوکر مر گئے۔

۳۸ مولانا امیر الحسن صاحب دوندی بازار کا کتب
خانہ قابل دید تھا صوفی مذاق تھے بہت بوڑھے ہوکر مر گئے اونکے
بیٹے ۳۹ مولوی امین اللہ صاحب عجب جامع علوم و ہنر تھے جوان مرے

۴۰ مولانا شاہ علی امیر الحق صاحب سجادہ نشین گدی منگل تالاب
راقم کے نانا بہت بوڑھے ہوکر مرے

۴۱ مولانا حاجی سید شاہ رشید الحق صاحب سجادہ نشین
خانقاہ منگل تالاب مشہور ولی اللہ ہوکر مرے ندوہ میں چند بار
صدر ہوئے دس بارہ برس ہوا انتقال فرمایا۔

۴۲ مولوی شاہ محمد حبیب الحق صاحب مولانا مذکور کے
بیٹے اب گدی پر ہیں سلمہ اللہ کے بیٹے مولوی صبیح الحق ہیں

۴۴ مولوی حافظ رجو صاحب - شاہ حبیب الحق صاحب کے شاگرد تھے انتقال ہو گیا۔

۴۵ حافظ مولوی عبد الکریم صاحب محمدی جان کی مسجد پر ہنوز ملازم ہیں

۴۶ مولانا سلیمان صاحب پھلواری ہندوستان میں مشہور و معروف آدمی ہیں۔

۴۷ مولوی محی الدین صاحب حکیم شعیب صاحب کے والد تھے وہ بہت سن پاکر قضا کر گئے۔

۴۸ مولوی صفت اللہ صاحب پھلواری کا علم اچھا تھا۔

۴۹ مولوی اشرف مجیب صاحب و مولوی ۵۰ نعمت مجیب صاحب مولوی صفت اللہ صاحب کے بھائی تھے چھوٹی خانقاہ پھلواری وہ انہیں لوگوں کی قائم کردہ ہے۔

۵۱ مولوی مرتضی حسن صاحب و مولوی علی اعظم صاحب کے قرابت دار تھے وہ مدرسہ عجابعہ نافعہ میں ملازم تھے۔

۵۲ مولوی علی اعظم صاحب رئیس اعظم پھلواری کے شاگرد بہت تھے

۵۳ مولوی معشوق صاحب پھلواری ان کی قرابت داروں میں تھے انتقال ہو گیا۔

۵۴ مولانا شاہ بدر الدین صاحب شمس العلماء نے ان کو برٹش میں خطاب واپس کر دیا تھا یہ امیر شریعت پھلواری تھے اور گدی نشین بڑی خانقاہ تھے انتقال فرما گئے اون کے بیٹے ۵۵ مولوی شاہ محی الدین صاحب

اب گدی پر ہیں اون کے نائب مولوی سجاد ہیں مولوی محمد ہادی مبلغ ہیں

یہ مولوی منیر کے داماد ہیں

۵۶ شاہ مولوی عین الحق صاحب محدث ہونے کی وجہ سے پھلواری کی گدی کی سجادہ نشینی چھوڑ دیا تھا انتقال کر گئے اون کے بیٹے

۵۷ مولوی احمد حبیب صاحب غیر مقلدوں کے امیر شریعت ہیں

۵۸ مولوی عبد الحی صاحب سجادہ نشین پھلواری تھے انتقال کر گئے

۵۹ مولوی شاہ علی حبیب صاحب گدی نشین بڑی خانقاہ پھلواری کا بھی انتقال ہو گیا۔

۶۰ مولوی امیر صاحب کوٹنا دولتمند عالم گذرے۔

۶۱ مولوی شمس الحق صاحب ڈیانوال ایک غیر مقلد عالم گذرے اون کے بیٹے حکیم مولوی ادریس صاحب زندہ ہیں

۶۲ مولوی عبد الحی صاحب پٹنہ کالج میں ہڈ مولوی تھے

۶۳ مولوی کاظم حسین صاحب شیعہ مذہب ادیب تھے اور سٹی اسکول میں تھے راقم نے پوری عربی الف لیلا اون سے پڑھا تھا انتقال ہو گیا۔

۶۴ مولوی فیض علی صاحب نظام پور فرید پور کے علاقہ کے رہنے والے دوندی بازار کے مدرسہ میں ملازم تھے اون کے بیٹے اظہر حسین مختار گیا تھے۔

۶۵ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب انبیہ بہار کلکتہ مدرسہ میں ملازم ہیں راقم کے چھوٹے لڑکے کے سسرالی قرابتدار قریب ہیں۔

٦٦ مولوی سخاوت حسین صاحب عماد پوری نانا قدس سرہ کے شاگرد رشیدوں میں تھے۔

٦٧ مولوی محمد فاضل صاحب نواده شاہ محمد امین احمد صاحب بہار کے خویش تھے انتقال فرمایا۔

٦٨ مولوی محمد رفیق صاحب اسلام پور ہنوز زندہ ہیں حج کو گئے ہیں

٦٩ مولوی حسین صاحب مشہور و معروف ہیں مولانا سلیمان صاحب کے بیٹے ہیں ہندوستان میں مشہور ہیں پھلواری شریف کا نام ان کی وجہ کر بہت ہوا جعفر میاں نادری تکیہ یاں دونوں کے قائل ہیں

٧١ مولوی رحیم الدین صاحب استھاوان کے رہنے والے تھے الپنچ اخبار انہوں نے جاری کیا تھا انتقال ہو گیا۔

٧٢ مولوی صبور الحق صاحب شمس الہدیٰ مدرسہ میں پرنسپل ہیں۔

٧٣ مولوی ظفیر صاحب مدرسہ مذکور میں ملازم ہیں۔

٧٤ مولوی محمد یسین خان صاحب پٹنہ کالج ہوسٹل میں ملازم تھے آرہ ملکی محلہ میں ہنوز زندہ ہیں۔

٧٥ حکیم مولوی نصیر صاحب سوزار ٹولی کا مفصل حال کتابوں میں ہے۔

٧٦ مولانا امانت اللہ صاحب و مولانا فصیح صاحب و

٧٨ مولانا شمس العلماء مولوی ابو الخیر صاحب سے لوگ واقف ہیں

٧٩ مولانا نظیر احمد صاحب در بھنگہ محدث دہلوی مشہور محدث گذرے

ہیں راقم کو اتفاق ملازمت مظلوبودہ میں بمکان مولوی فضل الرحمان صاحب ڈومری کے یہاں ہوا ہے۔

۸۰ مولانا فاخر صاحب بیخود کے شہر لوگ خوب واقف ہیں۔

۸۱ مولانا قطب الدین صاحب برہم چاری سے شہر کے لوگ واقف ہیں۔

۸۲ مولوی محمد ابراہیم صاحب رضوی کو بھی لوگ جانتے ہیں

۸۳ مولوی عبداللہ صاحب آروی بھی مشہور آدمی تھے۔

۸۴ مولوی عبدالماجد صاحب کو بھی لوگوں نے دیکھا ہے۔

۸۵ مولانا محمد علی صاحب مونگیری کو لوگ خوب جانتے ہیں ناظم ندوہ تھے

۸۶ مولوی اشرف علی صاحب کی کتابیں یادگار ہیں۔

۸۷ مولوی شبلی صاحب نعمانی کے کتابوں کو بہتیروں نے دیکھا ہوگا۔

۸۸ مولوی احمد علی صاحب غازیپوری فضلو میاں شیخ کنواں کے پڑھانیکو ملازم تھے

۸۹ مولوی جودت صاحب کا وعظ لوگوں نے شہر میں خوب سنا ہے

۹۰ مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی سے لوگ واقف ہیں محدث تھے

۹۱ مولانا عبدالحق صاحب محدث دہلوی کو کون نہیں جانتا۔

۹۲ مولانا احمد رضا خان صاحب انتقال سے دنیا واقف ہے دوسرے مولوی شمس تبریز حقانی کے مصنف ہیں [illegible]

۹۳ مولانا حسرت موہانی صاحب کا نام دنیا جانتی ہے۔

۹۴ مولانا ابوالکلام آزاد صاحب کو شہر بھر نے دیکھا ہے۔

۹۵ مولانا آزاد سبحانی صاحب کا وعظ لوگوں نے خوب سنا ہے۔

۹۶ مولانا نثار احمد صاحب مفسر کو بھی لوگوں نے دیکھا ہے یہ لوگ مقدسان مذہب اس شہر میں گذرے ہیں اور چند حضرات باہر سے اس شہر میں آیا کئے ایک اجلاس ندوۃ العلماء کا اس شہر میں منعقد ہوا جس میں ۔

۹۷ جناب مامون صاحب قبلہ صدر بنائے گئے تھے۔ اور دیگر حضرات جو ندوہ اور مخالف ندوہ کی پارٹی میں شریک تھے اکثروں کی دعوت خاکسار نے خانقاہ میں کی تھی علمائے کرام غالباً بہت سے راقم سے واقف ہے حسن لقائی صاحب کو بھی راقم جانتا ہے سرکشی کی بابت بہت واقفیت اور معلومات رکھتا ہے تفصیل وار حال لکھنے میں طول لیتا ہے اس لئے اختصار پر اکتفا کیا موقع وقت ملا اور کتاب ہذا مقبول ہوئی تو اور بہت بڑھاؤں گا اور مفصل حال عرض کروں گا ورنہ یادگار کے لئے اتنا کافی ہے۔

بہترین مناظر آریہ سماج

۱ مولوی عباس علی ظفر پوری صاحب ۲ مولوی ذوالفقار حیدر صاحب بنارسی ۳ بابو [illegible] سیوان ۴ مولوی محمد تقی صاحب بنارسی ۵ مولوی قطب الدین صاحب چھپاری [illegible] ۶ دھرم پال صاحب ۷ مولانا جودت صاحب سہارن پوری

راقم نے خود بھی ۲۰ ادق سوالوں کا جواب آریہ سماج کا لکھدیا ہے جو وجود ذات کبریا پر اگرچہ روز مرہ مسئلہ پر گفتگو کئے جاتے ہیں پادریوں کے شدید و سخت سوالوں کا جواب بھی تحقیقی بحث لکھدیا ہے جو عوام کو فائدہ دیگا اور شائع نہیں ہوسکے۔

ضمیمہ ۳۳ کتاب ہذا

حافظوں کا بیان

گو سب کا مفصل حال موجود ہے مگر زمانہ فرصت نہیں دیتا
شاید بالتفصیل لکھنا اور چھپنا راقم سے ادا نہ ہو سکے یادگار
تو لوگوں کے رہ جائیں گے۔

۱۔ حافظ فتح الدین کا حال علماء کے ساتھ درج ہے یہ
پنجابی تھے بڑے خوش آواز تھے انکا قرآن پڑھنا پُر تاثیر تھا۔

۲۔ حافظ معین الدین او گانواں عالم تھے۔ علماء کے ساتھ
مفصل حال ہے یہ راقم کے مکان میں حافظ ہوئے۔

۳۔ جناب مولانا شاہ حبیب الحق صاحب سجادہ نشین
گدی عمادیہ بھی حافظ و عالم محدث و واعظ و صوفی ہیں ان کا
مفصل حال اوپر مذکور ہے، یہ جناب ماموں مولانا رشید الحق قدس سرہ
کے صاحبزادہ ہیں ان کا خاندان مشہور ہے اس خاندان میں
برابر لوگ ذی علم ہوتے آئے۔ راقم کے نانا کے منجھلے بھائی
مولوی ظہیر الحق نواسہ جو سید نجم الحسن پسر اکبر راقم کے دادا سے
وہ بھی حافظ تھے اور مولوی نقیر الحق وکیل چھپرہ سب سے چھوٹے
بھائی نانا مرحوم قدس سرہ کے بھی حافظ تھے۔ ماموں صاحب کا

ناظرہ قریب الحفظ تھا۔

۴۔ حافظ رحیم شاہ حبیب صاحب کے شاگرد تھے عالم و حافظ تھے
یہ مالسلامی کے علاقہ کے تھے اور حافظ عبدالکریم کے قرابت داروں
میں تھے اور یہی تذکرہ موجود ہے۔

۵۔ حافظ عبدالکریم مالسلامی کے علاقہ کے رہنے والے ہیں بی محمدیہ ان کے
مسجد پر ملازم ہیں اور یہی حال کچھ ہے۔

۶۔ حافظ عبدالغنی شاہ کی اولاد سے تھے ان کے لوگ کچھ دروازوں میں
رہتے تھے۔ حافظ احمد اللہ کے بعد مدرسہ کی مسجد میں متولی نے
ان کو امام مقرر کر دیا تھا اب ان کا لڑکا ہے۔

۷۔ حافظ بھولن کسی دیہات کے تھے مدت ہوئی مر گئے۔

۸۔ حافظ محمد جان پرانے مشہور حافظ ہیں ان کے شاگرد
رؤسا زیادہ ہیں کابلی استقبالوں میں رہتے ہیں خوب کماتے ہیں اور
بڑے محتاط ہیں جاموں میں جگہ لے کر سیکڑوں روپے کماتے ہیں
مدرسہ شمس الہدیٰ میں ملازم ہیں لوگوں کے یہاں تقریب مقرر ہے دین
مقرر ہے اور بابکی پور تک جاتے ہیں اور ہر جگہ تقریبوں میں بھی
شریک ہوتے ہیں یعنی تکمیر تمام کی ڈیوٹی بھی ادا کرتے ہیں اور شرکت
مجالس و تقریبات بھی کرتے ہیں حتی الوسعت ناغہ نہیں کرتے ہیں۔
حافظوں میں ان سے کم لوگ کماتے ہیں

۹۔ حافظ حسام الدین شاہ نظام الدین صاحب کے بیٹے تھے

شاہ نعیم صاحب قدس سرہ کے مزار پر مراقبہ میں آپ کا انتقال ہوا ہے
چند برس گذرے ہیں کہ مرے ہیں یہ حافظ علی کے شاگرد تھے۔

۱۰۔ حافظ نظر الرحمان مولانا محمد سید شمس العلماء کے سجادہ نشین
موغل پورہ میں ہے ہم لوگوں کے قرابت کے آدمی تھے اور [illegible]
موجود ہے یہ بھی حافظ علی کے شاگرد تھے۔

۱۱۔ حافظ بندا علی اشرف سیال الضیا صاحب رئیس کے لڑکے تھے اور شمس الضیا
اور حسین صاحب اونریری مجسٹریٹ کے والد تھے اور حافظ
عالم علی مرحوم کے شاگرد تھے۔

۱۲۔ حافظ نصیر صاحب نالہ پر ایک رئیس تھے انکے بیٹے حافظ
شمس الضحیٰ تھے۔ ہم لوگوں کے قرابت دار تھے ان کا گھر اچھا تھا
اب ویران ہے ان کے ورثا موجود ہیں عزیزہ میاں خواجہ پورہ کی
شادی اسی خاندان میں ہوئی تھی حافظ شمس الضحیٰ کی اولاد بھی موجود ہیں

۱۳۔ حافظ عارف حسین حاجی مہدی حسن کے لڑکے تھے لودیکہ پر
ایک رئیس تھے شیعہ مذہب میں بھی ایک [illegible] راقم نے دیکھا ہے [illegible]
خاندان بھر کا شیعہ تھا اگر تراویح میں سنی لوگ رہتے تھے یہ ہاتھ
باندھ کر سنی قاعدے سے نماز تراویح پڑھتے تھے اور پنجگانہ اپنے
قاعدہ پر پڑھتے تھے یہ غیر مذہب شیعہ تھے ان کے بھائی اور
والد شریک تراویح نہیں ہوتے تھے۔

۱۴۔ حافظ ضیاء الدین پنجابی تھے مولوی عطاء الرب کے

والد تھے یہ عنبر کی مسجد پر رہتے تھے اور حافظ احمد شاہ کے قرابت داروں میں تھے جناب شاہ حبیب صاحب کی استاد تھے مولوی فرزند علی مونس ا ستاد گے او ستاد تھے راقم نے انکو دیکھا تھا۔

۱۵۔ حافظ شطرنج ان کا نام غالباً عبد المجید تھا ان کو شطرنج کا شوق تھا لوگوں نے حافظ شطرنج مشہور کر دیا۔ نتھول میں خلیل میاں کے دربار میں یہ برابر رہے اور وہیں مرے بہت خوش آواز تھے۔ اچھا قرآن پڑھتے تھے چند سال گذرے کہ انتقال ہوا

۱۶۔ حافظ پہلوان کا نام نہیں جانتے عنبر کی مسجد پر رہتے تھے اچھا قرآن پڑھتے تھے۔ اس سے زیادہ حال ان کا نہیں معلوم ہوا غالباً باہر کے آدمی ہوں گے ورنہ راقم کو واقفیت ہوتی آمد و رفت بھی نہ تھی

۱۷۔ حافظ احمد اللہ صاحب رئیس شہر تھے اما جامع مسجد مدرس تھے ان کا مفصل حال چوک واڑ ڈ میں ہے۔

۱۸۔ حافظ مٹکا مالسلاجی کے علاقہ میں رہتے تھے بیحد لحیم شحیم تھے اس لئے ان کو لوگ حافظ مٹکا کہتے تھے۔ غریب آدمی تھے اور بوڑھے ہو کر مرے۔

۱۹۔ حافظ طلال لودی کٹرہ کے ہیں غریب آدمی ہیں۔ ان کو لڑکیوں کے پڑھانے میں بڑا دخل ہے۔ بچوں کی تعلیم تو ان پر موقوف ہے۔ خوب تعلیم دیتے ہیں لڑکیاں اور بچے بہت جلد

قرآن پڑھتے لگتے ہیں۔ حکیم صوفی صاحب نے جو کتاب لکھی ہے اسی قاعدے سے یہ پڑھاتے ہیں بہت نیک آدمی ہیں ان کا دل چور ہے ان کا جوان لڑکا منگل تالاب میں ڈوب گیا یہ ہنوز زندہ ہیں ادھیڑ آدمی ہیں۔

۲۰۔ حافظ جمال الدین کا پورا حال راقم کو معلوم نہ ہو سکا۔

۲۱۔ حافظ فضل [illegible] حافظ ابراہیم کے شاگرد ہیں آپ کے والد اسی شہر کے رہنے والے تھے اور برانی میاں کے یہاں برابر آمد و رفت تھی اب یہ بوڑھے ہو گئے ہیں حالانکہ کمسن آدمی ہیں پہلے یہ بہت خوش آواز تھے اور اچھا قرآن پڑھتے تھے ان کا لڑکا بھی حافظ ہوا ہے نام نہیں معلوم ہے یہ بانی نور شاہد میاں کے مکان پر بہت دنوں تک کرایہ دار رہے۔ یہ پنیر بہت لاجواب بناتے ہیں قاسم میاں حاجی گنج کے دربار میں لڑکوں کو پڑھانے پر ملازم ہیں خوش آواز تھے گاتے تھے ہارمونیم بھی بجاتے تھے سن اور صحت کی خرابی سے اب وہ آواز نہیں رہی کمزور ہو گئے ہیں۔

۲۲۔ حافظ علی شیر صاحب عربی فارسی انگریزی اچھی جانتے تھے حافظ بھی تھے میر محبوب شیر کے بیٹے تھے راقم کے پھوپھی زاد بھائی تھے ان کا مفصل حال مولوی شیر علی کے خاندان میں موجود ہے۔

۲۳۔ حافظ نظیر الحسن بہار امیر کے رہنے والے رئیس بہار کے امیر آدمی تھے بہت خوش آواز تھے۔ حافظ علی شیر مذکور سے

حقیقی بہن ان سے بیاہی تھیں جو ہنوز زندہ ہیں مفصل حال خاندانی مولوی شبیہ علی میں ملیگا۔

۲۴۔ حافظ ٹنڈے دہلی کے رہنے والے تھے حافظ نظیر مذکور کے کارکن تھے بہت خوش الحان اور بڑے ہوشیار تھے تمام کام ان کا یہ سنبھالے ہوئے تھے ایک ہاتھ نہ تھا پان خوب لگاتے تھے بادام کی روٹیاں خوب بناتے تھے ہر قسم کے حلوے خوب بناتے تھے عمر بھر ان کا ساتھ نباہ دیا بوڑھے ہوکر مرے شاہ نظیر حسن انکے شاگرد بھی تھے اور لحاظ اوستادی رکھا انھوں نے بھی حق استادی ادا کیا اب ایسا کہاں ہوتا ہے۔

۲۵۔ حافظ عبد الغفار بھی قرآن اچھا پڑھتے تھے اور حال آپ کا نہیں معلوم ہو سکا۔

۲۶۔ حافظ عبد الستار سے ملاقات نہ تھی صرف انکا قرآن سنا ہے۔

۲۷۔ حافظ احمد شاہ کا مفصل حال چوک دار ڈیمیں ہے یہ رئیس تھے

۲۸۔ حافظ اصغر شاہ حافظ احمد شاہ کے خاندان کے تھے ان کے گلے میں لحن داؤدی تھا بہت خوش الحانی سے قرآن پڑھتے تھے آپ کا مفصل حال حافظ احمد شاہ کے ساتھ موجود ہے اُسی خاندان کے تھے۔

۲۹۔ حافظ قربان صاحب تنا کی دہلی کے تھے نابینا تھے اور دلاّ قرآن

کھلاتے تھے مُردوں کی روح پہ نچھاور کرتے تھے کس قدر جہالت
لوگوں میں تھی حافظ سے چالیس روز قرآن پڑھواتے اور چلہ کا
روز ہوا کہ حافظ کو دے لیکر گھر سے نکلواتے کہ پھر نہ آ سکے
جالانکہ گھر والوں کو بھی موت نے نہ چھوڑا کسی کو موت چھوڑ گئی
ہے حفاظ کے ساتھ۔ آدمی قرآن کی یہ بے حرمتی کرے ثواب
کا بیکہ الٹا عذاب ہوا۔ حافظ کو بھی لازم نہیں کہ قرآن فروخت
کرے قیمت اور صلہ مقرر کرے۔ اب تک یہ رسم لیکن بعض
جگہ جاری ہے، مسلمانوں کو ہرگز یہ لازم نہیں ہے کہ نمایاں پیدا
بنانا اسلام میں روا نہیں ہے، غریب اور نابینا ہونے کی وجہ کر انہوں نے
ان امور کو قبول کر لیا تھا۔

سنہ ۳۰ حافظ امیر حسن۔ قائم میاں رحمت اللہ کے استاد تھے وہ
جوان ہی مر گئے اسی محلہ میں رہتے تھے، انکا لڑکا طبق سازی
کرتا ہے۔

سنہ ۳۱ حافظ علی مظہر صاحب اڈیپٹی ہیں جن کا تذکرہ اوپر ہے
ہم لوگوں سے قرابت کے آدمی ہیں ان کا خاندان ذی عزت ہے
پھوپھا یاسین مرحوم کے حقیقی بھائی ہیں، کھرانٹ علاقہ بہار کے
رہنے والے اور خطاب یافتہ ہیں۔

سنہ ۳۲ حافظ وحید الحق، رئیس تھے میر لطیف حسین تحصیلدار کے
بیٹے تھے، یہ صاحب گنگھیا ٹولی کے سسر تھے برائی میاں کے

بہنوئی تھے - ہم لوگوں کے قرابت کے آدمی تھے اوپر تذکرہ موجود ہے ساہوبیگہ کے رہنے والے تھے جوان ہی مر گئے -

نمبر ۳۳ حافظ محب الحق! داروغہ فدا حسین ساہوبیگہ کے رہنے والے کے لڑکے اور جسٹس شرف الدین کے سالے اور راقم کے پھوپھی زاد [illegible] بہن سے بیاہے گئے تھے اب مسٹر عزیز بیرسٹر و حکیم حفاظت حسین نیورہ، کے بہنوئی راقم کے ہمسن شمس العلماء کے خطاب یافتہ ہیں حیدرآباد سے پنشن پاتے ہیں اکثر کتابیں تصنیف کی ہیں نامور خوش اقبال آدمی ہیں اولاد سب خواندہ و سرسبز ہیں اب روشنی جاتی رہی ہے بڑے وجیہ آدمی ہیں ڈاڑھی تو زیارت کے قابل ہے -

نمبر ۳۴ حافظ فضل حق آزاد! حافظ محب الحق صاحب مذکور کے بھائی ہیں شاعر ہیں فارسی دانی لاجواب ہے راقم کے ہمسن ہیں اوپر مفصل تذکرہ موجود ہے -

نمبر ۳۵ حافظ عنایت کریم! منشی عبدالحکیم کے لڑکے تھے بھوپال میں نائب وزیر ہو گئے تھے مولوی نصیر الدین خاں ہ! ذریعہ جسٹس شرف الدین وزیر تھے ان کے ساتھ تھے - ان کا تذکرہ اوپر ہے - خاندان داروغہ فدا حسین ساہوبیگہ کے تھے -

نمبر ۳۶ حافظ حکیم محمد اسحٰق صاحب! دراب ٹولی جن کا تذکرہ اوپر ہے چوک وارڈ اور حکما میں مفصل ملے گا -

۳۷۔ حافظ سعید! سعادت خاں دراب ٹولی کے پوتے تھے خان کے لڑکے تھے اون کا تذکرہ اوپر دراب ٹولی چوک وارڈ میں مفصل ہے۔

۳۸۔ حافظ عبد القادر! حافظ غلام قادر کے والد تھے۔

۳۹۔ حافظ غلام قادر! کا تذکرہ اوپر مفصل موجود ہے۔ کنگھیا ٹولہ کے بہن قادر بخش کے مسجد کے پاس مکان ہے۔

۴۰۔ حافظ عالم علی! لودیکٹرہ کے تھے اچھے صاحب کے بہنوئی اور شاہ ولی اللہ کے بھائی تھے حافظ احمد رضا خاں سکندر نواز جنگ کے مکان کے پاس مکان ہنوز قائم ہے۔ راقم کے ساتھ حج میں ہم سفر تھے اکثر رئیسوں کے اوستاد تھے چودہ برس گذرے ہونگے مرگئے۔

۴۱۔ حافظ نواب! صدر گلی میں رہتے تھے زیادہ حال نہیں معلوم ہوسکا

۴۲۔ حافظ نواب! مچھرہٹہ پر رہتے تھے زیادہ حال نہ ملسکا۔

۴۳۔ حافظ احمد رضا خاں سکندر نواز جنگ رئیس اعظم لودیکٹرہ راقم کے درچیرے چچا حیدر آباد ہائی کورٹ جج بھوپال کے وزیر تھے مفصل حال اپنی جگہ پر ہے لودیکٹرہ میں ملیگا۔

۴۴۔ حافظ بول کا مکان نگرہ میں تھا مشہور حافظ تھے زیادہ واقفیت نہیں ہے۔

۴۵۔ حافظ فقیرا! طیب راج کی مسجد پر کے رہنے والے تھے۔

اس سے زیادہ راقم کو تحقیقات نہ ہوئی۔
۴۶۔ حافظ کالیا! کوانجوہ کے رہنے والے تھے اس سے زیادہ راقم کو تحقیقات نہ ہوئی۔ بہت کالے آدمی تھے لوگ حافظ کالیا پکارتے تھے نام کچھ اور تھا۔
۴۷۔ حافظ یوسف! کا کچھ حال راقم کو نہ ملا کہ کہاں کے تھے اور کس خاندان کے تھے۔
۴۸۔ حافظ یوسف! عبدالرحمن خاں کے نانی تھے جو سی آئی ڈی ملازم تھے۔ غالباً ان کا حال عبدالرحمن خاں کے حال میں ملیگا۔
۴۹۔ حافظ نور محمد! اسلامی گنج علاقہ کے تھے اس سے زیادہ راقم نہیں جانتا۔
۵۰۔ حافظ نبی بخش! پورب دروازہ کے تھے اس سے زیادہ راقم کو نہیں معلوم ہے۔
۵۱۔ حافظ نبی بخش! ایک جمنا پور کے رہنے والے تھے۔
۵۲۔ حافظ محمد سعید! امیر کی مسجد کے امام تھے مدت تک رہے۔
۵۳۔ حافظ عبدالرحمن! بتی صاحب کے مکان میں رہتے تھے۔
۵۴۔ حافظ محمد سعید! جو بانکی پور جنکشن اسٹیشن کے راقم کے والد کی بنائی ہوئی مسجد میں امام ہیں بہت ہی خوش آواز اور صحت کیساتھ قرآن پڑھتے ہیں۔
۵۵۔ حافظ محمد جان! عنبر کی مسجد پر پیش امام ہیں۔

۵۶ حافظ عبد المنان! چوگنڈہ۔

۵۷ حافظ عبد المنان! ولد شاہ لال صاحب یہیں کشمیری کوٹھی۔ ان کا تذکرہ ان کے والد کے ساتھ ہے۔

۵۸ حافظ محمد ابراہیم! ولد میر اظہار حسین ندیکٹرہ برادر مولوی لیاقت حسین صاحب حیدرآبادی۔ جو لوگوں کے قرأت دار تھے ان کا حال اس کتاب میں بخاندان قاضی مظہر علی درج ہے۔

۵۹ حافظ عبد اللہ! بارہ گلی کے رہنے والے ہیں اس سے زیادہ نہیں معلوم ہے۔

۶۰ حافظ رفیق الدین! ولد یار علی۔

۶۱ حافظ عبد المالک! سوتلپورہ نالبانہ محبت میاں کے نانی ہیں۔

۶۲ حافظ شاہد! فخر الدولہ کی مسجد میں رہتے تھے۔

۶۳ حافظ عبد اللطیف! خان بہادر شاہ کمال صاحب کی مسجد میں رہتے تھے۔

۶۴ حافظ نور محمد سلطان گنج میں رہتے تھے۔

۶۵ حافظ باقر! جوراہے کی مسجد پر رہا کرتے تھے یہ اسی محلہ کے رہنے والے ہیں، ان کے اباو اجداد سب راقم کے مکان کے بغل کے رہنے والے ہیں۔

۶۶ حافظ منے! اسی شہر کے رہنے والے ہیں کلکتہ یتیم خانہ میں ملازم ہیں

۶۷ حافظ عبد الواحد! بکی گوریہ میں رہتے تھے۔

۶۸۔ حافظ شاہد! ولد حیدر حسین ولد نبو میاں ساکن دراب ٹولی ہیں ان کے والد زندہ ہیں۔

۶۹۔ حافظ عبد الغفور! مغلپورہ یہ افضل علی خاں صاحب کے داماد تھے۔

۷۰۔ حافظ قاری صاحب! اسلام پور میں نوکر تھے اب کانو خاں کی باغ میں مکان بنا کر مقیم ہو گئے ہیں غالباً انکا نام طٰہٰ ہے۔

۷۱۔ حافظ کلوا نابینا بہت موٹے اور بہت کڑی آواز کے آدمی تھے ان کو شوق تھا کہ لوگوں کو تراویح میں لقمہ دیں ان کو قرآن خوب یاد تھا مگر بد آوازی کی وجہ کر لوگ پسند نہیں کرتے تھے۔

۷۲۔ حافظ عبد الغفور! ہمارے مولوی عبد السبحان کے یہاں آکر رمضان میں تراویح پڑھاتے تھے۔ بڑے ہی خوش آواز و خوش لباس و خوش وضع و خوش مزاج تھے گھونگر والے بال تھے انکی اولاد بہار میں ہیں۔

۷۳۔ حافظ امیر جان! بنارس سے آئے تھے، شعر خوانی کا رواج مولودخوانی کے ساتھ اس شہر میں انہیں نے دیا ہی بڑے پلے کی آواز تھی

۷۴۔ حافظ یوسف! متولی شاہ کمال صاحب کے خسر رئیس تھے اور ہم لوگوں کے قرابت کے تھے متولی کے حصہ میں آپ کا پتہ مفصل ملیگا اور حافظ احمد رضا کے خاندان میں بھی کچھ حال ہے۔

۷۵۔ حافظ عبد المجید! نابینا خواجہ پورہ کی مسجد میں رہا کرتے تھے انکی مقرری تھی وہ اعظم گڈھ کے علاقہ کے تھے پھپھی صاحبہ کے بعد یہیں

اُن کے لڑکے سے معلوم ہوا کہ وہ مر گئے بڑا اچھا اور رواں قرآن پڑھتے تھے
۲۷ حافظ جمیل! اٹاوہ کے ہیں مراد پور میں پارچون کی دوکان ہے متوّل تاجر ہیں ان کے بڑے بھائی بھی حافظ ہیں بڑے حافظ جی کر کے مشہور ہیں وہ بیہڑ تھانہ کے سامنے پارچون کی دوکان کرتے ہیں ان کے ایک بھائی اور ہیں وہ بھی حافظ ہیں یہ گھر میں حفظ کرنا ضروریات سے تھا پہلے لوگ اس کام کو کرتے اور پڑھاتے تھے اب یہ دستور کم ہو گیا۔

۲۸ حافظ امام بخش! جون پوری نواب فدا علی مرحوم کے ساتھ رہتے تھے حفیظ شاعر ان کے سالے تھے۔

راقم کو جس قدر واقفیت ہو سکی حفاظ کا نام بغرض یادگار عرض کر دیا۔ اب راقم یہاں کے مشائخوں کا کچھ حال لکھدیتا ہے کتاب بڑی ضخیم ہو گئی ہے۔ بہت مختصر ہدیہ ناظرین ہے اگر مقبول ہوئی تو مفصل بھی حاضر کر دونگا۔ نوٹ سب کا موجود ہے اور دوسری یہ کہ راقم کے پاس وقت کم ہے عمر زیادہ ہو گئی زمانہ نے موقع نہ دیا۔ یہ تاریخی کام کچھ دنوں پہلے انجام پاتا تو بہت زیادہ واقفیت پیدا ہوتی۔ وقت کی کمی مالی حالت کی کمی تندرستی کی قلت اور کوئی ہاتھ بٹانے والا نہیں۔ تقریباً ستر کتابیں متفرق مضامین پر لکھی ہیں سب کا مسودہ ہی رہ گیا شایع نہ کر سکا۔ مواقعات کچھ ایسے الجھے ہوئے ہیں کچھ ہوش نہیں ہے، گھر چلائیں یا کتابیں چھپوائیں حسرت یہ ہے کہ

مفید مضامین سب پڑے رہ گئے جو قوم کے لئے مفید سمجھ کے راقم کی محنت ضایع گئی۔ راقم نے بہتیرے علم والوں سے کہا کہ وہ لوگ سنیں اگر مفید ہو تو کوئی صورت نکالی جائے مگر کسی نے توجہ نہ کی دل چھوٹ گیا میرا شہر قدردان نہیں ہے زیادہ حسد نکتہ چین لوگوں سے بھرا ہے کسی کے محنت کی قدر نہیں کرتے ہیں جن کو ادبی غلطیوں کا اظہار کر کے لکھنے والے کی ہمت پست کر دیتے ہیں حتیٰ کہ استفادہ بھی ماکدہ نہیں فرماتے۔ الغرض چیزیں سب موجود ہیں اور حاضر ہیں جن صاحب کا جی چاہے دیکھ سکتے ہیں نقل لے سکتے ہیں چھاپ سکتے ہیں راقم کو اپنے نام کی بھی ضرورت نہیں ہے اجرائے مضامین سے مطلب تجارت کی بھی ضرورت نہیں ہے مالی نفع کا بھی خیال نہیں ہے۔

فائدہ رسانی خلق صرف اپنا مطلب ہے۔ اپنی یادگار چھوڑنا ہے حتی المقدور شخصیات سے بچتا گیا ہوں۔ ذاتیات سے بچانے کا ارادہ کیا ہے ہر باتوں پر لکھتا گیا ہوں۔ شاید اگر کسی کو کچھ خلاف ہو تو میں معافی کا امیدوار ہوں راقم کی نیت کسی پر حملہ کی نہیں ہے بلکہ واقعہ نگاری کی ہے اس پر بھی اگر کسی کو خلاف ہو تو معذرت ہے راقم کی جو تحقیقات چشم دید ہے وہی لکھا ہے۔ سمعی اور قیاسی باتوں پر توجہ نہ کی ہے۔ مگر بعض حضرات کو تبدیل قومیت کا اگر خیال ہے تو ہو سکتا ہے کہ راقم سے کچھ خیالی غلطی ہوئی ہو۔ مگر راقم کو یقین ہے کہ چشم دید واقعات میں غلطی غیر ممکن ہے بعد تحقیق

اور بہت جا بجا لکھا گیا ہے مگر بعض لوگ تبدل خاندان کو مخرجات ہیں
وہ شاید اپنے خیال میں کسی صحیح بات کو غلط فرما سکتے ہیں۔ لیکن راقم
اپنے تحقیقات کے خلاف کیوں کر لکھ سکتا۔ اگر ایسا ہو تو راقم
اپنے غلط تحقیقات کی معافی کا امیدوار ہے۔۔ اگر راقم کو اطلاع
تحریری دیجائیگی تو اصلاح کی طرف کوئی توجہ کی جائیگی اور آئندہ
اڈیشن میں ردوبدل کر دیا جا سکتا ہے یا کوئی ضمیمہ لگایا جا سکتا ہے
بعد تیاری لائبریری کتاب کے چھ ماہ کے اندر ضمیمہ کے ذریعہ سے
مرمت کیجا سکتی ہے

ضمیمہ کتاب ہذا
حالات مشائخین و فقرائے شہر پٹنہ

گدی خانقاہ منعمیہ ملا اب بہت پرانی گدی سنہ ۹۸۱ ہجری سے بھی پہلے کی ہے
اس گدی کے پہلے بزرگ حضرت عماد الدین قلندر پھلواری شریف
میں تشریف لائے وہیں ساکن ہوگئے ان کے مرید و خلیفہ حضرت پیر
مجیب اللہ صاحب تھے عماد الدین قلندر کے بعد پیر مجیب نے
اونکے بیٹے شاہ غلام نقشبند کو بیٹھایا اور تعلیم و تربیت دی مرید
کیا خلافت دیکر باپ کے گدی پر بیٹھا دیا اور خود رسول نما بنارسی
کے سلسلہ کو جاری رکھا اسی سے پھلواری شریف میں طریقہ مجیبیہ
وارثیہ کہلاتا ہے وہ گدی اور یہ گدی دونوں ایک ہی پیر کی ہے
دو بزرگوں نے جدا جدا سلسلہ قائم رکھا اس گدی نے سلسلۂ عمادیہ
قلندریہ اور اوس گدی نے مجیبیہ وارثیہ اس خاندان کے پہلے شخص شیخ
عبد الحق ہوئے اونہوں نے مرشد آباد میں قیام کیا اونکے بیٹے مولوی نور الحق
ہوئے وہ گدی پر بیٹھے اونکے بیٹے مولانا ظہور الحق ہوئے وہ بیٹھے اونکے بیٹے مولانا
نعیم الحق اونکے بیٹے مولانا نعیم الحق کو اولاد ذکور نہ تھی اسلئے اونکے نواسے مولانا
مرشدنا جناب نانا صاحب قدس سرہ العزیز جنکا نام شاہ علی امیر الحق تھا وہ گدی پر

نشیں ہوئے اونکے بعد جناب مرشدی مولانا رشید الحق حاجی الحرمین و
بیت المقدس وسیاح عرب و عراق بیٹھے اون کے بعد
اب برادر عزیز جناب شاہ حافظ سید محمد حبیب الحق سلمہ اللہ
سجادہ نشیں ہیں جو راقم کے حقیقی ماموں کے لڑکے ہیں اس گدی پر
برابر علمائے ظاہر و باطن برابر بیٹھا کئے اور لحاظ شریعت برتا کئے کسی
وجہ کے پس کے بستی کے نا اتفاقی کے دہمکر شہر میں چلے آئے اور منگل
تالاب پر خانقاہ بنائی اور یہیں پھلواری شریف میں مولانا سلیمان کے
مکان کے بغل میں ان لوگوں کی خانقاہ تھی ہنوز مولوی رشید الحق کے مکان
کے بغل میں مسجد کی جگہ میدان پڑی ہوئی ہے مولوی نور الحق صاحب
پٹنہ چلے آئے تھے یہاں آئے ہوئے بھی سیکڑوں برس ہوگئی پھلواری
شریف میں بعد حضرت پیر مجیب کے شاہ نعمت اللہ صاحب مولوی عبد الحی
صاحب کے بھائی بیٹھے اونکے بعد مولانا ابو الحسن صاحب بیٹھے اونکے
بعد غالباً شاہ نور العین قدس سرہ بیٹھے اونکے بعد جناب شاہ علی حبیب
صاحب بیٹھے اونکے بعد شاہ عبد الحی صاحب مرحوم بیٹھے اون کے بعد
شاہ علی الحق صاحب بیٹھے انہوں نے مولوی علی نعمت صاحب سے
حدیث پڑھی اور شریعت برتنے لگے مریدوں کو خلاف ہوا اور انہوں
نے روک تمام مضامیر و زیارت کا چاہا نتیجہ یہ ہوا کہ گدی سے اوترنا
ہوا اسا بشہا ہے ان کے دل کو دنیا کی وجاہت کو عقیدہ پر صدقہ کیا گدی
چھوڑدی اور مونگیر چلے گئے وہیں رہے گدی پر مولانا شمس العلماء

شاہ بدر الدین صاحب ان کے بہنوی بیٹھے اب مولوی شاہ محی الدین
صاحب ان کے بیٹے بیٹھے ہوئے ہیں یہ باپ بیٹے امیر شریعت چنے گئے
اور شاہ عین الحق کے بیٹے احمد حبیب صاحب غیر مقلدوں کے امیر
شریعت مقرر ہو گئے دونوں سلسلہ ایک ہی دونوں گدی چل رہی ہے
قرابتداریاں بھی ہیں دونوں گدیاں پرانی ہیں اوس گدی پر بھی
اچھے اچھے لوگ گذرے راقم نے جناب شاہ علی حبیب صاحب
کو دیکھا مولوی عبد الحی صاحب کو دیکھا شاہ عین الحق صاحب کو دیکھا
جناب شاہ بدر الدین صاحب کو دیکھا اور جناب شاہ محی الدین صاحب
کو دیکھا ان سب حضرات سے بہت ربط رہا اور قرابت داری کا برتاؤ
بھی رہا اور آجتک بھی منگل تالاب کی گدی پر جناب نانا قدس سرہ کے
گودیں پلا جو کچھ پڑھا اون سے پڑھا پھر ماموں صاحب سے پڑھا راقم
مرید تو نانا صاحب کا ہے اور ماموں صاحب کو مرشد بنایا موجودہ
سجادہ نشین برادر مذکور کو خرقہ راقم ہی نے پہنایا اس لئے راقم دونوں
بزرگوں کا پورا حال چشم دید کہہ سکتا مفصل واقعات بدا بگانہ صاحب
کمال کا راقم کے پاس موجود ہے جو بالکل بے تعصب اور بلا مبالغہ ہے
شجرۂ مجیبیہ میں نام حضرت عماد الدین قلندر کا موجود ہے اور شجرۂ عمادیہ
قلندریہ میں نام حضرت پیر مجیب کا موجود ہے۔

ملسی ۲ پیر جگجوت شیخ شہاب الدین کی درگاہ ان گدیوں سے پرانی جگہ ہے
حضرت شاہ شہاب الدین ان کا نام ہے یہ مخدوم شرف الدین بہاری

کے نانا ہیں چودہ مخدوم بیک وقت ایک دسترخوان پر کھانا کھاتے تھے
ان کی لڑکی بی بی کمالو کاکو میں ہیں سیتھو میں ان کی قرابت کے مخدوم صاحب
ہیں بہار میں مخدوم شرف الدین نانی ہیں اور منیر میں مخدوم
یحیٰی منیری ہیں یہ یکی درگاہ والے مخدوم صاحب کے سمدھی ہیں انکے
بیٹے انہی لڑکی سے بیاہے تھے یکی درگاہ والے کا نام صوفی دائم علی
صاحب مشہور تھا پیر جگ جوت تھے انکا وصال ہوا ہے انکا حکم تھا کہ
پہلے فاتحہ یکی درگاہ پر ہونا چاہیے چنانچہ وہی دستور ہنوز یہاں
برتا گیا ہے یکی درگاہ میں ۲۱ ذیقعد کو میلا ہوتا ہے اور یکی درگاہ
کا عرس اس دھوم کا نہیں ہوتا ہے مگر ان لوگوں کے نہ خانقاہ تھی
نہ کوئی گدی ہے نہ گدی نشیں ہوا اب بھائی درگاہی صاحب کے
والد چند روز رہے تھے اوس کے بعد سے بھائی درگاہی صاحب
یہاں مقیم ہیں بھائی درگاہی صاحب راقم کے خلیرے بھائی ہیں لڑکے
پیارے صاحب گیا کے پھوپھا ہیں۔

نمبر ۳ بیگم پور اسٹیشن کے قریب شاہ منصور صاحب کا مزار ہے بہت اونچے
پر ہے اسکو لوگ مٹھونی کہتے ہیں اوس کے قریب جو بازار ہے اوسکو
لوگ منصور گنج کہتے ہیں اسی سبب سے نام لوگوں کو یاد ہے ورنہ
کوئی سلسلہ خانقاہ و گدی نشینی کا نہیں ہے خدا جانے کس وقت
اور کس مدت کا مزار ہے کوئی تحقیقات کسی کتاب سے نہیں ملتی ہے
کسی شاہی وقت کا ہے راقم نے یہ دیکھا تھا کہ ایک مجاور فقیر نے ایک

مکان بنا لیا تھا اور وہیں نیچے رہتے تھے اون کے نام سے کچھ کما کھاتے تھے اون کے مرنے بعد سے پھر کوئی جانشیں نہ ہوا چندے سے کبھی عرس ہو جاتا ہے محلہ والے کرتے ہیں۔

ملا ۴ اوتر طرف دریا کنارے پر ٹھیک ایسی ہی اونچی تھونی پر ایک بزرگ کا مزار ہے وہ محلہ بھی معروف گنج کہلاتا ہے یہی سبب اُن بزرگ کے نام روشن رہنے کا ہے اس مزار کا بھی وہی حال ہے جو شاہ منصور کا حال ہے نہ کوئی خانقاہ ہے نہ مجاور ہے نہ کوئی سلسلہ گدی نشینی کا ہے نہ کسی جایداد کا پتہ ہے نہ کوئی متولی کا پتہ ہے محلہ والے کبھی کبھی عرس کر دیتے تھے راقم کو چند دفعہ چندہ دینے کا اتفاق ہوا تھا اس محلہ میں میاں درگاہی ایک شخص ہیں وہ مہتمم عرس ہوا کئے راقم اپنے عمر میں تین چار بار شریک ہوا ہے وہ ہیں میں اب کچھ نہیں ہے۔

ملا ۵ شاہ پیر دمڑیا کی خانقاہ ہے یہ درگاہ دریا کنارے پر بڑے اونچے پر ہے بڑی عمدہ پرانے وقت کی مسجد بھی ہے بڑی پرلطف جگہ ہے اس جگہ کی حالت بتا رہی ہے کہ بہت پرانا اور شاہی وقت کا ہے مگر کسی کتاب سے زمانے کا پتہ نہ چلا کتنے مدت کا ہے اس درگاہ میں وقف کی جایداد کافی ہے اس کے متولی جناب شاہ لطافت حسین صاحب مرحوم نوادہ تھے کس طرح پر ان کو تولیت آئی اوسکو اوس خاندان کے لوگ کاغذات سے بتا سکتے ہیں اب سجادہ نشین خان بہادر شاہ وجو صاحب نوادہ ہیں ۲۵ ربیع الاول کو عرس ہوتا ہے مگر میری

مریدی وہ نہیں کرتے ہیں نہ شاہ صاحبیت ہے نہ شاہ پیر وٹریا کا کوئی سلسلہ جاری ہے۔

ملا قدم رسول میں ایک مٹی کی مسجد ہے اوس مسجد میں ایک بہترین پاؤں کا نشان بنا ہوا ہے سال میں ایک دفعہ ربیع الاول کے کسی تاریخ میں جو راقم کو یاد نہیں ہے مولود ہوا کرتا تھا اور زیارت قدم رسول کی ہوتی تھی اوس وقت خان بہادر قاضی اجمل صاحب باڑہ متولی تھے کچھ لوگ کھانا وغیرہ کھاتے تھے یہ جگہ سڑک سے دور دریا کنارے بن پیر ٹولی میں بہ اچھی طور پر اس مسجد کے متعلق جائداد ہے اب قاضی افضل حسین متولی ہیں مگر وہ اب باتیں نہیں ہیں جو ان کے والد کے وقت میں تھیں راقم چند بار شریک ہوا تھا راقم نے اس وضع کے پیر اور بھی چند جگہ دیکھے ہیں نہ خانقاہ ہے نہ پیری مریدی ہے نہ گدی نشین ہے صرف تولیت ہے۔

ملے شاہ علی حسین صاحب کے والد کی ایک خانقاہ مالسلامی کے علاقہ میں ہے یہ لوگ ابو العلائیہ طریقہ کے مشائخ ہیں جناب شاہ غلام حسین صاحب کو غالبا راقم نے دیکھا تھا مگر یاد نہیں ہے جناب شاہ علی حسین صاحب کو دیکھا تھا اونکے بیٹے شاہ فدا حسین اب گدی نشین ہیں خانقاہ ہے مسجد ہے عرس شاہ علی حسین صاحب و شاہ غلام حسین صاحب کا ہوتا ہے سلسلہ گدی اور پیری چلتا ہے سملی میں بھی ایک گدی ہے۔

عث خواجہ کلاں گھاٹ میں مخدوم شاہ حسن علی صاحب تھے ان کے بعد اور

گدی نشینی کا سلسلہ جاری ہے راقم نے شاہ واعظ علی صاحب کو دیکھا تھا وہ بوڑھے نیک آدمی تھے اونکے بعد شاہ طہارت حسین کے بڑے لڑکے یعنی شاہ واعظ علی صاحب کے ناتی شاہ علی احمد صاحب بیٹھے اب اونکے بھائی گدی پر ہیں یہ گدی بہت چلتی ہوئی نہیں ہے پیری مریدی ہے مگر بہت کم لوگ مرید ہیں مخدوم صاحب کے عرس میں بہتر سے جماعت خاندان ابوالعلائیہ کے آجاتی ہے مخدوم صاحب کا نام مشہور ہے اس گدی کو دنیاوی عروج نہیں ہوا راقم برابر جاتا رہا خانقاہ خراب حالت میں تھی اب چندہ سے لوگوں نے درست کیا ہے نا تمام ہے۔

۹ گدی شاہ گھسیٹا صاحب تکیہ یہ خانقاہ جناب شاہ گھسیٹا صاحب کے وقت سے ہے راقم نے جناب شاہ میاں جان صاحب کو دیکھا اونکے بعد شاہ امیر صاحب کو دیکھا اب شاہ حمید صاحب سجادہ ہیں یہ خانقاہ چلتی ہوئی ہے شاہ میاں جان صاحب کے وقت میں شہر کے امرا اور خواجہ زادگان بہت مرید تھے شاہ امیر صاحب کے وقت کچھ کمی رہی شاہ حمید صاحب کے وقت میں دنیاوی اچھی ترقی ہے شاہ صاحبان مذکور سے تعلقات برادری چند در چند ہے خانقاہ منگل تالاب سے شاہ میاں جان صاحب کے وقت تک بڑا ربط رہا شاہ امیر صاحب کے وقت سے آمد رفت درہی شاہ میاں جان صاحب کے وقت میں خوش عقیدہ لوگ رہے اور دنیاوی اچھا عروج رہا اون میں خاص بات یہ بھی تھی اخلاق تو اس خاندان میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا ہر ایک ممبر خاندان

اخلاق کا پتلا تھا اور ہے شاہ امیر صاحب کے وقت میں علمی چرچا رہا کرتا
تھا مثنوی ہوا کرتی تھی اچھا بیان فرماتے تھے توحید کے مسئلہ بہت ہوا
کرتے تھے بہت نیک اور صاحب کیف آدمی تھے شاہ محمود صاحب
ہو بہو اپنے والد کے جیسے ہوئے جاتے ہیں درمیان میں خانقاہ
ردی حالت میں آگئی تھی شاہ محمود صاحب نے سب درست کر لیا
زمین کا اضافہ کیا انہیں خیتری کی باتیں پیدا ہو رہی تھیں نواب دیتا گر
ان کے مرید ہیں شاہ محمود صاحب منکسر با اخلاق بے حد ہیں اور تذکرہ
خیر بہت رہتا ہے پیری مریدی کا سلسلہ ہے یہ خانقاہ بھی پرانی ہے
حضرت عشق علیہ الرحمہ کے وقت سے ہے خانقاہ کے باہر احاطے کے اندر
بزرگوں کا مزار ہے اعراس دھوم سے ہوتے ہیں۔

۵

خانقاہ و گدی حضرت منعم پاک علیہ الرحمہ میتن گھاٹ میں ہے
ایک بڑی مسجد ہے جسکی شباحت بتا رہی ہے کہ شاہی وقت کی ہے
اور بہت پرانی ہے صحن مسجد کے پاس ہی حضرت کا مزار ہے
یہ ابوالعلائیہ طریقہ کے اچھے بزرگ گذرے ہیں صاحب کرامت تھے
راقم نے پہلے بزرگوں کو نہیں دیکھا شاہ ابوالبرکات صاحب اور
شاہ قمرالدین صاحب کی تعریف بزرگوں سے بہت سنا کرتے تھے یہ
لوگ اسی خاندان کے بزرگ تھے راقم نے اس گدی پر شاہ عزیز
الدین صاحب کو دیکھا واقعی جوان صالح تھے اور فقیری کی شان
ان میں دیکھا سیدھے سادھے نیک مزاج صاحب دل با اخلاق پر

کیف آدمی تھے ان کے بعد شاہ شرف الدین صاحب چند روز ان کے بھائی بیٹھے اب جناب رضی الدین ہیں وہ مفلوج ہو گئے ہیں پہلے یہ خانقاہ معمولی حیثیت کی تھی شاہ عزیز الدین صاحب نے موجودہ حیثیت میں لایا نا تمام رہا نوبت اب پھر خراب حالت میں آ رہی ہے پیری مریدی کا سلسلہ شاہ عزیز الدین صاحب تک اچھا رہا رفتہ رفتہ وہ بات جاتی رہی پرانے لوگ چند باقی ماندہ ہیں وہی لوگ اعراس وغیرہ کر لیتے ہیں سجادہ نشین موجودہ تو معذور ہو گئے ہیں اور یہ بھی پرانا خانقاہ ہے۔

۱۱ خانقاہ شاہ نصیر صاحب تمام ان کے بزرگوں کو راقم نے نہیں دیکھا شاہ نصیر صاحب کو دیکھا ان کا کیا کہنا ان میں انتہا انکسار اور سادگی تھی صاحب جائداد تھے مگر بالکل آزاد و فقیرانہ زندگی گذارا ان کے مرنے کا حال کتاب میں ہے ولی اللہ کی موت ہوئی اور ہونا بھی چاہیے تھا ان میں بہترے صفات حمیدہ تھے راقم کے نانا کو چچا کہتے تھے اور بزرگان زندہ و مردہ کے بڑے معتقد بلا تعصب تھے پیری مریدی کرتے تھے مگر برائے نام خانقاہ تھی چند لوگ مرید تھے ان کو پیشہ کی حیثیت سے کرنا بھی نہیں تھا کافی جائداد موجود تھی ان کی خانقاہ میدان تھی سجادہ نشین شاہ کبیر صاحب ہیں نواده میں رہتے ہیں۔

۱۲ خانقاہ شاہ نظام الدین صاحب۔ اسی خانقاہ کی شاخ تھی شاہ نصیر صاحب کے بھائی کی تھی اپنے والد کے بعد ایک گدی شاہ نصیر صاحب کی تھی۔

ایک انکی اولیاء بکر دوسرے بھائی شاہ فرید صاحب کی ہوئی شاہ نظام الدین کے بعد اون کے بیٹے شاہ حسام الدین بیٹھے اون کے بعد اونکے بیٹے گدی نشین ہیں شاہ فرید صاحب کا کوئی گدی نشین نہیں ہوا۔

۱۳ شاہ وجیہہ اللہ صاحب کی خانقاہ شاہ کی املی میں ہے اونکے بعد شاہ محمد یحیٰی صاحب بیٹھے اونکے بعد شاہ مہدی صاحب بیٹھے اون کے بعد اون کے بیٹے شاہ حامد بیٹھے اب سلسلہ پیری مریدی بند ہے شاہ مہدی صاحب نے بھی یہ طریقہ اوٹھادیا شاہ حامد صاحب کوبرتھو میں جہان آباد میں ملازم ہیں مقبرہ بھی غیر آباد ہو گیا اور اعراس و مجالس بھی موقوف کردی گئی۔

۱۴ تکیہ شاہ حمزہ صاحب مشہور جگہ ہے یہاں کوئی سلسلہ نہ رہا اب کوئی شخص سجادہ نشین ہیں چند برسوں سے عرس بھی ہونے لگا ہے

۱۵ تکیہ شاہ باقر صاحب راقم نے یہاں کسی کو صاحب سجادہ نہ دیکھا یہاں چہلم کی تعزیہ پہلام ہوتی ہیں مجاور کی حیثیت سے ایک آدمی رہتے تھے سلسلہ پیری و مریدی نہ تھا یہاں امام باڑہ ہے مولوی فضل امام خاں بہادر کا مزار ہے جو زمین دوز ہے اس تکیہ کی صورت خانقاہ کی نہ رہی۔

۱۶ نورالدین شاہ مجذوب فقیر تھے راقم نے دیکھا ہے یہ ویرانہ میں چند کتوں کے ساتھ نوری چوڑ کے قبہ کے پورب ایک قبہ میں رہتے تھے اون کے چیلے محبوب شاہ جو پیر عمر دراز کے سائیں بھی ہوئے ادنکی

بعد بسم اللہ شاہ ہو کے مزار اونکا کالی تھان بیکار پور پولس چوکی
کے باقر چق کے مکان میں ہے کوئی سلسلہ گدی نشینی کا نہیں ہے مگر
مجاوریں ہو گئے ہیں اور سالانہ عرس بھی چندے سے ہونے لگا ہے۔

۱۷ کوڑا شاہ ایک مجذوب فقیر گذرے یہ بندی جان طوائف کے بھائی
تھے اوس کے مکان میں رہے وہیں مدفون ہیں راقم نے ملاقاتیں
کی ہیں اس میں شبہہ نہیں وہ باجبر آدمی گذرے ۴۵ برس وہ اپنے
جگہ سے بہ مع ضرورت کے لیے بھی نہ ٹلے ہاتھ پاؤں خشک بال و
ناخن بموقع بڑھ گئے تھے یہ ریاضت مشکل تھی کے جاڑا گرمی برسات
وہ ایک سال ایک اوسارے میں رہے پھر لوگوں نے اونکو
ایک بانس کے چھاتے کے نیچے صحن میں کر دیا تھا وہیں مرے وہیں
گڑے کوئی سلسلہ خانقاہ و پیری مریدی کا جاری نہیں ہوا۔

۱۸ ٹکیا شاہ کو راقم نے نہیں دیکھا یا بچپن کا زمانہ ہو یاد نہ ہو وہ
بھی مجذوب ہی تھے نوزر کٹرہ کے قریب اونکا مزار تو ہے مگر کوئی
سلسلہ اونکا اب تک تو جاری نہیں ہے محلہ والوں نے قبر پختہ
بنا دی ہے۔

۱۹ منکا شاہ کو تو خوب جانتا تھا مدتوں راقم کے ساتھ رہے
اون کا نام عبد المجید تھا یہ مولوی ذو الفقار نگرہ کے بھانجے
تھے ان سے اور مولوی ناصر التوحید کے خاندان سے قرابتداریاں
تھیں خانقاہ منگل تالاب پر انہوں نے پڑھا لکھا تھا کسی صیغے کی ملازمت

چھوڑ کر راقم کے ہوش میں یہ فقیر ہو گئے خواہ دماغی خرابیاں ہو گئیں رفتہ رفتہ
یہ فقیر مجذوب ہو گئے ڈاکخانہ جھاؤ گنج میں رہتے تھے لوگ معتقد تھے کبھی
ہوا کی بات کرتے تھے راقم سے بہت باتیں ہو ئیں اس کی کیا کرتے تھے
اس میں شبہ نہیں آخر میں جذب ہو گیا تھا خبر نہیں کہاں مدفون ہوئے
۲۰ پھول شاہ بھی مجذوب ہی تھے ان کو پھولوں سے بہت شوق تھا
جس شہر میں جائے آپ کا مزار موجود ہے بتیا میں مظفر پور میں حاجی پور
میں تمام مزار موجود ہے دریافت سے معلوم ہوا کہ تمام انھوں نے خود
سے پھول مدفون کیا ہے ان کا مزار تو اسی شہر میں ہے بروایت
بروایت درگاہ شاہ ارزاں میں اور بروایت لوذڈ اکٹرہ کے قریب
مگر راقم شریک نہ تھا اس لئے وثوق کے ساتھ نہیں لکھ سکتا مگر کوئی سلسلہ
انکا جاری نہیں ہے نہ گدی ہے نہ چیلا ہے ایک عورت ملکہ طوائف کو
مجھ سے پہلے ان کے چیلا کو ضرور دیکھا وہ مجذوب تو نہ تھی مگر باخبر
ضرور ہو گئی تھی وہ بھی مر گئی ۔
۲۱ ماسلامی شاہ کا کوئی حال مفصل نہ ملا بر سر سڑک بہت لانبا مزار ہے
راقم نے بچشم خود ان کو نہیں دیکھا مختلف روائتیں سنی گئی مگر شاہ صاحبوں
کے نسبت جس قدر روایات مصنوعی سنا گیا وہ قابل وثوق نہیں ہوتی
اس قدر مبالغہ آمیز باتیں تحریر میں آگئیں ہیں جو عقل کے باہر ہیں پیران نمی
پرند و مریداں می پرانند اپنی خاندانی کرامت کو رسول سے بڑھا کر دکھاتے ہیں اسلئے راقم نے احتیاط کی
کہ چشم دید واقعات پر وثوق کروں اور رسمی باتوں پر بھروسہ نہ کروں

الخبر یحتمل الصدق والکذب سنی سنائی باتیں ہیں سچ جھوٹ دونوں ہوسکتی
ہیں اس میں شبہہ نہیں ہے کسی بڑے آدمی کا مزار ہے کوئی سلسلہ پیری
مریدی و خانقاہ کا نہیں ہے عرس وغیرہ دیکھا دیکھی والے شاید نیاز کرتے
ہوں۔

۲۲ شاہ مہدی صاحب ایک بزرگ کا مزار بھی ایک اونچے ٹیلے پر
گلزار باغ کے قریب ریلوے لائن کے دکھن طرف برن گدام کے
قریب ہے ان کا بھی ٹھیک پتہ نہ ملا کون بزرگ یہاں کے ہیں مگر بہت
پرانا قدیم مزار ہے وہ محلہ مہدی گنج کرکے مشہور ہو رہا ہے ان کی
یادگار ہے محلہ والے چندہ کرکے ان کا عرس کر دیتے ہیں کوئی گدی انکی
نہیں ہے نہ سلسلہ قائم ہے نہ گدی نشیں کوئی آجتک ہوا ہے نہ کوئی
مجاور ہے۔

۲۳ افیون گدام کے قریب ایک ٹھولی اور ہے کچھ خبر نہیں کس بزرگ
کا مزار ہے غالباً شاہ نور صوفی کا ہو سکتا ہے جن کا تذکرہ خان بہادر
میر علی محمد شاد نے اپنی کتاب نقش پائدار میں کیا ہے ان کا بھی کوئی
سلسلہ جاری نہیں ہوا نہ کوئی متولی ہے نہ کوئی سجادہ نشیں ہے۔

۲۴ بولتا شاہ ایک مجذوب سالک نما فقیر پچھم سے آتے تھے
ان کی ضرب یہی تھی بولتا ہے بولتا ہے بولتا یہ صرف تہبند باندھ رکھتے
اور کوئی لباس نہ تھا ننگے سر ننگے بدن ننگے پیر بازاروں میں گشت
لگاکے ہاتھ دونوں پھیلائے رہتے تھے جس نے جو دیدیا ہاتھ میں رکھتے

لڑکے ان کے ساتھ ہوتے اور دے لیتے وہ کچھ نہیں کہتے کسی نے کھلا دیا تو کھا لیتے سوال نہیں کرتے ایکدن خانقاہ متصل تالاب پہ نانا قدس سرہ کے یہاں ضرب لگائی تو انھوں نے بھی ضرب لگایا بولتا ہی بولتا ہے بولتا بس فقط ایک ہی سبق کی تعلیم ہوئی بس ان میں سلوک کی کیفیت پیدا ہو گئی پھر اس شہر میں نہیں آئے غالباً انتقال ہو گیا ہو گا اندازی ۴۰ برس گذر گئے یا اس سے بھی زیادہ مولانا نانا قدس سرہٗ کا زمانہ تھا ان کا کوئی سلسلہ جاری نہ طلا نہ گدی نہ جانشیں۔

۲۵ نیم شاہ ایک فقیر مجذوب باخبر شاہ ارزاں کی درگاہ پر آخر میں رہے تھے پہلے یہ کمرار میں تھے نیم کی پتیاں کھاتے تھے غالباً یہ کمرار کے قطب صاحب کے مزار پر رہتے تھے آخر میں سلوک پیدا ہو گیا تو شاہ ارزاں کے درگاہ پر رہتے تھے راقم کے یہاں آتے تھے ان کے ایک بھائی بھی انھی رنگ کے آدمی تھے آئے لیکن نام نہیں معلوم مگر وہ بھی نیم شاہ کی کیفیت تھی بانکی پور میں اکثر ملاقات ہوا کرتی ہے ان کا سلسلہ جاری نہیں ہے نہ گدی نہ خانقاہ نہ درگاہ خدا جانے کہاں مدفون ہیں۔

۲۶ شاہ محمدن پھلواری کے ایک بزرگ لودی کٹرہ میں تھانہ کے قریب رانی پور وال سڑک پر رہے تھے یہ پھلواری سے نکل کر تے شہر میں خانقاہ بنائی مگر چلتی ہوئی خانقاہ نہ تھی سال میں ایک بار کسی کا عرس کرتے تھے مجلس ہوتی تھی مشائخیں وقت جمع ہوتے تھے ان کے بیٹے محمد ناصر تھے بعد شاہ محمدن صاحب کے گدی چلی اب میدان ہے

چند مزاران لوگوں کا وہیں پر ہے میدان ہے خانقاہ کے لوگ زندہ ہیں
۲۷ خانقاہ دوندی بازار مولانا امیر الحسن صاحب کی ایک خانقاہ
تھی اون کے وقت تک اچھی چلی لوگ مرید بھی تھے قاضی سید رضا حسین
خان بہادر حافظ احمد رضا خاں سکندر نواز جنگ جج ہائی کورٹ حیدر
آباد اور محلہ کے غربا بہت سے مرید تھے مولوی امین اللہ اون کے بعد
نشین بھی سلسلہ جاری رہا۔ مولوی امین اللہ کا رنگ عالمانہ رہا اون کے
بعد تک اونکے داماد ڈاکٹر طوارث حسین نے بصلاح مریدان زمانہ ماسبق
رمضان کی ۱۱ کو مولانا امیر الحسن یا مولوی امین اللہ کا عرس کرتے تھے
پھر موقوف ہو گیا اب نہ سلسلہ پیری مریدی ہے نہ خانقاہ ہے نہ طریقہ
سجادہ نشینی ہے ڈاکٹر صاحب زمینداری و ڈاکٹری کرتے ہیں۔
۲۸ خانقاہ ظفر شاہ یہ کالی استھان میں اب قائم ہے فخر جی ایک
بزرگ اندرابی یہاں مقیم تھے اونکے دو بیٹے تھے ایک مولانا شمس الدین
جو راقم کے ہم سبق تھے دوسرے ظفر شاہ یہ بھی ہم سبق تھے فخر جی علیہ الرحمہ
کلکتہ جایا کرتے اون کے مریدان وہیں زیادہ تھے کچھ لے آتے اور یہاں
بال بچوں میں ملکر گذران فرماتے رہے سلسلہ پیری مریدی تو اوسی طرف تھا
اون کے بعد مولانا شمس الدین کو جذب ہو گیا وہ رانی گنج کے پر سلوک
معنوا وہیں رہے وہیں مرے وہیں درگاہ رعنائی مشہور ہو گئی اودھر
کے لوگ غوث بنگالہ کہتے ہیں عرس میں چھوٹے اجمیر کا لطف آتا ہے مریدان
بہت ہیں اوہیں لوگوں نے بڑی خانقاہ اور مسجد بنائی ہے ظفر شاہ نے

جماعت صوفیہ مریدوں کی قایم کی خود گدی پر رہے کالی استھان
میں خانقاہ کی بنیاد ڈالی مریدوں نے مرنے بعد مکمل کیا ظفر شاہ کا مزار
خانقاہ کے بغل میں حجرہ میں ہے سال میں مریدان آکر عرس کرتے ہیں ایک
سرگروہ مریدان مقرر کر دیا ہے وہ الکس سے ہوا کرتا ہے رئیا ان
متمول تاجر کے سرگروہی کے وقت میں بہت ترقی ہوئی گدی پر کوئی
نہیں ہے افضل شاہ ان کے رشتہ کے بھائی ہیں اُن کے لڑکے کو لوگوں
نے نامزد کرنا چاہا ہے اونکے مجاور میاں الفت حسین ہیں۔
۲۹ قاضی نجم الدین صاحب یہ راقم کے چچیرے بھائی تھے ان کے
وقت میں یہ خانقاہ قایم ہوئی بذات خود یہ کچھوچھہ کے شاہ علی حسین صاحب
سے مرید ہوئے ضیاء اللہ شاہ نام رکھا گیا خانقاہ قائم کئے گئے زیارت
کی موئی حاجی مہدی حسن صاحب شیعہ مذہب رئیس کے یہاں سے انکو
ملی خانقاہ داری پوری ہے تاریخ الاول کا مہینہ قرار پایا مصطفےٰ بازار
لگا آخر میں میلاد ہوتا اور مکان خانقاہ میدان ہوگیا بذات خود شاہ
صاحب اور واقعی شاہ صاحب کام کے ہو کر مرے اونکا نہ سلسلہ
چلا نہ گدی قایم ہو سکی اون کے مریدمیں محمد سعید خاں راقم کے
سالے ہوتے تھے مرنے وقت مرید ہو گئے تھے دو چار محلہ والے مرید تھے۔
۳۰ فضیلت خان نے اپنے وقت میں ایک خانقاہ عالم گنج میں
قایم کیا کسی کا عرس بھی ہونے لگا خود ہی شاہ صاحب ہو گئے تھے
اونکے بعد وہ سب بات جاتی رہی نہ سلسلہ چلا نہ گدی رہی نہ خانقاہ رہی

۳۱ شاہ آغا جان کیفی ما سلامی کے تھے پہلے مولود خوانی فرماتے رہے آدمی عبادت گذار محب رسول تھے مولود خوانی اچھے ذوق و شوق سے شعر خوانی کے ساتھ خوش الحانی سے پڑھتے تھے رنگون میں پیری مریدی کرتے تھے کچھ لوگ وہاں مریدیں سال میں جانے کما لاتے اور گھر پر آرام سے کھاتے رہتے اونکے یہاں نہ خانقاہ ہے نہ گدی اونکے بیٹے لطف محمد قاسم شاہ ہیں یہ صاحب تصنیف ہیں تصوف میں کتابیں چھپا یا ہے ان کی پیری مریدی رنگون ہی کی طرف ہے یہ بھی کتے حضرات کی طرح جاتے ہیں کما لاتے ہیں آرام سے کھاتے ہیں۔ یا شاہ یہ شاہ وارث علی کے خاندان کا لباس رکھے ہوے ہیں اس خاندان میں مولوی تمیز الدین کی برادری ہے۔

۳۲ دانا نازمین شاہ سدا سہاگ تھے یہ بہاریں زیادہ تر خانقاہ منگل تالاب پر بہت رہتے تھے اپنے طریقے کے اچھے فقیر تھے بہت بوڑھے تھے ان کے ایک چیلا بھی تھے وہ بھی مر گئے دو چیلا ہنوز زندہ ہیں جو کبھی کبھی شہر میں آجاتے ہیں پٹنے اس سلسلہ کے فقرا بہت سے تھے اب بہت کم ہیں۔

۳۳ دانا نواز شاہ شاہ ارزاں کے درگاہ پر برابر رہتے تھے بوڑھے آدمی تھے شاہ ارزاں کے طریقہ پر تھے ان کا کوئی خاص سلسلہ

یا گدی نہیں ہے مر گئے۔

۳۴ داتا حبیب شاہ بھی بہت بوڑھے آدمی تھے۔ اونکا بھی یہی سلسلہ تھا یہیں رہتے تھے انکا بھی کوئی سلسلہ یا گدی نہیں ہے مر گئے

۳۵ کھڑے شاہ بھی درگاہ ہی پر رہتے تھے بہت بوڑھے آدمی تھے مر گئے گدی کا سلسلہ نہ رہا۔

۳۶ شاہ ارزاں قدس سرہٗ کا حال نقش پائدار میں بروایت سمعی لکھا ہے راقم نے خود نہیں دیکھا مگر راقم سطور نے اس خاندان کے چند گدی نشینوں کو دیکھا ہے داتا نجف شاہ بہت بوڑھے متبرک نورانی چہرہ کے آدمی تھے کمر سے معذور تھے وہ پھر نہیں سکتے تھے اون کے بعد شاہ واحد حسین صاحب کے والد کان شاہ بہت بوڑھے آدمی بیٹھے اون کے بعد شاہ حامد حسین صاحب بہت کم سن بیٹھے یہ پرانی گدی تھی اور مدت کی ہے جائداد کافی اس کے متعلق بھی زمینداری حیثیت کے ساتھ فقیری گدی ہے گورنمنٹ میں بھی اعزاز ہے یہاں کی گدی نشیں باہر نہیں جاتے ہیں اسکی وجہ خاندان والے بیان کر سکتے ہیں غالباً فقرا گوشہ نشیں رہتے ہیں شاید یہ سنت آبائی برتی جاتی ہو گی اس طریقے کے فقرا اور خلفا تو یاحی کیا کرتے ہیں یہ خانقاہ بہت رہی اور آباد ہیں لاجواب تھیں اور یہ جو ہیں وہ بھی بہت ہی شان کی ہیں چیلے فقرا بیاں بہت رہتے تھے اونلوگوں کی اوتر گاہ تھی اونلوگو تو

کو کھانا اور اون کی ضروریات کی پوری کفالت کی جاتی
تھی اب فقرا ہی کم آتے ہیں اور پہلی سی بات بھی نہیں ہے عرس
میں فقرا کا جمع ہونا آگ پر چلنا گرزوں کا لگانا اپنا کمال
دیکھانا وہ سب باتیں خواب ہوگئیں طیاریاں زیادہ ہیں وہ
لوگ نہیں ہیں نہ ویسا گتھاؤ کا میلا ہے رسماً سب باتیں ہو رہی
ہیں اب سوا عراس اور مجالس کے تعداد زیادہ تھے شاہ حامد حسین
صاحب شاعر بھی ہیں ہومیوپیتھک کا علاج بھی غربا کا کرتے ہیں
کتب خانہ بھی اچھا ہے اس کتب خانہ میں رسول اللہ کی تصویر
بھی خیالی دیکھا ہے اور چار یاروں کے اور بڑے بڑے
اکابرین مشائخین و شیخ سعدی و غوث الاعظم و قطب صاحب
و حضرت نظام الدین اولیا کی بھی اکثر مشائخین اکابرین تا مرحہ
دیکھا ہے سب تصویریں بہت پرانی اور قلم ساز ہیں وہ تصویریں
بول رہی ہیں کہ فوٹو نکلنے کے قبل کی ہیں اماموں اور دوازدہ
امام کی بھی تصویریں ہیں بڑے احتیاط و حفاظت سے رکھی گئی
ہیں غالباً برابر لوگ دیکھ نہیں سکتے خاص خاص لوگوں کو اصرار
پر دکھا دی جاتی ہیں بیسوں قسم کی زیارت وربیع الاول کو عام
طور ہوا کرتی ہیں اکثر حضرات بزرگان دین کا موی مبارک اور
خرقہ رسول اللہ اور بزرگوں کی تسبیح متعلق امام حسین کی مٹی
وغیرہ وغیرہ کی زیارت ہوا کرتی ہے جہاں تک راقم کو معلوم ہے

زیارت کی چیزوں سے بہت کم خانقاہ خالی ہے تکیہ شاہ گھسیٹا پر بھی زیارت ہے شاہ مہدی صاحب کے یہاں بھی زیارت ہے تبرکات تھی مغل تالاب کے خانقاہ میں بھی ہے پھلواری کی خانقاہ کلاں میں بھی ہے قاضی نجم الدین کی خانقاہ میں بھی تھی موئے مبارک نہیں ہے تو قدم رسول ہی سہی یہ بھی نہیں تو بزرگوں کے کچھ نشانی ہی کچھ ہونا چاہئے لیکن ہر ایک مشہور خانقاہوں میں زیارت لازمی شئے بہار میں یا مخدوم شرف الدین بہاری کے یہاں منیر شریف میں اور بھی چند جگہوں میں راقم نے خود بھی زیارت کی شرکت کی ہے حضرت شاہ ارزانی صاحب لنگوٹ بند بڑے فقیروں میں گذرے ہیں اونکا سلسلہ جاری ہے اس گدی پر برابر چیلے رہتے آئے ہیں۔

۳۷ شاہ کالے صاحب کا ایک قبہ بنا ہوا صادق پور میں ہے اوس کی صورت بتاتی ہے کہ شاہی وقت کا ہے اسکے متعلق جائداد بھی تھی اوسکا ایک مقدمہ راقم نے فیصل کیا تھا اوسکی تولیت محض ایک عام آدمی کے ہاتھ بتائی گئی مزار کے ساتھ وافر زمین تھی اور قبریں پختہ تھیں مسلمانوں کے مکانات قبروں پر بنے ہوئے ہیں بلکہ قبر کے اوپر اور نزدیک اکثر پاخانے بنے ہوئے ہیں یہ سب مسلمانوں کے ہیں ادھر مسلمان اس کو جائز رکھے ہوئے ہیں

یقینی وہ ایک بزرگ کا مزار ہے سال میں ایک بار میلا کا مجمع ہوتا
ہے فاتحہ خوانی کر دیجاتی ہے جو مقدمہ راقم کے اجلاس میں پڑا
تھا اوس فیصلے میں مفصل حال لکھا ہوا ہے وہ ۱۹۳۲ء میں فیصل
ہوا ہے اوس محلہ کے مسلمان قابل تحسین ہیں جو قبروں پہ مکان
اور پاخانے بنائے ہوئے ہیں اونکی کوئی گدی نہیں ہے۔

۳۸ شاہ کڑک کی درگاہ کواکھوہ میں ہے بہت مشہور جگہ
ہے یہ شاہی وقت میں مرے اور اپنے گھر میں گڑے ان کا زمانہ
مہابت جنگ کے وقت میں تھا یہ مجذوب سالک نما تھے لوگ
ان کا بڑا بڑا کمال بیان کرتے ہیں راقم نے تو دیکھا نہیں تھا
اب تو یہ ویران جگہ ہے ان کا سلسلہ بند ہے کوئی گدی نہیں
کوئی گدی دار نہیں ہے۔

۳۹ شاہ تاج منگن کا روضہ مہراج گھاٹ میں ہے وہ ایک
مشہور بزرگ گذرے ہیں ایک مسجد بھی ان کے روضہ کے بغل
میں ہے جس پر راجہ رام نرائن صوبہ دار کا مکان تھا اب اس
روضہ پر چار و طرف رنڈیوں اور ڈھاڑیوں کے قبرستان ہے
گور غریبان ہے زہرہ بائی نامی گویا طوائف کا مزار بھی بنی ہیں پہلی
پرانی نا کالمیں سب یہیں گڑی ہیں یہیں پر اکھاڑہ بنا پایا
ہندو مسلم جنگ کے قبل ہندو مسلمان اس اکھاڑہ میں تعلیم
پاتے مشہور پہلوان اور استادوں سیکڑوں پٹھے طیار کئے اب بند ہے

فیلانگ پر گھٹی بند ہے اور مقبرہ کے راہ بند ہو گئے مقدمات لڑے مسلمان ہرے مسلمان جیسٹ غفلت کرتے ہیں ویسا نتیجہ پاتے ہیں راجہ درگا پرشاد کے وقت میں یہ خدا اچھا رہا وہ اس درگاہ کی عظمت کرتے رہے ان کا حجرہ بھی زمین دوز ہے وہ دیکھنے کی جگہ ہے مزار پہ جانے سے ایک بابت اب تک معلوم ہوتی ہے مگر جن لوگوں کے ہاتھ میں انتظام ہے زمین کا دوام ٹیکہ ناگیوں اور رنڈیوں کو جگہ دیتے ہیں تمام فساوات کو لوگوں نے زیر زمین دفینہ بنا لیا جس کا نتیجہ فساد ہوا پہلے ان بزرگ کا نیاز و عرس ہوتا تھا چراغاں ہوتا تھا راقم خود شریک ہوا ہے چالیس برس سے سب موقوف پاتے ہیں یا ہوتا ہے راقم کو خبر نہ ملی ہو کون بزرگ تھے کس خاندان کے تھے راقم کو تحقیق نہ ہو سکی کوئی گدی نہیں کوئی اجزائے سلسلہ اب نہیں ہے کوئی گدی دار نہیں ہیں۔

[illegible] داتا پیر بہوڑ کا تحقیق حال نہیں ملا یہ ایک مجذوب فقیر تھے ان کی نیاز میں اوجھڑی نذر کی آجتک نیاز ہوتی ہے یہ افضل پور محلہ کے قریب مدفون ہیں اس قدر مقبول تھے کہ پیر بہوڑ کا تھانہ سرکاری دفتروں میں لکھا جاتا ہے ان کا نام روشن ہے نہ کوئی گدی ہے نہ کوئی سلسلہ ہے نہ خانقاہ ہے اور نام گدی داروں سے کم نہیں سکتے کب سے روشن ہے الحمد اب تو دفاتر میں مندرج ہیں۔

۴۱ لودی پیر کا مزار تھانہ لودی کٹرہ میں ایک کوٹھری میں تھا کوئی جانتا بھی نہیں تھا مگر سارا محلہ روسا کا لودی کٹرہ مشہور تھا اور ہے ان کا نام روشن ہے اور دفاتر سرکاری میں مندرج ہے جب تھانہ کا مکان پچھم سے پورب جانب ہوا تو گمانی زمانہ نے اور محلہ والوں نے چندہ کر کے اس مزار کو بر سر سڑک کھول دیا اب یہ نمایاں ہیں یہ بزرگ کون تھے کب تھے کہاں سے آئے تھے ان کا شجرہ کہاں سے اور کیوں مشہور ہے راقم کو تحقیق نہیں ہے شاید کسی کتاب میں ملے گا کوئی گدی نہیں گدی دار نہیں اب محلہ والے چندہ سے عرس کر لیتے ہیں۔

۴۲ درگاہ بینک بنگال کے اندر ایک کسی بزرگ کا مزار ہے ان کا نیاز عرصہ سے محلہ والے اور ملازمین بینک برابر کرتے آتے ہیں کسی کو خبر نہیں کون بزرگ تھے کب تھے راقم کو اب تک خبر بھی نہ ہوئی شرکت ہوتی تھی کوئی گدی نہیں گدی دار نہیں ہے

۴۳ عیسیٰ خاکی ایک مجذوب نما فقیر عالم شباب کو راقم نے دیکھا کبھی جذب کبھی سلوک یہ راجواڑوں میں جاتے اور وہاں کے خرچ لاتے ایک نواب کے پاس رہتا اوسی پر نام جاتا ہوئے نفس امام جان بہادر اور روسا بھی مانتے تھے انتقال ہوا مر گئے ان کے ورثا تھے نہ گدی نہ گدی دار نہ مرید نہ تذکرہ ہے

۴۴ گنگھی شاہ منگلور کے رہنے والے تھے کلکتہ میں آئے

تھے کماست آدمی تھے ان کے چیلے موہنی شاہ تھے سوکب بیٹھے
چھپے ہوئے فقیر تھے بنارس چلے گئے خبر نہیں جیتے ہیں یا مرے نہ
گدی نہ خانقاہ نہ گدی دار نہ سلسلہ جاری ہے۔

۴۵ موہنی شاہ داروغہ عنایت کریم آروی کے بھائی یا اونکی
خاندان کے تھے امیر آدمی تھے بہت رندتھے ستار و طبلا خوب بجاتے
تھے گھر کے خوش مقدور تھے یہ کنگھی شاہ کے چیلے ہو گئے اور گھربار
چھوڑ کر تارک الدنیا ہو گئے تھے مذاق سب وہی تھا علاج
معالجہ بہت اچھا جانتے تھے قابل آدمی تھے ۱۶ یا ۱۷ برس ہو گیا
ہوگا شہر میں بی باندی نامی طوائف کے مدتوں وہاں رہتے
بڑی اوبھگت تھی واپس گئے تو پھر نہیں آئے خبر نہیں ہیں یا نہیں
نہ خانقاہ نہ گدی نہ گدی دار نہ پیری مریدی کا سلسلہ رہا یہ
آزاد فقیر تھے سونے کا کڑہ ہاتھ میں سونے کی گھڑی جیب میں کسی
سے طالب نہیں تھے۔

۴۶ جھگڑشاہ شاہ امیر صاحب تکیہ پر کے ایک مرید تھے اسی
شہر کے تھے کہاں پر کے تھے خبر نہیں ملی وہ آزاد ہو کر فقیر ہو گئے
بڑا پر تاثیر آدمی تھا بہت پر کیف وطبابت جانتے تھے بازار میں
رہتے او باش انکے پاس آتے دوا پیتے اور اوقات گذارتے
کسی سے کچھ مطلب نہ تھا بڑا اکھرا بولنے والا تہبند اور ایک صدری

اور جو ترنو ٹو پی نہ دارد بے تکلف آدمی یہاں تو لاجواب کھانے اور کھلاتے تھے
بہت با اخلاق ہے خانقاہ منگل تالاب جناب ماموں صاحب قبلہ کے پاس بہت آتے
اور معتقد تھے ماموں صاحب کے وصال کے بعد پھر نہیں دیکھا شہر میں نہیں آئے کیا ہو گئے
خبر نہیں ہے بلکہ پھر کسی عرس میں بھی نہیں دیکھا میاں عبدالحی بتہ فروش سے ان سے بہت
میل تھا اونکی دوکان کے سامنے رہتے تھے۔

۲۷ کاکل شاہ مدرسے کے مسجد پر ۲۵ برس سے رہتے ہیں آزاد فقیر ہیں شلوار تو کبھی
ایسا چھوڑ جاتا ہے اکیلے رہتے ہیں پنجابی آدمی ہیں کس کے مرید ہیں یہ خبر نہیں غالباً حاجی حافظ صاحب
وارث علی شاہ کے مرید ہیں نہ پیری مریدی ہے نہ خانقاہ نہ گدی نگدی دار ہیں
نام تک لوگوں کو معلوم نہیں ہے۔

۲۸ گیدڑ شاہ ایک صاحب حمزہ شاہ کے تکیہ پر آئے تھے وہ گیدڑوں
کو پکار کر کھلاتے تھے اوس نے حمزہ شاہ کی مسجد کو مرمت کے لئے توڑوایا چندہ کیا
اور یہاں سے کہیں چلے گئے گیدڑ آتے کھاتے اور چلے جاتے لوگ رہتے کسی کو کچھ نہیں کہتے تھے
مجھے خبر نہیں کہاں گئے مسجد مدتوں خراب رہی محلہ والوں نے چندہ کر کے پھر مرمت کی

۲۹ پیر بھاگا کا مزار بالکل گمنام تھا جسکا تحقیق تذکرہ میر علی محمد شاد نے لکھا
کتاب نقش پائیداری میں مفصل کیا ہے جب سلطان گنج تھانہ بننے لگا تو آغا محمد حسین
تمباکو والے نے بڑی کوشش کر کے حاظہ دلوایا ہے اون کا مفصل حال
اوس کتاب میں ملیگا بہت پرانے بزرگ ہیں۔

۳۰ پیر بہت کا مزار عالم گنج میں دریا کنارے ہے وہاں کچھ آبادی نہ تھی
ہوئی ایک حسب سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہی وقت کے امارت ہیں ان بزرگ کا نقشہ

حال کوئی بتا نہیں سکا کون ہیں کہاں سے کے ہیں کب سے یہ مزار ہے ان کی بھی کوئی
گدی ہے نہ گدی دار ہیں نہ کوئی سلسلہ جاری ہے۔

۵۱ سید بغدادی صاحب خانقاہ منگل تالاب میں آکر اترے آپکے پاس خرقہ حضرت
محبوب کا تھا جسکی زیارت کو شہر بھر ٹوٹ پڑا تھا مگر وہ خرقہ جعلی تھا انکار از راقم
نے کھولا اور رد کیا کہ یہ جعلی فقیر ٹھہرے انکا قصہ طول ہے راقم کے پاس جعلی فقرا
کا حال بھی مفصل لکھا ہوا ہے۔

۵۲ شاہ محمد سعید صاحب کی وقت میں اونہوں نے ایک خانقاہ کی بنا ڈالی تھی حافظ
نظر الرحمان اونکے جانشین ہوے اونکے وقت میں عرس ربیع الاول میں اور مولانا اسمعیل
کا قائم تھا اونکے بعد خانقاہ ٹوٹ گئے سلسلہ بند ہوا۔

۵۳ شیخا کا روضہ ایک مشہور مزار ہے ان بزرگ کا کوئی مفصل حال نہیں ملتا
ہے مگر بہتیرے لوگ یہاں مدفون ہیں اور بہت مزار بھی محلہ والے کو اس جگہ کو آباد
کئے ہوے ہیں سال میں چندے سے نیاز ہوتا ہے گیدہ غریباں ہے کوئی گدی و سلسلہ
ان کا قائم نہیں ہے۔

۵۴ موغلپورہ میں شاہ مستان صاحب کا مزار ہے وہ بزرگ داناپور شاہ ٹولی
کے لوگوں کی قرابتدار تھے کوئی صاحب داناپور کے ان کا عرس سال میں ایک دفعہ
کر دیتے ہیں مگر ان کی کوئی خانقاہ نہیں ہے ان لوگوں کو تعلق خواجہ اطوار سرا
بہار سے ہے شاہ محمد صاحب کے قرابت والوں میں سے تھے شاہ دم صاحب
داناپوری نے کچھ حال ان کا بیان کیا تھا مگر راقم کو یاد نہ رہا۔

۵۵ شاہ اسحاق صاحب شاہ کی اٹلی میں ایک مشہور آدمی گذرے

یہ محلہ شاہ کی املی مشہور ہے ان سے زیادہ حال نہ مل سکا اسی مقبرہ میں گلاب شاہ
مرحوم رامپوری جنکا تذکرہ اوپر کتاب میں ملیگا مدفون ہیں کوئی سلسلہ جاریہ انکا
نہیں ہے نہ خانقاہ ہے پہلے محلہ والے نیاز کرتے تھے محلہ بھی ویران ہو گیا اب کچھ نہیں
ہوتا راقم انکے عرس میں شریک ہوا ہے جسکو ۴۲ برس گذرا ہوگا۔

۵۶ شاہ فصاحت صاحب کا بھی کوئی حال مفصل نہیں ملتا ہے مگر محلہ انکے نام سے
مشہور ہے اب دو چار برس سے لوگ ان کا نیاز کرتے ہیں عرس ہوتا ہے ڈاکٹر نجم
صاحب نواب جب متروکہ پاکر اس محلہ کا ایک مکان میر جعفر علی کا پایا ہے۔ تب سے
یہ عرس قایم ہوا ہے کوئی سلسلہ جاریہ ان کا بھی باقی نہیں ہے۔

۵۷ بابا میناناتھ اودھر فقیر استھے نندو لال و بابو گرجا پت سہائے دیوان
محلہ ان کی معتقد تھے شہر میں ان کا بڑا عرس ہمایہ چلے گئے ابھی اودھر تھے
اور یہیں اونکا تذکرہ ہے راقم کو بھی ان سے بعض چیزیں با جڑی وغیرہ کی تعلیم
ملی تھی کوئی منہ ان کا قائم نہیں ہے خبر نہیں کیا ہوئے۔

۵۸ داتا سمر سنگھ ہر مندل گلی میں سجادہ نشین تھے اچھے آدمی گذرے ہے
یہ سکھوں کے مہنت تھے ہر مندل گلی میں ان کا مفصل حال ہے

۵۹ بابا لچھمن داس کا منٹھ بانکی پور میں اون کے وقت میں راقم کے یاد
میں قایم ہوا انھوں نے بڑی ترقی کی بہترین یادگار چھوڑ گئے اب بھی نامی مندر
ہے اور سادھو لوگوں کو بھنڈارا ملتا ہے موجودہ مہنت تیسرے جانشین
ہیں ہندو لوگوں کے امداد سے اس کا بھاری خرچ چل رہا ہے کوئی
معمولی خرچ سو دو سو کا نہیں ہے بہت زیادہ ماہوار کا خرچ ہے

سب چندے پر ہے اب جائداد بھی ہو رہی ہے۔

نمبر ۶۰ پٹن دیوی کا حال نقش نگار مصنفہ میر علی محمد شاد میں مفصل ہے یہ پرستش گاہ ہندوان ہے۔

نمبر ۶۱ گوپی ناتھ جی کی مندل مچھر ہٹہ پر ہے یہ مقبول مندر ہندوان ہے سال میں ایک دفعہ بڑا مجمع ہوتا ہے شہر کے کل ہندو ضرور جاتے ہیں بڑا میلا رہتا ہے بہت آباد جاری ہندو ان ہے مندل

نمبر ۶۲ بڑی پٹن دیوی بھی مشہور پرستش گاہ ہے جین مذہب کے پرستش کی جگہ ہے۔

نمبر ۶۳ اگم کنواں ایک معروف و مشہور کنواں ہے جو تلسی منڈی میں ہے ماتا کمیا کا پوجا نہیں ہوتا ہے کنواں میں گلگلے پھل سب پھینک دئیے جاتے ہیں سال بھر میں ایک میلا عوام کا یہاں ہوتا ہے مقبول عوام پرستش گاہ ہے اس کنوئیں کی تھاہ نہیں ملتی تو اتوڑ ہے اسی لئے اگم کنواں کہلاتا ہے۔

کتبہ بہ ہدایت منشی احمد حسن عرف ناشق صاحب پیمو را
27/9/32

ضمیمہ کتاب ہذا

حالات اطبائے بیرون شہر
جو اس شہر میں باہر سے بلائے جاتے تھے

نمبر ۱ حکیم عبد المجید خاں صاحب دہلی اور حکیم محمود خاں صاحب
بلا کر مہاراج پٹیالہ کے یہاں گئے تھے تو اس شہر میں بھی اپنے والد ماجد کے
ملاقاتیوں سے ملنے کو آئے تھے۔ حکیم محمود خاں صاحب منشی
محمد امیر صاحب رئیس کے مہمان تھے تو اُن سے ملنے کے لئے شہر کے
بڑے بڑے رؤسا آئے تھے اور بڑی دھوم کی دعوت
ہوئی تھی حکیم صاحب کو حقہ کا بڑا شوق تھا اسی پیچ سر کے
بدولت راقم سے بڑا رابطہ بڑھ گیا۔ حالانکہ راقم بالکل نوجوان تھا
اور حکیم صاحب بہت بوڑھے تھے۔ حکیم صاحب تین دن مہمان رہے
سینکڑوں رؤسا نے اُن سے دوائیں لیں۔ وہ تو صرف گولیاں اور
سفوف دیتے تھے۔ ان کے بیٹے حکیم واصل خاں صاحب سے
راقم سے کلکتہ میں بہت ساتھ رہا راقم اور حکیم واصل خاں صاحب

دونوں ایک ہی میں بابن جنسی علیم الدین مرحوم کمرہ ٹکڈھ لیین کے یہاں مہمان تھے۔ اس رابطہ کی وجہ کر حکیم اجمل خاں صاحب جب طبی کانفرنس پٹنہ میں آئے تو راقم کے ساتھ اس ہرتاڑ کو بہت کر دکھا گئے۔ حکیم غلام نبی خاں ان سبی خانہ ان کے کفاکتہ بین تھے وہ عرصہ اس شہر میں پیر جعفر علی صاحب وکیل کے بنگلے میں مقیم رہے اور اس عرصہ میں بہت بڑے بڑے لوگوں کا علاج بھی کرتے رہے راقم سے بھی بہت راہ رابطہ رکھا۔ راقم کی تعریفیں حکیم اجمل خاں صاحب اس شہر میں صرف حکیم نصیر صاحب سنار ٹولی سے ملنے گئے دعوت قبول کی۔ اور حکیم نجم صاحب ولد حکیم نصیر صاحب کا سے دعوت دوستانہ ملے، وہی طبی کانفرنس میں صدر ہو کر آئے تھے۔

۲۔ حکیم رفیع الدین خاں بنارسی، پیارے صاحب رئیس کنگھیا ٹولہ کے یہاں بہت آتے تھے یہ صاحب بوٹیوں سے علاج کرتے تھے بڑے باکمال آدمی تھے ان کی جڑیاں پر تاثیر تھیں یہ مشہور آدمی تھے۔ ۵۴ برس گذرے ہونگے کہ انتقال کر گئے۔ ان کی زندگی فقیرانہ تھی۔

۳۔ حکیم علی اصغر صاحب اودھی بستی کے رہنے والے تھے جہاں ڈاکٹر ولی احمد و ڈاکٹر علی احمد صاحب و مولوی شفیع داؤدی کے مکانات ہیں وہ بستی چک مجاہد کہلاتی ہے اور مہوہ تھانہ کے علاقہ میں واقع ہے ضلع مظفرپور میں ہے اور بھگوان پور اسٹیشن

سے قریب ہے۔ پیارے صاحب رئیس مذکور گنگھیا ٹولہ
کے یہاں بہت بلائے جاتے تھے اور بہت روپیہ حاصل
کرتے تھے۔ یہ حاجی مقبول منیجر پیارے صاحب مذکور کے
قریب تر رشتہ دار تھے اسی خاندان کی جائداد خواجہ پورہ
رکن پورہ صادق پور وغیرہ ہے جسے راقم کے والد نے
نیلام میں خرید اتھا۔

۴۔ حکیم آغا حسن ازل لکھنوی: بڑے شاعر بھی تھے بار بار
شہر میں بلائے گئے اور مہینوں رہ گئے ان سے خاندان
بشارت میاں خیراتی میاں بہار شیر پور سے بڑا ارتباط
تھا۔ یہ بوڑھے آدمی تھے ۸۰ برس گذرے ہونگے، مر گئے۔

۵۔ حکیم علی کریم عرف حکیم پاچک: حاجی پور میں رہتے تھے۔
یہ منشی طفیل کریم کار پرداز پیارے صاحب رئیس کے
بھائی تھے۔ آپ کا پاچک مشہور تھا بہت مفید تھا شہر میں
برابر پاچک کی غرض سے ان کو لوگ بلایا کرتے تھے۔
خواجہ اطوار سرائے بہار کے نزدیک مکان تھا اور
باڑھ کے علاقہ میں بیاہے تھے۔ راقم جب راجہ
رام نرائن کھیرا مہاراج کے یہاں گیا تھا تو افرض
ہمراہی یہ راقم کے ساتھ برابر جایا کرتے تھے
عرگئے اور جواں ہی مر گئے۔

یہ برابر اپنے بھائی کے یہاں پیارے صاحب کے مکان اکثر آکر تے تھے۔ اب حکیم کبیر کسی دیہات کے رہنے والے نے مستقل طور پر چند برسوں سے اپنا مطب کھول دیا ہے۔ حکیم علی کریم صاحب ہمارے مولف صاحب قبلہ کے سسرالی قرابت داروں میں تھے۔

نمبر ۶ حکیم نبو صاحب بنارسی گیا میں اختر مرزا صاحب کے مکان میں بیچیتی اکھاڑا میں مطب کرتے تھے۔ شہر کی رنڈیاں اپنے علاج کو بلایا کرتی تھیں یہ زنانہ علاج اچھا کرتے تھے نوجوانوں کا علاج یہ خوب کیا کرتے تھے۔ سوداوی عوارض کے نسخے لاجواب لکھتے مدت ۳۰ برس سے نہیں دیکھا۔

نمبر ۷ حکیم صبغت اللہ صاحب! داناپور کے رہنے والے تھے۔ شہر کے مہاجنان پر ان کا اثر تھا۔ پہلے برابر لوگوں کے علاج میں آیا کئے بربارہ کی گلی میں مطب کیا۔ جوانی اچھی گذری۔ پھر خانقاہ میں مطب کیا۔ بڑے ترک پر پھر قمبر پر مطب کرنے لگے یہ قضا کر گئے اواخر میں برا ٹٹو پہ سوار ہوا کرتے تھے ان کے اقربا ہنوز زندہ ہیں سعادت حسین وغیرہ کا خاندان تھا۔ داناپور جامع مسجد کے پاس مکان تھا دیکھا نہیں ان لوگوں کی بڑی جائداد تھی باغ وغیرہ تھا۔

نوٹ

بڑے بڑے علماء و حکماء و ڈاکٹران ورؤساء و ہر طبقے کے لوگوں کا حال اس کتاب میں مذکور ہے جن میں مرنے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہے بہت ہی کم آدمی زندہ ہیں جب وقت سب کی حالتوں اور اُن کی زندگی کے کارناموں پر غور کرتا ہوں اپنی زندگی حرام معلوم ہوتی ہے اپنی موت یاد آتی ہے۔ تپاک سا ہونے لگتا ہے اپنے حیات پر تعجب آتا ہے جی گھبراتا ہے جس کے اتنے دیکھنے والے مر گئے ہوں اس کا جی کیا کہتا ہوگا؟ اس کتاب کے لکھتے وقت دنیا کی ہستی اور اور زندگی کی ہوس سب نابود نظر آتی ہے لوگوں کے لئے عبرت خیز ہے جب کوئی نہ رہا تو ہم لوگ تا قیامت کیونکر رہ سکتے ہیں ایک نہ ایک دن جس کی جب آئیگی مرنا پڑیگا۔ پھر چند روزہ زندگی کا کیا بھروسہ ہے اور اس پر کیا ناز ہے۔ کیسی کیسی ہستیاں خاک میں مل گئیں کیسے کیسے لوگ تھے کہاں گئے؟ وہ نفوس جو زندگی پر بھروسہ رکھتے ہیں اور چند روزہ زندگی میں کیا کیا نہیں کرتے۔ غور فرمائیں کس برتے پر اینٹھ ہے شیخی ہے شان ہے بڑی فرد شی ہے تکبر ہے غرور ہے؟ حسن مٹے دولت مٹی قوت گئی ذات نہ

رہی کہبات نہ رہا سب بات نہ خاک ہو گئی کتنوں کا خاندان
مٹ گیا۔ ان لوگوں کی معاشرت اون کی زندگی کے چشم دید
کارنامے اون کے عیش و آرام یاد آتے ہیں اور اب کی
روش دیکھتا ہوں تو نئی دنیا دکھائی دیتی ہے اسے ترقی
کہیں یا تنزلی؟ یا تبدیلی فیشن۔ اور جدید تحقیقات کی ترقی ضرور ہے
اطمینان اور آرام کی تنزلی ہے۔ کس امید پر یہ ظلم و ستم ہے؟
کس دن کے لیے یہ بد کرداریاں ہیں؟ کون ساتھ جائیگا؟
دولت و عزت کس کے کام آ رہی ہے؟ کس کا نام روشن
ہو رہا ہے؟ کسی کے مدفن کا بھی نشان و پتہ نہیں ملتا، کدھر
مکان تھے؟ کہاں دولت و اسباب ہے؟ کس کی اولاد
ساتھ گئی؟ کس کی بی بی ستی ہوئی؟ صفائی کدھر گئی؟ کوٹھیاں
کس کو نصیب ہوئیں؟ فرنیچر کدھر رہا؟ سب تو فرنیچر کی حیثیت یکساں
رکھتے ہوئے جنگلوں میں میدانوں میں کانٹے دار زمینوں میں
پامال ہو رہے ہیں نہ نوکر نہ چاکر نہ عزت نہ دولت نہ بی بی
نہ بچہ، نہ حرمت نہ شوکت، نہ لیاقت نہ لطافت، نہ علم کچھ بھی
ساتھ نہیں گیا جس کو ایسی مسافرت طے کرنا ہے اسے ضرورتاً
زندگی سے زیادہ کام کرنا کیا ضرور ہے؟ مجھے خود ندامت
ہے کہ کیا کیا؟ کیوں کیا؟ اور جو کچھ کر رہا ہوں وہ کیوں کر رہا
ہوں؟ پردہ حجاب پڑا ہے! کرتا ہوں اور کرنا ہی پڑیگا۔

سمجھتا سب ہوں پہ چھوٹ نہیں سکتا سمجھاتا سب کو
ہوں لیکن خود نہیں سنبھل سکتا یا اللہ یہ کیسا اندھیر ہے
جانتا سب ہوں لیکن پھر اَن جان ہو رہا ہوں آنکھ
سے یہ دیکھ رہا ہوں اور چشم بصیرت نہیں کھلتی
خدایا! ہر بندے کا حجاب اُٹھا، راہ راست بتا،
مسافرت طے ہو، آخرت درست ہو، یا خدا تو سبکی
خبر لے، آنکھیں کھول دے، اندھا پن مٹا، نورانیت
بڑھا، مشیت بتا، اے مالک سب کو راہ پر لگا، ان
الجھنوں سے چھڑا، سچائی بتلا، تو ہی سچا ہے دنیا جھوٹی
بھائیو! سوچو غور کرو تمہارا بجز خدا کے کوئی نہیں ہے
اور خدا کو کروڑوں بندے ہمارے جیسے مل گئے اور ہم سے
اچھے ملتے رہیں گے، ہم کو بجز خدا کے دوسرا خدا نہیں
مل سکتا، اگر ملے گا بھی تو ناقص ملے گا، با کمال لازوال خدا
تو وہی ہے جو ساری خدائی پہ قبضہ رکھتا ہے میری بدن تک
اوسی کے قبضہ میں ہے جہاں کوئی اختیار کسی کا نہیں چلتا
سب چھین کر ننگا مادرزاد بھیجتا ہے اور اوسی صورت
سے واپس لیجاتا ہے۔ جن مٹیوں سے بناتا ہے اوسی میں
ملاتا ہے، ہر شے کا حقیقی مالک وہی ہے کچھ بھی میری
ہوتی تو میرے ساتھ جاتی، کفن دفن تک تو میرے

اختیار سے باہر ہے" مردہ بدست زندہ"۔ نہ توشہ نہ بھروسہ، نہ بجلی تھی نہ ایک دیا سلائی، اندھیر کا اندھیرا بلا کی تنہائی کیوں بھائی دنیا کی کوئی چیز بھی کسی کے کام آئی؟ فقط اپنی کمائی جو کھائی یا کھلائی جو کر دو گے وہی اعمالوں کی جواب دہی تو ساتھ گئی روح بھی بھاگ گئی، جسم بھی برباد ہوئے، ظہور بھی ہوا نیست بھی ہو گئے کیا آئے کیا گئے، کس لئے آئے اور کیا کر چلے، بھائیو! ذرا کوئی بتاؤ میرے پیدا ہونیکا نتیجہ کیا ملا؟ ضرورت کیا تھی؟ نابود ہونے کی وجہ کیا ہے؟ یہ تو سمجھ میں آ گیا،، مرتے نہیں تو بھر گھر ہوتے" پیدا نہ ہوتے تو آرام سے سوتے، ہم لوگ نقلی بنا کر بھیجے گئے کہ دنیا کے کام چلائیں چھٹی ہو مر جائیں پھر واپس آئیں کچھ اچھے کام کر سکے تو مزدوری میں جنت پائیں، برے کام کئے تو دوزخ جائیں، یہ تو زندگی کا مآل نہیں ہے میرے آنے کا مطلب تو میری جانچ ہے، دنیا کے مدرسہ میں، پارٹ شالوں میں، اسکولوں میں، درس پائیں مصنف کو نہ بھولیں، سب علوم کے فیضان لیں، تمام دنیا کی لذت اٹھائیں، اور احسان کنندہ کو پہچان سکیں، بس یہی ایک کام خدا کو پسند ہے

جس کے حصول کے لئے ناگفتنی ہزاروں قواعد ہیں
سیکڑوں راستے ہیں، کسی کو بے حد اقبال کے شکریہ
میں خدا یاد آتا ہے، کسی کو بے حد مصیبت میں خدا
یاد آتا ہے، کسی کو ایسی بے حسی ہے کہ کبھی یاد ہی
نہیں آتا، اجی خدا تو ہر ایک کے پاس خود آیا ہوا ہے
کیا نیوتہ دے کر بلانا پڑتا ہے؟ یا عبادت کر کے بہلانا
پڑتا ہے، وہ آیا ہوا تو تھا ہی کہیں سے بلانا تھوڑا ہی ہے
جدھر دیکھو خدا کی یاد آئے گی، برا کرو تب بھی بھلا کرو جب
بھی خدا یاد آتا ہے، برا کرو جب بھی خوف و عذر دلیں
ضرور ہے، برائی کو برا جان کر کرتے ہو، بھلا کرو جب
بھی خدا کا شکر کرنا پڑتا ہے، بس خدا یہی چاہتا ہے کہ
جس رنگ میں رہو اس کو یاد کرو، اعمالوں کی سزا و
جزا مقرر ہیں، وہ ہونگی، مگر مالک کی ملازمیت تو
رہیگی، اس کی سرکاریت قائم رہنا چاہیئے کوئی ڈیوٹی کیا
کر سکتا ہے، جس نے جس نے کیا ہے سب تو یہی
کہتے رہے کہ مقبولیت کا جواب نہیں آیا ہے، اپنا
اپنا کام کرتے گئے، اپنے خیال میں اچھی یا بری ڈیوٹی
ادا کی مگر دونوں ناقص ڈیوٹی ادا کی، جب تک کہ
وہ یہ نہ سنائے کہ تمہاری فرماں برداری منظور

اور ہماری نافرمانی منظور، تم مقبول اور تم مردود کیے گئے، تب تک قضایا کا آخری فیصلہ تو کوئی بندہ نہیں دے سکتا، عفتی کا فتوی ہو سکتا ہے کہ ایسے واقعات والوں کی نسبت کیا فتوی ہے مگر تابعی باختیار آخری فیصلہ احکم الحاکمین کے ہاتھ میں ہے رہتا اس کا ضرور ہے کہ ہم سے اچھے کام ادا نہیں ہوتے برے کاموں کے ہم عادی ہیں، خدا ہم سے اچھے کام انجام کرائے، راہ راست پر لائے، خدا قادر ہے بندہ عاجز ہے، افضال الٰہی کا انتظار ہے، لا الٰہ الا اللہ اللہ بس باقی ہوس محمد الرسول اللہ کا واجب ہے جس نے توحید سکھایا، قواعد مذہبی لایا، گمراہیوں سے بچایا، راہ ہدایت بتایا، مرنا سب فرضوں سے بڑھا ہوا فرض ہے یعنی فرض ہے چشم دید فرض ہے، سب فرضوں کی قضا ہے مگر اس قضا کی قضا نہیں ہے یہ وقت پر ضرور بالضرور بے اختیار جناب حضور ادا ہو کر رہیگی، اس فرض کے ادا کا لحاظ ہر شخص کو رکھنا اپنے لئے بہترین خیر اندیشی ہے اور یہی اصل درویشی ہے اس بے بسی کے فرض کو ادا ہی کرنا

پڑے گا، غریب ہو یا امیر، پڑھا ہو یا ان پڑھ،
بادشاہ ہو رعایا ہو، پیر ہو پیغامبر ہو، جو آیا
سو گیا، جو گیا بس وہ گیا، چند روزہ زندگی کو
جس طرح چاہو گزار دو، کوئی جیتو، کوئی ہار دو،
اے اللہ کے پیارو! اپنے کو سنوار دو، آے
بندگان خدا! اپنے کو اپنے ہاتھ سے نہ بگاڑو،
ہر وقت مرنے پر تیار رہو مالک نام سے ہوشیار رہو
موت آوے چلو، نہ آوے انتظار میں پڑے رہو
خود سے نہ مرو نہ مارو، قبل از موت مرو پھر موت
سے نہ ڈرو، دنیا میں جس نے اپنے کو زندہ درگور
کر لیا پھر اوسے زندگی اور موت برابر ہو جاتی
ہے، نہ زندگی سے کچھ لذت سے سروکار نہیں، پھر موت
کی بہار اس پہ کھلنے لگتی ہے ؎

بعد مرنے کے یہ کھلا مجھ پر
خاک کے نیچے خوب بستی ہے

آغوش لحد میں جبکہ سونا ہوگا جز خاک نہ تکیہ بچھونا ہوگا
تنہائی گور میں کون ہوگا انیس ہم ہوں اور قبر کا کونا ہوگا

انا للہ وانا الیہ راجعون

ضمیمہ ۶ مذاہب

تبدیلیوں کا ذخیرہ یا چینجز اوف لائیف

۱ **انسانی وجود** ہر انسان کا وجود فی الخارج اوسوقت ہوتا ہے جب وہ دنیا میں بشکل آدمی روح لیکر پیدا ہوتا ہے اوس کے پہلے وہ علم الہی کے آغوش میں رہتا ہے۔ ہر مخلوق کا اصل وطن خدا کے علم کے ساتھ ساتھ تھا۔ ہر مخلوقی چیز کو ایک خاص تعلق اور نسبت علم الہی سے تھا اور صفت خداوندی پر پوشیدہ تھا۔ خدا سے جدا کون شئے تھی۔ سب کا وطن تو وہیں تھا ماتقیمان کوئی دل دام کیم۔ سفر کرتا ہوا ارادہ اللہ میں آیا پھر قلم اللہ میں پہونچا پھر خلق اللہ میں داخل ہوا وجود بالخارج ہوا اون پوشیدہ داخیلوں سے جدا ہو کر خارجی صورتوں میں دکھائی دینے لگا جیسے بیماریوں کے مادے ہر جسم میں پوشیدہ ہیں جب کوئی بیمار ہوا آثارات تاثیرات سے اوسکے صفات سے اونکی ذات کا وجود ماننا پڑا اوسکے تکلیفات کا حس پیدا ہوا۔ اوس کی فنا ذرا

زائل ہوتی ہی آئندہ آرام پایا یا اصلی حالت پر پہونچ گیا سکنہ پایا یا دیری ہی
ہر ذی روح کو مقام سکون وشانتی اوسوقت ہو سکتی ہے جب
فنائی صورتوں سے بھی چھٹکارا ہو گا وہی وقت دائمی آرام کا
ہوگا۔ اور پھر کوئی فنائی برقع پوشی سے سروکار نہیں رہے۔
ہم ہونگے اور اوس خالق کی قدرت ہو گی اوسکی خوشی جنت
ہو گی اوسکا رنج دوزخ کہلائیگا۔ وصل ہی مقام سکون ہے۔
اور فصل ہی مقام بے چینی ہی۔ اسی کیلئے اہتمام کردیا گیا ہے
اور صلادیا گیا ہی جنتی کو وصل اور دوزخی کو فصل ہو گا۔ یہی
بڑا ثواب وعذاب ہے۔ بغیر دیکھے وصال وہجر کے بابت کوئی
لفظوں میں نہیں سمجھا سکتا اور حقیقتاً کوئی سمجھ بھی نہیں سکتا
لا یستوی اصحاب النار واصحاب الجنۃ اصحاب الجنۃ
ھم الفائزون۔ جنتی اور دوزخی کو برابر نہ جانو جنت والے
فیض یافتہ لوگ ہیں۔ وتلک الامثال نضربھا للناس
لعلھم یتفکرون۔ آدمیوں کی فہمایش کی غرض سے مثالیں
دیجاتی ہی شاید وہ غور کریں۔ جبتک انسان اوس درجہ کو
نہیں پاویگا اپنے وطن میں داخل نہیں ہو گا وہ خدا سے اور اپنے
حقیقی اور اصلی وطن سے دور ہی رہیگا۔ خدا فرماتا ہی اے نفس
مطمئنہ یعنی اے روح میرے حکم میرا پیارا نور میرا قصد میرا ارادہ
میری بنائی ہوئی چیز میری مرسلہ چیز واپس آجا اپنی جگہ پر اوسی

ہیت سے کہ میں راضی رہوں۔ خیانت کر کے نہ آنا ورنہ حسطرح کے
گئے ویسے واپس نہ آئے تو واپسی نہوئی پاک گئے ناپاک آئے
تو اوس جگہ چڑھنے نہ پاؤ گے اور دائمی طور پر جلائے وطن ہو گے
بیل کے مارے بیوں کے نیچے رہو گے۔ یاایتہا النفس المطمئنۃ
ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ (اے نفس مطمئنہ اطمینان
والی چیز واپس آجائے وہاں پر جہاں سے گئی ہو یعنی اپنے
پرورش کنندہ کے پاس یعنی خدا کے پاس اوسی طرح پر کہ
خدا راضی ہو یعنی پاک وصاف جیسے گئی تھی)
اوسکا عقیدہ ہے جو لوگ خدا کی بات کو نہیں مانتے اونہیں کو
اور لوگونکا میتزہ رہتا ہے جو خدائی تعلیم کو مانتے ہیں اون کو تو
ہر بات صاف صاف بتائی جارہی ہے مانا تو پکے مسلمان
نہیں تو ناقص اور کچے مسلمان رہے خدائی دعوت کے لائق
نہ ہے خدائی بلغو با مضم نہیں ہو سکتا۔ سائی ستو والیکو مرغن
کیونکر پچے گا۔ جو دنیا میں چکنے چلبلے ہیں اور مصنوعی مرغنیات کو
پسند کرتے ہیں وہ حقیقی چکنائی کو ہضم نہیں کر سکتے جو اپنے کو
اوس غذائے لطیف کے لائق بنانا چاہتے ہیں وہ بنی بنائی
جو تھی اور بالائی ہوئی چکنائی پر نہیں مرتے وہ ایکی غذا
لطیف کھانا چاہتے ہیں۔ تجربہ سے دیکھئے مرنے لیے آپکی بیوی کی
اور اوس مردے نے کھائی۔ جیسے آپ ایصال ثواب کرتے ہیں

کچے کچے آپ کھائیں اور پکے پکائے غیروں کو پہونچائیں۔ ظاہرا
تو مجاور اور پنڈے کھائیں مزے اوڑائیں باطنا دیوتاؤں
کو بھوک لگائیں اور مردوں کو ثواب پہونچائیں۔ عقیدتمند
لوگ ثواب پائیں۔ یہ ہر گروہ ہر قوم میں ہر ہر مذہب میں ہے
کوئی انکار نہیں کر سکتا سب لوگوں کو وہی درجہ حاصل کرنا
چاہیئے جہاں عالم سکون ہو شانتی ہو مکتی میں شکتی بھسم ہو وجود کو
معدوم کریں نیستی میں وصل ہو کر دوری دور ہو ہستی میں جائیں
جب شانتی اور سکون ہوگا تب جاکر دہرم کے بھگتی ہیں۔
تاگے نا ہے کنٹھی اور لباس والے بھگت نہیں ہو سکتے وہ مادیات
میں پڑے ہیں دھوکے میں ہیں مادیات کو بھی بھسم کر کے راکھ
کر دیں وجود کو نابود کریں تب مقام محمود اور معبود تک پہونچو تب
مکتی کے بھگتی ہیں خدا رسیدہ ہیں ورنہ دنیادار ہیں دین داری
کا دعوی غلط ہے۔ تو جھوٹھا دعویدار رے تو میری گلی مت آ
میری گلی وہی آوے جو چھوڑے گھر بار رے تو جھوٹھا دعویدار
میری گلی میں آدا جاوا ہی میرا ہوا رے تو جھوٹھا دعویدار۔
ہر نفسے کہ می آید ممد حیات دہر نفسے کہ میرود مفرح ذات ہے
سکندھر کے مسافر خیال کدھر ہے دنیا میں کیا مرا گھر ہے۔

ابتدا جسمانی و روحانی سب سے پہلے علم اللہ میں ہے
پھر حکم اللہ میں پہونچے پھر ارادۃ اللہ میں آئے پھر صلب پدر میں پہنچے

پھر ایک قطرۂ ناپاک کے اندر ڈوبائے گئے پھر رحم مادر میں رہے
پھر غلاظت اور ناپاکی کے جھنجھے میں رہے مدتوں ناپاک چیزوں
سے پرورش پایا۔ کیونکر اتنی غلاظت کے ساتھ رہکر پاکی نفس
پیدا ہوسکتی ہے اور نفسانیت سے اور غصہ اور بری صفتوں
سے کوئی پاک وصاف رہ سکتا ہے۔ کس غلاظت میں گھلائے
گئے اور کہاں کہاں پلٹے گئے کن کن برائیوں میں پھنسائے گئے
اور وجود جسمانی کے ساتھ دنیا میں بلائے گئے بادیات اور
ضروریات پرورش جسمانی اور تقویت مادیات کیلئے دنیاوی
غذاؤں سے پرورش کرائی گئی۔ ناسمن شعور تمام رطوبات
جسمانی کو شیر مادر جانا۔ جن جن چیزوں سے صاحب عقل و
شعو، نفرت کرتے ہیں سب کو برابر جانا چاٹتے رہے لذتیں
لیتے رہے۔ کس کس طرح بر روح پاک پھر باوجود ہیں اور برائیوں
اور ناپاکیوں میں ملبس رکھی گئی۔ اب ان سن ارواح سے
عمدہ صفات کا ظاہر ہونا اور اوسکو پاک کرنا دراصل نہیں ہے
تو کیا ہے۔ جس نے اپنے میں صفات حمیدہ پیدا کرکے دکھایا
وہ ناک نہ دروائے تو تعجب کی بات ہے خدا اوسکا نہ ہوگا
تو کیا دنیا داروں کا ہوگا جو اپنے حرکات کو اوسی غلاظت
پرستی کے ساتھ برت کر دکھاتے ہیں وہ برائیاں نہ کریں
تو کیا کریں پاکی نفس کہاں سے لائیں اونمیں بجز ناپاکی رہ جکے

کون سی بات اچھی تھی جو ادن سے کچھ امید ہو۔ دنیا میں بڑے
بڑوں کو مار ادوسرونکو خوب پچھاڑا مگر اپنے آپ کو نہ سنوارا
وہ مارا شیطانی ایجنٹ بنگئے ان جھگڑوں اور خرابیوں کے
اصول کے ساتھہ تو پیدا ہوئے اب نیکیاں کیونکر ہوں اور
خدائی رضامندی کیونکر ہو سکے۔ بس یہی وجہ ہے کہ دنیا دار بیشمار
اور خدا کے نیک بندے دوچار اتنے مقامات بد سے بچتے
بچاتے رہیں۔ روحکو جس نے پاک رکھا وہ فرشتوں سے
زیادہ باوقار ہونے کی قابلیت رکھتا ہے وہی دین و دنیا
میں صلۂ بیشمار پاتا ہے۔ خدا نے روح کی آزادی اُس کی
ذی اختیاری اور شان و شوکت پر غور کرکے اسے بدترین
طور پر پھنسا کر بھیجا یہ امتحان تھا۔ یہ اپنی اصلی نورانیت واپس
لیکر آسکتی ہے تو درجہ اعلیٰ کے لائق ہے جس کی روح ایسا نہ کریگی
وہ بھوت پریت ہو کر رہیگی آوا جاوا میں رہیگی روح کے
غرور کو توڑ کر بھیجا کہ دنیا میں شان و شیخی نکرے اپنی حقیقت
پر غور کرتی رہے۔ کن کن بدترین مقاموں میں رہی کس راہ
آئی گئی کیسی غلاظت میں پڑی پھر شیخی نہ گئی۔ الم یک
نطفۃ من منی یمنی۔ الی آخر آیۃ (کوئی کیا ہے قطرہ آب منی)
آخر آیۃ تک پڑھئے۔ اپنی حقیقت پر غور کیجئے۔ اسی سے
لوگ کہتے ہیں جیسی روح ویسے فرشتے جیسی کرنی ویسی بھرنی

سے کتنے روحانی سفر ہوئے کتنی جسمانی صورتیں بدلیں جو چہرہ
وقد صورت و شکل لیکر پیدا ہوئے ان میں کتنی تبدیلیاں
پیدا ہوئیں کیسے کیسے نقشے ایک ہی سانچے پر دکھائے گئے
پیدائش سے لیکر کتنے قالب بدلے۔ کہاں کہاں سے تبدیلیاں
ہو گئیں بچپن کا نوجوانی میں ملایا جائے اور جوانی کا بڑھاپے
میں دکھایا جائے تو انسان اپنے آپ کو خود نہیں پہچان
سکتا اور نام و ذات ایک ہی قائم ہے۔ جسمانی سفر
کرتے ہوئے منزل مقصود تک پہونچ گئے اب اختتام سفر
حیات ہوا زندگی میں عادتیں بدلتی گئیں حالتیں بدلتی گئیں
عقل پایا شعور پایا علم حاصل کیا دین و دنیا کے بہاروں سے
واقف ہوا۔ خدا جانتا ہے کیا کیا کر گذرے آسمان و زمین
کا قلابا ملا گئے کیا کیا نہ کیا عبادت کیا شرارت کیا انسانیت
کیا حماقت کیا سب کیا اور اپنے لئے کچھ نہ کیا اپنی حقیقت سے
آگاہ نہ ہوئے۔ اپنی ضرورت پیدائش کو نہ سمجھ سکے۔ اپنے
خالق کا پتہ نہ لگا سکے۔ مآل زندگی کو بھول گئے۔ دنیاوی
لذتوں پر بھول گئے۔ سود تو ملا مگر مول گئے گذرے اسی
دنیاوی چکر میں پڑکر زندگی برباد کی آخر مرے اور سب
جھگڑے چھوٹے۔ اب کہلا کہ دنیا جھوٹھی کرنی کھوٹی اب
روتے جائے خسارہ دائمی پائے جسطرح پیدائش کے پہلے

مسافر رہے مرنیکے بعد بھی بہتیرے سفر طے کرنا پڑیگا اور خدا
جانے کیا کیا دیکھنا اور بھگتنا نصیب میں لکھا ہی۔ جو جو باتیں
گذشتہ لامعلوم اور قابل بیان نہیں ہیں حالانکہ سب دیکھی
بھالی ہیں ویسے ہی مابعد والی باتیں بھی بالکل ناقابل فہم ہیں۔
کوئی مرا ایس بھی تو نہیں آیا جو صحیح خبر دے سکتا۔ انسان بالکل
ناواقف الحال ہیں گذشتہ اور آئندہ کی کچھ خبر نہیں موجودہ
بقید حیات رہکر بھی رموز سے ناواقف ہی رہے۔ بس بقید
حیات کے اندر جو ظاہر ہو سکتا ہے بیان کر سکتا ہے۔ عالم
ماقبل و مابعد کی باتیں بالکل نہیں جان سکتا۔ مذہب نے
جو بتایا ہی اوسے عقیدتاً ماننا پڑتا ہے حقیقتاً کیا ہے۔ کیا
ہوگا۔ وہ سمجھ سے باہر ہے بے مرے پتہ نہیں چلتا نہ چلیگا
مذاہب نے دیکھی ہوئی باتوں سے ملا ملا کر مثال میں فہمائیش
کی ہے جو مثالاً انسان سمجھ سکے۔ حقیقت میں وہ ان مثالوں
سے باہر کی باتیں ہیں بجنسہ ایسی نہیں مثال تو مادیات کی
ہے وہاں جوہریات ہے۔ حقیقت کی باتیں رموز الٰہی ہیں
اور شریعت کی باتیں ہماری اور دنیا دی قواعد کے ہیں
شریعت اعمال صالح کرنے کا نسخہ ہی صحت کا حاصل ہونا
اور تاثیر کا پیدا ہونا خدا کے اختیار میں ہے۔ راقم تو ردزمرہ
نکتہ چینوں کو دیکھ رہا ہی کہ شریعت کا دم بھرتے ہیں بڑے متقی

و پرہیزگار بنے ہوئے ہیں اور ہر آدمی پر حاضر و غائب نکتہ چینیاں
کر رہے ہیں اسی سے مقبولیت ظاہر ہوتی ہے کہ غیبت میں مبتلا ہیں اور
الغیبۃ اشد من الزنا میں مبتلا ہیں۔ علما مشائخ مسلمان اور
انسانوں کا خون چوس رہے ہیں۔ یہ شریعت نہیں بتاتی یہ مقبولیت
کی نشانی نہیں ہے۔ حقیقت سے واقف ہونا امر محال ہے انسانی
کیا مجال ہے کہ فانی ہو کر باقی کا حال بتا سکے۔ ہر روشنی اندھیرے کو زائل
کرتی ہے اور اندھیرا نیستی میں آ جاتا ہے جب روشنی کی ہستی ہو گی تاریکی خود بخود
نیست ہو جائیگی۔ طریقت دل کی روشنی سکھاتی ہے حقیقت کی پرستش سکھاتی ہے
شریعت کی عظمت کراتی ہے در حقیقت حقیقت کی وقعت اور عظمت دل میں
پیدا کراتی ہے اور دل میں خشیت خداوندی بڑھاتی ہے شریعت والے صلے کے
مستحق ہو جاتے ہیں سو کبھی ڈگڈگیاں ہلاتے ہیں مذہبی ورزشیں بناتے ہیں ظاہر
پرستی سکھاتے ہیں الفاظ کی مشاقی کراتے ہیں معنی پر عبور نہیں ہوتا اثرات
پر توجہ نہیں کرتے وجوہات اور نکات پر مطلقاً خیال نہیں فرماتے۔ ظاہری احکام
بجا لانا اور ڈیوٹی کا بیدلی سے یا خلق اللہ کی ڈر سے یا دکھاوا اور خود غرضی
اور بھلا کہلانے کی غرض سے شریعت کے احکام کو برتنا شریعت کی پابندی نہیں
بلکہ خلوص کے ساتھ باقوت ان احکام کو بلا خود غرضی صرف خدائی خوف سے
اوسکی محبت سے ادا کرنا پابند شریعت ہونا ہے اور متشرع لوگ معاملات پر بھی توجہ
ڈالیں۔ مجرد ادائے عبادات پابندی شریعت نہیں ہے حق العباد پر بھی غور
فرماتے رہیں عبادات و معاملات افعال و حرکات اور خلوصات اور نیت پر بھی

نظر پڑتی تھی سا احکامات اور منہیات کو کبھی نہ بھولیں۔ حکایات شکایات لغویات اور فسادات اور تخیلیات کی باتوں کو بھی چھوڑیں تب پابند شرع ہیں۔ خدمت کی اور محنت کی مزدوری پاتے ہیں اور طریقت والے ہر صلہ اور بدلے سے بےنیاز ہو جاتے ہیں وہ خدا اور خالق کی مخلوق سے محبت رکھتے ہیں وہ دونوں کی خدمت کو اپنی عبادت جانتے ہیں۔ ان کو بجز بھلائیوں کے برائیوں سے کوئی سروکار نہیں رہتا وہ ہر کام بلا تمنائے مزدوری و صلہ کرتے ہیں اور صرف مقبولیت کے امیدوار رہتے ہیں جب خدا کو ماننے والے ہوئے تو رسول کو ماننا فرض ہو گیا جب مالک کو مانا تو ہر احکام کو ماننا پڑیگا وہ خلاف شرع کیسے ہو سکتا ہے ویسے لوگ نہیں ملتے تو اصلی فقیری پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے وہ صرف مالک کی رضامندی چاہتے ہیں۔ اصلی طریقت والے خلاف شرع ہو ہی نہیں سکتے خدا کے حکم سے باہر چل ہی نہیں سکتے۔ لباسی اور رعلائی فقرا تو راہ طریقت پر نہیں چلتے وہ دنیادار رسم پرست قبر پرست تبرک پرست نفس پرست ہوا کرتے ہیں۔ خدا پرست ہر جز و شریعت کو بے حد مانتے ہیں مشیت پر راضی رہتے ہیں۔ رضامندی خداوندی کیلئے گردن کٹاتے ہیں گھر بار صدقہ کر دیتے ہیں اپنی جان دیتے ہیں شریعت کے حکم کے آگے سر جھکاتے ہیں۔ بزرگان دین کے افعال و اقوال

دیکھئے اونکی تحریرات دیکھئے آیات ملاحظہ کیجئے موجودہ روش پر نہ جائیے اوپر کے لوگوں کا حال ملاحظہ فرمائیے اون کے اطوار دیکھئے اونکی تعلیمات کی طرف توجہ کیجئے اونکی ریاضت کو غور کیجئے بجز روزہ نماز ورود وظائف ذکر و شغل اور کیا ہے نہ گاگر نہ چادر نہ چراغاں نہ باجہ نہ سٹ پٹ کنارہ کش ہوکر یاد الٰہی کرتے ہیں

مذہب کیا ہے نتیجہ کیا ہے

مذہب تو اوس راہ پر چلنیکو کہتے ہیں جو دنیا اور دین کے راستوں میں مقید بقواعد چلنا بتاتا ہے اور وہی قواعد ظاہری مذہب کی شریعت کہلاتی ہیں کوئی مذہب دنیا میں بلا شریعت یا قواعد کے نہیں چلا نہ چل سکتا ہے۔ رواسم تو سوسائٹی کے بندھے ہوئے عادتوں کو کہتے ہیں وہ شریعت مذہبی میں داخل نہیں ہیں نہ رواسم جزو مذہبی ہو سکتے ہیں۔ رواسم قومی بندشوں کا نام ہے۔ اصولی قواعد مذہبی کو شریعت مذہبی کہا جاتا ہے رواسم کو مذہبی قواعد کیوں سمجھتے ہیں۔ مآل مذہب یہ ہے کہ دنیا میں تھوڑا تھوڑا عبادت کے طریقوں کا اظہار بتادے اونکو برتتے ہوئے دنیا میں چین سے گذارے لین دین کرے شادی بیاہ کرے ترکے تقسیم کرے آپس کے معاملات درست کرے اپنے اصول مذہب کے مطابق پابند ہوتے ہوئے خدا کی عبادت کرے اور مرنے کے بعد عمدہ جگہ دوسری دنیا میں پائے

جہاں اوسے دائمی زندگی بسر کرنا ہے آرام سے رہے دنیا وہ ہی
جہاں بقید حیات ہے دین وہ ہے جہاں مر کر پہونچنا ہے وہاں
کیا نتیجہ بھگتنا ہے اسی کو بچانا ہے اعمالوں کو درست کرنے کا
صلہ ثواب ہے برائیوں کے بدلا عذاب ہے۔ حقیقت ثواب
کیا ہے اور حقیقت عذاب کیا ہے کیسے ملتا ہی یا ملیگا یہ پتہ
بھگت کر معلوم ہوگا۔ یہ ایک بات بالکل لاجواب ہے جسکا پتہ
بجز اوس کے جس نے دنیا بھر کو اس چکر میں ڈالا ہے کوئی بتا
نہیں سکتا ہی جو ان باتوں پر خیال نہیں کرتے وہ لامذہب کہلاتے
ہیں مگر وہ خود ایک مذہب دار ہوجاتا ہے عجب کشمکش ہے
کسی نہ کسی مذہب کو ماننا ہی پڑیگا گو وہ لامذہبی ہی ہی وہ بھی
ایک مذہب ہی ہوا یہ زندگی کا تہذ بنجال ہے اور خدا کی قدرت
تو باکمال ہے اوسکا سارا کاربار لازوال ہی دنیا تو اندرجال
کا تماشہ ہے اور حیات و موت بائیسکوپ کا فلم ہے انسان تو
گرامو فون ہے بھری بھرائی آوازیں پھینکتا ہے اور اصلی مسودہ
تقدیر کا نقش متحرک فلموں کے ذریعہ سے تماشاگاہ عالم میں دکھائے
جارہے ہیں۔ اس تجربہ قالب کے اندر جو ایک قدرت کی چیز
مقید ہے وہی روح ہے قوت ہے طاقت ہے حکم ہے خدا کی
قدرت کی تاثیر ایک لامعلوم شئے ہے ایک نور ہے خدا کی ایک
امانت ہے نہ وہ خدا ہے نہ خدا سے جدا ہے قدرت کا بہترین نمونہ ہے

نہ خدا کا جزو ہے۔ نہ اوس کا کوئی ٹکڑا ہے نہ خدا میں ہے
وہ مادیات کے بنائے ہوئے ظرف میں ہے خود مادہ نہیں ہے
مادوں سے پاک ہے خدائی نور کا آبھا ہے حکم الٰہی کا اثر ہے حکم
ربی کا معنی ہے روح کا درجہ جوہر سے زیادہ ہلکا ہے وہ اتنا
پاک اور ملکی ہے جو خدا سے واصل ہونیکی قابلیت رکھتی ہے
قدرت کی خوشبو ہے جسم دوسری چیز ہے وہ قدرت دوسری
چیز ہے جسم جدا ہے روح جدا چیز ہے گرمتا جسم ہے گلتا جلتا بڑھتا
جسم ہے مصیبت اور تکلیف جسم پر ہوا کرتی ہے بے چین روح ہوا
کرتی ہے مردہ جسم کو کوئی تکلیف و آرام محسوس نہیں ہوتا ہے جسم
روح کا حس نہیں ہو سکتا اور جوہر کو بے غرض یعنی مادیات کے
خود ہی کوئی حس بلا ظرف جسم کے ہو نہیں سکتا۔ جوہر کی کوئی شکل
نمایاں نہیں ہے جس طرح کے برتن میں رکھے گا ویسی ہی معلوم
ہوگا مگر برتن کی صورت میں وہ محدود ہو سکتا ہے پانی کوئی مقرر
شکل نہیں رکھتا گول میں گول چوڑے میں چوڑا معلوم ہوگا
ہوا کا بھی یہی حال ہے آگ کا بھی یہی حال ہے دوسروں کو جلا
دیگی اپنی شکل بغیر کسی جسم کے رکھ نہیں سکتی اسی طرح روح
ہے اسکی تاثیر ہے بغیر کسی جسم کے ظاہر نہیں ہو سکتی۔ سیر ملکی پاک
چیز کو جسم لازمی ہے ورنہ اوسکا وجود [illegible] نہیں آئیگا مٹی تو جاہل
ہے اسلئے مٹی کے ظرف میں [illegible] پہلی رہے

بوجھل ہے۔ معمی ہو نہ تو دانی و نہ من۔ من ہی من میں سب ہے اور اس من کو
کوئی نہ جان سکا نہ پہچان سکا یہ شان کبریائی ہے جسم اور روح ایک
چیز نہیں ہے جسم مادیات سے بھرا ہوا ہے روح مادیات سے
خالی ہے۔ دو طرح کی چیز ہے دو جنس کی چیز ہے دونوں کی ملاوٹ
زندگی ہے۔ دونوں کی جدائی موت ہے جیسے ربڑ کے ٹیوب میں پمپ
کرکے ہوا بھر جاتی ہے اور وہ کتنا بوجھ اوٹھا لیتا ہے۔ ویسی ہی
کوئی چیز بھری ہوئی ہے۔ جو دنیا بھر کا بوجھ سر پر اوٹھائے ہوئے
ہے۔ پنکچر ہوا ٹیوب بیکار اور ہوا غائب۔ جو ہوا بندھی
تھی کہاں گئی اپنے جنس میں جا ملی اوسی طرح
یہ بھی اپنے ہم جنس میں جا ملتی ہے۔ خدا کا
جنس تو نہیں ہے جو روح خدا میں ملے
مگر جس قدرت کی بنی ہوئی ہے اوس قدرت میں
ضرور داخل ہو جا سکتی ہے خدا کی ذات تو مخلوق کی ہر بات سے
جدا ہے۔ وہاں داخل بالذات ہونا غیر ممکنات سے ہے۔
منم حق کہنا۔ منم خدا ئیم کہنا بڑا ہی گناہ ہے گستاخی ہے اور شریعت
میں سخت سزا لکھی ہے۔ چھوٹا منہ بڑی بات ہے۔ سالک فقیر کبھی
ایسی باتوں کو نہیں بول سکتے۔ مجذوب خدائی پاگل ہیں اون پر
حد شرع نہیں ہے۔ البتہ واصل بالصفات ہو سکتا ہے موصل
الی اللہ سے مراد واصل بالذات نہیں ہے بلکہ موصل الی الصفات ہے

ذات الٰہی کے وصل کی تمنا کرنا یا اس قسم کی بات بولنا گستاخی کرنا ہی شان مخلوقی کے خلاف ہے۔ کوئی مخلوق کسی حال خالق کی ذات نہیں ہے۔ اسلامی شریعت نے اس کو بہت روکا ہی جو ایسا بولا پھانسی دیا گیا حقیقت کے رموز کے لیے جو بولے گا وہ مارا جائیگا۔ رموز الٰہی کو فاش کرنا بھی طریقت کے شرع کا سخت گناہ ہی جسکی سزا موت ہے پھانسی ہی دار نے نہ بانس رہے نہ بانسلی بجے۔ مگر مخلوق خالق سے جدا بھی نہیں ہے جب مخلوق کا وجود دکھائی دیا خالق کا وجود خود موجود ہو گیا جب کوئی بنی ہوئی چیز سامنے آئی بنانے والیکا مفہوم اور وجود از خود موجود ہو جانا لازمی ہی کوئی ایک چیز جب تک تیار نہ دیجائی ہی تب تک آگے بڑھنا پڑیگا اسلیے ایک خدا کو فرضی ہی سہی ماننا پڑیگا جب جا کر مخلوق کی طرف توجہ کرنا ہوگا دنیا کو خدا نے کمیٹی کر کے پیدا نہیں کیا کوئی تھا ہی نہیں کمیٹی کیسے قایم ہوتی نہ شریک نہ کچھ مال تھا اکیلا وہی لازوال تھا۔ ایک کے پہلے کوئی تعداد ہی جو کہا جائے مجبوراً ایک ہی بولنا پڑے گا بے ایک کے قائل ہوئے دوسرا نمبر گن ہی نہیں سکتے اسلیے اندر دنی ایک ہے۔ خالق ہونے کی تعریف جب ہی پوری ہو گی جب کچھ بنا کر دکھاوے اور جب بنکر کوئی مخلوق طیار ہوئی یا چیز طیار ہوئی بس خالق کا وجود خود بخود ماننا لازم ہو جائیگا

دونوں کا رشتہ پیوستہ ہے خالق سے مخلوق جدا نہیں ہے مخلوق خالق جدا نہیں ہو سکتا۔ بنی ہوئی چیز بنانے والیکا ثبوت دیتی ہے اور بنانے والا اس صنعت کو اوس کے ذریعہ سے ظاہر کرتا ہے بنانے والا بنی چیز سے جدا نہیں ہو سکتا ہے تبھی وہ بنانے والا ہے خالق اور مخلوق کا رشتہ سخت مضبوط ہے یہ رشتہ ٹوٹ نہیں سکتا باپ بیٹے کا سٹا ہوا مجازی رشتہ ٹوٹ نہیں سکتا۔ بیٹا ہزار نالایق ہو پر باپ ہی کا کہلائیگا کیا دوسرا باپ لائیگا اگر نالایقی سے لایا تو وہ مصنوعی باپ باپ نہیں کہلائیگا۔ اصلی باپ ہوگا نہ وہ فطرتی محبت پیدا ہوگی نہ نالایق اولاد سے فطرتاً کوئی باپ متنفر ہو سکتا ہے مگر دشمن ہوگا نہ محروم الارث کریگا اسلئے منکرین خدائی بھی روزی پاتے ہیں۔ خدا رب العالمین ہے برے بھلے سب اوسی کے ہیں یکسان فیضان دیتا ہے مگر منکرین سے راضی نہیں ہوتا ہے دین و دنیا میں سزا دیگا۔ منکرین کا منہ دنیا میں جلا دیتا ہے اور اپنے ہی اقربا خویش انکے انکار خداوندی کی سزا دیدیتے ہیں چنانچہ وہ لیجاتے وقت رام نام ست ہے بولتے ہیں جب رام کا نام ست تھا تو مرنے والے نے کیوں زندگی میں دوسرا خدا مانا جب پڑی تب خدا سچا معلوم ہوا اور تب خدا کا نام سب کے سب سچا ماننے لگے۔ زندگی میں کیوں اوسے سچا نہیں مانتے جلا کر خود آئے خود لوٹے پھر وہی ڈھونڈے خدا کو پوچھنے لگے بلکہ دشمن ہو جانا خلاف فطرت ہے اسی طرح

خالق مخلوق کا دشمن نہیں ہو سکتا اور مخلوق کو خالق بڑے پیار
کی آنکھ سے دیکھتا ہے۔ تعلیماً ٹھوکریں دیکر درست رکھنا چاہتا
ہے۔ بڑی محنت سے خلقت بنتی ہے اسکی بربادی کوئی خالق
پسند نہیں کرتا۔ انتظامی صورت سے بنانے والے نے جو جو بات
انسب جانا ہے کرتا آیا اور کرتا رہتا ہے۔ جو امور ہیں ان سے
عوام پابندی سمجھ نہیں سکتے جب وقوع میں آجائیگی نتیجہ سامنے
ہوگا جب غور کرنے سے پتہ ملے گا کہ اس میں یہ راز تھا تو وہ
نیک معلوم ہوگا۔ بے سبب نہ کوئی مرتا ہے نہ پیدا ہوتا ہے۔ سب میں
حکمت ہے۔ جینا مرنا انتظام عالم کا ایک ضروری کام ہے دنیا میں
علوم کی ترقیاں برابر ہوتی آئیں ایک کے تجربے نے اپنا خیال
ظاہر کیا وہی کتاب ہوئی دوسرے نے پڑھا وہی عالم ہوا
ہزاروں کے تجربے لکھے لکھائے میں سب کو پڑھا تم عالم کہلائے
قابل کہلائے۔ پس اسی کا نام علم ہے اور اسی حد تک معلوم
ہو سکا۔ ان پڑھی باتیں بے دیکھی باتیں کون بتائے کیسے سمجھ
میں آئے صفات خداوندی دیکھ دیکھ کر سب نے اپنی ایک رائے
زنی کر دی اوسی کو دیکھا سنا برتتے وہی مذہب کا بنیاد دنیا میں
اچھی بری باتیں کروڑوں برس سے ہوتی آئیں۔ خدا جانے
کتنے پیدا ہوئے اور کتنے مر گئے۔ سب نے کچھ پڑھا اور کیا
کوئی کوئی لکھ گئے کچھ بتا گئے کوئی کوئی خدا کی قدرت سے

تعلیم پا گئے کوئی فطرت کے رو سے سبق لیتے رہے جو جس کے
سمجھ میں آیا بتا گئے جو اوس بات پہ چلا وہی اوسکا مذہب ہوا
جب کوئی نئی بات جو خلقت کی سمجھ سے باہر ہوئی وہیں پر
دھوکھا کھایا عجوبہ بات پرداز مذہب بنا گئے غیر معمولی بات
دکھائی گئی معجزہ کہلایا گیا آدمی میں یا کسی چیز میں غیر معمولی
اور عجوبہ قدرت دیکھا۔ بڑوں نے خدا مان لیا اوتار مان لیا
بھگوان سکتی کہا۔ اچھوں نے پیغامبر کہا خدا کی بنائی اور بھیجی
ہوئی طاقت والے چیز مانا خدا نہیں مانا جو خدا مانتا ہے وہ
مشرک ہے بلکہ کافر کہا جا سکتا ہے۔ کوئی بنی ہوئی چیز خدا
نہیں ہو سکتی آپ اروپ خدا ہی بہروپیا خدا نہیں ہو سکتا۔ قوت والا
مخلوق ہی سکتی والا ہو سکتی ہی مگر وہ ایشور پرمیشور پرکرم خدا اللہ
نہیں ہو سکتا خدا وہ ہے جو آپ روپ والا ہے اور ہر روپ سے
نرالا ہے ہر روپ کا پیدا کرنے والا ہے۔

مذہب چار حصوں پر تقسیم ہیں

اصلی۔ نقلی۔ رسمی۔ فصلی۔ اصلی وہ ہے جو خدا چاہتا ہے۔
اوسکا اصول بہت مختصر ہے۔ وہ چاہتا ہی کہ لوگ ہمکو مالک
اور خالق جانیں۔ ہم ایوب غیر نمایاں ہیں میری ذات کی تحقیقات
تو ہو نہیں سکتی۔ بنی چیزیں بنانے والے کی ذات کو بن دیکھے

پہچان نہیں سکتی ہیں۔ میری حقیقت اصلی سے واقف نہیں ہو سکتی ہیں۔ میری جلالت و ہیبت کی برداشت ان کو نہیں ہے تو میری قدرتوں کو دیکھ دیکھ کر یہ سمجھ لیں کہ میری ذات اعلیٰ و افضل بڑی قدرت والی موجود ہے اور ہم واجب الوجود ہیں ہم اکیلے ہیں اور ذات ایک ہے ہر صفات ایک ایک سے ہم کروڑوں خلقت رکھتے ہیں۔ اجماعی حیثیت سب ایک ہی ذات میں ہے دوسرا کوئی مقابلہ کا ممتنع الوقوع اور غیر ممکن الوقوع ہے شرک کیا اور گڑھے میں پڑے میرے سامنے سر جھکاؤ اور میری مخلوق کے ساتھ برائیاں نکرو میری بھلنے کی اور دل لگی کی چیزوں کو قصداً برباد نکرو جن چیزوں کو ہم پیار سے دیکھتے ہیں ضایع نکرو جن چیزوں کی وجہ کر میری قدرت تم پر ثابت ہوا کرتی ہے اور میرا خالق ہونا اور واجب الوجود ہونا تم کو ثابت ہوتا ہے اسکو برباد نکرو ہر ایک سے تم کو میری راہ ملیگی میری محبت بڑھے گی میری قدر ہوگی۔ بس مذہب ختم ہو گیا وقتاً فوقتاً ملکے رواج کے مطابق تمہاری رہائش اور کھانے پینے رہنے سہنے اور معاملات کی تعلیم ہوا کرگی اور بذریعہ احکام اور کتابوں اور صحائف اور پیغامبران اور اچھے آدمیوں کی مدد سے پرستش کے طریقہ بتائے گئے وقتاً فوقتاً بدلتے رہے مگر بجز ان دونوں اصولوں کے میری تبدیلی کبھی نہ

بتائی گئی۔ اصول نہیں بدلا یہ نہیں ہوا کہ غیر خدا کی پرستش کرو اور خلق اللہ
کو ایذا پہونچاؤ۔ ابتدا سے آجتک اپنا اور خلق اللہ کا استحفاظ
ہی بتایا گیا۔ سب خرابی بندگان خدا نے کیا جسکا بھگتان وہی
دینگے اور دیتے آئے ہیں اور دیتی رہیں گے۔

نقالی مذہب وہ ہے جو آباو اجداد کو دیکھتے آئے بچپن سے وہی
ترکیب رہی چاہے وہ خدا کے اصلی منشار کے خلاف کوئی بتائے
کوئی سمجھائے۔ اونٹ کی پکڑ ہے عقل منع کرتی ہے۔ دل نہیں
چاہتا ہے سمجھتے سب ہیں مگر لکیر کے فقیر ہیں وہی کرتے رہیں گے
جو باپ دادا سے ہوتا آیا ہے اگرچہ برائیاں بھری ہوں۔ مگر
درست نہیں کرنے ہر زمانے میں ایسے لوگ بہت ہوا کئے اور
اب بھی ہیں۔

رسمی مذہب وہ ہے کہ جس ملک میں جو بری یا بھلی باتیں جاری
ہیں اوسکے رد و بدل کو کوئی پسند نہیں کرتا بلکہ رسم و رواج
ملکی پر جان و ایمان سب صدقہ کئے دیتے ہیں ہزاروں حماقت
کی باتیں دیکھتے ہیں سمجھتے ہیں مگر کرتے نہیں اور ہر ملک میں
ایسے لوگ ہر زمانے میں پائے گئے۔

فصلی مذہب وہ ہے کہ جدھر دنیا چلی اودھر چلے ہوا بدلی
پھر اودھر چلے پھر دوسرا رنگ ہوا اوسی طرف دوڑے۔ یہ بے
تہوار آیا مذہبی بن بیٹھے وقت نکلا پھر خود رواں رہے جدھر دنیا

دوڑسی خود دوڑے اوسکے آخر کو نہ سمجھیں جانور کی قربانی پر
ہزاروں مر گئے مسجد کے پاس باجہ بجانے پر سیکڑوں مرے۔
عبادت خانہ بنانے کے لئے سیکڑوں مر گئے۔ ادھر فساد اودھر
فساد بات بات پر لڑائی جھگڑہ کرتے رہے۔ جو اہلی ادمی ہے
لڑ مرے یہ وقتی سماں ہے جیسا رنگ زمانہ ہوا ویسا ہی مذہب
ہوا۔ اصلیت پر پانی پھرے تو پھر جائے مگر ہوا کا رخ کیسے
بدلے۔ جدھر کی آندھی آئی تبے اودھر ہی اڑ گئے۔ جدھر
کچھ ملے اودھر ہی ڈھلکے یہ سب انسانی خیالوں کی غلطیاں
ہیں جس نے سیدھی راہ کو جنجال بنا رکھا ہے اور زندگی کو پامال
کر رہے ہیں دین و دنیا کو چکر جال کر ڈالا مختصر سے اصول کو نہ
سمالا۔ خدا ایک اوسکا اصول ایک مذہب ایک مآل ایک
معاد ایک معاد ایک ثواب ایک عذاب ایک جنت بہ حیثیت جنت
ایک دوزخ بہ حیثیت دوزخیت ایک جینا ایکساں مرنا ایکساں
پیدائش کی صورت ایکساں۔ پھر ہر بندہ ایک ایک جدا جدا
شکل وصورت کا ہے ہر خلقت ایک سے ایک نہیں ملتی ہر کا
جنس جدا ہر کی عادت جدا ہر کی فطرت جدا۔ پھر یہ دوئی اور
بھیانک پرستی کیونکر چلی۔ اسی واہمہ پرستی نے انسانوں سے
بھال بندر بوجوا دیئے مٹی پتھر پوجوا یا ادسے لیکر خدا بن گئے
بھوت پریت خدا بن گئے۔ دیو جن اور بھیانک اور پر تر بن رہے

خدا کے مدمقابل کھڑی کردی گئیں اجنبی قومیں خدا ہو گئیں۔ مادیات پرستی آگئی نفس پرستی بڑھی خدا پرستی گئی۔ پتے پتے پجنے لگے درخت درخت خدا مانے جانے لگے۔ بیماریاں عوارض دیوتا ہو گئے۔ الغرض خدا ہی اوتار لیتے لیتے غائب ہو گیا۔ عبادت گاہوں میں خدا قید کر دیا گیا اور یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ ہر موقع پر خدا آموجود ہو گیا۔ جیسے پوجا خدا کا اوتار ہی مان کر پوجا۔ پرستش بھی کیا غارت بھی ہوئے شرک بھی ہو گیا اور خدا کو جتنا گھٹانا چاہا وہ آدھمکا۔ کس کا اوتار ہوا وہ ایک تو موجود ہی رہا غائب نہیں ہو سکا۔ اسلام نے انہیں باتوں کو جتایا ہے اور غلطیوں کا اظہار کر دیا ہے کھانے پینے والے مسائل میں جھگڑے فضول ہیں پہلے اصول کو غور کرنا چاہیئے جتنے لوگ ہدایت کرنیوالے آئے سب نے خدا کی خدائی کو ایک ہی بتایا اسکو قادر مطلق یعنی پوری سکتی والا بیان کیا اوسی ایک کو قایم اور ساری دنیا کو فانی بتایا ایک برم دیو تیا ناس یعنی واحد مطلق کا اقرار اور دوئی کا انکار سکھایا دوئی پرست کوئی بھی بھگت نہ ہوا موحدین البتہ خدا پرست گذرے ہیں۔ بھیانک اور اجنبی صورت اور طاقتور خلقتوں کو خدا ماننے لگے۔ رفتہ رفتہ اپنی اپنی کوتہ خیالی سے بت پرست ہو گئے۔ آج مسلمان بھی اوسی رنگ پر گذرے جاتے ہیں۔ جدھر دیکھو خدا سے جدا اور داہمہ پرست ہوتے

بت پرست پیر پرست جنم پرست رسالت پرست دقوت پرست
معبد گاہ پرست خود پرست ہونے لگے۔ خدا پرستی سے دور ہوتے
گئے۔ اسلام نے خلق اللہ پر بڑا احسان کیا ہے اوس نے بجز
خدا پرستی کے کچھ نہ بنایا۔ پرانا اصولی مذہب جو خدا کی خواہش
کے مطابق تھا اوسی کا اظہار کیا مروجی باتوں کو چھانٹ ہٹا
کر بتا دیا۔ حیکہ پیغامبر نے اپنے نسبت بھی یہ بتا دیا کہ ہمکو بھی
بندہ ہی جانو اور بھیجا ہوا مانو اس سے زیادہ مرا رتبہ بھی خدا
سے مشابہ نکرو جب خدا کے نزدیک پیغامبر کا رتبہ بہ حیثیت
مقبول بندے کے ہے تو اوہ کوئی بندہ خدا اور رسول کے مقابلہ
کب کھڑا ہو سکتا ہے اور ہملوگوں کو آسمان کا تارہ کہنا کب روا ہے کسی کا
کیا حق ہو سکتا ہے۔ جو کمال کسی میں خدا نے دیا ہے وہ
اون کی کمائی ہے اون کو مقبول بندوں میں جاننا اونکو عوام الناس
سے معزز ماننا بہترین آدمی سمجھنا میرا فرض ہے۔ تہذیب
و تکریم سے پیش آیا کروں گا۔ اونکی عادات حرکات سکنات
معاملات عبادات ملاقات اگر شرعی قواعد کے مطابق ہیں
وہ ضرور عوام الناس سے اعلے و افضل لائق تکریم ہیں مگر جیتے
مرے لائق پرستش نہیں ہیں۔ ایصال ثواب ہم کر سکتے ہیں
اور کرنا چاہئے۔ جس نے اپنے کو خدا پر صدقہ کیا ہے اوسپر میرا
جان مال بجز ایمان سب صدقہ ہو سکتا ہے اوس نے وحدہ مطلق

کی پرستش کی ہے۔ سیدھے راہ چلا ہے۔ اگر دائرہ اسلام سے کوئی
کام باہر کا کر رہا ہے تو وہ دنیا کو دھوکھے میں رکھنا چاہتا ہے
اے بسا ابلیس آدم روئے ہست۔ پس بہر دستے نہ باید داد دست
بانی بینا جہان کے پیر کرنا پہچان کے ایسا ہو کہ پیر خود گم است
کرا رہبری کند۔ خود اپنی ہی خبر نہیں ہے مریدوں کو کون
پوچھتا ہے۔ بعض فقرا نہ ہونے تو دنیا نہ چلتی لوگ ہیں جو ہدایت
کرتے ہیں۔ باطن پرست کم ظاہر پرست زیادہ انسانی نفس
ہیں وہ باتیں جب تک پیدا نہ ہوں جنکی تعلیم اسلام اور صوفیائے
کرام نے دیا ہی۔ تب تک دعوی فقیری کرنا اور فقرار کو خدا رسیدہ
جاننا سراسر غلطی ہی واہمہ پرستی ہی۔ خدا کے بندو خدا کو ہی نو
اوسکو جانو اوسکی پوجا کرو اوسکا بھروسہ رکھو اوسی کو قدرت
والا مانو اوسی سے تعلق رکھنا ایمان ہے۔ اسلام ہر غیر خدا سے
دور خدا کی محبت میں مخمور رکھتا ہے اوسکے نیک اور مقبول بندوں کی
تعظیم و تکریم کرنا منع نہیں ہے مگر وسیلے نجات تو اپنے اعمال کے
سوا کچھ نہیں ہو سکتے۔ سعی سفارش بھی بغیر اذن اللہ کوئی نہیں کر سکتا
لا یشفع عندہ الا باذنہ۔ (کوئی سفارش بھی نہیں کر سکتا
مگر جب مرضی اوسکی ہو گی) یہ اختیار بھی صلب کیا گیا ہے۔
رہگئے دنیا چلانے والے مسئلے جو جس مذہب کے لوگوں نے
بنایا ہے کہا ہے حلال اگر ہے تو بنانے والے کو ثواب ہو گا

حرام کو حلال کہنے والے کو عذاب ہوگا۔ ہر مذہب والا خدا کو
اپنا مذہب رکھکر بھی ایک خدا جان سکتا ہے اور توحید خداوندیکا
قائل ہو سکتا ہے۔ اختلاف اگر ہو سکتا ہے تو رسالت کا قائل
نہ ہوگا مگر یہ بھی غیر ممکن ہے۔ کسی پیغام پہونچانے والیکو ماننا رسالت
کا قائل ہونا ہے۔ دیوتا جب خود خدا نہیں ہیں تو خدا کے اوتار
بنکر پیغام دینے والے آئے خدائی اوتار والے بھی پیغام رسال
ہی ٹھہرے۔ اوتاری بھیس میں خدا ہی اگر اوترا آیا تو اپنا ہی
پیغام لیکر بھیانک اور طرح طرح کی صورتوں میں اوترتا چلا آیا
آیا اور مر اٹھ گیا اچھا بہروپ خدا نے بھرا۔ اس غلط فہمیوں نے
دنیا میں مذاہب کے اختلاف پھیلائیے۔ انسانوں نے قدرت
کا ملہ والوں سے کنارہ کشی کی مشرک بنگئے اور توحید سے
جدا ہو گئے۔ خدا کی نشانیاں قایم کرنے لگے۔ اوس کے
نشان کی نشانیاں تو بے حد ہیں ہر آدمی اوسکا پورا نشان ہے
ہر قدرت تو نشانی ہی ہے اپنے ہی کو اوسکا نشان قایم کر لو
لینے ہی وجود سے اوسکا پتہ لگا لو جب بھی شرک سے بچے رہو گے
پہلے۔ وحدین کہیں پھر کسی نہ کسی نبی یا پیغامبر یا اوتار یا گنی
یا رشی کا خود قائل ہونا پڑیگا۔ کسی کے قواعد کی پابندی کرنا
ہوگا۔ اب اسکی جانچ کہ صحیح باتیں کس نے بتایا بس یوں سمجھئے
کہ جس نے اپنی خود پرستی بتائی وہ خود غرض تھا خدا کا دشمن تھا

توحید کو جس نے بگاڑا وہ خدا کا سنوارا ہو نہیں سکتا وہ خدا کا
رقیب ہے اوسکی پرستش ہی کفر ہی شرک ہے جن لوگوں نے
پرستش خداوندی کی تعلیم وقتاً فوقتاً ملکی مصالح اور ملکی ضرورتوں
کے مطابق قواعد لاکر بتایا اور خود پرستی سے پاک بتایا وہ صحیح
اور ضروری تعلیم تھی اور خدا کی مرضی کے موافق تھی ماننے والے
مومن یا مسلم کہلایا منکرین مشرک اور کافر قرار دیئے گئے۔ ایسی
تبدیلیاں دنیا میں برابر ہوتی آئیں مگر جب خدائی قدرت
میں بٹہ لگانے والے دوسرا خدا قرار دینے لگے اصلاح کے لئے
اوسی خلقت میں سے اوسی جنس کا ایک آدمی با اختیار بناکر
بھیجا گیا جس میں اندرونی طاقتیں خدا نے غیر معمولی بھر دیں ہیں
کہ اگر واہمہ پرست سخت دل لوگ کچھ عجائب بات دیکھا چاہیں
تو وہ دکھا سکے اور عجائبات کا امتحان لیکر بہتیرے قائل ہوتے
گئے اور اوس پاک نفس کو پیغامبر ماننے لگے اون ہی عجائبات
کو کرامت کہتے ہیں جو خلاف عادت سرزد ہوا کیں ہیں۔ پیغامبر
نے دکھایا معجزہ ہوا ولی اللہ کے ذریعہ سے ہوا کرامت ہوئی
مذہب اصولاً کبھی نہیں بدلا وہ ایک ہی رہا۔ خدا کی پرستش
اور خلق اللہ کی بھلائی ابتدا سے آج تک یہی دو بات ہر وقت
ہر زمانہ میں رہی۔ ہر مذہب بس انہیں دو باتوں کا دعویدار
رہا وقتاً فوقتاً معاملات اور طرز عبادت میں فرق ہوا کیا

کھانے پینے کی باتوں میں فرق رہا مگر خدا کی خدائی میں پتہ لگانیکا
حکم کسی وقت میں کسی مذہب کو نہیں دیا گیا۔ جب جب سخنہ اندازی
کی گئی اصلاحی صورت پیدا کی گئی۔ اصل اصول توحید پرستی میں
کوئی تبدیلی نہیں بتائی گئی سب سے پرانا مذہب موحدین کا
ہے وہ مومن ہیں بغیر اقرار و تعظیم رسالت مسلم قرار نہیں
دیئے گئے۔ اسلام نے اس نقص کو مٹایا ہے ہر ایک ادنےٰ
مومن اور مسلم ہو سکتا ہے خدا اور رسول دونوں کا اقرار کیا
مومن مسلم بھی بنے خلق اللہ کی خدمت کیا وہ متقی بھی کہلایا خدا نے
مومن مسلم متقیوں کو یکجا بیان کیا ہے اپنے ساتھ بندوں کے
حقوق کی حفاظت بتایا۔ آغاز قرآن ہی کی پہلے پارہ میں
دیکھئے۔ الم ذالک الکتاب لاریب فیہ ھدًی للمتقین
الذین یومنون بالغیب ویقیمون الصلوٰۃ و مما
رزقنھم ینفقون ۝ قسم ہے اللہ کی جو قرآن بھیجتا ہے
قسم ہے جبرئیل فرشتہ کی جو قرآن لیجاتا ہے۔ قسم ہے محمد کی جسکے
پاس جاتا ہے یہ کتاب ہر شبہ سے پاک ہے اس کتاب سے
متقی لوگوں کو ہدایت ملے گی۔ متقی وہ ہیں جو خدا کو بلا دلیل
بلا دلیل بے شبہ بن جانے ماننے صرف یہی کافی نہیں ہے اسکو
یاد بھی کرتا ہے یعنی عبادت گذار اور پرستش کار ہو یہ دو بھی
کافی نہیں ہے میرے بندوں کی خبر لیتا ہے جو کچھ ہمنے دیا ہے

اوسمیں سے دوسروں کو کہلاتا ہے۔ تینوں بات ہو گی تب وہ
متقی کہلائیگا۔ اور ہدایت پائیگا) اور یہی کافی نہیں ہے بلکہ اور
اور کتابیں جو ماقبل اوترا گی ہیں الی آخرہ سورہ تب مومن مسلمان
متقی ہدایت پانے والے اور فلاح پانے والے ہو سکتے ہیں۔
جس نے ان باتوں میں سے ایک کا بھی انکار کیا وہ گمراہی پر
لگا اور سچی ہدایت اوسکو نہیں ملسکتی۔ سورہ الحمد آپکو شرک سے
کسقدر بچاتی ہی ذرا اوسکے رمزوں پر غور کیجئے کیا کیا بتاتی ہے
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ جتنی تعریف ہو سکتی ہی سب اللہ ہی کے لئے
مخصوص ہے کیونکہ ہر چیز کا وہی خالق ہے رَبِّ الْعَالَمِیْنَ
باپ کی طرح صرف پیدا کر کے چھوڑنے والا نہیں ہے۔ باپ کو
جب خبر بھی نہیں تھی جب سے پرورش اپنے ہاتھ میں لیچکا تھا
پیدائش کے پہلے مہمان نوازی کے سب سامان مہیا کر دیا تھا
غذا موجود تھی اب بھی رحمن اور رحیم نہیں مانتے موت کے بعد کے
سارے انتظام اوسی کے ہاتھ میں ہیں اب بھی مالک یوم دین
نہیں سمجھتے۔ جب دین و دنیا اوسی کے قدرت میں ہے تو اب
کسکی پوجا کر سکتے ہیں اور انصافاً کون پوجنے کے لائق ٹھہر اہے
اسی پرستش کی بدولت لوگ بخشے گئے اور بہتیرے غلط پرستیوں
کی بدولت راندے گئے۔ جتنی تعریف ہے سب خدا ہی کی ہے
کیونکہ اوتنا بڑا احسان کون کر سکتا تمام عالم کا پرورش کنندہ ہی

صرف پیدا کرنیوالا نہیں کہا بلکہ پرورش کرنے والا کہا ہے۔
یہ تمام عمر کا ٹھیکہ لیے ہوئے ہے پیدا کیا اور دوسروں کے
سر نہیں کھیلتا اپنے ہاتھ میں پرورش کا ذمہ لئے رہتا ہے۔
دنیا میں پرورش کا کرنے والا اور دین کا پورا مالک جو مرنے بعد
بھی کام آنے والا ہے۔ جہاں اپنا کوئی نہیں ہوگا ایسے دیہائی
اختیار والے سے بہتر اب کون ہے جسے پوجا جائے ایسا سہارا
دینے والا کون نہ مرنے والا اور فنا ہونے والا ہو سکتا ہے۔ سوتا
سنسار اور جاگتا تو وہی ایک اکیلا پروردگار ہے اب فرمائیے
کسکے پاس جائیگا۔ ایسا کوئی خدا کہاں سے لائیگا آپ کو اور
ہر عقل والیکو کہنا پڑیگا کہ تو ہی لائق پرستش ہے اور تیرے
سوا کوئی مددگار ہو نہیں سکتا۔ کہیئے کیسی تعلیم توحید کی گئی
اور معذور آپ کو اسیکو ماننا پڑا اور سب سے تعلق کاٹنا
ہوا اب کدھر جاتے ہیں۔ دعا سنیے سیدھا رستہ چلا دے
سیدھا رستہ وہی ہے جسے بطور نعمت تو نے لوگوں کو بتایا تھا
اور اس راہ پر نہ لگ جائے جو گمراہی کی تھی ظاہر ہوا کہ بتائی ہوئی
راہیں سیدھی راہیں ہیں جو رسولوں کے ذریعہ سے ہیں جو رسالت
نہیں مانتا ہرگز ان کے سچائی کی اور سیدھی راہ نہیں پہچانتے
اور لیکن سیدھی راہ یہیں سے پیدا ہو گئی ہیں ماننے والے نہیں
سے گمراہ اور ذلیل وخوار بدراہ دکھائی دیتے ہیں منکرین او۔

مخالفین اب کیونکر فائدہ اوٹھا سکتے ہیں وہ ان کے کیسے ہو سکتے ہیں
جو انکے خدا کا دشمن ہے وہ انکا کیسے دوست ہوگا۔ گو کوئی کسی گروہ
کا ہو جبکہ اسلام ہی کے گروہ کا کیوں نہ ہو اگر مشرک یا خدا کی مرضی
کے موافق اوسکا عقیدہ اور فعل نہیں ہے وہ مسلمان حقیقی کا دوست
کیسے ہو سکتا ہے۔ اسی سے مسلمانوں میں آپس میں اختلاف بہت سے
اوس تعلیم ہی کے اور عقیدے کے مسلمان کم ہیں۔ دو مسلمان ایس
وضع کے ہوں تو جسکو شرعی مسلمان کہتے ہیں اور حقیقتاً وہ مسلمان
نہ ہوں تو اوس میں نفاق غیر ممکن ہے۔ دونوں تو ایک ہی
خدا کے ماننے والے ہیں ایک ہی قواعد کے پابند ہیں ایک ہی
طرحکا ایمان و عقیدہ ہے یہ اختلاف باخود ہا تو رواجی اور
رسمی اور ابائی مذہب رکھنے والے مسلمانوں میں ہیں جبتک
سیکڑوں خداوٗں کا مسلمانوں کو بھی سامنا رہیگا غیر قوموں
کی طرح ان میں بھی وہی اختلاف رہیگا جیسے اور گروہوں میں
ہے نام کے ایک گروہ اور کام کے جدا گروہ ہر کے خدا جدا
جدا کروڑوں خدا ہو گئے بانس میں کپڑے میں لکڑی کوئلے پتھر
جونہ جانور درخت بھال بندر بھوت پریت بیماری گنڈے
تعویذ کاغذ داوات قلم مقبرے قبے زیارتیں قبریں بزرگوں
کی نشانیاں معبدگاہیں سب تو خدا ہی خدا ہو گئے ہر خدا
کس کے دل میں گھر کرے اب تو خداوں کو ڈھونڈھتا

بھرتا ہے کس کے دل میں دو چار منٹ بھی اد ترگاہ کرلے اور ایسی جگہ نہیں پاتا کہاں جائے کسکے دل کو اپنا جانیں سب تو دنیا کے لوازمات سے بھرے ہوئے پائے جاتے ہیں۔ کوئی کوئی شکستہ اور ویران دل پاتا ہے تو اوسکی مرمت اپنے ہاتھ میں لیتا ہے اور خدائی تعمیر اور مرمت کئے ہوئے دل کا کیا کہنا ہے۔ جسے خدا مرمت کردے اوسکی خوشنمائی دنیا بھر پر چھائی۔ مسلمانوں کے دلوں کو اولاً تو غیر ملکوں کی صحبت نے خراب کردیا یہ غیروں کے مقلد ہوگئے اور رسم پرستی انہیں آگئی خدا پرستی جاتی رہی جاہل مسلمانوں کو اور رسم کے اولجھاؤ نے خراب کردیا۔ اسلام اصلی صورت میں قائم نہیں رہ سکا۔ افلاس اور غربت نے انکی چالیں بدل دیں مہمان بنکر آئے ساکن ہوگئے مگر وطن کی حیثیت سے زمین کی قدر نہ کرسکے اپنی ضرورتوں کو خود اپنی قدرت میں نہ لاسکے اغیار کے بھروسہ پر اپنی ساری زندگی گذارتے رہے اور میل جول سے رہنا پسند کیا رواج ملکی کے پابند ہوگئے رفتہ رفتہ عقیدہ بھی بدلا لباس بھی بدلا طرز و انداز بھی بدلا علوم مذہبی بھی نابود ہوتے گئے۔ نقل بازی کی بدولت غربت آگئی گئی مذہبی قانونی سزاؤں سے آزادی پایا خود رداں اور آزاد زندگی گذرنے لگی۔ اجماعی قانون کے ماتحت ہوئے فسق و فجور بڑھا

مذہب گیا غربت نے اپنے علوم چھڑائے غیر زبانوں کو قبضہ میں لائے کوا
چلا ہنس کی چال اپنی چال بھول گیا۔ مادری زبان پر قابو نہ رہا
مذہبی علوم دبے ایسے علوم پڑھے کہ ہنڈیا چڑھے غربت نے غلامی
سکھائی نوکریاں کرائیں اپنی جائداد پر بھی آفت آئی خدا کے
بندے گئے گذرے فیشن کے بندے بن گئے۔ سیاست کے پھندے
میں آن پھنسے اب رونے سے کیا ہوتا ہے روتے رہئے جبتک مسلمان
اپنے کو مذہبی دائرہ کے اندر درست نہیں کرتے اپنی زندگی
کے سارے سامان اپنے ہاتھ میں نہیں لیتے اور فیشن داری نہیں
چھوڑتے سخت مصیبت میں پڑینگے انکا وقت آپسمیں اختلاف کا
نہیں ہے بلکہ فرقہ بندیوں کے ساتھ بھی اپنا اجماعی دائرہ وسیع
رکھیں۔ ان کو سیاسی میدان میں دوڑنے سے پیشتر چندے سوشل میدان
میں اپنے کو درست کرنا چاہیئے پھر مذہبی میدانمیں قدم رکھیں
سب رنگ ان کا درست ہو جائے تب سیاست کی سیاحت
کریں سر دست اپنے کو بالکل شاہی سپردگی میں چھوڑ دیں۔
اپنی تقدیر کا فیصلہ اوس کے انصاف پر چھوڑیں صبر و استقلال
سے کام لیں۔ اپنی آنکھیں کھولیں اپنی قوم کو خود درست کریں
تب آگے قدم رکھیں ابھی تو رہنے سہنے کھانے پینے کا ٹھکانا
نہیں ہے دین و دنیا خود زوال میں ہے اپنی غفلت اور کرنی
کا نتیجہ بھگتنا بھی ضروری ہے۔

مسلمانوں کو کیا کرنا چاہئے

راقم کے خیال میں درستگی قومی کے لئے جو باتیں ضروری
ہیں ادسے بطور نوٹ پیش کئے دیتا ہے مسلمان اس پر عملدرآمد
کریں اگر کام کی ہو ورنہ نہ کریں۔

عا پہلا کام مسلمانوں کا ہم لباس ہونا ہے جس سے جماعت
اسلامی کی شناخت ہو سکے۔ لباس ایسا مقرر کریں جس سے
شعار اسلام ظاہر ہو سکے اور شریعت کے رو سے منع نہ ہو
فیشن کے متوالے ایسے لباس اوتاریں جس سے ستر عورت
کھلا رہتا ہے وضو جاتا ہے نماز نہیں پڑھ سکتے جا نگئے پر
اوتار و نہ ہو جائیں۔ سروں کی ٹوپیاں مسلمانوں نے خود اوتار
دیں سر کے بالوں کی ٹوپیاں بنا لیں ایک ایک سر پر دس دس
فیشن کے بال بیک وقت موجود ہیں۔ سر ہے یا بالوں کی نمائش گاہ
ہے۔ لباس ایسے اختیار کرے کہ کالر اور قمیص پہن کر وضو کیسے
کیا جائے پتلون گ ڈانٹ کر رکوع اور سجود کیسے ہو۔

عا۲ مسلمانوں کو ہر ہر موقع پر اپنی ضرورتوں کو خود اپنے ہاتھ
سے انجام کرنا چاہئے۔

عا۳ خوراکی اور پوشاکی کے کل چیزیں اپنے ہاتھ میں رکھنا چاہیے

اور اسکے حصول کی فکریں بذریعہ زمین خود کرنا چاہیئے۔

۴۔ نکمی کبیی مسلمانوں کو کام کی طرف متوجہ کرانا چاہیئے بغیر محنت کے مفت کی روزی اونکی روکنا چاہیئے اور بزور قومی اونکو محنتی اور کامی بنانا چاہیئے۔

۵۔ شخصی خیرات ایکدم موقوف کیجائے خانقاہوں اور انجمنوں میں قومی فنڈ دیا جائے اور شخصی ضرورتیں وہیں سے محنت کی مزدوری میں دیجائیں یعنیکہ کم ہو غیر متقی اور غیر متشرع نفرار کو جو خیرات کے پیسے آبکاری میں صرف کرتے ہیں نہ دیئے جائیں۔

۶۔ خانقاہیں اور انجمنیں گرجے کی پادریوں سالویشن آرمی اور اسکے آریہ سماجیوں کو خاکہ پر چلیں جسطرح وہ کارروائیاں نمایاں کر رہے ہیں یہ بھی اپنا طرز عمل ویسا ہی کر کے دکھائیں نکموں کو کام کا بنائیں تبلیغی کام اوسی انداز پر چلائیں مذہبی کتابیں اوسی طریقہ پر چھپوائیں اور اشاعت مذہب کریں جس طرح وے امن پسند طریقہ پر چل رہے ہیں انہیں کی نقل تو اوتاریں کوئی نئی بات کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ نومسلموں کے ساتھ اوسی انداز کے برتاوے کریں جو پادری کر رہے ہیں۔ مجرد قوالی اور عرس اعراس اور وعظ کے جلسے میں فیس پر جلنے سے کام نہیں چلیگا ملیت برتنے کا وقت آگیا ہے پیشایت کا اب وقت نہیں ہے

۷۔ کثرت ازدواج کی طرف مائل ہوں مسلمانوں کی تعداد

بڑہانے کے آلہ کو برباد نہ کریں۔

عـ۸ بیواؤں کا عقد پڑھوائیں دنیاوی حیا کو اوٹھائیں۔ شرعی حیا دار ہوں شرعی باتوں میں شرم نہ کھائیں اسکو بلا خیال مصلحت دنیاوی رواج دیں مرد بلا تکلف بیوہ عورتوں کو ثواب جانکر قبول کریں

عـ۹ عقد ثانی اوسوقت تک جاری نہیں ہوسکتا جب تک تعداد دین مہر معین نہ کردیجائے اور اوسکا مقدار حیثیت کے اندر ہو آٹھواں حصہ آمدنی سالانہ سے زیادہ مہر نہیں ہونا چاہیئے اور معجل مہر ادا کردینا مناسب ہے اور نان ونفقہ چوتھائی آمدنی ماہانہ سے زیادہ نہ دیا جائے۔ خودبخود عقد ثانی بھی جاری ہوگا کثرت ازدواج بھی ہوگا۔

عـ۱۰ ضرورت رہایش کے متعلق جتنے حرفے ہیں اوس طرف مسلمانوں کو بہت جلد متوجہ ہونا چاہیئے اور ہر حرفہ کو سیکھنا لازمی ہے۔

عـ۱۱ ابتدائی مذہبی تعلیم کے بغیر غیر زبانوں کی طرف ہرگز متوجہ نہ ہوں۔ پہلے مذہبی تعلیم پالیں تب دنیاوی علوم کی طرف متوجہ ہوں۔

عـ۱۲ آبائی حرفوں کو ترقی دیں گھر کے حرفوں کو غنیمت سمجھنا اور نکو ضرور سیکھ رکھیں گے اوس سے اونکی روزی نہ جلیگی کلوں کے ذریعہ سے سارے کام سستے ہوا کرتے ہیں اور

چیزیں سستی پڑتی ہیں تجارت کو دستکاری سے فروغ ہوگا مگر
اہل حرفہ بہترین کاریگر کلونکی امداد کرسکتے ہیں اور میلوں میں
کے لائق ترین آدمی بن سکتے ہیں۔

عـ۱۳ آپس میں بے ایمانی نہ کریں ایک دوسرے پر اپنا پورا
ثابت کریں کہ ہمارا بڑھے۔ ایماندار ہیں تو روپیہ کی کمی نہیں
مارواڑیوں کی طرح ایک دوسرے کا مددگار ہو جائے
قوم میں سلسلہ تجارت بڑھ جائے۔

عـ۱۴ جیسے الکشن سے میونسپل کمشنر چنتے ہیں کونسل کے ممبر
ہیں۔ اپنا اپنا سرگروہ چنکر اپنے سب معاملات کا ہر شعبہ ا
سپرد کریں اور اوسکے حکم کو اپنے ذمہ لازمی جانیں۔ کثرت رائے
سے مقرر کریں اور کثرت رائے سے موقوف بھی کردیں۔

عـ۱۵ پھر ہر فرقہ اپنے اپنے گروہ کا جدا جدا سرگروہ بنا کر اپنے
معاملات کو اوسی پنچت میں فیصل کرالے اور پنچت کے پا
سرداروں کو خود چن لیں قصور ثابت ہونے پر یا خالی جگہ
ہونے پر خود ہی بھر لیں۔

عـ۱۶ سوسل معاملات کو سیاست سے بالکل دور رکھیں
سیاسی معاملات سیاسی لیڈروں کے ہاتھ میں دیدیں جسکو
چنکر سیاسی لیڈر بنادیں اختیاری لیڈروں پر دارومدار
اپنی قسمت کا نہ رکھیں۔

ع۱۷ جن امور کو قانونی تعلقات قانون شاہی سے ہوں اونکو بذریعہ قانون شاہی طے ہونا چاہیئے۔

ع۱۸ حفاظت خود اختیاری کے اصول پر اپنے اور اپنے گروہ کے محافظ رہیں اور کسی پر حملہ آور نہوں۔ اصول اسلام حملہ روکتا ہے

ع۱۹ ہر جائز طریقہ پر اپنی روزی کا سامان مہیا کریں اور ہر ناجائز ذریعہ معاش کو روکیں اور اوس سے بچیں۔

ع۲۰ جن لوگوں کے ذرایع ناجائز ذریعہ معاش کے ہیں اون سے ہر طرح پر اپنے کو دور رکہیں اور کسی سوشل طریقہ پر اون کے شریک حال نہ ہوں۔

ع۲۱ زناکار بدکار اور سودخوار مسلمانوں سے ساز و آمدو رفت نہ رکہیں اور جوان امورات کا مرتکب ہو اوسکی اصلاح کریں اگر وہ راضی نہ ہو اپنے گروہ میں اوسے شمار نکریں نہ اوسکے معاملات سے سروکار رکہیں رفتہ رفتہ اوسکی ضرورتیں اور زمانہ اصلاح پر لاویگا اور مجبوراً اوسے اسی رخ پر چلنا پڑیگا۔

ع۲۲ اجماعی قوت کو ہر موقع پر صرف کریں اور اجماعی قوت کم ہونیکی ہر صورت کو روکیں۔

ع۲۳ ہر ایک کام دبدبہ شاہی کو قایم رکہتے ہوئے قانونی احترام برتتے ہوئے اپنے کو درست کرتے جائیں ہرگز سادہ عاقلت

شاہی سے اپنے کو جدا نہ کریں ان کے جان و مال عزت اور ایمان و مذہب کے امانت دار اور محافظ بادشاہ وقت ہیں اگر وہ نہیں کرینگے تو عند اللہ و عند الناس وہ جوابدہ ہو سکتے ہیں ہم اونکی رعیت ہیں اون کے زیر نگرانی ہیں اونکی ماتحتی میں ہیں خود مختار نہیں ہیں اون کے قانون کو ماننے والے ہیں اونکے قانون سے میری قسمت کا فیصلہ ہوا کرتا ہے میرے حقوق اون پر ہیں اونکی فرمانبرداری ہمپر بہ حیثیت رعیت فرض ہے اون کی مخالفت موجب خرابی دین و دنیا ہے۔ اپنی قوم کو درست کرنا کوئی قانونی جرم نہیں ہے۔ اپنے حقوق کا طلب بہ سہولت و ادب مطالبہ کرنا خلاف قانون نہیں ہے اپنے حقوق سیاسی طور پر مانگنے اور مانگنے مگر مانگنے کا طریقہ اور ہے اور مخالفت کے طریقہ پر ملنے والی چیز بھی ہاتھ سے چلی جائیگی مسلمان غلطی کریں گے اگر اقلیت میں رہکر اپنے مددگار کو بھی بگاڑیں گے۔

۲۴۷ ہر گروہ اپنے اپنے دائرہ کی اصلاح کرتا جائے اور رواداری کی پابندی کو چھوڑتا ہوا اپنے اپنے عقیدہ کی شرعی باتوں کو بخوشی بلا مزاحمت یکدیگر باحترام مذہب دیگراں ادا کرتا ہے دوسری گروہ کو کسی کے آزادی مذہب میں دست اندازی نہ ہو۔ مگر بالاعلان کوئی فعل تحقیر دیگر فرق اور ایذارسان اور سوزندہ نہ کیا جائے جس سے گرد ہی اختلاف پیدا ہو پھر ہر گروہ کی

چھوٹے چھوٹے دائرہ ملکر کسی ضروری اور اسلامی وقتوں میں ایک وسیع دائرہ قایم کر سکے اور اگر وہی اختلاف کا اثر اجتماعی ضرورتوں کے وقت نہ برتا جائے۔

ع۲۵ مسلمانوں کو اپنے مریضوں معذوروں اور مردوں کے ساتھ بلا تفرقہ عقاید وگروہی ایکساں ہمدردی کرنا لازمی رہے۔

ع۲۶ مسلمانوں کو اپنے مقبروں کی حرمت کرنی چاہیے جو برتاؤ مسلمانوں کا مقبروں کے ساتھ ہے اوسکو دیکھکر اغیار ہنستے ہیں اور غافل جانتے ہیں اور بے حس اور رسوائی ہوئی گروہ جانتے ہیں۔

ع۲۷ منشیات اور مخدرات علاوہ مذہبی جرم کے اخلاقی جرم میں داخل ہیں اور سرکاری قوانین میں بھی جرم ہیں اس کی اصلاح مسلمانوں کے لئے دارین میں مفید ہے جس عنوان سے ہوسکے کرنا ہی اچھا ہے۔ مسلمانوں کو شرم کرنا چاہیے سدرکا اس ڈوم دوسادہ چمار مہتر جسکو بہت برا جانتے ہیں وہ تو چھوڑیں اور مسلمان پیا کریں افسوس ہے زیادہ تعداد اسکی مبتلا پائی جاتی ہے۔

ع۲۸ تمام مسلمان اپنے اپنے آبائی عقاید کو چھوڑکر ایک عقیدہ والے ہوجائیں یہ غیر ممکن بات ہے۔ اس کے لئے

بڑی طاقت والی ہستی کی ضرورت ہے اس کام کو خدا کر سکتا ہے یا امام مہدی کر لینگے۔ اسکا حوصلہ فضول ہے مگر اختلاف عقاید کے ساتھ اصول مذہب سب کا ایک ہے۔ قرآن و حدیث و خدا و رسول ایک ہے اسلئے مسلم سب ہیں یہ دائرہ کوتاہ نہیں ہے وسیع دائرہ ہے ایک مسلم دوسرے کیا بوجانی ہے گنہگار ہے یا ثواب کار ہے اسکا فیصلہ یہاں نہیں ہوسکتا عنداللہ ہوگا۔ دنیا میں کیوں جدا جدا بھٹکتے جاتے ہیں اور قوم کو تباہ کر رہتے ہیں۔ گناہ تو سب کے ایکساں ہیں ثواب بھی سب کے یہاں ایکساں ہیں ہر گروہ بھلائی پہ آمادہ ہو اور برائیوں کو رد کرے۔ جب مذہبی قوانین کی بندش نہیں ہوسکتی اور شاہی اجماعی قوانین استحفاظ نہیں کر سکتے تو بخت کے آپس کے قوانین تو محافظ ہو سکتے ہیں۔ نتیجہ یہ اپنی اصلاح کر لینا نہ مذہبی جرم ہے نہ شاہی جرم ہے نہ سیاسیات سے تعلق ہے۔ اگر مسلمان ان باتوں پر متوجہ ہوں تو رفتہ رفتہ ترقی پذیر ضرور ہو جائیں گے۔ سوئے رہے تو پستی میں آتے رہیں گے۔

وما علینا الا البلاغ

جناب نقی احمد ارشاد (نبیرۂ شاد عظیم آبادی)
کنکر باغ پٹنہ

پس گفتار

کچھ بدرالحسن اور کچھ ان کی یادگار روزگار کے بارے میں

مولوی بدرالحسن مرحوم رئیس لودی کٹرہ کے متعلق میری آگاہی پہلی بار ۱۹۲۰ء میں ہوئی جب میں اسکول کے چھٹے درجہ کا طالب علم تھا۔ ان کے بڑے صاحب زادے نجم الحسن عرف نجبن مرحوم، میرے والد مرحوم سے ملنے آئے اور انھوں نے اپنے والد کی مطبوعہ دو جلدیں "یادگار روزگار" کی بطور تحفہ والد مرحوم کو دیں۔ اتفاق سے ہم محلہ میر عنایت حسین امداد شاگرد شاد موجود تھے۔ گفتگو سے معلوم ہوا کہ بدرالحسن صاحب نے ان کے اور ان کے خاندان کے متعلق بھی کچھ لکھا ہے۔ الغرض وہ دونوں کتابیں والد مرحوم سے مانگ کے لے گئے، اور پھر واپس نہ ملیں۔ زمانہ گذرتا گیا یہاں تک کہ ۱۹۲۲ء میں جب میں پٹنہ سیٹی اسکول کے آٹھویں درجہ کا طالب علم تھا، تو میرے ساتھ دو مسلمان لڑکے اطہر اور اکبر اسی درجہ کے طالب علم تھے۔ دونوں نماز جمعہ و جماعت میں شریک ہونے کے لیے خانقاہ عمادیہ منگل تالاب میں جایا کرتے تھے۔ منگل تالاب کے مشرق میں پٹنہ سیٹی اسکول تھا اور مغرب میں خانقاہ۔

ربیع الاوّل کا مہینا تھا یا کوئی اور مہینا تھا کہ خانقاہ میں عرس و قوالی کی بڑی تیاری تھی۔ اس زمانہ میں مولوی نعیم فارسی کے، مولوی حسن رضا ثاقب عربی کے اور مولوی مجید اردو کے معلم تھے۔ تفریح (وقفہ) میں یہ سب کے سب اور چند لڑکے خانقاہ کو جانے لگے۔ میں بھی ساتھ ہو گیا۔

وہاں دیکھا کہ قوّالی شروع ہو گئی ہے۔ غالباً الہ آباد کا کوئی قوال گا رہا تھا اور جناب مولانا سیّد حبیب الحق قدس سرّہٗ اور ان کے بڑے صاحب زادے جناب مولانا سیّد صبیح الحق قدس سرّہٗ ایک طرف کشادہ عمارت میں بیٹھے تھے۔ جتنے مرید تھے وہ بھی دست بستہ کھڑے قوّالی سُن رہے تھے۔ ان میں میں نے جناب بدرالحسن مرحوم کو بھی پہچانا۔ حضرت مولانا حبیب الحقؒ کی زیارت اس کے پہلے اپنے سابق مکان شاد منزل میں کر چکا تھا جب وہ جد مرحوم سے ملنے کئی بار تشریف لائے تھے۔

چار

قوّال نہایت لحن سے بیدم وارثی کی غزل گا رہا تھا

سر میں کسی کی زلف کا سودا لیے ہوئے　　صبحِ حرم ہے شامِ کلیسا لیے ہوئے

اس غزل کے بعد فارسی کی غزل شروع ہوئی

ہر غنچہ بشگفت اِلّا دلِ من　　اے وا دلِ من صد وا دلِ من

اس غزل پر مولوی نعیم اور بدرالحسن صاحب جھومنے لگے۔ وجد اور حال قال سے ایک سماں بندھ گیا۔ انتہائے وجد میں جو مرید حضرتِ سید شاہ حبیب الحق قدس سرہ کے پاس جاتا وہ اس کے سینے کو اپنے سینے سے ایسا مس کرتے تھے کہ وہ فرش پر گر کے لوٹنے لگتا تھا۔ بدرالحسن مرحوم انتہائے وجدان وکیف میں ہاتھ اٹھا اٹھا کے "ہو حق" "ہو حق" فرما رہے تھے۔ قوّال کی آواز "اے وا دلِ من" "اہوا! اہوا" اور فرش والوں کی "قو! قو!" کی آوازیں مل جل کر عجب سماں بندھ گیا تھا۔ اسکول کے گھنٹے کی آواز آئی اور ہم چند ساتھیوں کے ساتھ دوڑ کر اسکول واپس آئے۔

زمانہ گذرتا گیا، ۲۴-۱۹۲۳ء میں یہ خبر گرم ہوئی کہ مولوی بدرالحسن مرحوم نے "بی چھٹن" (جن کو اس وقت تک لوگ "پٹنہ کی جگنو" کے نام سے یاد کرتے تھے کیونکہ اس زمانے میں ان سے بہتر 'بھیرویں' گانے والی کوئی عورت نہ تھی۔ اور جن کی گائی ہوئی بھیرویں کے یہ بول مشہور تھے "اُٹھ رے سپہیا لشکر تیرو کوچ"!) کے متعلق لکھا ہے کہ ان کے مسکونہ مکان گوریٹہ "ست گھروا" میں ہر سال مجالس عزا میں نوحہ خوانی ہوتی تھی۔ چنانچہ "یادگارِ روزگار" میں بدرالحسن صاحب نے اس مکان میں بیک وقت اپنے والد، اپنی اور اپنے بڑے صاحبزادے نجم الحسن مرحوم کی موجودگی دکھائی ہے۔ اعتراض تھا کہ بیک وقت تین پشت ایک طوائف کے گھر میں۔ اُن کی کتاب پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ واقعہ مجلس نوحہ خوانی کا تھا، جو معیوب نہ تھا۔

میں نے بی چھٹن کو ان کی پیرانہ سالی کے زمانے میں دیکھا تھا۔ میانے میں بیٹھ کے جد مرحوم اور دیگر رؤساء سے ملنے کو جاتی تھیں۔ نہایت رعب و داب اور داشت سے رہتی تھیں۔ آخر عمر میں سنگی دالان سے متصل ٹھٹھری گھاٹ میں مکان بنوالیا تھا اور اُن کے متبنیٰ بینگا اصل نام محمد امیر جو چوک ڈاک خانے میں ملازم تھے، ان کے ساتھ رہتے تھے۔ بی چھٹن کی تعریف و توصیف میں سید بدرالدین مرحوم خلف خان بہادر ضمیر الدین نے اپنی کتاب "کچھ حقیقت اور کچھ کہانی" میں دریا بہایا ہے۔ بی چھٹن کی جو تعریف و توصیف بدرالدین مرحوم نے کی ہے، وہ بالکل بدرالحسن مرحوم کی "ہجو ملیح" کے خلاف ہے۔ بی چھٹن پیشہ ور طوائف نہ تھیں۔ کچھ جائداد تھی اور موسیقی سے آمدنی تھی۔

پانچ

ملازمت پیشہ شخص کو ان فضولیات اور لاحاصل کاموں میں پڑنے کی کب فرصت ملتی ہے۔ یہ کام اسکا ہے جس کو دنیا کا کوئی کام نہ ہو اور اس کے ساتھ گذر اوقات کے لیئے معقول ذریعہ معاش ہو۔

"اشتر و سوزن" کی اشاعت کے بعد مجھے شیخ برکت اللہ مرحوم لودی کٹرہ کے حالات کو جاننے کی ضرورت پڑی۔ "شاد کا عہد و فن" دونوں جلدوں کی تصنیف کے وقت "یادگار روزگار" کی کوئی جلد نہ مل سکی۔ "باقیات شاد" میں ایک قطعہ "جشن ولادت دختر محمد قاسم" ہے۔ یہ معلوم ہوا کہ محمد قاسم خلف محمد امیر خلف شیخ برکت اللہ لودی کٹرہ میں رہتے تھے۔ دیگر حالات معلوم نہ ہو سکے۔ "باقیات شاد" کو بہار اردو اکیڈمی کے حوالے کرنے کے بعد برادرم یحییٰ امام چوالال کی گلی سے معلوم ہوا کہ ان کے پاس "یادگار روزگار" کی تین جلدیں ہیں۔ چنانچہ عزیزی سید معصوم رضا کاظمی تینوں جلدوں کی فوٹو کاپی لائے۔ اس سے پتہ چلا کہ شیخ برکت اللہ کا وہی مکان ہے جس میں سید شاہ اقبال رہتے تھے اور محمد امیر خلف دوم شیخ برکت اللہ اور محمد قاسم کا وہی مکان ہے جس میں خاں بہادر معین الدین رہتے تھے۔ دونوں مکان اس وقت تک باقی ہیں۔ محمد امیر حج کے ارادہ سے گئے۔ ان کے ساتھ خاں بہادر فضل امام (امداد امام اثر کے سوتیلے بھائی) بھی تھے۔ راستہ میں محمد امیر جہاز پر مر گئے اور فضل امام مرحوم نے بندر شہر ایران کی سرحد پر جہاز کو رکوا کے انھیں دفن کرا دیا۔ بدرالحسن صاحب کے مطابق خاں بہادر فضل امام کے عقائد شیعی تھے۔ محمد قاسم خلف محمد امیر سب رجسٹرار تھے، ترقی پا کے ڈپٹی کلکٹر ہوئے۔ آمدنی سے زیادہ اُن کے اخراجات، یہاں تک ان کو اپنے مسکونہ مکان کو خاں بہادر معین الدین کے ہاتھوں فروخت کرنا پڑا، اور جب مرے تو جھٹلی کے قبرستان میں دفن ہوئے۔

اس کتاب کی زبان، قدیم شرفائے عظیم آباد کی زبان سے کوئی واسطہ نہیں رکھتی ہے۔ نو وارد بہاریوں کی زبان ہے، مگر اس میں کام کی بھی بہت سی باتیں ہیں۔ اگر بدرالحسن مرحوم ان لوگوں کا ذکر نہ کرتے تو آج کوئی اُن کے نام سے بھی واقف نہ ہوتا۔ مؤلف کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ قدیم خاندانوں کے علاوہ انھوں نے ہر طبقہ کے لوگوں کے حالات لکھے ہیں۔ طوائف، طبلیے، سارنگیے، گویے، منہ چھپیا، مراجیہ، ہارمونیم والے، قوال، دھوبی، حجام وغیرہ۔ کس کے حالات کہاں تک درست ہیں، فیصلہ کرنا مشکل ہے۔ بعض بدیہی اغلاط موجود ہیں۔ چند مثالیں:۔

ا۔ خانوادہ شاد:۔ نصیر حسین خیال کو میر جعفر حسین کا بیٹا لکھ دیا ہے۔ اور یہی غلطی بدرالدین مرحوم نے بھی کی ہے۔ نصیر حسین خیال، میر جعفر حسین کے چھوٹے بھائی میر نوروز حسین کے صاحبزادے تھے۔

۲۔ خانوادہ راجہ پیارے لال الفتی :- جلد دوم، ص ۱۱۷۔ حالات بابو سکھراج بہادر۔ "انھوں نے (سکھراج) برادری کے ایک لڑکے جے راج بہادر کو گود لیا تھا اور اپنا جانشین بنایا" بالکل غلط ہے۔ نسب نامہ درج ذیل ہے:۔

راجہ پیارے لال الفتی [محافظ کتب خانہ شاہ اکبر ثانی (وارد عظیم آباد)]

- ہیرا لال ضمیر (فارسی گو)
  - باج بہادر (لاولد)
    - متبنیٰ جے راج بہادر
      - جگدیش بہادر انجہانی
  - سکھراج بہادر رحمتی
    - دختر (زوجۂ رام بہادر لال)
      - گنیش
      - ارجن
      - سوتمبر
      - پیتمبر

سکھراج بہادر کے چاروں نواسے مرچکے ہیں۔ ان میں دو گنیش اور ارجن کی اولادیں دیوان محلہ اور پچھم دروازے میں رہتی ہیں۔ پیتمبر بھی صاحب اولاد تھے۔ خاندانی مکان ہرمندر گلی آپسی جھگڑے کی وجہ سے بک گیا۔

۳۔ کوڑا شاہ فقیر :- ان کی تعریف و توصیف ہے، مگر کام کی بات بدرالدین مرحوم نے لکھی ہے کہ کوڑا شاہ سنار ٹولی کی مشہور طوائف گپّی کا حقیقی ماموں تھا۔

۴۔ خدا بخش خاں کی ہجو ملیح :- جلد اوّل، ص ۱۲۲۔ رگھو بر دیال کے حالات میں دیکھیے۔

کتاب کی اہمیت :- بعض حضرات کے حالات نہایت تشنہ ہیں۔ البتہ سماجی پس منظر پر خاصی روشنی پڑتی ہے۔ جن اسکالروں کو پٹنہ عظیم آباد کے صحیح حالات جاننے کی خواہش ہے، وہ اس کتاب کے علاوہ شاد عظیم آبادی کی تاریخ بہار "نقشِ پائدار" جلد اول، دوم، سوم۔ بدرالدین مرحوم کی "کچھ حقیقت کچھ کہانی" کو پڑھنے کے علاوہ سید محمد صاحب وکیل (مولوی یحیٰ مرحوم کے نواسے) کی انگریزی کتاب "آثار قدیمہ" مطبوعہ ۱۹۲۸ء بھی پڑھ جائیں۔ ان کتابوں کے علاوہ پٹنہ کے قدیم گزٹیرس، اور فرانسس بچنن کا انگریزی زبان میں سفر نامہ ۱۸۱۱ء۔ فارسی میں "مرآۃ الاحوال" مؤلفہ آقا احمد بہبہانی اس میں عظیم آباد کے چند قدیم خاندانوں کے بزرگوں کے نام آئے ہیں۔ میں نے ایک زمانہ ہوا سبھوں کا الگ الگ نسب نامہ اپنی دانست کے مطابق تیار کیا تھا۔ بعض "شاد کے عہد و فن" تین جلدوں میں جگہ پا چکے ہیں اور بعض غیر مطبوعہ ہیں۔ اس زمانے کے مسلمانوں کے معاشی زوال اور گری ہوئی صحت کا بھی پتہ اس کتاب سے چلتا ہے۔

●●